

فیوض الرضویہ

تشریحات المہدیہ

المعروفہ

شرح
مہدیہ

تصنیف

امام ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل القزطانی

ترجمہ و شرح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

فیوض الرضویہ کی عظیم مہم کے سربراہ کتاب
کی جامع و سبب تعداد و شرح

کتاب
الدعوی الی
کتاب الاجارات

شعبان
برادرز
اردو بازار لاہور

وہ جسے چاہے سید راہ کی ہدایت فرماتا ہے

فقہ حنفی کی عظیم معرکہ آرا کتاب کی جامع و مستند اور شرح

فیوضات الرضویہ فی تشریحات الحدیث

المعروف

جلد
دوازدہم

شرح حدیث

کتاب الدعوی الی
کتاب الاجازات

ترجمہ و شرح

علامہ محمد الیاقوت علی رضوی

استاذ الفقہ، جامعہ شہابیتہ، چہرہ لاہور

تصنیف

امام ابو الحسن علی بن ابوبکر بن عبد الباقیل القفغانی

زبیہ سنٹر ۴۰، ارو بازار لاہور

فون: 042-37246006

شبیر برادرز



الحق والعدل

عبد حقوق ملکیت بحق ناسر و محفوظ ہیں

نثر حوالہ

12

125499

جلد ۱۳

با اہتمام ملک شبیر حسین

سن اشاعت جنوری 2013ء / ربیع الاول 1434ھ

طابع اشتیاق اے مشتاق پرنٹر لاہور

کمپننگ ورڈز ہیکر

سرورق اے ایف ایس ایڈورٹائزر لاہور
0322-7202212

قیمت روپے



ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ترتیب

۳۰	ایک گواہی و قسم کے ساتھ فیصلہ کرنے میں مذاہب اربعہ	۱۵	مقدمہ رضویہ
۳۱	مدعی پر قسم نہ لوٹانے کا بیان	۱۵	تجارت کے فقہی احکام کی اہمیت
۳۲	ملک مطلق یا مقید کا دعویٰ کرنے کا بیان		کتاب الدعوی
۳۲	مدعی علیہ کے انکار کے سبب فیصلہ کرنے کا بیان	۱۷	﴿یہ کتاب دعویٰ کے بیان میں ہے﴾
۳۳	قاضی کا مدعی علیہ پر تین بار قسم پیش کرنے کا بیان	۱۷	کتاب دعویٰ کی فقہی مطابقت کا بیان
۳۴	دعویٰ نکاح کے انکار پر عدم قسم کا بیان	۱۷	دعویٰ کے لغوی مفہوم کا بیان
۳۶	چور سے حلف و ضمان کا بیان	۱۸	دعویٰ کے فقہی مفہوم کا بیان
۳۷	دعویٰ نکاح کے منکر پر عدم حلف کا بیان	۱۸	دعویٰ کے شرعی مآخذ کا بیان
۳۸	حلف میں نیابت نہ ہونے کا بیان	۲۰	مآخذ حدیث سے ثبوت دعویٰ کا بیان
۳۸	حدود وغیر حدود میں حلف لینے پر مذاہب اربعہ	۲۰	مدعی کو خصومت پر عدم اجبار کا بیان
۳۸	دعویٰ قصاص سے انکار پر مدعی علیہ سے قسم لینے کا بیان	۲۲	صحت دعویٰ کی شرائط کا بیان
۴۰	انکار جان کے سبب قصاص کے عدم ثبوت پر مذاہب اربعہ	۲۲	قبول دعویٰ کیلئے جنس و مقدار کو بیان کرنے کا حکم
۴۰	انکار کی صورت میں مدعی علیہ سے قسم لینے کا بیان	۲۳	مال منقول کو پیش نہ کر سکنے کا بیان
۴۱	قاضی ایسا کا مدبرانہ فیصلہ	۲۴	غیر منقول چیز کے دعویٰ میں حدود کا بیان
	مدعی علیہ کے گواہوں کی موجودگی کے سبب کفالت بہ انفس دینے	۲۵	جائداد غیر منقولہ کی حدود کو بیان کرنے کے حکم کا بیان
۴۱	کا بیان	۲۶	صحت دعویٰ کے بعد قاضی کا مدعی علیہ سے پوچھنے کا بیان
۴۳	حالف کے فعل و متعلق فعل کا بیان	۲۷	جھوٹی قسم سے مال کھانے کی حرمت کا بیان
	فصل فی کیفیۃ الیمین واللائمۃ الخ	۲۹	باب الیمین
۴۴	یہ فصل قسم کھانے اور قسم لینے کی کیفیت کے بیان میں ہے	۲۹	﴿یہ باب قسم کے بیان میں ہے﴾
۴۴	فصل کیفیت الیمین و حلف کی فقہی مطابقت کا بیان	۲۹	باب قسم کی فقہی مطابقت کا بیان
۴۴	قسم صرف اللہ کے نام کی اٹھانے کا بیان	۲۹	مدعی علیہ پر قسم ہونے کے فقہی مآخذ کا بیان
۴۵	اللہ کے نام کے سوا کی قسم اٹھانے کی ممانعت	۲۹	مدعی علیہ سے طلب الیمین کا بیان

ہلاکت بیع کے بعد بائع و مشتری سے حلف لینے میں	۴۶	غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کا بیان	۴۶
۶۳ مذاہب اربعہ	۴۶	طلاق و عتاق کا حلف نہ لینے کا بیان	۴۶
دونوں غلاموں میں کسی ایک کی ہلاکت کے بعد دعویٰ کرنے	۴۷	یہودیوں سے قسم لینے کا طریقہ	۴۷
۶۵ کا بیان	۴۸	بتوں کو پوجنے والوں سے قسم اٹھوانے کا بیان	۴۸
ہلاک شدہ کا تاوان اقرار مشتری کی مقدار کے برابر ہوگا	۴۸	تغلیظ یمین کا زمان و مکان کے ساتھ عدم وجوب کا بیان	۴۸
۶۷ بائع کی گواہی کے افضل ہونے کا بیان	۴۹	قسم زمانی و مکانی کی تغلیظ میں فقہی مذاہب اربعہ	۴۹
۶۸ بیع اقالہ کے بعد ثمن میں عاقدین کے اختلاف کا بیان	۴۹	غلام کو خریدنے کا حلف اٹھانے کا بیان	۴۹
۶۹ عاقدین کا سلم کے بعد اقالہ کرنے کا بیان	۵۲	مورث غلام پر دعویٰ کرنے کا بیان	۵۲
۷۰ زوجین میں اختلاف مہر کا بیان	۵۳	شئی واحد پر دو اشخاص کا دعویٰ کرنے کا بیان	۵۳
۷۱ غلام و باندی پر نکاح ہونے میں دعویٰ کرنے کا بیان	۵۳	بائع (التعمال)	
۷۳ غیر معین اشارہ کی صورت میں مہر مثلی کا بیان	۵۴	یہ باب تحالف کے بیان میں ہے ﴿	۵۴
۷۴ عقد والی چیز سے پہلے مؤجر و مستاجر میں اختلاف ہونے کا بیان	۵۴	باب تحالف کی فقہی مطابقت کا بیان	۵۴
۷۵ وصولی نفع کے بعد اختلاف ہونے میں دونوں پر حلف نہ ہونے	۵۴	تحالف کا فقہی مفہوم	۵۴
۷۷ کا بیان	۵۴	لفظ حلف کی لغوی تحقیق	۵۴
۷۸ آقا و غلام کا مال کتابت میں اختلاف کرنے کا بیان	۵۵	متباہان میں اختلاف ہونے کا بیان	۵۵
۷۹ زوجین کا گھریلو سامان میں اختلاف کرنے کا بیان	۵۵	اختلاف بائع و مشتری کی چند صورتوں کا بیان	۵۵
۸۰ وفات زوجہ کے بعد مال میں وراثت کے اختلاف کا بیان	۵۶	تحالف کا طریقہ	۵۶
۸۱ اختلاف وراثت کے سبب عرف کے اعتبار کا بیان	۵۶	گواہی نہ ہونے کے سبب فریقین سے رضا طلب کرنے کا بیان	۵۶
فصل فیمن لا یكون خصماً	۵۷	عدم رضا پر فریقین سے حلف لینے کا بیان	۵۷
۸۳ یہ فصل ان لوگوں کے بیان میں ہے جو خصم نہیں ہوتے ﴿	۵۸	قاضی مشتری سے قسم شروع کرنے کا بیان	۵۸
۸۳ فصل خصم نہ ہونے کی فقہی مطابقت کا بیان	۵۹	قسم کی ابتداء بائع یا مشتری سے ہونے میں مذاہب اربعہ	۵۹
۸۳ مدعی علیہ کا اپنے سے دعویٰ کو دور کرنے کا بیان	۵۹	عین کی بیع عین سے ہونے کا بیان	۵۹
۸۳ مدعی و مدعی علیہ کے درمیان خصومت نہ ہونے کا بیان	۶۰	دونوں کے حلف اٹھانے پر بیع کو ختم کرنے کا بیان	۶۰
۸۶ انکار مدعی علیہ سے دفع دعویٰ کا بیان	۶۱	وقت، ثمن یا اختیار شرط میں عاقدین کے اختلاف کا بیان	۶۱
۸۷ غائب کو خریدنے پر خصم ہونے کا بیان	۶۱	انکار کے سبب حلف ہونے میں مذاہب اربعہ	۶۱
۸۸ جب مدعی نے چیز کے چوری ہونے کا دعویٰ کیا ہے		ہلاکت بیع کے بعد عاقدین میں اختلاف کے سبب عدم حلف	
۸۹ مدعی علیہ کا شخص غائب کی تعین نہ کرنے کا بیان	۶۲	کا بیان	۶۲

بَارِعُ مَا بَدْرٌ عَجِيبٌ (الرَّمْلَانِ)

- ۱۱۲ تعداد شہادت پر ترجیح نہ ہونے میں مذاہب اربعہ
- ۱۱۳ مکان کو دونوں مدعیان کے قبضہ میں ہونے کا بیان
- ۱۱۴ مکان کی تقسیم میں قضاء و سوا کا بیان
- ۱۱۴ دونوں مدعیان قابض ہوں تو تقدم تاریخ کا بیان
- ۱۱۵ خریداری کو ہبہ پر ترجیح دینے کا بیان
- ۱۱۵ کل مکان کا دعویٰ کرنے والے کے فیصلہ میں مذاہب اربعہ
- ۱۱۵ سیونگ اکاؤنٹ میں رقم رکھنے کی ممانعت کا بیان
- فصل فی (التنازع باللائنری)
- ۱۱۶ یہ فصل قبضہ کے ذریعے منازعت کرنے کے میں ہے ﴿﴾
- ۱۱۶ فصل تنازعہ فی قبضہ کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۱۱۶ دو آدمیوں کا کسی جانور میں اختلاف ہونے کا بیان
- ۱۱۷ ترجمانی کرنے والے مقبوضہ بچے کے معتبر ہونے کا بیان
- ۱۱۸ آزادی کے اصل ہونے کا بیان
- ۱۱۹ متصل دیوار و شہتیر کے سبب اختلاف ہو جانے کا بیان
- ۱۲۰ مشترکہ دیوار کے سبب ہونے والے اختلاف دعویٰ کا بیان
- ۱۲۰ تعدد شہتیروں کے سبب اشتراک دیوار ہونے کا بیان
- ۱۲۱ اتصال دیوار سے شہتیر کا زیادہ حقدار ہونے کا بیان
- ۱۲۲ مشترکہ گھر میں مختلف کمروں پر قبضہ ہونے کا بیان
- بَارِعُ وَ عَجِيبٌ (النَّبِی)
- ۱۲۳ یہ باب دعویٰ نسب کے بیان میں ہے ﴿﴾
- ۱۲۳ باب دعویٰ نسب کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۱۲۳ نسب کے مؤثر ہونے کا بیان
- ۱۲۳ زانی کیلئے نسب ثابت نہ ہونے میں فقہی مذاہب
- ۱۲۳ ولد زنا کے عدم نسب میں فقہاء کرام کے اقوال
- ۱۲۵ زنا سے پیدا شدہ بچے کا الحاق زانیہ عورت سے ہوگا
- ۱۲۶ باندی کی بیچ ہو جانے کے بچہ جننے کا بیان
- ۱۲۷ ثبوت نسب میں مدت حمل کا فقہی بیان
- ۱۲۸ وقت بیچ سے چھ ماہ سے زائد پر جنم دینے کا بیان

- ۹۰ یہ باب دو اشخاص کا دعویٰ کرنے کے بیان میں ہے ﴿﴾
- ۹۰ باب دو آدمیوں کا دعویٰ کرنے کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۹۰ دو مدعیوں کے درمیان اختلاف ہونے کا فقہی بیان
- ۹۰ دو مدعیوں کا تیسرے شخص کے قبضہ میں ہونے والی چیز میں دعویٰ کرنے کا بیان
- ۹۱ مدعیان کا دعویٰ نکاح کرنے کا بیان
- ۹۲ مدعیان کا اختلاف نکاح و طلاق و عدت کا بیان
- ۹۲ دعویٰ نکاح میں عورت ہونے کے سبب گواہی طلب کرنے کا بیان
- ۹۲ مدعیان کا خریداری کرنے میں دعویٰ کا بیان
- ۹۵ مدعیان کا ثبوت پیش کرنے پر خریداری میں نصف کی تقسیم کا بیان
- ۹۷ مدعیان میں مختلف دعوؤں کا بیان
- ۹۷ مدعیان کا دعویٰ کی تاریخ بتانے کا بیان
- ۹۸ جب مدعی نے دعویٰ خریداری جبکہ مدعیہ نے دعویٰ نکاح کر دیا ہے
- ۹۹ مرد و عورت کے دعویٰ میں حکم مساوات کا بیان
- ۱۰۰ دعویٰ میں تاریخ کے تقدم کو ترجیح حاصل ہونے کا بیان
- ۱۰۲ قابض کی گواہی کے مقدم ہونے کا بیان
- ۱۰۳ خارج و قابض کا نتائج پر گواہی پیش کرنے کا بیان
- ۱۰۶ ملک مطلق میں حجت خارج کے افضل ہونے میں مذاہب اربعہ
- ۱۰۶ غیر مکرر سبب ملکیت کا بیان
- ۱۰۷ سبب کے مکرر ہونے میں اصل کے معتبر ہونے کا بیان
- ۱۰۸ تاریخ بیان نہ کرنے پر گواہی کے باطل ہونے کا بیان
- ۱۰۹ دونوں گواہیوں کا ثمن پر واقع ہونے کا بیان
- ۱۱۰ ہر ایک کی گواہی کے سبب پوری ثمن ہونے کا بیان
- ۱۱۱ نصاب شہادت سے اضافہ کا اعتبار نہ ہونے کا بیان

- ۱۵۲ مقرر کے قول میرے پاس سے اقرار امانت کا بیان
- ۱۵۲ دوسرے قول سے ثبوت اقرار کا بیان
- ۱۵۳ سیاق کلام کے سبب ثبوت اقرار کا بیان
- مخاطب کے قول وزن کر لو کے سبب ثبوت اقرار میں
- ۱۵۴ مذاہب اربعہ
- ۱۵۴ مقرر کا قرض مؤجل کا اقرار کرنے کا بیان
- ۱۵۵ ایک سو ایک درہم کا اقرار کرنے کا بیان
- ۱۵۶ جس نے ایک تھیلی چھو ہاروں کا اقرار کیا
- ۱۵۸ رومال میں لپٹے ہوئے کپڑے کو غصب کرنے کا بیان
- ۱۵۹ مقرر کے قول پانچ در پانچ کے اقرار کا بیان
- فصل
- ۱۶۱ ﴿یہ فصل مسائل حمل کے بیان میں ہے﴾
- ۱۶۱ فصل مسائل حمل کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۱۶۱ حمل کیلئے ایک ہزار درہم کا اقرار کرنے کا بیان
- ۱۶۲ حمل کا اقرار یا حمل کیلئے اقرار کے درست ہونے کا بیان
- ۱۶۳ اقرار میں شرط کے باطل ہونے کا بیان
- ۱۶۳ مقرر کے اقرار حمل کے درست ہونے میں مذاہب اربعہ
- بَابُ (الْإِسْتِثْنَاءِ وَمَا فِي مَعْنَاهُ
- ۱۶۵ ﴿یہ باب استثناء اور اس کے حکم کے بیان میں ہے﴾
- ۱۶۵ باب استثناء اور اس کے حکم کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۱۶۵ باب اقرار میں استثناء کا فقہی مفہوم
- ۱۶۵ اقرار میں اتصال کے ساتھ استثناء کرنے کا بیان
- ۱۶۶ درہم سے دیناروں کا استثناء کرنے کا بیان
- ۱۶۷ کیلی و موزونی چیزوں سے استثناء میں مذاہب اربعہ
- ۱۶۷ اقرار کے ساتھ اتصالی طور پر ان شاء اللہ کہہ دینے کا بیان
- ۱۶۸ ان شاء اللہ کہہ دینے سے اقرار کے باطل ہو جانے کا بیان
- ۱۶۸ گھر کے اقرار سے اپنے لئے عمارت کا استثناء کرنے کا بیان
- ۱۶۹ تابع کے استثناء کے درست نہ ہونے میں مذاہب اربعہ
- ۱۲۸ مدت حمل سے استدلال رجعت و نسب کا بیان
- ۱۲۸ چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ جنم دینے پر عدم استیلاء کا بیان
- ۱۲۹ دو شرکاء کا دعویٰ نسب کرنے کا بیان
- ۱۳۰ ولد کے اصل اور ماں کے تابع ہونے کا بیان
- ۱۳۲ اقرار سے نسبت ولد ہونے کا بیان
- ۱۳۲ فروخت شدہ غلام پر دعویٰ نسب کرنے کا بیان
- ۱۳۳ دو جڑوے بچوں میں دعویٰ نسب کا بیان
- ۱۳۴ نسب کا سماع سے ثابت ہو جانے کا فقہی بیان
- اقرار نسب میں اقرار اول کا دوسرے اقرار سے قوی ہونے
- ۱۳۵ کا بیان
- ۱۳۷ حق ولاء کے سبب نسب و وراثت میں حقدار ہونے کا بیان
- ۱۳۷ دعویٰ آزادی کا دعویٰ غلامی سے قوی ہونے کا بیان
- ۱۳۸ عورت کا کسی بچے کے متعلق دعویٰ کرنے کا بیان
- ۱۳۹ ولادت میں تنہا داسیہ کی گواہی کے مقبول ہونے کا بیان
- ۱۳۹ معتدہ عورت کے دعویٰ کرنے کا بیان
- ۱۴۱ خرید کردہ باندی کے حقدار نکل آنے کا بیان
- ۱۴۱ وفات بچہ کے سبب معدوم منع کا بیان
- بَابُ (الْإِقْرَارِ
- ۱۴۳ ﴿یہ کتاب اقرار کے بیان میں ہے﴾
- ۱۴۳ کتاب اقرار کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۱۴۳ اقرار کے لغوی و فقہی مفہوم کا بیان
- ۱۴۳ حکم اقرار کے شرعی مأخذ کا بیان
- ۱۴۵ اقرار کا ثبوت حق کیلئے اخبار ہونے کا بیان
- ۱۴۶ اقرار کیلئے بعض شرائط و قیود کا بیان
- ۱۴۷ معاشرے کے رواج کے سبب حکم شرعی کے اجراء کا بیان
- ۱۴۸ مقرر کے مال کا اقرار کرنے کے سبب تصدیق کرنے کا بیان
- ۱۴۹ اموال عظام میں سے ادنیٰ جمع کے اعتبار کرنے کا بیان
- ۱۵۱ مقرر کا مجھ پر یا میری طرف کے قول سے اقرار کرنے کا بیان

۱۹۶	مذہب اربعہ
۱۹۶	غیر والدین کے نسب کے اقرار کا بیان
۱۹۸	والد کی وفات کے بعد بھائی ہونے کے اقرار کا بیان
	کِتَابُ الصَّلْحِ
۲۰۰	یہ کتاب صلح کے بیان میں ہے ﴿
۲۰۰	کتاب صلح کی فقہی مطابقت کا بیان
۲۰۰	صلح کا لغوی مفہوم
۲۰۰	صلح کا فقہی مفہوم
۲۰۱	صلح کے شرعی مآخذ کا بیان
۲۰۱	صلح کے مآخذ شرعی میں احادیث کا بیان
۲۰۳	صلح کے حکم کا بیان
۲۰۳	صلح کی شرائط کا بیان
۲۰۴	صلح کی اقسام و تعریفات کا بیان
۲۰۵	اقراری صلح میں بیاعات والی چیزوں کے اعتبار کا بیان
۲۰۷	مکان کے بدلے ہونے والی صلح میں عدم شفعہ کا بیان
۲۰۸	مصالح عنہ سے بعض میں حقدار نکل آنے کا بیان
۲۱۰	تفصیل ذکر کیے بغیر گھر میں دعویٰ کرنے کا بیان
	فصل
۲۱۳	یہ فصل امور صلح کے جواز و عدم جواز کے بیان میں ہے ﴿
۲۱۳	فصل امور صلح کے جواز و عدم جواز کی فقہی مطابقت کا بیان
۲۱۳	مالوں کے دعوؤں میں صلح کے جواز کا بیان
۲۱۴	جنایت عمد و خطا میں صلح کے صحیح ہونے کا بیان
۲۱۴	صلح کر کے قتل معاف کرنے میں مذاہب فقہاء
۲۱۵	خمر پر صلح ہونے کے سبب کچھ واجب نہ ہونے کا بیان
۲۱۷	دعویٰ حد میں صلح کے عدم جواز کا بیان
۲۱۸	کسی شخص کا عورت پر دعویٰ نکاح کرنے کا بیان
۲۲۰	غلام سے مال پر صلح کر لینے کا بیان

۱۶۹	مقرر کے قول غلام کی قیمت ایک ہزار ہونے کا بیان
۱۷۱	مقرر کے قول یہ غلام میرا ہے کی فقہی جزئیات کا بیان
۱۷۲	قبضہ کا بیع کے لوازمات میں سے ہونے کا بیان
۱۷۳	نزیر و شراب کی قیمت والے درہم کے اقرار کا بیان
۱۷۴	شراب و خنزیر کی قیمت کے مطالبہ کے باطل ہونے کا بیان
۱۷۴	درہم کے اقرار کے بعد وصف زیوف بتانے کا بیان
۱۷۷	کھوئے درہم کو بیع و قرض کے طور پر ذکر نہ کرنے کا بیان
۱۷۸	مقرر کا اتصالی طور پر ستوقہ یا رصاص کہنے کا بیان
	غضب شدہ کپڑے کے اقرار کے بعد عیب والا کپڑا لانے
۱۷۹	کا بیان
۱۸۱	ایک ہزار بطور امانت ہونے کے اقرار کا بیان
۱۸۲	نصف درہم سے کپڑے کی سلوائی کرانے کے اقرار کا بیان
	کِتَابُ اَلْاَقْرَارِ (الْمَرِيضِ)
۱۸۵	یہ باب مریض کے اقرار کے بیان میں ہے ﴿
۱۸۵	باب اقرار مریض کی فقہی مطابقت کا بیان
۱۸۵	مرض موت میں کئی قسم کے قرضوں کے اقرار کا بیان
۱۸۷	پہلے قرضوں کے بعد کچھ مال کے بیچ جانے کا بیان
۱۸۸	مریض کا وراثت کیلئے اقرار کرنے کا بیان
۱۹۰	زمانہ صحت کے قرض کی تقدیم کا بیان
۱۹۱	وارث کیلئے اقرار درست نہ ہونے میں مذاہب اربعہ
۱۹۱	مریض کا اجنبی کیلئے اقرار کرنے کا بیان
۱۹۲	مجهول نسب والے کیلئے مریض کا اقرار کرنے کا بیان
	فصل فی اَلْاَقْرَارِ بِالنَّسَبِ
۱۹۳	یہ فصل اقرار نسب کے بیان میں ہے ﴿
۱۹۳	فصل اقرار نسب کی فقہی مطابقت کا بیان
۱۹۳	مقرر کا دعویٰ ولد کرنے کا بیان
۱۹۴	والدین و زوجہ وغیرہ کے حق میں اقرار کرنے کا بیان
	نکاح کے بعد اجنبیہ کے اقرار کے باطل نہ ہونے میں

۲۲۱	یہودی کے کپڑے کا تھان غصب کرنے کا بیان
۲۲۳	دو اشخاص کے درمیان مشترکہ غلام ہونے کا بیان
۲۲۳	بَابُ التَّبْرُوعِ بِالضَّمِّ وَالتَّوَكُّلِ بِهِ
۲۲۵	یہ باب متبرع بہ صلح اور توکیل کے بیان میں ہے ﴿
۲۲۵	باب تبرع بہ صلح کی فقہی مطابقت کا بیان
۲۲۵	صلح کیلئے وکیل بنانے کا بیان
۲۲۶	کسی کی اجازت کے بغیر اسکی جانب سے صلح کرنے کا بیان
۲۲۶	بَابُ الضَّمِّ فِي الدَّيْنِ
۲۲۹	یہ باب قرض میں صلح کے بیان میں ہے ﴿
۲۲۹	باب قرض میں صلح کی فقہی مطابقت کا بیان
۲۲۹	بدل صلح کو معاوضہ پر حمل نہ کرنے کا بیان
۲۳۰	مدعی علیہ پر دین کی جنس سے صلح کرنے کا بیان
۲۳۰	ایک ہزار بطور ادھار قرض کی صلح کا بیان
۲۳۲	ایک ہزار درہم کے باقی ہونے کا بیان
۲۳۳	قرض کی مختلف صورتوں میں صلح کرنے کا بیان
۲۳۶	اقرار مال کو مہلت سے مقید کرنے کا بیان
۲۳۶	فَصْلٌ فِي الدَّيْنِ (الْمَشْرُوكِ)
۲۳۷	یہ فصل مشترکہ قرض کے بیان میں ہے ﴿
۲۳۷	فصل قرض مشترکہ کی فقہی مطابقت کا بیان
۲۳۷	قرض مشترکہ کے حکم کا بیان
۲۳۷	دین مشترکہ میں کسی ایک کی مصالحت کا بیان
۲۳۸	دین مشترکہ کا ایک ہی سبب سے واجب ہونے کا بیان
۲۳۹	ایک چیز میں دونوں کی شرکت کا بیان
۲۳۹	شرکاء میں سے ایک کا اپنے حصہ کے عوض سامان خریدنے
۲۴۰	کا بیان
۲۴۲	بیع سلم کا دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہونے کا بیان
۲۴۲	فَصْلٌ فِي التَّخَارُجِ
۲۴۲	یہ فصل تخارج کے بیان میں ہے ﴿
۲۴۲	فصل تخارج کی فقہی مطابقت کا بیان
۲۴۲	تخارج کا فقہی مفہوم
۲۴۲	کچھ حصہ دیکر ترکہ سے خارج کرنے کا بیان
۲۴۲	ترکہ میں عقار یا دوسری جائیداد ہونے کا بیان
۲۴۵	تخارج کے ترکہ میں سونا چاندی ہونے کا بیان
۲۴۷	مصالح قرضداروں سے بری ہونے کا بیان
۲۴۸	کیل والی یا موزونی چیز میں صلح کرنے کا بیان
۲۴۸	کِتَابُ الْمُضَارَبَةِ
۲۵۰	یہ کتاب مضاربت کے بیان میں ہے ﴿
۲۵۰	کتاب مضاربت کی فقہی مطابقت کا بیان
۲۵۰	مضاربت کی لغوی تعریف کا بیان
۲۵۰	مضاربت کی اصطلاحی تعریف
۲۵۰	مضاربت کی مختلف صورتوں کا بیان
۲۵۱	عقد مضاربت کے حکم کا بیان
۲۵۱	مضاربت کے بارے میں احادیث
۲۵۲	مضاربت کے احکام
۲۵۳	مضاربت کی شرائط
۲۵۳	مضاربت کے حقوق و فرائض
۲۵۳	معادہ مضاربت کی مدت
۲۵۳	نفع و نقصان کے احکام
۲۵۵	نفع میں جہالت کا سبب بننے والی شرط کا فاسد مضاربت ہونے
۲۵۵	کا بیان
۲۵۵	مضاربت کے اشتقاق و مفہوم کا بیان
۲۵۶	عقد مضاربت کا شرکت پر منعقد ہونے کا بیان
۲۵۸	عقد مضاربت و شرکت میں مشابہت کا بیان

فصل

یہ فصل مضارب کے ساتھ دوسرے کی شمولیت کے بیان میں

- ۲۸۳ ہے ﴿
- فصل مضاربت میں شریک ثانی کی مطابقت کا بیان ۲۸۳
- شرط نفع غلام کے سبب غلام پر کام ہونے کا بیان ۲۸۳
- مضارب کے ساتھ تہائی پر مالک و غلام کی شراکت کا بیان ۲۷۵

فصل فی العزل والغنمہ

- یہ فصل عزل مضارب و تقسیم کے بیان میں ہے ﴿ ۲۸۶
- فصل عزل مضارب و قسمت کی فقہی مطابقت کا بیان ۲۸۶
- وفات کے سبب عقد مضاربت کے باطل ہونے کا بیان ۲۸۶
- رب المال کا مضارب کو مستغنی کرنے کا بیان ۲۸۷
- مضارب کو معزولی کا علم ہونے کا بیان ۲۸۸
- سامان مضاربت سے دوسری چیز خریدنے کی عدم اباحت

- کا بیان ۲۸۸
- مضارب و رب المال کے ذمہ پردیون ہونے کا بیان ۲۸۹
- مضارب کو قرض کی وصولی پر مجبور نہ کرنے کا بیان ۲۹۰
- مضارب کیلئے طلب دین میں مذاہب اربعہ ۲۹۱
- مال مضاربت سے ہلاکت پر انقطاع نفع کا بیان ۲۹۱

فصل فیما یفعلہ المضارب

- یہ فصل امور مضارب کے بیان میں ہے ﴿ ۲۹۲
- فصل امور مضارب کی فقہی مطابقت کا بیان ۲۹۳
- مضارب کیلئے ادھار و نقد کی بیع کی اباحت کا بیان ۲۹۳
- مضاربہ مطلقہ میں عرف کے موافق اختیار کا بیان ۲۹۴
- مضارب کا قیمت کو اغنیاء کے حوالے کرنے کا بیان ۲۹۵
- مضارب کا مال مضاربت سے غلام و باندی کا نکاح نہ کرنے
- کا بیان ۲۹۷
- مال مضاربت میں تجارت کی عادت کے معتبر ہونے کا بیان ۲۹۷

- عقد مضاربت کی بعض شرائط کا بیان ۲۵۸
- عقد مضاربت کی شرائط کا فقہی بیان ۲۵۹
- عقد مضاربت میں مال کو مضارب کے سپرد کرنے کا بیان ۲۶۰
- مضاربت کے مطلق طور پر درست ہونے کے بعد اختیار مضارب
- کا بیان ۲۶۰
- مضاربت مطلقہ میں زمانی و مکانی تعیین نہ ہونے کا بیان ۲۶۳
- شرط کے سبب بطلان مضاربت میں مذاہب اربعہ ۲۶۳
- معین شہر میں رب المال کا تصرف کو خاص کرنے کا بیان ۲۶۵
- مضارب کا حالت سفر میں خرچ کرنے کا بیان ۲۶۶
- مضاربت پر تخصیص کرنے میں فقہی مذاہب اربعہ ۲۶۶
- مضارب کو مال دیکر کوفہ میں بیچنے کا حکم دینے کا بیان ۲۶۷
- قرابت کے سبب مضارب کیلئے غلام نہ خریدنے کا بیان ۲۶۹
- مال مضاربت سے خریدی ہوئی باندی سے نکاح نہ ہونے
- کا بیان ۲۶۹
- آزادی کا سبب بننے والا غلام مضارب کا ہوگا ۲۷۰
- مضارب کیلئے نصف کا شریک ایک ہزار درہم ہونے کا بیان ۲۷۱
- رب المال کیلئے غلام سے لمای کروانے کا بیان ۲۷۳
- باب (المضارب المضارب)
- یہ باب مضارب کا مضارب بنانے کے بیان میں ہے ﴿ ۲۷۵
- باب مضارب مضارب کی فقہی مطابقت کا بیان ۲۷۵
- مضارب کا مال مضاربت دوسرے کو دینے کا بیان ۲۷۵
- مضارب ثانی کے کام کا ضامن نہ ہونے کا بیان ۲۷۸
- نصف پر مضارب کو مال دینے کا بیان ۲۷۹
- رب المال و مضارب کے درمیان تقسیم کے مسائل ۲۸۰
- رب المال کا نصف منافع کو مقید کرنے کا بیان ۲۸۱
- دوسرے مضارب کیلئے دو تہائی کی شرط لگانے کا بیان ۲۸۲

- ۳۱۸ ایداع و متعلقات ایداع کا فقہی مفہوم
- ۳۱۸ ودیعت کے حکم کا بیان
- ۳۱۸ ودیعت سے متعلق شرائط کا بیان
- ۳۱۸ ودیعت کا مودع کے ہاتھ میں امانت ہونے کا بیان
- ۳۱۹ مودع کا بذات خود مال کی حفاظت کرنے کا بیان
- ۳۲۰ امین پر ضمان کی شرط بیان کرنے کا بیان
- ۳۲۰ مودع کے گھر میں آگ کے سبب انتقال و ودیعت کا بیان
- ۳۲۲ مودع کا مال و ودیعت کو کس کرنے کا بیان
- ۳۲۳ اجازت مالک کے بغیر مال کو کس کرنے کا بیان
- ۳۲۳ فعل مودع کے بغیر اختلاط مال کا بیان
- ۳۲۵ مودع کا ودیعت میں تعدی کرنے کا بیان
- ۳۲۵ تعدی کے سبب حکم ضمان کا بیان
- ۳۲۶ مودع کا انکاری ہونے کے سبب ضامن ہونے کا بیان
- ۳۲۷ طلب سے مودع کو ممانعت کا حق نہ رکھنے کا بیان
- ۳۲۸ مودع کا مال و ودیعت کے ساتھ سفر کرنے کا بیان
- ۳۲۹ دو بندوں کے پاس ایک آدمی کا مال و ودیعت رکھنے کا بیان
- ۳۳۱ مشترک و ودیعت میں مودع ثانی کے ہونے میں مذاہب اربعہ
- ۳۳۱ ایک شخص کا دو آدمیوں کے پاس و ودیعت رکھنے کا بیان
- ۳۳۳ مال و ودیعت کو زوجہ کے پاس رکھنے سے ممانعت کا بیان
- ۳۳۴ شرط امانت میں قاعدہ کلیہ کا بیان
- ۳۳۵ ودیعت در و ودیعت مال رکھنے کا بیان
- ۳۳۶ ودیعت کے جوہر و اجنبی پر حفاظت میں مذاہب اربعہ
- ۳۳۷ مال و ودیعت کے ایک ہزار پر دو آدمیوں کا دعویٰ کرنے کا بیان
- ۳۳۸ دونوں کے حلف میں برابری صورت میں قرعہ اندازی کا بیان
- ۳۴۰ انکار کی صورت میں قسم لینے کا بیان
- کتاب (العاریہ)
- ۳۴۲ یہ کتاب عاریت کے بیان میں ہے
- ۳۴۲ کتاب عاریت کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۲۹۸ مضارب کا رب المال کو بعض کام کیلئے مال دینے کا بیان
- ۲۹۹ اصلی شہر میں کام کرنے کے سبب نفقہ مضارب نہ ہونے کا بیان
- ۳۰۰ سفر مضاربت میں نفقہ مضارب ہونے کا بیان
- ۳۰۱ مضاربت کے نفقہ کا فقہی مفہوم
- ۳۰۲ مضاربت سے بچ جانے والے سامان کا بیان
- ۳۰۳ دواء کا نفقہ مضارب میں شامل ہونے کا بیان
- ۳۰۳ نفع مضارب سے رأس المال کا خرچہ وصول کرنے کا بیان
- ۳۰۴ مضارب کا دراہم کے بدلے کپڑا خریدنے کا بیان
- فصل فی مسائل (السفرہ)
- ۳۰۶ یہ فصل متفرق مسائل کے بیان میں ہے
- ۳۰۶ مسائل متفرقہ فصل کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۳۰۶ مضارب کے ساتھ نصف کی شرط لگانے کا بیان
- ۳۰۸ مضارب کا بطور مراہمہ کسی چیز کو بیچنے کا بیان
- ۳۰۹ مضارب کے پاس نصف نفع کی شرط پر ایک ہزار ہونے کا بیان
- مضارب کا دراہم ادا کرنے سے قبل غلام کے فوت ہو جانے کا بیان
- ۳۱۰ رأس المال کے ضیاع سے مضاربت کے باطل ہونے کا بیان
- فصل فی الامتلاط
- ۳۱۳ یہ فصل اختلاف کے بیان میں ہے
- ۳۱۳ فصل اختلاف فریقین کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۳۱۳ مضارب کے پاس دو ہزار دراہم ہونے کا بیان
- ۳۱۴ مضاربت کی صحت و فساد میں اختلاف کا بیان
- ۳۱۴ مال کا کاروبار کیلئے ہونے میں رب المال کے قول کا اعتبار
- ۳۱۵ رب المال کا خاص تجارت کیلئے دعویٰ کرنے کا بیان
- کتاب (الروبیہ)
- ۳۱۷ یہ کتاب ودیعت کے بیان میں ہے
- ۳۱۷ کتاب ودیعت کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۳۱۷ ودیعت کے شرعی مأخذ کا بیان

۳۶۶	ہبہ کے شرعی مأخذ کا بیان	۳۴۲	عاریت کی تعریف و فقہی مفہوم کا بیان
۳۶۶	ہبہ کا عقد مشروع ہونے کا بیان	۳۴۲	عاریت کے شرعی مأخذ کا بیان
۳۶۷	باہمی تحفہ کے لین دین سے کینہ دور ہونے کا بیان	۳۴۳	مشروعیت عاریت پر کتاب و سنت سے استدلال کا بیان
۳۶۸	واہب کے بغیر موہوب لہ کے قبضہ کرنے کا بیان	۳۴۳	عاریت کے صحیح ہونے کے لیے چار شرائط ہیں
۳۶۹	وہ الفاظ جن سے ہبہ منعقد ہو جاتا ہے	۳۴۵	عاریت کے حکم کا بیان
۳۷۱	کسوت سے تملیک مراد لینے کا بیان	۳۴۵	عاریت کے جواز کا فقہی بیان
۳۷۲	محوزہ مقسومہ میں جواز ہبہ کا بیان	۳۴۷	اعتک سے انعقاد عاریہ کا بیان
۳۷۴	تقسیم کے بعد محفوظ رہنے سے ہبہ کے تام ہونے کا بیان	۳۴۸	معیر کیلئے عاریت سے حق رجوع میں اختیار کا بیان
۳۷۴	مشاع میں ہبہ کے جواز میں مذاہب اربعہ	۳۴۹	مستعار چیز کو واپس کرنے کا بیان
۳۷۴	مشترکہ حصے کے ہبہ کے باطل ہونے کا بیان	۳۴۹	منحہ کا فقہی مفہوم
۳۷۶	موہوب کا موہوب لہ کے قبضہ میں ہونے کا بیان	۳۴۹	عاریت کا تعدی کے بغیر ہلاکت کے سبب عدم ضمان کا بیان
۳۷۷	ہبہ یتیم پر ولی کا قبضہ ہونے کا بیان	۳۵۱	مستعار لی ہوئی چیز کے امانت ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ
۳۷۹	دو آدمیوں کا کسی شخص کو گھر ہبہ کرنے کا بیان	۳۵۱	عاریت والی چیز کو کرائے پر دینے میں عدم جواز کا بیان
۳۸۱	شیوع کے جواز و عدم جواز کا بیان	۳۵۲	عاریت والی چیز کو عاریت پر دینے کا بیان
	بَابُ الرَّجُوعِ فِي الْهَبَةِ	۳۵۵	عاریت والی چیز کو عاریت پر دینے میں مذاہب اربعہ
۳۸۲	یہ باب ہبہ میں رجوع کے بیان میں ہے	۳۵۵	دراہم و دیناروں کو عاریت پر دینے کا بیان
۳۸۲	باب رجوع ہبہ کی فقہی مطابقت کا بیان	۳۵۶	زمین عاریت پر لیکر عمارت بنانے کا بیان
۳۸۲	اجنبی کیلئے ہبہ و رجوع کرنے کا بیان	۳۵۹	عاریت کو واپس کرنے کی اجرت کا استعیر پر ہونے کا بیان
۳۸۴	ہبہ کو واپس لینے کی ممانعت میں مذاہب اربعہ	۳۶۰	جانور کو بطور عاریت کے بعد واپس کرنے کا بیان
۳۸۵	خالی زمین ہبہ کرنے کا بیان	۳۶۲	عاریت کی واپسی کے صرفہ کا بیان
۳۸۶	ہبہ کی زمین میں موہوب لہ کے مکان بنانے کا بیان	۳۶۲	سواری کو عاریت پر لینے کا بیان
۳۸۶	موہوب زیادت کا فقہی مفہوم	۳۶۳	کاشتکاری کیلئے خالی زمین بطور عاریت لینے کا بیان
۳۸۷	قرابت کا مانع رجوع ہونے کا بیان		کِتَابُ الْهَبَةِ
۳۸۸	ہبہ کا عوض یا بدلہ واہب کو دینے کا بیان	۳۶۵	یہ کتاب ہبہ کے بیان میں ہے
۳۸۹	نصف پر گھر ہبہ کرنے کا بیان	۳۶۵	کتاب ہبہ کی فقہی مطابقت کا بیان
۳۹۱	ہبہ کردہ چیز کے ہلاک ہو جانے کا بیان	۳۶۵	ہبہ کا فقہی مفہوم
۳۹۱	عین موہوب کا ہلاک ہو جانا مانع رجوع ہے	۳۶۵	ہبہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف
۳۹۲	شرط بدلہ کے ساتھ کسی چیز کو ہبہ کرنے کا بیان	۳۶۵	ہبہ کے ارکان و شرائط کا بیان

کتاب (الاجارہ)	صفحہ
لفظ عوض کے سبب ابتداء و انتہاء سے بیع ہو جانے کا بیان	۳۹۳
کتاب (الاجارہ)	۳۹۳
یہ کتاب اجارات کے بیان میں ہے ﴿	۳۹۵
کتاب (الاجارہ) کی فقہی مطابقت کا بیان	۳۹۵
اجارہ کا لغوی مفہوم	۳۹۵
اجارہ کے حکم کا بیان	۳۹۵
اجارہ کے شرعی مآخذ کا بیان	۳۹۶
لیزنگ:	۳۹۶
لیزنگ کا جدید مفہوم	۳۹۶
ایک شبہ کا ازالہ:	۳۹۶
لیزنگ کا متبادل:	۳۹۶
مروجہ لیزنگ کا دوسرا متبادل:	۳۹۶
اجارہ کا عوض پر عقد نفع ہونے کا بیان	۳۹۷
مزدور کو مزدوری میں اہم شرعی حکم کا بیان	۳۹۷
اجیر کو اجرت نہ دینے پر وعید کا بیان	۳۹۸
اجارہ کے عقد کا محل منافع ہونے میں مذاہب اربعہ	۳۹۸
ہر شئی چیز کا اجارہ میں اجرت بننے کا بیان	۳۹۸
اجارہ کی شرائط کا بیان	۳۹۸
اجارہ میں نفس عقد سے منافع کے معلوم ہونے کا بیان	۳۹۸
نفس عقد کے سبب اجرت کے لازم نہ ہونے کا بیان	۳۹۸
مستأجر کے قبضہ کے سبب لزوم اجرت کا بیان	۳۹۸
مکہ مکرمہ جانے کیلئے اونٹ کرائے پر لینے کا بیان	۳۹۸
درزی یا دھوبی کا کام سے پہلے اجرت طلب کرنے کا بیان	۳۹۸
روٹی لگانے والے کو اجرت پر لگانے کا بیان	۳۹۸
روٹی کے جل جانے کے باوجود عدم تاوان کا بیان	۳۹۸
اجرت پر لائے گئے باورچی کیلئے عرف کا اعتبار کرنے کا بیان	۳۹۸
کام کا اثر عین میں موجود ہونے کا بیان	۳۹۸
عین میں اثر نہ ہونے والے کاریگروں کا بیان	۳۹۸
ڈاکیا کے طور پر کسی کو اجرت پر لگانے کا بیان	۳۹۸
لفظ عوض کے سبب ابتداء و انتہاء سے بیع ہو جانے کا بیان	۳۹۳
فصل	۳۹۳
یہ فصل ہبہ کے مسائل شتی کے بیان میں ہے ﴿	۳۹۵
ہبہ کے مسائل شتی کی فقہی مطابقت کا بیان	۳۹۵
باندی کے حمل کا ہبہ میں استثناء کرنے کا بیان	۳۹۵
بطن میں آزاد کردہ کے ہبہ کے جواز کا بیان	۳۹۶
مشاع کے ہبہ کے عدم جواز کا بیان	۳۹۶
ہبہ کیلئے عوض کی شرط فاسد لگانے کا بیان	۳۹۶
قرض خواہ کا مقروض کو در اہم سے بری کہنے کا بیان	۳۹۷
دین کی معافی کو شرط پر معلق کرنے کا بیان	۳۹۸
عمری کا معمر لہ کیلئے جائز ہونے کا بیان	۴۰۰
عمری کے فقہی مفہوم کا بیان	۴۰۱
موت کے بعد عمری کو واپس لوٹانے میں مذاہب اربعہ	۴۰۱
عمری معمر لہ کے ورثاء کی ملکیت بن جاتا ہے	۴۰۲
عمری و رقبی سے انتقال ملکیت کا بیان	۴۰۲
رقبی کے صحیح ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب اربعہ	۴۰۳
فصل فی الصدقۃ	۴۰۳
یہ فصل صدقہ کے بیان میں ہے ﴿	۴۰۴
فصل صدقہ کی فقہی مطابقت کا بیان	۴۰۴
صدقہ کا ہبہ کی طرح ہونے کا بیان	۴۰۴
صدقہ دے کر اسے واپس لینے یا خریدنے کی ممانعت	۴۰۴
صدقہ میں دیا ہوا مال واپس ہو جانے کی ایک صورت	۴۰۵
مال کو صدقہ کرنے کی نذر ماننے کا بیان	۴۰۶
وہ نذر جسے پورا کرنے یا قسم کا کفارہ دینے میں اختیار ہے	۴۰۸
مباح نذر کا بیان	۴۰۸
نذر سے ممانعت کے سبب کا بیان	۴۰۹

۴۵۳ ماہانہ کرائے میں بیان مدت پر مذاہب اربعہ
۴۵۴ سال کیلئے مکان کرائے پر لینے کا بیان
۴۵۵ مہینوں کے آغاز کی مدت کے معتبر ہونے میں فقہی مذاہب
۴۵۵ حمام و حجام کی اجرت کے جواز کا بیان
۴۵۶ اذان و امامت کی اجرت لینے کا بیان
۴۵۸ امامت و دینی تعلیم پر اجرت لینے کے جواز میں فتویٰ
۴۵۹ امور دینیہ پر اجرت لینے پر فقہی بحث و نظر کا بیان
۴۶۵ تراویح کی اجرت پر ممانعت میں دیوبندی مولویوں کا موقف
۴۶۶ مشروط کا معروف کی طرح ہونے کا قاعدہ فقہیہ
۴۶۶ گانا و نوحہ کی اجرت لینے کے عدم جواز کا بیان
۴۶۸ گناہوں کے کاموں کی اجرت لینے کی ممانعت کا بیان
۴۶۸ معین اجرت کے بدلے میں دودھ پلانے کا بیان
۴۷۰ غلہ و کپڑے کی اجرت پر ذائقہ کور کھنے کا بیان
۴۷۱ دایہ کو طعام و لباس اجرت میں دینے پر مذاہب اربعہ
۴۷۱ مستاجر کا دایہ کو شوہر سے حق و طی سے نہ روکنے کا بیان
۴۷۳ شوہر دایہ کو ممانعت جماع میں مذاہب اربعہ
۴۷۳ جو لہا ہے کیلئے دھاگہ بننے کی اجرت مثلی ہونے کا بیان
۴۷۵ مشترکہ غلہ اٹھانے میں اجیر کیلئے اجرت نہ ہونے کا بیان
۴۷۶ روٹی پکوانے کیلئے اجرت پر آدمی کور کھنے کا بیان
۴۷۶ عمل اجارہ میں کام اور وقت دونوں کو ذکر کرنے کا بیان
۴۷۷ مستاجر کے ہل چلانے کی شرط زمین لینے کا بیان
 زراعت کے بدلے زراعت کرنے کیلئے زمین کرائے پر لینے
۴۷۸ کا بیان
۴۷۹ اجارہ میں اجرت ذکر نہ کرنے پر مثلی اجرت میں مذاہب اربعہ
۴۷۹ مشترکہ اجیر کیلئے اجرت نہ ہونے کا بیان
۴۸۰ کرائے پر لی گئی زمین میں وضاحت نہ کرنے کا بیان
۴۸۱ بغداد جانے کیلئے سواری کرائے پر لینے کا بیان
 بَارِعُ ضَمَانًا (اللہ جبر)
۴۸۳ یہ باب ضمانت اجیر کے بیان میں ہے

بَارِعُ مَا يَجُورُ مِنَ الْإِجَارَةِ وَمَا يَكُونُ حِمْلًا فِيهَا

۴۳۳ یہ باب جائز اور مختلف فیہ اجاروں کے بیان میں ہے
۴۳۴ جائز اور مختلف فیہ اجارہ کے باب کی فقہی مطابقت کا بیان
۴۳۴ گھروں اور دکانوں کو کرائے پر لینے کا بیان
۴۳۴ مکان کا کرایہ جائز جبکہ نقدی میں کرایہ سود ہے
۴۳۴ زراعت کیلئے زمین ٹھیکے پر لینے کا بیان
۴۳۶ خالی زمین کو کرائے پر لینے کا بیان
۴۳۶ کرائے کی زمین کی مدت پوری ہونے پر ملکہ اٹھانے کا بیان
۴۳۷ صاحب زمین کا عوض میں تاوان دینے کا بیان
۴۳۸ سواری کو اجرت پر لینے کا بیان
۴۳۹ جانوروں کو بطور سواری اجرت پر لینے کا بیان
۴۳۹ خاص قسم کی سواری پر بوجھ لادنے کا بیان
۴۴۰ سواری کرائے دار کا ردیف بنانے کا بیان
۴۴۱ سواری پر معین مقدار کے مطابق بوجھ لادنے کا بیان
۴۴۲ مستاجر کا زور سے سواری کی لگام کھینچنے کا بیان
۴۴۳ حیرہ کیلئے سواری لیکر قادیسیہ جانے کا بیان
۴۴۴ زمین کے ساتھ حمار کو کرائے پر لینے کا بیان
۴۴۵ سامان کیلئے کرائے پر گاڑی لینے کا بیان
۴۴۷ گندم کیلئے زمین اجرت پر لینے کا بیان
۴۴۷ درزی کو سینے کیلئے کپڑا دینے کا بیان
۴۴۹ درزی سے قبائ سلوانے کا بیان

بَارِعُ الْإِجَارَةِ (الْفَاسِدَةِ)

۴۵۰ یہ باب اجارہ فاسدہ کے بیان میں ہے
۴۵۰ باب اجارہ فاسدہ کی فقہی مطابقت کا بیان
۴۵۰ اجارہ فاسدہ کے حکم کا بیان
۴۵۰ اجارہ فاسدہ کی شرائط بیع فاسدہ کی شرائط کی طرح ہیں
۴۵۱ عقد فاسدہ کا فقہی مفہوم
۴۵۲ عقد کو محض ایک ماہ کے ساتھ مقید کر دینے کا بیان
۴۵۳ لمحہ بھر سے ماہ کے عقد کا درست ہونا

بَابُ الْإِجَارَةِ فِي الْإِعْجَارَةِ

- ﴿یہ باب موجر و مستاجر کے درمیان اختلاف میں ہے﴾ ۵۰۳
 باب موجر و مستاجر کے اختلاف کی فقہی مطابقت کا بیان ۵۰۳
 درزی اور کپڑے سلوانے والے کے درمیان اختلاف کا بیان ۵۰۳
 کپڑے کی سلوائی میں فری یا اجرت میں اختلاف کا بیان ۵۰۴
 درزی کی موت کے سبب اجرت قطع کے نہ ہونے کا بیان ۵۰۵

بَابُ فَنَاحِ الْإِعْجَارَةِ

- ﴿یہ باب فسخ اجارہ کے بیان میں ہے﴾ ۵۰۶
 باب فسخ اجارہ کی فقہی مطابقت کا بیان ۵۰۶
 کرائے پر مکان لینے کے بعد عیب ظاہر ہونے کا بیان ۵۰۶
 کرائے کے مکان کے خراب ہونے کا بیان ۵۰۷
 محض گھر کی خرابی پر فسخ اجارہ میں مذاہب اربعہ ۵۰۸
 فریقین میں سے کسی ایک کی موت کے سبب فسخ اجارہ کا بیان ۵۰۸
 عاقدین کے موت کے سبب فسخ اجارہ میں مذاہب اربعہ ۵۰۹
 اجارہ میں خیار کی شرط لگانے کا بیان ۵۱۰
 اعذار کے سبب سے فسخ اجارہ کا بیان ۵۱۱
 عذر کے سبب فسخ اجارہ میں مذاہب اربعہ ۵۱۲
 کرائے کی دکان سے مال ختم ہو جانے کا بیان ۵۱۳
 کرائے پر سواری لینے کا بیان ۵۱۴
 درزی کا شعبہ ترک کر کے زرگری کرنے کا بیان ۵۱۴

مسائل منشورہ

- ﴿مسائل منشورہ کا بیان﴾ ۵۱۷
 کرائے پر زمین لینے کا بیان ۵۱۷
 دکان میں مارکیٹنگ کرنے والے کو بٹھانے کا بیان ۵۱۷
 اونٹ کو اجارے پر لینے کا بیان ۵۱۸
 اجارہ والے اونٹ پر حمل رکھنے کا عرف کا بیان ۵۱۸
 پہلے سے کجاوے والا اونٹ اجارہ کیلئے بہتر ہوگا ۵۱۹
 مستاجر کو سواری میں اختیار دینے یا نہ دینے کا بیان ۵۱۹
 شرح ہدایہ جلد دوازدہم کے اختتامی کلمات کا بیان ۵۲۰

- باب ضمانت اجیر کی فقہی مطابقت کا بیان ۴۸۳
 اجیر مشترک اور اجیر خاص ہونے کا بیان ۴۸۳
 اجیر خاص سے ہلاکت کے سبب ضمان نہ ہونے کا بیان ۴۸۵
 اجیر مشترک کی امانت کے ضائع ہونے کا بیان ۴۸۵
 اجیر کے عمل کے سبب سے چیز ہلاک ہو جانے کا بیان ۴۸۵
 فرات سے پانی کا مٹکا اٹھانے پر اجیر لگانے کا بیان ۴۸۷
 سرجن و ڈاکٹر سے فصد لگوانے کا بیان ۴۸۸
 اجیر خاص کا مدت اجرت میں سپرد ہو جانے کا بیان ۴۸۹
 اجیر خاص پر ضمان نہ ہونے کا بیان ۴۹۰
 اجیر خاص کے ہاتھ ہلاکت پر ضمان نہ ہونے میں مذاہب اربعہ ۴۹۱
 تلف شدہ پر ضمان ہونے میں مذاہب اربعہ ۴۹۱
 بَابُ الْإِعْجَارَةِ عَلَى الْعَمَلِ الْمُتْرَطِّينِ

- ﴿یہ باب شرائط میں ایک شرط پر اجارہ کرنے کے بیان میں ہے﴾
 باب شرطین سے ایک شرط کی فقہی مطابقت کا بیان ۴۹۲
 مختلف ڈیزائن و ورائٹی کی شرط پر سلوائی کا بیان ۴۹۲
 کام کو وقت کے تقدم و تاخر کے سبب اجرت میں کمی بیشی کرنے کا
 بیان ۴۹۳
 دکان میں عطار کیلئے ایک درہم کرایہ معین کرنے کا بیان ۴۹۵
 مقام حیرہ تک جانے کیلئے سواری کرائے پر لینے کا بیان ۴۹۶
 بَابُ الْإِعْجَارَةِ الْعَبْدِ

- ﴿یہ باب غلام کے اجارہ کے بیان میں ہے﴾ ۴۹۸
 باب اجارہ غلام کی فقہی مطابقت کا بیان ۴۹۸
 خدمت کیلئے غلام کو اجارہ پر لینے کا بیان ۴۹۸
 مستاجر کا غلام کو سفر پر لے جانے کی ممانعت میں مذاہب اربعہ ۴۹۸
 عبد مجبور کو اجارہ پر لے جانے کا بیان ۴۹۹
 غصب شدہ غلام کا مزدوری کرنے کا بیان ۵۰۰
 دو ماہ کیلئے غلام کو کرائے پر لینے کا بیان ۵۰۱
 ایک اختلاف کو دوسرے اختلاف پر قیاس کرنے کا بیان ۵۰۲

مقدمہ رضویہ

الحمدُ للهِ الذی جعل العلماءَ وراثۃَ الأنبیاءِ ، و خلاصۃَ الأولیاءِ ، الذین یدعوا لہم ملائکۃَ السماءِ ، والسَّمکُ فی الماءِ ، والطیرُ فی الهواءِ . والصلاةُ والسلامُ الأتمّانِ الأعمّانِ علی زُبدةِ خلاصۃِ الموجوداتِ ، و عمدةِ سُلالةِ المشہوداتِ ، فی الأصفیاءِ الأزکیاءِ ، و علی آلہ الطیبینَ الأطہارِ الأتقیاءِ ، وأصحابہ الأبرارِ نجومِ الاقتداءِ والاہتداءِ . اما بعد فیقول العبد الضعیف الی حرم ربہ الباری ، محمد لیاقت علی الحنفی الرضوی البریلوی غفرلہ والوالدیہ ، الساکن قریۃ سنتیکا من مضافات بہاولنگر . اعلم ان الفقہ اساس من سائر العلوم الدینیۃ وامور الدنیویۃ . احرر شرح الہدایہ باسم ”فیوضات الرضویہ فی تشریحات الہدایہ“ بتوفیق اللہ تعالیٰ و بوسیلۃ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم . ومن علوم فقہاء الصحابة والتابعین وائمة المجتہدین فی الامۃ المسلمۃ ، (رضی اللہ عنہم)

تجارت کے فقہی احکام کی اہمیت

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب تک کسی معاشرہ کے معاشی اور مالی معاملات مناسب اصول و ضوابط کے پابند نہ ہوں، تب تک اس معاشرہ کی منصفانہ تشکیل ممکن نہیں۔ اسلام چونکہ منصفانہ معاشرہ قائم کرنے کا داعی ہے، اس لیے اسلام نے لین دین اور تجارتی تعلقات کے متعلق نہایت عمدہ اور جامع اصول عطا کئے ہیں جن کی روشنی میں ہم اپنی معیشت کو صحت مند بنیادوں پر استوار کر سکتے ہیں۔

معیشت و تجارت کے حوالہ سے دین اسلام کا ایک نمایاں وصف ہے کہ یہ نہ تو سرمایہ دارانہ نظام کی طرح لوگوں کو کھلی چھٹی دیتا ہے اور نہ ہی آہنی زنجیروں میں جکڑتا ہے۔ بلکہ اس کا رویہ اعتدال پر مبنی ہے کہ جہاں اپنے ماننے والوں کو تجارت کے ذریعے کسب مال کی ترغیب دیتا ہے، وہاں ایسے رہنما اصول بھی پیش کرتا ہے جن کو ملحوظ رکھنا اشد ضروری ہے۔ ان اصولوں کی پابندی کر کے جو بھی لین دین کیا جائے، وہ شریعت کی نگاہ میں جائز تصور ہوگا خواہ وہ دور جدید کی ہی پیداوار ہو، یعنی اسلام کا رویہ معتدل ہونے کے ساتھ ساتھ جامع اور لچک دار بھی ہے جو ہر دور کے تقاضے پورے کر سکتا ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ اسلام جہاں معاشی ترقی کا خواہاں ہے، وہاں دینی، روحانی اور اخلاقی ہدایات کا معلم بھی ہے جن کی خلاف

ورزی کر کے فلاحی نظام معیشت کا قیام ممکن نہیں، اس لیے اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ انسان حصول مال کی خاطر بے مہار ہو جائے اور حلال و حرام کا امتیاز ہی ختم کر دے کیونکہ اس طرح معاشی بگاڑ پیدا ہوتا ہے جس سے پورا معاشرہ متاثر ہوتا ہے، اس لیے اسلامی ریاست میں ان لوگوں کو کاروبار کی اجازت نہیں ہے جو ان احکام سے واقف نہ ہوں جو اسلام نے تجارت کے سلسلے میں دیے ہیں، چنانچہ خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ

لَا يَبِيعُ فِي سُوْقِنَا إِلَّا مَنْ تَفَقَّهَ فِي الدِّينِ . (جامع ترمذی، ابواب تجارت)

ہمارے بازاروں میں وہی خرید و فروخت کرے جسے دین (تجارتی احکام) کی سمجھ ہو۔ تیرھویں صدی ہجری کے مالکی فقیہ محمد بن احمد الرہونی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۳۰ھ) نے اپنے شیخ ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

کہ انہوں نے مراکش میں محتسب کو بازاروں میں گشت کرتے دیکھا، جو ہر دکان کے پاس ٹھہرتا اور دکان دار سے اس کے سامان سے متعلق لازمی احکام کے بارے میں پوچھتا اور یہ دریافت کرتا کہ ان میں سود کب شامل ہوتا ہے اور وہ اس سے کیسے محفوظ رہتا ہے؟ اگر وہ صحیح جواب دیتا تو اس کو دکان میں رہنے دیتا اور اگر اسے علم نہ ہوتا تو اسے دکان سے نکال دیتا اور کہتا تیرے لیے مسلمانوں کے بازار میں بیٹھنا ممکن نہیں تو لوگوں کو سود اور ناجائز کھلائے گا۔ (اوضح المسالک، ج ۱، ص ۱۳۵)

اسلامی تعلیمات سے نا آشنا بعض حلقے یہ پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ معیشت و تجارت کے بارے میں اسلامی احکام پر عمل کرنے سے ہمارا سارا کاروبار ٹھپ ہو جائے گا اور ہم معاشی اعتبار سے بہت پیچھے رہ جائیں گے، مگر وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ حقیقی اور دیرپا ترقی کے لیے تجارتی سرگرمیوں کو مناسب اصول و ضوابط کے دائرہ میں رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ حقیقت پسند ماہرین کے نزدیک موجودہ معاشی بحران کا بنیادی سبب معاشی سرگرمیوں کا اخلاقی قیود اور پابندیوں سے مستثنیٰ ہونا ہے اور مارکیٹ کو اخلاقی ضوابط کا پابند بنا کر معیشت میں بہتری پیدا کی جاسکتی ہے۔ اور اگر یہ ناقدین اسلام کے تجارتی احکام کا حقیقت پسندی سے جائزہ لیں تو خود گواہی دیں گے کہ اسلامی طریقہ تجارت میں شتر بے مہار آزادی، ہوس، مفاد پرستی اور خود غرضی کو کنٹرول کرنے کا شاندار میکانزم موجود ہے اور یہی وہ خرابیاں ہیں جو معاشرے کے اجتماعی مفادات پر اثر انداز ہوتی ہیں اور معاشی بے اعتمادیوں اور ناہمواریوں کا باعث بنتی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اکثر و بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تجارت پیشہ تھے اور ان کی تمام کاروباری سرگرمیاں شریعت کے تابع ہی ہوتی تھیں مگر اس کے باوجود انہوں نے معاشی میدان میں بے مثال ترقی کی، ہر طرف مال و دولت کی فروانی، آسودگی اور خوش حالی عام تھی اور وسیع اسلامی مملکت میں کوئی زکوٰۃ قبول کرنے والا نہ ملتا تھا۔ معاشی اعتبار سے کمزور ترین افراد بھی زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل ہو گئے تھے جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ معاشی ترقی کے لیے بے قید آزادی ناگزیر نہیں بلکہ یہ مقصد حدود و قیود کے اندر رہ کر بھی بخوبی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

محمد لیاقت علی رضوی

کِتَابُ الدَّعْوَى

﴿یہ کتاب دعویٰ کے بیان میں ہے﴾

کتاب دعویٰ کی فقہی مطابقت کا بیان

مشہور حنفی فقیہ محقق علامہ ابن عابدین حنفی شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کتاب دعویٰ کی فقہی مطابقت وکالت بہ خصومت کے ساتھ واضح ہے۔ اس کا لغوی معنی یہ ہے کہ انسان غیر کے حق میں ایجاب کا ارادہ کرے۔ اور دعویٰ کی جمع دعاوی ہے جس طرح فتویٰ کی جمع فتاویٰ ہے۔ (رہنما، کتاب دعویٰ، بیروت)

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے جب وکالت بہ خصومت کو بیان کیا تو انہوں نے دعویٰ کا بیان شروع کر دیا کیونکہ وکالت بہ خصومت ہی دعویٰ کو لانے والی ہے۔ لہذا سبب سبب کو لانے والا ہوا۔ (فتح القدر، کتاب دعویٰ، بیروت)

دعویٰ کے لغوی مفہوم کا بیان

دعویٰ یا lawsuit کو اردو میں بعض اوقات مقدمہ دائر کرنا اور یا قانونی چارہ جوئی بھی کہا جاتا ہے اور انگریزی میں اسے litigation اور اکثر صرف suit کے الفاظ سے بھی جانا جاتا ہے۔ اس سے مراد ایک ایسی قانونی چارہ جوئی کی ہوتی ہے جو کسی ایک حزب party کی جانب سے عدالت میں داخل کیا جاتا ہے اور وہ حزب جو دعویٰ کرتی ہے اسے مدعی plaintiff کہتے ہیں جبکہ جس حزب کے خلاف دعویٰ دائر کیا جاتا ہے اسے مدعی علیہ defendant کہا جاتا ہے۔ مدعی علیہ کا دعویٰ دائر کرنے کا مدعا، اس عدالت کے ذریعے سے اپنی شکایت یا دعویٰ کا مداوا remedy حاصل کرنا ہوتا ہے، مدعا علیہ کے دعویٰ کا سامنا کرنے کے لیے جو مدعی ہو وہ کوئی ایک شخص یا ادارہ بھی ہو سکتا ہے اور یا پھر متعدد اشخاص و ادارے بھی ہو سکتے ہیں، عدالت کا قاضی judge دونوں اطراف کے بیانات کے بعد جو دعویٰ دائر کرنے والے کے لیے عدالت کی جانب سے فیصلہ سناتا ہے اسے قانونی مداوا legal remedy کہتے ہیں۔

مدعی plaintiff قانونی اصطلاح میں ایک ایسے فریق یا حزب کو کہا جاتا ہے کہ جو کسی عدالت میں کوئی دعویٰ lawsuit دائر کرے، اسے اسی شکایت گذاری کی نسبت سے بعض اوقات شکایت گذار یا دعویٰ دائر کرنے والا اور دعویٰ دار بھی کہا جاتا ہے۔ مدعی کا دعویٰ دائر کرنے کا مقصد و مدعا اپنی کسی تکلیف یا کسی دوسرے (حریف) سے پہنچنے والے کسی بھی قسم کے نقصان کا مداوا remedy حاصل کرنا ہوتی ہے اور اسکی فریاد یا شکایت پر عدالت کا منصف یا قاضی جو فیصلہ judgment سناتا ہے اسے اصطلاحی زبان میں قانونی مداوا legal remedy کہا جاتا ہے اور یہ قانونی مداوا مدعی کے حق میں بھی ہو سکتا ہے اور یا پھر مدعی کو

ناکامی بھی ہو سکتی ہے۔

دعویٰ کے فقہی مفہوم کا بیان

دعویٰ اُس قول کو کہتے ہیں جو قاضی کے سامنے اس لیے پیش کیا گیا جس سے مقصود دوسرے شخص سے حق طلب کرنا ہے۔ دعویٰ میں سب سے زیادہ اہم جو چیز ہے وہ مدعی و مدعی علیہ کا تعین ہے اس میں غلطی کرنا فیصلہ کی غلطی کا سبب ہوتا ہے عام لوگ تو اُس کو مدعی جانتے ہیں جو پہلے قاضی کے پاس جا کر دعویٰ کرتا ہے اور اس کے مقابل کو مدعی علیہ۔ مگر یہ سطحی و ظاہری بات ہے بہت مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ جو صورتہ مدعی ہے وہ مدعی علیہ ہے اور جو مدعی علیہ ہے وہ مدعی ہے۔

دعویٰ کے شرعی مآخذ کا بیان

(۱) دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَأٰخِرُ دَعْوَاهُمْ اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ . (یونس، ۱۰)

ان کی دعا اس میں یہ ہوگی کہ اللہ تجھے پاکی ہے۔ اور ان کے ملتے وقت خوشی کا پہلا بول سلام ہے۔ اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سراہا اللہ جو رب ہے سارے جہان کا۔

(۲) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ

اَنْ يَّتَحٰكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا

بَعِيْدًا . (النساء، ۶۰)

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اتر اور اس پر جو تم سے پہلے اتر پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا بیچ بنائیں اور ان کا تو حکم یہ تھا کہ اُسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور بہرہ کا دے۔

(کنز الایمان)

اوپر کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دعوے کو جھٹلایا ہے جو زبانی تو اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تمام اگلی کتابوں پر اور اس قرآن و حدیث کی طرف رجوع نہیں کرتے بلکہ کسی اور طرف لے جاتے ہیں، چنانچہ یہ آیت ان دو شخصوں کے بارے میں نازل ہوئی جن میں کچھ اختلاف تھا ایک تو یہودی تھا دوسرا نصاریٰ، یہودی تو کہتا تھا کہ چل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیصلہ کرالیں اور نصاریٰ کہتا تھا کعب بن اشرف کے پاس چلو یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت ان منافقوں کے بارے میں اتری ہے بظاہر مسلمان کہلاتے ہیں ان منافقوں کے بارے میں اتری ہے جو بھی مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے تھے لیکن درپردہ احکام جاہلیت کی طرف جھکنا چاہتے تھے، اس کے سوا اور اقوال بھی ہیں، آیت اپنے حکم اور الفاظ کے اعتبار سے عام ہے ان تمام واقعات پر مشتمل ہے ہر اس شخص کی مذمت اور برائی کا اظہار کرتی ہے جو کتاب و سنت سے ہٹ کر کسی اور باطل کی طرف اپنا فیصلہ لے جائے اور یہی مراد یہاں

طاغوت سے ہے (یعنی قرآن و حدیث کے سوا کی چیز یا شخص) صدور سے مراد تکبر سے منہ موڑ لینا، جیسے اور آیت میں ہے۔
(وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا) 2 - البقرة (170): یعنی جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کی فرمانبرداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اپنے باپ دادا کی پیروی پر ہی اڑے رہیں گے،

ایمان والوں کو جواب یہ نہیں ہوتا بلکہ ان کا جواب دوسری آیت میں اس طرح مذکور ہے۔

(إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) 24 - النور (51): یعنی ایمان والوں کو جب اللہ رسول کے فیصلے اور حکم کی طرف بلا یا جائے تو ان کا جواب یہی ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور ہم نے تہ دل سے قبول کیا، پھر منافقوں کی مذمت میں بیان ہو رہا ہے کہ ان کے گناہوں کے باعث جب تکلیفیں پہنچتی ہیں اور تیری ضرورت محسوس ہوتی ہے تو دوڑے بھاگے آتے ہیں اور تمہیں خوش کرنے کے لئے عذر معذرت کرنے بیٹھ جاتے ہیں اور قسمیں کھا کر اپنی نیکی اور صلاحیت کا یقین دلانا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کے سوا دوسروں کی طرف ان مقدمات کے لے جانے سے ہمارا مقصود صرف یہی تھا کہ ذرا دوسروں کا دل رکھا جائے آپس میں میل جول نبھ جائے ورنہ دل سے کچھ ہم ان کی اچھائی کے مازاد نہیں، جیسے اور آیت میں

(فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى أَنْ تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ فَيُضْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسْرَوْا فِي أَنفُسِهِمْ نَدِيمِينَ) 5 - المائدہ (52): تک بیان ہوا ہے، یعنی تو دیکھے گا کہ بیمار دل یعنی منافق یہود و نصاریٰ کی باہم دوستی کی تمام تر کوششیں کرتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں ان سے اختلاف کی وجہ سے آفت میں پھنس جانے کا خطرہ ہے بہت ممکن ہے ان سے دوستی کے بعد اللہ تعالیٰ فتح دیں یا اپنا کوئی حکم نازل فرمائیں اور یہ لوگ ان ارادوں پر پشیمان ہونے لگیں جو ان کے دلوں میں پوشیدہ ہیں،

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ابو بزرہ اسلمی ایک کاہن شخص تھا، یہود اپنے بعض فیصلے اس سے کراتے تھے ایک واقعہ میں مشرکین بھی اس کی طرف دوڑے اس میں یہ آیتیں (آیت الم تر سے تر فبقا) تک نازل ہوئیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس قسم کے لوگ یعنی منافقین کے دلوں میں جو کچھ ہے؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو کامل ہے اس پر کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی مخفی نہیں وہ ان کے ظاہر و باطن کا اسے علم ہے تو ان سے چشم پوشی کر ان کے باطنی ارادوں پر ڈانٹ ڈپٹ نہ کر ہاں انہیں نفاق اور دوسروں سے شر و فساد و ابستہ رہنے سے باز رہنے کی نصیحت کر اور دل میں اترنے والی باتیں ان سے کہ بلکہ ان کے لئے دعا بھی کر۔

یہود فصل خصومات میں رعایت و رشوت کے عادی تھے اس لئے جو لوگ جھوٹے اور منافق اور خائن ہوتے وہ اپنا معاملہ یہودیوں کے عالموں کے پاس لے جانا پسند کرتے کہ وہ خاطر کریں گے اور آپ کے پاس ایسے لوگ اپنا معاملہ لانا پسند نہ کرتے کہ آپ حق کی رعایت کریں گے اور کسی کی اصلاً رعایت نہ کریں گے۔ سو مدینے میں ایک یہودی اور ایک منافق کہ ظاہر میں مسلمان تھا

کسی امر میں دونوں جھگڑ پڑے۔ یہودی جو سچا تھا اس نے کہا کہ چل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور منافق جو جھوٹا تھا اس نے کہا کہ چل کعب بن اشرف، کے پاس جو یہودیوں میں عالم اور سردار تھا۔ آخر وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جھگڑا لیکر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کا حق ثابت فرمایا۔ منافق جو باہر نکلا تو کہنے لگا کہ اچھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلو جو وہ فیصلہ کر دیں وہی منظور اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا۔ غالباً یہ سمجھا ہوگا کہ میں مدعی اسلام ہوں اس لئے یہودی کے مقابلہ میں میری رعایت کریں گے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے حکم سے مدینہ میں جھگڑے فیصلہ کیا کرتے تھے چنانچہ وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جھگڑا سنا اور یہودی کے بیان سے ان کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ قضیہ آپ کی خدمت میں جا چکا ہے اور آپ اس معاملہ میں یہودی کو سچا اور غالب کر چکے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس منافق کو قتل کر دیا اور فرمایا کہ جو کوئی ایسے قاضی کے فیصلہ کو نہ مانے اس کا فیصلہ یہی ہے۔ اس کے وارث حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قتل کا دعویٰ کیا اور قسمیں کھانے لگے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تو صرف اس وجہ سے گئے تھے کہ شاید وہ اس معاملہ میں باہم صلح کرادیں یہ وجہ نہ تھی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے انکار تھا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ ان آیات میں اصل حقیقت ظاہر فرمادی گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لقب فاروق فرمایا۔

مأخذ حدیث سے ثبوت دعویٰ کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم لوگوں کو ان کے دعویٰ کے مطابق دے دیا جائے تو لوگ آدمیوں کے خون اور اموال کا دعویٰ کریں گے لیکن مدعی علیہ پر قسم ہے۔

(صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر، 1977)

مدعی کو خصومت پر عدم اجبار کا بیان

قَالَ (الْمُدَّعَى مَنْ لَا يُجْبَرُ عَلَى الْخُصُومَةِ إِذَا تَرَكَهَا وَالْمُدَّعَى عَلَيْهِ مَنْ يُجْبَرُ عَلَى الْخُصُومَةِ) وَمَعْرِفَةُ الْفَرْقِ بَيْنَهُمَا مِنْ أَهَمِّ مَا يُبْتَنَى عَلَيْهِ مَسَائِلُ الدَّعْوَى ، وَقَدْ اِخْتَلَفَتْ عِبَارَاتُ الْمَشَائِخِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ فِيهِ ، فَمِنْهَا مَا قَالَ فِي الْكِتَابِ وَهُوَ حَدُّ عَامٌّ صَحِيحٌ .

وَقِيلَ الْمُدَّعَى مَنْ لَا يَسْتَحِقُّ إِلَّا بِحُجَّةٍ كَالْخَارِجِ ، وَالْمُدَّعَى عَلَيْهِ مَنْ يَكُونُ مُسْتَحِقًّا بِقَوْلِهِ مِنْ غَيْرِ حُجَّةٍ كَذَى الْيَدِ ، وَقِيلَ الْمُدَّعَى مَنْ يَتَمَسَّكُ بِغَيْرِ الظَّاهِرِ وَالْمُدَّعَى عَلَيْهِ مَنْ يَتَمَسَّكُ بِالظَّاهِرِ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الْأَصْلِ: الْمُدَّعَى عَلَيْهِ هُوَ الْمُنْكَرُ، وَهَذَا صَحِيحٌ لَكِنَّ الشَّأْنَ فِي مَعْرِفَتِهِ وَالتَّرْجِيحُ بِالْفِقْهِ عِنْدَ الْحُدَاقِ مِنْ أَصْحَابِنَا رَحِمَهُمُ اللَّهُ لِأَنَّ الْإِعْتِبَارَ لِلْمَعَانِي دُونَ الصُّوَرِ، فَإِنَّ الْمُوَدَّعَ إِذَا قَالَ رَدَّدْتَ الْوَدِيعَةَ فَالْقَوْلُ لَهُ مَعَ الْيَمِينِ وَإِنْ كَانَ مُدَّعِيًا لِلرَّدِّ صُورَةً لِأَنَّهُ يُنْكَرُ الضَّمَانَ مَعْنَى.

ترجمہ

فرمایا: مدعی وہ آدمی ہے جس کو خصومت پر مجبور نہ کیا جائے گا اور مدعی علیہ کو خصومت پر مجبور کیا جائے گا اور ان میں فرق کا پہچاننا ان کاموں کا اہم ترین حصہ ہے جن پر دعویٰ کے مسائل مبنی ہیں اور اس بارے میں مشائخ فقہاء کے مختلف اقوال ہیں انہی اقوال میں سے ایک قول قدوری میں بیان کیا گیا ہے اور یہ تعریف عام اور درست ہے اور کہا گیا ہے کہ مدعی وہ ہے کہ جو حجت کے سوا مستحق نہیں ہوتا جس طرح وہ آدمی جو کسی دوسرے کے قبضہ میں کسی عین کا دعویٰ کرے اور مدعی علیہ وہ آدمی ہے جو حجت کے سوا اپنے قول سے مستحق ہو جاتا ہے جس طرح قبضہ کرنے والا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مدعی وہ ہے جو ظاہر کے خلاف کے ذریعے استدلال کرے اور مدعی علیہ وہ ہے جو ظاہر سے استدلال کرے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ مبسوط میں فرماتے ہیں کہ مدعی علیہ وہ ہوتا ہے جو انکار کرنے والا ہو اور یہی صحیح ہے اس وجہ سے اس سے گفتگو ہوتی ہے معرفت میں اور فقہ کے ذریعے ترجیح دینے کا حق ہمارے عظیم علماء کو حاصل ہے اس لئے کہ معانی کا اعتبار کیا جاتا ہے صورت کا نہیں کیا جاتا۔ پس جب مودع نے کہا کہ میں نے ودیعت کو واپس کر دیا ہے تو قسم کے ساتھ اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اگرچہ وہ صورتاً واپس کرنے کا دعویٰ کرے اس لئے کہ وہ بطور معنی ضمان کا انکار کرنے والا ہے۔

شرح

فقہاء نے اس کی تعریفات میں بہت کچھ کلام ذکر کیے ہیں اس کی ایک تعریف یہ ہے کہ مدعی وہ ہے کہ اگر وہ اپنے دعوے کو ترک کر دے تو اسے مجبور نہ کیا جائے اور مدعی علیہ وہ ہے جو مجبور کیا جاتا ہو مثلاً ایک شخص کے دوسرے پر ہرار روپے ہیں اگر وہ دائن مطالبہ نہ کرے تو قاضی کبھی اس کو دعویٰ کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا اگرچہ قاضی کو معلوم ہو اور مدیون اُس کے دعوے کے بعد مجبور ہے۔ اُس کو لا محالہ جواب دینا ہی پڑے گا۔ ظاہر میں مدعی اور حقیقت میں مدعی علیہ کی ایک مثال یہ ہے ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ فلاں کے پاس میری امانت ہے دلادی جائے۔ امین یہ کہتا ہے کہ میں نے امانت واپس کر دی۔ اس کا ظاہر مطلب یہ ہوا کہ اُس کی امانت مجھ کو تسلیم ہے مگر میں دے چکا ہوں یہ امین کا ایک دعویٰ ہے مگر حقیقت میں امین ضمان سے منکر ہے۔ کیونکہ امین جب امانت سے انکار کرے تو امین نہیں رہتا بلکہ اُس پر ضمان واجب ہو جاتا ہے۔ لہذا پہلے شخص کے دعوے کا حاصل طلب ضمان ہے۔ اور اس کے جواب کا محصل وجوب ضمان سے انکار ہے اب اس صورت میں حلف امین کے ذمہ ہوگا اور حلف سے کہہ دے گا تو بات اسی کی معتبر

ہوگی۔

صحیح دعویٰ کی شرائط کا بیان

علامہ ابن کجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ (۱) جس چیز کا دعویٰ کرے وہ معلوم ہو۔ مجہول شے کا دعویٰ مثلاً فلاں کے ذمہ میں میرا کچھ حق ہے۔ قابل سماعت نہیں۔

(۲) دعویٰ ثبوت کا احتمال رکھتا ہو لہذا ایسا دعویٰ جس کا وجود محال ہے باطل ہے مثلاً کسی ایسے کو اپنا بیٹا بتاتا ہے کہ اُس کی عمر اس سے زائد ہے یا اُس عمر کا اس کا بیٹا نہیں ہو سکتا یا معروف النسب کو کہتا ہے یہ میرا بیٹا ہے قابل سماعت نہیں۔ جو چیز عادتہ محال ہے وہ بھی قابل سماعت نہیں مثلاً ایک شخص فقر و فاقہ میں مبتلا ہے سب لوگ اُسکی محتاجی سے واقف ہیں انہی سے زکاۃ لیتا ہے وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ فلاں شخص کو میں نے ایک لاکھ اثرفنی قرض دی ہے۔ وہ مجھے دلا دی جائے۔ یا کہتا ہے فلاں امیر کبیر نے میرے لاکھوں روپے غصب کر لیے وہ مجھ کو دلا دیے جائیں۔

(۳) خود مدعی اپنی زبان سے دعویٰ کرے بلا عذر اسکی طرف سے دوسرا شخص دعویٰ نہیں کر سکتا اگر مدعی زبانی دعویٰ کرنے سے عاجز ہے تو لکھ کر پیش کرے اور اگر قاضی اسکی زبان نہ سمجھتا ہو تو مترجم مقرر کرے۔

(۴) مدعی علیہ یا اُس کے نائب کے سامنے اپنے دعوے کو بیان کرے اور اُس کے سامنے ثبوت پیش کرے۔

(۵) دعوے میں تناقض نہ ہو یعنی اس سے پہلے ایسی بات نہ کہی ہو جو اس دعوے کے منافی ہو مثلاً پہلے مدعی علیہ کی ملک کا خود اقرار کر چکا ہے اب یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اُس اقرار سے پہلے میں نے یہ چیز اُس سے خرید لی ہے۔ نسب اور حریت میں تناقض مانع دعویٰ نہیں۔

(۶) دعویٰ ایسا ہو کہ بعد ثبوت خصم پر کوئی چیز لازم کی جا سکے یہ دعویٰ کہ میں اُس کا وکیل ہوں بیکار ہے۔

(بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

قبول دعویٰ کیلئے جنس و مقدار کو بیان کرنے کا حکم

قَالَ (وَلَا تُقْبَلُ الدَّعْوَى حَتَّى يَذْكَرَ شَيْئًا مَعْلُومًا فِي جَنْسِهِ وَقَدْرِهِ) لِأَنَّ فَايِدَةَ الدَّعْوَى الْبِالْزَامِ بِوَأَسْطَةِ إِقَامَةِ الْحُجَّةِ ، وَالْبِالْزَامِ فِي الْمَجْهُولِ لَا يَتَحَقَّقُ (فَإِنْ كَانَ عَيْنًا فِي يَدِ الْمُدْعَى) عَلَيْهِ كُفِّ إِحْضَارَهَا لِشِيرِ إِلَيْهَا بِالْدَّعْوَى ، وَكَذَا فِي الشَّهَادَةِ وَالِاسْتِحْلَافِ ، لِأَنَّ الْبِاعْلَامَ بِأَقْصَى مَا يُمَكِّنُ شَرْطٌ وَذَلِكَ بِالْإِشَارَةِ فِي الْمَنْقُولِ لِأَنَّ النَّقْلَ مُمَكِّنٌ وَالْإِشَارَةَ أَبْلَغُ فِي التَّعْرِيفِ ، وَيَتَعَلَّقُ بِالْدَّعْوَى وَجُوبُ الْحُضُورِ ، وَعَلَى هَذَا الْقَضَاءُ مِنْ آخِرِهِمْ فِي كُلِّ عَصْرِ ، وَوَجُوبُ الْجَوَابِ إِذَا حَضَرَ لِيُفِيدَ حُضُورَهُ

۱۰۵۶۹۹

وَلُزُومُ إِحْضَارِ الْعَيْنِ الْمُدَّعَاةِ لِمَا قُلْنَا وَالْيَمِينِ إِذَا أَنْكَرَهُ ، وَسَنْدُ كُرْهُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ
تَعَالَى

ترجمہ

فرمایا کہ دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا جب تک مدعی ایسی چیز نہ بیان کر دے جس کی جنس اور مقدار معلوم ہو اس لئے کہ دعویٰ کا فائدہ لازم کرنا ہوتا ہے حجت کے قائم ہونے کے ساتھ اور مجہول چیز میں لازم کرنا ممکن نہیں ہوتا پس جب مدعی علیہ کے پاس اگر مال کا عین موجود ہو تو اس کو وہ مال حاضر کرنے کا مکلف بنایا جائے گا تاکہ دعویٰ کے وقت مدعی اس کی طرف اشارہ کر سکے اور گواہی دینے اور قسم لینے میں بھی یہی حکم ہوگا اس لئے کہ امکان کے وقت اطلاع دینا شرط ہے اور اس طرح کی اطلاع مال منقول میں اشارہ کے ساتھ ہوتی ہے اس لئے کہ مال کو منتقل کرنا ممکن ہے اور شناخت کرنے میں اشارہ زیادہ بلوغ ہوتا ہے اور دعویٰ کے ساتھ مدعی کا حاضر ہونا متعلق ہے اور اسی طرح پہلے سے آخری زمانہ کی طرف قاضی ہوتے آئے ہیں اور جب مدعی علیہ حاضر ہو تو جواب کا حاضر ہونا بھی دعویٰ کے ساتھ متعلق ہے تاکہ اس کی حاضری فائدہ دے اور اس مال عین کو حاضر کرنا لازم ہوگا جس کا دعویٰ کیا گیا ہے اس دلیل کی وجہ سے جس کو ہم نے بیان کیا ہے اور جب مدعی علیہ دعویٰ کا انکار کر دے تو اس پر قسم لازم ہے اس کو ہم ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب دعویٰ صحیح ہو گیا تو مدعی علیہ پر جواب دینا ہاں یا نہ کے ساتھ لازم ہے اگر سکوت کرے گا تو یہ بھی انکار کے معنی میں ہے۔ اس کے مقابلے میں مدعی کو گواہ پیش کرنے کا حق ہے یا گواہ نہ ہونے کی صورت میں مدعی علیہ پر حلف ہے۔ (در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

مال منقول کو پیش نہ کر سکنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ لَمْ تَكُنْ حَاضِرَةً ذَكَرَ قِيمَتَهَا لِصِيرِ الْمُدَّعَى مَعْلُومًا) لِأَنَّ الْعَيْنَ لَا تُعْرَفُ
بِالْوَصْفِ ، وَالْقِيمَةُ تُعْرَفُ بِهِ وَقَدْ تَعَدَّرَ مُشَاهِدَةُ الْعَيْنِ . وَقَالَ الْفَقِيهُ أَبُو الْإِثِثِ :
يُشْتَرَطُ مَعَ بَيَانِ الْقِيمَةِ ذِكْرُ الذُّكُورَةِ وَالْأُنُوثَةِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب مال منقول حاضر نہ ہو تو اس کی قیمت بیان کر دے تاکہ مدعی کو معلوم ہو جائے اس لئے کہ مال کا عین وصف کے ساتھ معلوم نہیں ہوتا اور قیمت اس کی پہچان کر سکتی ہے جبکہ عین کی پہچان مشکل ہے۔ حضرت فقیہ ابو الیث فرماتے ہیں کہ قیمت کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ مذکور اور مؤنث کی وضاحت کرنا بھی شرط ہے۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور منقول چیز اگر ایسی ہو کہ اسکے حاضر کرنے میں دشواری نہ ہو تو مدعی علیہ کے ذمہ اس کا حاضر کرنا ہے تاکہ دعویٰ اور شہادت اور حلف میں اسکی طرف اشارہ کیا جاسکے اور اگر وہ چیز ہلاک ہو چکی ہے یا غائب ہو گئی ہے تو مدعی اسکی قیمت بیان کر دے اور اگر چیز موجود ہے مگر اسکے لانے میں دشواری ہو اگرچہ فقط اتنی ہی کہ اُس کے لانے میں مزدوری دینی پڑے گی تکلیف ہوگی جیسے چکی اور غلہ کی ڈھیری بکریوں کا ریوڑ تو مدعی قیمت ذکر کریگا اور قاضی معاینہ کے لیے اپنا امین بھیجے گا۔

(در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

غیر منقول چیز کے دعویٰ میں حدود کا بیان

قَالَ (وَإِنْ ادَّعَى عَقَارًا حَدَّدَهُ وَذَكَرَ أَنَّهُ فِي يَدِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ وَأَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِهِ) لِأَنَّهُ تَعَدَّرَ التَّعْرِيفُ بِالْإِشَارَةِ لِتَعَدُّرِ النَّقْلِ فَيُصَارُ إِلَى التَّجْدِيدِ فَإِنَّ الْعَقَارَ يُعْرَفُ بِهِ ، وَيَذْكَرُ الْحُدُودَ الْأَرْبَعَةَ ، وَيَذْكَرُ أَسْمَاءَ أَصْحَابِ الْحُدُودِ وَأَنْسَابَهُمْ ، وَلَا بُدَّ مِنْ ذِكْرِ الْجَدِّ لِأَنَّ تَمَامَ التَّعْرِيفِ بِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ عَلَى مَا عُرِفَ هُوَ الصَّحِيحُ ، وَلَوْ كَانَ الرَّجُلُ مَشْهُورًا يَكْتَفَى بِذِكْرِهِ ، فَإِنْ ذَكَرَ ثَلَاثَةً مِنَ الْحُدُودِ يَكْتَفَى بِهَا عِنْدَنَا خِلَافًا لِرُفْرَ لَوْجُودِ الْأَكْثَرِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا غَلِطَ فِي الرَّابِعَةِ لِأَنَّهُ يُخْتَلَفُ بِهِ الْمُدَّعَى وَلَا كَذَلِكَ بِتَرْكِهَا ، وَكَمَا يُشْتَرَطُ التَّحْدِيدُ فِي الدَّعْوَى يُشْتَرَطُ فِي الشَّهَادَةِ .

وَقَوْلُهُ فِي الْكِتَابِ وَذَكَرَ أَنَّهُ فِي يَدِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ لَا بُدَّ مِنْهُ لِأَنَّهُ إِنَّمَا يَنْتَصِبُ خَصْمًا إِذَا كَانَ فِي يَدِهِ ، وَفِي الْعَقَارِ لَا يَكْتَفَى بِذِكْرِ الْمُدَّعَى وَتَصَدِيقِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ أَنَّهُ فِي يَدِهِ بَلْ لَا تَثْبُتُ الْيَدُ فِيهِ إِلَّا بِالْبَيِّنَةِ ، أَوْ عِلْمِ الْقَاضِي هُوَ الصَّحِيحُ نَفِيًا لِتَهْمَةِ الْمُوَاضَعَةِ إِذْ الْعَقَارُ عَسَاهُ فِي يَدِ غَيْرِهِمَا ، بِخِلَافِ الْمَنْقُولِ لِأَنَّ الْيَدَ فِيهِ مُشَاهَدَةٌ .

وَقَوْلُهُ وَأَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِهِ لِأَنَّ الْمُطَالِبَةَ حَقُّهُ فَلَا بُدَّ مِنْ طَلْبِهِ ، وَلِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ مَرْهُونًا فِي يَدِهِ أَوْ مَحْبُوسًا بِالثَّمَنِ فِي يَدِهِ ، وَبِالْمُطَالِبَةِ يَزُولُ هَذَا الْإِحْتِمَالُ ، وَعَنْ هَذَا قَالُوا فِي الْمَنْقُولِ يَجِبُ أَنْ يَقُولَ فِي يَدِهِ بِغَيْرِ حَقٍّ .

قَالَ (وَإِنْ كَانَ حَقًّا فِي الذِّمَّةِ ذَكَرَ أَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِهِ) لِمَا قُلْنَا ، وَهَذَا لِأَنَّ صَاحِبَ الذِّمَّةِ قَدْ حَضَرَ فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا الْمُطَالِبَةُ لَكِنْ لَا بُدَّ مِنْ تَعْرِيفِهِ بِالْوَصْفِ لِأَنَّهُ يُعْرَفُ بِهِ

ترجمہ فرمایا کہ جب مدعی نے کسی غیر منقول چیز کا دعویٰ کیا تو وہ اس کی حدود بیان کرے گا کہ وہ چیز مدعی علیہ کے قبضہ میں ہے

اور مدعی اس کا مطالبہ کر رہا ہے اس لئے کہ انتقال کے مشکل ہونے کی وجہ سے اشارہ کے ساتھ مدعی بہ کی شناخت مشکل ہے لہذا تحدید کی طرف رجوع کیا جائے گا اس لئے کہ عقار تحدید کے سبب معلوم ہو جاتا ہے اور مدعی چاروں حدود ذکر کرے گا اور اصحاب حدود کے نام اور ان کے نسب بھی بیان کرے گا اور دادا کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے اس لئے کہ امام اعظم کے نزدیک دادا کے ذکر کرنے سے تعریف پوری ہو جاتی ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے اور یہی صحیح ہے اور جب صاحب حد مشہور ہو تو اس کے ذکر پر ہی اکتفاء کیا جائے گا پس جب مدعی نے تین حدود بیان کر دی تو ہمارے نزدیک ان پر اکتفاء کر لیا جائے گا امام زفر کا اس میں اختلاف ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ زیادہ حدود پائی گئی ہیں اس صورت کے خلاف کہ جب مدعی نے چوتھی حد بیان کرنے میں غلطی کی اس لئے کہ اس سے دعویٰ مختلف ہو جاتا ہے اور اس کو ترک کرنے میں یہ بات نہیں ہے اور جس طرح دعویٰ میں حدود کو بیان کرنا شرط ہے اسی طرح شہادت میں بھی حدود جو بیان کرنا شرط ہے۔

اور امام قدوری کا وَذَكَرَ أَنَّهُ فِي يَدِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ کہنا شرط ہے اس لئے کہ مدعی علیہ اس وقت خصم ہوگا جب مدعی بہ اس کے قبضہ میں ہو اور عقار میں مدعی کے ذکر کرنے اور اس سلسلے میں مدعی علیہ کی تصدیق پر اکتفاء نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ عقار ان دونوں کے علاوہ کسی اور کے قبضہ میں ہو مال منقول کے خلاف اس لئے کہ اس میں قبضہ مشاہد ہوتا ہے۔

اور امام قدوری کا قول وانہ یطالبہ اس وجہ سے ہے کہ مطالبہ کرنا مدعی کا حق ہے لہذا اس کا طلب کرنا لازم ہے اور اس لئے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ عقار اس کے قبضہ میں مرہون ہو یا ثمن کے سبب محبوس ہو اور مطالبہ کے ساتھ یہ احتمال ختم ہو جاتا ہے اور اسی وجہ سے مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ منقول میں مدعی کے لئے یہ کہنا ضروری ہے کہ وہ مدعی علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے اور جب مدعی کے ذمہ کوئی حق ہو تو مدعی یہ ذکر کرے کہ وہ اس کا مطالبہ کر رہا ہے اس دلیل کے سبب جو ہم نے بیان کی ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جس کے ذمہ تھا وہ تو حاضر ہو گیا لہذا مطالبہ کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہا لیکن وصف کو بیان کر کے اس کی پہچان کرنا لازم ہے اس لئے کہ وہ حق وصف کے ذریعے معلوم ہو جاتا ہے۔

جائداد غیر منقولہ کی حدود کو بیان کرنے کے حکم کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جائداد غیر منقولہ کا دعویٰ ہو تو اس کے حدود کا بیان کرنا ضروری ہے دعوے میں بھی اور شہادت میں بھی اگر یہ جائداد بہت مشہور ہو جب بھی اس کے حدود کا بیان کرنا ضروری ہے گواہوں کو وہ مکان جس کے متعلق دعویٰ ہے معلوم ہے یعنی بعینہ اس کو پہچانتے ہوں تو ان کو حدود کا ذکر کرنا ضروری نہیں اور عقار (غیر منقولہ) میں یہ بھی بیان کرنا ہوگا کہ وہ کس شہر کس محلہ کس کوچہ میں ہے۔ (در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

تین حدود کا بیان کرنا کافی ہے۔ یعنی مدعی یا گواہ چوتھی حد چھوڑ گیا دعویٰ صحیح ہے اور گواہی بھی صحیح اور اگر چوتھی حد غلط بیان کی یعنی جو چیز اس جانب ہے اس کے سوا دوسری چیز کو بتایا تو نہ دعویٰ صحیح ہے نہ شہادت کیونکہ مدعی علیہ یہ کہے گا کہ یہ چیز میرے پاس نہیں ہے پھر مجھ پر دعویٰ کیوں ہے۔ اور اگر مدعی علیہ یہ کہے کہ یہ محدود میرے قبضہ میں ہے مگر تو نے حدود کے ذکر میں غلطی کی یہ

بات قابل التفات نہیں یعنی مدعی علیہ پر ڈگری نہ ہوگی ہاں دونوں نے بالاتفاق غلطی کا اعتراف کیا تو سرے سے مقدمہ کی سماعت ہوگی (فتاویٰ قاضی خان، کتاب دعویٰ، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور اگر صرف دو ہی حدیں ذکر کریں تو نہ دعویٰ صحیح ہے نہ شہادت۔ رہی یہ بات کہ یہ کیونکر معلوم ہو کہ مدعی یا شاہد نے حد کے بیان میں غلطی کی ہے اس کا بیان خود اُس کے اقرار سے ہوگا مدعی علیہ اُس کی غلطی پر گواہ نہیں پیش کریگا۔ (بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت، درمختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ تین حدیں ذکر کر دی ہیں۔ ایک باقی ہے جب یہ صحیح ہے تو چوتھی جانب کہاں تک چیز شمار ہوگی اس کی صورت یہ کی جائے گی کہ تیسری حد جہاں ختم ہوئی ہے وہاں سے پہلی حد کے کنارہ تک ایک خط مستقیم کھینچا جائے اور اُس کو چوتھی حد قرار دیا جائے۔ (بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

راستہ حد ہو سکتا ہے اس کا طول و عرض بیان کرنا ضرور نہیں نہر کو حد قرار نہیں دے سکتے۔ شہر پناہ کو حد قرار دے سکتے ہیں اور خندق کو نہیں۔ اگر یہ کہا کہ فلاں جانب فلاں شخص کی زمین یا مکان ہے اگرچہ اس شخص کے اس شہر یا گاؤں میں بہت مکان، بہت زمینیں ہیں جب بھی یہ دعویٰ اور شہادت صحیح ہے۔ (بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حدود میں جو چیزیں لکھی جائیں گی اُن کے مالکوں کے نام اور اُن کے باپ اور دادا کے نام لکھے جائیں یعنی فلاں بن فلاں بن فلاں اور اگر وہ شخص معروف و مشہور ہو تو فقط اُس کا ہی نام کافی ہے اگر کوئی جائیداد موقوفہ کسی جانب میں واقع ہو تو اُس کو اس طرح تحریر کیا جائے کہ پوری طرح ممتاز ہو جائے۔ مثلاً اگر وہ واقف کے نام سے مشہور ہے تو اُس کا نام جن لوگوں پر وقف ہے اُن کے نام سے مشہور ہو تو اُن کے نام لکھے جائیں۔ (رد مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

صحت دعویٰ کے بعد قاضی کا مدعی علیہ سے پوچھنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا صَحَّتِ الدَّعْوَى سَأَلَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ عَنْهَا) لِيَنْكَشِفَ لَهُ وَجْهَ الْحُكْمِ (فَإِنْ اعْتَرَفَ قُضِيَ عَلَيْهِ بِهَا) لِأَنَّ الْإِقْرَارَ مُوجِبٌ بِنَفْسِهِ فَيَأْمُرُهُ بِالْخُرُوجِ عَنْهُ (وَإِنْ أَنْكَرَ سَأَلَ الْمُدَّعَى الْبَيِّنَةَ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "أَلَيْكَ بَيِّنَةٌ؟ فَقَالَ لَا، فَقَالَ لَكَ يَمِينُهُ" سَأَلَ وَرَتَّبَ الْيَمِينَ عَلَى فَقَدِ الْبَيِّنَةِ فَلَا بُدَّ مِنَ السُّؤَالِ لِيُمْكِنَهُ الْإِسْتِحْلَافُ قَالَ (فَإِنْ أَحْضَرَهَا قُضِيَ بِهَا) لِإِنْتِفَاءِ التُّهْمَةِ عَنْهَا (وَإِنْ عَجَزَ عَنْ ذَلِكَ وَطَلَبَ يَمِينَ خَصْمِهِ) اسْتِحْلَفَهُ (عَلَيْهَا) لِمَا رَوَيْنَا، وَلَا بُدَّ مِنْ طَلْبِهِ لِأَنَّ الْيَمِينَ حَقُّهُ؛ أَلَا يَرَى أَنَّهُ كَيْفَ أُضِيفَ إِلَيْهِ بِحَرْفِ اللَّامِ فَلَا بُدَّ مِنْ طَلْبِهِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب دعویٰ صحیح ہو گیا تو قاضی مدعی علیہ سے اس دعوے کے بارے میں پوچھے گا تا کہ حکم کی جہت واضح ہو جائے پس اگر مدعی علیہ دعویٰ کا اقرار کر لے تو قاضی مدعی علیہ پر اس دعوے کا فیصلہ کر دے گا اس لئے کہ اقرار خود واجب کرنے والا ہے لہذا قاضی مدعی علیہ کو اس اقرار کی ذمہ داری سے نکلنے کا حکم دے گا اور جب مدعی علیہ انکار کر دے تو قاضی مدعی سے گواہی کا مطالبہ کرے گا۔

آپ ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ آپ ﷺ نے مدعی سے فرمایا کہ کیا تیرے پاس گواہی موجود ہے اس نے کہا نہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب تجھ پر مدعی علیہ کی قسم ہے۔ آپ ﷺ نے مدعی سے گواہ طلب کیا اور گواہی کے مفقود ہونے پر قسم کو مرتب کیا اس لئے قاضی کا سوال کرنا لازم ہے تا کہ اس کے لئے مدعی علیہ سے قسم لینا ممکن ہو فرمایا کہ پھر جب مدعی نے گواہی پیش کر دیا تو قاضی گواہی کے مطابق فیصلہ کرے گا اس لئے کہ اس دعوے سے تہمت دور ہو گئی اور جب مدعی دعویٰ پیش نہ کرے گا اور اپنے خصم سے قسم طلب کی تو قاضی مدعی علیہ سے اس دعوے پر قسم لے گا اس حدیث کے سبب جس کو ہم نے بیان کیا ہے اور مدعی کے لئے قسم کا مطالبہ کرنا لازم ہے کیونکہ قسم اس کا حق ہے کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ حرف لام کے ساتھ کس طرح اس کی طرف قسم کو مضاف کیا گیا ہے لہذا مدعی پر قسم کا طلب کرنا لازم ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب دعویٰ صحیح ہو گیا تو قاضی مدعی علیہ سے اس دعوے کے متعلق دریافت کریگا کہ اس دعوے کے متعلق تم کیا کہتے ہو اور دعویٰ اگر صحیح نہ ہو تو مدعی علیہ سے کچھ نہیں دریافت کریگا کیونکہ اس پر جواب دینا واجب نہیں۔ اب مدعی علیہ اقرار کریگا یا اذہرا اگر اقرار کر لیا بات ختم ہو گئی مدعی کے موافق فیصلہ ہوگا اور مدعی علیہ کے انکار کی صورت میں مدعی کے ذمہ یہ ہے کہ وہ اپنے گواہوں سے ثابت کرے اگر ثابت کر دیا مدعی کے موافق فیصلہ کیا جائے گا اور گواہ پیش کرنے سے مدعی عاجز ہے اور مدعی علیہ پر حلف دینے کو کہتا ہے تو اس پر حلف دیا جائے گا بغیر طلب مدعی حلف نہیں دیا جائے گا کیونکہ حلف دینا مدعی کا حق ہے اس کا طلب کرنا ضروری ہے اگر مدعی علیہ نے قسم کھالی مدعی کا دعویٰ خارج اور قسم سے انکار کرتا ہے تو مدعی کا دعویٰ دلا یا جائے گا۔ (در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

جھوٹی قسم سے مال کھانے کی حرمت کا بیان

حضرت علقمہ بن وائل رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حضر موت کا رہنے والا اور ایک شخص کندہ کا۔ دونوں حاضر ہوئے حضری (یعنی حضر موت کے رہنے والے) نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس شخص نے میری زمین (کو غصب کر کے اس) پر قبضہ کر لیا ہے "کندی نے کہا کہ "وہ میری زمین ہے اور ہاتھ (یعنی میرے قبضے) میں ہے، اس شخص کا اس زمین پر کوئی حق نہیں ہے۔" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "دونوں فریق کا بیان سن کر حضری سے فرمایا کہ "کیا تمہارے پاس گواہ ہیں؟" اس نے کہا کہ "نہیں! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا "تو اب تمہارے دعویٰ کا دار و مدار اس (مدعا علیہ کی قسم پر ہے) کہ اگر یہ قسم کھانے کا انکار کر دے گا تو تمہارا دعویٰ تسلیم کر لیا جائے گا اور اس نے قسم کھالی تو تمہارا دعویٰ باطل کر دیا گا" اس (حضری) نے کہا کہ "یا رسول اللہ ﷺ یہ شخص تو فاجر (جھوٹا ہے) اس کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ اس نے جس چیز کی قسم کھائی ہے وہ سچ ہے یا جھوٹ اور اس کو کسی چیز سے پرہیز نہیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "(بہر حال) تمہارے لئے اس شخص کی طرف سے سوائے اس (قسم) کے اور کچھ نہیں ہے۔" (یہ سن کر) وہ (کندی) شخص قسم کھانے کے لئے چلا اور جب اس نے پیٹھ پھیری تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر یہ شخص اس (حضری) کے مال قسم کھائے گا تا کہ اس کا مال زبردستی ہضم کر جائے تو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کریں گے کہ وہ (اللہ) اس سے بیزار ہوگا۔" (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 889)

وہ شخص قسم کھانے کے لئے چلا "مکن ہے کہ اس کا چلنا اس اعتبار سے ہے کہ جیسے شافیہ کے یہاں یہ مسئلہ ہے کہ یہ قسم کھانے والا پہلے وضو کرتا ہے اور پھر ایک خاص وقت میں یعنی جمعہ کے روز عصر کے بعد قسم کھاتا ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ وہ مدعی کی طرف سے پیٹھ پھیر کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر قسم کھائے۔"

علامہ نووی شافی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے کئی مسئلے نکلتے ہیں کہ ایک تو یہ کہ اس طرح کے قضیے میں اس (اجنبی) سے قبضے والا اولیٰ ہے۔ جو اس کے زیر چیز پر دعویٰ کرے۔ دوسرا یہ کہ مدعا علیہ پر قسم کھانا لازم ہے جب کہ وہ مدعی کے دعویٰ کو تسلیم نہ کرے۔

اور تیسرا یہ کہ فاجر مدعا علیہ کی قسم کو بھی اس طرح تسلیم و قبول کیا جائے جس طرح عادل مدعا علیہ کی قسم تسلیم و قبول کی جاتی ہے نیز اس قسم کھالینے کی وجہ سے اس پر سے مدعی کا مطالبہ ساقط ہو جاتا ہے لیکن یہ واضح رہے کہ اگر عدالت میں سچی گواہی سے مدعا علیہ کی قسم کا جھوٹ معلوم ہو جائے تو پھر اس کی قسم کا عدم قرار پائے گی۔

کتاب الیمین

﴿یہ باب قسم کے بیان میں ہے﴾

باب قسم کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابر ترقی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مصنف علیہ الرحمہ نے دعویٰ کا ذکر کیا ہے اور یہ جس وقت خصم دعویٰ کا انکار کر دے اور مدعی کے پاس اس دعویٰ کو ثابت کرنے کیلئے کوئی گواہی بھی موجود نہ ہو تو قسم کا لینا ضروری ہوتا ہے۔ لہذا مصنف علیہ الرحمہ نے انکار خصم اور عدم شہادت کے سبب احتیاج الی یمین کے پیش نظر کتاب دعویٰ میں قسم سے متعلق ایک مستقل باب قائم کر دیا ہے۔ تاکہ معاملات کو حل کیا جائے اور لوگوں سے جھگڑا اور مقدمات کو ختم کیا جائے۔

(عناہ شرح الہدایہ بتصرف، کتاب دعویٰ، بیروت)

مدعی علیہ پر قسم ہونے کے فقہی مآخذ کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر لوگوں کو محض ان کے دعویٰ پر (ان کے مدعا) دیا جائے (یعنی اگر مدعی سے نہ تو گواہ طلب کئے جائیں اور نہ مدعا علیہ سے تصدیق کیا جائے بلکہ محض اس کے دعویٰ پر اس کا از قسم مال و جان مدعا کو دے دیا جائے) تو لوگ اپنے آدمیوں کے خون اور اپنے مال کا (جھوٹا) دعویٰ کرنے لگیں (لہذا صرف مدعی کا بلا گواہی کے بیان معتبر نہیں ہے) لیکن قسم کھانا مدعا علیہ پر ضروری ہے (مسلم) اور نووی نے اپنی کتاب شرح مسلم میں لکھا ہے کہ بیہقی کی روایت میں جو حسن یا صحیح اسناد سے منقول ہے حضرت ابن عباس سے (مذکورہ بالا حدیث میں بطریق مرفوع ان الفاظ کا اضافہ بھی منقول ہے کہ "گواہ پیش کرنا نہ مدعی کے ذمہ ہے اور قسم کھانا اس شخص کا حق ہے جو انکار کرے یعنی مدعا علیہ (مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 884)

لیکن قسم کھانا مدعا علیہ کا حق ہے "کا مطلب یہ ہے کہ اگر فریق دوم یعنی مدعا علیہ، فریق اول یعنی مدعی کے ذمہ نہ ہو تو انکار کرے اور مدعی اس سے قسم کا مطالبہ کرے تو اس (مدعا علیہ) پر قسم کھانا ضروری ہے اس (مسلم کی) روایت میں مدعی سے گواہ طلب کرنے کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کہ یہ مدعی کا گواہ پیش کرنے کا ذمہ دار ہونا شریعت کا ثابت شدہ اور بالکل ظاہری ضابطہ ہے اس اعتبار سے گویا یہ فرمایا گیا ہے کہ گواہ پیش کرنے کی ذمہ داری مدعی پر ہے اگر مدعی گواہ پیش نہ کرے تو پھر مدعا علیہ قسم اور حجی (انکار) کے ذریعہ اپنی سفائی پیش کرنے کا حق رکھتا ہے یہ مفہوم حضرت ابن عباس کی دوسری روایت سے ظاہر ہے۔

مدعی علیہ سے طلب یمین کا بیان

(وَإِذَا قَالَ الْمُدَّعِي لِي بَيِّنَةٌ حَاضِرَةٌ وَطَلَبَ الْيَمِينَ لَمْ يُسْتَحْلَفْ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ

رَحْمَهُ اللَّهُ ، مَعْنَاهُ حَاضِرَةٌ فِي الْمِصْرِ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : يُسْتَحْلَفُ لِأَنَّ الْيَمِينَ حَقُّهُ
بِالْحَدِيثِ الْمَعْرُوفِ ، فَإِذَا طَالَبَهُ بِهِ يُجِيبُهُ . وَلَا بِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ ثُبُوتَ الْحَقِّ فِي
الْعَيْنِ مُرْتَبٌّ عَلَى الْعَجْزِ عَنِ إِقَامَةِ الْبَيِّنَةِ لِمَا رَوَيْنَا فَلَا يَكُونُ حَقُّهُ دُونَهُ ، كَمَا إِذَا كَانَتْ
الْبَيِّنَةُ حَاضِرَةً فِي الْمَجْلِسِ . وَمُحَمَّدٌ مَعَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ فِيمَا ذَكَرَهُ
الْخَصَّافُ ، وَمَعَ أَبِي حَنِيفَةَ فِيمَا ذَكَرَهُ الطَّحَاوِيُّ .

ترجمہ

اور جب مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہی ہے۔ اور اس نے مدعی علیہ سے قسم طلب کی تو امام اعظم فرماتے ہیں کہ مدعی علیہ سے قسم نہیں لی جائے گی۔ اس کا معنی ہے کہ شہر میں گواہی موجود ہے۔

جبکہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی۔ اس لئے کہ یمین مدعی کا حق ہے اور حدیث مشہور سے ثابت ہے لہذا جب مدعی علیہ سے قسم کا مطالبہ کیا جائے گا تو مدعی علیہ اس کو پورا کرے گا۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ قسم میں مدعی کے حق کا ثبوت اقامت گواہی سے عاجز ہونے پر مرتب ہے۔ اس حدیث کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں لہذا اس سے پہلے یمین مدعی کا حق نہیں ہوگی جیسا کہ جب گواہی مجلس میں موجود ہو امام خصاف کے بیان کے مطابق امام محمد امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں۔ اور امام طحاوی کے بیان کے مطابق امام اعظم کے ساتھ ہیں۔

ایک گواہی و قسم کے ساتھ فیصلہ کرنے میں مذاہب اربعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک قضیہ میں) ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ صادر فرمایا۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 888)

حدیث کا ظاہری مفہوم یہ بتاتا ہے کہ اگر مدعی اپنے دعویٰ کے ثبوت میں صرف ایک گواہ پیش کر سکے تو اس (مدعی) سے دوسرے گواہ کے بدلے ایک قسم لے لی جائے اور اس قسم کو ایک گواہ کا قائم مقام قرار دے کر اس کا دعویٰ تسلیم کر لیا جائے۔

چنانچہ حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد تینوں کا یہی مسلک ہے۔ لیکن حضرت امام اعظم ابو حنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے بلکہ دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے، اور چونکہ قرآن کے حکم کو خبر واحد کے ذریعہ منسوخ کرنا جائز نہیں ہے اس لئے اس روایت کی بناء پر ایسے مسلک کی بنیاد صحیح نہیں ہو سکتی جو قرآن کے حکم کے منافی ہو درآنحالیکہ اس روایت کے بارے میں یہ احتمال بھی ہے جب مدعی اپنا دعویٰ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا ہو اور وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں صرف ایک گواہ پیش کر سکا ہو تو چونکہ وہ اپنے ثبوت شہادت کی تکمیل نہ کر سکا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک گواہ کے وجود کے وجود کا اعتبار نہیں کیا اس لئے مدعا علیہ کو قسم کھانے کا حکم دیا

مدعا علیہ کے قسم کھانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قضیہ کا فیصلہ دیا۔ اسی کو راوی نے "ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ دینے سے تعبیر کیا"

علامہ طبری کہتے ہیں کہ ائمہ کا یہ اختلاف بھی اس صورت میں ہے جب کہ قضیہ کا تعلق کسی مالی دعویٰ سے ہو اور دعویٰ کا تعلق مال کے علاوہ کسی اور معاملہ سے ہو تو اس صورت میں متفقہ طور پر تمام ائمہ کا مسلک یہی ہے کہ گواہ اور قسم (یعنی مدعی) کی طرف سے مثلاً ایک گواہ پیش کرنے اور ایک قسم کھانے کا اعتبار نہ کیا جائے۔

مدعی پر قسم نہ لوٹانے کا بیان

قَالَ (وَلَا تُرَدُّ الْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعِي) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي ، وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ) قَسَمَ وَالْقِسْمَةُ تَنَافِي الشَّرِكَةِ ، وَجَعَلَ جِنْسَ الْأَيْمَانِ عَلَى الْمُنْكَرِينَ وَلَيْسَ وَرَاءَ الْجِنْسِ شَيْءٌ ، وَفِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ (وَلَا تُقْبَلُ بَيِّنَةٌ صَاحِبِ الْيَدِ فِي الْمَلِكِ الْمُطْلَقِ ، وَبَيِّنَةُ الْخَارِجِ أَوْلَى) .
وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : يُقْضَى بَيِّنَةُ ذِي الْيَدِ لِأَعْتِقِهَا بِالْيَدِ فَيَتَقَوَّى الظُّهُورُ وَصَارَ كَالنَّكَاحِ وَالنِّكَاحِ وَدَعْوَى الْمَلِكِ مَعَ الْإِعْتِقِ وَالْإِسْتِيلَادِ وَالتَّدْبِيرِ .
وَلَنَا أَنَّ بَيِّنَةَ الْخَارِجِ أَكْثَرُ إِثْبَاتًا أَوْ إِظْهَارًا لِأَنَّ قَدْرَ مَا أَثْبَتَهُ الْيَدُ لَا يُثْبِتُهُ بَيِّنَةُ ذِي الْيَدِ ، إِذْ الْيَدُ دَلِيلٌ مُطْلَقٌ الْمَلِكِ ، بِخِلَافِ النَّتَاجِ لِأَنَّ الْيَدَ لَا تَدُلُّ عَلَيْهِ ، وَكَذَا عَلَى الْإِعْتِقِ وَأُخْتِيهِ وَعَلَى الْوَلَاءِ الثَّابِتِ بِهَا

ترجمہ

فرمایا کہ مدعی پر قسم نہیں لوٹائی جائے گی کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ مدعی پر گواہی ہے اور منکر پر یمن ہے۔ اور یہ آپ ﷺ کا تقسیم فرمانا شرکت کے منافی ہے۔ اور آپ نے قسموں کی جنسوں کو انکار کرنے والوں پر مقرر کیا ہے۔ اور جنس کے علاوہ کوئی چیز باقی نہیں اور اس میں امام شافعی نے اختلاف کیا ہے۔

فرمایا کہ مطلق ملکیت میں قبضہ کرنے والے کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔ جبکہ قبضہ نہ کرنے والے کی گواہی افضل ہے۔ جبکہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ قابض کی گواہی پر فیصلہ کیا جائے گا اس لئے کہ قبضہ کی وجہ سے وہ قوی ہو گیا کیونکہ کہ ظہور بھی قوی ہوگا اور یہ نتاج، نکاح اور اعتاق یا استیلاد یا تدبیر کے ساتھ دعویٰ ملک کی طرح ہو گیا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ خارج کی گواہی زیادہ مثبت ہے یا زیادہ مظہر ہے اس لئے کہ قبضہ مطلق ملک کی دلیل ہے نتاج کے خلاف اس لئے کہ قبضہ نتاج پر دلالت نہیں کرتا نیز اعتاق اور استیلاد

اور تدبیر پر اور ان کے ذریعہ ثابت ہونے والے ولاء پر بھی قبضہ دلالت نہیں کرتا۔

ملک مطلق یا مقید کا دعویٰ کرنے کا بیان

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مدعی نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا یعنی کہتا ہے کہ یہ چیز میری ہے یہ نہیں بتاتا کہ کس سبب سے ہے مثلاً خریدی ہے یا کسی نے ہبہ کی ہے۔ اور گواہوں نے ملک مقید بیان کی یعنی سبب ملک کا اظہار کیا مثلاً مدعی نے خریدی ہے یہ گواہی مقبول ہے اور اس کا عکس ہو یعنی مدعی نے ملک مقید کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے ملک مطلق بیان کی یہ گواہی مقبول نہیں بشطیکہ مدعی نے یہ بیان کیا کہ میں نے فلاں شخص سے خریدی ہے اور بائع کو اس طرح بیان کر دے کہ اُس کی شناخت ہو جائے اور خریدنے کے ساتھ قبضہ کا ذکر نہ کرے۔ اور اگر دعوے میں بائع کا ذکر نہیں یا یہ کہ میں نے ایک شخص سے خریدی ہے یا یہ کہ میں نے عبد اللہ سے خریدی ہے یا خریدنے کے ساتھ دعوے میں قبضہ کا بھی ذکر ہے اور گواہوں نے ان صورتوں میں ملک مطلق کی شہادت دی تو مقبول ہے۔ (بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

مدعی علیہ کے انکار کے سبب فیصلہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا نَكَلَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ عَنِ الْيَمِينِ قُضِيَ عَلَيْهِ بِالنُّكُولِ وَالزَّمَهُ مَا ادَّعَى عَلَيْهِ)
وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : لَا يُقْضَى بِهِ بَلْ يَرُدُّ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعَى ، فَإِذَا حَلَفَ يَقْضَى بِهِ لِأَنَّ
النُّكُولَ يَحْتَمِلُ التَّوَرُّعَ عَنِ الْيَمِينِ الْكَاذِبَةِ وَالتَّرَفُّعَ عَنِ الصَّادِقَةِ وَاشْتِبَاهَ الْحَالِ فَلَا
يَنْتَصِبُ حُجَّةً مَعَ الْإِحْتِمَالِ ، وَيَمِينُ الْمُدَّعَى دَلِيلُ الظُّهُورِ فَيَصَارُ إِلَيْهِ . وَلَنَا أَنَّ
النُّكُولَ دَلٌّ عَلَى كَوْنِهِ بَاطِلًا أَوْ مُقْبِلًا ، إِذْ لَوْلَا ذَلِكَ لَأَقْدَمَ عَلَى الْيَمِينِ إِقَامَةَ لِلْوَجِبِ
وَدَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْ نَفْسِهِ فَتَرَجَّحَ هَذَا الْجَانِبُ ، وَلَا وَجْهَ لِرَدِّ الْيَمِينِ عَلَى الْمُدَّعَى لِمَا
قَدَّمْنَاهُ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب مدعی علیہ قسم سے انکار کر دے تو انکار کے سبب قاضی اس کے خلاف فیصلہ کر دے گا۔ اور مدعی نے جو دعویٰ کیا ہے اس کو قاضی مدعی علیہ پر لازم کر دے گا۔

جبکہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ قاضی انکار کی وجہ سے مدعی علیہ کے خلاف فیصلہ نہ کرے گا بلکہ مدعی پر قسم لوٹائے گا پس اگر مدعی نے قسم کھالی تو قاضی اس کے حق میں فیصلہ کر دے گا کیونکہ مدعی علیہ کا قسم سے انکار کرنا اس بات کا حتمال رکھتا ہے کہ وہ جھوٹی قسم سے بچنا چاہتا ہے یا سچی قسم سے احتیاط کرنا چاہتا ہے۔ اس وجہ سے اس کا حال مشتبہ ہو گیا تو احتمال کے ہوتے ہوئے اس کا انکار حجت نہیں

بنے گا۔ اور مدعی کا قسم کھانا حق کو ظاہر کرنے کی علامت ہے اس لئے اس کی طرف ہی رجوع کیا جائے گا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ انکار اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مدعی علیہ مدعی بہ فراغ دلی کے ساتھ دینا چاہتا ہے۔ اور وہ دعوے کا اقرار کر رہا ہے۔ اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہو تو اپنے نفس سے ضرر دور کرنے اور شریعت کے واجب کردہ حق کو اداء کرنے کے لئے مدعی علیہ قسم پر اقدام کر لیتا ہے۔ اس لئے یہ پہلو راجح ہوگا اور مدعی پر قسم کو لوٹانے کی کوئی وجہ نہیں ہے اسی دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مدعی علیہ نے انکار کیا اس پر حلف دیا گیا حلف سے بھی انکار کر دیا خواہ یوں کہ اس نے کہہ دیا میں حلف نہیں اٹھاؤنگا یا سکوت کیا اور معلوم ہے کہ یہ سکوت کسی آفت کی وجہ سے نہیں ہے مثلاً بہر انہیں ہے کہ سنا ہی نہیں اور یہ انکار یا سکوت مجلس قاضی میں ہے تو قاضی فیصلہ کر دے گا اور بہتر یہ ہے کہ اس صورت میں تین مرتبہ اس پر حلف پیش کیا جائے بلکہ قاضی کو چاہے کہ اس سے پہلے ہی کہہ دے میں تجھ پر تین مرتبہ قسم پیش کروں گا اگر تو نے قسم کھالی تو تیرے موافق فیصلہ کروں گا ورنہ تیرے خلاف فیصلہ کر دوں گا۔ اور حلف سے انکار پر فیصلہ کر دیا گیا اب کہتا ہے میں قسم کھاؤں گا اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ فیصلہ جو ہو چکا، ہو چکا مگر جس کے خلاف فیصلہ ہوا ہے وہ اگر ایسی بات پر شہادت پیش کرنا چاہتا ہو جس سے فیصلہ باطل ہو جائے تو گواہ لیے جاسکتے ہیں۔ (بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

قاضی کا مدعی علیہ پر تین بار قسم پیش کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَنْبَغِي لِلْقَاضِي أَنْ يَقُولَ لَهُ إِنِّي أَعْرِضُ عَلَيْكَ الْيَمِينَ ثَلَاثًا ، فَإِنْ حَلَفْتَ وَإِلَّا قَضَيْتُ عَلَيْكَ بِمَا ادَّعَاهُ) وَهَذَا الْإِنذَارُ لِإِعْلَامِهِ بِالْحُكْمِ إِذْ هُوَ مَوْضِعُ الْخَفَاءِ .
قَالَ (فَإِذَا كَرَّرَ الْعَرَضَ عَلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قُضِيَ عَلَيْهِ بِالنُّكُولِ) وَهَذَا التَّكْرَارُ ذِكْرُهُ
الْخَصَافُ رَحِمَهُ اللَّهُ لِزِيَادَةِ الْإِحْتِيَاظِ وَالْمُبَالَغَةِ فِي إِبْلَاءِ الْعُدْرِ ، فَأَمَّا الْمَذْهَبُ أَنَّهُ لَوْ
قُضِيَ بِالنُّكُولِ بَعْدَ الْعَرَضِ مَرَّةً جَازَ لِمَا قَدَّمَ نَاهُ هُوَ الصَّحِيحُ وَالْأَوَّلُ أَوْلَى ، ثُمَّ
النُّكُولُ قَدْ يَكُونُ حَقِيقِيًّا كَقَوْلِهِ لَا أَحْلِفُ ، وَقَدْ يَكُونُ حُكْمِيًّا بَأَنْ يَسْكُتَ ، وَحُكْمُهُ
حُكْمُ الْأَوَّلِ إِذَا عَلِمَ أَنَّهُ لَا آفَةَ بِهِ مِنْ طَرَشٍ أَوْ خَرَسٍ هُوَ الصَّحِيحُ .

ترجمہ

فرمایا کہ قاضی کو چاہئے کہ وہ مدعی علیہ کے لئے اس طرح کہے کہ میں تم پر تین بار قسم کو پیش کروں گا اگر تو نے قسم کھالی ٹھیک ہے ورنہ میں تجھ پر اس چیز کا فیصلہ کر دوں گا جس کا مدعی نے دعویٰ کیا ہے۔ اور یہ انذار اسے قسم کے انکار کے حکم کی خبر دینے کے لئے ہے کیونکہ یہ پوشیدگی کا مقام ہے۔ لہذا جب قاضی نے مدعی علیہ پر تین بار قسم پیش کی تو اسکے انکار کے سبب اس کے خلاف فیصلہ کر دے

گا۔ اور اس تکرار کو امام شافعی نے بیان کیا ہے اس لئے کہ اس میں احتیاط بھی زیادہ ہے۔ اور عذر کو ظاہر کرنے میں مبالغہ بھی ہے۔ پس بہر حال مذہب تو یہ ہے کہ جب ایک بار پیش کرنے کے بعد انکار کے سبب اگر قاضی نے فیصلہ کر دیا تو بھی جائز ہے۔ اس دلیل کے سبب جو ہم بیان کر چکے ہیں اور یہی صحیح ہے لیکن پہلی صورت افضل ہے۔ پس انکار کبھی حقیقی ہوتا ہے جس طرح مدعی علیہ یہ کہے کہ میں قسم نہیں کھاؤں گا اور کبھی حکمی ہوتا ہے جس طرح اس کا خاموش رہنا اور اس کا حکم بھی پہلے والے حکم کی طرح ہوگا۔ مگر یہ کہ معلوم ہو جائے کہ مدعی علیہ کو بہرہ یا گونگا ہونے کی آفت نہیں ہے۔ یہی قول صحیح ہے۔

شرح

اور جب قاضی نے دو مرتبہ قسم پیش کی اس نے کہا مجھے تین دن کی مہلت دی جائے تین دن کے بعد آ کر کہتا ہے میں قسم نہیں کھاؤں گا اس کے خلاف فیصلہ نہ کیا جائے جب تک پھر قاضی اس پر قسم پیش نہ کرے اور وہ انکار نہ کرے اور اس وقت بھی تین مرتبہ قسم پیش کرنا اور انکار کرنا ہو۔ اور اسی طرح مدعی علیہ کا جواب نہ دینا اس وجہ سے ہے کہ وہ گونگا ہے قاضی حکم دے گا کہ اشارہ سے جواب دے اگر اقرار کا اشارہ کیا اقرار صحیح ہے انکار کا اشارہ کیا اس پر قسم دی جائے گی۔ قسم کھالینے کا اشارہ کیا قسم ہوگئی قسم سے انکار کا اشارہ کیا نکول ہوگا۔ اور اس کے خلاف فیصلہ کیا جائے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

دعویٰ نکاح کے انکار پر عدم قسم کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَانَتْ الدَّعْوَى نِكَاحًا لَمْ يُسْتَحْلَفِ الْمُنْكَرُ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ ،
وَلَا يُسْتَحْلَفُ عِنْدَهُ فِي النِّكَاحِ وَالرَّجْعَةِ وَالْفَيْءِ فِي الْإِبْلَاءِ وَالرَّقِّ وَالِاسْتِيْلَادِ
وَالنَّسَبِ وَالْوَلَاءِ وَالْحُدُودِ وَاللَّعَانِ .

وَقَالَ : يُسْتَحْلَفُ فِي ذَلِكَ كُلِّهِ إِلَّا فِي الْحُدُودِ وَاللَّعَانِ . وَصُورَةُ الْإِسْتِيْلَادِ أَنْ تَقُولَ
الْجَارِيَةُ أَنَا أُمَّمٌ وَوَلَدٌ لِمَوْلَايَ وَهَذَا ابْنِي مِنْهُ وَأَنْكَرَ الْمَوْلَى ، لِأَنَّهُ لَوْ ادَّعَى الْمَوْلَى ثَبَتَ
الِاسْتِيْلَادُ بِإِقْرَارِهِ وَلَا يُلْتَفَتُ إِلَى إِنْكَارِهَا . لَهُمَا أَنَّ النُّكُولَ إِقْرَارٌ لِأَنَّهُ يَدُلُّ عَلَى كَوْنِهِ
كَاذِبًا فِي الْإِنْكَارِ عَلَى مَا قَدَّمْنَاهُ ، إِذْ لَوْ لَا ذَلِكَ لَأَقْدَمَ عَلَى الْيَمِينِ الصَّادِقَةِ إِقَامَةً
لِلْوَجِبِ فَكَانَ إِقْرَارًا أَوْ بَدَلًا عَنْهُ ، وَالْإِقْرَارُ يَجْرِي فِي هَذِهِ الْأَشْيَاءِ لِكُنْهَ إِقْرَارٌ فِيهِ
شُبْهَةٌ ، وَالْحُدُودُ تَنْدَرُّ بِالشُّبْهَاتِ ، وَاللَّعَانُ فِي مَعْنَى الْحَدِّ . وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ
تَعَالَى أَنَّهُ بَدَلٌ لِأَنَّ مَعَهُ لَا تَبْقَى الْيَمِينُ وَاجِبَةً لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ وَإِنْزَالُهُ بِإِذْنِ أَوْلَى

كَيُّ لَا يَصِيرُ كَاذِبًا فِي الْإِنْكَارِ ، وَالْبَدْلُ لَا يَجْرِي فِي هَذِهِ الْأَشْيَاءِ . وَفَائِدَةُ
الِاسْتِحْلَافِ الْقَضَاءِ بِالنُّكُولِ فَلَا يُسْتَحْلَفُ ، إِلَّا أَنْ هَذَا بَدْلٌ لِدَفْعِ الْخُصُومَةِ فَيَمْلِكُهُ
الْمُكَاتَبُ وَالْعَبْدُ الْمَأْذُونُ بِمَنْزِلَةِ الضِّيَافَةِ الْيَسِيرَةِ ، وَصِحَّتُهُ فِي الدَّيْنِ بِنَاءً عَلَى زَعْمِ
الْمُدَّعِي وَهُوَ مَا يَقْبِضُهُ حَقًّا لِنَفْسِهِ ، وَالْبَدْلُ مَعْنَاهُ هَاهُنَا تَرْكُ الْمَنْعِ وَأَمْرُ الْمَالِ هَيِّنٌ

ترجمہ

فرمایا کہ جب نکاح کا دعویٰ ہو تو امام اعظم کے نزدیک انکار کرنے والے سے قسم نہیں لی جائے گی۔ اور امام اعظم کے نزدیک نکاح میں، رجعت میں، ایلاء سے رجوع کرنے میں، رقیق میں، استیلا میں، نسب میں، ولاء میں، حدود اور لعان میں انکار کرنے والے سے قسم نہیں لی جائے گی۔

جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ حدود و لعان کے سوا بقیہ سب میں قسم لی جائے گی۔ اور استیلا کی صورت یہ ہے کہ باندی یہ کہے گی میں اپنے آقا کی ام ولد ہوں اور میرا یہ بیٹا اسی سے پیدا ہوا ہے جبکہ آقا اس سے انکار کرنے والا ہے کیونکہ جب آقا نے دعویٰ کیا ہے تو اس کے اقرار سے استیلا ثابت ہو جائے گا۔ (قاعدہ فقہیہ) اور باندی کے انکار کی جانب توجہ نہ کی جائے گی۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ قسم سے انکار کرنا اقرار ہے اس لئے کہ قسم کا انکار سے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مدعی علیہ انکار دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ جس طرح پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔ لہذا قسم سے انکار کرنا یا تو اقرار ہے یا اس کے الٹ ہے اور ان چیزوں میں اقرار جاری ہوتا ہے۔ لہذا یہ ایسا اقرار ہے جس میں اشتباہ ہے اور اشتباہ میں حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔ اور لعان حد کے معنی میں ہے۔ حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ قسم سے انکار کرنا فراغ دلی ہے۔ اور بدل کے ساتھ قسم واجب ہو کر باقی نہیں رہتی اس لئے کہ مقصود حاصل ہو چکا ہے اور اس کو باذل ٹھہرانا زیادہ اچھا ہے۔ تاکہ مدعی علیہ انکار میں جھوٹا نہ ہو اور ان چیزوں میں بدل جاری نہیں ہوتا اور قسم لینے کا فائدہ یہ ہے کہ انکار پر فیصلہ کر دیا جائے لہذا قسم نہیں لی جائے گی۔ لیکن یہ بدل خصومت کو دور کرنے کے لئے ہے اس لئے مکاتب اور عبد ماذون بھی اس کے مالک ہوں گے۔ جس طرح وہ ضیافت یسیرہ کے مالک ہیں۔ اور قرض میں اس کا صحیح ہونا مدعی کے گمان کی بناء پر ہے۔ اور وہ اپنے ذاتی حق کی بناء پر اس پر قبضہ کرتا ہے اور یہاں پر بدل منع کو ترک کرنے کے معنی میں ہے اور مال کا معاملہ آسان ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بعض دعوے ایسے ہیں کہ ان میں منکر پر قسم نہیں ہے (۱) نکاح میں، مدعی مرد ہو یا عورت۔ (۲) رجعت میں، مرد نے اس سے انکار کیا یا عورت نے مگر عورت اس صورت میں منکر اس وقت ہو سکتی ہے جب عدت گزر چکی ہو۔ (۳) ایلاء میں نے۔ مدت ایلاء گزرنے کے بعد کوئی بھی اس سے منکر ہو عورت ہو یا مرد۔ (۴) استیلا یعنی ام ولد

ہونے کا دعویٰ اس کی صورت یہ ہے کہ باندی ام ولد ہونے کا دعویٰ کرتی ہے اور مولے منکر ہے۔ (۵) رقیق یعنی وہ کہتا ہے میں فلاں کا غلام ہوں اور آقا منکر ہے یا اس کا عکس۔ (۶) نسب ایک نسب کا مدعی ہے دوسرا منکر۔ (۷) ولا۔ (۸) حد۔ (۹) لعان۔ اور جب عورت نے نکاح کا دعویٰ کیا مرد منکر ہے قسم اس صورت میں نہیں ہے جیسے کہ مذکور ہوا۔ لہذا قاضی فیصلہ بھی نہیں کر سکتا عورت قاضی سے کہتی ہے میں نکاح کر نہیں سکتی کہ میرا شوہر یہ موجود ہے اور یہ خود نکاح سے انکار کرتا ہے اب میں بخبر ہوں کیا کروں اسے یہ حکم دیا جائے کہ مجھے طلاق دیدے تاکہ میں دوسرے سے نکاح کر لوں۔ زوج کہتا ہے اگر میں طلاق دیتا ہوں تو نکاح کا اقرار ہوا جاتا ہے۔ قاضی حکم دے گا کہ تو یہ کہہ دے کہ اگر یہ میری عورت ہے تو اسے طلاق، اور اگر مرد مدعی نکاح ہے عورت منکر ہے شوہر کہتا ہے میں اسکی بہن سے یا اس کے علاوہ چوتھی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں قاضی اس کی اجازت نہیں دے سکتا کیونکہ جب یہ شخص خود مدعی نکاح ہے تو اسکی بہن سے یا چوتھی عورت سے کیونکر نکاح کر سکتا ہے بلکہ قاضی یہ کہے گا اگر تو نکاح کرنا چاہتا ہے تو اسے طلاق دیدے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

چور سے حلف و ضمان کا بیان

قَالَ (وَيُسْتَحْلَفُ السَّارِقُ ، فَإِنْ نَكَلَ ضَمِنَ وَلَمْ يَقْطَعْ) لِأَنَّ الْمَنْوُطَ بِفِعْلِهِ شَيْئَانِ : الضَّمَانُ وَيَعْمَلُ فِيهِ النُّكُولُ . وَالْقَطْعُ وَلَا يَثْبُتُ بِهِ فَصَارَ كَمَا إِذَا شَهِدَ عَلَيْهَا رَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ .

قَالَ (وَإِذَا ادَّعَتْ الْمَرْأَةُ طَلَاقًا قَبْلَ الدُّخُولِ اسْتَحْلَفَ الزَّوْجُ ، فَإِنْ نَكَلَ ضَمِنَ نِصْفَ الْمَهْرِ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) لِأَنَّ الْاسْتِحْلَافَ يَجْرِي فِي الطَّلَاقِ عِنْدَهُمْ لَا سِيَّمَا إِذَا كَانَ الْمَقْصُودُ هُوَ الْمَالُ ، وَكَذَا فِي النِّكَاحِ إِذَا ادَّعَتْ هِيَ الصَّدَاقَ لِأَنَّ ذَلِكَ دَعْوَى الْمَالِ ، ثُمَّ يَثْبُتُ الْمَالُ بِنُكُولِهِ وَلَا يَثْبُتُ النِّكَاحُ ، وَكَذَا فِي النَّسَبِ إِذَا ادَّعَى حَقًّا كَالْبَارِثِ وَالْحَجْرِ فِي اللَّقِيطِ ، وَالنَّفَقَةِ وَامْتِنَاعِ الرَّجُوعِ فِي الْهَبَةِ ، لِأَنَّ الْمَقْصُودَ هَذِهِ الْحُقُوقُ ، وَإِنَّمَا يُسْتَحْلَفُ فِي النَّسَبِ الْمُجَرَّدِ عِنْدَهُمَا إِذَا كَانَ يَثْبُتُ بِإِقْرَارِهِ كَالْأَبِ وَالْإِبْنِ فِي حَقِّ الرَّجُلِ وَالْأَبِ فِي حَقِّ الْمَرْأَةِ ، لِأَنَّ فِي دَعْوَاهَا الْإِبْنِ تَحْمِيلَ النَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ وَالْمَوْلَى وَالزَّوْجِ فِي حَقِّهِمَا .

ترجمہ

اور چور سے حلف لیا جائے گا اور اگر اس نے انکار کیا تو وہ ضامن ہوگا جبکہ اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ کیونکہ اس کے فعل کے

ساتھ دو چیزیں منوط ہیں۔ ضمان ہے جو انکار کے سبب لازم ہوئی ہے لہذا اس پر قطع ثابت نہ ہوگا۔ پس یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح اس پر ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی ہو۔

فرمایا اور جب کسی عورت نے دخول سے پہلے ہی طلاق کا دعویٰ کیا تو شوہر سے حلف لیا جائے گا اور اگر اس نے انکار کیا تو وہ سب کے قول کے مطابق اس پر نصف مہر لازم ہوگا۔ کیونکہ حلف لینا ان کے نزدیک یہ طلاق میں جاری ہوا ہے لہذا اس کا مقصد یقیناً مال ہے جس طرح نکاح میں ہوتا ہے کہ جب کسی عورت نے مہر کا دعویٰ کیا تو وہ مال کا دعویٰ ہے۔ پھر مال کا دعویٰ تو اس شخص کے انکار سے بھی ثابت ہو جائے گا جبکہ نکاح ثابت نہ ہوگا جس طرح نسب میں ہے کہ جب کسی شخص نے حق کا دعویٰ کیا ہے جس طرح لقیط میں ارث اور حجر ہے۔ اور نفقہ اور ہبہ میں رجوع کی ممانعت ہے۔ کیونکہ ان میں حقوق مقصود ہوتے ہیں۔

صاحبین کے نزدیک نسب محض کا حلف لیا جائے گا کیونکہ وہ اس کے اقرار سے ثابت ہو جائے گا جس طرح کسی شخص نے باپ یا بیٹا ہونے کے کسی شخص کے بارے میں دعویٰ کر دیا ہو۔ اور عورت کے حق میں باپ ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ جبکہ کسی عورت نے کسی بیٹے کا دعویٰ کیا تو شوہر کے سوا پر نسب محمول کرنا ہوگا۔ اور مولیٰ اور شوہر کا دعویٰ ان کے دونوں کے حق میں ہوگا۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب چور چوری سے انکار کرتا ہے اس پر حلف دیا جائے گا مگر حلف سے انکار کریگا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا مال لازم ہو جائے گا اور اقرار کر لے گا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔ چوری کے سوا اور کسی حد کے معاملہ میں حلف نہیں ہے۔ اور اگر ایک نے دوسرے کو کافر، منافق، زندیق وغیرہ الفاظ کہے یا اس کو تھپڑ مارا یا اسی قسم کی کوئی دوسری حرکت کی جس سے تعزیر واجب ہوتی ہے اور مدعی حلف دینا چاہتا ہے تو حلف دیا جائے گا۔ (درمختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

عورت نے نکاح کا دعویٰ کیا مرد منکر ہے قسم اس صورت میں نہیں ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ لہذا قاضی فیصلہ بھی نہیں کر سکتا عورت قاضی سے کہتی ہے میں نکاح کر نہیں سکتی کہ میرا شوہر یہ موجود ہے اور یہ خود نکاح سے انکار کرتا ہے اب میں مجبور ہوں کیا کروں اسے یہ حکم دیا جائے کہ مجھے طلاق دیدے تاکہ میں دوسرے سے نکاح کر لوں۔ زوج کہتا ہے اگر میں طلاق دیتا ہوں تو نکاح کا اقرار ہوا جاتا ہے۔ قاضی حکم دے گا کہ تو یہ کہہ دے کہ اگر یہ میری عورت ہے تو اسے طلاق، اور اگر مرد مدعی نکاح ہے عورت منکر ہے شوہر کہتا ہے میں اسکی بہن سے یا اس کے علاوہ چوتھی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں قاضی اس کی اجازت نہیں دے سکتا کیونکہ جب یہ شخص خود مدعی نکاح ہے تو اسکی بہن سے یا چوتھی عورت سے کیونکر نکاح کر سکتا ہے بلکہ قاضی یہ کہے گا اگر تو نکاح کرنا چاہتا ہے تو اسے طلاق دیدے۔

دعویٰ نکاح کے منکر پر عدم حلف کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ نکاح وغیرہ فلاں فلاں چیزوں میں منکر پر حلف نہیں ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب محض انہیں چیزوں کا دعویٰ ہو اور اگر اس سے مقصود مال ہو تو منکر پر حلف ہے مثلاً عورت نے مرد پر دعویٰ کیا کہ

اتنے مہر پر میرا نکاح اس سے ہوا اور اس نے قبل دخول طلاق دیدی لہذا نصف مہر مجھے دلایا جائے مرد کہتا ہے میرا نکاح ہی اس سے نہیں ہوا۔ یا عورت دعویٰ کرتی ہے کہ اس سے میرا نکاح ہوا اس سے نفقہ مجھے دلایا جائے مرد کہتا ہے نکاح ہوا ہی نہیں نفقہ کیونکر دوں ان صورتوں میں منکر پر حلف ہے کہ یہاں مقصود مال کا دعویٰ ہے اگرچہ بظاہر نکاح کا دعویٰ ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

حلف میں نیابت نہ ہونے کا بیان

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حلف میں نیابت نہیں ہو سکتی کہ ایک شخص کی جگہ دوسرا شخص قسم کھا جائے اختلاف میں نیابت ہو سکتی ہے۔ یعنی دوسرا شخص مدعی کے قائم مقام ہو کر حلف طلب کر سکتا ہے مثلاً وکیل مدعی اور وصی اور ولی اور متولی کہ اگر یہ مدعی ہوں حلف کا مطالبہ کر سکتے ہیں اور مدعی علیہ ہوں تو ان پر حلف عائد نہیں ہوتا ہاں اگر ان پر دعویٰ ایسے عقد کے متعلق ہو جو خود ان کا کیا ہو یا انھوں نے اصیل پر کوئی اقرار کیا ہے اور اب انکار کرتے ہیں تو حلف ہوگا مثلاً ایک شخص وکیل بالبیع ہے یہ موکل پر اقرار کرے صحیح ہے اور قسم سے انکار کرے یہ بھی صحیح ہے یعنی اسے نکول قرار دیا جائے گا۔ اور فیصلہ کیا جائے گا۔

(درمختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

حدود وغیر حدود میں حلف لینے پر مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام ابو یوسف اور امام محمد علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ حدود و لعان کے سوا سب میں حلف لیا جائے گا۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ حد قذف اور قصاص میں حلف لیا جائے گا۔ اور باقی حدود میں حلف نہ لیا جائے گا۔ حضرت امام مالک اور امام احمد علیہما الرحمہ مخالف صرف ان چیزوں میں جاری ہوتا ہے جو دو گواہوں سے ثابت ہوتی ہیں۔

(شرح الوقایہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

دعویٰ قصاص سے انکار پر مدعی علیہ سے قسم لینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ادَّعى قِصَاصًا عَلَى غَيْرِهِ فَجَحَدَهُ اُسْتَحْلِفَ) بِالْاِجْمَاعِ (ثُمَّ اِنْ نَكَلَ عَنْ اَلْيَمِينِ فِيمَا دُونَ النَّفْسِ يَلْزَمُهُ الْقِصَاصُ ، وَاِنْ نَكَلَ فِي النَّفْسِ حُبْسٌ حَتَّى يَحْلِفَ اَوْ يُقَرَّ) وَهَذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ ، وَقَالَ : لَزِمَهُ الْاَرْشُ فِيهِمَا لِاَنَّ النُّكُولَ اِقْرَارٌ فِيهِ شُبْهَةٌ عِنْدَهُمَا فَلَا يَثْبُتُ بِهِ الْقِصَاصُ وَيَجِبُ بِهِ الْمَالُ ، خُصُوصًا اِذَا كَانَ امْتِنَاعُ الْقِصَاصِ لِمَعْنَى مِنْ جِهَةٍ مَنْ عَلَيْهِ ، كَمَا اِذَا اُقْرَبَ بِالْخَطَا وَالْوَلِيِّ يَدَّعى الْعَمَدَ .
وَلَا بى حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ الْاَطْرَافَ يُسَلِّكُ بِهَا مَسَلِّكَ الْاَمْوَالِ فَيَجْرِى فِيهَا الْبَدْلُ ،

بِخِلَافِ الْأَنْفُسِ فَإِنَّهُ لَوْ قَالَ أَقْطَعُ يَدِي فَقَطَعَهَا لَا يَجِبُ الضَّمَانُ ، وَهَذَا إِعْمَالٌ لِلْبَدْلِ
إِلَّا أَنَّهُ لَا يَبَاحُ لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ ، وَهَذَا الْبَدْلُ مُفِيدٌ لِإِنْدِفَاعِ الْخُصُومَةِ بِهِ فَصَارَ كَقَطْعِ الْيَدِ
لِلْأَكْلَةِ وَقَلْعِ السِّنِّ لِلْوَجَعِ ، وَإِذَا أَمْتَعَ الْقِصَاصُ فِي النَّفْسِ وَالْيَمِينِ حَقٌّ مُسْتَحَقٌّ
يُحْبَسُ بِهِ كَمَا فِي الْقَسَامَةِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی شخص نے کسی دوسرے شخص پر قصاص کا دعویٰ کیا اور اس نے انکار کر دیا تو بالاتفاق مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی۔ پس اگر مدعی علیہ نے مادون النفس میں قسم کا انکار کر دیا تو اس پر قصاص واجب ہوگا اور اگر نفس میں انکار کیا تو اس کو مجبوس کر دیا جائے گا۔ جب تک وہ قسم نہ کھالے یا اقرار نہ کر لے یہ قول حضرت امام اعظم کا ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں مدعی علیہ پر دیت لازم ہوگی۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک یہاں قسم سے انکار کرنا ایسا اقرار ہے جس میں شبہ ہوتا ہے اس لئے اس انکار سے قصاص ثابت نہیں ہوگا اور اس سے مال ثابت ہو جائے گا خاص طور پر اس جگہ پر جہاں قصاص کا ممتنع ہونا ایسے معنی کے سبب ہو جو اس شخص کی طرف سے پائے جائیں جس پر قصاص واجب ہو جس طرح کہ اگر قاتل قتل خطا کا اقرار کر لے اور مقتول کا ولی قتل عمد کا دعویٰ کرتا ہو۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ اطراف میں اموال کا معاملہ ہوتا ہے لہذا اطراف میں بذل جاری ہوگا نفوس کے خلاف پس اگر کسی شخص نے دوسرے کو کہا کہ میرا ہاتھ کاٹ دو اور اس نے کاٹ دیا تو ضمان واجب نہیں ہوگا اور یہ بذل کا اثر ہے۔ لیکن فائدہ کے معدوم ہونے کی وجہ جائز نہیں ہے اور یہ بذل مفید ہے اس لئے کہ اس میں خصومت کو دور کیا جاتا ہے۔ لہذا یہ ایسے ہو گیا جیسے آکلہ زخم کی وجہ سے ہاتھ کاٹنا یا درد کی وجہ سے دانت اکھاڑنا اس سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ جب قصاص فی النفس ممتنع ہو گیا اور مدعی علیہ پر قسم ایک واجب حق ہے تو اس حق کی وجہ سے مدعی علیہ کو مجبوس کر دیا جائے گا جس طرح قسامت میں ہوتا ہے۔

شرح

اور جب مدعی علیہ نے پہلے مدعی کے دعوے سے انکار کیا اس کے ذمہ حلف آیا تو حلف سے بھی انکار کیا اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ مدعی علیہ انکار دعوے میں جھوٹا ہے کیونکہ سچا تھا تو حلف کیوں نہیں اٹھایا بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ آدمی کبھی سچی قسم سے بھی گریز کرتا ہے اپنا اتنا نقصان ہو گیا یہ گوارا مگر قسم کھانا منظور نہیں اگرچہ سچی ہوگی لہذا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکل کو بذل قرار دیتے ہیں کہ مال دے کر جھگڑا کاٹنا یعنی تھا تو ہمارا مگر ہم نے چھوڑا اور دین کا دعویٰ ہو تو مدعی کو لینا جائز اس وجہ سے ہے کہ مدعی اُسے اپنا حق سمجھ کر لیتا ہے نہ یہ کہ حق مدعی علیہ جان کر لیتا ہے۔ یہ اُس صورت میں ہے کہ مدعی و مدعی علیہ دونوں اپنے اپنے خیال میں سچے ہوں نا جائز طور پر مال لینا نہ چاہتے ہوں ورنہ جو خود اپنا ناحق پر ہونا جانتا ہو اُس کے گنہگار ہونے میں کیا شک ہے۔

انکار جان کے سبب قصاص کے عدم ثبوت پر مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کسی جان کا انکار کر دیا اور اس کو قید کر دیا گیا کہ وہ اقرار کرے یا حلف اٹھائے تو اس سے قصاص نہ لیا جائے گا۔ اور امام احمد علیہ الرحمہ کا قول بھی یہی ہے۔

حضرت امام مالک، امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد علیہ الرحمہ کا مذہب یہ ہے کہ اس سے قصاص لیا جائے گا ہاں البتہ اس سے پہلے مدعی سے حلف لے لیا جائے گا۔ (شرح الوقایہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

انکار کی صورت میں مدعی علیہ سے قسم لینے کا بیان

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے اپنی مرض الوفات میں فرمایا: بخدا میں نے کبھی زنا نہیں کیا، نہ فیصلے میں کبھی نا انصافی کی، مجھے اپنے متعلق کچھ اندیشہ نہیں، البتہ ایک حرکت مجھ سے ایسی سرزد ہو گئی جس کے مواخذہ کا مجھے اندیشہ ہے۔

آپ سے پوچھا گیا کہ آپ سے کیا سرزد ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: خلیفہ ہارون الرشید نے مجھے کہا تھا کہ میں لوگوں کے ہر قسم کے مسائل کا بغور جائزہ لے کر اس کی موجودگی میں ان پر فرمان شاہی کی مہر لگایا کروں، میری عادت یہ تھی کہ میں ایک دن پہلے ان کے کاغذات لے کر ان کی چھان پھٹک کرتا، ایک مرتبہ ان کاغذات میں ایک نصرانی کا مقدمہ تھا جس میں اس نے زمین کے سلسلہ میں امیر المومنین ہارون الرشید کے ظلم کی شکایت کی تھی، اس کا کہنا تھا کہ امیر المومنین نے اس کی زمین غصب کی ہے، میں نے اس کو قریب بلا کر کہا: آج کل یہ زمین کس کے قبضہ میں ہے؟ اس نے کہا: امیر المومنین کے قبضہ میں ہے میں نے پوچھا: اس کی آمدنی کون اٹھاتا ہے؟ اس نے کہا: امیر المومنین ہر مرتبہ سوال کرنے سے میرا مقصد یہ ہوتا کہ وہ امیر المومنین کو چھوڑ کر کسی دوسرے فریق کا نام لے، مگر وہ ہر مرتبہ امیر المومنین کا ہی نام لیتا اور کہتا کہ میرا جھگڑا فقط امیر المومنین سے ہے۔

بہر حال میں نے اس سے روایتی پوچھ گچھ کے بعد اس کے کاغذات لوگوں کے عام کاغذات میں رکھ دیئے، پھر جب اگلے روز پچھری لگی تو میں نے ایک ایک کا نام لے کر لوگوں کو بلانا شروع کیا یہاں تک کہ اس نصرانی کا نمبر بھی آ گیا، میں نے اسے بلایا، اس کا مدعی امیر المومنین کو پڑھ کر سنایا۔ انہوں نے جواب دیا: یہ زمین ہمیں منصور سے وراثت میں ملی ہے۔ میں نے نصرانی سے کہا: سن لیا تو نے، کیا تیرے پاس کوئی گواہ ہیں؟

اس نے کہا: نہیں، مگر آپ امیر المومنین سے قسم لیں میں نے ہارون سے کہا: کیا آپ قسم اٹھانے کے لئے تیار ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں اور فوراً حلف اٹھایا، میں نے شرعی ضابطے کے مطابق فیصلہ ہارون کے حق میں کر دیا، اور نصرانی رنچو چکر ہو گیا۔ اس کے بعد امام ابو یوسف (رح) نے ایک لمبی آہ کھینچ کر فرمایا: بس مجھے اسی کا خطرہ ہے کہیں پکڑا نہ جاؤں لوگوں نے آپ سے کہا: اس میں خطرہ کی کون سی بات ہے؟ آپ کو جو کرنا چاہئے تھا آپ نے وہی کیا ہے، کوئی جرم نہیں کیا آپ نے فرمایا: نہیں مجھ سے غلطی یہ ہوئی کہ میں نے ہارون کو نصرانی کے ساتھ برابر کے درجے مجلس خصومت کٹہرے میں کھڑا نہیں کیا اور تقاضائے انصاف اس فرق کی

اجازت نہیں دیتے۔ (الکوثری: حسن التقاضی)

قاضی ایاس کا مدبرانہ فیصلہ

کہا جاتا ہے کہ ایک آدمی نے کسی کے پاس مال رکھوایا پھر جب اس سے واپسی کا مطالبہ کیا تو اس نے سرے سے مال ہی کا انکار کر دیا، آدمی اسے کھینچ کھانچ کر قاضی ایاس کی عدالت میں لے آیا۔ مدعی: میں نے جو مال اس کے پاس رکھوایا تھا میں اس سے وہ مانگتا ہوں اور اس کی اتنی مقدار تھی، یہ اس کا انکار کرتا ہے۔

قاضی ایاس نے کہا کہ کوئی گواہ ہے؟ مدعی: اللہ گواہ ہے۔ قاضی ایاس: تو نے مال اس کو کہاں دیا تھا؟ مدعی: فلاں جگہ قاضی ایاس: وہاں کی کوئی ایسی نشانی جو تمہیں یاد ہو؟ مدعی: وہاں ایک بڑا درخت تھا قاضی ایاس: وہاں جاؤ، درخت دیکھو، شاید تمہیں کوئی ایسی علامت یا نشانی مل جائے جس کے سبب تمہارا حق اس پر ثابت ہو جائے، یا ممکن ہے کہ تم نے مال وہیں کہیں دبایا ہو۔ وہ آدمی تیزی کے ساتھ وہاں سے نکل گیا۔ قاضی ایاس نے مدعی علیہ سے کہا کہ تم مدعی کے آنے تک یہاں بیٹھے رہو۔

مدعی علیہ ایک طرف بیٹھ گیا، قاضی ایاس دیگر لوگوں کے معاملات نمٹاتے رہے، تھوڑی دیر کے بعد مدعی علیہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: کیا خیال ہے تمہارا مدعی اس درخت تک پہنچ گیا ہوگا جس کا وہ اپنے دعوے میں ذکر کر رہا تھا؟

اس نے کہا: نہیں قاضی ایاس نے کہا: اے اللہ کے دشمن! اللہ کی قسم تو نے ہی خیانت کی ہے کیونکہ اس شخص کا درخت کو پہچاننا اور اس کے فاصلے کا اندازہ کرنا اس بات کی دلیل تھی کہ اس نے واقعہ اس درخت کے نیچے مدعی سے کوئی معاملہ کیا تھا۔ اس نے کہا: مجھے معاف کیجئے، اللہ تمہیں معاف کرے آپ نے اہلکار حفاظتی دستوں سے فرمایا: مدعی کے آنے تک اسے گرفتار کر لو۔ جب مدعی آ گیا تو آپ نے اس سے فرمایا: اس نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا ہے، اب اپنا حق اس سے وصول کر لو۔ (ابن حجہ، ثمرات)

مدعی علیہ کے گواہوں میں موجودگی کے سبب کفالت بہ نفس دینے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا قَالَ الْمُدْعَى لِي بَيِّنَةٌ حَاضِرَةٌ قِيلَ ، لِخَصْمِهِ أَعْطِهِ كَفِيلًا بِنَفْسِكَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ) كَى لَا يَغِيبَ نَفْسُهُ فَيَضِيعَ حَقُّهُ وَالْكَفَالَةُ بِالنَّفْسِ جَائِزَةٌ عِنْدَنَا وَقَدْ هَرَّوْنَا بَلْ ، وَأَخَذُ الْكَفِيلِ بِمُجَرَّدِ الدَّعْوَى اسْتِحْسَانٌ عِنْدَنَا لِأَنَّ فِيهِ نَظْرًا لِلْمُدْعَى وَكَسَفِيهِ كَثِيرٌ ضَرَرٍ بِالْمُدْعَى عَلَيْهِ وَهَذَا لِأَنَّ الْحُضُورَ مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهِ بِمُجَرَّدِ الدَّعْوَى حَتَّى يُعَدَّى عَلَيْهِ وَيُحَالُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَشْغَالِهِ فَصَحَّ التَّكْفِيلُ بِإِحْضَارِهِ وَالتَّقْدِيرُ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مَرُورِيٌّ عَنِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ ، وَهُوَ الصَّحِيحُ ، وَلَا فَرْقَ فِي الظَّاهِرِ بَيْنَ الخَامِلِ وَالْوَجِيهِ وَالْحَقِيرِ مِنَ المَالِ وَالْخَطِيرِ ، ثُمَّ لَا بُدَّ مِنْ قَوْلِهِ لِي بَيِّنَةٌ حَاضِرَةٌ لِلتَّكْفِيلِ

وَمَعْنَاهُ فِي الْمَصْرِ ، حَتَّى لَوْ قَالَ الْمُدَّعِي لَا بَيِّنَةٌ لِي أَوْ شُهُودِي غَيْبٌ لَا يُكْفَلُ لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ .

قَالَ (فَإِنْ فَعَلَ وَإِلَّا أَمْرًا بِمُلَازَمَتِهِ) كَيْ لَا يَذْهَبَ حَقُّهُ (إِلَّا أَنْ يَكُونَ غَرِيبًا فَيُلَازِمُ مِقْدَارَ مَجْلِسِ الْقَاضِي) وَكَذَا لَا يُكْفَلُ إِلَّا إِلَى آخِرِ الْمَجْلِسِ ، فَلَا اسْتِثْنَاءَ مُنْصَرَفٍ إِلَيْهِمَا لِأَنَّ فِي أَخْذِ الْكَفِيلِ وَالْمُلَازِمَةِ زِيَادَةً عَلَى ذَلِكَ إِضْرَارًا بِهِ بِمَنْعِهِ عَنِ السَّفَرِ وَلَا ضَرَرَ فِي هَذَا الْمِقْدَارِ ظَاهِرًا ، وَكَيْفِيَّةُ الْمُلَازِمَةِ نَذَرُهَا فِي كِتَابِ الْحَجْرِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

ترجمہ

فرمایا کہ جب مدعی علیہ نے کہا کہ میرے گواہ شہر میں موجود ہیں تو اس کے خصم سے کہا جائے گا کہ تم تین دن کے لئے اسکو کفیل بہ نفس دے دو تا کہ وہ چھپ نہ جائے اور مدعی کا حق ضائع ہو جائے۔ اور ہمارے نزدیک کفالہ بالنفس جائز ہے۔ اور یہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور صرف دعوے پر کفیل لینا ہمارے نزدیک استحسان ہے اس لئے کہ اس میں مدعی کے لئے شفقت ہے۔ اور اس میں مدعی علیہ کا زیادہ نقصان نہیں ہے اور یہ اس کے سبب ہے کہ صرف دعوے سے مدعی علیہ اور اس کے کاموں کے درمیان حیولت کر دی جاتی ہے۔ لہذا مدعی علیہ کو حاضر کرنے کے لئے کفیل لینا جائز ہے اور تین دنوں کی مقدار حضرت امام اعظم سے روایت ہے اور یہی صحیح ہے اور ظاہر الروایۃ میں نکلے اور وجیہہ شخص کے درمیان نیز کم اور زیادہ صاحب مال کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ پھر کفیل لینے کے لئے مدعی کالی بیئۃ حاضرہ کہنا ضروری ہے۔ اور اس کا معنی ہے کہ شہر میں گواہی موجود ہے یہاں تک کہ اگر مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہی موجود نہیں ہے۔ یا میرے گواہ غائب ہیں تو فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے کفیل نہ لیا جائے گا۔ فرمایا کہ پھر جب مدعی علیہ نے کفیل دے دیا تو ٹھیک ہے ورنہ مدعی کو اس کے ساتھ لگے رہنے کا حکم دیا جائے گا۔ تاکہ اس کا حق ضائع نہ ہو لیکن جب مدعی علیہ پر دیسی آدمی ہو تو مدعی قاضی کی مجلس کی مقدار تک اس کے ساتھ لگا رہے گا۔ نیز اس مدعی علیہ سے قاضی کی مجلس کے ختم ہونے تک ہی کفیل لیا جائے گا۔ لہذا استثناء دونوں طرف ہی راجع ہو گا اس لئے کہ اس مقدار سے زیادہ دیر کے لئے کفیل لینے اور مدعی علیہ کے پیچھے لگے رہنے سے مدعی علیہ کو ایسا نقصان لاحق ہو گا جو اس کو سفر کرنے سے روک دے گا۔ اور اس مقدار میں بظاہر کوئی نقصان نہیں ہے اور ساتھ لگے رہنے کی کیفیت کو انشاء اللہ ہم کتاب الحجر میں بیان کریں گے۔

شرح

اور جب مدعی یہ کہتا ہے میرے گواہ شہر میں موجود ہیں کچھری میں حاضر نہیں ہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ مدعی علیہ پر حلف دے دیا جائے قاضی حلف نہیں دے گا بلکہ کہے گا تم اپنے گواہ پیش کرو۔

اور جب مدعی کہتا ہے میرے گواہ شہر سے غائب ہو گئے ہیں یا بیمار ہیں کہ کچھری تک نہیں آسکتے تو مدعی علیہ پر حلف دیا جائے گا مگر قاضی اپنا آدمی بھیج کر تحقیق کر لے کہ واقعی وہ نہیں ہیں یا بیمار ہیں بغیر اس کے حلف نہ دے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

ملک مطلق کا دعویٰ کیا یعنی مدعی نے اپنی ملک کا کوئی سبب نہیں بیان کیا اور اپنی ملک پر گواہ پیش کرتا ہے ذی الید یعنی مدعی علیہ بھی اپنی ملک کے گواہ پیش کرتا ہے کیونکہ یہ بھی اپنی ملک کا مدعی ہے اس صورت میں ذی الید (قابض) کے گواہ سے خارج (جسکے قبضہ میں وہ چیز نہیں ہے) اُس کے گواہ زیادہ ترجیح رکھتے ہیں یعنی خارج کے گواہ مقبول ہیں یہ اُس صورت میں ہے کہ دونوں نے ملک کی کوئی تاریخ نہیں بیان کی یا دونوں کی ایک تاریخ ہے یا خارج کی تاریخ پہلے کی ہے۔

حالف کے فعل و متعلق فعل کا بیان

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کسی شخص پر حلف دیا جائے اس کی دو صورتیں ہیں حلف خود اسی کے فعل کے متعلق ہے یا دوسرے کے فعل کے متعلق اگر اسی کے فعل پر قسم دی جائے تو بالکل یقینی طور پر ہو اُس سے یہ کہلوا یا جائے خدا کی قسم میں نے اس کام کو نہیں کیا ہے اور دوسرے کے فعل کے متعلق ہو تو علم پر قسم کھلائی جائے یعنی واللہ میرے علم میں یہ نہیں ہے کہ اُس نے ایسا کیا ہے۔ ہاں اگر دوسرے کا فعل ایسا ہو جس کا تعلق خود اسی سے ہے تو اب علم پر قسم نہیں ہوگی بلکہ قطعی طور پر انکار کرنا ہوگا۔ مثلاً زید نے دعویٰ کیا کہ جو غلام میرے نے خریدا ہے اُس نے چوری کی ہے اور اس کو گواہوں سے ثابت کیا اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ بائع کے یہاں بھی اُس نے چوری کی تھی لہذا اس عیب کی وجہ سے بائع پر واپس کیا جائے اور بائع منکر ہے زید بائع پر حلف دیتا ہے تو بائع کو یوں قسم کھانی ہوگی کہ واللہ اُس نے میرے یہاں نہیں چوری کی ہے اس صورت میں اگرچہ چوری کرنا غلام کا فعل ہے مگر چونکہ اس کا تعلق بائع سے ہے لہذا اس کی قسم کھانی ہوگی یوں نہیں کہ میرے علم میں اُس نے چوری نہیں کی اور اگر دوسرے کے فعل سے اس کو تعلق نہ ہو تو فعل کی قسم نہیں کھلائی جائے گی بلکہ یہ قسم کھائے گا کہ میرے علم میں یہ بات نہیں ہے مثلاً ایک چیز کے متعلق زید بھی کہتا ہے میں نے خریدی ہے اور عمرو بھی کہتا ہے میں نے خریدی ہے زید یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ چیز میں نے عمرو کے پہلے خریدی۔ جب اور گواہ موجود نہیں ہیں تو عمرو پر یہ قسم دی جائے گی خدا کی قسم میں نہیں جانتا ہوں کہ زید نے یہ چیز مجھ سے پہلے خریدی ہے۔ زید نے وارث پر ایک چیز کا دعویٰ کیا کہ یہ میری ہے وارث انکار کرتا ہے تو علم پر قسم کھائے گا اور اگر وارث نے دوسرے پر دعویٰ کیا تو وہ قطعی طور پر قسم کھائے گا۔ ایک شخص نے کوئی چیز خریدی یا کسی نے اُسے ہبہ کیا۔ اور دوسرا شخص اس چیز میں اپنی ملک کا دعویٰ کرتا ہے مگر اُس کے پاس کوئی گواہ نہیں اس مشتری یا موہوب لہ پر یمن ہے کہ منکر ہے اور یہ قطعی طور پر مدعی کی ملک سے انکار کریگا کیونکہ جب یہ خرید چکا ہے یا اس کو ہبہ کیا گیا تو یقیناً مالک ہو گیا۔ (بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

فصل فی کیفیت الیمین والاستحلاف

یہ فصل قسم کھانے اور قسم لینے کی کیفیت کے بیان میں ہے

فصل کیفیت یمین و حلف کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے نفس یمین کو ذکر کرنے کا بعد اس کا طریقہ بیان کرنا یہاں سے شروع کیا ہے۔ جبکہ کسی چیز کی کیفیت یہ ہے جس پر واقع ہو اس کی صفت ہو کرتی ہے۔ اور یہ اصول ہے کہ صفت موصوف سے مؤخر ہوتی ہے۔ لہذا اس فصل کو یمین کے باب سے مؤخر ذکر کیا ہے۔ اور یہ بھی اصول ہے کہ کسی چیز کے وجود کے بعد ہی اس کا طریقہ بیان کیا جاتا ہے کیونکہ بیان طریقہ و کیفیت یہ وجود و ثبوت کا محتاج ہوتا ہے۔ (نتائج الافکار بتصرف، کتاب دعویٰ)

قسم صرف اللہ کے نام کی اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَالْيَمِينَ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ دُونَ غَيْرِهِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ كَانَ مِنْكُمْ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللَّهِ أَوْ لِيَدْرُ) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ أَشْرَكَ) (وَقَدْ تَوَكَّدَ بِذِكْرِ أَوْصَافِهِ) وَهُوَ التَّغْلِيظُ ، وَذَلِكَ مِثْلُ قَوْلِهِ : قُلْ وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ، الَّذِي يَعْلَمُ مِنَ السِّرِّ مَا يَعْلَمُ مِنَ الْعَلَانِيَةِ ، مَا لِفُلَانٍ هَذَا عَلَيْكَ وَلَا قَبْلَكَ هَذَا الْمَالُ الَّذِي ادَّعَاهُ وَهُوَ كَذَا وَكَذَا وَلَا شَيْءَ مِنْهُ .

وَلَهُ أَنْ يَزِيدَ فِي التَّغْلِيظِ عَلَى هَذَا وَلَهُ أَنْ يَنْقُصَ مِنْهُ ، إِلَّا أَنَّهُ يَحْتَاطُ فِيهِ كَيْ لَا يَتَكَرَّرَ عَلَيْهِ الْيَمِينُ ، لِأَنَّ الْمُسْتَحَقَّ يَمِينٌ وَاحِدَةٌ ، وَالْقَاضِي بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ غَلَّظَ وَإِنْ شَاءَ لَمْ يُغَلِّظْ فَيَقُولُ : قُلْ بِاللَّهِ أَوْ وَاللَّهِ ، وَقِيلَ : لَا يُغَلِّظُ عَلَى الْمَعْرُوفِ بِالصَّلَاحِ وَيُغَلِّظُ عَلَى غَيْرِهِ ، وَقِيلَ : يُغَلِّظُ فِي الْخَطِيرِ مِنَ الْمَالِ دُونَ الْحَقِيرِ .

ترجمہ

فرمایا کہ قسم اللہ کی ہوتی ہے اس کے سوا کی نہیں ہوتی اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی نے قسم کھانی ہو تو وہ اللہ کی کھائے ورنہ چھوڑ دے۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا اور کبھی قسم کو اللہ تعالیٰ کے اوصاف کیساتھ منو کہ کیا جاتا ہے۔ اور وہ زیادہ سختی کے لئے ہوتا ہے جس طرح کہ کہنے والے کا یہ قول کہ تم یوں کہو کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور وہ حاضر اور غیب کو جاننے والا اور وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا۔ جو پوشیدہ اور باطن کو علانیہ کی طرح جانتا ہے۔ کہ فلاں کا تجھ پر حق ہے یا فلاں کا نے جس مال کا دعویٰ کیا ہے تیری طرف سے اتنا اتنا ہے یا کچھ نہیں ہے۔ اور قاضی کو اس پر بھی زیادہ کر کے تغلیظ کا اختیار ہے اور اس سے کم کرنے کا بھی اختیار ہے۔ اس لئے قاضی اس سلسلے میں احتیاط کرے کہ مدعی علیہ پر قسم مکرر نہ ہونے پائے۔ اس لئے کہ اس پر ایک ہی قسم واجب ہے اور قاضی کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو تغلیظ کرے اور اگر وہ چاہے تو تغلیظ نہ کرے۔ اور باللہ یا واللہ کہہ دے اور کہا گیا ہے کہ جو بندہ نیکی اور پرہیزگاری میں مشہور ہو اس پر تغلیظ نہ کرے اور اس کے سوا دوسروں پر تغلیظ کرے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ زیادہ مال میں تغلیظ کرے اور کم میں تغلیظ نہ کرے۔

شرح

قسم اللہ عزوجل کی کھائی جائے غیر خدا کی قسم نہ کھائی جائے نہ کھلائی جائے اگر قسم میں تغلیظ (سختی کرنا) چاہیں تو صفات کا اضافہ کریں مثلاً واللہ العظیم۔ قسم ہے خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو عالم الغیب والشہادہ رحمن رحیم ہے اس شخص کا میرے ذمہ نہ یہ مال ہے جس کا دعویٰ کرتا ہے نہ اس کا کوئی جز ہے۔

تغلیظ میں اس سے کمی بیشی بھی ہو سکتی ہے۔ الفاظ مذکورہ پر الفاظ بڑھادے یا کم کر دے قاضی کو اختیار ہے مگر یہ ضرور ہے کہ صفات کا ذکر بغیر حرف عطف ہو یہ نہ کہے واللہ والرحمن والرحیم کہ اس صورت میں عطف کے ساتھ جتنے اسما ذکر کیے جائیں گے اتنی قسمیں ہو جائیں گی اور یہ خلاف شرع ہے کیونکہ شرعاً اس پر ایک یمین کا مطالبہ ہے۔ بعض فقہا یہ کہتے ہیں کہ جو شخص صلاح و تقویٰ کے ساتھ معروف ہو اس پر تغلیظ نہ کی جائے دوسروں پر کی جائے بعض یہ بھی کہتے ہیں مال حقیر میں تغلیظ نہ کی جائے اور مال کثیر میں تغلیظ کی جائے۔

اللہ کے نام کے سوا کی قسم اٹھانے کی ممانعت

اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کے علاوہ کسی چیز کی قسم اٹھانا منع ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اپنے باپ دادا کی قسم نہ اٹھایا کرو۔ جو شخص قسم اٹھانا چاہے اسے اللہ ہی کی قسم اٹھانی چاہئے یا وہ خاموش رہے۔ (ترمذی، حدیث ۱۵۳۵)

اسی طرح آپ نے یہ بھی فرمایا ہے، جس شخص نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے شرک یا کفر کیا (ترمذی نے اسے حسن کہا ہے اور حاکم نے صحیح) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے کہ جو شخص یوں کہے والیات والعزى (مجھے لات وعزى کی قسم) اسے لا إله إلا الله کا اقرار کرنا چاہئے۔ (صحیح ترمذی، کتاب النذور والإیمان، باب ما جاء فى كراهية الحلف بخير ملة الإسلام۔ حدیث ۵۲۵)

قرآن مجید کی قسم اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے معانی کو سمیت

خود صادر فرمایا ہے۔ کلام کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے۔ لہذا قرآن مجید کی قسم اللہ تعالیٰ کی صفت کی قسم ہے اور یہ جائز ہے۔

غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع فرماتا ہے کہ تم اپنے باپوں کی قسم کھاؤ! جس شخص کو قسم کھانا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ (کے نام یا اس کی صفات) کی قسم کھائے یا چپ رہے۔ (بخاری و مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 591، مسلم)

باپ کی قسم کھانے سے منع کرنا مثال کے طور پر ہے، اصل مقصد تو یہ ہدایت دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی قسم نہ کھایا کرو۔ بطور خاص "باپ" کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی عادت ہے کہ وہ باپ کی قسم بہت کھاتے ہیں! نیز عبد اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کمال عظمت و جلالت کے سبب چونکہ قسم اسی ذات کے ساتھ مختص ہے، اس لئے کسی غیر اللہ کو اللہ کے مشابہ نہ قرار دیا جائے، چنانچہ حضرت ابن عباس کے بارے میں منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھاؤں اور پھر اس کو توڑ ڈالوں، اس کو اس سے بہتر سمجھتا ہوں کہ کسی غیر اللہ کی قسم کھاؤں اور اس کو پورا کروں۔ ہاں جہاں تک اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا سوال ہے تو اس کو سزاوار ہے کہ وہ اپنی عظمت و جلالت کے اظہار کے لئے اپنی مخلوقات میں سے جس کی چاہے قسم کھائے۔

طلاق و عتاق کا حلف نہ لینے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَسْتَحْلِفُ بِالطَّلَاقِ وَلَا بِالْعَتَاقِ) لِمَا رَوَيْنَا ، وَقِيلَ فِي زَمَانِنَا إِذَا أَلَحَّ الْخَصْمُ سَاغَ لِلْقَاضِي أَنْ يَحْلِفَ بِذَلِكَ لِقَلَّةِ الْمُبَالَاةِ بِالْيَمِينِ بِاللَّهِ وَكَثْرَةِ الْاِمْتِنَاعِ بِسَبَبِ الْحَلْفِ بِالطَّلَاقِ .

قَالَ (وَيَسْتَحْلِفُ الْيَهُودِيَّ بِاللَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَةَ عَلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ ، وَالنَّصْرَانِيَّ بِاللَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ الْإِنْجِيلَ عَلَى عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ) (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَا بِنِ صُورِيًّا الْأَعْوَرِ أَنْشُدُكَ بِاللَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَةَ عَلَى مُوسَى أَنَّ حُكْمَ الزَّنَافِي كِتَابِكُمْ هَذَا) وَلَآنَ الْيَهُودِيَّ يَعْتَقِدُ نُبُوَّةَ مُوسَى وَالنَّصْرَانِيَّ نُبُوَّةَ عِيسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَيَغْلِظُ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِذِكْرِ الْمُنَزَّلِ عَلَى نَبِيِّهِ (وَ) يَسْتَحْلِفُ (الْمَجُوسِيَّ بِاللَّهِ الَّذِي خَلَقَ النَّارَ) وَهَكَذَا ذَكَرَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الْأَصْلِ . يُرَوَى عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي النَّوَادِرِ أَنَّهُ لَا يَسْتَحْلِفُ أَحَدًا إِلَّا بِاللَّهِ خَالِصًا . وَذَكَرَ

الْخَصَافُ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا يَسْتَحْلِفُ غَيْرَ الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ إِلَّا بِاللَّهِ ، وَهُوَ اخْتِيَارُ
بَعْضِ مَشَايخِنَا لِأَنَّ فِي ذِكْرِ النَّارِ مَعَ اسْمِ اللَّهِ تَعَالَى تَعْظِيمًا وَمَا يَنْبَغِي أَنْ تُعْظَمَ ،
بِخِلَافِ الْكِتَابَيْنِ لِأَنَّ كُتُبَ اللَّهِ مُعْظَمَةٌ .

ترجمہ

فرمایا کہ طلاق اور عتاق میں قسم لی جائے گی۔ اس حدیث کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ ہمارے دور میں اگر مدعی علیہ زیادہ مبالغہ کر جائے تو قاضی کے لئے اس سے قسم دلانے کی گنجائش ہے اس لئے کہ لوگوں کو اب اللہ کی قسم کی پرواہ کم ہے اور لوگ طلاق کی قسم کھانے سے زیادہ گریز کرتے ہیں۔

فرمایا کہ یہودی سے اس طرح قسم لی جائے کہ اس اللہ کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تو ریت نازل فرمائی اور نصرانی سے اس طرح قسم لی جائے کہ اس اللہ کی قسم جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی اس لئے کہ آپ ﷺ نے ابن صوریہ عور سے فرمایا تھا کہ میں تجھے اس خدا کی قسم دیلاتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تو ریت نازل فرمائی کیا تمہاری کتاب میں زنا کا یہ حکم ہے۔ اور اس لئے کہ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر اور نصرانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر یقین رکھتے ہیں لہذا قاضی ان میں سے ہر ایک پر اس کتاب کا ذکر کر کے تغلیظ کرے گا جو اس کے نبی (علیہ السلام) پر اتاری گئی ہے۔

اور مجوسی سے اس طرح قسم لی جائے گی کہ اس اللہ کی قسم جس نے آگ کو پیدا کیا۔ اسی طرح امام محمد نے مبسوط میں ذکر کیا ہے۔ امام اعظم فرماتے ہیں کہ قاضی اللہ کے سوا کسی کی بھی قسم نہیں اٹھوائے گا۔ امام خصاف فرماتے ہیں کہ یہودی اور نصرانی کے سوا سب سے اللہ کی قسم لے گا اور اسی کو ہی ہمارے مشائخ نے اختیار کیا ہے۔ اس لئے کہ اللہ کے نام کے ساتھ آگ کا ذکر کرنا آگ کی تعظیم ہے جبکہ آگ کی تعظیم کرنا مناسب نہیں ہے۔ دونوں کتابوں کے خلاف اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام کتابیں تعظیم کے قابل ہیں۔

شرح

اور طلاق و عتاق کی بیمن نہ ہونی چاہیے یعنی مدعی علیہ سے مثلاً یہ نہ کہلوا یا جائے کہ اگر مدعی کا یہ حق میرے ذمہ ہو تو میری عورت کو طلاق یا میرا غلام آزاد بعض فقہا یہ کہتے ہیں کہ اگر مدعی علیہ بے باک ہے اللہ عزوجل کی قسم کھانے میں پرواہ نہیں کرتا اور طلاق و عتاق کی قسم میں گھبراتا اور ڈرتا ہے کہ بی بی یا غلام کہیں ہاتھ سے نہ چلے جائیں ایسے لوگوں کو طلاق و عتاق کا حلف دیا جائے مگر اس قول پر اگر بضرورت قاضی نے عمل کیا اور نکول پر مدعی کو مال دلواد یا یہ قضا نافذ نہیں ہوگی۔ (نتائج الافکار، کتاب دعویٰ)

یہودیوں سے قسم لینے کا طریقہ

یہودی کو یوں قسم دی جائے قسم ہے خدا کی جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تو ریت نازل فرمائی اور نصرانی کو یوں کہ قسم ہے خدا کی

جس نے عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی اور دیگر کفار سے یہ کہلوا یا جائے خدا کی قسم۔ ان لوگوں سے حلف لینے میں ایسی چیزیں ذکر نہ کرے جن کی یہ لوگ تعظیم کرتے ہیں۔

ان کفار سے حلف لینے میں ایسا ہرگز نہ کیا جائے کہ ان کے عبادت خانوں میں جا کر قسم دی جائے کہ مسلمان کو ایسی لعنت کی جگہ جانا منع ہے۔ معاذ اللہ ہنود کو ان کے معبودان باطل کی قسم دینا جیسا کہ بعض جاہلوں میں دیکھا جاتا ہے اس کا حکم سخت ہے توبہ کرنی چاہیے۔ اسی طرح ان سے کہنا کہ گنگا جل ہاتھ میں لیکر کہہ دو ان کے علاوہ اور بھی ناجائز و باطل صورتیں ہیں جن سے احتراز لازم ہے۔

بتوں کو پوجنے والوں سے قسم اٹھوانے کا بیان

(وَالْوَثَنِيُّ لَا يَحْلِفُ إِلَّا بِاللَّهِ) لِأَنَّ الْكُفْرَةَ بِأَسْرِهِمْ يَعْتَقِدُونَ اللَّهُ تَعَالَى ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولَنَّ اللَّهُ) قَالَ (وَلَا يَحْلِفُونَ فِي بُيُوتِ عِبَادَتِهِمْ) لِأَنَّ الْقَاضِيَ لَا يَحْضُرُهَا بَلْ هُوَ مَمْنُوعٌ عَنْ ذَلِكَ .

ترجمہ

اور بتوں کو پوجنے والوں سے اللہ کے سوا کسی کی قسم نہیں لی جائے گی اس لئے کہ تمام کافر اللہ کا یقین رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر آپ بتوں کو پوجنے والوں سے پوچھیں کہ زمین اور آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے پیدا کیا ہے۔ فرمایا کہ بتوں کو پوجنے والوں سے ان کے عبادت گاہوں میں قسم نہیں لی جائے گی اس لئے کہ قاضی وہاں نہیں جاسکتا اور اس کو وہاں جانے سے روک دیا گیا ہے۔

شرح

علامہ امجد علی اعظمی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ معاذ اللہ ہنود کو ان کے معبودان باطل کی قسم دینا جیسا کہ بعض جاہلوں میں دیکھا جاتا ہے اس کا حکم سخت ہے توبہ کرنی چاہیے۔ اسی طرح ان سے کہنا کہ گنگا جل ہاتھ میں لیکر کہہ دو ان کے علاوہ اور بھی ناجائز و باطل صورتیں ہیں جن سے احتراز لازم ہے۔ (بہار شریعت، کتاب دعویٰ، شبیر برادرز لاہور)

تغلیظ یمین کا زمان و مکان کے ساتھ عدم وجوب کا بیان

قَالَ (وَلَا بَجِبُ تَغْلِيظُ الْيَمِينِ عَلَى الْمُسْلِمِ بِزَمَانٍ وَلَا مَكَانٍ) لِأَنَّ الْمَقْصُودَ تَعْظِيمُ الْمُقْسَمِ بِهِ وَهُوَ حَاصِلٌ بِدُونِ ذَلِكَ ، وَفِي إِجَابِ ذَلِكَ حَرَجٌ عَلَى الْقَاضِي حَيْثُ يُكَلَّفُ حُضُورَهَا وَهُوَ مَدْفُوعٌ .

ترجمہ

فرمایا کہ مسلمان پر زمان اور مکان کے ساتھ قسم کی تغلیظ واجب نہیں ہے اس لئے کہ جس کی قسم کھائی جائے اس کی تعظیم مقصود ہوتی ہے اور وہ اس کے سوا بھی حاصل ہے اور اس کو واجب کرنے میں قاضی پر حرج ہے اس طرح کہ قاضی کو وہاں جانے کا مکلف بنایا جائے حالانکہ حرج کو دور کر دیا گیا ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حلف میں تغلیظ زمان یا مکان کے اعتبار سے نہ کی جائے۔ مثلاً عصر کے بعد یا جمعہ کے دن کو مخصوص کرنا یا اس سے کہنا کہ مسجد میں چل کر قسم کھاؤ، منبر پر قسم کھاؤ، فلاں بزرگ کے مزار کے سامنے چل کر قسم کھاؤ۔ (در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

اس زمانہ میں تغلیظ یا حلف کی ایک صورت بہت زیادہ مشہور ہے کہ قرآن مجید ہاتھ میں دے کر کچھ الفاظ کہلو اتے ہیں مثلاً اسی قرآن کی مار پڑے، ایمان پر خاتمہ نصیب نہ ہو، خدا کا دیدار نصیب نہ ہو، شفاعت نصیب نہ ہو، یہ سب باتیں خلاف شرع ہیں مصحف شریف ہاتھ میں اٹھانا حلف شرعی نہیں۔ غالباً حلف اٹھانے کا محاورہ لوگوں نے یہیں سے لیا ہے۔ مدعی علیہ اگر اس قسم سے انکار کر دے تو دعویٰ اس پر لازم نہیں کیا جائے گا بلکہ انکار ہی کرنا چاہیے۔ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ میں مسجد میں رکھ دیتا ہوں یا فلاں بزرگ کے مزار پر رکھ دیتا ہوں تمہارا ہو تو چل کر اٹھا لو اگر حقیقت میں مدعی کا نہیں ہے اور اٹھا لیا تو مدعی علیہ اس سے واپس لے سکتا ہے کہ استحقاق کا یہ شرعی طریقہ نہیں ہے۔

قسم زمانی و مکانی کی تغلیظ میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قسم کو زمانے کے ساتھ سخت نہ کیا جائے۔ زمانے کی مثال جس طرح عصر کے بعد کا وقت ہے اور مکانی تغلیظ سے مراد جس طرح منبر نبوی ﷺ ہے۔ حضرت امام احمد اور امام شافعی علیہما الرحمہ کا ایک قول بھی اسی طرح ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمانی و مکانی دونوں طرح کی تغلیظ مستحب ہے۔ اور اسی طرح حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس میں مال یا مال کا ارادہ نہ ہو۔ (شرح الوقایہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

غلام کو خریدنے کا حلف اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ادَّعى أَنَّهُ ابْتاعَ مِنْ هَذَا عَبْدَهُ بِالْفِ جَحَدَ اسْتَحْلَفَ بِاللَّهِ مَا بَيْنَكُمَا بَيْعٌ قَائِمٌ فِيهِ وَلَا يَسْتَحْلِفُ بِاللَّهِ مَا بَعْتُ) لِأَنَّهُ قَدْ يَباعُ الْعَيْنُ ثُمَّ يُقالُ فِيهِ (وَيَسْتَحْلِفُ فِي الْغَضَبِ بِاللَّهِ مَا يَسْتَحِقُّ عَلَيْكَ رَدُّهُ وَلَا يَحْلِفُ بِاللَّهِ مَا غَضَبْتُ) لِأَنَّهُ قَدْ يَغْضَبُ ثُمَّ يَفْسخُ بِالْهَبَةِ وَالْبَيْعِ (وَفِي النِّكاحِ بِاللَّهِ مَا بَيْنَكُمَا نِكَاحٌ قَائِمٌ فِي

الْحَالِ) لِأَنَّهُ قَدْ يَطْرَأُ عَلَيْهِ الْخُلْعُ (وَفِي دَعْوَى الطَّلَاقِ بِاللَّهِ مَا هِيَ بِأَثْنٍ مِنْكَ السَّاعَةَ
بِمَا ذَكَرْتَ وَلَا يَسْتَحْلِفُ بِاللَّهِ مَا طَلَّقَهَا) لِأَنَّ النِّكَاحَ قَدْ يُجَدِّدُ بَعْدَ الْإِبَانَةِ فَيَحْلِفُ
عَلَى الْحَاصِلِ فِي هَذِهِ الْوُجُوهِ ، لِأَنَّهُ لَوْ حَلَفَ عَلَى السَّبَبِ يَتَضَرَّرُ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ ،
وَهَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ . أَمَّا عَلَى قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ
يَحْلِفُ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ عَلَى السَّبَبِ إِلَّا إِذَا عَرَّضَ بِمَا ذَكَرْنَا فَحِينَئِذٍ يَحْلِفُ عَلَى
الْحَاصِلِ . وَقِيلَ : يَنْظُرُ إِلَى إِنْكَارِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ إِنْ أَنْكَرَ السَّبَبَ يَحْلِفُ عَلَيْهِ ، وَإِنْ
أَنْكَرَ الْحُكْمَ يَحْلِفُ عَلَى الْحَاصِلِ . فَالْحَاصِلُ هُوَ الْأَصْلُ عِنْدَهُمَا إِذَا كَانَ سَبَبًا يَرْتَفِعُ
إِلَّا إِذَا كَانَ فِيهِ تَرْكُ النَّظَرِ فِي جَانِبِ الْمُدَّعَى فَحِينَئِذٍ يَحْلِفُ عَلَى السَّبَبِ بِالْإِجْمَاعِ ،
وَذَلِكَ أَنْ تَدَّعَى مَبْتُوتَةً نَفَقَةَ الْعِدَّةِ وَالزَّوْجِ مِمَّنْ لَا يَرَاهَا ، أَوْ ادَّعَى شُفْعَةً بِالْجَوَارِ
وَالْمُشْتَرَى لَا يَرَاهَا ، لِأَنَّهُ لَوْ حَلَفَ عَلَى الْحَاصِلِ يَصْدُقُ فِي يَمِينِهِ فِي مُعْتَقَدِهِ فَيَفُوتُ
النَّظَرُ فِي حَقِّ الْمُدَّعَى ، وَإِنْ كَانَ سَبَبًا لَا يَرْتَفِعُ بِرَافِعٍ فَالْتَّحْلِفُ عَلَى السَّبَبِ
بِالْإِجْمَاعِ (كَالْعَبْدِ الْمُسْلِمِ إِذَا ادَّعَى الْعِتْقَ عَلَى مَوْلَاهُ ، بِخِلَافِ الْأَمَةِ وَالْعَبْدِ الْكَافِرِ
) لِأَنَّهُ يُكْرَرُ الرِّقَّ عَلَيْهَا بِالرَّدَّةِ وَاللِّحَاقِ وَعَلَيْهِ بِقَضِ الْعَهْدِ وَاللِّحَاقِ ، وَلَا يُكْرَرُ
عَلَى الْعَبْدِ الْمُسْلِمِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے فلاں آدمی سے اس کا غلام ایک ہزار میں خریدا ہے اور مدعی علیہ نے انکار کر دیا تو اس سے قسم لی جائے گی کہ خدا کی قسم ہمارے درمیان عقد نہیں ہوا اور یہ قسم نہیں لی جائے گی کہ خدا کی قسم میں نے فروخت نہیں کیا اس لئے کہ کبھی عین کو فروخت کر کے اس میں اقالہ کر دیا جاتا ہے۔ اور غصب میں قسم لی جائے گی کہ خدا کی قسم یہ تم پر مغبوب کی واپسی کا حق دار نہیں ہے اور اس طرح قسم نہیں لی جائے گی کہ خدا کی قسم میں نے غصب نہیں کیا اس لئے کہ کبھی انسان غصب کرنے کے بعد اس کو ہبہ یا بیع کے ساتھ فسخ کر دیتا ہے۔ اور نکاح میں اس طرح لی جائے گی کہ خدا کی قسم اس وقت وقت تم دونوں کے درمیان نکاح قائم نہیں ہے اس لئے کہ کبھی نکاح پر خلع طاری ہو جاتا ہے۔ اور طلاق کے دعویٰ میں اس طرح قسم لی جائے گی کہ خدا کی قسم یہ عورت تجھ پر اس وقت بائنه نہیں ہے اس وجہ سے جس کو اس نے بیان کیا اور اس طرح قسم نہیں لی جائے گی کہ خدا کی قسم اس نے اس عورت کو طلاق نہیں دی اس لئے کہ کبھی بائنه کرنے کے بعد نکاح کی تجدید کر لی جاتی ہے۔ لہذا ان تمام صورتوں میں مراد کے

حصول پر قسم لی جائے گی۔ اس لئے کہ اگر قاضی نے سبب پر قسم لی تو مدعی علیہ کو نقصان پہنچے گا یہ قول طرفین کا ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف کے نزدیک تمام صورتوں میں سبب پر قسم لی جائے گی مگر جب مدعی علیہ ان امور کے ساتھ تعریض کرے جن کو ہم نے بیان کر دیا ہے تو اس وقت مراد کے حصول پر قسم لی جائے گی۔ اور اسی طرح کا قول بھی ہے کہ مدعی علیہ کے انکار کرنے کو دیکھا جائے گا جب اس نے سبب کا انکار کیا تو اس سبب پر قسم لی جائے گی اور اگر اس نے حکم کا انکار کیا ہے تو حاصل پر قسم لی جائے گی طرفین کے نزدیک حاصل ہی حکم اصل ہے۔ ہاں البتہ شرط یہ ہے کہ حکم کسی دور کرنے والے سبب سے ختم ہو سکتا ہو۔ مگر اس میں اگر مدعی کی طرف رعایت کو چھوڑنا لازم آئے تو اب بہ اتفاق سبب پر قسم لی جائے گی۔

اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح کوئی ایک مطلقہ ثلاثہ عدت میں نفقہ کا دعویٰ کرے جبکہ شوہران لوگوں میں سے ہو جو اس کا نظریہ نہ رکھتا ہو یا پھر شفیع نے شفعہ کی ہمسائیگی کا دعویٰ کیا جبکہ مشتری اس کا نظریہ نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ جب اس نے حاصل حکم پر قسم اٹھائی ہے تو اب وہ اپنے نظریے کے مطابق اپنی قسم میں سچا ہے۔ مدعی کے حق رعایت ختم ہو جائے گی۔

اور جب سبب کوئی اس طرح کا ہے جو کسی دور کرنے والے سے دور نہ ہو سکے تو اب بہ اتفاق سبب پر قسم اٹھائی جائے گی۔ جس طرح کسی مسلمان غلام نے اپنے آقا پر آزادی کا دعویٰ کیا بہ خلاف باندی اور کافر غلام کے کیونکہ وہ مرتد ہو کر دارالہرب میں چلے جانے سے ان کی رقیت مکرر ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح عہد کو توڑتے ہوئے دارالہرب جانے کے سبب باندی کی رقیت بھی مکرر ہو چکی ہے اور ایسے ہی عہد کو توڑتے ہوئے غلام کی رقیت بھی مکرر ہو چکی جبکہ مسلمان غلام پر رقیت مکرر نہ ہوگی۔

شرح

جس چیز پر حلف دیا جائے وہ کیا ہے۔ بعض صورتوں میں سبب پر قسم کھلاتے ہیں بعض میں نہیں۔ اگر سبب ایسا ہو جو مرفوع ہو جاتا ہے تو حاصل پر قسم کھلائی جائے اور اگر مرفوع نہ ہو تو سبب پر قسم کھائے۔ اسکی چند صورتیں ہیں مدعی نے دین کا دعویٰ کیا ہے یا عین میں ملک کا دعویٰ ہے یا عین میں کسی حق کا دعویٰ ہے پھر ہر ایک میں مطلق کا دعویٰ ہے یا کسی سبب کا بیان ہے۔ اگر دین کا دعویٰ ہو اور سبب نہ ہو تو حاصل پر حلف دیں گے یعنی تمہارا میرے ذمہ میں کچھ نہیں ہے۔ عین حاضر میں ملک مطلق یا حق مطلق کا دعویٰ ہو تو حاصل پر حلف دیں گے مثلاً قسم کھائے گا کہ نہ یہ چیز فلاں کی ہے نہ اس کا کوئی جز ہے اور اگر دعوے کی بنا سبب پر ہو مثلاً کہتا ہے میرا اس پردین ہے اس سبب سے کہ میں نے قرض دیا ہے یا اس نے مجھ سے کوئی چیز خریدی ہے اس کے دام باقی ہیں یا یہ چیز میری ملک ہے اس لیے کہ میں نے خریدی ہے یا مجھے فلاں نے ہبہ کی ہے یا اس شخص نے غصب کر لی ہے یا اس کے پاس امانت یا عاریت ہے ان سبب صورتوں میں حاصل پر حلف دیں گے مثلاً بیع کا مدعی ہے اور وہ منکر ہے قسم یوں کھلائی جائے کہ میرے اور اس کے درمیان میں بیع قائم نہیں یوں قسم نہ کھلائی جائے کہ میں نے بیچی نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس نے بیچ کر اقالہ کر دیا ہو تو بیع نہ کرنے پر قسم دینا مدعی علیہ کے لیے مضر ہوگا۔ غصب میں یوں قسم لھائے اس چیز کے رد کرنے کا مجھ پر حق نہیں یہ نہیں کہ میں نے غصب نہیں کی کیونکہ کبھی چیز غصب کر لیتے ہیں پھر ہبہ یا بیع کے ذریعہ سے مالک ہو جاتے ہیں۔ طلاق کے دعوے میں یہ قسم کھلائی جائے وہ میرے نکاح سے

اس وقت باہر نہیں ہے۔ کیونکہ کبھی بائن طلاق دے کر پھر تجدید نکاح ہو جاتی ہے۔ لہذا ان سب صورتوں میں حاصل پر قسم دی جائے کیونکہ سب پر قسم دینے میں مدعی علیہ کا نقصان ہے۔ ہاں اگر حاصل پر قسم دینے میں مدعی کا ضرر ہو تو ایسی صورتوں میں سبب پر حلف دیا جائے مثلاً عورت کو تین طلاقیں دی ہیں وہ نفقہ عدت کا دعویٰ کرتی ہے اور شوہر شافی ہے۔

جس کا مذہب یہ ہے کہ ایسی عورت کا نفقہ واجب نہیں ہے اگر حاصل پر قسم دی جائے گی تو بے شک وہ قسم کھالے گا کہ مجھ پر نفقہ عدت واجب نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا آزاد یا دو مذہب یہی ہے یا جواری کی وجہ سے شفعہ کا دعویٰ کیا اور مشتری شافی المذہب ہے اس کا مذہب یہ ہے کہ جواری کی وجہ سے شفعہ کا حق نہیں ہے حاصل پر اگر حلف دیں گے تو وہ قسم کھالے گا کہ اس کو حق شفعہ نہیں ہے اور اس میں مدعی کا نقصان ہے لہذا اس کو یہ قسم دیں گے کہ خدا کی قسم جائداد مشفوعہ کو اس نے خریدا نہیں۔

مورث غلام پر دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ وَرِثَ عَبْدًا وَاَدَّعَاهُ آخِرُ يَسْتَحْلِفُ عَلَى عِلْمِهِ) لِأَنَّهُ لَا عِلْمَ لَهُ بِمَا صَنَعَ الْمُورِثُ فَلَا يَحْلِفُ عَلَى الْبَتَاتِ (وَإِنْ وَهَبَ لَهُ أَوْ اشْتَرَاهُ يَحْلِفُ عَلَى الْبَتَاتِ) لَوْ جُودَ الْمُطْلَقِ لِلْيَمِينِ إِذْ الشَّرَاءُ سَبَبٌ لِثُبُوتِ الْمِلْكِ وَضَعًا وَكَذَا الْهَبَةُ .
قَالَ (وَمَنْ ادَّعَى عَلَى آخِرَ مَالًا فَافْتَدَى يَمِينَهُ أَوْ صَالَحَهُ مِنْهَا عَلَى عَشْرَةِ فَهُوَ جَائِزٌ) وَهُوَ مَا ثَوَّرَ عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ . (وَكَيْسَ لَهُ أَنْ يَسْتَحْلِفَهُ عَلَى تِلْكَ الْيَمِينِ أَبَدًا) لِأَنَّهُ اسْقَطَ حَقَّهُ ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

ترجمہ

فرمایا اور جب کوئی شخص کسی غلام کا وارث ہوا جبکہ کسی دوسرے آدمی نے بھی اسی غلام پر دعویٰ کر دیا ہے تو پہلے شخص کے علم کے مطابق اس سے حلف لیا جائے گا کیونکہ مورث ہونے کا علم نہ ہونے کا سبب اسی میں ہے لہذا بتات پر قسم نہ ہوگی۔ اور اگر اس نے اس کو ہبہ کیا یا اس کو بیچ دیا ہے تو بتات پر حلف ہوگا۔ کیونکہ اب مطلق طور پر قسم پائی گئی ہے کیونکہ خریداری یہ ثبوت ملکیت کیلئے سبب بن چکا ہے۔ جس طرح ہبہ میں ہوتا ہے۔

فرمایا اور جب کسی شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا پس اس نے اس کی قسم کا فریہ دیا یا اس نے دس پر مصالحت کر لی تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اسی طرح ماثور ہے۔ لہذا اس یمین پر اس سے کبھی حلف نہ لیا جائے گا کیونکہ اس کا حق ساقط ہو چکا ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

شرح

اور جب مدعی علیہ پر حلف آیا اس نے مدعی کو کچھ دے دیا کہ یہ چیز حلف کے بدلے میں لے لو اور مجھ پر حلف نہ دو یا کسی چیز پر

دونوں نے صلح کر لی یہ صحیح ہے یعنی قسم کے معاوضہ میں جو چیز لی گئی یا کوئی چیز دے کر مصالحت ہوئی جائز ہے اس کے بعد اب مدعی اُس پر حلف نہیں رکھ سکتا اور اگر مدعی نے یہ کہہ دیا ہے کہ میں نے تجھ سے حلف ساقط کر دیا یا تو حلف سے بری ہے یا میں نے تجھے حلف ہبہ کر دیا یہ صحیح نہیں پھر اس کے بعد بھی حلف دے سکتا ہے۔ (کنز الدقائق، کتاب دعویٰ)

شہی واحد پر دو اشخاص کا دعویٰ کرنے کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص کے پاس ایک چیز ہے۔ دو شخصوں نے اُس پر دعویٰ کیا ہر ایک کہتا ہے چیز میری ہے اس نے غصب کر لی ہے یا میں نے اس کے پاس امانت رکھی ہے۔ اُس مدعی علیہ نے ایک کے لیے اقرار کر لیا کہ اسکی ہے اور دوسرے کے لیے انکار کر دیا۔ حکم ہوگا کہ چیز مقررہ کو دیدے اب دوسرا شخص مدعی علیہ سے حلف لینا چاہتا ہو نہیں لے سکتا کیونکہ اُس کے قبضہ میں چیز نہیں رہی وہ مدعی علیہ نہیں رہا اس کو اگر خصومت کرنی ہو مقررہ سے کرے کہ اب وہی قابض ہے اگر یہ شخص یہ کہے کہ اُس نے دوسرے کے لیے اس غرض سے اقرار کیا کہ اپنے سے بیمن کو دفع کرے لہذا قسم دی جائے قاضی اس کی بات قبول نہ کرے۔ اور اگر دونوں کے لیے اُس نے اقرار کیا دونوں کو تسلیم کر دی جائے گی اب ان میں سے اگر کوئی یہ چاہے کہ نصف باقی کے متعلق مدعی علیہ پر حلف دیا جائے یہ بات نامقبول ہے اور اگر دونوں کے مقابل میں اُس نے انکار کیا تو دونوں کے مقابل میں حلف دیا جائے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

بَابُ التَّحَالِفِ

﴿ یہ باب تحالف کے بیان میں ہے ﴾

باب تحالف کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے ایک شخص کی قسم اٹھانے کے بعد اس باب کو شروع کیا ہے جس میں قسم دو افراد سے متعلق ہے۔ اور کو مؤخر کرنے کا سبب وضعی ہے کیونکہ مفرد تثنیہ سے مؤخر ہوا کرتا ہے۔ لہذا اس رعایت کے سبب اس کو مؤخر ذکر کیا ہے۔

تحالف کا فقہی مفہوم

بعض ایسی صورتیں ہیں کہ مدعی و مدعی علیہ دونوں کو قسم کھانا پڑتا ہے۔ اس کو تحالف کہتے ہیں۔ اسی طرح کسی ایک شخص سے حلف لیا جاتا ہے اور تحالف یہ باب تفاعل سے ہے اس میں تقابل یعنی دونوں مدعی اور مدعی علیہ سے قسم لینے کا بیان ہے۔ لفظ حلف کی لغوی تحقیق حسب ذیل ہے۔

لَفْظُ حَلْفٍ كِى لَغَوِي تَحْقِيقٍ

اس مادہ (ح ل ف) کے لئے بھی اصلی اور بنیادی طور پر دو معنی وجود رکھتے ہیں، ایک قسم اور دوسرا عہد و پیمان، اور اس دوسرے معنی کی بازگشت بھی قسم ہی کی طرف ہے، البتہ کبھی لفظ "حَلْف" تیز دھار چیز کے معنی میں آتا ہے، (جیسے لفظ "قسم" جو قطع اور تقسیم کرنے کے معنی میں آتا ہے) کہا جاتا ہے، "سِنَانُ حَلِيفٍ" (یعنی تیز دھار تلوار) اور "لِسَانُ حَلِيفٍ" (یعنی کاٹنے والی زبان) اور لفظ "حَلْف" کو دو طرح سے پڑھا گیا ہے: (حَلْف و حَلِيف) لیکن دونوں قسم کا معنی دیتے ہیں، حَلْف کا اصل معنی "الْعَقْدُ بِالْعَزْمِ" (یعنی محکم اور مضبوط نیت و عقیدہ) ہے، اور "حَالِفٍ، حَالِفًا و حَالِفَةً" (بہت زیادہ قسم کھانے والا) کے معنی میں ہیں، اور "أَحْلَفَ، حَلَفَ و اسْتَخْلَفَ" تینوں فعل، قسم کی درخواست اور طلب کرنے کے معنی میں آتے ہیں۔

بعض محققین نے اس لفظ کو "حاء" کے فتح و کسرہ کے ساتھ بھی بیان کیا ہے (حَلْف و حَلِيف) لیکن دونوں قسم ہی کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، اور یہ "حَلْف" ایسی قسم ہے، جس کے ساتھ عہد و پیمان لیا جاتا ہے، لیکن عرف عام میں ہر قسم کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور یہ لفظ "دوام اور پائیداری" کا معنی بھی اپنے ہمراہ رکھتا ہے، کہا جاتا ہے، "حَلَفَ فُلَانٌ وَ حَلِيفُهُ" جب کوئی کسی دوسرے کے ساتھ قسم اور عہد و پیمان میں شریک ہو۔

لفظ "حَلْف" اپنے مختلف مشتقات کے ساتھ 13 بار قرآن کریم میں آیا ہے، اور صرف ایک بار اسم مبالغہ کی صورت میں آیا ہے: (وَلَا تُطِيعُ كُلَّ حَالِفٍ مَهِينٍ)، "تو اے پیغمبر ان منافقوں کی جو ہمیشہ قسم کھاتے رہتے ہیں، اطاعت نہ کرنا"، اور باقی

موارد میں بصورت فعل ذکر ہوا ہے۔

متبايعان میں اختلاف ہونے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا اختلفَ المُتبايعانِ في البیعِ فأدعى أحدهما ثَمَنًا وأدعى البائعُ أكثرَ منه أو اعترفَ البائعُ بقدرٍ من المبيعِ وأدعى المُشترى، أكثرَ منه فأقامَ أحدهما البينةَ قَضَى لهُ بها) لأنَّ في الجانِبِ الآخرِ مُجرَدَ الدَّعوى والبينةُ أقوى منها (وَإِنْ أَقامَ كُلُّ واحدٍ مِنْهُما بينةً كانتَ البينةُ المُثبتةُ للزيادةِ أُولَى) لأنَّ البيناتِ لِلإثباتِ وَلَا تعارضَ في الزيادةِ (وَلَوْ كانَ الإختلافُ في الثَمَنِ والمبيعِ جميعًا فبينةُ البائعِ أُولَى في الثَمَنِ وبينةُ المُشترى أُولَى في المبيعِ) نظرًا إلى زيادةِ الإثباتِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب دو بیع کرنے والوں کا بیع میں اختلاف ہو گیا پس ان میں سے ایک قیمت کا دعویٰ کرتا ہے جبکہ بائع اس سے زیادہ کا دعویٰ کرتا ہے یا پھر بائع بیع کی مقدار کے برابر ہوا اعتراف کرتا ہے جبکہ مشتری اس سے زیادہ کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ پس ان میں سے ایک نے گواہی پیش کر دی تو قاضی اسی کے مطابق فیصلہ کر دے گا۔ کیونکہ دوسری جانب صرف دعویٰ ہے جبکہ گواہی دعویٰ سے زیادہ قوت والی ہے۔ اور اگر ان میں سے ہر ایک نے گواہی پیش کر دی ہے۔ تو زیادتی کو ثابت کرنے والی گواہی افضل ہوگی کیونکہ گواہیاں اثبات کیلئے ہوتی ہیں لہذا زیادتی میں تعارض نہ ہوگا۔

اور جب اختلاف قیمت و بیع دونوں میں ہوا ہے تو قیمت میں بائع کی گواہی اولیٰ ہوگی اور بیع میں مشتری کی گواہی اولیٰ ہوگی۔ اور یہ حکم اثبات کی زیادتی کی رعایت کرتے ہوئے ہے۔

اختلاف بائع و مشتری کی چند صورتوں کا بیان

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب بائع و مشتری میں اختلاف ہوا اسکی چند صورتیں ہیں۔ 1 مقدار ثمن میں اختلاف ہے۔ ایک کہتا ہے پانچ روپیہ ثمن ہے دوسرا کہتا ہے دس روپے ہے 2 وصف ثمن میں اختلاف ہے۔ ایک کہتا ہے کہ اس قسم کا روپیہ ہے دوسرا کہتا ہے اس قسم کا ہے 3 جنس ثمن میں اختلاف ہے۔ ایک کہتا ہے روپے سے بیچ ہوئی دوسرا کہتا ہے اشرفی سے 4 مقدار بیع میں اختلاف ہے۔ ایک کہتا ہے من بھر گندم دوسرا کہتا ہے دو من گیہوں ان تمام صورتوں میں حکم یہ ہے کہ جو اپنے دعوے کو گواہوں سے ثابت کر دے گا اس کے موافق فیصلہ ہوگا اور اگر دونوں نے اپنے اپنے دعوے کو گواہوں سے ثابت کیا تو اس کے موافق فیصلہ ہوگا جو زیادتی کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور اگر فرض کیا جائے کہ بائع کہتا ہے دس روپے میں ایک من گیہوں بیچے اور مشتری کہتا

ہے کہ پانچ روپے میں دو من خریدے اور دونوں نے گواہ پیش کیے تو یہ فیصلہ ہوگا کہ دس روپے مشتری دے اور دو من گیہوں لے یعنی بائع نے ثمن زیادہ بتایا اس میں اس کا بینہ معتبر اور مشتری نے بیع زیادہ بتائی اس میں اس کے گواہ معتبر۔ اور اگر صورت یہ ہے کہ دونوں گواہ پیش کرنے سے عاجز ہیں تو مشتری سے کہا جائے گا کہ بائع نے جو ثمن بتایا ہے اس پر راضی ہو جاوے بیع کو فسخ کر دیا جائے گا اور بائع سے کہا جائے گا کہ مشتری جو کچھ کہتا ہے اسے مان لو ورنہ بیع کو فسخ کر دیا جائے گا۔ اگر ان میں ایک دوسرے کی بات مان لینے پر راضی ہو جائے تو نزاع ختم اور اگر دونوں میں کوئی بھی اس کے لیے تیار نہیں تو دونوں پر حلف دیا جائے گا۔

(در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

تحالف کا طریقہ

تحالف کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً بائع یہ قسم کھائے واللہ میں نے اسے ایک ہزار میں بیچا ہے اور مشتری قسم کھائے کہ واللہ میں نے اسے دو ہزار میں نہیں خریدا ہے اور بعض علمائے فہم نے اثبات دونوں کو بطور تاکید جمع کرتے ہیں مثلاً بائع کہے واللہ میں نے اسے ایک ہزار میں نہیں بیچا ہے بلکہ دو ہزار میں بیچا ہے اور مشتری کہے واللہ میں نے اسے دو ہزار میں نہیں خریدا ہے بلکہ ایک ہزار میں خریدا ہے۔ مگر پہلی صورت ٹھیک ہے۔ کیونکہ یہ بین اثبات کے لیے نہیں بلکہ نفی کے لیے ہے۔

گواہی نہ ہونے کے سبب فریقین سے رضا طلب کرنے کا بیان

(وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةٌ قِيلَ لِلْمُشْتَرِي إِمَّا أَنْ تَرْضَى بِالثَّمَنِ الَّذِي ادَّعَاهُ الْبَائِعُ وَإِلَّا فَسَخْنَا الْبَيْعَ ، وَقِيلَ لِلْبَائِعِ إِمَّا أَنْ تَسَلَّمَ مَا ادَّعَاهُ الْمُشْتَرِي مِنَ الْمَبِيعِ وَإِلَّا فَسَخْنَا الْبَيْعَ) لِأَنَّ الْمَقْصُودَ قَطْعَ الْمُنَازَعَةِ ، وَهَذِهِ جِهَةٌ فِيهِ لِأَنَّهُ رَبَّمَا لَا يَرْضِيَانِ بِالْفَسْخِ فَإِذَا عَلِمَا بِهِ يَتَرَضِيَانِ بِهِ .

ترجمہ

اور جب ان دونوں میں سے کسی ایک پاس بھی گواہی موجود نہ ہو تو مشتری سے کہا جائے گا کہ کیا آپ قیمت پر راضی ہیں جس کا بائع نے دعویٰ کیا ہے ورنہ بیع کو ختم کر دیا جائے گا اور بائع سے بھی کہا جائے گا کہ آپ مشتری کو بیع سپرد کرنے پر راضی ہیں؟ ورنہ بیع کو ختم کر دیا جائے گا۔ کیونکہ مقصد ان دونوں سے جھگڑے کو ختم کرنا ہے اور اس کا طریقہ یہی ہو سکتا ہے کیونکہ عام طور پر دونوں بیع کے ختم ہونے پر راضی نہ ہوں گے۔ کیونکہ جب دونوں کو بیع کے ختم ہونے کا علم ہو تو وہ راضی ہو جائیں گے۔

شرح

اور اگر فرض کیا جائے کہ بائع کہتا ہے دس روپے میں ایک من گیہوں بیچے اور مشتری کہتا ہے کہ پانچ روپے میں دو من خریدے اور دونوں نے گواہ پیش کیے تو یہ فیصلہ ہوگا کہ دس روپے مشتری دے اور دو من گیہوں لے یعنی بائع نے ثمن زیادہ بتایا اس میں اس کا

بینہ معتبر اور مشتری نے بیع زیادہ بتائی اس میں اُس کے گواہ معتبر۔ اور اگر صورت یہ ہے کہ دونوں گواہ پیش کرنے سے عاجز ہیں تو مشتری سے کہا جائے گا کہ بائع نے جو ثمن بتایا ہے اُس پر راضی ہو جاوے بیع کو فسخ کر دیا جائے گا اور بائع سے کہا جائے گا کہ مشتری جو کچھ کہتا ہے اُسے مان لو ورنہ بیع کو فسخ کر دیا جائے گا۔ اگر ان میں ایک دوسرے کی بات مان لینے پر راضی ہو جائے تو نزاع ختم اور اگر دونوں میں کوئی بھی اس کے لیے طیار نہیں تو دونوں پر حلف دیا جائے گا۔ (در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

اور اگر بیع پر مشتری کا قبضہ نہیں ہوا ہے تو مخالف موافق قیاس ہے کہ بائع زیادت ثمن کا دعویٰ کرتا ہے اور مشتری منکر ہے۔ اور منکر پر حلف ہے اور مشتری یہ کہتا ہے کہ اتنا ثمن لے کر تسلیم بیع کرنا تم پر واجب ہے اور بائع اس کا منکر ہے یعنی دونوں منکر ہیں لہذا دونوں پر حلف ہے اور بیع پر جب مشتری نے قبضہ کر لیا تو اب مشتری کا کوئی دعویٰ نہیں صرف بائع مدعی ہے اور مشتری منکر اس صورت میں مخالف خلاف قیاس ہے مگر حدیث سے مخالف اس صورت میں بھی ثابت ہے لہذا ہم حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ اور قیاس کو چھوڑتے ہیں۔

عدم رضا پر فریقین سے حلف لینے کا بیان

(فَإِنْ لَمْ يَتَرَاضِيَا اسْتَحْلَفَ الْحَاكِمُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى دَعْوَى الْآخِرِ) وَهَذَا التَّخَالُفُ قَبْلَ الْقَبْضِ عَلَى وِفَاقِ الْقِيَاسِ ، لِأَنَّ الْبَائِعَ يَدَّعِي زِيَادَةَ الثَّمَنِ وَالْمُشْتَرِيَ يُنْكِرُهُ ، وَالْمُشْتَرِيَ يَدَّعِي وَجُوبَ تَسْلِيمِ الْمَبِيعِ بِمَا نَقَدَ وَالْبَائِعَ يُنْكِرُهُ ، فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنْكَ فَيُحْلَفُ ، فَأَمَّا بَعْدَ الْقَبْضِ فَمُخَالَفٌ لِلْقِيَاسِ لِأَنَّ الْمُشْتَرِيَ لَا يَدَّعِي شَيْئًا لِأَنَّ الْمَبِيعَ سَلِمَ لَهُ فَبَقِيَ دَعْوَى الْبَائِعِ فِي زِيَادَةِ الثَّمَنِ وَالْمُشْتَرِيَ يُنْكِرُهَا فَيُكْتَفَى بِحَلْفِهِ ، لِحَاثِ عَرَفْنَاهُ بِالنَّصِّ وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِذَا اِخْتَلَفَ الْمُتَبَايِعَانِ وَالسَّلْعَةُ قَائِمَةٌ بَعَيْنَهَا تَخَالَفًا وَتَرَادًا) .

ترجمہ

پس جب عاقدین راضی نہ ہوں تو حاکم ان میں ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لے گا اور باہمی قسم کا یہ حکم قبضہ سے پہلے قیاس کے مطابق ہوگا اس لئے کہ بائع ثمن کی زیادتی کا دعویٰ کر رہا ہے اور مشتری اس کا انکار کر رہا ہے۔ اور مشتری نے جو ثمن ادا کیا ہے اس کے بدلے بیع کو تسلیم کرنے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ اور بائع اس کا انکار کرنے والا ہے تو ان میں سے ہر ایک انکار کرنے والا ہو گیا۔ اس لئے ہر ایک سے قسم لی جائے گی جبکہ قبضہ کے بعد باہمی قسم لینا تو قیاس کے خلاف ہے اس لئے کہ مشتری تو کوئی دعویٰ نہیں کر رہا کیونکہ اس کے لئے بیع سلامت ہے۔ لہذا ثمن کی زیادتی میں بائع کا دعویٰ باقی رہا اور مشتری اس کا منکر ہے۔ اس لئے کہ مشتری کی قسم پر اکتفاء کر لیا جائے گا۔ لیکن ہم نے اس کو نص سے پہچانا ہے۔ اور وہ نص آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ جب دونوں بیع کرنے والے اختلاف کریں اور بیع بعینہ قائم ہو تو وہ دونوں باہم قسم کھائیں اور بیع پھیر لیں۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر روپے اشرفی سے بیع ہوئی تو پہلے مشتری کو حلف دیں گے اس کے بعد بائع کو اور بیع مقایضہ ہے یعنی دونوں طرف متاع ہے تو قاضی کو اختیار ہے جس سے چاہے پہلے قسم لے اور جس سے چاہے پیچھے۔ اگر قسم سے انکار کر دیا تو جو قسم سے انکار کریگا دوسرے کا دعویٰ اُس کے ذمہ لازم کر دیا جائے گا اور دونوں نے قسم کھالی تو بیع فسخ کر دی جائیگی کہ قطع نزاع کی کوئی صورت اسکے سوا نہیں۔ محض تحالف سے بیع فسخ نہیں ہوگی جب تک دونوں متفق ہو کر فسخ نہ کریں یا ان میں سے کسی کے کہنے سے قاضی فسخ نہ کر دے۔ (درمختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

قاضی مشتری سے قسم شروع کرنے کا بیان

(وَيَبْتَدِءُ بِيَمِينِ الْمُشْتَرِي) وَهَذَا قَوْلُ مُحَمَّدٍ وَأَبِي يُوسُفَ آخِرًا ، وَهُوَ رَوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّ الْمُشْتَرِي أَشَدُّهُمَا إِنْكَارًا لِأَنَّهُ يُطَالِبُ أَوْلًا بِالثَّمَنِ وَلِأَنَّهُ يَتَعَجَّلُ فَايْدَةَ النُّكُولِ وَهُوَ الْإِزَامُ الثَّمَنِ ، وَلَوْ بُدِءَ بِيَمِينِ الْبَائِعِ تَتَأَخَّرُ الْمُطَالِبَةُ بِتَسْلِيمِ الْمَبِيعِ إِلَى زَمَانِ اسْتِيفَاءِ الثَّمَنِ .

وَكَانَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ يَقُولُ أَوْلًا : يَبْتَدِءُ بِيَمِينِ الْبَائِعِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِذَا اُخْتَلَفَ الْمُتَبَايِعَانِ فَالْقَوْلُ مَا قَالَهُ الْبَائِعُ) خَصَّهُ بِالذِّكْرِ ، وَأَقْلُّ فَايْدَتِهِ التَّقْدِيمُ .

ترجمہ

فرمایا کہ قاضی مشتری کی قسم سے شروع کرنے کا یہ حضرت امام محمد کے نزدیک ہے اور حضرت امام ابو یوسف کا بھی آخری قول یہی ہے۔ اور امام اعظم سے بھی ایک روایت ہے اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ دونوں میں مشتری کا انکار زیادہ سخت ہے کیونکہ اس سے پہلے ثمن کا مطالبہ کیا جاتا ہے یا اس لئے کہ انکار کا فائدہ یعنی ثمن کو لازم کرنا جلدی ہوتا ہے اور جب قاضی نے بائع کی قسم سے شروع کیا تو سپردگی بیع کا مطالبہ اس کے ثمن وصول کرنے کے زمانے تک موخر ہو جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف پہلے اس بات کے قائل تھے کہ قاضی بائع کی قسم سے شروع کرے گا کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب بائع اور مشتری اختلاف کریں تو اسی بات کا اعتبار کیا جائے گا جو بائع کہے گا آپ ﷺ نے خاص طور پر بائع کا تذکرہ کیا ہے۔ اور خاص کرنے کا کم سے کم فائدہ تقدیم ہے۔

شرح

مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ قسم کا ابتداء مشتری سے کی جائے گی کیونکہ مشتری کا انکار کرنا یہ زیادہ مشکل میں ڈالنے والا ہے۔ اور اسی کے انکار کے سبب نزاع پیدا ہوا ہے اور اس کی قسم سے خصومت ختم ہو جائے گی۔

قسم کی ابتداء بائع یا مشتری سے ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قاضی مشتری کی قسم سے شروع کرے گا یہ حضرت امام محمد کے نزدیک ہے اور حضرت امام ابو یوسف کا بھی آخری قول یہی ہے۔ ایک دلیل کے مطابق امام شافعی کا قول بھی یہی ہے۔ اور امام اعظم سے بھی ایک روایت ہے اور یہی صحیح ہے۔ حضرت امام ابو یوسف پہلے اس بات کے قائل تھے کہ قاضی بائع کی قسم سے شروع کرنے گا۔ حضرت امام مالک، امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ کا صحیح مذہب اسی طرح ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

عین کی بیع عین سے ہونے کا بیان

(وَإِنْ كَانَ بَيْعٌ عَيْنٍ بِعَيْنٍ أَوْ ثَمَنٍ بِثَمَنٍ بَدَأَ الْقَاضِي بِيَمِينِ أَيُّهُمَا شَاءَ) لَا اسْتِوَانَهُمَا
وَصِفَةُ الْيَمِينِ أَنْ يَحْلِفَ الْبَائِعُ بِاللَّهِ مَا بَاعَهُ بِالْفِ وَيَحْلِفَ الْمُشْتَرِي بِاللَّهِ مَا اشْتَرَاهُ
بِالْفَيْنِ) وَقَالَ فِي الزِّيَادَاتِ : يَحْلِفُ بِاللَّهِ مَا بَاعَهُ بِالْفِ وَلَقَدْ بَاعَهُ بِالْفَيْنِ ، يَحْلِفُ
الْمُشْتَرِي بِاللَّهِ مَا اشْتَرَاهُ بِالْفَيْنِ وَلَقَدْ اشْتَرَاهُ بِالْفِ يَضْمَنُ الْإِثْبَاتُ إِلَى النَّفْيِ تَأْكِدًا ،
وَالْأَصَحُّ الْإِقْتِصَارُ عَلَى النَّفْيِ لِأَنَّ الْإِيمَانَ عَلَى ذَلِكَ وَضِعَتْ ، دَلَّ عَلَيْهِ حَدِيثُ
الْقَسَامَةِ (بِاللَّهِ . قَتَلْتُمْ وَلَا عَلِمْتُمْ لَهُ قَاتِلًا) .

ترجمہ

اور جب مال کے عین کے بدلے ہو یا ثمن کے بدلے ثمن کی بیع ہو تو قاضی جس کی قسم سے چاہے ابتداء کرے کیونکہ دونوں برابر ہیں اور قسم کا طریقہ یہ ہے کہ بائع یوں کہے کہ خدا کی قسم میں نے یہ مال ایک ہزار کے بدلے مشتری کو نہیں بیچا اور مشتری یہ قسم کھائے گا کہ خدا کی قسم میں نے یہ مال دو ہزار میں نہیں خریدا ہے۔

امام محمد زیادات میں فرماتے ہیں کہ بائع یوں قسم کھائے گا کہ خدا کی قسم میں نے یہ مال ایک ہزار میں نہیں بیچا بلکہ دو ہزار میں بیچا ہے اور مشتری قسم کھائے کہ خدا کی قسم میں نے یہ مال دو ہزار میں نہیں بلکہ ایک ہزار میں خریدا ہے۔ اثبات کو نفی کے ساتھ بطور تاکید لائے لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ نفی پر اکتفاء کرے اس لئے کہ قسمیں نفی پر وضع کی گئی ہیں۔ (قاعدہ فقہیہ) جس طرح کہ حدیث قسامہ اس پر واضح دلالت کرتی ہے کہ خدا کی قسم نہ تم نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ تم اس کے قاتل کو جانتے ہو۔

شرح

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ دعوائے عین کا یہ حکم جو بیان کیا گیا اس وقت ہے کہ دونوں نے گواہوں سے ثابت کیا ہو اور اگر گواہ نہ ہوں تو ذوالید کو حلف دیا جائے گا اگر دونوں کے مقابل میں اس نے حلف کر لیا تو وہ چیز اس کے ہاتھ میں

چھوڑ دی جائیگی یوں نہیں کہ اُس کی ملک قرار دی جائے یعنی اگر اُن دونوں میں سے آئندہ کوئی گواہوں سے ثابت کر دے گا تو اُسے دلا دی جائے گی اور اگر ذوالید نے دونوں کے مقابل میں نکول کیا تو نصف نصف تقسیم کر دی جائے گی اب اس کے بعد الران میں سے کوئی گواہ پیش کرنا چاہے گا نہیں سنا جائے گا۔ (بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

تحالف کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً بائع یہ قسم کھائے واللہ میں نے اسے ایک ہزار میں بیچا ہے اور مشتری قسم کھائے کہ واللہ میں نے اسے دو ہزار میں نہیں خریدا ہے اور بعض علمائے اہل اثبات دونوں کو بطور تاکید جمع کرتے ہیں مثلاً بائع کہے واللہ میں نے اسے ایک ہزار میں نہیں بیچا ہے بلکہ دو ہزار میں بیچا ہے اور مشتری کہے واللہ میں نے اسے دو ہزار میں نہیں خریدا ہے بلکہ ایک ہزار میں خریدا ہے۔ مگر پہلی صورت ٹھیک ہے۔ کیونکہ یمن اثبات کے لیے نہیں بلکہ نفی کے لیے ہے۔

دونوں کے حلف اٹھانے پر بیع کو ختم کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ حَلَفَا فَسَخَّ الْقَاضِي الْبَيْعَ بَيْنَهُمَا) وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَا يَنْفَسِخُ بِنَفْسِ التَّحَالِفِ لِأَنَّهُ لَمْ يَثْبُتْ مَا ادَّعَاهُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فَيَبْقَى بَيْعٌ مَجْهُولٌ فَيَفْسَخُهُ الْقَاضِي قَطْعًا لِلْمُنَازَعَةِ .

أَوْ يُقَالُ إِذَا لَمْ يَثْبُتِ الْبَدَلُ يَبْقَى بَيْعًا بِلَا بَدَلٍ وَهُوَ فَاسِدٌ وَلَا بُدَّ مِنَ الْفَسْخِ فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ .

قَالَ : (وَإِنْ نَكَلَ أَحَدُهُمَا عَنِ الْيَمِينِ لَزِمَهُ دَعْوَى الْآخَرِ) لِأَنَّهُ جُعِلَ بَادِلًا فَلَمْ يَبْقَ دَعْوَاهُ مُعَارِضًا لِدَعْوَى الْآخَرِ فَلَزِمَ الْقَوْلُ بِثُبُوتِهِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب دونوں نے قسم کھالی تو قاضی ان کے درمیان بیع کو ختم کر دے گا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نفس تحالف سے بیع ختم نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک نے جو دعویٰ کیا ہے وہ ثابت نہیں ہوا لہذا بیع مجہول ہوگئی اور قاضی جھگڑا کو ختم کرنے کے لئے بیع کو ختم کر دے گا یا یہ کہا جائے گا کہ جب بدل ثابت نہ ہو تو بیع بدل کے بغیر باقی رہی حالانکہ وہ فاسد ہے اور بیع فاسد کو ختم کرنا ضروری ہے۔ اور جب عاقدین میں سے ایک نے قسم سے انکار کر دیا تو دوسرے کا دعویٰ اس پر ثابت ہو جائے گا اس لئے کہ انکار کرنے والے کو باذل قرار دے دیا گیا ہے اس لئے اس کا دعویٰ دوسرے کے دعویٰ کے معارض نہیں رہا اور اس کے قول کا ثابت ہونا لازم ہو جائے گا۔

شرح

مصنف علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ پر تفریع بیان کی ہے کہ محض تحالف سے بیع ختم نہیں کرتی اور اس کی دلیل یہ ہے جب دونوں

نے حلف اٹھالیا ہے تو اب بیع ختم ہو جائے گی۔

وقت، ثمن یا خیار شرط میں عاقدین کے اختلاف کا بیان

قَالَ (وَإِنْ اُخْتَلَفَا فِي الْأَجَلِ أَوْ فِي شَرْطِ الْخِيَارِ أَوْ فِي اسْتِيفَاءِ بَعْضِ الثَّمَنِ فَلَا تَحَالَفَ بَيْنَهُمَا) لِأَنَّ هَذَا اِخْتِلَافٌ فِي غَيْرِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ وَالْمَعْقُودِ بِهِ ، فَأَشْبَهَ اِلْاِخْتِلَافَ فِي الْحَطِّ وَالْإِبْرَاءِ ، وَهَذَا لِأَنَّ بَانْعِدَامِهِ لَا يَخْتَلِ مَا بِهِ قِوَامُ الْعُقْدِ ، بِإِخْتِلَافِ اِلْاِخْتِلَافِ فِي وَصْفِ الثَّمَنِ وَجِنْسِهِ حَيْثُ يَكُونُ بِمَنْزِلَةِ اِلْاِخْتِلَافِ فِي الْقَدْرِ فِي جَرِيَانِ التَّحَالَفِ لِأَنَّ ذَلِكَ يَرْجِعُ إِلَى نَفْسِ الثَّمَنِ فَإِنَّ الثَّمَنَ دَيْنٌ وَهُوَ يُعْرَفُ بِالْوَصْفِ ، وَلَا كَذَلِكَ الْأَجَلُ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِوَصْفٍ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ الثَّمَنَ مَوْجُودٌ بَعْدَ مُضِيِّهِ (وَالْقَوْلُ قَوْلٌ مَنْ يُنْكِرُ الْخِيَارَ وَالْأَجَلَ مَعَ يَمِينِهِ) لِأَنَّهُمَا يَثْبِتَانِ بَعَارِضِ الشَّرْطِ وَالْقَوْلِ لِمُنْكَرِ الْعَوَارِضِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب وقت میں یا خیار شرط میں یا کچھ ثمن وصول کرنے میں عاقدین کا اختلاف ہو تو ان کے درمیان تحالف نہیں ہے اس لئے کہ یہ اختلاف معقود علیہ اور معقود بہ کے علاوہ میں ہے لہذا یہ قیمت کم کرنے اور معاف کرنے میں اختلاف کی طرح ہو گیا اور یہ اس سبب سے ہے کہ ذکر کردہ چیزوں کے معدوم ہونے سے اس چیز میں کوئی فرق نہیں پڑتا جو عقد کو قائم کرنے والی ہے۔ وصف ثمن یا جنس ثمن میں اختلاف کے خلاف۔ پس وہ اختلاف تحالف کے جاری ہونے کے اعتبار سے مقدار میں ہونے والے اختلاف کے درجے میں یہاں اس لئے کہ نف ثمن کی جانب راجع ہوتا ہے اس لئے کہ ثمن دین ہے اور وہ وصف سے جانا جاتا ہے۔ اور میعاد کا یہ حال نہیں ہے اس لئے کہ وہ وصف نہیں ہے۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ میعاد کے گزر جانے کے بعد بھی ثمن باقی رہتا ہے۔ فرمایا کہ جو آدمی خیار اور میعاد کا انکار کرنے والا ہو اس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا کیونکہ خیار اور میعاد شرط عارض کی وجہ سے ثابت ہوتے ہیں اور منکر عوارض کے قول کا ہی اعتبار کیا جائے گا۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ تحالف اُس وقت ہے کہ بدل میں اختلاف مقصود ہو اور اگر ثمن میں اختلاف ضمنی طور پر ہو تو تحالف نہیں مثلاً ایک شخص نے روپیہ سیر کے حساب سے گھی بیچا اور برتن سمیت تول دیا کہ گھی خالی کرنے کے بعد پھر برتن تول لیا جائے گا جو برتن کا وزن ہوگا منہا کر دیا جائے گا۔ اس وقت گھی برتن سمیت دس سیر ہوا مشتری نے تن خالی کر کے لاتا ہے بائع کہتا

ہے یہ برتن میزا نہیں یہ تو دوسرے وزن کا ہے۔ اور میرا برتن سیر بھر کا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بائع نو سیر گھی کے دام مانگتا ہے اور مشتری آٹھ سیر کے دام اپنے اوپر واجب بتاتا ہے۔ یہاں ثمن میں اختلاف ہوا مگر برتن کے ضمن میں ہے لہذا یہاں تحالف نہیں۔

(در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

ثمن یا بیع کے سوا کسی دوسری چیز میں اختلاف ہو تو تحالف نہیں مثلاً مشتری کہتا ہے کہ ثمن کے لیے میعاد تھی اور بائع کہتا ہے نہ تھی بائع منکر ہے اسی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے یا ثمن کی میعاد ہے مگر بائع کہتا ہے یہ شرط تھی کہ کوئی چیز مشتری رہن رکھے گا مشتری انکار کرتا ہے یا ایک خیاب شرط کا مدعی ہے دوسرا منکر ہے یا ثمن کے لیے ضامن کی شرط تھی یا نہ تھی یا ثمن یا بیع کے قبضہ میں اختلاف ہے یا ثمن کے معاف کرنے یا اس کا کوئی جزم کرنے میں اختلاف ہو یا مسلم فیہ کی جائے تسلیم میں اختلاف ہے ان سب صورتوں میں منکر پر حلف ہے اور حلف کے ساتھ اسی کا قول معتبر۔ اور نفس عقد بیع میں اختلاف ہے ایک کہتا ہے بیع ہوئی ہے دوسرا کہتا ہے نہیں ہوئی اس میں تحالف نہیں بلکہ جو منکر بیع ہے اسی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

جنس ثمن کا اختلاف اگر چہ بیع کے ہلاک ہونے کے بعد ہو ایک کہتا ہے ثمن روپیہ ہے دوسرا اشرفی بتاتا ہے اس میں تحالف ہے اور دونوں قسم کھا جائیں تو مشتری پر بیع کی واجبہ قیمت لازم ہوگی۔ (در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب بائع کہتا ہے یہ چیز میں نے تمہارے ہاتھ سو روپے میں بیع کی ہے جس کی میعاد دس ماہ ہے یوں کہ ہر ماہ میں دس روپے دو اور مشتری یہ کہتا ہے میں نے یہ چیز تم سے پچاس روپے میں خریدی ہے ڈھائی روپے ماہوار مجھے ادا کرنے ہیں یوں کل میعاد بیس ماہ ہے دونوں نے گواہ پیش کر دیے اس صورت میں دونوں شہادتیں مقبول ہیں چھ ماہ تک بائع مشتری سے دس روپے ماہوار وصول کرے گا۔ اور ساتویں مہینے میں ساڑھے سات روپے اسکے بعد ہر ماہ میں ڈھائی روپے یہاں تک کہ سو روپے کی پوری رقم ادا ہو جائے۔ (بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

انکار کے سبب حلف ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حلف اسی سے لیا جائے گا جو انکار کرے گا۔ کیونکہ مذکورہ عبارت میں بیان کردہ اشیاء سے معارضہ کرنے والا وہی ہے۔ حضرت امام احمد علیہ الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ جبکہ امام زفر، امام شافعی اور امام مالک علیہم الرحمہ نے کہا ہے کہ دونوں سے حلف لیا جائے گا۔ (شرح الوقایہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

ہلاکت بیع کے بعد عاقدین میں اختلاف کے سبب عدم حلف کا بیان

قَالَ: (فَإِنْ هَلَكَ الْمَبِيعُ ثُمَّ اخْتَلَفَا لَمْ يَتَحَالَفَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِي. وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَتَحَالَفَانِ وَيُفْسَخُ الْبَيْعُ عَلَى قِيَمَةِ الْهَالِكِ) وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَعَلَى هَذَا إِذَا خَرَجَ الْمَبِيعُ عَنِ مَلِكِهِ

أَوْ صَارَ بِحَالٍ لَا يَقْدِرُ عَلَى رَدِّهِ بِالْعَيْبِ .
لَهُمَا أَنْ كُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَدَّعِي غَيْرَ الْعَقْدِ الَّذِي يَدَّعِيهِ صَاحِبُهُ وَالْآخَرُ يُنْكِرُهُ وَأَنَّهُ
يُفِيدُ دَفْعَ زِيَادَةِ الثَّمَنِ فَيَتَحَالَفَانِ ؛ كَمَا إِذَا اِخْتَلَفَا فِي جِنْسِ الثَّمَنِ بَعْدَ هَلَاكِ السَّلْعَةِ ،
وَلَأَبَى حَنِيفَةَ وَأَبَى يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ أَنَّ التَّحَالَفَ بَعْدَ الْقَبْضِ عَلَى خِلَافِ الْقِيَاسِ
لِأَنَّهُ سَلَّمَ لِلْمُشْتَرِي مَا يَدَّعِيهِ وَقَدْ وَرَدَ الشَّرْعُ بِهِ فِي حَالِ قِيَامِ السَّلْعَةِ ، وَالتَّحَالَفُ
فِيهِ يُفْضَى إِلَى الْفَسْخِ ، وَلَا كَذَلِكَ بَعْدَ هَلَاكِهَا لِارْتِفَاعِ الْعَقْدِ فَلَمْ يَكُنْ فِي مَعْنَاهُ
وَلِأَنَّهُ لَا يُبَالَى بِالِاخْتِلَافِ فِي السَّبَبِ بَعْدَ حُصُولِ الْمَقْصُودِ ، وَإِنَّمَا يُرَاعَى مِنَ الْفَائِدَةِ
مَا يُوجِبُهُ الْعَقْدُ ، وَفَائِدَةُ دَفْعِ زِيَادَةِ الثَّمَنِ لَيْسَتْ مِنْ مُوجِبَاتِهِ وَهَذَا إِذَا كَانَ الثَّمَنُ دَيْنًا
، فَإِنْ كَانَ عَيْنًا يَتَحَالَفَانِ لِأَنَّ الْمَبِيعَ فِي أَحَدِ الْجَانِبَيْنِ قَائِمٌ فَتَوْفَرُ فَائِدَةُ الْفَسْخِ ثُمَّ يَرُدُّ
مِثْلَ الْهَالِكِ إِنْ كَانَ لَهُ مِثْلٌ أَوْ قِيَمَتُهُ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مِثْلٌ .

ترجمہ

حضرات شیخین فرماتے ہیں کہ بیع کے ہلاک ہونے کے بعد عاقدین نے اختلاف کیا تو دونوں قسم نہ کھائیں گے اور مشتری کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ جبکہ امام محمد کے نزدیک دونوں قسم کھائیں گے اور ہلاک شدہ کی قیمت پر بیع فسخ کر دی جائے گی۔ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ اور بیع کا مشتری کی ملکیت سے نکل جانا اس حال میں ہو جانا کہ عیب کی وجہ سے مشتری اس کو واپس کرنے پر قادر نہ ہو یہ بھی اسی اختلاف پر ہے۔

حضرت امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ ان میں سے ہر اس عقد کے سوا کا دعویٰ کر رہا ہے جس عقد کا اس کا ساتھی ردعی ہے اور دوسرا اس کا انکار کرنے والا ہے اور زیادتی ثمن کو دور کرنے کا فائدہ دے رہی ہے اس لئے دونوں قسم کھائیں گے جس طرح سامان کے ہلاک ہونے کے بعد دونوں نے اس کی جنس میں اختلاف کیا۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ قبضہ کے بعد باہمی قسم لینا خلاف قیاس ہے اس لئے کہ بائع نے مشتری کو وہ مال ذمے دیا ہے جس کا وہ دعویٰ کر رہا ہے اور سامان موجود ہونے کی صورت میں اس پر شریعت وارد ہوئی ہے اور اس سے باہمی قسم لینا یہ فسخ کی طرف لے جانے والا ہے اور سلعہ کی ہلاکت کے بعد ایسا نہیں ہوتا اس لئے کہ عقد مرتفع ہو چکا ہے اس لئے ہلاکت کی حالت موجود ہونے کی حالت کے معنی میں نہیں ہے اور اس لئے کہ جب مقصود حاصل ہو جائے تو اس کے بعد سبب کے اختلاف کی پرواہ نہیں کی جاتی اور وہی فائدہ ملحوظ ہوتا ہے جس کو عقد واجب کرتا ہے اور ثمن کی زیادتی کو دور کرنے کا فائدہ موجبات عقد میں سے اس سے اور یہ حکم اس وقت

ہے جب ثمن دین ہو مگر جب ثمن عین ہو تو دونوں قسم کھائیں گے کیونکہ دونوں اجانب میں سے کسی ایک جانب میں بیع موجود ہے لہذا فسخ کا فائدہ ظاہر ہوگا پھر ہلاک شدہ کی طرف پھیر دیا جائے گا اگر اس کا مثل ہو تو اور اگر اس کا مثل نہ ہو تو اس کی قیمت کی طرف پھیر دیا جائے گا۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور تحالف اُس وقت ہوگا جب بیع موجود ہو اگر ہلاک ہوگئی ہے تو تحالف نہیں بلکہ اگر بائع کے پاس ہلاک ہوئی تو بیع ہی فسخ ہو چکی تحالف سے کیا فائدہ اور اگر مشتری کے یہاں ہلاک ہوئی تو بیع میں کوئی اختلاف نہیں ثمن کا جھگڑا ہے گواہ نہیں ہیں تو قسم کے ساتھ مشتری کا قول معتبر ہے اسی طرح اگر بیع ملک مشتری سے خارج ہو چکی یا اُس میں ایسا عیب پیدا ہوا کہ اب واپس نہ ہو سکے اس صورت میں بھی صرف مشتری پر حلف ہے یا بیع میں کوئی ایسی زیادتی ہوگئی کہ رد کے لیے مانع ہو زیادت متصل ہو یا منفصلہ تو تحالف نہیں ہاں اگر بیع کو بائع کے پاس غیر مشتری نے ہلاک کیا ہو تو اُس کی قیمت بیع کے قائم مقام ہے اور اس صورت میں تحالف ہے۔ (درمختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

بیع مقایضہ میں دونوں چیزیں بیع ہیں دونوں میں سے ایک بھی باقی ہو تحالف ہوگا اور دونوں جاتی رہیں تحالف نہیں۔ بیع کا ایک حصہ ہلاک ہو چکا یا ملک مشتری سے خارج ہو گیا مثلاً دو چیزیں ایک عقد میں خریدی تھیں ان میں سے ایک ہلاک ہوگئی اس صورت میں تحالف نہیں ہے۔ ہاں اگر بائع اس پر طیار ہو جائے کہ جو بیع کا ہلاک ہو گیا اُس کے مقابل میں ثمن کا جو حصہ مشتری بتاتا ہے اُسے ترک کر دے تو تحالف ہے۔

اگر بیع پر مشتری کا قبضہ نہیں ہوا ہے تو تحالف موافق قیاس ہے کہ بائع زیادت ثمن کا دعویٰ کرتا ہے اور مشتری منکر ہے۔ اور منکر پر حلف ہے اور مشتری یہ کہتا ہے کہ اتنا ثمن لے کر تسلیم بیع کرنا تم پر واجب ہے اور بائع اس کا منکر ہے یعنی دونوں منکر ہیں لہذا دونوں پر حلف ہے اور بیع پر جب مشتری نے قبضہ کر لیا تو اب مشتری کا کوئی دعویٰ نہیں صرف بائع مدعی ہے اور مشتری منکر اس صورت میں تحالف خلاف قیاس ہے مگر حدیث سے تحالف اس صورت میں بھی ثابت ہے لہذا ہم حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ اور قیاس کو چھوڑتے ہیں۔

ہلاکت بیع کے بعد بائع و مشتری سے حلف لینے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کوئی چیز مشتری کے ہاتھ میں ہلاک ہوگئی اور اس کی ہلاکت کے بعد اس کی قیمت میں اختلاف ہو جائے تو شیخین کے نزدیک حلف نہ لیا جائے۔ جبکہ امام مالک اور امام احمد علیہما الرحمہ کے نزدیک ایک روایت کے موافق انہوں نے بھی یہی کہا ہے۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک دونوں سے حلف لیا جائے گا۔ اور ہلاک کی قیمت پر بیع فسخ ہو چکی ہے اور امام شافعی سے ایک روایت، امام مالک سے ایک روایت اور امام احمد سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔

(شرح الوقایہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

دونوں غلاموں میں کسی ایک کی ہلاکت کے بعد دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ هَلَكَ أَحَدُ الْعَبْدَيْنِ ثُمَّ اخْتَلَفَا فِي الثَّمَنِ لَمْ يَتَحَالَفَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ إِلَّا أَنْ يَرْضَى الْبَائِعُ أَنْ يَتْرُكَ حِصَّةَ الْهَالِكِ مِنَ الثَّمَنِ .

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : الْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِي مَعَ يَمِينِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ الْبَائِعُ أَنْ يَأْخُذَ الْعَبْدَ الْحَيَّ وَلَا شَيْءَ لَهُ .

وَقَالَ أَبُو يُونُسَ : يَتَحَالَفَانِ فِي الْحَيِّ وَيُفْسَخُ الْعَقْدُ فِي الْحَيِّ ، وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِي فِي قِيَمَةِ الْهَالِكِ . وَقَالَ مُحَمَّدٌ : يَتَحَالَفَانِ عَلَيْهِمَا وَيَرُدُّ الْحَيَّ وَقِيَمَةَ الْهَالِكِ (لِأَنَّ هَلَكَ كُلَّ السَّلْعَةِ لَا يَمْنَعُ التَّحَالَفَ عِنْدَهُ فَهَلَكَ الْبَعْضُ أَوْلَى .

وَلِأَبِي يُونُسَ أَنَّ امْتِنَاعَ التَّحَالَفِ لِلْهَالِكِ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِهِ . وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ التَّحَالَفَ عَلَى خِلَافِ الْقِيَاسِ فِي حَالِ قِيَامِ السَّلْعَةِ وَهِيَ اسْمٌ لِجَمِيعِ أَجْزَائِهَا فَلَا تَبْقَى السَّلْعَةُ بِفَوَاتِ بَعْضِهَا ، وَلِأَنَّهُ لَا يُمَكِّنُ التَّحَالَفُ فِي الْقَائِمِ إِلَّا عَلَى اعْتِبَارِ حِصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْقِسْمَةِ وَهِيَ تُعْرَفُ بِالْحَذَرِ وَالظَّنِّ فَيُؤَدَّى إِلَى التَّحَالَفِ مَعَ الْجَهْلِ وَذَلِكَ لَا يَجُوزُ إِلَّا أَنْ يَرْضَى الْبَائِعُ أَنْ يَتْرُكَ حِصَّةَ الْهَالِكِ أَصْلًا لِأَنَّهُ حِينَئِذٍ يَكُونُ الثَّمَنُ كُلُّهُ بِمُقَابَلَةِ الْقَائِمِ وَيُخْرَجُ الْهَالِكُ عَنِ الْعَقْدِ فَيَتَحَالَفَانِ .

هَذَا تَخْرِيجُ بَعْضِ الْمَشَائِخِ وَيُصْرَفُ الْإِسْتِثْنَاءُ عَنْهُمْ إِلَى التَّحَالَفِ كَمَا ذَكَرْنَا وَقَالُوا : إِنَّ الْمُرَادَ مِنْ قَوْلِهِ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ يَأْخُذُ الْحَيَّ وَلَا شَيْءَ لَهُ ، هُنَاكَ : لَا يَأْخُذُ مِنْ ثَمَنِ الْهَالِكِ شَيْئًا أَصْلًا .

ترجمہ

فرمایا کہ جب دو غلاموں میں سے ایک غلام ہلاک ہو گیا اس کے بعد عاقدین نے اختلاف کیا تو حضرت امام اعظم کے نزدیک دونوں قسم کھائیں گے مگر یہ کہ بائع ہلاک شدہ غلام کا حصہ ترک کرنے پر راضی ہو جائے۔ اور جامع صغیر میں ہے کہ امام اعظم کے نزدیک قسم کے ساتھ مشتری کے قول کا اعتبار کیا جائے گا مگر یہ کہ بائع یہ چاہے کہ وہ زندہ غلام کو لے لے اور تلف ہونے والے غلام کی قیمت سے اس کے لئے کچھ نہ ہو۔

جبکہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ زندہ غلام میں عاقدین سے قسم لی جائے گی پھر اس میں عقد کو ختم کر دیا جائے گا اور تلف شدہ غلام کی قیمت میں مشتری کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔

جبکہ امام محمد فرماتے ہیں کہ زندہ اور تلف شدہ دونوں غلاموں میں عاقدین سے قسم لی جائے گی اور زندہ غلام کو اور تلف شدہ غلام کی قیمت کو واپس کر دیا جائے گا اس لئے کہ ان کے نزدیک پورے سامان کا ہلاک ہونا تحالف سے مانع نہیں ہے اس لئے بعض کا ہلاک ہونا بدرجہ اولی مانع نہیں ہوگا۔

امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ تحالف کا مانع ہونا بیع کے ہلاک ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے یہ امتناع ہلاکت کی مقدار مقدر ہوگا۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ بیع کے سامان کے ہلاک ہونے کی حالت میں تحالف خلاف قیاس ہے اور سلعة اپنے پورے اجزاء کا نام ہے اس لئے بعض حصے کے تلف ہونے سے سلعة باقی نہیں رہے گا اور اس لئے کہ موجودہ بیع میں اس کے ثمن کا حصہ اعتبار کئے بغیر تحالف ممکن نہیں اس لئے قیمت پر تقسیم کرنا ضروری ہے اور قیمت تخمینہ اور اندازے سے معلوم ہوتی ہے لہذا یہ ثمن کے معلوم نہ ہونے کے ساتھ یہ تحالف کی طرف لے جانے والا ہوگا اور یہ جائز نہیں ہے مگر یہ کہ بائع تلف شدہ حصے کو بالکل ترک کرنے پر راضی ہو جائے کیونکہ اس وقت پورا ثمن بیع موجود کے مقابلہ میں ہوگا اور تلف شدہ چیز عقد سے خارج ہو جائے گی اس لئے دونوں قسم کھائیں گے اور یہ بعض مشائخ کی تخریج ہے اور ان کے نزدیک استثناء کو تحالف کی طرف پھیرا جائے گا جس طرح ہم نے بیان کیا ہے اور وہ مشائخ فرماتے ہیں کہ جامع صغیر میں امام محمد کے قول کی مراد یہ ہے زندہ غلام کو لے لے اور اس کے لئے کچھ نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تلف شدہ کے ثمن میں سے کچھ نہ لیا جائے۔

شرح

اگر وہ چیز ہلاک ہوگئی ہے یا گواہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اُس شخص کو پہچانتے نہیں یا خود ذوالید نے ایسا اقرار کیا جس کی وجہ سے وہ مدعی علیہ بن سکتا ہے۔ مثلاً کہتا ہے میں نے فلاں شخص سے خریدی ہے یا اُس غائب نے مجھے بہہ کی ہے یا مدعی نے اس پر ملک مطلق کا دعویٰ ہی نہیں کیا ہے بلکہ اس کے کسی فعل کا دعویٰ ہے مثلاً اس شخص نے میری یہ چیز غصب کر لی ہے یا یہ چیز میری چوری گئی یہ نہیں کہتا کہ اس نے چرائی تاکہ پردہ پوشی رہے اگرچہ مقصود یہی ہے کہ اس نے چرائی ہے اور ان سب صورتوں میں ذوالید یہ جواب دیتا ہے کہ فلاں غائب نے میرے پاس امانت رکھی ہے وغیرہ وغیرہ تو دعوائے مدعی اس بیان سے دفع نہیں ہوگا اور اگر مدعی نے غصب میں یہ کہا کہ یہ چیز مجھ سے غصب کی گئی یہ نہیں کہتا کہ اس نے غصب کی تو دعویٰ دفع ہوگا کیونکہ اس صورت میں حد نہیں ہے کہ پردہ پوشی اور اُس پر سے حد دفع کرنے کے لیے عبارت میں یہ کنا یہ اختیار کیا جائے۔ (در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

ہلاک شدہ کا تاوان اقرار مشتری کی مقدار کے برابر ہوگا

وَقَالَ بَعْضُ الْمَشَايخِ: يَأْخُذُ مِنْ ثَمَنِ الْهَالِكِ بِقَدْرِ مَا أَقْرَبَهُ الْمُشْتَرِي، وَإِنَّمَا لَا يَأْخُذُ الزِّيَادَةَ: وَعَلَى قَوْلِ هَؤُلَاءِ يَنْصَرِفُ الْإِسْتِثْنَاءُ إِلَى يَمِينِ الْمُشْتَرِي لَا إِلَى التَّحَالِفِ، لِأَنَّهُ لَمَّا أَخَذَ الْبَائِعُ بِقَوْلِ الْمُشْتَرِي فَقَدْ صَدَّقَهُ فَلَا يَحْلِفُ الْمُشْتَرِي، ثُمَّ تَفْسِيرُ التَّحَالِفِ عَلَى قَوْلِ مُحَمَّدٍ مَا بَيَّنَّاهُ فِي الْقَائِمِ.

وَإِذَا حَلَفَا وَلَمْ يَتَّفِقَا عَلَى شَيْءٍ فَادَّعَى أَحَدُهُمَا الْفُسْخَ أَوْ كِلَاهُمَا يُفْسَخُ الْعَقْدُ بَيْنَهُمَا وَيَأْمُرُ الْقَاضِي الْمُشْتَرِي بِرَدِّ الْبَاقِي وَرَقِيمَةِ الْهَالِكِ.

وَاخْتَلَفُوا فِي تَفْسِيرِهِ عَلَى قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى، وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ يَحْلِفُ الْمُشْتَرِي بِاللَّهِ مَا اشْتَرَيْتُهُمَا بِمَا يَدَّعِيهِ الْبَائِعُ، فَإِنْ نَكَلَ لَزِمَهُ دَعْوَى الْبَائِعِ، وَإِنْ حَلَفَ يَحْلِفُ الْبَائِعُ بِاللَّهِ مَا بَعْتُهُمَا بِالثَّمَنِ الَّذِي يَدَّعِيهِ الْمُشْتَرِي، فَإِنْ نَكَلَ لَزِمَهُ دَعْوَى الْمُشْتَرِي، وَإِنْ حَلَفَ يَفْسَخَانِ الْعَقْدَ فِي الْقَائِمِ وَتَسْقُطُ حِصَّتُهُ مِنَ الثَّمَنِ وَيَلْزَمُ الْمُشْتَرِي حِصَّةَ الْهَالِكِ وَيُعْتَبَرُ قِيمَتُهُمَا فِي الْإِنْقِسَامِ يَوْمَ الْقَبْضِ (وَإِنْ اخْتَلَفَا فِي قِيمَةِ الْهَالِكِ يَوْمَ الْقَبْضِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْبَائِعِ، وَآيَهُمَا أَقَامَ الْبَيِّنَةَ تُقْبَلُ بَيِّنَتُهُ).

ترجمہ

اور بعض مشائخ فقہاء نے فرمایا کہ بائع ہلاک شدہ مال کا اتنا ہی ثمن لے گا جتنے کا مشتری نے اقرار کیا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں لے گا ان حضرات کے قول پر یمن کا استثناء مشتری کی طرف لوٹے گا۔ نہ کہ دونوں کے حلف کی طرف اس لئے کہ جب بائع نے مشتری کے کہنے پر لے لیا تو اس نے مشتری کے قول کی تصدیق کر دی اس لئے مشتری سے قسم نہیں لی جائے گی۔

حضرت امام محمد کے نزدیک دونوں سے حلف لینے کی وہی تفسیر ہے جس کو ہم نے موجودہ غلام کے متعلق بیان کیا اور جب عاقدین نے قسم کھالی اور ثمن کی کسی مقدار پر اتفاق نہ کیا پھر ان دونوں میں سے کسی ایک نے یا دونوں نے فسخ کا دعویٰ کیا تو ان کے درمیان عقد کو فسخ کر دیا جائے گا۔ اور قاضی مشتری کو جو غلام باقی ہے اور جو تلف ہوا ہے اس کی قیمت واپس کرنے کا حکم دے گا۔

حضرت امام ابو یوسف کے قول کے مطابق دونوں سے قسم لینے کی تفسیر میں مشائخ فقہاء کا اختلاف ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ مشتری سے اس طرح قسم لی جائے کہ خدا کی قسم میں نے دونوں غلاموں کو اتنے ثمن میں نہیں خریدا جس کا بائع دعویٰ کر رہا ہے۔ پس جب مشتری نے قسم کا انکار کر دیا تو اس پر لازم ہو جائے گا بائع کا دعویٰ اور اگر مشتری قسم کھالے تو بائع سے قسم لی جائے گی اس طرح

کہ وہ کہے کہ خدا کی قسم میں نے ان کو اس قیمت میں نہیں بیچا جس کا مشتری دعویٰ کر رہا ہے۔ لیکن جب بائع نے قسم سے انکار کر دیا تو اس پر مشتری کا دعویٰ لازم ہو جائے گا اور اگر بائع قسم کھالے تو موجودہ غلام میں عقد کو ختم کر دیا جائے گا اور اس کے ثمن کا حصہ مشتری سے ساقط ہو جائے گا اور ہلاک شدہ غلام کے ثمن کا حصہ اس پر لازم ہوگا اور حصہ میں قبضہ والے دن کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور جب عاقدین ہلاک ہونے والے غلام کی قبضہ والے دن کی قیمت میں اختلاف کریں تو بائع کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور ان میں سے جو گواہی پیش کرے گا اس کے گواہی کو قبول کیا جائے گا۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مشتری نے بیع کو واپس دے دیا یعنی بائع کے پاس رکھ دیا کہ بائع لینا چاہے تو لے سکتا ہے۔ بائع نے اُسے لینے سے انکار کر دیا مگر مشتری اُسکے پاس چھوڑ کر چلا گیا بری الذمہ ہو گیا وہ چیز اگر بائع ہو گئی تو مشتری تاوان نہیں دے گا اور اگر بائع کے انکار پر مشتری چیز کو واپس لے گیا تو بری الذمہ نہیں کہ اس صورت میں اُسکا لے جانا ہی جائز نہیں کہ بیع فسخ ہو چکی اور پھیر لے جانا غصب ہے۔ (رد مختار، کتاب بیوع)

بائع کی گواہی کے افضل ہونے کا بیان

وَإِنْ أَقَامَهَا فَبَيِّنَةُ الْبَائِعِ أَوْلَىٰ (وَهُوَ قِيَاسٌ مَا ذُكِرَ فِي بَيُوعِ الْأَصْلِ) اشْتَرَى عَبْدَيْنِ وَقَبَضَهُمَا ثُمَّ رَدَّ أَحَدَهُمَا بِالْعَيْبِ وَهَلَكَ الْآخَرُ عِنْدَهُ يَجِبُ عَلَيْهِ ثَمْنُ مَا هَلَكَ عِنْدَهُ وَيَسْقُطُ عَنْهُ ثَمْنُ مَا رَدَّهُ وَيَنْقَسِمُ الثَّمْنُ عَلَى قِيَمَتَيْهِمَا .

فِي إِنْ اِخْتَلَفَا فِي قِيَمَةِ الْهَالِكِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْبَائِعِ (لِأَنَّ الثَّمْنَ قَدْ وَجِبَ بِاتِّفَاقِهِمَا ثُمَّ الْمُشْتَرَى يَدَّعِي زِيَادَةَ السُّقُوطِ بِنُقْصَانِ قِيَمَةِ الْهَالِكِ وَالْبَائِعُ يُنْكِرُهُ وَالْقَوْلُ لِلْمُنْكَرِ) وَإِنْ أَقَامَا الْبَيِّنَةَ فَبَيِّنَةُ الْبَائِعِ أَوْلَىٰ (لِأَنَّهَا أَكْثَرُ إِثْبَاتًا ظَاهِرًا لِإِثْبَاتِهَا الزِّيَادَةَ فِي قِيَمَةِ الْهَالِكِ وَهَذَا لِفَقْهِهِ .

وَهُوَ أَنَّ فِي الْإِيمَانِ تُعْتَبَرُ الْحَقِيقَةُ لِأَنَّهَا تَتَوَجَّهُ عَلَى أَحَدِ الْعَاقِدَيْنِ وَهُمَا يَعْرِفَانِ حَقِيقَةَ الْحَالِ فَبَيِّنَةُ الْأَمْرِ عَلَيْهَا وَالْبَائِعُ مُنْكَرٌ حَقِيقَةً فَلِذَا كَانَ الْقَوْلُ قَوْلَهُ ، وَفِي الْبَيِّنَاتِ يُعْتَبَرُ الظَّاهِرُ لِأَنَّ الشَّاهِدِينَ لَا يَعْلَمَانِ حَقِيقَةَ الْحَالِ فَاعْتَبِرَ الظَّاهِرُ فِي حَقِّهِمَا وَالْبَائِعُ مُدَّعٍ ظَاهِرًا فَلِهَذَا تُقْبَلُ بَيِّنَتُهُ أَيْضًا وَتَتَرَجَّحُ بِالزِّيَادَةِ الظَّاهِرَةِ عَلَى مَا مَرَّ ، وَهَذَا يُبَيِّنُ لَكَ مَعْنَى مَا ذَكَرْنَاهُ مِنْ قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ .

ترجمہ

اور جب دونوں نے گواہی کو پیش کر دیا تو بائع کی گواہی افضل ہوگی اور یہ مبسوط میں بیان کردہ مسئلہ میں قیاس کے مطابق ہے کہ اس آدمی نے دو غلام خریدے اور دونوں پر قبضہ کر لیا پھر کسی عیب کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک کو واپس کیا اور دوسرا مشتری کے پاس ہلاک ہو گیا تو مشتری پر ہلاک ہونے والے غلام کے ثمن کا حصہ واجب ہوگا اور واپس کئے ہوئے غلام کے ثمن کا حصہ اس سے ساقط ہو جائے گا اور ثمن ان دونوں کی قیمت کی طرف منقسم ہوگا۔ پس جب تلف ہونے والے غلام کی قیمت میں دونوں نے اختلاف کیا تو بائع کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اس لئے کہ ثمن عاقدین کی رائے سے واجب ہوا تھا پھر ہلاک ہونے والے غلام کی قیمت کے کم ہونے کے سبب مشتری زیادہ ثمن کے ساقط ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔

اور بائع اس کا انکار کرنے والا ہے اور انکار کرنے والے کے قول کا ہی اعتبار کیا جائے گا اور جب دونوں نے گواہی قائم کر دیا تو بائع کا گواہی افضل ہوگا کیونکہ اس کا گواہی بظاہر زیادتی کو ثابت کر رہا ہے اس لئے کہ وہ ہلاک ہونے والے غلام کی قیمت کو زیادہ ثابت کر رہا ہے اور فقہ میں قسم کی حقیقت کے حال کا اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ یمین عاقدین میں سے ایک کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور عاقدین حال کی حقیقت کو جاننے والے ہوتے ہیں لہذا قسم کا معاملہ حال کی حقیقت پر مبنی ہوتا ہے اور اس حقیقت کا بائع انکار کرنے والا ہے اس لئے اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور بیانات میں ظاہر کا اعتبار کیا جاتا ہے اس لئے کہ گواہ حال کی حقیقت کو جاننے والے نہیں ہوتے اس لئے ان کے حق میں ظاہر کا اعتبار کیا جائے گا اور ظاہر میں بائع مدعی ہے لہذا اس کے گواہی کو قبول کیا جائے گا اور ظاہر کی زیادتی کی وجہ سے بائع کا گواہی راجح ہوگا جس طرح گذر چکا ہے اور یہ تمہارے لئے امام ابو یوسف کے قول کا وہی معنی ہے جو ہم نے بیان کیا وہ اس کو واضح کر رہا ہے۔

شرح

اگر بیع پر مشتری کا قبضہ نہیں ہوا ہے تو مخالف موافق قیاس ہے کہ بائع زیادت ثمن کا دعویٰ کرتا ہے اور مشتری منکر ہے۔ اور منکر پر حلف ہے اور مشتری یہ کہتا ہے کہ اتنا ثمن لے کر تسلیم بیع کرنا تم پر واجب ہے اور بائع اس کا منکر ہے یعنی دونوں منکر ہیں لہذا دونوں پر حلف ہے اور بیع پر جب مشتری نے قبضہ کر لیا تو اب مشتری کا کوئی دعویٰ نہیں صرف بائع مدعی ہے اور مشتری منکر اس صورت میں مخالف خلاف قیاس ہے مگر حدیث سے مخالف اس صورت میں بھی ثابت ہے لہذا ہم حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ اور قیاس کو چھوڑتے ہیں۔

بیع اقالہ کے بعد ثمن میں عاقدین کے اختلاف کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً وَقَبَضَهَا ثُمَّ تَقَايَلَا ثُمَّ اخْتَلَفَا فِي الثَّمَنِ فَإِنَّهُمَا يَتَحَالَفَانِ وَيَعُودُ الْبَيْعُ الْأَوَّلُ) وَنَحْنُ مَا اثْبَتْنَا التَّحَالَفَ فِيهِ بِالنَّصِّ لِأَنَّهُ وَرَدَ فِي الْبَيْعِ الْمُطْلَقِ وَالْإِقَالَةِ

فَسُخِّ فِي حَقِّ الْمُتَعَاقِدِينَ ، وَإِنَّمَا اثْبَتْنَاهُ بِالْقِيَاسِ لِأَنَّ الْمَسْأَلَةَ مَفْرُوضَةٌ قَبْلَ الْقَبْضِ
وَالْقِيَاسُ يُوَافِقُهُ عَلَى مَا مَرَّ وَلِهَذَا نَقِيسُ الْبِجَارَةَ عَلَى الْبَيْعِ قَبْلَ الْقَبْضِ وَالْوَارِثَ عَلَى
الْعَاقِدِ وَالْقِيمَةَ عَلَى الْعَيْنِ فِيمَا إِذَا اسْتَهْلَكَهُ فِي يَدِ الْبَائِعِ غَيْرِ الْمُشْتَرِي . قَالَ (وَكَوْ
قَبْضَ الْبَائِعِ الْمَبِيعَ بَعْدَ الْإِقَالَةِ فَلَا تَحَالَفَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ
(لِأَنَّهُ يَرَى النَّصَّ مَعْلُومًا بَعْدَ الْقَبْضِ أَيْضًا .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے ایک باندی خرید کر اس پر قبضہ کر لیا اس کے بعد عاقدین نے بیع کا اقالہ کر لیا اور پھر ثمن میں اختلاف ہو گیا تو دونوں قسم کھائیں گے اور لوٹایا جائے گا پہلی بیع کو اور اس صورت میں ہم نے آپس میں قسم اٹھانے کو نص سے ثابت نہیں کیا اس لئے کہ نص بیع مطلق میں وارد ہوئی ہے اور اقالہ عاقدین کے حق میں بیع کو ختم کرنے والا ہے اور ہم نے قیاس کے ذریعے اقالہ میں دونوں کے قسم کھانے کو ثابت کیا ہے اس لئے کہ مسئلہ قبضہ سے پہلے فرض کیا گیا ہے اور قیاس اس کے موافق ہے جس طرح گزر چکا ہے اس لئے ہم اجارہ کو قبضہ سے پہلے والی بیع پر قیاس کرتے ہیں اور وارث کو عاقد پر اور قیمت کو مال عین پر قیاس کرتے ہیں اس صورت میں جب بیع کو مشتری کے علاوہ نے بائع کے قبضہ میں ہلاک کیا ہو۔ اور جب اقالہ کے بعد بائع نے بیع پر قبضہ کر لیا تو شیخین کے نزدیک دونوں سے قسم نہیں لی جائے گی۔ حضرت امام محمد اس میں اختلاف کرتے ہیں اس لئے کہ وہ قبضہ کے بعد بھی نص کو معلول سمجھتے ہیں۔

شرح

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب بیع میں اقالہ کے بعد ثمن کی مقدار میں اختلاف ہو مثلاً مشتری ایک ہزار بتاتا ہے اور بائع پانچ صد کہتا ہے اور دونوں کے پاس گواہ نہیں دونوں پر حلف دیا جائے اگر دونوں قسم کھا جائیں اقالہ کو فسخ کیا جائے۔ اب پہلی بیع لوٹ آئے گی۔ یہ حکم اُس وقت ہے کہ بیع کا اقالہ ہو چکا ہے مگر ابھی تک بیع پر مشتری کا قبضہ ہے اب تک اُس نے واپس نہیں کی ہے اور اگر اقالہ کے بعد مشتری نے بیع واپس کر دی اس کے بعد ثمن کی کمی و بیشی میں اختلاف ہو تو تحالف نہیں بلکہ بائع پر حلف ہوگا کہ یہی ثمن کم بتاتا ہے اور زیادتی کا منکر ہے۔ (بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

عاقدین کا سلم کے بعد اقالہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَسْلَمَ عَشْرَةَ دَرَاهِمَ فِي كُرٍّ حِنْطَةٍ ثُمَّ تَقَايَلَا ثُمَّ اخْتَلَفَا فِي الثَّمَنِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ
الْمُسْلِمِ إِلَيْهِ وَلَا يَعُودُ السَّلْمُ) لِأَنَّ الْإِقَالَةَ فِي بَابِ السَّلْمِ لَا تَحْتَمِلُ النَّقْضَ لِأَنَّهُ

إِسْقَاطُ فَلَا يَعُودُ السَّلْمُ ، بِخِلَافِ الْإِقَالَةِ فِي الْبَيْعِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ رَأْسَ مَالِ السَّلْمِ لَوْ
كَانَ عَرَضًا فَرَدَّهُ بِالْعَيْبِ وَهَلَكَ قَبْلَ التَّسْلِيمِ إِلَى رَبِّ السَّلْمِ لَا يَعُودُ السَّلْمُ وَلَوْ كَانَ
ذَلِكَ فِي بَيْعِ الْعَيْنِ يَعُودُ الْبَيْعُ دَلَّ عَلَى الْفَرْقِ بَيْنَهُمَا .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے ایک بوری گندم میں دس دراہم بیع سلم کے طور پر دیا پھر عاقدین نے بیع کا اقالہ کر دیا اس کے بعد
ثمن میں اختلاف کیا تو اس وقت مسلم الیہ کے قول کو قبول کیا جائے گا۔ اور بیع سلم کو لوٹایا نہیں جائے گا اس لئے کہ سلم کے باب میں
اقالہ توڑنے کا احتمال نہیں رکھتا کیونکہ وہ اسقاط کے قبیل سے ہے اس لئے بیع سلم کو لوٹایا نہیں جائے گا بیع میں اقالہ کے خلاف کیا
آپ دیکھتے نہیں کہ جب بیع سلم کا اس المال کوئی سامان ہو پھر عیب کی وجہ سے اس کو واپس کر دیا اور رب السلم کو دینے سے پہلے وہ
سامان مسلم الیہ کے قبضہ میں ہلاک ہو گیا تو بیع سلم کو لوٹایا نہیں جائے گا اور جب یہ مسئلہ بیع عین میں ہو تو بیع کو لوٹایا جائے گا اور ان
دونوں میں فرق کی دلیل یہی ہے۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیع سلم میں اقالہ کرنے کے بعد اس المال کی مقدار میں اختلاف ہو اس میں
تحالف نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں صرف رب السلم مدعی ہے اور مسلم الیہ منکر جو کچھ مسلم الیہ کہتا ہے اسی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے۔
اور بیع میں اقالہ کے بعد ثمن کی مقدار میں اختلاف ہو مثلاً مشتری ایک ہزار بتاتا ہے اور بائع پانچ صد کہتا ہے اور دونوں کے
پاس گواہ نہیں دونوں پر حلف دیا جائے اگر دونوں قسم کھا جائیں اقالہ کو فسخ کیا جائے۔ اب پہلی بیع لوٹ آئے گی۔ یہ حکم اس وقت
ہے کہ بیع کا اقالہ ہو چکا ہے مگر ابھی تک بیع پر مشتری کا قبضہ ہے اب تک اس نے واپس نہیں کی ہے اور اگر اقالہ کے بعد مشتری نے
بیع واپس کر دی اس کے بعد ثمن کی کمی و بیشی میں اختلاف ہو تو تحالف نہیں بلکہ بائع پر حلف ہوگا کہ یہی ثمن کم بتاتا ہے اور زیادتی کا
منکر ہے۔ (بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

زوجین میں اختلاف مہر کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اِخْتَلَفَ الزَّوْجَانِ فِي الْمَهْرِ فَادَّعَى الزَّوْجُ أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا بِالْفِ وَقَالَتْ
تَزَوَّجَنِي بِالْفَيْنِ فَأَيُّهُمَا أَقَامَ الْبَيِّنَةَ تُقْبَلُ بَيِّنَتُهُ) لِأَنَّهُ نَوَّرَ دَعْوَاهُ بِالْحُجَّةِ .

(وَإِنْ أَقَامَا الْبَيِّنَةَ فَالْبَيِّنَةُ بَيْنَهُ الْمَرْأَةِ) لِأَنَّهَا تُثَبِّتُ الزِّيَادَةَ ، مَعْنَاهُ إِذَا كَانَ مَهْرُ مِثْلَهَا

أَقَلَّ مِمَّا ادَّعَتْهُ (وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمَا بَيِّنَةٌ تَحَالَفَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَلَا يُفْسَخُ النِّكَاحُ) لِأَنَّ

أَثَرَ التَّحَالُفِ فِي انْعِدَامِ التَّسْمِيَةِ ، وَأَنَّهُ لَا يُخْلُ بِصِحَّةِ النِّكَاحِ لِأَنَّ الْمَهْرَ تَابِعٌ فِيهِ ،
بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِأَنَّ عَدَمَ التَّسْمِيَةِ يُفْسِدُهُ عَلَى مَا مَرَّ فَيُفْسَخُ ، (وَلَكِنْ يَحْكُمُ مَهْرُ
الْمِثْلِ ، فَإِنْ كَانَ مِثْلَ مَا اعْتَرَفَ بِهِ الزَّوْجُ أَوْ أَقَلَّ قَضَى بِمَا قَالَ الزَّوْجُ) لِأَنَّ الظَّاهِرَ
شَاهِدٌ لَهُ (وَإِنْ كَانَ مِثْلَ مَا ادَّعَتْهُ الْمَرْأَةُ أَوْ أَكْثَرَ قَضَى بِمَا ادَّعَتْهُ الْمَرْأَةُ ، وَإِنْ كَانَ
مَهْرُ الْمِثْلِ أَكْثَرَ مِمَّا اعْتَرَفَ بِهِ الزَّوْجُ وَأَقَلَّ مِمَّا ادَّعَتْهُ الْمَرْأَةُ قَضَى لَهَا بِمَهْرِ الْمِثْلِ)
لِأَنَّهُمَا لَمَّا تَحَالَفَا لَمْ تَثْبُتِ الزِّيَادَةُ عَلَى مَهْرِ الْمِثْلِ وَلَا الْحِطُّ عَنْهُ .

قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ : ذَكَرَ التَّحَالُفَ أَوَّلًا ثُمَّ التَّحْكِيمَ ، وَهَذَا قَوْلُ الْكَرْحِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّ
مَهْرَ الْمِثْلِ لَا اعْتِبَارَ لَهُ مَعَ وُجُودِ التَّسْمِيَةِ وَسُقُوطِ اعْتِبَارِهَا بِالتَّحَالُفِ وَلِهَذَا يُقَدَّمُ فِي
الْوُجُوهِ كُلِّهَا ، وَيَبْدَأُ بِيَمِينِ الزَّوْجِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ تَعْجِيلًا لِفَائِدَةِ النُّكُولِ كَمَا
فِي الْمُشْتَرَى ، وَتَخْرِيجِ الرَّازِيِّ بِخِلَافِهِ وَقَدْ اسْتَقْصَيْنَاهُ فِي النِّكَاحِ وَذَكَرْنَا خِلَافَ
أَبِي يُوسُفَ فَلَا نُعِيدُهُ

ترجمہ

فرمایا کہ جب مہر کے بارے میں زوجین کا اختلاف ہو جائے اور شوہر یہ دعویٰ کرے کہ میں نے اس عورت سے ایک ہزار کے
بدلے میں نکاح کیا ہے اور بیوی کہے کہ تم نے مجھ سے دو ہزار کے بدلے نکاح کیا تھا تو ان میں سے جس نے گواہی پیش کر دیا اس
کے گواہی کو قبول کیا جائے گا اس لئے کہ اس نے اپنے دعوے کو دلیل کے ساتھ منور کر دیا ہے پس جب دونوں نے گواہی پیش کر دیا تو
عورت کا گواہی قبول کیا جائے گا اس لئے کہ وہ زیادتی کو ثابت کر رہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اس عورت کا مہر مثل اس کے
دعویٰ کردہ مہر سے کم ہے۔

امام اعظم فرماتے ہیں کہ اگر زوجین کے پاس گواہی نہ ہو تو دونوں قسم کھائیں گے اور یہ چیز نکاح کے صحیح ہونے میں خلل
نہیں ڈالتی اس لئے کہ نکاح میں مہر تابع ہوتا ہے بیع کے خلاف اس لئے کہ اس میں مقرر نہ کرنا اس کو فاسد کر دیتا ہے جس طرح گزر
چکا ہے کیونکہ بیع کو ختم کر دیا جائے گا اور مہر مثل کو حکم بنایا جائے گا۔

پس جب مہر مثل اتنا ہو جتنے کا شوہر نے اقرار کیا ہے یا اس سے کم ہو تو شوہر کی بتائی ہوئی مقدار کا فیصلہ کیا جائے گا اس لئے کہ
ظاہر اسی کا شاہد ہے۔ اور جب مہر مثل اتنا ہو جتنے کا عورت نے دعویٰ کیا ہے یا اس سے زیادہ ہو تو جس کا عورت نے دعویٰ کیا ہے اس کا
فیصلہ کیا جائے گا اور جب مہر مثل اس سے زیادہ ہو جس کا شوہر نے اقرار کیا ہے یا اس سے کم ہو جس کا عورت نے دعویٰ کیا ہے تو

عورت کے لئے مہر مثل کا فیصلہ کیا جائے گا اس لئے کہ جب زوجین نے قسم کھالی تو نہ مہر مثل سے کم ثابت ہونہ زیادہ صاحب ہدایہ کے نزدیک ماتن نے پہلے آپس میں قسم اٹھانے کو ذکر کیا ہے اس کے بعد حکیم کو بیان کیا ہے اور یہ قول امام کرخی کا ہے اس لئے کہ مہر مسمی کے ہوتے ہوئے مہر مثل کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اس کے اعتبار کا ختم ہونا آپس میں قسم اٹھانے سے ہوگا اس لئے کہ تمام صورتوں میں آپس میں قسم اٹھانے کو مقدم کیا جائے گا۔

طرفین کے نزدیک انکار کے فائدہ کو جلدی ظاہر کرنے کیلئے شوہر کی قسم سے شروع کیا جائے گا جس طرح مشتری میں ہے۔ جبکہ امام ابو بکر رازی کی تفسیر اس کے خلاف ہے جس کو ہم نے کتاب النکاح میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے اور امام ابو یوسف کا اختلاف بھی بیان کیا ہے اس لئے اس کا اعادہ نہیں کیا۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب زوجین میں مہر کی کمی بیشی میں اختلاف ہو یا اس میں اختلاف ہو کہ وہ کس جنس کا تھا دونوں میں جو گواہ پیش کرے اس کے موافق فیصلہ ہوگا اور اگر دونوں نے گواہوں سے ثابت کیا تو دیکھا جائے گا کہ مہر مثل کسی کی تائید کرتا ہے مرد کی یا عورت کی مثلاً مرد یہ کہتا ہے کہ مہر ایک ہزار تھا اور عورت دو ہزار بتاتی ہے تو اگر مہر مثل شوہر کی تائید میں ہے یعنی ایک ہزار یا کم تو عورت کے گواہ معتبر اور مہر مثل عورت کی تائید کرتا ہو یعنی دو ہزار یا زیادہ تو شوہر کے گواہ معتبر اور اگر مہر مثل کسی کی تائید میں نہ ہو بلکہ دونوں کے مابین ہو مثلاً ڈیڑھ ہزار تو دونوں کے گواہ بیکار اور مہر مثل دلایا جائے۔

اور اگر دونوں میں سے کسی کے پاس گواہ نہیں تو مخالف ہے اور فرض کرو دونوں نے قسم کھالی تو اس کی وجہ سے نکاح فسخ نہیں ہوگا بلکہ یہ قرار پائے گا کہ نکاح میں کوئی مہر مقرر نہیں ہوا اور اسکی وجہ سے نکاح باطل نہیں ہوتا بخلاف بیع کہ وہاں ثمن کے نہ ہونے سے بیع نہیں رہ سکتی لہذا راپڑتا ہے مخالف کی صورت میں پہلے کون قسم کھائے اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں بہتر یہ کہ قرعہ ڈالا جائے۔

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جس کا نام نکلے وہی پہلے قسم کھائے اور بعض کہتے ہیں کہ بہتر یہ کہ پہلے شوہر پر حلف دیا جائے اور قسم سے جو نکول کریگا اس پر دوسرے کا دعویٰ لازم اور اگر دونوں نے قسم کھالی تو مہر کا مسمی ہونا ثابت نہیں ہوا اور مہر مثل کو جس کے قول کی تائید میں پائیں گے اسی کے موافق حکم دیں گے یعنی اگر مہر مثل اتنا ہے جتنا شوہر کہتا ہے یا اس سے بھی کم تو شوہر کے قول کے موافق فیصلہ ہوگا اور اگر مہر مثل اتنا ہے جتنا عورت کہتی ہے یا اس سے بھی زیادہ تو عورت جو کہتی ہے اس کے موافق فیصلہ کیا جائے اور اگر مہر مثل دونوں کے درمیان میں ہو تو مہر مثل کا حکم دیا جائے۔ (بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

غلام و باندی پر نکاح ہونے میں دعویٰ کرنے کا بیان

(وَلَوْ ادَّعى الزَّوْجُ النِّكَاحَ عَلَى هَذَا الْعَبْدِ وَالْمَرْأَةِ تَدَّعِيهِ عَلَى هَذِهِ الْجَارِيَةِ فَهُوَ

تعمیرِ عورت کے لیے... (The text is partially obscured and difficult to read due to the image quality.)

... (The text is partially obscured and difficult to read due to the image quality.)

... (The text is partially obscured and difficult to read due to the image quality.)

... (The text is partially obscured and difficult to read due to the image quality.)

تعمیرِ عورت کے لیے

... (The text is partially obscured and difficult to read due to the image quality.)

... (The text is partially obscured and difficult to read due to the image quality.)

ہوتا ہے، مؤکد ہو جائے گا اور مؤکد نہ ہو بلکہ خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق ہوگئی، تو ان دونوں صورتوں میں بھی ایک جوڑا کپڑا واجب ہے یعنی کرتہ، پاجامہ، دوپٹا جس کی قیمت نصف مہر مثل سے زیادہ نہ ہو اور زیادہ ہو تو مہر مثل کا نصف دیا جائے اگر شوہر مالدار ہو اور ایسا جوڑا بھی نہ ہو جو پانچ درہم سے کم قیمت کا ہو اگر شوہر محتاج ہو اگر مرد و عورت دونوں مالدار ہوں تو جوڑا اعلیٰ درجہ کا ہو اور دونوں محتاج ہوں تو معمولی اور ایک مالدار ہو ایک محتاج تو درمیانی۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

اگر شوہر غلام ہے اور ایک مدت معینہ تک عورت کی خدمت کرنا مہر ٹھہرا اور مالک نے اس کی اجازت بھی دے دی ہو تو صحیح ہے ورنہ عقد صحیح نہیں۔ آزاد شخص عورت کے مولیٰ یا ولی کی خدمت کریگا یا شوہر کا غلام یا اس کی باندی عورت کی خدمت کرے گی تو یہ مہر صحیح ہے۔ (در مختار، کتاب النکاح)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر مہر میں کسی دوسرے آزاد شخص کا خدمت کرنا ٹھہرا تو اگر نہ اس کی اجازت سے ایسا ہوا، نہ اس نے جائز رکھا تو اس خدمت کی قیمت مہر ہے اور اگر اس کے حکم سے ہو اور خدمت وہ ہے جس میں عورت کے پاس رہنا سہنا ہوتا ہے تو واجب ہے کہ خدمت نہ لے بلکہ اس کی قیمت لے اور اگر وہ خدمت ایسی نہیں تو خدمت لے سکتی ہے اور اگر خدمت کی نوعیت معین نہیں تو اگر اس قسم کی لے گی تو وہ حکم ہے اور اس قسم کی تو یہ۔ (فتح القدر، کتاب النکاح)

عقد والی چیز سے پہلے موجر و مستاجر میں اختلاف ہونے کا بیان

(وَإِنْ اِخْتَلَفَا فِي الْاِجَارَةِ قَبْلَ اسْتِيفَاءِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ تَحَالُفًا وَتَرَادًا) مَعْنَاهُ اِخْتَلَفَا فِي الْبَدَلِ اَوْ فِي تُمْبُدْلِ لِاَنَّ التَّحَالُفَ فِي الْبَيْعِ قَبْلَ الْقَبْضِ عَلَى وِفَاقِ الْقِيَاسِ عَلَى مَا مَرَّ ، وَالْاِجَارَةُ قَبْلَ الْقَبْضِ الْمَنْفَعَةُ نَظِيرُ الْبَيْعِ قَبْلَ قَبْضِ الْمَبِيعِ وَكَلَامُنَا قَبْلَ اسْتِيفَاءِ الْمَنْفَعَةِ (فَإِنْ وَقَعَ الْاِخْتِلَافُ فِي الْاُجْرَةِ يَبْدَأُ بِيَمِينِ الْمُسْتَأْجِرِ) لِاَنَّهُ مُنْكَرٌ لِوُجُوبِ الْاُجْرَةِ (وَإِنْ وَقَعَ فِي الْمَنْفَعَةِ يَبْدَأُ بِيَمِينِ الْمُؤَجَّرِ ، وَآيَهُمَا نَكَاحٌ لَزَمَهُ دَعْوَى صَاحِبِهِ ، وَآيَهُمَا اَقَامَ الْبَيِّنَةَ قُبُلْتُ ، وَلَوْ اَقَامَهَا الْبَيِّنَةُ الْمُؤَجَّرِ اَوَّلَى اِنْ كَانَ الْاِخْتِلَافُ فِي الْاُجْرَةِ ، وَإِنْ كَانَ فِي الْمَنَافِعِ الْبَيِّنَةُ الْمُسْتَأْجِرِ اَوَّلَى ، وَإِنْ كَانَ فِيهِمَا قُبُلْتُ بَيِّنَةٌ كُلٌّ وَاحِدٌ مِنْهُمَا فَيَمَّا يَدَّعِيهِ مِنَ الْفَضْلِ) نَحْوُ اَنْ يَدَّعِيَ هَذَا شَهْرًا بَعَشْرَةَ وَالْمُسْتَأْجِرُ شَهْرَيْنِ بِخَمْسَةِ يَفْضِي بِشَهْرَيْنِ بَعَشْرَةَ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب معقود علیہ کو وصول کرنے سے پہلے ہی موجر اور مستاجر میں اختلاف ہو گیا تو دونوں قسم کھائیں گیا اور اجارہ پھیر

لیں اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں نے یا تو اجرت میں اختلاف کیا ہے یا معقود علیہ میں اختلاف کیا ہے اس لئے کہ قبضہ سے پہلے بیع میں دونوں کا قسم کھانا قیاس کے مطابق ہے جس طرح گزر چکا ہے اور منفعت وصول کرنے سے پہلے اجارہ بیع پر قبضہ سے پہلے بیع کی مثل ہے اور ہمارا کلام منفعت وصول کرنے سے پہلے میں ہے پس جب اجرت کے متعلق اختلاف ہو تو مستأجر کی قسم سے شروع کیا جائے گا کیونکہ وہ اجرت کے واجب ہونے کا انکار کرنے والا ہے۔

اور جب اختلاف منفعت میں ہو تو موجر کی قسم سے شروع کیا جائے گا اور ان میں سے جس نے بھی قسم کا انکار کر دیا تو دوسرے کا دعویٰ اس پر واجب ہو جائے گا اور جس نے گواہی قائم کیا اس کا گواہی قبول کیا جائے گا اور جب دونوں نے گواہی قائم کر دیا تو موجر کا گواہی افضل ہوگا جب اختلاف اجرت میں ہو اور مستأجر کا گواہی افضل ہوگا جب منافع میں اختلاف ہو اور جب ان دونوں میں اختلاف ہو تو ان میں سے ہر ایک کا گواہی اس کی زیادتی میں قبول کیا جائے گا جس کا وہ مدعی ہے جس طرح موجر دعویٰ کرے کہ اس نے دس درہم میں ایک ماہ کے لئے دیا ہے اور مستأجر دعویٰ کر رہا ہے کہ اس نے پانچ درہم میں دو ماہ کے لئے لیا ہے تو دس درہم میں دو ماہ کے لئے فیصلہ کیا جائے گا۔

شرح

موجر اور مستأجر میں اجرت کی مقدار میں اختلاف ہے یا مدت اجارہ کے متعلق اختلاف ہے اگر یہ اختلاف منفعت حاصل کرنے سے پہلے ہے اور کسی کے پاس گواہ نہ ہوں تو تحالف ہے کیونکہ اس صورت میں ہر ایک مدعی اور ہر ایک منکر ہے اور دونوں قسم کھا جائیں تو اجارہ کو فسخ کر دیا جائے۔ اگر اجرت کی مقدار میں اختلاف ہے تو مستأجر سے پہلے قسم کھلائی جائے اور مدت میں اختلاف ہے تو موجر پہلے قسم کھائے۔ اور اگر دونوں کے پاس گواہ ہوں تو اجرت میں موجر کے گواہ معتبر ہیں اور مدت کے متعلق مستأجر کے گواہ معتبر اور اگر مدت و اجرت دونوں میں اختلاف ہو اور دونوں نے گواہ پیش کئے تو مدت کے بارے میں مستأجر کے گواہ معتبر اور اجرت کے متعلق موجر کے معتبر۔ اور اگر یہ اختلاف منفعت حاصل کرنے کے بعد ہے تو تحالف نہیں بلکہ گواہ نہ ہونے کی صورت میں مستأجر پر حلف دیا جائے اور قسم کے ساتھ اسی کا قول معتبر اور اگر کچھ تھوڑی سی منفعت حاصل کر لی ہے کچھ باقی ہے۔ مثلاً ابھی پندرہ ہی دن مکان میں رہتے ہوئے گزرے ہیں اور اختلاف ہوا کہ کرایہ کیا ہے پانچ روپے ہے یا دس روپے یا میعاد کیا ہے ایک ماہ یا دو ماہ اس صورت میں تحالف ہے اگر دونوں قسم کھا جائیں تو جو مدت باقی ہے اُس کا اجارہ فسخ کر دیا جائے اور گزشتہ کے بارے میں مستأجر کے قول کے موافق فیصلہ ہو۔

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور اجارہ میں منفعت حاصل کرنے کا یہ مطلب ہے کہ اُس مدت میں مستأجر تحصیل منفعت پر قادر ہو مثلاً مکان اجارہ پر دیا اور مستأجر کو سپرد کر دیا قبضہ دے دیا تو جتنے دن گزریں گے کرایہ واجب ہوتا جائے گا اور منفعت حاصل کرنا قرار دیا جائے گا مستأجر اُس میں رہے یا نہ رہے اور اگر قبضہ نہیں دیا تو منفعت حاصل نہیں ہوئی اس طرح کتنا ہی زمانہ گزر جائے کرایہ واجب نہیں۔ (بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

وصولی نفع کے بعد اختلاف ہونے میں دونوں پر حلف نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ اِخْتَلَفَا بَعْدَ اِلسْتِيفَاءِ لَمْ يَتَحَالَفَا وَكَانَ الْقَوْلُ قَوْلَ الْمُسْتَأْجِرِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ ظَاهِرٌ ، لِأَنَّ هَلَكَ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ يَمْنَعُ التَّحَالَفَ عِنْدَهُمَا ، وَكَذَا عَلَى أَصْلِ مُحَمَّدٍ لِأَنَّ الْهَلَكَ إِنَّمَا لَا يُمْنَعُ عِنْدَهُ فِي الْمَبِيعِ لِمَا أَنَّ لَهُ قِيمَةً تَقُومُ مَقَامَهُ فَيَتَحَالَفَانِ عَلَيْهَا ، وَلَوْ جَرَى التَّحَالَفُ هَاهُنَا وَفُسِخَ الْعَقْدُ فَلَا قِيمَةَ لِأَنَّ الْمَنَافِعَ لَا تَتَقَوَّمُ بِنَفْسِهَا بَلْ بِالْعَقْدِ وَتَبَيَّنَ أَنَّهُ لَا عَقْدَ .

وَإِذَا امْتَنَعَ فَالْقَوْلُ لِلْمُسْتَأْجِرِ مَعَ يَمِينِهِ لِأَنَّهُ هُوَ الْمُسْتَحِقُّ عَلَيْهِ (وَإِنْ اِخْتَلَفَا بَعْدَ اِسْتِيفَاءِ بَعْضِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ تَحَالَفَا وَفُسِخَ الْعَقْدُ فِيمَا بَقِيَ وَكَانَ الْقَوْلُ فِي الْمَاضِي قَوْلَ الْمُسْتَأْجِرِ) لِأَنَّ الْعَقْدَ يَنْعَقِدُ سَاعَةً فَسَاعَةً فَيَصِيرُ فِي كُلِّ جُزْءٍ مِنَ الْمَنْفَعَةِ كَأَنَّ ابْتِدَاءَ الْعَقْدِ عَلَيْهَا ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِأَنَّ الْعَقْدَ فِيهِ دَفْعَةٌ وَاحِدَةٌ ، فَإِذَا تَعَدَّرَ فِي الْبَعْضِ تَعَدَّرَ فِي الْكُلِّ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب منافع وصول کرنے کے بعد دونوں میں اختلاف ہو تو دونوں سے ہی قسم نہیں لی جائے گی اور مستأجر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور شیخین کے نزدیک یہ ظاہر ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک معقود علیہ کا تلف ہونا ہلاکت سے مانع ہے اور اسی طرح امام محمد کی اصل پر بھی ہے کیونکہ امام محمد کے نزدیک معقود علیہ کی ہلاکت سے بیع میں دونوں کے قسم اٹھانے کا غیر ممتنع ہونا اس کے سبب ہے کہ بیع کی قیمت بیع کے قائم مقام ہے اس لئے دونوں سے قیمت پر قسم لی جائے گی اور جب اس جگہ آپس میں قسم لی جائے اور عقد ختم کر دیا جائے تو کوئی قیمت نہیں ہے اس لئے کہ منافع بذات خود قائم نہیں ہوتا بلکہ عقد کے ساتھ پایا جاتا ہے اور یہ واضح ہو گیا کہ عقد نہیں ہے اور جب دونوں کا آپس میں قسم کھانا ممتنع ہو تو بیع کے ساتھ مستأجر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور جب کچھ معقود علیہ کے حصول کے بعد اختلاف ہو تو دونوں قسم کھائیں گے اور جو باقی ہوگا اس میں عقد ختم کر دیا جائے گا اور زمانہ ماضی کے متعلق مستأجر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ عقد اجارہ تھوڑا تھوڑا ہو کر منعقد ہوتا ہے لہذا منافع کے ہر ہر جزء میں ایسا ہو جائے گا جیسے اس پر ابھی عقد منعقد ہوا ہے بیع کے خلاف اس لئے کہ اس میں ایک ہمارے عقد منعقد ہو جاتا ہے لہذا جب بعض میں ختم کرنا مشکل ہو تو کل میں بھی مشکل ہوگا۔

شرح

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب دو شخصوں نے ایک چیز کے متعلق دعویٰ کیا ایک کہتا ہے میں نے اجارہ پرلی ہے دوسرا کہتا ہے میں نے خریدی ہے اگر مدعی علیہ نے مستاجر کے موافق اقرار کیا تو خریدار اس کو حلف دے سکتا ہے اور اگر دونوں اجارہ ہی کا دعویٰ کرتے ہوں اور مدعی علیہ نے ایک کے لیے اقرار کر دیا تو دوسرا حلف نہیں دے سکتا۔

(بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

آقا و غلام کا مال کتابت میں اختلاف کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اخْتَلَفَ الْمَوْلَى وَالْمُكَاتَبُ فِي مَالِ الْكِتَابَةِ لَمْ يَتَحَالَفَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا: يَتَحَالَفَانِ وَتُفْسَخُ الْكِتَابَةُ) وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ لِأَنَّهُ عَقْدٌ مُعَاوَضَةٌ يَقْبَلُ الْفُسْخُ فَاشْتَبَهَ الْبَيْعَ ، وَالْجَامِعُ أَنَّ الْمَوْلَى يَدْعِي بَدَلًا زَائِدًا يُنْكِرُهُ الْعَبْدُ وَالْعَبْدُ يَدْعِي اسْتِحْقَاقَ الْمَتَقِ عَلَيْهِ عِنْدَ آدَاءِ الْقَدْرِ الَّذِي يَدْعِيهِ وَالْمَوْلَى يُنْكِرُهُ فَيَتَحَالَفَانِ كَمَا إِذَا اخْتَلَفَا فِي الثَّمَنِ .

وَأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ الْبَدَلَ مُقَابِلُ بَيْعِكَ الْحَجَرِ فِي حَقِّ الْيَدِ وَالتَّصَرُّفِ لِلْحَالِ وَهُوَ سَالِمٌ لِلْعَبْدِ وَإِنَّمَا يَنْقَلِبُ مُقَابِلًا بِالْعَتَقِ عِنْدَ الْآدَاءِ فَقَبْلَهُ لَا مُقَابِلَةَ فَبَقِيَ اخْتِلَافًا فِي قَدْرِ الْبَدَلِ لَا غَيْرُ فَلَا يَتَحَالَفَانِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب آقا اور مکاتب نے مال مکاتب میں اختلاف کیا تو امام اعظم فرماتے ہیں کہ دونوں سے قسم نہیں لی جائے گی۔ جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ قسم لی جائے گی اور کتابت ختم کر دی جائے گی امام شافعی کا قول بھی یہی ہے اس لئے کہ کتابت کا عقد ایسا عقد معاوضہ ہے جو ختم کرنے کو قبول کرتا ہے لہذا یہ بیع کے مشابہ ہو گیا اور جامع یہ ہے کہ آقا ایسی زیادتی کا دعویٰ کر رہا ہے جس کا غلام انکار کرنے والا ہے اور غلام اپنے آقا سے آزادی کے مستحق ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے اس مقدار کی اداء کرنے پر جس کا وہ مدعی ہے حالانکہ آقا اس کا انکار کرنے والا ہے اس لئے دونوں قسم کھائیں گے جس طرح کہ اس صورت میں جب دونوں نے ثمن میں اختلاف کیا ہو۔

امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ قبضہ اور اس وقت تصرف کرنے کے حق میں فک کے حجر کا مقابل ہے اور یہ غلام کے لئے سالم ہے اور یہ بدل کتابت اداء کرتے وقت آزادی کا مقابل ہونا ہو کر منقلب ہو جائے گا لیکن کتابت کا بدل اداء کرنے سے پہلے مقابل نہیں

ہے لہذا صرف بدل کی مقدار میں اختلاف باقی رہا اس لئے دونوں سے قسم لی جائے گی۔

شرح

غلاموں کی آزادی کی ایک صورت یہ ہے کہ ان سے یہ شرط کر لی جائے کہ اتنی مدت میں وہ اس قدر رقم ادا کر کے آزاد ہو سکتے ہیں یہ حکم خود قرآن مجید میں مذکور ہے۔ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا . (النور)

اگر تم کو غلاموں میں بھلائی نظر آئے تو ان سے مکاتبت کر لو لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے پہلے یہ حکم وجوبی نہیں سمجھا جاتا تھا؛ لیکن آقا کو معاہدہ مکاتبت کرنے یا نہ کرنے کا اختیار تھا، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عملاً اس حکم کو وجوبی قرار دیا؛ چنانچہ جب سیرین نے اپنے آقا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مکاتبت کی درخواست کی اور انہوں نے اس کو منظور کرنے سے انکار کر دیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلوا کر درے سے مارا اور قرآن مجید کی اس آیت کے رو سے ان کو معاہدہ کتابت کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری کتاب المکاتب)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس قسم کے غلاموں کی آزادی میں آسانیاں پیدا کرتے رہتے تھے، ایک بار ایک مکاتب غلام نے مال جمع کر کے بدل کتابت ادا کرنا چاہا؛ لیکن آقا نے یکمشت رقم لینے سے انکار کر دیا اور باقساط لینا چاہا، وہ حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے کل رقم لے کر بیت المال میں داخل کروادی اور کہا، تم شام کو آنا میں تمہیں آزادی کا فرمان لکھ دوں گا، اس کے بعد لینے یا نہ لینے کا تمہارے آقا کو اختیار ہوگا، آقا کو خبر ہوئی تو اس نے آکر یہ رقم وصول کر لی۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ ابوسعید المقبری)

زوجین کا گھریلو سامان میں اختلاف کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اِخْتَلَفَ الزَّوْجَانِ فِي مَتَاعِ الْبَيْتِ فَمَا يَصْلُحُ لِلرَّجَالِ فَهُوَ لِلرَّجُلِ كَالْعِمَامَةِ)
 (لِأَنَّ الظَّاهِرَ شَاهِدٌ لَهُ) وَمَا يَصْلُحُ لِلنِّسَاءِ فَهُوَ لِلْمَرْأَةِ كَالْوَقَايَةِ (لِشَهَادَةِ الظَّاهِرِ لَهَا)
 (وَمَا يَصْلُحُ لَهَا كَالْأَنِيبَةِ فَهُوَ لِلرَّجُلِ) لِأَنَّ الْمَرْأَةَ وَمَا فِي يَدَيْهَا فِي يَدِ الزَّوْجِ وَالْقَوْلُ
 فِي الدَّعَاوَى لِصَاحِبِ الْيَدِ ، بِإِخْتِلَافِ مَا يَخْتَصُّ بِهَا لِأَنَّهُ يُعَارِضُهُ ظَاهِرٌ أَقْوَى مِنْهُ ، وَلَا
 فَرْقَ بَيْنَ مَا إِذَا كَانَ الْإِخْتِلَافُ فِي حَالِ قِيَامِ النِّكَاحِ أَوْ بَعْدَهُمَا وَقَعَّتِ الْفُرْقَةُ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب میاں اور بیوی نے گھر کے سامان میں اختلاف کیا تو جو چیزیں مردوں کے لائق ہیں وہ مرد کے لئے ہوں گی جس طرح امامہ اس لئے کہ یہ ظاہر شاہد ہے اور جو چیزیں عورتوں کے لائق ہیں جیسے اوڑھنی کا سر:۔ وہ عورت کے لئے ہوں گی اس لئے کہ ظاہر حال اس کے حق میں مشاہد ہے اور جو چیزیں دونوں کے لائق ہوں گی وہ مرد کے لئے ہیں جیسے برتن اس لئے کہ عورت

اور جو کچھ اسکے پاس ہوتا ہے مرد کے قبضہ میں ہوتا ہے اور دعوے میں قبضہ کرنے والے کے قول کا ہی اعتبار کیا جاتا ہے ان چیزوں کے خلاف جو عورتوں کے ساتھ خاص ہوں اس لئے کہ اب اس ظاہر سے زیادہ قوی ظاہر معارض ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ یہ اختلاف نکاح کے باقی ہونے کی حالت میں ہو یا جدائی کے واقع ہونے کے وقت ہو۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب زوجین کے درمیان سامان خانہ داری میں اختلاف ہو اور گواہ نہیں ہیں کہ شوہر کی ملک ثابت ہو یا زوجہ کی تو جو چیز مرد کے لیے خاص ہے جیسے عمامہ، چھتری، اس کے متعلق قسم کے ساتھ مرد کا قول معتبر ہے۔ اور جو چیزیں عورت کے لیے مخصوص ہیں جیسے زنانے کپڑے اور وہ خاص چیزیں جو عورتوں ہی کے استعمال میں آتی ہیں ان کے متعلق قسم کے ساتھ عورت کا قول معتبر ہے اور وہ چیزیں جو دونوں کے کام کی ہیں جیسے لوٹا، کٹورا اور استعمال کے دیگر ظروف ان میں بھی مرد کا ہی قول معتبر ہے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو ان چیزوں کے بارے میں عورت کے گواہ معتبر ہیں اور اگر گھر کے ہی متعلق اختلاف ہے مرد کہتا ہے میرا ہے عورت کہتی ہے میرا ہے اس کے متعلق شوہر کا قول معتبر ہے۔ ہاں اگر عورت کے پاس گواہ ہوں تو وہ عورت ہی کا مانا جائے گا۔ یہ زن و شوہر کا اختلاف اور اس کا یہ حکم اس صورت میں ہے کہ دونوں زندہ ہوں، اور اگر ایک زندہ ہے اور ایک مرچکا ہے اس کے وارث نے زندہ کے ساتھ اختلاف کیا تو جو چیز دونوں کے کام کی ہے اس کے متعلق اس کا قول معتبر ہوگا جو زندہ ہے۔ (درمختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور مکان میں جو سامان ایسا ہے کہ عورت کے لیے خاص ہے مگر مرد اس کی تجارت کرتا ہے یا بناتا ہے تو وہ سامان مرد کا ہے یا چیز مرد ہی کے کام کی ہے مگر عورت اس کی تجارت کرتی ہے یا وہ خود بناتی ہے وہ سامان عورت کا ہے۔ اور جب زوجین کا اختلاف حالت بقاء نکاح میں ہو یا فرقت کے بعد دونوں کا ایک حکم ہے اسی طرح جس مکان میں سامان ہے وہ زوج کی ملک ہو یا زوجہ کی یا دونوں کی سب کا ایک ہی حکم ہے اور اختلافات کا لحاظ اس وقت ہوگا جب عورت نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ چیز شوہر نے خریدی ہے اگر اس کے خریدنے کا اقرار کر لے گی تو شوہر کی ملک کا اس نے اقرار کر لیا اس کے بعد پھر عورت کی ملک ہونے کے لیے ثبوت درکار ہے۔ (بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

وفات زوجہ کے بعد مال میں ورثاء کے اختلاف کا بیان

(فَإِنْ مَاتَ أَحَدُهُمَا وَاخْتَلَفَتْ وَرَثَتُهُ مَعَ الْآخِرِ فَمَا يَصْلُحُ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فَهُوَ لِلْبَاقِي مِنْهُمَا) لِأَنَّ الْيَدَ لِلْحَيِّ دُونَ الْمَيِّتِ ، وَهَذَا الَّذِي ذَكَرْنَاهُ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ .
وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : يَدْفَعُ إِلَى الْمَرْأَةِ مَا يُجَهِّزُ بِهِ مِثْلَهَا ، وَالْبَاقِي لِلزَّوْجِ مَعَ يَمِينِهِ لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّ الْمَرْأَةَ تَأْتِي بِالْجِهَازِ وَهَذَا أَقْوَى فَيَبْطُلُ بِهِ ظَاهِرُ يَدِ الزَّوْجِ ، ثُمَّ فِي الْبَاقِي لَا

مُعَارِضٍ لِّظَاهِرٍ فَيُعْتَبَرُ (وَالطَّلَاقُ وَالْمَوْتُ سَوَاءٌ) لِقِيَامِ الْوَرَثَةِ مَقَامَ مُورَثِهِمْ (وَقَالَ مُحَمَّدٌ : وَمَا كَانَ لِلرَّجَالِ فَهُوَ لِلرِّجَالِ ، وَمَا كَانَ لِلنِّسَاءِ فَهُوَ لِلْمَرْأَةِ ، وَمَا يَكُونُ لَهُمَا فَهُوَ لِلرِّجَالِ أَوْ لَوَرَثَتِهِ) لِمَا قُلْنَا لِأَبِي حَنِيفَةَ (وَالطَّلَاقُ وَالْمَوْتُ سَوَاءٌ) لِقِيَامِ الْوَارِثِ مَقَامَ الْمُوْرَثِ (وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا مَمْلُوكًا فَالْمَتَاعُ لِلْحُرِّ فِي حَالَةِ الْحَيَاةِ) لِأَنَّ يَدَ الْحُرِّ أَقْوَى (وَلِلْحَيِّ بَعْدَ الْمَمَاتِ) لِأَنَّهُ لَا يَدَ لِلْمَيِّتِ فَخَلَّتْ يَدَ الْحَيِّ عَنِ الْمُعَارِضِ (وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ : الْعَبْدُ الْمَأْذُونُ لَهُ فِي التَّجَارَةِ وَالْمُكَاتَبُ بِمَنْزِلَةِ الْحُرِّ) لِأَنَّ لَهُمَا يَدًا مُعْتَبَرَةً فِي الْخُصُومَاتِ .

ترجمہ

پس جب زوجین میں سے ایک فوت ہو گیا اور اس کے وارثوں نے دوسرے کے ساتھ اختلاف کیا تو جو چیزیں مردوں اور عورتوں کے لائق ہیں وہ ان میں سے زندہ بچنے والے کے لئے ہیں کہ اس لئے کہ قبضہ زندہ کا ہوتا ہے نہ کہ مردہ کا اور یہ جو بیان کیا گیا ہے وہ امام اعظم کا قول ہے۔

جبکہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ عورت کو وہ سامان دے دیا جائے گا جس طرح وہ جہیز کے طور پر لاتی ہے اور باقی سامان اس کو شوہر کی بیمن کے ساتھ دے دیا جائے گا اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ عورت جہیز لاتی ہے اور یہ زیادہ قوی ہے لہذا اس سے شوہر کا ظاہری قبضہ ختم ہو جائے گا پھر باقی میں شوہر کے ظاہر قبضہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اس لئے اس کا اعتبار کیا جائے گا اور موت اور طلاق برابر ہیں اس لئے کہ وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہوتے ہیں۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ جو سامان مردوں کے لائق ہے وہ مرد کے لئے ہوگا اور جو سامان عورت کے لائق ہے وہ عورت کے لئے ہوگا اور جو دونوں کے لائق ہے وہ مرد کے لئے ہوگا یا اس کے وارثوں کیلئے ہوگا اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے امام اعظم کے حوالے سے بیان کی ہے اور طلاق اور موت برابر ہیں اس لئے کہ وارث مورث کے قائم مقام ہوتا ہے اور جب زوجین میں سے کوئی مملوک ہو تو زندہ ہونے کی حالت میں مال آزاد کے لئے ہوگا اس لئے کہ آزاد کا قبضہ زیادہ قوی ہوتا ہے اور مرنے کے بعد زندہ کے لئے ہوگا اس لئے کہ میت کا کوئی قبضہ نہیں ہوتا لہذا زندہ کے قبضہ کے لئے کوئی عارضہ نہیں ہے اور یہ حکم امام اعظم کے نزدیک ہے۔

جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ وہ غلام جس کو اجازت دی گئی ہو تجارت میں اور مکاتب یہ آزاد کے درجے میں ہیں اس لئے کہ خصومات میں ان کے قبضہ کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

اختلاف ورثاء کے سبب عرف کے اعتبار کا بیان

ایک شخص نے اپنی تندرستی اور کامل عقل میں اقرار کیا کہ میرے لباس کے ماسوا میرے گھر میں موجود تمام سامان میری بیوی کی

ملکیت ہے پھر اقرار کے بعد فوت ہو گیا اور اپنا ایک بیٹا چھوڑا جس نے دعویٰ کیا کہ گھر کا سامان میرے میرے والد کا ترکہ ہے اس پر ابو القاسم صفار نے فرمایا کہ اگر بیوی اس یقین کا اظہار کرے کہ گھر کا تمام سامان بیع یا ہبہ کے طور میری ملکیت ہے تو بیوی کو حق ہوگا کہ خاوند کے اقرار کی بنا پر اس سامان کو بیٹے سے روک لے اور اگر وہ مذکورہ یقین کا اظہار نہ کر پائے تو پھر وہ خاوند کے مذکورہ اقرار کی بنا پر بیوی کی ملکیت نہ بنے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاقرار، بیروت)

علامہ خیر الدین ربلی حنفی علیہ الرحمہ سوال ہو اس صورت کے متعلق کہ جب کوئی شخص اپنی مرض موت میں شرعی گواہوں کی موجودگی میں یہ اقرار کرے کہ اس کی بیوی کا اس کے ذمہ پچیس دینار سونا مہر مؤجل ہے اور بیوی اس اقرار کی تصدیق کرتی ہے اور اس کی موت کے بعد اس کے بعض ورثاء بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں جبکہ بعض ورثاء اس کو جھوٹ قرار دیتے ہیں تو کیا مذکورہ اقرار صحیح ہوگا یا نہیں، تو امام خیر الدین ربلی نے جواب دیا کہ وہ عورت ایسی ہو کہ اس کیلئے اقرار میں بیان کردہ مہر کی مقدار مؤجل ہوتی ہے۔ تو مہر کا یہ اقرار صحیح ہے جیسا کہ جامع الفصولین وغیرہ میں اس کی تصدیق کرتے ہوئے یہ علت بیان فرمائی کہ خاوند کے اقرار کے بغیر بھی مہر مثل کی حد تک عورت کا قول قبول کیا جائے گا۔ (فتاویٰ خیریہ، کتاب الاقرار، دارالمعرفۃ بیروت)

پس اگر پچاس ہزار روپے عورت کے مہر مثل سے زائد نہیں تو اس پوری مقدار میں مریض کا اقرار مقبول ہوگا اور زائد نہیں تو صرف مقدار مہر مثل تک معتبر اور قدر زائد میں تصدیق ورثہ یا اقامت بینہ عادلہ شرعیہ کی حاجت ہوگی۔

کیونکہ بینہ اپنے عنوان کے مطابق واضح کرنیوالا ہے اور شہادت کے ساتھ ثابت شدہ چیز گویا وہ مشاہدہ سے ثابت ہے۔ خیر یہ کے فتویٰ مذکورہ میں ہے حاصل یہ کہ بیوی کے لئے مذکورہ دنا مہر کا اقرار تب صحیح ہوگا جب اس جیسی عورت کے مہر مؤجل کے برابر ہو زائد نہ ہو اور اس میں ورثاء کی تصدیق کی ضرورت نہیں، اور اگر اس سے زائد ہو تو پھر ورثاء کی تصدیق کے بغیر اقرار صحیح نہ ہوگا اور یہ بھی مہر مثل کی حد تک صحیح ہوگا۔ (فتاویٰ خیریہ، کتاب الاقرار، دارالمعرفۃ بیروت)

فَصْلٌ فِيمَنْ لَا يَكُونُ خَصْمًا

﴿ یہ فصل ان لوگوں کے بیان میں ہے جو خصم نہیں ہوتے ﴾

فصل خصم نہ ہونے کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بارتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے یہ فصل جس میں لوگوں کا خصم نہ ہونا بیان کیا جائے گا اس کو مؤخر کر دیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ ملکیتوں کی معرفت معدوم چیزوں سے پہلے ہوا کرتی ہے۔

(عناویہ شرح الہدایہ، ج ۱۱، ص ۳۵۲، بیروت)

مصنف علیہ الرحمہ نے عدم خصم والی فصل کو اس مناسب سے مؤخر کیا ہے کہ یہ ان معاملات و مسائل کی ضد ہے جن میں خصم ہوتا ہے۔ اور یہ مطابقت ہے کہ چیز اپنی اضداد کے سبب پہچانی جاتی ہے لہذا سابقہ مسائل کی وضاحت اور معرفت میں اضافہ کرنے کیلئے بھی اس فصل کو بیان کیا گیا ہے۔

مدعی علیہ کا اپنے سے دعویٰ کو دور کرنے کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ دفع دعویٰ کا مطلب یہ ہے کہ جس پر دعویٰ کیا گیا وہ ایسی صورت پیش کرتا ہے جس سے وہ مدعی علیہ نہ بن سکے لہذا اُس پر سے دفع ہو جائے گا۔

ذوالید (جس کے قبضہ میں وہ چیز ہے جس کا مدعی نے دعویٰ کیا ہے وہ) یہ کہتا ہے کہ یہ چیز جو میرے پاس ہے اس پر میرا قبضہ مالکانہ نہیں ہے بلکہ زید نے میرے پاس امانت رکھی ہے یا عاریت کے طور پر دی ہے، یا کرایہ پر دی ہے یا میرے پاس رہن رکھی ہے یا میں نے اُس سے غصب کی ہے اور زید جس کا نام مدعی علیہ نے لیا غائب ہے یعنی اُس کا پتہ نہیں کہ کہاں گیا ہے یا اتنی دور چلا گیا ہے کہ اُس تک پہنچنا دشوار ہے یا ایسی جگہ چلا گیا جو نزدیک ہے بہر حال اگر مدعی علیہ اپنی اس بات کو گواہوں سے ثابت کر دے تو مدعی کا دعویٰ دفع ہو جائے گا جبکہ مدعی نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا ہو، یوں اگر مدعی علیہ اس بات کا ثبوت دیدے کہ خود مدعی نے ملک زید کا اقرار کیا ہے تو دعوے خارج ہو جائے گا۔ اور اس میں یہ شرط بھی ہے کہ جس چیز کا دعویٰ ہو وہ موجود ہو ہلاک نہ ہوئی ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ گواہ اُس شخص غائب کو نام و نسب کے ساتھ جانتے ہوں اور اُسکی شناخت بھی رکھتے ہوں یہ کہتے ہوں کہ اگر وہ ہمارے سامنے آئے تو ہم پہچان لیں گے۔ (در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

مدعی و مدعی علیہ کے درمیان خصومت نہ ہونے کا بیان

(وَإِنْ قَالَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ هَذَا الشَّيْءُ أَوْ دَعَانِي فَلَانُ الْغَائِبُ أَوْ رَهْنُهُ عِنْدِي أَوْ غَصْبَتُهُ مِنْهُ وَأَقَامَ بَيْنَهُ عَلَى ذَلِكَ فَلَا خُصُومَةَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمُدَّعَى) وَكَذَا إِذَا قَالَ : آجَرَنِي

وَأَقَامَ الْبَيِّنَةَ لِأَنَّهُ أَثَبَتَ بَيِّنَتِهِ أَنَّ يَدَهُ لَيْسَتْ بِيَدِ خُصْمَةٍ .
 وَقَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ : لَا تَنْدَفِعُ الْخُصُومَةُ لِأَنَّهُ تَعَدَّرَ إِثْبَاتُ الْمَلِكِ لِلْغَائِبِ لِعَدَمِ الْخَصْمِ
 عَنْهُ وَدَفَعَ الْخُصُومَةَ بِنَاءً عَلَيْهِ .

قُلْنَا : مُقْتَضَى الْبَيِّنَةِ شَيْئَانِ ثُبُوتِ الْمَلِكِ لِلْغَائِبِ وَلَا خَصْمَ فِيهِ فَلَمْ يَثْبُتْ ، وَدَفَعُ
 خُصُومَةَ الْمُدَّعَى وَهُوَ خَصْمٌ فِيهِ فَيَثْبُتُ وَهُوَ كَالْوَكِيلِ بِنَقْلِ الْمَرْأَةِ وَإِقَامَتِهَا الْبَيِّنَةَ
 عَلَى الطَّلَاقِ كَمَا بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ ، وَلَا تَنْدَفِعُ بِدُونِ إِقَامَةِ الْبَيِّنَةِ كَمَا قَالَ ابْنُ أَبِي لَيْلَى
 لِأَنَّهُ صَارَ خَصْمًا بظَاهِرِ يَدِهِ ، فَهُوَ بِإِقْرَارِهِ يُرِيدُ أَنْ يُحْوَلَ حَقًّا مُسْتَحَقًّا عَلَى نَفْسِهِ فَلَا
 يَصْدُقُ إِلَّا بِالْحُجَّةِ ، كَمَا إِذَا ادَّعَى تَحْوِيلَ الدَّيْنِ مِنْ ذِمَّتِهِ إِلَى ذِمَّةِ غَيْرِهِ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ : إِنْ كَانَ الرَّجُلُ صَالِحًا فَالْجَوَابُ كَمَا قُلْنَا ، وَإِنْ كَانَ
 مَعْرُوفًا بِالْحِيَلِ لَا تَنْدَفِعُ عَنْهُ الْخُصُومَةُ لِأَنَّ الْمُحْتَالَ مِنَ النَّاسِ قَدْ يَدْفَعُ مَالَهُ إِلَى
 مُسَافِرٍ يُودِعُهُ إِيَّاهُ وَيَشْهَدُ عَلَيْهِ الشُّهُودُ فَيَحْتَالُ لِإِبْطَالِ حَقِّ غَيْرِهِ ، فَإِذَا اتَّهَمَهُ الْقَاضِي
 بِهِ لَا يَقْبَلُهُ .

(وَلَوْ قَالَ الشُّهُودُ : أَوْدَعَهُ رَجُلٌ لَا نَعْرِفُهُ لَا تَنْدَفِعُ عَنْهُ الْخُصُومَةُ) لِاحْتِمَالِ أَنْ
 يَكُونَ الْمُوَدَّعُ هُوَ هَذَا الْمُدَّعَى ، وَلِأَنَّهُ مَا أَحَالَهُ إِلَى مُعَيَّنٍ يُمَكِّنُ لِلْمُدَّعَى اتِّبَاعَهُ ، فَلَوْ
 انْدَفَعَتْ لِتَضَرَّرَ بِهِ الْمُدَّعَى ، وَلَوْ قَالُوا نَعْرِفُهُ بِوَجْهِهِ وَلَا نَعْرِفُهُ بِاسْمِهِ وَنَسَبِهِ فَكَذَلِكَ
 الْجَوَابُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ لِلْوَجْهِ الثَّانِي ، وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ تَنْدَفِعُ لِأَنَّهُ أَثَبَتَ بَيِّنَتِهِ أَنَّ الْعَيْنَ
 وَصَلَ إِلَيْهِ مِنْ جِهَةِ غَيْرِهِ حَيْثُ عَرَفَهُ الشُّهُودُ بِوَجْهِهِ ، بِخِلَافِ الْفَصْلِ الْأَوَّلِ فَلَمْ تَكُنْ
 يَدُهُ يَدَ خُصُومَةٍ وَهُوَ الْمَقْصُودُ ، وَالْمُدَّعَى هُوَ الَّذِي أَضَرَ بِنَفْسِهِ حَيْثُ نَسِيَ خَصْمَهُ
 أَوْ أَضَرَهُ شُهُودُهُ ، وَهَذِهِ الْمَسْأَلَةُ مُخَمَّسَةٌ كِتَابِ الدَّعْوَى وَقَدْ ذَكَرْنَا الْأَقْوَالَ
 الْخَمْسَةَ .

ترجمہ

جب مدعی علیہ نے کہا کہ فلاں غائب نے یہ چیز میرے پاس ودیعت رکھی ہے یا رہن رکھی ہے یا میں نے اس سے یہ چیز غصب

کی ہے اور مدعی علیہ نے اس پر گواہی کو قائم کر دیا ہے۔ تو اس کے اور مدعی کے درمیان کوئی خصومت نہیں ہے اور اسی طرح جب اس نے کہا کہ فلاں غائب شخص نے مجھے یہ چیز اجارہ پردی ہے اور اس نے گواہی قائم کر دیا اس لئے کہ اس نے گواہی سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس کا قبضہ خصومت کا قبضہ نہیں ہے ابن شبرمہ فرماتے ہیں کہ خصومت ختم نہ ہو گیا اس لئے کہ غائب کی طرف سے خصم نہ ہونے کے سبب غائب کے لئے ملک کو ثابت کرنا مشکل ہے اور خصومت کا دور ہونا اسی بات پر مبنی ہے ہمارے نزدیک گواہی دو چیزوں کا تقاضہ کرتا ہے۔

غائب کے لئے ملک کا ثابت ہونا اور اس میں کوئی خصم نہیں ہے اس لئے غائب کے لئے ملکیت ثابت نہیں ہوگی۔ مدعی کی خصومت کا دور ہونا اور وہ اس میں خصم ہے اس لئے یہ ثابت ہو جائے گا اور یہ عورت کو منتقل کرنے کے وکیل کی طرح ہے اور عورت کی طلاق پر گواہی قائم کرنے کی طرح ہے جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور گواہی کے بغیر خصومت ختم نہیں ہوگی جس طرح ابن ابی لیلی نے کہا ہے اس لئے کہ وہ اپنے ظاہری قبضہ کے سبب اس کا خصم ہو چکا ہے اور وہ اپنے اقرار سے یہ چاہتا ہے کہ اس پر جو حق واجب ہے اس کو پھیر دے لہذا حجت کے بغیر اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی جس طرح اگر کسی نے اپنے ذمے سے قرض کو دوسرے کے ذمے منتقل کرنے کا دعویٰ کیا۔

حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر قابض نیک شخص ہو تو وہی حکم ہوگا جس کو ہم نے بیان کیا ہے لیکن اگر وہ حیلہ کرنے میں مشہور ہو تو اس سے خصومت ختم نہیں ہوگی اس لئے کہ جو لوگوں میں حیلہ باز ہوتا ہے وہ کبھی مسافر کو اپنا سامان دے دیتا ہے تاکہ وہ مسافر اسکے پاس وہ مال ودیعت رکھ دے اور اس پر گواہ قائم کرے اور اس طرح وہ دوسرے کے حق کو باطل کرنے کا حیلہ کرتا ہے لہذا جب قاضی اس کو متہم سمجھے گا تو وہ اس کی حجت کو قبول نہیں کرے گا۔

اور جب گواہوں نے کہا کہ اس شخص کے پاس ایک ایسے آدمی نے ودیعت رکھی ہے جس کو ہم نہیں جانتے تو اس سے خصومت ختم نہیں ہوگی اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ ودیعت رکھنے والا ہی مدعی ہو اور اس لئے کہ قابض نے مدعی کو کسی معین شخص کی طرف حالہ نہیں کیا تاکہ مدعی کے لئے اس کا پیچھا کرنا ممکن ہو پس اگر خصومت ختم ہو جائے تو اس سے مدعی کا نقصان ہوگا اور جب گواہوں نے کہا کہ ہم ودیعت رکھنے والے کو اس صورت سے پہچانتے ہیں لیکن اس کے نام اور نسب کو نہیں جانتے پھر بھی دوسری علت کی وجہ سے امام محمد کے نزدیک یہی حکم ہوگا اور امام اعظم کے نزدیک خصومت ختم ہو جائے گی اس لئے کہ قابض نے اپنے گواہی سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ مال عین اس کو دوسرے کی طرف سے ملا ہے اس لئے کہ گواہ اس کو صورت سے پہچانتے ہیں پہلی صورت کے خلاف لہذا اس کا قبضہ خصومت کا قبضہ نہیں ہے اور یہی مقصود ہے اور مدعی نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا ہے اس لئے کہ وہ اپنے مدعی علیہ کو بھول گیا ہوگا یا اس کے گواہوں نے اس کو نقصان نہیں پہنچایا اور کتاب الدعویٰ میں یہ مسئلہ خمسہ کے نام سے مشہور ہے اور ہم نے پانچوں اقوال کو ذکر کر دیا ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر وہ چیز ہلاک ہو گئی ہے یا گواہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اُس شخص کو پہچانتے نہیں یا خود ذوالید نے ایسا اقرار کیا جس کی وجہ سے وہ مدعی علیہ بن سکتا ہے۔ مثلاً کہتا ہے میں نے فلاں شخص سے خریدی ہے یا اُس غائب نے مجھے ہبہ کی ہے یا مدعی نے اس پر ملک مطلق کا دعویٰ ہی نہیں کیا ہے بلکہ اس کے کسی فعل کا دعویٰ ہے مثلاً اس شخص نے میری یہ چیز غصب کر لی ہے یا یہ چیز میری چوری گئی یہ نہیں کہتا کہ اس نے چرائی تاکہ پردہ پوشی رہے اگرچہ مقصود یہی ہے کہ اس نے چرائی ہے اور ان سب صورتوں میں ذوالید یہ جواب دیتا ہے کہ فلاں غائب نے میرے پاس امانت رکھی ہے وغیرہ وغیرہ تو دعوائے مدعی اس بیان سے دفع نہیں ہوگا اور اگر مدعی نے غصب میں یہ کہا کہ یہ چیز مجھ سے غصب کی گئی یہ نہیں کہتا کہ اس نے غصب کی تو دعویٰ دفع ہوگا کیونکہ اس صورت میں حد نہیں ہے کہ پردہ پوشی اور اُس پر سے حد دفع کرنے کے لیے عبارت میں یہ کنا یہ اختیار کیا جائے۔

اور جب مدعی علیہ کچھری سے باہر یہ کہتا تھا کہ میری ملک ہے اور کچھری میں یہ کہتا ہے کہ میرے پاس فلاں کی امانت ہے یا اُس نے رہن رکھا ہے اور اُس پر گواہ پیش کرتا ہے دعویٰ دفع ہو جائے گا مگر جبکہ مدعی گواہوں سے یہ ثابت کر دے کہ اس نے خود اپنی ملک کا اقرار کیا ہے تو دعویٰ دفع نہ ہوگا۔ (درمختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

انکار مدعی علیہ سے دفع دعویٰ کا بیان

اور جب مدعی علیہ نے جواب دیا کہ تو نے خود اقرار کیا ہے کہ یہ چیز مدعی علیہ کے ہاتھ بیع کر دی ہے اگر اسے گواہوں سے ثابت کر دے یا بصورت گواہ نہ ہونے کے مدعی پر حلف دیا اُس نے انکار کر دیا دعویٰ دفع ہو جائے گا۔ اور جب عورت نے ورثہ شوہر پر میراث و مہر کا دعویٰ کیا اُنھوں نے جواب میں کہا مورث نے اپنے مرنے سے دو سال پہلے اسے حرام کر دیا تھا۔ عورت نے اس کے دفع کرنے کے لیے ثابت کیا کہ شوہر نے مرض الموت میں میرے حلال ہونے کا اقرار کیا ہے ورثہ کی بات دفع ہو جائے گی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

اور جب عورت نے شوہر کے بیٹے پر میراث کا دعویٰ کیا بیٹے نے انکار کر دیا اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ بالکل باپ کی منکوحہ ہونے سے انکار کر دے کبھی اس کے باپ نے نکاح کیا ہی نہ تھا۔ دوم یہ کہ مرنے کے وقت یہ اس کی منکوحہ نہ تھی۔ عورت نے گواہوں سے اپنا منکوحہ ہونا ثابت کیا اور بیٹے نے یہ گواہ پیش کیے کہ اُس کے باپ نے تین طلاقیں دیدی تھیں اور مرنے سے پہلے عدت بھی ختم ہو چکی تھی اگر پہلی صورت میں لڑکے نے یہ جواب دیا ہے تو اس کے گواہ مقبول نہیں کہ پہلے قول سے منقض ہے۔ اور دوسری صورت میں یہ گواہ پیش کئے تو لڑکے کے گواہ مقبول ہیں۔ (فتاویٰ قاضی خان، کتاب دعویٰ)

اور جب اس نے دعویٰ کیا کہ میرے باپ کا تم پر اتنا چاہیے اُن کا انتقال ہوا اور تنہا مجھے وارث چھوڑا لہذا وہ مال مجھے دو مدعی علیہ نے کہا تمہارے باپ کا مجھ پر جو کچھ چاہیے تھا وہ اس وجہ سے تھا کہ میں نے اُس کے لیے فلاں کی طرف سے کفالت کی تھی اور مکفول عنہ نے تمہارے باپ کی زندگی میں اُسے دین ادا کر دیا مدعی نے یہ تسلیم کیا کہ اس سے مطالبہ بحکم کفالت ہے مگر یہ کہ مکفول

عنه نے ادا کر دیا تسلیم نہیں لہذا اس صورت میں اگر مدعی علیہ اس کو گواہ سے ثابت کر دے گا دعویٰ دفع ہو جائے گا یو ہیں اگر مدعی علیہ نے یہ کہا کہ تمہارے والد نے مجھے کفالت سے بری کر دیا تھا یا اُس کے مرنے کے بعد تم نے بری کر دیا تھا اور اس کو گواہ سے ثابت کر دیا دعویٰ دفع ہو گیا۔

اور جب اس نے یہ دعویٰ کیا کہ میرے باپ کے تم پر سو روپے ہیں وہ مر گئے تنہا میں وارث ہوں مدعی علیہ نے کہا تمہارے باپ کو میں نے فلاں پر حوالہ کر دیا اور محتمل علیہ بھی تصدیق کرتا ہے خصومت مندفع نہ ہوگی، جب تک حوالہ کو گواہوں سے نہ ثابت کرے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

اور اس نے سوتیلی ماں پر دعویٰ کیا کہ یہ مکان جو تمہارے قبضہ میں ہے میرے باپ کا ترکہ ہے۔ عورت نے جواب دیا کہ ہاں تمہارے باپ کا ترکہ ہے مگر قاضی نے اس مکان کو میرے مہر کے بدلے میرے ہی ہاتھ بیع کر دیا تم اُس وقت چھوٹے تھے تمہیں خبر نہیں اگر عورت یہ بات گواہوں سے ثابت کر دے گی دعویٰ دفع ہو جائے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

اور جب ایک بھائی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ یہ مکان جو تمہارے قبضہ میں ہے اس میں بھی شریک ہوں کیونکہ یہ ہمارے باپ کی میراث ہے دوسرے نے جواب دیا کہ یہ مکان میرا ہے ہمارے باپ کا اس میں کچھ نہ تھا۔ اس کے بعد مدعی علیہ نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ مکان میں نے اپنے باپ سے خریدا ہے یا میرے باپ نے اس مکان کا میرے لیے اقرار کیا تھا۔ یہ دعویٰ صحیح ہے اور اس پر گواہ پیش کریگا مقبول ہوں گے اور اگر بھائی کے جواب میں یہ کہا تھا کہ یہ ہمارے باپ کا کبھی نہ تھا۔ یا یہ کہ اس میں باپ کا کوئی حق کبھی نہ تھا۔ پھر وہ دعویٰ کیا تو نہ دعویٰ مسموع، نہ اُس پر گواہ مقبول۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

غائب کو خریدنے پر خصم ہونے کا بیان

(وَإِنْ قَالَ : اِبْتَعْتُهُ مِنَ الْغَائِبِ فَهُوَ خَصْمٌ) لِأَنَّهُ لَمَّا زَعَمَ أَنَّ يَدَهُ يَدُ مَلِكٍ اعْتَرَفَ بِكُونِهِ خَصْمًا (وَإِنْ قَالَ الْمُدْعَى : غَضَبْتُهُ مِنِّي أَوْ سَرَقْتُهُ مِنِّي لَا تَنْدَفِعُ الْخُصُومَةُ وَإِنْ أَقَامَ ذُو الْيَدِ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْوَدِيعَةِ) لِأَنَّهُ إِنَّمَا صَارَ خَصْمًا بِدَعْوَى الْفِعْلِ عَلَيْهِ لَا بِيَدِهِ ، بِخِلَافِ دَعْوَى الْمَلِكِ الْمُطْلَقِ لِأَنَّهُ خَصْمٌ فِيهِ بِاعْتِبَارِ يَدِهِ حَتَّى لَا يَصِحَّ دَعْوَاهُ عَلَى غَيْرِ ذِي الْيَدِ وَيَصِحُّ دَعْوَى الْفِعْلِ .

ترجمہ

اور جب مدعی علیہ نے کہا کہ میں نے اس کو اس آدمی سے خریدا ہے جو غائب ہے پس وہ خصم ہوگا اس لئے کہ اس کا یہ اقرار کرنا دلیل ہے اس کا قبضہ کرنا قبضہ ملکیت ہے تو اس نے اپنے آپ کے خصم ہونے کا بھی اقرار کر لیا اور جب مدعی نے کہا کہ تو نے یہ غلام مجھ سے غصب کیا ہے یا میرے ہاں سے چرایا ہے تو اس کے ذریعے مدعی علیہ سے خصومت دور نہ ہوگی۔ اگرچہ وہ ودیعت پر گواہی

قائم کر دے اس لئے کہ وہ اس فعل کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے جھگڑے کا ایک فرد ہو گیا ہے ملک مطلق کے دعوے کے خلاف کیونکہ اس میں اپنے قبضہ کی وجہ سے مدعی علیہ جھگڑے کا ایک فرد ہے حتیٰ کہ غیر قابض پر ملک مطلق کا دعویٰ درست نہیں ہے اور فعل کا دعویٰ درست ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مدعی نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری ہے اس کو میں نے فلاں شخص غائب سے خریدا ہے مدعی علیہ نے جواب میں کہا اسی غائب نے خود میرے پاس امانت رکھی ہے تو دعویٰ دفع ہو جائے گا اگرچہ مدعی علیہ اپنی بات پر گواہ بھی پیش نہ کرے اور اگر مدعی علیہ نے اُس کے خود امانت رکھنے کو نہیں کہا بلکہ یہ کہا اس کے وکیل نے میرے پاس امانت رکھی ہے تو بغیر گواہوں سے ثابت کیے دعویٰ دفع نہیں ہوگا اور اگر مدعی یہ کہتا ہے کہ اُس غائب سے میں نے خریدی اور اُس نے مجھے قبضہ کا وکیل کیا ہے اور اُس کو گواہ سے ثابت کر دیا تو مدعی کو چیز دلادی جائے گی اور اگر مدعی علیہ نے اُس غائب سے مدعی کے خریدنے کا اقرار کیا اس نے گواہوں سے ثابت نہیں کیا تو دیدینے کا حکم نہیں دیا جائیگا۔ (در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

جب مدعی نے چیز کے چوری ہونے کا دعویٰ کیا ہے

(وَإِنْ قَالَ الْمُدَّعَى: سَرَقَ مِنِّي وَقَالَ صَاحِبُ الْيَدِ: أَوْدَعَنِيهِ فَلَانَ وَأَقَامَ الْبَيِّنَةَ لَمْ تَنْدَفِعِ الْخُصُومَةُ) وَهَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَهُوَ اسْتِحْسَانٌ ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ : تَنْدَفِعُ لِأَنَّهُ لَمْ يَدَّعِ الْفِعْلَ عَلَيْهِ فَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ : غَضِبَ مِنِّي عَلَى مَا لَمْ يُسَمِّ فَاعِلَهُ . وَلَهُمَا أَنْ ذَكَرَ الْفِعْلَ يَسْتَدْعِي الْفَاعِلَ لَا مَحَالَةَ ، وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ هُوَ الَّذِي فِي يَدِهِ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يُعَيِّنْهُ دَرَاءَ لِّلْحَدِّ شَفَقَةً عَلَيْهِ وَإِقَامَةَ لِحُسْبَةِ السَّرِّ فَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ : سَرَقْتُ ، بِخِلَافِ الْغَضَبِ لِأَنَّهُ لَا حَدَّ فِيهِ فَلَا يُحْتَرَزُ عَنْ كَشْفِهِ

(وَإِنْ قَالَ الْمُدَّعَى: ابْتَعْتُهُ مِنْ فَلَانَ وَقَالَ صَاحِبُ الْيَدِ: أَوْدَعَنِيهِ فَلَانَ ذَلِكَ أُسْقِطَتْ الْخُصُومَةُ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ) لِأَنَّهُمَا تَوَافَقَا عَلَى أَنَّ أَصْلَ الْمَلِكِ فِيهِ لِغَيْرِهِ فَيَكُونُ وُصُولُهَا إِلَى يَدِ ذِي الْيَدِ مِنْ جِهَتِهِ فَلَمْ تَكُنْ يَدُهُ يَدَ خُصُومَةٍ إِلَّا أَنْ يُقِيمَ الْبَيِّنَةَ أَنَّ فَلَانًا وَكَلَّهُ بِقَبْضِهِ لِأَنَّهُ أَثَبَتَ بَيِّنَتَهُ كَوْنَهُ أَحَقَّ بِإِمْسَاكِهَا ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

ترجمہ

اور جب مدعی نے کہا کہ یہ چیز مجھ سے چوری کی گئی ہے اور قابض نے یہ کہا کہ فلاں آدمی نے اس کو میرے پاس ودیعت رکھا

ہے اور گواہی کو بھی قائم کر دیا تو پھر بھی شیخین کے نزدیک خصومت دور نہیں ہوگی اور یہ استحسان ہے۔
حضرت امام محمد کے نزدیک خصومت ختم ہو جائے گی اس لئے کہ مدعی نے قابض پر فعل کا دعویٰ نہیں کیا اور یہ اس طرح ہو گیا
جیسے مدعی نے کہا کہ یہ چیز میرے پاس سے غصب کی گئی ہے اور اس کا کوئی غاصب نہیں بتایا۔ شیخین کی دلیل یہ ہے کہ فعل فاعل کا
تقاضہ کرتا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ جس کے پاس وہ چیز موجود ہے وہی چور ہے لیکن مدعی نے شفقت کی وجہ سے حدود کرنے کے لئے
اس کو متعین نہیں کیا اور پردہ پوشی کو پیش نظر رکھا ہے لہذا یہ اس طرح ہو گیا جیسے مدعی نے قابض سے کہا کہ یہ تو نے چوری کی ہے غصب
کے خلاف اس لئے کہ اس میں حدود نہیں ہے اس لئے مدعی اس کو ظاہر کرنے سے گریز نہیں کرے گا۔

اور اگر مدعی نے کہا کہ میں نے یہ سامان فلاں آدمی سے خریدا ہے اور قابض نے کہا کہ اسی آدمی نے میرے پاس یہ سامان
ودیعت رکھا ہے تو خصومت ساقط ہو جائے گی کیونکہ کہ جب دونوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ اس میں اصل ملکیت دوسرے کی
ہے تو قابض کے پاس اس کا پہنچنا اسی دوسرے کی طرف سے ہوگا اور اس کا قبضہ کرنا قبضہ خصومت نہیں ہوگا مگر یہ کہ وہ اس بات پر
گواہی قائم کر دے کہ فلاں آدمی نے اس کو اس چیز پر قبضہ کرنے کا وکیل بنایا ہے اس لئے اس نے اپنی گواہی سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ
اس کو روکنے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔

مدعی علیہ کا شخص غائب کی تعین نہ کرنے کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور اگر مدعی علیہ نے اُس شخص غائب کی تعین نہیں کی ہے فقط یہ کہتا ہے کہ ایک شخص
نے میرے پاس امانت رکھی ہے جس کا نام و نسب کچھ نہیں بتاتا تو اس کہنے سے دعوے سے بری نہیں ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی کہتے ہیں کہ مدعی علیہ دعوے سے اُس وقت بری ہوگا کہ وہ حیلہ ساز اور چال
باز شخص نہ ہو ایسا ہوہو نہ دعویٰ دفع نہیں ہوگا اس لیے کہ چال باز آدمی یہ کر سکتا ہے کہ کسی کی چیز غصب کر کے خفیہ کسی پر دیسی آدمی کو
دیدے اور یہ کہدے کہ فلاں وقت میرے پاس یہ چیز لے کر آنا اور لوگوں کے سامنے یہ کہدینا کہ یہ میری چیز امانت رکھ لو اس نے
وقت معین پر معتبر آدمیوں کو کسی حیلہ سے اپنے یہاں بلا لیا اُس شخص نے اُن کے سامنے امانت رکھ دی اور اپنا نام و نسب بھی بتا دیا اور
چلا گیا اب جب کہ مالک نے دعویٰ کیا تو اس شخص نے کہدیا کہ فلاں غائب نے امانت رکھی ہے اور ان لوگوں کو گواہی میں پیش کر دیا
مقدمہ ختم ہو گیا اب نہ وہ پر دیسی آئے گا نہ چیز کا کوئی مطالبہ کریگا یوں پر ایما مال ہضم کر لیا جائے گا لہذا ایسے حیلہ باز آدمی کی بات قابل
اعتبار نہیں نہ اُس سے دعویٰ دفع ہو اس قول امام ابو یوسف کو بعض فقہانے اختیار کیا ہے۔ (در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مدعی علیہ یہ بیان کرتا ہے کہ جس کی چیز ہے اُس نے اس کو میری حفاظت
میں دیا ہے یا جس کا مکان ہے اُس نے مجھے اس میں رکھا ہے یا میں نے اُس سے یہ چیز چھین لی ہے یا چرالی ہے یا وہ بھول کر چلا گیا
میں نے اٹھالی ہے یا یہ کھیت اُس نے مجھے مزارعت پر دیا ہے ان صورتوں کا بھی وہی حکم ہے کہ گواہوں سے ثابت کر دے تو دعویٰ دفع
ہو جائے گا۔ (در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

کَاتُ مَا كَدَّ عَلَيْهِ الرَّجُلَانِ

﴿ یہ باب دو اشخاص کا دعویٰ کرنے کے بیان میں ہے ﴾

باب دو آدمیوں کا دعویٰ کرنے کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابر ترقی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب دعویٰ کرنے والوں کے ان احکام سے فارغ ہوئے ہیں جن میں مدعی ایک ہوتا ہے تو اب انہوں نے دعویٰ سے متعلق ان احکام کو بیان کرنا شروع کیا ہے جس میں دعویٰ کرنے والے دو افراد ہوتے ہیں اور اس کی فقہی مطابقت واضح ہے کیونکہ واحد ثنئیہ سے مؤخر ہوا کرتا ہے۔ لہذا مصنف علیہ الرحمہ مفرد مدعی سے متعلق احکام کو مقدم اور دو مدعیوں سے متعلق احکام کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۱، ص ۳۶۰، بیروت)

دو مدعیوں کے درمیان اختلاف ہونے کا فقہی بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز کے دو حقدار ایک شخص (یعنی ذی الید) کے مقابل میں کھڑے ہو جاتے ہیں ہر ایک اپنا حق ثابت کرتا ہے۔ یہ بات پہلے بتائی گئی ہے کہ خارج کے گواہ کو ذوالید کے گواہ پر ترجیح ہے مگر جبکہ ذوالید کے گواہوں نے وہ وقت بیان کیا جو خارج کے وقت سے مقدم ہے تو ذوالید کے گواہ کو ترجیح ہوگی مگر بعض صورتیں بظاہر ایسی ہیں کہ معلوم ہوتا ہے ذوالید کی تاریخ مقدم ہے اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدم نہیں مثلاً کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری ہے ایک مہینہ سے میرے یہاں سے غائب ہے ذوالید کہتا ہے یہ چیز ایک سال سے میری ہے مدعی کے گواہوں کو ترجیح ہوگی اور اسی کے موافق فیصلہ ہوگا کیونکہ مدعی نے ملک کی تاریخ نہیں بیان کی ہے تاکہ ذوالید کے گواہوں کو ترجیح دی جائے بلکہ غائب ہونے کی تاریخ بتائی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ملک مدعی کی تاریخ ایک سال سے زیادہ کی ہو۔ (درمختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہر ایک یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میرے قبضہ میں ہے اگر ایک نے گواہوں سے اپنا قبضہ ثابت کر دیا تو وہی قابض مانا جائیگا دوسرا خارج قرار دیا جائے گا پھر وہ شخص جس کو قابض قرار دیا گیا اگر گواہوں سے اپنی ملک مطلق ثابت کرنا چاہے گا مقبول نہ ہوں گے کہ ملک مطلق میں ذوالید کے گواہ معتبر نہیں اور اگر قبضہ کے گواہ نہ پیش کرے تو حلف کسی پر نہیں۔ ایک شخص نے دوسرے سے چیز چھین لی جب اُس سے پوچھا گیا تو کہنے لگا میں نے اس لیے لی کہ یہ چیز میری تھی اور گواہوں سے اپنی ملک ثابت کی یہ گواہ مقبول ہیں کہ اگرچہ اس وقت یہ ذوالید ہے مگر حقیقت میں ذوالید نہ تھا بلکہ خارج تھا اُس سے لے لینے کے بعد ذوالید ہوا۔ (بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

دو مدعیوں کا تیسرے شخص کے قبضہ میں ہونے والی چیز میں دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا ادَّعَى اثْنَانِ عَيْنًا فِي يَدِ آخَرَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَزْعُمُ أَنَّهَا لَهُ وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ بَهَا

بَيْنَهُمَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ فِي قَوْلٍ: تَهَاتَرَتَا، وَفِي قَوْلٍ يُقْرَعُ بَيْنَهُمَا؛ لِأَنَّ إِحْدَى الْبَيِّنَتَيْنِ كَاذِبَةٌ بَيِّنٌ لِاسْتِحَالَةِ اجْتِمَاعِ الْمَلَكَيْنِ فِي الْكُلِّ فِي حَالَةٍ وَاحِدَةٍ وَقَدْ تَعَدَّرَ التَّمْيِيزُ فَيَتَهَاتَرَانِ أَوْ يُصَارُ إِلَى الْقُرْعَةِ (لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَقْرَعَ فِيهِ وَقَالَ: اللَّهُمَّ أَنْتَ الْحَكَمُ بَيْنَهُمَا) وَلَنَا حَدِيثُ تَمِيمِ بْنِ طَرْفَةَ (أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي نَاقَةٍ وَأَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ فَتَمَضَى بِهَا بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ).

وَحَدِيثُ الْقُرْعَةِ كَانَ فِي الْإِبْتِدَاءِ ثُمَّ نُسِخَ، وَلِأَنَّ الْمُطْلَقَ لِلشَّهَادَةِ فِي حَقِّ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُحْتَمَلُ الْوُجُودِ بَلْ يَعْتَمِدُ أَحَدُهُمَا سَبَبَ الْمَلِكِ وَالْآخِرُ الْيَدَ فَصَحَّتِ الشَّهَادَتَانِ فَيَجِبُ الْعَمَلُ بِهِمَا مَا أَمَكَّنَ، وَقَدْ أَمَكَّنَ بِالتَّنْصِيفِ إِذُ الْمَحِلُّ يَقْبَلُهُ، وَإِنَّمَا يُنْصَفُ لِاسْتَوَائِهِمَا فِي سَبَبِ الْإِسْتِحْقَاقِ.

ترجمہ

فرمایا کہ جب دو آدمیوں نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو تیسرے آدمی کے قبضہ میں ہے تو ان میں سے ہر مدعی شک کے ساتھ کہے گا کہ یہ چیز میری ہے اور ان میں سے ہر ایک گواہی پیش کر دے تو دونوں کے درمیان اس چیز کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ حضرت ائمہ کے ایک قول کے مطابق دونوں کا گواہی ساقط ہو جائے گا اور دوسرے قول کے مطابق ان دونوں کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی اس لئے کہ دونوں گواہیوں میں سے ایک گواہی یقیناً جھوٹا ہے اس لئے ایک حالت میں دو ملکیتوں کا جمع ہونا متعذر ہے۔ اور ان میں امتیاز کرنا بھی مشکل ہے اس لئے دونوں بینے ساقط ہو جائیں گے یا قرعہ اندازی کی راہ اپنائی جائے گی اس لئے کہ آپ ﷺ نے اس طرح کے معاملات میں قرعہ اندازی کر کے اس طرح دعا فرمائی اے اللہ! تو ہی ان کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے، ہماری دلیل حضرت طرفہ بن تمیم والی یہ حدیث ہے کہ دو آدمیوں نے آپ ﷺ کو ایک اونٹنی کے متعلق فیصلہ کرنے والا بنایا اور ان میں سے ہر ایک نے گواہی پیش کی تو آپ ﷺ نے ان دونوں آدمیوں کے لئے آدھی آدھی اونٹنی کا فیصلہ کر دیا اور قرعہ اندازی والی حدیث کو ابتداءً اسلام پر محمول کیا جائے گا پھر وہ منسوخ ہو گئی اور اس لئے کہ دونوں گواہیوں کے حق میں شہادت کو جائز قرار دینے والی چیز پائی جاسکتی ہے اس طرح کہ ایک کی گواہی کا مدار سبب ملک پر ہو اور دوسرے نے قبضہ پر اعتماد کیا ہو تو دونوں شہادتیں درست ہیں لہذا اس وقت دونوں پر عمل کرنا واجب ہوگا اور آدھا آدھا کر کے عمل کرنا ممکن بھی ہے اس لئے کہ محل دعویٰ نصف کو قبول کرتا ہے اور آدھا آدھا کر کے اس وجہ سے تقسیم کی جائے گی کہ مستحق ہونے میں دونوں برابر ہیں۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب دو شخصوں نے ایک معین چیز کے متعلق جو تیسرے کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا ہر ایک اُس شے کو اپنی ملک بتاتا ہے اور سب ملک کچھ نہیں بیان کرتا اور نہ تاریخ بیان کرتا اور اپنے دعوے کو ہر ایک نے گواہوں سے ثابت کر دیا وہ چیز دونوں کو نصف نصف دلادی جائے گی کیونکہ کسی کو ترجیح نہیں ہے۔ (در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

مثال کے طور پر یہ زید کے قبضہ میں مکان ہے عمر نے پورے مکان کا دعویٰ کیا اور بکر نے آدھے کا اور دونوں نے اپنی ملک گواہوں سے ثابت کی اُس مکان کی تین چوتھائی عمر کو دی جائے گی اور ایک چوتھائی بکر کو کیونکہ نصف مکان تو عمر کو بغیر منازعت ملتا ہے اس میں بکر نزاع ہی نہیں کرتا نصف میں دونوں کی نزاع ہے یہ نصف دونوں میں برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور اگر مکان انھیں دونوں مدعیوں کے قبضہ میں ہے تو مدعی کل کو نصف بغیر قضا ملے گا کیونکہ اس نصف میں دوسرا نزاع ہی نہیں کرتا اور نصف دوم اسی کو بطور قضا ملے گا کیونکہ یہ خارج ہے اور خارج کے گواہ ذوالید کے مقابل میں معتبر ہوتے ہیں۔

مدعیان کا دعویٰ نکاح کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ ادَّعَى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِكَاحَ امْرَأَةٍ وَأَقَامَا بَيِّنَةً لَمْ يَقْضِ بِوَاحِدَةٍ مِنَ الْبَيِّنَتَيْنِ)
(لِتَعَدُّ الْعَمَلِ بِهِمَا ؛ لِأَنَّ الْمَحِلَّ لَا يَقْبَلُ الْإِشْتِرَاكَ .

قَالَ (وَيَرْجِعُ إِلَى تَصْدِيقِ الْمَرْأَةِ لِأَحَدِهِمَا) لِأَنَّ النِّكَاحَ مِمَّا يُحْكَمُ بِهِ بِتَصَادُقِ الزَّوْجَيْنِ ، وَهَذَا إِذَا لَمْ تُؤَقَّتِ الْبَيِّنَتَانِ ، فَأَمَّا إِذَا وَقَّتَا فَصَاحِبُ الْوَقْتِ الْأَوَّلِ أَوْلَى وَإِنْ أَقَرَّتْ لِأَحَدِهِمَا قَبْلَ إِقَامَةِ الْبَيِّنَةِ فَهِيَ امْرَأَتُهُ) لِتَصَادُقِهِمَا (وَإِنْ أَقَامَ الْآخِرُ الْبَيِّنَةَ قُضِيَ بِهَا) لِأَنَّ الْبَيِّنَةَ أَقْوَى مِنَ الْإِقْرَارِ وَلَوْ تَفَرَّدَ أَحَدُهُمَا بِالدَّعْوَى وَالْمَرْأَةُ تَجْحَدُ فَأَقَامَ الْبَيِّنَةَ وَقُضِيَ بِهَا الْقَاضِي لَهُ ثُمَّ ادَّعَى الْآخِرُ وَأَقَامَ الْبَيِّنَةَ عَلَى مِثْلِ ذَلِكَ لَا يُحْكَمُ بِهَا) لِأَنَّ الْقَضَاءَ الْأَوَّلَ قَدْ صَحَّ فَلَا يُنْقَضُ بِمَا هُوَ مِثْلُهُ بَلْ هُوَ دُونَهُ (إِلَّا أَنْ يُؤَقَّتَ شُهُودُ الثَّانِي سَابِقًا) لِأَنَّهُ ظَهَرَ الْخَطَأُ فِي الْأَوَّلِ بَيِّنًا . وَكَذَا إِذَا كَانَتْ الْمَرْأَةُ فِي يَدِ الزَّوْجِ وَنِكَاحُهُ ظَاهِرًا لَا تُقْبَلُ بَيِّنَةُ الْخَارِجِ إِلَّا عَلَى وَجْهِ السَّبْقِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب دو مدعیوں میں سے ہر ایک نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اس عورت سے نکاح کیا ہے اور دونوں نے گواہی پیش کر دی تو دونوں گواہوں میں سے کسی پر بھی فیصلہ نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ دونوں پر عمل کرنا مشکل ہے کیونکہ محل اشتراک کو قبول نہیں

کرتا فرمایا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے حق میں عورت کی تصدیق کی طرف رجوع کیا جائے گا اس لئے کہ میاں بیوی کے اتفاق کے ساتھ نکاح کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے یہ اس صورت میں ہوگا جب گواہوں میں سے کسی نے نکاح کا وقت نہ بیان کیا ہو لیکن جب دونوں نے نکاح کا وقت بیان کر دیا تو پہلے کا گواہی افضل ہوگا اور جب عورت نے گواہی پیش کرنے سے پہلے کسی کے لئے اقرار کر دیا تو وہ عورت مقررہ کی بیوی ہوگی اس لئے کہ دونوں نے اتفاق کر لیا ہے اب اگر دوسرے مدعی نے گواہی پیش کر دی تو اس کے حق میں فیصلہ ہوگا اس لئے کہ گواہی اقرار سے قوی ہوتی ہے اور جب صرف ایک آدمی نے دعویٰ کیا اور عورت نے انکار کر دیا اور مدعی نے اس پر گواہی پیش کر دیا اور قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا اس کے دوسرے نے اسی طرح دعویٰ کر کے گواہی پیش کر دی تو اس کی گواہی پر فیصلہ نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ قضائے اول درست ہے لہذا اس طرح کی گواہی سے وہ باطل نہ ہوگا جو اس کی مثل ہے بلکہ اس سے کمزور ہے مگر یہ کہ دوسرے مدعی کے گواہ پہلے کے گواہوں سے پہلی تاریخ کا ذکر کریں اس لئے کہ اب یقین کے ساتھ پہلا قضاء غلط ہو گیا اسی طرح اگر وہ عورت کسی آدمی کے نکاح میں ہو اور اس کا نکاح ظاہر ہو تو اس صورت میں بھی خارج کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی مگر تاریخ کے مقدم ہونے کی صورت میں قبول کی جائے گی۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب دو شخصوں نے ایک عورت کے متعلق دعویٰ کیا ہر ایک اس کو اپنی منکوہ بتاتا ہے اور دونوں نے نکاح کو گواہوں سے ثابت کیا تو دونوں جانب کے گواہ متعارض ہو کر ساقط ہو گئے نہ اس کا نکاح ثابت ہوا، نہ اس کا اور عورت کو وہ لے جائے گا جس کے نکاح کی وہ تصدیق کرتی ہو بشرطیکہ اس کے قبضہ میں نہ ہو جس کے نکاح کی تکذیب کرتی ہو یا اس نے دخول نہ کیا ہو اور اگر اس کے قبضہ میں ہو جس کی عورت نے تکذیب کی یا اس نے دخول کیا ہو دوسرے نے نہیں تو اسی کی عورت قرار دی جائے گی۔ یہ تمام باتیں اس وقت ہیں جب کہ دونوں نے نکاح کی تاریخ نہ بیان کی ہو اور اگر نکاح کی تاریخ بیان کی ہو تو جس کی تاریخ مقدم ہے وہ حقدار ہے اور اگر ایک نے تاریخ بیان کی دوسرے نے نہیں تو جس کے قبضہ میں ہے یا جس کی تصدیق وہ عورت کرتی ہو وہ حقدار ہے۔ (در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

اور جب دو شخص نکاح کے مدعی ہیں اور گواہ ان میں سے کسی کے پاس نہ تھے۔ عورت اس کو ملنی جس کی اس نے تصدیق کی اس کے بعد دوسرے نے گواہ سے اپنا نکاح ثابت کیا تو اس کو ملے گی کیونکہ گواہ کے ہوتے ہوئے عورت کی تصدیق کوئی چیز نہیں۔ اور ایک نے نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہ سے ثابت کیا اس کے لیے فیصلہ ہو گیا اس کے بعد دوسرا دعویٰ کرتا ہے اور گواہ پیش کرتا ہے اس کو رد کر دیا جائے گا ہاں اگر اس نے گواہوں سے اپنے نکاح کی تاریخ مقدم ثابت کر دی تو اس کے موافق فیصلہ ہوگا۔ اور جب عورت مرچکی ہے اس کے متعلق دو شخصوں نے نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہوں سے ثابت کیا چونکہ اس دعوے کا محصل طلب مال ہے دونوں کو اس کا وارث قرار دیا جائے گا اور شوہر کا جو حصہ ہوتا ہے اس میں دونوں برابر کے شریک ہوں گے اور دونوں پر نصف نصف مہر لازم ہوگا۔ (در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

مدعیان کا اختلاف نکاح و طلاق و عدت کا بیان

ایک شخص نے نکاح کیا دوسرا شخص دعویٰ کرتا ہے کہ یہ عورت میری زوجہ ہے مدعی علیہ کہتا ہے تیری زوجہ تھی مگر تو نے طلاق دیدی اور عدت پوری ہوگئی اب اس سے میں نے نکاح کیا مدعی طلاق سے انکار کرتا ہے اور طلاق کے گواہ نہیں ہیں۔ عورت مدعی کو دلالتی جائے گی اور اگر مدعی کہتا ہے کہ میں نے طلاق دی تھی مگر اُس سے پھر نکاح کر لیا اور مدعی علیہ دوبارہ نکاح کرنے کا انکار کرتا ہے تو مدعی علیہ کو دلالتی جائے گی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

اور جب مرد کہتا ہے تیری نابالغی میں تیرے باپ نے مجھ سے نکاح کر دیا عورت کہتی ہے میرے باپ نے جب نکاح کیا تھا میں بالغ تھی اور نکاح سے میں نے ناراضی ظاہر کر دی تھی اس صورت میں قول عورت کا معتبر ہے اور گواہ مرد کیا اور اگر مرد نے گواہوں سے ثابت کیا کہ میں نے اس عورت سے نکاح کیا ہے اور عورت کی بہن نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس مرد سے نکاح کیا ہے مرد کے گواہ معتبر ہوں گے عورت کے گواہ نامقبول ہیں۔ (فتاویٰ قاضی خان، احکام دعویٰ)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مرد نے نکاح کا دعویٰ کیا عورت نے انکار کر دیا مگر اس نے دوسرے کی زوجہ ہونے کا اقرار نہیں کیا ہے پھر قاضی کے پاس اُس مدعی کی زوجہ ہونے کا اقرار کیا یہ اقرار صحیح ہے۔ اور اگر مرد نے دعویٰ کیا کہ اس عورت سے ایک ہزار مہر پر میں نے نکاح کیا ہے عورت نے انکار کر دیا مرد نے دو ہزار مہر پر نکاح ہونے کا ثبوت دیا گواہ مقبول ہیں دو ہزار مہر پر نکاح ہونا قرار پائے گا۔ اور جب مرد نے نکاح کا دعویٰ کیا۔ عورت کہتی ہے میں اُس کی زوجہ تھی مگر مجھے اُس کی وفات کی اطلاع ملی میں نے عدت پوری کر کے اس دوسرے شخص سے نکاح کر لیا وہ عورت مدعی کی زوجہ ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

دعویٰ نکاح میں عورت ہونے کے سبب گواہی طلب کرنے کا بیان

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: لو يعطى الناس بدعواهم لادعى رجال اموال قوم ودماءهم ولكن البينة على المدعى واليمين على من انكر۔

ترجمہ: اگر لوگوں کو محض ان کے دعویٰ کی بنیاد پر دیا جاتا تو ضرور کچھ لوگ قوم کے مال و دولت اور خون بہا کا دعویٰ کرنے لگتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ دعویٰ کرنے والے کے ذمہ شرعی ثبوت پیش کرنا ہے اور انکار کرنے والے پر قسم لازم ہے۔

(سنن البيهقي كتاب الدعوى والبيانات باب البينة على المدعى واليمين على المدعى عليه حديث نمبر (21733))

اس حدیث پاک کی روشنی میں فقہاء کرام نے کہا ہے کہ اگر کوئی عورت کسی کے نکاح میں ہونے کا دعویٰ کرتی ہے اور مرد اسے اپنی منکوہہ ماننے سے انکار کرتا ہے تو ایسی صورت میں حکم شریعت یہ ہے کہ عورت سے بینہ طلب کیا جائے اگر وہ شرعی بینہ پیش کر دے

تو اسی کی بات کا اعتبار کیا جائے گا اور وہ اس مرد کی بیوی قرار پائے گی۔ اگر عورت شرعی بینہ پیش نہ کر سکے تو شوہر سے قسم لی جائے گی قسم کے ساتھ شوہر کی بات قابل قبول ہوگی شرعی بینہ نہ ہونے کی صورت میں اگر وہ شخص قسم کے ساتھ انکار کرے تو دونوں ایک دوسرے کے لئے اجنبی قرار پائیں گے۔

فتاویٰ فتاویٰ ہندیہ، کتاب دعویٰ، بیروت کتاب الدعوی الفصل الاول فی الاستحلاف والنکول میں ہے: وإن ادعی رجل علی امرأة انه تزوجها وانکرت المرأة ذلك او ادعت المرأة النکاح وانکر الرجل عند ابی حنیفة - رحمہ اللہ تعالیٰ - لا یتحلف المنکر فی هذه المسائل السبع وعندہما یتحلف وإذا نکل یقضى بالنکول کذا فی النہایة. نیز رد المحتار میں ہے: والحاصل ان المفتی بہ التحلیف فی الكل إلا فی الحدود. (رد المحتار، کتاب الوقف)

مدعیان کا خریداری کرنے میں دعویٰ کا بیان

قَالَ (وَلَوْ ادَّعَى اثْنَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنَّهُ اشْتَرَى مِنْهُ هَذَا الْعَبْدَ) مَعْنَاهُ مِنْ صَاحِبِ الْيَدِ وَأَقَامَا بَيِّنَةً فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَخَذَ نِصْفَ الْعَبْدِ بِنِصْفِ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ) لِأَنَّ الْقَاضِيَ يَقْضِي بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ لِاسْتِوَائِهِمَا فِي السَّبَبِ فَصَارَ كَالْفُضُولِيِّينَ إِذَا بَاعَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنْ رَجُلٍ وَأَجَازَ الْمَالِكُ الْبَيْعَيْنِ يُخَيَّرُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِأَنَّهُ تَغَيَّرَ عَلَيْهِ شَرْطُ عَقْدِهِ ، فَلَعَلَّ رَغْبَتَهُ فِي تَمَلُّكِ الْكُلِّ فَيُرَدُّهُ وَيَأْخُذُ كُلَّ الثَّمَنِ .

فَإِنْ قَضَى الْقَاضِيَ بِهِ بَيْنَهُمَا فَقَالَ أَحَدُهُمَا : لَا أَخْتَارُ لَمْ يَكُنْ لِلْآخِرِ أَنْ يَأْخُذَ جَمِيعَهُ لِأَنَّهُ صَارَ مَقْضِيًّا عَلَيْهِ فِي النِّصْفِ فَانْفَسَخَ الْبَيْعُ فِيهِ ، وَهَذَا لِأَنَّهُ خَصِمَ فِيهِ لِطَرَفٍ اسْتِحْقَاقِهِ بِالْبَيِّنَةِ لَوْ لَا بَيِّنَةٌ صَاحِبِهِ بِخِلَافِ مَا لَوْ قَالَ ذَلِكَ قَبْلَ تَخْيِيرِ الْقَاضِيَ حَيْثُ يَكُونُ لَهُ أَنْ يَأْخُذَ الْجَمِيعَ لِأَنَّهُ يَدَّعِي الْكُلَّ وَلَمْ يَفْسَخْ سَبَبُهُ ، وَالْعَوْدُ إِلَى النِّصْفِ لِلْمُزَاحِمَةِ وَلَمْ تَوْجِدْ ، وَنَظِيرُهُ تَسْلِيمُ أَحَدِ الشَّفِيعَيْنِ قَبْلَ الْقَضَاءِ ، وَنَظِيرُ الْأَوَّلِ تَسْلِيمُهُ بَعْدَ الْقَضَاءِ وَلَوْ ذَكَرَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا تَارِيخًا فَهُوَ لِلأَوَّلِ مِنْهُمَا) لِأَنَّهُ اثْبَتَ الشَّرَاءَ فِي زَمَانٍ لَا يُنَازَعُهُ فِيهِ أَحَدٌ فَانْدَفَعَ الْآخِرُ بِهِ (وَلَوْ وَقَّتْ إِحْدَاهُمَا وَلَمْ تَوْقَّتْ الْآخَرَى فَهُوَ لِصَاحِبِ الْوَقْتِ) لِثُبُوتِ مِلْكِهِ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ وَاحْتِمَالِ الْآخِرِ أَنْ يَكُونَ

قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ فَلَا يَقْضِي لَهُ بِالشَّكِّ (وَإِنْ لَمْ يَذْكُرَا تَارِيخًا وَمَعَ أَحَدِهِمَا قَبْضٌ فَهُوَ
أَوْلَى) وَمَعْنَاهُ أَنَّهُ فِي يَدِهِ لِأَنَّ تَمَكُّنَهُ مِنْ قَبْضِهِ يَدُلُّ عَلَى سَبْقِ شِرَائِهِ ، وَلِأَنَّهُمَا اسْتَوِيَا
فِي الْبَيِّنَاتِ فَلَا تُنْقِضُ الْيَدَ الثَّابِتَةَ بِالشَّكِّ ، وَكَذَا لَوْ ذَكَرَ الْآخَرُ وَقْتًا لِمَا بَيْنَنَا . إِلَّا أَنْ
يَشْهَدُوا أَنَّ شِرَاءَهُ كَانَ قَبْلَ شِرَاءِ صَاحِبِ الْيَدِ لِأَنَّ الصَّرِيحَ يَفُوقُ الدَّلَالََةَ .

ترجمہ

جب دو آدمیوں میں سے ہر ایک نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے قبضہ کرنے والا سے یہ غلام خریدا ہے اور انہوں نے گواہ پیش کر دیا تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو آدھا ٹمن دے کر آدھا غلام لے لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دیاں لے کہ قاضی ان کے درمیان نصف نصف کا فیصلہ کرے گا اس لئے کہ سبب میں دونوں برابر ہیں تو یہ اس طرح ہو گیا جیسے دو فضولیوں میں سے ہر ایک نے الگ الگ مشتری سے فروخت کر دیا اور مالک نے دونوں کو بیع کی اجازت دے دی تو پھر بھی ہر مشتری کو اختیار دیا جائے گا اس لئے کہ ہر مشتری پر عقد کی شرط متغیر ہو گئی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی خواہش یہ ہو کہ وہ پورے غلام کا مالک بنے لہذا اگر وہ چاہے تو بیع کو واپس کر کے پورا ٹمن واپس لے لے اور جب قاضی ان دونوں کے درمیان نصف نصف غلام کا فیصلہ کر دے لیکن ایک مشتری کہے کہ میں نصف نہیں لوں گا تو دوسرے کے لئے پورا غلام لینے کا حق نہیں ہوگا اس لئے کہ اس کے متعلق نصف کا فیصلہ ہو چکا ہے لہذا نصف میں اس کی بیع فسخ ہو جائے گی۔ یہ حکم اس لئے ہے کہ ایک مشتری ان میں سے خصم ہے اس لئے کہ اگر دوسرے مشتری کے گواہ نہ ہوتے تو گواہی کی وجہ سے اس کا استحقاق ظاہر ہو جاتا اس صورت کے خلاف جب قاضی اختیار دینے سے پہلے کسی مشتری نے انکار کر دیا تو اس صورت میں انکار کرنے والے کے علاوہ پورا غلام خریدنے کا اختیار ہوگا اس لئے کہ وہ پورے غلام کا دعویٰ کرنے والا تھا اور اس کا سبب فسخ نہیں ہوا اور نصف کی طرف عود کرنا مزاحمت کے سبب ہے اور یہاں پر مزاحمت نہیں پائی جا رہی اس کی مثال قضائے قاضی سے پہلے دو شفع کرنے والوں کا دستبردار ہونا ہے اور پہلے کی مثال قضائے قاضی کے بعد ایک شفع کا دستبردار ہونا ہے۔

جب دونوں مدعیوں میں سے ہر ایک نے تاریخ بیان کر دی تو وہ غلام پہلی تاریخ والے کا ہوگا اس لئے کہ اس نے ایسے وقت میں ثراء ثابت کیا ہے جس میں کوئی اس کا مزاحم نہیں لہذا اس سے دوسرے کا ثراء ختم ہو جائے گا اور جب ایک گواہی کا وقت بیان کیا اور دوسری کا وقت بیان نہیں کیا تو وہ غلام وقت بیان کرنے والے کا ہوگا اس لئے کہ اس وقت میں اس کی ملکیت ثابت ہے اور دوسرے میں یہ احتمال ہے کہ اس نے مذکورہ وقت سے پہلے اس کو خریدا ہو یا اس کے بعد خریدا ہو لہذا اشک کی بناء پر اس کے لئے فیصلہ نہیں کیا جائے گا اور جب دونوں نے تاریخ بیان نہ کی اور ان میں سے کسی کا قبضہ ہے یعنی مدعی بہ کسی کے قبضہ میں ہو تو قبضہ کرنے والا اس کا زیادہ حق دار ہوگا اس لئے کہ اس کا قبضہ پر قادر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا ثراء مقدم ہے اور اس لئے کہ دو مدعی دعویٰ کو ثابت کرنے میں برابر ہیں لہذا اشک کی وجہ سے ثابت شدہ قبضہ ختم نہیں ہوگا اسی طرح اگر دوسرے نے وقت اور تاریخ بیان کر دی

اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کی ہے مگر یہ کہ اس کے گواہ شہادت دے دے دیں کہ دوسرے کا شراء قبضے والے کے شراء سے مقدم ہے اس لئے کہ صراحت دلالت سے برتر ہوتی ہے۔

مدعیوں کا ثبوت پیش کرنے پر خریداری میں نصف کی تقسیم کا بیان

اور ایک شخص کے پاس چیز ہے دو شخص مدعی ہیں ہر ایک یہ کہتا ہے کہ میں نے اس سے خریدی ہے اور اس کا ثبوت بھی دیتا ہے ہر ایک کو نصف نصف ثمن پر نصف نصف چیز کا حکم دیا جائے گا اور ہر ایک کو یہ بھی اختیار دیا جائے گا کہ آدھا ثمن دے کر آدھی چیز لے یا بالکل چھوڑ دے۔ فیصلہ کے بعد ایک نے کہا کہ آدھی لے کر کیا کروں گا چھوڑتا ہوں تو دوسرے کو پوری اب بھی نہیں مل سکتی کہ اس کی نصف بیع فسخ ہو چکی اور فیصلہ سے قبل اس نے چھوڑ دی تو یہ کل لے سکتا ہے۔

صورت مذکورہ میں اگر ہر ایک نے گواہوں سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ پورا ثمن ادا کر دیا ہے تو نصف ثمن بائع یعنی ذوالید سے واپس لے گا اور اگر صورت مذکورہ میں ذوالید ان دونوں میں سے ایک کی تصدیق کرتا ہے کہ میں نے اس کے ہاتھ بیچی ہے اس کا اعتبار نہیں۔ اسی طرح بائع اگر مشتری کے حق میں یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری تھی میں نے اس کے ہاتھ بیچ کی ہے اور وہ چیز مشتری کے سوا کسی دوسرے کے قبضہ میں ہے تو بائع کی تصدیق بیکار ہے۔

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب دو شخصوں نے خریدنے کا دعویٰ کیا اور دونوں نے خریداری کی تاریخ بھی بیان کی تو جس کی تاریخ مقدم ہے اس کے موافق فیصلہ ہوگا اور اگر ایک نے تاریخ بیان کی دوسرے نے نہیں تو تاریخ والا اولے ہے۔ اور اگر ذوالید اور خارج میں نزاع ہو دونوں ایک شخص ثالث سے خریدنا بتاتے ہوں اور دونوں نے تاریخ نہیں بیان کی یا دونوں کی ایک تاریخ ہے یا ایک ہی نے تاریخ بیان کی ان سب صورتوں میں ذوالید اولے ہے۔ (بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

مدعیوں میں مختلف دعوؤں کا بیان

قَالَ: (وَإِنْ ادَّعَى أَحَدُهُمَا شِرَاءً وَالْآخَرُ هِبَةً وَقَبْضًا) مَعْنَاهُ مِنْ وَاحِدٍ (وَإِنَّمَا بَيِّنَةٌ وَلَا تَارِيخَ مَعَهُمَا فَالشَّرَاءُ أَوْلَى) لِأَنَّ الشَّرَاءَ أَقْوَى لِكُونِهِ مُعَاوَضَةً مِنَ الْعَمَلَيْنِ، وَلِأَنَّهُ يُثَبِّتُ الْمِلْكَ بِنَفْسِهِ وَالْمِلْكَ فِي الْهِبَةِ يَتَوَقَّفُ عَلَى الْقَبْضِ، وَكَذَا الشَّرَاءُ وَالصَّدَقَةُ مَعَ الْقَبْضِ لِمَا بَيَّنَّا (وَالْهِبَةُ وَالْقَبْضُ وَالصَّدَقَةُ مَعَ الْقَبْضِ سَوَاءٌ حَتَّى يَقْضَى بَيْنَهُمَا) لِاسْتَوَائِهِمَا فِي وَجْهِ التَّبَرُّعِ، وَلَا تَرْجِيحَ بِاللُّزُومِ لِأَنَّهُ يَرْجِعُ إِلَى الْمَالِ وَالتَّرْجِيحُ بِمَعْنَى قَائِمٍ فِي الْحَالِ، وَهَذَا فِيمَا لَا يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ صَحِيحٌ، وَكَذَا فِيمَا يَحْتَمِلُهَا عِنْدَ الْبَعْضِ لِأَنَّ الشُّبُوحَ طَارِعًا. وَعِنْدَ الْبَعْضِ لَا يَصِحُّ لِأَنَّهُ تَنْفِيذُ الْهِبَةِ فِي

الشَّاعِرِ وَصَارَ كَمَا قَامَةِ الْبَيْتَيْنِ عَلَى الْإِرْتِهَانِ وَهَذَا أَصَحُّ.

ترجمہ

فرمایا کہ جب دو مدعیوں میں سے ایک نے خریدنے کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے ہبہ مع القبض لا دعویٰ کیا یعنی ایک ہی شخص سے اور دونوں نے گواہی پیش کر دی لیکن کسی کے پاس تاریخ نہ ہو تو ثراء کو ترجیح ہوگی اس لئے کہ ثراء اقویٰ ہے اس لئے وہ جانبین سے معاوضہ ہے اور اس لئے کہ ثراء بذات خود ملکیت ثابت کرتا ہے جب کہ ہبہ میں ملکیت قبضہ پر موقوف رہتی ہے ثراء اور صدقہ مع القبض کا بھی یہی حکم ہے اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں اور ہبہ مع القبض اور صدقہ مع القبض دونوں برابر ہیں حتیٰ کہ دونوں مدعیوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا اس لئے کہ تبرع کے طریقہ میں دونوں برابر ہیں اور لزوم کے سبب ترجیح نہیں ہوگی اس لئے کہ لزوم آخر میں ہوتا ہے جبکہ ترجیح ایسے سبب کی وجہ سے ہوتی ہے جو فی الحال قائم ہو یہ حکم ان چیزوں میں ہے جو تقسیم کے قابل نہ ہوں اور بعض فقہاء کے نزدیک تقسیم ہونے والی چیزوں میں بھی یہ درست ہے اس لئے کہ شرکت بعد میں پیدا ہوئی ہے اور بعض کے نزدیک یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ یہ مشترک چیز میں ہبہ کو نافذ کرنا ہے۔

مدعیان کا دعویٰ کی تاریخ بتانے کا بیان

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ دونوں نے دو شخصوں سے خریدنے کا دعویٰ کیا زید کہتا ہے میں نے بکر سے خریدی اور عمرو کہتا ہے میں نے خالد سے خریدی ان دونوں نے اگرچہ تاریخ بیان کی ہو اور اگرچہ ایک کی تاریخ دوسرے سے مقدم ہو ان میں کوئی دوسرے سے زیادہ حقدار نہیں بلکہ دونوں نصف نصف لے سکتے ہیں۔ اور اگر کچی اینٹ اس کے قبضہ میں ہے۔ دوسرے شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ اینٹ میری ملک میں بنائی گئی ہے اور ذوالید ثابت کرتا ہے کہ میری ملک میں بنائی گئی ہے خارج کو ترجیح ہے اور اگر پگی اینٹ یا چونا یا گچ کرنے کے مسالے کے متعلق یہی صورت پیش آجائے تو ذوالید کو ترجیح ہے۔

(بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہر ایک دوسرے کا نام لے کر کہتا ہے میں نے اس سے خریدی ہے مثلاً زید کہتا ہے میں نے عمرو سے خریدی ہے اور عمرو کہتا ہے میں نے زید سے خریدی ہے چاہے یہ دونوں خارج ہوں یا ان میں ایک خارج ہو اور ایک ذوالید اور تاریخ کوئی بیان نہیں کرتا تو دونوں جانب کے گواہ ساقط اور چیز جس کے قبضہ میں ہے اسی کے پاس چھوڑ دی جائے گی۔ پھر اگر دونوں جانب کے گواہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ چیز خریدی اور ثمن ادا کر دیا تو ادلا بدلا ہو گیا یعنی کوئی دوسرے سے ثمن واپس نہیں پائے گا۔ دونوں فریقوں نے صرف خریدنا ہی بیان کیا ہو یا خریدنا اور قبضہ کرنا دونوں باتوں کو ثابت کیا ہو دونوں صورتوں کا ایک ہی حکم ہے یعنی دونوں جانب کے گواہ ساقط اور اگر دونوں جانب کے گواہوں نے وقت بیان کیا ہے اور جائداد متنازع فیہا غیر منقولہ ہے اور بیع کے ساتھ قبضہ کو ذکر نہیں کیا ہے اور خارج کا وقت مقدم ہے تو ذوالید مستحق قرار پائے گا یعنی خارج نے ذوالید

سے خرید کر قبل قبضہ ذوالید کے ہاتھ بیع کردی اور قبضہ سے قبل بیع کر دینا غیر منقول میں درست ہے اور اگر ہر ایک کے گواہ نے قبضہ بھی بیان کر دیا ہو جب بھی ذوالید کے لیے فیصلہ ہوگا کیونکہ قبضہ کے بعد خارج نے ذوالید کے ہاتھ بیع کردی اور یہ بالا جماع جائز ہے اور اگر گواہوں نے تاریخ بیان کی اور ذوالید کی تاریخ مقدم ہے تو خارج کے موافق فیصلہ ہوگا یعنی ذوالید نے اسے خرید کر پھر خارج کے ہاتھ بیع کر دیا۔ (بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

اور جب بکر نے دعویٰ کیا کہ میں نے عمرو سے یہ مکان ہزار روپے میں خریدا ہے اور عمر و کہتا ہے میں نے بکر سے ہزار روپے میں خریدا ہے اور وہ مکان زید کے قبضہ میں ہے زید کہتا ہے مکان میرا ہے میں نے عمرو سے ہزار روپے میں خریدا ہے اور سب نے اپنے اپنے دعوے کو گواہوں سے ثابت کیا مکان زید ہی کو دیا جائے گا ان دونوں کو ساقط کر دیا جائے گا۔

(بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

جب مدعی نے دعویٰ خریداری جبکہ مدعیہ نے دعویٰ نکاح کر دیا ہے

قَالَ (وَإِذَا ادَّعى أَحَدُهُمَا الشَّرَاءَ وَادَّعتْ امْرَأَتُهُ أَنَّهُ تزَوَّجَهَا عَلَيْهِ فَهُمَا سَوَاءٌ)
لَا سِتْوَاءَ لِهَمَا فِي الْقُوَّةِ فَإِنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَقْدٌ مُعَاوَضَةٌ يَثْبُتُ الْمَلِكُ بِنَفْسِهِ وَهَذَا
عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ : الشَّرَاءُ أَوْلَى وَلَهَا عَلَى الزَّوْجِ الْقِيَمَةُ لِأَنَّهُ أَمَكَنَ الْعَمَلُ بِالْبَيْنَتَيْنِ
بِتَقْدِيمِ الشَّرَاءِ ، إِذِ التَّزْوُجُ عَلَى عَيْنِ مَمْلُوكَةٍ لِلغَيْرِ صَحِيحٌ وَتَجِبُ قِيَمَتُهُ عِنْدَ تَعَدُّرِ
تَسْلِيمِهِ . وَإِذَا ادَّعى أَحَدُهُمَا رَهْنًا وَقَبْضًا وَالْآخَرُ هِبَةً وَقَبْضًا وَأَقَامَا بَيْنَةً فَالرَّهْنُ أَوْلَى
(وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ ، وَفِي الْقِيَاسِ الْهِبَةُ أَوْلَى لِأَنَّهَا تَثْبُتُ الْمَلِكَ وَالرَّهْنُ لَا يَثْبُتُهُ . وَجْهٌ
الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ الْمَقْبُوضَ بِحُكْمِ الرَّهْنِ مَضْمُونٌ وَبِحُكْمِ الْهِبَةِ غَيْرُ مَضْمُونٍ وَعَقْدُ
الضَّمَانِ أَقْوَى .

بِخِلَافِ الْهِبَةِ بِشَرَطِ الْعَوَاضِ لِأَنَّهُ بَيْعٌ انْتِهَاءٍ وَالبَيْعُ أَوْلَى مِنَ الرَّهْنِ لِأَنَّهُ عَقْدٌ ضَمَانِ
يُثْبِتُ الْمَلِكَ صُورَةً وَمَعْنَى ، وَالرَّهْنُ لَا يَثْبُتُهُ إِلَّا عِنْدَ الْهَلَاكِ مَعْنَى لَا صُورَةً فَكَذَا الْهِبَةُ
بِشَرَطِ الْعَوَاضِ

ترجمہ

فرمایا کہ جب مدعیوں میں سے ہر ایک نے شراہ کا دعویٰ کیا اور ایک عورت نے یہ دعویٰ کیا کہ مدعی علیہ نے اس غلام کے بدلے

مجھ سے نکاح کیا ہے تو دونوں دعویٰ کرنے والے برابر ہیں اس لئے کہ قوت میں دونوں ایک جیسے ہیں کیونکہ شہداء اور نکاح میں سے ہر ایک معاوضہ ہے اور بذات خود ملکیت ثابت کرتا ہے یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہے امام محمد کے نزدیک شہداء افضل ہے اور شوہر پر عورت کے لئے غلام کی قیمت واجب ہوگی اس لئے کہ شہداء کو مقدم کر کے دونوں گواہیوں پر عمل کرنا ممکن ہے اس لئے کہ غیر کے مملوکہ عین پر نکاح کرنا درست ہے اور اس کی سپردگی متعذر ہونے کے سبب اس عین کی قیمت واجب ہوگی۔

اور جب ایک نے قبضہ کے ساتھ رہن کا دعویٰ کیا جبکہ دوسرے نے ہبہ اور قبضہ کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہی کو پیش کر دیا تو رہن کو مقدم کیا جائے گا استحسان کے سبب ہے اور قیاس کے مطابق ہبہ اولیٰ ہوگا اس لئے کہ ہبہ ملک کو ثابت کرنے والا ہے جبکہ رہن ملک کو ثابت کرنے والا نہیں ہے استحسان کی دلیل یہ ہے کہ جو چیز رہن کے طور پر قبضہ کی جاتی ہے وہ مضمون ہوتی ہے اور جو چیز ہبہ کے طور پر قبضہ کی جاتی ہے وہ مضمون نہیں ہوتی اور عقد ضمان قوی ہوتا ہے۔ بہ خلاف اس ہبہ کے بدلے کی شرط کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ اس کی انتہاء بیع ہے حالانکہ بیع رہن سے اولیٰ ہے کیونکہ عقد ضمان بطور صورت و حکم دونوں طرح ملکیت کو ثابت کرنے والا ہے جبکہ رہن یہ ملکیت کو ثابت نہیں کرتی مگر جب حکمی طور پر ہلاکت کے وقت ہو جائے جبکہ بطور صورت نہیں۔ اور ہبہ بشرط عوض والا مسئلہ بھی اسی طرح ہے۔

مرد و عورت کے دعویٰ میں حکم مساوات کا بیان

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے ذوالید پر دعویٰ کیا کہ اس چیز کو میں نے فلاں سے خریدا ہے اور ایک عورت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ اُس نے اس چیز کو میرے نکاح کا مہر قرار دیا ہے اس صورت میں دونوں برابر ہیں۔ مہر کو رہن و ہبہ و صدقہ سب پر ترجیح ہے۔ رہن مع القبض ہبہ بغیر عوض سے قوی ہے اور اگر ہبہ میں عوض ہے تو رہن سے اولیٰ ہے۔ (بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب زید کے پاس ایک چیز ہے۔ عمرو دعویٰ کرتا ہے کہ اُس نے مجھ سے غصب کر لی ہے اور بکر دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے اس کے پاس امانت رکھی ہے یہ دیتا نہیں اور دونوں نے ثابت کر دیا دونوں برابر کے شریک کر دیے جائیں کیونکہ امانت کو دینے سے امین انکار کر دے تو وہ بھی غصب ہی ہے۔ (در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

دعویٰ میں تاریخ کے تقدم کو ترجیح حاصل ہونے کا بیان

(وَإِنْ أَقَامَ الْخَارِجَانِ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمَلِكِ وَالتَّارِيخِ فَصَاحِبُ التَّارِيخِ الْأَقْدَمِ أَوْلَى) لِأَنَّهُ أَثْبَتَ أَنَّهُ أَوْلُ الْمَالِكِينَ فَلَا يَتَلَقَّى الْمَلِكَ إِلَّا مِنْ جِهَتِهِ وَلَمْ يَتَلَقَّ الْآخَرَ مِنْهُ .

قَالَ : (وَكَوَادَعِيَا الشَّرَاءِ مِنْ وَاحِدٍ) مَعْنَاهُ مَنْ غَيْرِ صَاحِبِ الْيَدِ وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ عَلَى تَارِيخَيْنِ فَلِأَوْلَى أَوْلَى) لِمَا بَيَّنَّا أَنَّهُ أَثْبَتَهُ فِي وَقْتٍ لَا مُنَازَعَةَ لَهُ فِيهِ (وَإِنْ أَقَامَ كُلُّ

وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ عَلَى الشَّرَاءِ مِنْ آخَرَ وَذَكَرَ تَارِيخًا (فَهُمَا سَوَاءٌ لِأَنََّّهُمَا يُثْبِتَانِ الْمَلِكَ لِبَائِعِيهِمَا فَيَصِيرُ كَأَنَّهِمَا حَضَرَ أَيْمٌ يُخَيَّرُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَمَا ذَكَرْنَا مِنْ قَبْلُ) وَلَوْ وَقَّتْ إِحْدَى الْبَيِّنَتَيْنِ وَقْتًا وَلَمْ تُوقَّتِ الْآخَرَى قَضَى بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ (لِأَنَّ تَوْقِيتَ إِحْدَاهُمَا لَا يَدُلُّ عَلَى تَقَدُّمِ الْمَلِكِ لِحُجُوزِ أَنْ يَكُونَ الْآخِرُ أَقْدَمَ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الْبَائِعُ وَاحِدًا لِأَنََّّهُمَا اتَّفَقَا عَلَى أَنَّ الْمَلِكَ لَا يُتَلَقَّى إِلَّا مِنْ جِهَتِهِ ، فَإِذَا اثْبَتَ أَحَدُهُمَا تَارِيخًا يَحْكُمُ بِهِ حَتَّى يَتَبَيَّنَ أَنَّهُ تَقَدَّمَ شِرَاءً غَيْرِهِ .

وَلَوْ ادَّعَى أَحَدُهُمَا الشَّرَاءَ مِنْ رَجُلٍ وَالْآخَرَ الْهِبَةَ وَالْقَبْضَ مِنْ غَيْرِهِ وَالثَّلَاثُ الْمِيرَاتِ مِنْ أَبِيهِ وَالرَّابِعُ الصَّدَقَةَ وَالْقَبْضَ مِنْ آخَرَ قَضَى بَيْنَهُمْ أَرْبَاعًا) لِأَنََّّهُمْ يَتَلَقَّوْنَ الْمَلِكَ مِنْ بَاعَتِهِمْ فَيَجْعَلُ كَأَنَّهُمْ حَضَرُوا وَأَقَامُوا الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمَلِكِ الْمُطْلَقِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب دو آدمیوں نے کسی غیر قبضہ کرنے والے آدمی سے شراہ کا دعویٰ کیا اور دونوں نے دو تاریخوں پر گواہی پیش کر دی تو پہلی تاریخ والے کی گواہی مقدم ہوگی اس دلیل کے سبب جو ہم نے بیان کی ہے کہ پہلے نے ایسے وقت میں اپنی ملکیت ثابت کر دی جس میں اس کا کوئی مقابل نہیں ہے اور جب ان میں سے ہر ایک مدعی نے شراہ پر گواہی پیش کی اور دونوں نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو دونوں برابر ہوں گے اس لئے کہ دونوں اپنے بائع کے لئے ملکیت ثابت کر رہے ہیں تو یہ ایسا ہو گیا جیسے دونوں بائع حاضر ہو گئے پس ہر مدعی کو اختیار دیا جائے گا جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور جب دونوں گواہیوں میں سے ایک کی تاریخ بیان کی گئی اور دوسرے کی تاریخ نہیں بیان کی گئی تو ان کے درمیان نصف نصف کا فیصلہ کر دیا جائے گا اس لئے کہ ایک گواہی کا وقت بیان کرنا مقدم کی دلیل نہیں ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے پہلے مذکورہ چیز کا مالک ہو اس صورت کے خلاف جب بائع ایک ہو اس لئے کہ دونوں مدعی اس بات پر متفق ہو گئے کہ اس ایک بائع کی ملکیت حاصل کی گئی ہے پس جب ایک مدعی نے تاریخ بیان کر دی تو اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا یہاں تک کہ یہ واضح ہو جائے کہ اس کے مقابل کا شراہ اس سے پہلے ہے اور جب ان میں سے ایک نے شراہ کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے قبضہ کے ساتھ ہبہ کا دعویٰ کیا اور تیسرے نے اپنے باپ کی میراث ہونے کا دعویٰ کیا اور چوتھے نے قبضہ کے ساتھ صدقہ کا دعویٰ کیا تو قاضی اس چیز کو ان چاروں کے درمیان تقسیم کر دے گا اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک نے ملک کو حاصل کرنے کا دعویٰ کیا ہے یہ اس طرح ہے کہ جس طرح تمام مدعی حاضر ہوں اور وہ مطلق ملک پر گواہی قائم کر دیں۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب دو خارج نے ملک مورخ کا دعویٰ کیا یعنی ہر ایک اپنی ملک کہتا ہے اور اس کے ساتھ تاریخ بھی ذکر کرتا ہے یا دونوں ذوالید کے سوا ایک شخص ثالث سے خریدنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور تاریخ بھی بتاتے ہیں ان دونوں صورتوں میں جس کی تاریخ مقدم ہے وہی حقدار ہے خارج اور ذوالید میں نزاع ہے ہر ایک ملک مورخ کا مدعی ہے تو جس کی تاریخ مقدم ہے وہی حقدار ہے اور اگر دونوں مدعیوں نے دو بائع سے خریدنا بتایا تو چاہے وقت بتائیں یا نہ بتائیں تقدّم تاخر ہو یا نہ ہو بہر حال دونوں برابر ہیں ترجیح کسی کو نہیں۔ (در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

قابض کی گواہی کے مقدم ہونے کا بیان

قَالَ: (وَإِنْ أَقَامَ الْخَارِجُ الْبَيِّنَةَ عَلَى مَلِكٍ مُورِّخٍ وَصَاحِبِ الْيَدِ بَيِّنَةً عَلَى مَلِكٍ أَقْدَمَ تَارِيخًا كَانَ أَوْلَى) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ مُحَمَّدٍ. وَعَنْهُ أَنَّهُ لَا تُقْبَلُ بَيِّنَةُ ذِي الْيَدِ رَجَعَ إِلَيْهِ لِأَنَّ الْبَيِّنَتَيْنِ قَامَتَا عَلَى مُطْلَقِ الْمَلِكِ وَلَمْ يَتَعَرَّضَا لِجِهَةِ الْمَلِكِ فَكَانَ التَّقْدُمُ وَالتَّأخُرُ سَوَاءً.

وَلَهُمَا أَنَّ الْبَيِّنَةَ مَعَ التَّارِيخِ مُتَضَمِّنَةٌ مَعْنَى الدَّفْعِ، فَإِنَّ الْمَلِكَ إِذَا ثَبَتَ لِشَخْصٍ فِي وَقْتٍ فثُبُوتُهُ لِغَيْرِهِ بَعْدَهُ لَا يَكُونُ إِلَّا بِالتَّلَقِّيِّ مِنْ جِهَتِهِ وَبَيِّنَةُ ذِي الْيَدِ عَلَى الدَّفْعِ مَقْبُولَةٌ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ لَوْ كَانَتْ الدَّارُ فِي أَيْدِيهِمَا وَالْمَعْنَى مَا بَيْنَنَا، وَلَوْ أَقَامَ الْخَارِجُ وَذُو الْيَدِ الْبَيِّنَةَ عَلَى مَلِكٍ مُطْلَقٍ وَوَقَّتَتْ إِحْدَاهُمَا دُونَ الْأُخْرَى فَعَلَى قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ الْخَارِجُ أَوْلَى. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ: صَاحِبُ الْوَقْتِ أَوْلَى لِأَنَّهُ أَقْدَمُ وَصَارَ كَمَا فِي دَعْوَى الشَّرَاءِ إِذَا أُرْخَتْ إِحْدَاهُمَا كَانَ صَاحِبُ التَّارِيخِ أَوْلَى. وَلَهُمَا أَنَّ بَيِّنَةَ ذِي الْيَدِ إِنَّمَا تُقْبَلُ لِتَضَمْنِهَا مَعْنَى الدَّفْعِ، وَلَا دَفْعَ هَاهُنَا حَيْثُ وَقَعَ الشَّكُّ فِي التَّلَقِّيِّ مِنْ جِهَتِهِ، وَعَلَى هَذَا إِذَا كَانَتْ الدَّارُ فِي أَيْدِيهِمَا وَلَوْ كَانَتْ فِي يَدِ ثَالِثٍ، الْمَسْأَلَةُ بِحَالِهَا فَهُمَا سَوَاءٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: الَّذِي وَقَّتْ أَوْلَى.

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: الَّذِي أَطْلَقَ أَوْلَى لِأَنَّهُ ادَّعَى أَوْلِيَّةَ الْمَلِكِ بِدَلِيلِ اسْتِحْقَاقِ الزَّوَائِدِ وَرُجُوعِ الْبَاعَةِ بَعْضِهِمْ عَلَى الْبَعْضِ. وَلَا بِي يُوسُفَ أَنَّ التَّارِيخَ يُوجِبُ الْمَلِكَ فِي ذَلِكَ

الْوَقْتِ بَيِّقِينَ .

وَالْبِاطِلُ يَحْتَمِلُ غَيْرَ الْأَوَّلِيَّةِ ، وَالتَّرْجِيحُ بِالتَّيَقُّنِ ؛ كَمَا لَوْ ادَّعَى الشَّرَاءَ . وَلَا بِي حَنِيْفَةً أَنَّ التَّارِيخَ يُضَامُهُ اِحْتِمَالُ عَدَمِ التَّقَدُّمِ فَسَقَطَ اِعْتِبَارُهُ فَصَارَ كَمَا لَوْ أَقَامَا الْبَيِّنَةَ عَلَى مَلِكٍ مُطْنَقٍ ، بِخِلَافِ الشَّرَاءِ لِأَنَّهُ أَمْرٌ حَادِثٌ فَيُضَافُ إِلَى أَقْرَبِ الْأَوْقَاتِ فَيَتَرَجَّحُ جَانِبُ صَاحِبِ التَّارِيخِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب خارج نے تاریخ کے ساتھ اپنی ملکیت پر گواہی پیش کر دی اور قبضہ کرنے والا نے اس سے پرانی تاریخ پر گواہی پیش کر دی تو قبضہ کرنے والے کی گواہی افضل ہوگا یہ شیخین کے نزدیک ہے اور امام محمد سے بھی ایک روایت اسی طرح کی ہے اور امام محمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ قبضہ کرنے والا کا گواہی قبول نہیں کیا جائے گا اور امام محمد نے اسی قول کی طرف رجوع کیا ہے اس لئے کہ دونوں گواہیوں کا ملک مطلق پر ہے اور کسی میں سبب ملک سے بحث نہیں کی گئی لہذا تقدم اور تاخر دونوں برابر ہوں گے شیخین کی دلیل یہ ہے کہ تاریخ والی گواہی دفع کے معنی کو متضمن ہے۔ اس لئے کہ جب ایک وقت میں کسی آدمی کے لئے ملکیت ثابت ہو جاتی ہے تو دوسرے کے لئے اس کا ثبوت پہلے کی طرف سے حصول کے ذریعے ہوتا ہے اور دفع کے حوالے سے قبضہ کرنے والا کی گواہی مقبول ہوگی اس میں اختلاف پر یہ بھی ہے کہ جب گھر دونوں کے قبضہ میں ہو اور سبب وہی ہے جس کو ہم نے بیان کیا ہے اور جب خارج اور قبضہ کرنے والا دونوں نے مطلق ملک پر گواہی پیش کی اور ان میں سے ایک نے گواہی کے تاریخ بیان کر دی دوسرے نے نہ کی تو طرفی کے نزدیک خارج کا گواہی افضل ہوگا۔

جبکہ امام ابو یوسف کے نزدیک تاریخ والے کا گواہی افضل ہوگا یہی امام اعظم سے بھی روایت ہے اس لئے کہ وہ پہلے کا ہے یہ اس طرح ہو گیا جیسے ثراء سے دعویٰ میں ایک مدعی نے اپنے گواہی کی تاریخ بیان کر دی تو وہ مقدم ہوگا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ قبضہ کرنے والے کی گواہی اس وجہ سے قبول کیا جاتا ہے کہ وہ دفع کے معنی کو شامل ہے اور یہاں دفع نہیں ہے اس لئے کہ قبضہ کرنے والا کی طرف سے ملکیت ثابت ہونے میں شک ہو گیا یہی اختلاف اس صورت میں بھی ہے جب گھر ان کے قبضہ میں ہو اور جب گھر کسی تیسرے کے قبضہ میں ہو اور مسئلہ یہی ہو تو دونوں مدعی امام اعظم کے نزدیک برابر ہیں امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ تاریخ بیان کرنے والا مقدم ہوگا امام محمد کے نزدیک مطلق والے کو ترجیح دی جائے گی اس لئے کہ یہ آدمی پہلے مالک ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ یہی آدمی مدعی بہ کے زوائد اور حاصلات کا بھی مستحق ہے اور بیچنے والا اور خریدنے والا ایک دوسرے سے رجوع کرتے ہوئے اس آدمی تک پہنچیں گے۔

امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ تاریخ مؤرخ کے وقت میں یقینی طور پر ملکیت ثابت کرتی ہے جبکہ اطلاق میں غیر اولیت کا بھی

احتمال ہے اور یقین کو ہی ترجیح ہوتی ہے جس طرح یہ ہے کہ جب انہوں نے ثراء کا دعویٰ کیا ہو۔
حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ تاریخ میں اس کے مقدم نہ ہونے کا احتمال ہوتا ہے لہذا تاریخ کا احتمال ساقط ہو جائے گا
جس طرح اس صورت میں کہ جب دونوں ملک مطلق پر گواہی پیش کر دیں ثراء کے خلاف اس لئے کہ وہ نیا معاملہ ہوتا ہے لہذا اس
کو قریب ترین وقت کی طرف منسوب کیا جائے گا اس لئے تاریخ والے کی جانب راجح ہوگی۔

شرح

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب جائیداد موقوفہ ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر دو شخصوں نے دعویٰ کیا اور
دونوں نے گواہوں سے ثابت کر دیا وہ جائیداد دونوں پر نصف نصف کر دی جائے گی یعنی نصف کی آمدنی وہ لے اور نصف کی یہ۔ مثلاً
ایک مکان کے متعلق ایک شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجھ پر وقف ہے اور متولی مسجد یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مسجد پر وقف ہے اگر دونوں تاریخ
بیان کر دیں تو جس کی تاریخ مقدم ہے وہ حقدار ہے ورنہ نصف اُس پر وقف قرار دیا جائے اور نصف مسجد پر یعنی وقف کا دعویٰ بھی
ملک مطلق کے حکم میں ہے اسی طرح اگر ہر ایک کا یہ دعویٰ ہے کہ وقف کی آمدنی واقف نے میرے لیے قرار دی ہے اور گواہوں سے
ثابت کر دے تو آمدنی نصف نصف تقسیم ہو جائے گی۔ (بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب دو شخصوں نے شہادت دی کہ فلاں شخص نے اقرار کیا ہے کہ اُس کی
جائیداد اولادِ زید پر وقف ہے اور دوسرے دو شخصوں نے شہادت دی کہ اُس نے یہ اقرار کیا ہے کہ اُس کی جائیداد اولادِ عمرو پر وقف ہے
اگر دونوں میں کسی کا وقت مقدم ہے تو اُس کے لیے ہے اور اگر وقت کا بیان ہی نہ ہو یا دونوں بیانوں میں ایک ہی وقت ہو تو نصف
اولادِ زید پر وقف قرار دی جائے اور نصف اولادِ عمرو پر اور ان میں سے جب کوئی مر جائے گا تو اُس کا حصہ اُسی فریق میں اُن کے لیے
ہے جو باقی ہیں مثلاً زید کی اولاد میں کوئی مرے تو بقیہ اولادِ زید میں منقسم ہوگی اولادِ عمرو کو نہیں ملے گی ہاں اگر ایک کی اولاد بالکل ختم ہوگئی
تو دوسرے کی اولاد میں چلی جائے گی کہ اب کوئی مزاحم نہیں رہا۔ (بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

خارج و قابض کا نتائج پر گواہی پیش کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أَقَامَ الْخَارِجُ وَصَاحِبُ الْيَدِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةً عَلَى النَّتَاجِ فَصَاحِبُ الْيَدِ
أَوْلَى) لِأَنَّ الْبَيِّنَةَ قَامَتْ عَلَى مَا لَا تَدُلُّ عَلَيْهِ فَاسْتَوِيَا ، وَتَرَجَّحَتْ بَيِّنَةُ ذِي الْيَدِ بِالْيَدِ
فَيَقْضَى لَهُ وَهَذَا هُوَ الصَّحِيحُ خِلَافًا لِمَا يَقُولُهُ عَيْسَى بْنُ أَبَانَ إِنَّهُ تَهَاتَرُ الْبَيِّنَتَانِ وَيُتْرَكُ
فِي يَدِهِ لَا عَلَى طَرِيقِ الْقَضَاءِ ،

وَلَوْ تَلَقَى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْمَلِكَ مِنْ رَجُلٍ أَقَامَ الْبَيِّنَةَ عَلَى النَّتَاجِ عِنْدَهُ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ
إِقَامَتِهَا عَلَى النَّتَاجِ فِي يَدِ نَفْسِهِ (وَلَوْ أَقَامَ أَحَدُهُمَا الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمَلِكِ وَالْآخَرَ عَلَى

النَّاجِ فَصَاحِبِ النَّاجِ أَوْلَىٰ أَيُّهُمَا كَانَ) لِأَنَّ بَيْنَهُ قَامَتْ عَلَىٰ أَوْلِيَّةِ الْمَلِكِ فَلَا يَثْبُتُ
لِلْآخِرِ إِلَّا بِالتَّلَقِّي مِنْ جِهَتِهِ ، وَكَذَلِكَ إِذَا كَانَتْ الدَّعْوَى بَيْنَ خَارِجِينَ فَبَيْنَهُ النَّاجِ
أَوْلَىٰ لِمَا ذَكَرْنَا) وَلَوْ قَضِيَ بِالنَّاجِ لِصَاحِبِ الْيَدِ ثُمَّ أَقَامَ ثَالِثُ الْبَيْنَةِ عَلَى النَّاجِ
يَقْضَىٰ لَهُ إِلَّا أَنْ يُعِيدَهَا ذُو الْيَدِ) لِأَنَّ الثَّالِثَ لَمْ يَصِرْ مَقْضِيًّا عَلَيْهِ بِتِلْكَ الْقَضِيَّةِ ،
وَكَذَا الْمَقْضَىٰ عَلَيْهِ بِالْمَلِكِ الْمُطْلَقِ إِذَا أَقَامَ الْبَيْنَةَ عَلَى النَّاجِ تُقْبَلُ وَيُنْقَضُ الْقَضَاءُ
لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ النَّصِّ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب خارج اور قبضہ کرنے والا دونوں نے نتاج پر گواہی پیش کی تو قبضہ کرنے والا کو ترجیح دی جائے گی اس لئے کہ
گواہی اس چیز پر قائم ہوا ہے جس پر قبضہ دلالت نہیں کرتا تو دونوں مدعی برابر ہوں گے اور قبضہ کی وجہ سے قبضہ کرنے والا کا گواہی
راجح ہوگا لہذا اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے یہی درست ہے۔

عیسیٰ بن ابان کے قول کے خلاف کہ دونوں سے گواہی ساقط ہو جائے گی اور مدعی بہ قضاء کے سوا قبضہ کرنے والا کے پاس چھوڑ
دی جائے گی اور جب قبضہ کرنے والا اور خارج میں سے ہر ایک نے کسی دوسرے آدمی سے ملک کے حصول کا دعویٰ کیا اور دونوں
نے نتاج پر گواہی کو پیش کر دیا تو یہ اپنے قبضہ میں موجود چیز کے نتاج پر گواہی پیش کر نیکی طرح ہوگا اور جب ایک نے ملکیت پر گواہی
کو پیش کیا اور دوسرے نے نتاج پر تو نتاج والے کی گواہی راجح ہوگی چاہے وہ قبضہ کرنے والا ہو یا خارج اس لئے کہ اس کا گواہی
پہلے ملکیت پر قائم ہوا ہے۔ دوسرے کے لئے اسی کی طرف سے ہی ملکیت ثابت ہوگی ایسے ہی جب دو خارجوں کا دعویٰ ہو تو نتاج
والے کا گواہی راجح ہوگا اس دلیل کے سبب جو ہم نے بیان کی ہے اور جب قبضہ کرنے والا کے لئے نتاج کا فیصلہ کر دیا گیا ہو پھر
تیسرے آدمی نے نتاج پر گواہی پیش کر دیا تو اس کے لئے نتاج کا فیصلہ کر دیا جائے گا مگر یہ کہ قبضہ کرنے والا دوبارہ گواہی پیش کر
دے اس لئے کہ سابق قضاء سے تیسرا آدمی مقتضی علیہ نہیں ہوا تھا اسی طرح جب ملک مطلق کا مقتضی علیہ نتاج پر گواہی پیش کر دے
تو اس کا گواہی بھی قبول کیا جائے گا اور پہلا قضاء باطل ہو جائے گا اس لئے کہ دوسری قضاء نص کے درجہ میں ہے اور پہلا اجتہاد کی
طرح ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب خارج اور ذوالید میں نزاع ہے خارج نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا اور ذوالید
نے یہ کہا میں نے اسی سے خریدی ہے یا دونوں نے سبب ملک بیان کیا اور وہ سبب ایسا ہے جو دو مرتبہ نہیں ہو سکتا مثلاً ہر ایک کہتا ہے کہ
یہ جانور میرے گھر کا بچہ ہے یا دونوں کہتے ہیں کپڑا میرا ہے میں نے اسے بنا ہے یا دونوں کہتے ہیں سوت میرا ہے میں نے کاتا ہے۔

دودھ میرا ہے میں نے اپنے جانور سے دوہا ہے۔ اُون میری ہے میں نے کاٹی ہے۔ غرض یہ کہ ملک کا ایسا سبب بیان کرتے ہیں جس میں تکرار نہیں ہو سکتی ہے ان میں ذوالید کے گواہوں کو ترجیح ہے مگر جب کہ ساتھ ساتھ خارج نے ذوالید پر کسی فعل کا بھی دعویٰ کیا ہو مثلاً یہ جانور میرے گھر کا بچہ ہے ذوالید نے اسے غضب کر لیا میں نے اُس کے پاس امانت رکھی ہے یا اجارہ پر دیا ہے تو خارج کے گواہ کو ترجیح ہے۔ مگر ظاہری طور پر اس کو خارج کہیں گے حقیقتاً خارج نہیں بلکہ یہی ذوالید ہے جیسا کہ ہم نے بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت سے نقل کیا۔

اور اگر خارج و ذوالید دونوں اپنی اپنی ملک کا ایسا سبب بتاتے ہیں جو مکرر ہو سکتا ہے جیسے یہ درخت میرا ہے میں نے پودہ نصب کیا تھا۔ یا وہ سبب ایسا ہے جو اہل بصیرت پر مشکل ہو گیا کہ مکرر ہوتا ہے یا نہیں تو ان دونوں صورتوں میں خارج کو ترجیح ہے۔
(در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

ملک مطلق میں حجت خارج کے افضل ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ خارج کی حجت اس شخص کی حجت سے قوی ہے جو قابض ہے کیونکہ ملک مطلق ہے۔ اور امام احمد علیہ الرحمہ کا مذہب بھی یہی ہے جبکہ امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ قابض کی دلیل زیادہ قوی ہے کیونکہ ان دونوں اعتقاد کے سبب قوت قابض کو ہی حاصل ہے۔ ہمارے نزدیک گواہیاں اثبات کیلئے مشروع ہیں۔ لہذا خارج کی گواہی زیادہ اثبات والی ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

غیر مکرر سبب ملکیت کا بیان

قَالَ (وَكَذَلِكَ النَّسْجُ فِي الثِّيَابِ الَّتِي لَا تُنْسَجُ إِلَّا مَرَّةً) كَغَزَلِ الْقُطْنِ (وَكَذَلِكَ كُلُّ سَبَبٍ فِي الْمِلْكِ لَا يَتَكَرَّرُ) لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى النَّتَاجِ كَحَلْبِ اللَّبَنِ وَاتِّخَاذِ الْجُبْنِ وَاللَّبْدِ وَالْمِرْعَزَى وَجَزِّ الصُّوفِ ، وَإِنْ كَانَ يَتَكَرَّرُ فُضِيَ بِهِ لِلْخَارِجِ بِمَنْزِلَةِ الْمِلْكِ الْمُطْلَقِ وَهُوَ مِثْلُ الْحَزِّ وَالْبِنَاءِ وَالْفَرَسِ وَزِرَاعَةِ الْحِنْطَةِ وَالْحُبُوبِ ، فَإِنْ أَشْكَلَ يَرْجَعُ إِلَى أَهْلِ الْخِبْرَةِ لِأَنَّهُمْ أَعْرَفُ بِهِ ، فَإِنْ أَشْكَلَ عَلَيْهِمْ فُضِيَ بِهِ لِلْخَارِجِ لِأَنَّ الْقَضَاءَ بَيِّنَتِهِ هُوَ الْأَصْلُ وَالْعُدُولُ عَنْهُ بِخَبَرِ النَّتَاجِ ، فَإِذَا لَمْ يَعْلَمْ يَرْجَعُ إِلَى الْأَصْلِ .

قَالَ (وَإِنْ أَقَامَ الْخَارِجُ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمِلْكِ الْمُطْلَقِ وَصَاحِبُ الْيَدِ الْبَيِّنَةَ عَلَى الشَّرَاءِ مِنْهُ كَانَ صَاحِبُ الْيَدِ أَوْلَى) لِأَنَّ الْأَوَّلَ إِنْ كَانَ يَدْعِي أَوْلِيَّةَ الْمِلْكِ فَهَذَا تَلَقَّى مِنْهُ ، وَفِي هَذَا لَا تَنَافِي فَصَارَ كَمَا إِذَا أَقْرَبَ بِالْمِلْكِ لَهُ ثُمَّ ادَّعَى الشَّرَاءَ مِنْهُ .

ترجمہ

فرمایا کہ ان کپڑوں کی بنائی کا بھی یہی حکم ہوگا جو صرف ایک ہی مرتبہ بنے جاتے ہیں جس طرح روئی سے سوت کات کر کپڑے بننا اور یہی حکم ہر اس سبب ملک کا ہوگا جو مکرر نہ ہو اس لئے کہ وہ نتائج کے معنی میں ہے جیسے دودھ دوہنا، پنیر اور نمذہ بنانا بھیڑ اور بکری کے بال کا ثنا اور اون کا ثنا اور جب وہ سب متکرر ہو تو اس کا فیصلہ خارج کے لئے ہوگا جس طرح مطلق ملک کے دعوے میں ہوتا ہے مثلاً ریشم کا کپڑا بنانا اور عمارت بنوانا اور پودے لگانا اور گندم اور غلوں کی کھیتی کرنا اور جب معاملہ مشتبه ہو تو ماہرین سے رجوع کیا جائے گا اس لئے کہ ان کو اس کی زیادہ معلومات ہوتی ہیں لیکن جب ان پر بھی معاملہ مشتبه ہو تو خارج کے لئے اس کا فیصلہ کر دیا جائے گا اس لئے کہ خارج کے گواہی پر فیصلہ کرنا اصل ہے اور نتائج کی خبر پر اصل سے عدول کیا جائے گا اور جب اس کا پتہ نہ ہو تو اصل کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

فرمایا کہ جب خارج نے ملک مطلق پر گواہی پیش کی اور قبضہ کرنے والا نے خارج سے خریدنے پر گواہی پیش کر دی تو قبضہ کرنے والا مقدم ہوگا اس لئے کہ اگرچہ خارج اولیت کی ملکیت کو ثابت کر رہا ہے لیکن قبضہ کرنے والا نے اسی خارج سے ملک کا حصول ثابت کر دیا اور اس میں کوئی منافات نہیں ہے یہ اس طرح ہو گیا جیسے قبضہ کرنے والا نے خارج کی ملکیت کا اقرار کیا پھر اسی سے شراہ کا دعویٰ کر لیا ہے۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور اگر ایک شخص کپڑا پہنے ہوئے ہے۔ دوسرا اُس کا دامن یا آستین پکڑے ہوئے ہے قبضہ پہننے والے کا ہے۔ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے دوسرا گام پکڑے ہوئے ہے سوار کا قبضہ ہے۔ ایک شخص زین پر سوار ہے دوسرا اس کے پیچھے سوار ہے زین والا قابض ہے۔ ایک شخص کا اونٹ پر سامان لدا ہوا ہے دوسرے کی صرف صراحی اُس پر لٹکی ہوئی ہے سامان والا زیادہ حقدار ہے۔ بچھونے پر ایک شخص بیٹھا ہے دوسرا اُسے پکڑے ہوئے ہے دونوں برابر ہیں۔ جس طرح دونوں اُس پر بیٹھے ہوں یا دونوں زین پر سوار ہوں تو دونوں برابر قابض مانے جاتے ہیں اسی طرح ایک شخص کپڑے کو پہنے ہوئے ہے دوسرے کے ہاتھ میں کپڑے کا تھوڑا حصہ ہے دونوں یکساں قابض ہیں اور ایک مکان میں دو شخص بیٹھے ہوئے ہیں تو شخص بیٹھا ہونا قبضہ نہیں دونوں یکساں ہیں۔ (در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

سبب کے مکرر ہونے میں اصل کے معتبر ہونے کا بیان

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ سبب کے مکرر ہونے نہ ہونے میں اصل کو دیکھا جائے گا تابع کو نہیں دیکھا جائے گا۔ دو بکریاں ایک شخص کے قبضہ میں ہیں ایک سفید دوسری سیاہ ایک شخص نے گواہوں سے ثابت کیا کہ یہ دونوں بکریاں میری ہیں اور اسی سفید بکری کا یہ سیاہ بکری بچہ ہے جو میرے یہاں میری ملک میں پیدا ہوا۔ ذوالید نے گواہوں سے ثابت کیا کہ یہ دونوں میری

ملک ہیں اور اس سیاہ بکری کا یہ سفید بکری کا بچہ ہے جو میری ملک میں پیدا ہوا اس صورت میں ہر ایک کو وہ بکری دے دی جائے گی۔
جس کو ہر ایک اپنے گھر کا بچہ بتاتا ہے۔ (بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

تاریخ بیان نہ کرنے پر گواہی کے باطل ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ عَلَى الشَّرَاءِ مِنَ الْآخِرِ وَلَا تَارِيخَ مَعَهُمَا تَهَاتَرَتِ الْبَيِّنَتَانِ وَتُتْرَكُ الدَّارُ فِي يَدِ ذِي الْيَدِ) قَالَ : وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ . وَعَلَى قَوْلِ مُحَمَّدٍ يَقْضَى بِالْبَيِّنَتَيْنِ وَيَكُونُ لِلْخَارِجِ لِأَنَّ الْعَمَلَ بِهِمَا مُمَكِّنٌ فَيَجْعَلُ كَأَنَّهُ اشْتَرَى ذُو الْيَدِ مِنَ الْآخِرِ وَقَبْضٌ ثُمَّ بَاعَ الدَّارَ لِأَنَّ الْقَبْضَ دَلَالَةٌ السَّبْقِ عَلَى مَا مَرَّ ، وَلَا يَعْكَسُ الْأَمْرَ لِأَنَّ الْبَيْعَ قَبْلَ الْقَبْضِ لَا يَجُوزُ وَإِنْ كَانَ فِي الْعَقَارِ عِنْدَهُ . وَلَهُمَا أَنْ الْإِقْدَامَ عَلَى الشَّرَاءِ إِقْرَارٌ مِنْهُ بِالْمِلْكِ لِلْبَائِعِ فَصَارَ كَأَنَّهُمَا قَامَتَا عَلَى الْإِقْرَارَيْنِ وَفِيهِ التَّهَاتُرُ بِالْإِجْمَاعِ ، كَذَا هَاهُنَا ، وَلِأَنَّ السَّبَبَ يُرَادُ لِحُكْمِهِ وَهُوَ الْمِلْكُ وَلَا يُمَكِّنُ الْقَضَاءُ لِدَى الْيَدِ إِلَّا بِمِلْكِ مُسْتَحَقِّ فَبَقِيَ الْقَضَاءُ لَهُ بِمَجْرَدِ السَّبَبِ وَأَنَّهُ لَا يُفِيدُهُ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب دو مدعیوں میں سے ہر ایک نے دوسرے سے شراہ کی گواہی پیش کر دی اور ان کے ساتھ تاریخ بیان نہ کی تو دونوں گواہیاں باطل ہو جائیں گی اور دار کو قبضہ کرنے والا کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائے گا فرمایا کہ یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے۔
حضرت امام محمد کے نزدیک دونوں گواہیوں پر فیصلہ کیا جائے گا اور مدعی بہ خارج کا ہوگا اس لئے کہ دونوں گواہیوں پر عمل کرنا ممکن ہے تو یہ اس طرح ہو جائے گا جس طرح قبضہ کرنے والا نے دوسرے سے خرید کر اس پر قبضہ کر لیا پھر خارج کو بیچ دیا لیکن بیچ کو اس کے سپرد نہیں کیا اس لئے کہ قبضہ سبقت ملک کی دلیل ہے جس طرح کہ گزر چکا ہے اور اس کے برعکس نہیں ہوگا اس لئے کہ بیچ پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ عتقار ہی کیوں نہ ہو یہ امام محمد کا قول ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ شراہ پر اقدام کرنا حقیقت میں مشتری کی طرف سے بائع کے لئے ملکیت کا اقرار ہے اور دونوں گواہیاں دو اقراروں پر منعقد ہوئی ہیں اور اس جیسی صورتوں میں بہ اتفاق شہادتوں کا بطلان ہوتا ہے لہذا اسی طرح اس مسئلہ میں بھی ہوگا اور اس لئے کہ سبب سے حکم یعنی ملکیت مراد لی جاتی ہے اور یہاں پر مستحق کی ملکیت کے بغیر قبضہ کرنے والا کے لئے اس کا فیصلہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ لہذا قبضہ کرنے والا کے لئے صرف سبب کا فیصلہ کرنے والا ہوگا اور یہ صرف سبب کا فیصلہ کرنا ملکیت کے لئے

فائدہ نہیں ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب دو شخصوں نے ایک عورت کے متعلق دعویٰ کیا ہر ایک اُس کو اپنی منکووحہ بتاتا ہے اور دونوں نے نکاح کو گواہوں سے ثابت کیا تو دونوں جانب کے گواہ متعارض ہو کر ساقط ہو گئے نہ اس کا نکاح ثابت ہوا، نہ اُس کا اور عورت کو وہ لے جائے گا جس کے نکاح کی وہ تصدیق کرتی ہو بشرطیکہ اُس کے قبضہ میں نہ ہو جس کے نکاح کی تکذیب کرتی ہو یا اُس نے دخول نہ کیا ہو اور اگر اُس کے قبضہ میں ہو جس کی عورت نے تکذیب کی یا اس نے دخول کیا ہو دوسرے نے نہیں تو اسی کی عورت قرار دی جائے گی۔ یہ تمام باتیں اُس وقت ہیں جب کہ دونوں نے نکاح کی تاریخ نہ بیان کی ہو اور اگر نکاح کی تاریخ بیان کی ہو تو جس کی تاریخ مقدم ہے وہ حقدار ہے اور اگر ایک نے تاریخ بیان کی دوسرے نے نہیں تو جس کے قبضہ میں ہے یا جس کی تصدیق وہ عورت کرتی ہو وہ حقدار ہے۔ (در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

علامہ ابن عابدین حنفی شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب دو شخص نکاح کے مدعی ہیں اور گواہ ان میں سے کسی کے پاس نہ تھے۔ عورت اُس کو ملی جس کی اُس نے تصدیق کی اس کے بعد دوسرے نے گواہ سے اپنا نکاح ثابت کیا تو اس کو ملے گی کیونکہ گواہ کے ہوتے ہوئے عورت کی تصدیق کوئی چیز نہیں۔ ایک نے نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہ سے ثابت کیا اس کے لیے فیصلہ ہو گیا اس کے بعد دوسرا دعویٰ کرتا ہے اور گواہ پیش کرتا ہے اس کو رد کر دیا جائے گا ہاں اگر اس نے گواہوں سے اپنے نکاح کی تاریخ مقدم ثابت کر دی تو اس کے موافق فیصلہ ہوگا۔ (فتاویٰ شامی، کتاب دعویٰ، بیروت)

دونوں گواہیوں کا ثمن پر واقع ہونے کا بیان

ثُمَّ لَوْ شَهِدَتِ الْبَيْتَانِ عَلَى نَقْدِ الثَّمَنِ فَالْأَلْفُ بِالْأَلْفِ قِصَاصٌ عِنْدَهُمَا إِذَا اسْتَوَيَا
لِوُجُودِ قَبْضٍ مَضْمُونٍ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ، وَإِنْ لَمْ يَشْهَدُوا عَلَى نَقْدِ الثَّمَنِ فَالْقِصَاصُ
مَذْهَبُ مُحَمَّدٍ لِلْوُجُوبِ عِنْدَهُ .

وَلَوْ شَهِدَ الْفَرِيقَانِ بِالْبَيْعِ وَالْقَبْضِ تَهَاتَرَتَا بِالْإِجْمَاعِ ، لِأَنَّ الْجَمْعَ غَيْرُ مُمَكِّنٍ عِنْدَ
مُحَمَّدٍ لِجَوَازِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْبَيْعَيْنِ بِخِلَافِ الْأَوَّلِ .

وَإِنْ وَقَّتْ الْبَيْتَانِ فِي الْعَقَارِ وَلَمْ تُشْبَهَا قَبْضًا وَوَقَّتِ الْخَارِجُ أَسْبَقُ يُنْضَى لِصَاحِبِ الْيَدِ
عِنْدَهُمَا فَيَجْعَلُ كَأَنَّ الْخَارِجَ اشْتَرَى أَوْلَا ثُمَّ بَاعَ قَبْلَ الْقَبْضِ مِنْ صَاحِبِ الْيَدِ ، وَهُوَ
جَائِزٌ فِي الْعَقَارِ عِنْدَهُمَا .

وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ يَقْضَى لِلْخَارِجِ لِأَنَّهُ لَا يَصِحُّ لَهُ بَيْعُهُ قَبْلَ الْقَبْضِ فَبَقِيَ عَلَى مَلِكِهِ ، وَإِنْ
 اثْبَتَا قَبْضًا يَقْضَى لِصَاحِبِ الْيَدِ لِأَنَّ الْبَيْعَيْنِ جَائِزَانِ عَلَى الْقَوْلَيْنِ ، وَإِنْ كَانَ وَقْتُ
 صَاحِبِ الْيَدِ أَسْبَقَ يَقْضَى لِلْخَارِجِ فِي الْوَجْهَيْنِ فَيُجْعَلُ كَأَنَّهُ اشْتَرَاهَا ذُو الْيَدِ وَقَبْضَ
 ثُمَّ بَاعَ وَلَمْ يُسَلِّمْ أَوْ سَلَّمَ ثُمَّ وَصَلَ إِلَيْهِ بِسَبَبٍ آخَرَ .

ترجمہ

پھر اگر دونوں گواہیاں ثمن کی ادائیگی پر واقع ہوں تو شیخین کے نزدیک الف، ہزار کے بدلے تبادلہ ہو جائے گا بشرطیکہ وہ جنس اور صفت میں برابر ہوں اس لئے کہ ہر طرف سے قبضہ مضمون موجود ہے اور جب گواہوں نے ثمن کی ادائیگی کی شہادت نہ دی تو تبادلہ والا مذہب امام محمد کا ہے اس لئے کہ امام محمد کے نزدیک ثمن واجب ہوتا ہے۔

اور جب خارج اور قبضہ کرنے والا دونوں کے گواہوں نے قبضہ کے ساتھ بیع کی شہادت دی تو با اتفاق شہادت باطل ہو جائے گی اس لئے کہ امام محمد کے نزدیک جمع کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ دونوں بیع جائز ہیں پہلے کے خلاف اور جب دونوں گواہیاں غیر منقولہ جائداد کے متعلق مورخ بیان کئے گئے اور گواہوں نے قبضہ ثابت نہیں کیا اور خارج کی تاریخ مقدم ہے تو شیخین کے نزدیک قبضہ کرنے والا کے لئے فیصلہ کیا جائے گا اور مسئلہ اس طرح ہوگا کہ خارج نے پہلے قبضہ کرنے والا کو مدعی بہ کو خریدا پھر اس پر قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ کرنے والا کو بیچ دیا اور بیع قبضہ سے پہلے عقار میں جائز ہے شیخین کے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک خارج کے حق میں فیصلہ ہوگا اس لئے کہ ان کے نزدیک قبضہ سے پہلے عقار کی بیع جائز نہیں ہے اس لئے بیع خارج ہی کی ملکیت میں باقی رہ گئی اور جب گواہوں نے قبضہ بھی ثابت کر دیا تو با اتفاق قبضہ کرنے والا کے لئے فیصلہ ہوگا اس لئے کہ دونوں قولوں پر دونوں بیع جائز ہیں اور جب قبضہ کرنے والا کی تاریخ مقدم ہو تو دونوں صورتوں میں خارج کے لئے فیصلہ کیا جائے گا اور مسئلہ یوں فرض کیا جائے گا کہ قبضہ کرنے والا نے مدعی بہ کو خریدا اس پر قبضہ کر لیا پھر اس کو خارج کو بیچ دیا لیکن بیع اس کے سپرد نہیں کیا یا سپرد کر دیا اور پھر وہ چیز کسی دوسرے سبب سے قبضہ کرنے والا کے پاس آگئی۔

ہر ایک کی گواہی کے سبب پوری ثمن ہونے کا بیان

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص کے پاس چیز ہے دو شخص مدعی ہیں ہر ایک یہ کہتا ہے کہ میں نے اس سے خریدی ہے اور اس کا ثبوت بھی دیتا ہے ہر ایک کو نصف نصف ثمن پر نصف نصف چیز کا حکم دیا جائے گا اور ہر ایک کو یہ بھی اختیار دیا جائے گا کہ آدھا ثمن دے کر آدھی چیز لے یا بالکل چھوڑ دے۔ فیصلہ کے بعد ایک نے کہا کہ آدھی لے کر کیا کروں گا چھوڑتا ہوں تو دوسرے کو پوری اب بھی نہیں مل سکتی کہ اس کی نصف بیع فسخ ہو چکی اور فیصلہ سے قبل اس نے چھوڑ دی تو یہ کل لے سکتا ہے۔

اور صورت مذکورہ میں اگر ہر ایک نے گواہوں سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ پورا ثمن ادا کر دیا ہے تو نصف ثمن بائع یعنی ذوالید

سے واپس لے گا اور اگر صورت مذکورہ میں ذوالیدان دونوں میں سے ایک کی تصدیق کرتا ہے کہ میں نے اس کے ہاتھ بیچے اسے اس کا اعتبار نہیں۔ اسی طرح بائع اگر مشتری کے حق میں یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری تھی میں نے اس کے ہاتھ بیچ کی ہے اور وہ چیز مشتری کے سوا کسی دوسرے کے قبضہ میں ہے تو بائع کی تصدیق بیکار ہے۔ (بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

نصاب شہادت سے اضافہ کا اعتبار نہ ہونے کا بیان

قَالَ: (وَإِنْ أَقَامَ أَحَدُ الْمُدَّعِيَيْنِ شَاهِدًا بِنِ وَالْآخِرُ أَرْبَعَةً فَهُمَا سَوَاءٌ) لِأَنَّ شَهَادَةَ كُلِّ الشَّاهِدِينَ عِلَّةٌ تَامَةٌ كَمَا فِي حَالَةِ الْإِنْفِرَادِ، وَالتَّرْجِيحُ لَا يَقَعُ بِكَثْرَةِ الْعِلَلِ بَلْ بِقُوَّةِ فِيهَا عَلَى مَا عُرِفَ.

قَالَ (وَإِذَا كَانَتْ دَارٌ فِي يَدِ رَجُلٍ ادَّعَاهَا اثْنَانِ أَحَدُهُمَا جَمِيعَهَا وَالْآخَرُ نِصْفَهَا وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ فَلِصَاحِبِ الْجَمِيعِ ثَلَاثَةٌ أَرْبَاعُهَا وَلِصَاحِبِ النِّصْفِ رُبُعُهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) اعْتِبَارًا بِطَرِيقِ الْمُنَازَعَةِ، فَإِنَّ صَاحِبَ النِّصْفِ لَا يُنَازِعُ الْآخَرَ فِي النِّصْفِ فَسَلَّمَ لَهُ بِلَا مُنَازَعٍ وَاسْتَوَتْ مُنَازَعَتُهُمَا فِي النِّصْفِ الْآخِرِ فَيُنْصَفُ بَيْنَهُمَا (وَقَالَا: هِيَ بَيْنَهُمَا اثْنَاتَا) فَاعْتَبَرَ طَرِيقَ الْعَوْلِ وَالْمُضَارَبَةِ، فَصَاحِبُ الْجَمِيعِ يَضْرِبُ بِكُلِّ حَقِّ سَهْمَيْنِ وَصَاحِبُ النِّصْفِ بِسَهْمٍ وَاحِدٍ فَتُقَسَّمُ اثْنَاتَا، وَلِهَذَا الْمَسْأَلَةُ نِظَائِرٌ وَأَضْدَادٌ لَا يَحْتَمِلُهَا هَذَا الْمُخْتَصَرُ وَقَدْ ذَكَرْنَا فِي الزِّيَادَاتِ،

ترجمہ

فرمایا کہ جب ایک مدعی نے دو گواہ پیش کئے اور دوسرے نے چار گواہ پیش کر دئے تو پھر بھی دونوں برابر ہوں گے اس لئے کہ ہر دو گواہوں کی گواہی علت تامہ ہے جس طرح انفرادی صورت میں دو کی گواہی علت تامہ ہے اور علت کی زیادتی سے ترجیح نہیں ہوتی بلکہ علت میں قوت کی بناء پر ترجیح ہوتی ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔

فرمایا کہ جب کسی آدمی کے پاس گھر ہو اور دو آدمیوں نے اس کا دعویٰ کر دیا ایک نے پورے گھر کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے آدھے گھر کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہی پیش کر دی تو جس نے پورے گھر کا دعویٰ کیا تھا اس کے لئے تین چوتھائی ہوگا اور جس نے آدھے کا دعویٰ کیا تھا اس کے لئے ایک ربح ہوگا۔ یہ امام اعظم کے نزدیک ہے اور اس کو منازعت پر قیاس کیا گیا ہے لہذا آدھے کا دعویٰ کرنے والا آدھے میں دوسرے کا مقابل نہیں ہوگا اس لئے پورے کا دعویٰ کرنے والے کے لئے یہ آدھا منازعت کے علاوہ صحیح سالم ہے اور دوسرے آدھے میں دونوں کا دعویٰ برابر ہے لہذا اس کو ان دونوں کے درمیان آدھا آدھا کر دیا جائے گا۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ وہ گھران کے درمیان دو اور ایک یعنی تین تہائی کے حساب سے تقسیم کیا جائے گا اور انہوں نے اس کو عول اور مضاربت پر قیاس کیا ہے لہذا پورے کا دعویٰ کرنے والا اپنا حق دو حصوں میں کر کے لے اور آدھے کا دعویٰ کرنے والا اپنا حق ایک حصے میں کر کے لے گا اور تین تہائی سے تقسیم کریں گے اس مسئلے کے اور بھی بہت سے اضداد، امثال اور نظائر ہیں جن کو اس مختصر سی کتاب میں بیان نہیں کیا جاسکتا اس لئے ہم نے ان کو زیادات میں بیان کر دیا ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک طرف گواہ زیادہ ہوں اور دوسری طرف کم مگر ادھر بھی دو ہوں تو جس طرف زیادہ ہوں اُس کے لیے ترجیح نہیں یعنی نصاب شہادت کے بعد کمی زیادتی کا لحاظ نہیں ہوگا مثلاً ایک طرف دو گواہ ہوں دوسری طرف چار تو چار والے کو ترجیح نہیں دونوں برابر قرار دیے جائیں گے اس لیے کہ کثرت دلیل کا اعتبار نہیں بلکہ قوت کا لحاظ ہے اسی طرح ایک طرف زیادہ عادل ہوں مگر دوسری طرف والے بھی عادل ہیں ان میں ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں۔

(در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ انسان جتنے ہیں سب آزاد ہیں جب تک غلام ہونے کا ثبوت نہ ہو آزاد ہی تصور کیے جائیں گے کہ یہی اصلی حالت ہے مگر چار مواقع ایسے ہیں کہ اُن میں آزادی کا ثبوت دینا پڑے گا۔ 1 شہادت 2 حدود 3 قصاص 4 قتل۔ مثلاً ایک شخص نے گواہی دی فریق مقابل اُس پر طعن کرتا ہے کہ یہ غلام ہے اس وقت اُس کا فقط کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ میں آزاد ہوں جب تک ثبوت نہ دے یا ایک شخص پر زنا کی تہمت لگائی اُس نے دعویٰ کر دیا یہ کہتا ہے کہ وہ غلام ہے تو حد قذف قائم کرنے کے لیے یہ ضرور ہے کہ وہ اپنی آزادی ثابت کرے۔ اسی طرح کسی کا ہاتھ کاٹ دیا ہے یا خپاء قتل واقع ہوا تو اُس دست بریدہ یا مقتول کے آزاد ہونے کا ثبوت دینے پر قصاص یا دیت کا حکم ہوگا۔ ان چار جگہوں کے علاوہ اُس کا کہہ دینا کافی ہوگا کہ میں آزاد ہوں اسی کا قول معتبر ہوگا۔ (فتاویٰ شامی، کتاب دعویٰ، بیروت)

تعداد شہادت پر ترجیح نہ ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب ایک مدعی نے دو گواہ پیش کئے اور دوسرے نے چار گواہ پیش کر دیئے تو پھر بھی دونوں برابر ہوں گے اس لئے کہ ہر دو گواہوں کی گواہی علت تامہ ہے جس طرح انفرادی صورت میں دو کی گواہی علت تامہ ہے اور علت کی زیادتی سے ترجیح نہیں ہوتی بلکہ علت میں قوت کی بناء پر ترجیح ہوتی ہے

حضرت امام احمد اور امام شافعی کا قول جدید اور امام مالک کا مشہور قول یہی ہے۔ حضرت امام اوزاعی علیہ الرحمہ نے کہا کہ ترجیح دی جائے اور امام شافعی کا قدیمی قول اور ایک روایت کے مطابق امام مالک علیہ الرحمہ کا قول یہی ہے۔ کیونکہ زیادہ گواہوں کی طرف قلوب مائل ہونے والے ہیں اور ان سے عدالت کی زیادہ توقع ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

مکان کو دونوں مدعیان کے قبضہ میں ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ كَانَتْ فِي أَيْدِيهِمَا سَلِمَ لِصَاحِبِ الْجَمِيعِ نِصْفُهَا عَلَى وَجْهِ الْقَضَاءِ وَنِصْفُهَا لَا عَلَى وَجْهِ الْقَضَاءِ) لِأَنَّهُ خَارِجٌ فِي النِّصْفِ فَيَقْضَى بَيْنَتِهِ ، وَالنِّصْفُ الَّذِي فِي يَدَيْهِ صَاحِبُهُ لَا يَدْعِيهِ لِأَنَّ مُدْعَاهُ النِّصْفِ وَهُوَ فِي يَدِهِ سَالِمٌ لَهُ ، وَلَوْ لَمْ يَنْصَرِفْ إِلَيْهِ دَعْوَاهُ كَانَ ظَالِمًا بِإِمْسَاكِهِ وَلَا قَضَاءً بَدُونِ الدَّعْوَى فَيُتْرَكُ فِي يَدِهِ .

قَالَ (وَإِذَا تَنَازَعَا فِي دَابَّةٍ وَأَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةً أَنَّهَا نَتَجَتْ عِنْدَهُ ، وَذَكَرَا تَارِيخًا وَسِنَّ الدَّابَّةِ يُوَافِقُ أَحَدَ التَّارِيخَيْنِ فَهُوَ أَوْلَى) لِأَنَّ الْحَالَ يَشْهَدُ لَهُ فَيَتَرَجَّحُ (وَإِنْ أَشْكَلَ ذَلِكَ كَانَتْ بَيْنَهُمَا) لِأَنَّهُ سَقَطَ التَّوْقِيتُ فَصَارَ كَأَنَّهِمَا لَمْ يَذْكُرَا تَارِيخًا . وَإِنْ خَالَفَ سِنَّ الدَّابَّةِ الْوَقْتَيْنِ بَطَلَتِ الْبَيِّنَتَانِ ، كَذَا ذَكَرَهُ الْحَاكِمُ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ ظَهَرَ كَذِبُ الْفَرِيقَيْنِ فَيُتْرَكُ فِي يَدِ مَنْ كَانَتْ فِي يَدِهِ .

قَالَ (وَإِذَا كَانَ عَبْدٌ فِي يَدِ رَجُلٍ أَقَامَ رَجُلَانِ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةَ أَحَدُهُمَا بِغَضَبٍ وَالْآخَرُ بِوَدِيعَةٍ فَهُوَ بَيْنَهُمَا) لِأَسْتَوَائِهِمَا فِي الْإِسْتِحْقَاقِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب گھران دونوں مدعیوں کے قبضہ میں ہو تو پورے کا دعویٰ کرنے والے کو آدھا قضا کے طور پر دیا جائے گا اور آدھا قضا کے علاوہ میں دیا جائے گا اس لئے کہ غیر مقبوضہ نصف کے متعلق وہ خارج ہے لہذا اس کے متعلق اس کی گواہی پر فیصلہ کیا جائے گا اور وہ آدھا جو اس کے قبضہ میں ہے اس کا شریک اس نصف کا مدعی نہیں ہے اس لئے کہ اس کا دعویٰ صرف آدھے میں ہے اور وہ آدھ اس کے قبضہ میں سالم ہے اور جب اس کا دعویٰ اس آدھے کی طرف نہیں پھیرا جائے گا تو وہ اس کو روک کر ظالم ہوگا اور دعویٰ کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاتا لہذا وہ آدھا پورے کا دعویٰ کرنے والے کے قبضہ میں قضا کے بغیر دے دیا جائے گا۔

فرمایا کہ جب کسی جانور کے بارے میں دو آدمیوں نے جھگڑا کیا اور ان میں سے ہر ایک نے اس بات پر گواہی پیش کر دیا کہ یہ جانور میرے پاس پیدا ہوا ہے اور دونوں نے تاریخ بھی بیان کر دی اور ان میں سے ایک کی تاریخ کے ساتھ جانور کی عمر ملتی جلتی ہے تو اس کا گواہی مقدم ہوگا اس لئے کہ ظاہر حال اس کے حق میں شاہد ہے لہذا اس کا دعویٰ راجح ہوگا اور جب یہ موافقت مشکل ہو تو وہ جانور ان دونوں کے درمیان مشترک ہوگا اس لئے تاریخ سے اس کی تعیین ساقط ہو جاتی ہے لہذا یہ ایسا ہو گیا جیسے انہوں نے کوئی تاریخ بیان کی ہی نہیں اور اگر جانور کی عمر دونوں کی بیان کردہ تاریخوں سے نہ ملتی ہو تو دونوں گواہیاں ساقط ہو جائیں گی۔

حاکم شہید نے اسی طرح بیان کیا ہے اس لئے کہ فریقین کا جھوٹ اجاگر ہو گیا ہے لہذا وہ جانور قابض کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائے گا۔

فرمایا کہ جب کسی آدمی کے پاس غلام ہو اور دو آدمیوں نے اس پر گواہی پیش کر دیا ایک نے غضب کا اور دوسرے نے ودیعت کا تو وہ غلام ان دونوں کے درمیان مشترک ہوگا اس لئے کہ وہ دونوں حقدار ہونے میں برابر ہیں۔

مکان کی تقسیم میں قضاء و سوا کا بیان

زید کے قبضہ میں مکان ہے عمرو نے پورے مکان کا دعویٰ کیا اور بکر نے آدھے کا اور دونوں نے اپنی ملک گواہوں سے ثابت کی اس مکان کی تین چوتھائی عمرو کو دی جائے گی اور ایک چوتھائی بکر کو کیونکہ نصف مکان تو عمرو کو بغیر منازعت ملتا ہے اس میں بکر نزاع ہی نہیں کرتا نصف میں دونوں کی نزاع ہے یہ نصف دونوں میں برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور اگر مکان انھیں دونوں مدعیوں کے قبضہ میں ہے تو مدعی کل کو نصف بغیر قضا ملے گا کیونکہ اس نصف میں دوسرا نزاع ہی نہیں کرتا اور نصف دوم اسی کو بطور قضا ملے گا کیونکہ یہ خارج ہے اور خارج کے گواہ ذوالید کے مقابل میں معتبر ہوتے ہیں۔

دونوں مدعیان قابض ہوں تو تقدم تاریخ کا بیان

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک جانور کے متعلق دو شخص مدعی ہیں کہ ہمارے یہاں کا بچہ ہے خواہ وہ جانور دونوں کے قبضہ میں ہو یا ان میں سے کسی کے قبضہ میں نہ ہو بلکہ تیسرے کے قبضہ میں ہو، اگر دونوں نے تاریخ بیان کی ہے کہ اتنے دن ہوئے جب یہ پیدا ہوا تھا اور دونوں نے گواہوں سے ثابت کر دیا تو جانور کی عمر جس کی تاریخ سے ظاہر طور پر موافق معلوم ہوتی ہو اس کے موافق فیصلہ ہوگا اور اگر تاریخ نہیں بیان کی تو ان میں سے جس کے قبضہ میں ہو اسے دیا جائے اور اگر دونوں کے قبضہ میں ہو یا تیسرے کے قبضہ میں ہو تو دونوں برابر کے شریک کر دیے جائیں گے اور اگر دونوں نے تاریخیں بیان کر دیں مگر جانور کی عمر کسی کے موافق نہیں معلوم ہوتی یا اشکال پیدا ہو گیا پتہ نہیں چلتا کہ عمر کس کے قول سے موافق ہے تو اگر دونوں کے قبضہ میں ہے یا ثالث کے قبضہ میں ہے۔ تو دونوں کو شریک کر دیا جائے اور اگر انھیں میں سے ایک کے قبضہ میں ہو تو اسی کے لیے ہے جس کے قبضہ میں ہے۔ (در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

اور جب ایک شخص کے قبضہ میں بکری ہے اس پر دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ میری بکری ہے میری ملک میں پیدا ہوئی ہے اور اسے گواہوں سے ثابت کیا جس کے قبضہ میں ہے اس نے یہ ثابت کیا کہ بکری میری ہے فلاں شخص سے مجھے اس کی ملک حاصل ہوئی اور یہ اسی کے گھر کا بچہ ہے اسی قابض کے موافق فیصلہ ہوگا۔

اور جب کسی شخص نے مرغی غضب کی اس نے چند انڈے دیے ان میں سے کچھ اسی مرغی کے نیچے بٹھائے کچھ دوسری کے نیچے اور سب سے بچے نکلے تو وہ مرغی مع ان بچوں کے جو اس کے نیچے نکلے ہیں مغضوب منہ (مالک) کو دی جائے اور یہ بچے جو

غاصب نے اپنی مرغی کے نیچے نکلوائے ہیں غاصب کے ہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

خریداری کو ہبہ پر ترجیح دینے کا بیان

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اور جب خریداری کو ہبہ وغیرہ پر اس وقت ترجیح ہے کہ ایک ہی شخص سے دونوں نے اس چیز کا ملنا بتایا اور اگر زید کہتا ہے میں نے بکر سے خریدی ہے اور عمرو کہتا ہے مجھے خالد نے ہبہ کی تو کسی کو ترجیح نہیں دونوں برابر کے حقدار ہیں۔ اور جب ہبہ میں عوض ہے تو یہ بیع کے حکم میں ہے یعنی اگر ایک خریدنے کا مدعی ہے دوسرا ہبہ بالعوض کا، دونوں برابر ہیں نصف نصف دونوں کو ملے گی ہبہ مقبوضہ اور صدقہ مقبوضہ دونوں مساوی ہیں۔ (بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

کل مکان کا دعویٰ کرنے والے کے فیصلہ میں مذاہب اربعہ

جب گھرانہ دونوں مدعیوں کے قبضہ میں ہو تو پورے کا دعویٰ کرنے والے کو آدھا قضاء کے طور پر دیا جائے گا اور آدھا قضاء کے علاوہ میں دیا جائے گا۔ ایک روایت کے مطابق امام احمد علیہ الرحمہ کا مذہب یہی ہے۔ حضرت امام مالک اور امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد علیہم الرحمہ نے کہا ہے کہ گھرباتی ہے لہذا اس میں جو شخص قابض ہے اس کے گواہ کو ترجیح دی جائے گی۔ (شرح الوقایہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

سیونگ اکاؤنٹ میں رقم رکھنے کی ممانعت کا بیان

دو چیزوں کی بنا پر سیونگ اکاؤنٹ نامی اکاؤنٹ میں رقم رکھنی حرام ہے۔ یہ ایسا معاہدہ ہے جس میں راس المال پر فکس تناسب سے نفع دیا جاتا ہے، اور پھر راس المال کے ضائع نہ ہونے کی ضمانت بھی ہوتی ہے۔ جو درحقیقت فائدہ پر قرض دینا ہے، اور علماء کرام کا اجماع ہے کہ ہر وہ قرض جو نفع لائے وہ سود ہے، اور یہاں قرض دینے والا کھاتہ دار ہے، اور قرض لینے والا اس اکاؤنٹ کو کھولنے والا (یعنی ڈاکخانہ) ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ کہتے ہیں اور ہر وہ قرض جس میں زیادہ ہونے کی شرط لگائی جائے وہ بغیر کسی اختلاف کے حرام ہے۔ ابن منذر کہتے ہیں کہ سب علماء اس پر جمع ہیں کہ ادھار دینے والا جب ادھار لینے والے پر یہ شرط رکھے کہ وہ زیادہ دیرگا، یا ہدیہ دیرگا، اور اس شرط پر رقم ادھار دے تو اس رقم سے زیادہ لینا سود ہے۔

اور بیان کیا جاتا ہے کہ: ابی بن کعب، اور ابن عباس، اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ہر اس قرض سے منع کیا ہے جو نفع

لائے۔ (المغنی ابن قدامہ) 6 / (436)

فصل فی التنازع بالایدی

﴿یہ فصل قبضہ کے ذریعے منازعت کرنے کے میں ہے﴾

فصل تنازعہ فی قبضہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابر ترقی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب گواہی کے سبب سے ثابت ہونے والی ملکیت سے متعلق احکام سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے اس ملکیت سے متعلق احکام کو بیان کرنا شروع کیا ہے جن میں قبضہ کے ذریعے ملکیت بہ ظاہر پائی جاتی ہے۔ پس وہ ملکیت جو گواہی کے سبب سے ثابت ہوتی ہے وہ زیادہ قوی ہے کیونکہ جب گواہی قائم ہو جائے تو کوئی قبضہ کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ لہذا سابقہ فصل کو مقدم اور اس کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۱، ص ۴۱۱، بیروت)

دو آدمیوں کا کسی جانور میں اختلاف ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا تَنَازَعَا فِي دَابَّةٍ أَحَدُهُمَا رَاكِبًا وَالْآخَرُ مُتَعَلِّقٌ بِإِحْمَالِهَا فَالرَّابِعُ أَوْلَى)
لِأَنَّ تَصَرُّفَهُ أَظْهَرَ فَإِنَّهُ يَخْتَصُّ بِالْمَلِكِ (وَكَذَلِكَ إِذَا كَانَ أَحَدُهُمَا رَاكِبًا فِي السَّرَجِ
وَالْآخَرُ رَدِيفُهُ فَالرَّابِعُ أَوْلَى) بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ رَاكِبِينَ حَيْثُ تَكُونُ بَيْنَهُمَا
لَا سِتْوَانَهُمَا فِي التَّصَرُّفِ (وَكَذَا إِذَا تَنَازَعَا فِي بَعِيرٍ عَلَيْهِ حِمْلٌ لِأَحَدِهِمَا فَصَاحِبُ
الْحِمْلِ أَوْلَى) لِأَنَّهُ هُوَ الْمُتَصَرِّفُ (وَكَذَا إِذَا تَنَازَعَا فِي قَمِيصٍ أَحَدُهُمَا لِابِسُهُ
وَالْآخَرُ مُتَعَلِّقٌ بِكُمِّهِ فَالْأَبْسُ أَوْلَى) لِأَنَّهُ أَظْهَرُهُمَا تَصَرُّفًا (وَلَوْ تَنَازَعَا فِي بَسَاطٍ
أَحَدُهُمَا جَالِسٌ عَلَيْهِ وَالْآخَرُ مُتَعَلِّقٌ بِهِ فَهُوَ بَيْنَهُمَا) مَعْنَاهُ لَا عَلَى طَرِيقِ الْقَضَاءِ لِأَنَّ
الْقُعُودَ لَيْسَ بِيَدٍ عَلَيْهِ فَاسْتَوِيَا .

قَالَ : (وَإِذَا كَانَ ثَوْبٌ فِي يَدِ رَجُلٍ وَطَرَفٌ مِنْهُ فِي يَدِ آخَرَ فَهُوَ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ) لِأَنَّ
الزِّيَادَةَ مِنْ جِنْسِ الْحُجَّةِ فَلَا تُوجِبُ زِيَادَةً فِي الْإِسْتِحْقَاقِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی جانور کے بارے میں دو آدمیوں نے اس طرح جھگڑا کیا کہ ان میں سے ایک سوار ہو اور دوسرا گام پکڑے ہوئے ہو تو سوار اس کا زیادہ مستحق ہوگا اس لئے کہ اس کا تصرف زیادہ ہے کیونکہ رکوب ملکیت کے ساتھ مختص ہے ایسے ہی جب ایک

شخص زین میں سوار ہو اور دوسرا اس کا ردیف ہو تو زین والا آدمی افضل ہوگا اس صورت کے خلاف کہ جب دونوں زین پر سوار ہوں تو وہ جانوران دونوں کے درمیان مشترک ہوگا اس لئے کہ تصرف میں دونوں برابر ہیں اسی طرح جب کسی اونٹ کے بارے میں اس طرح اختلاف کیا کہ ان میں سے ایک کا اس پر سامان لدا ہوا تھا اور دوسرے کا اس پر پانی کا کوزہ تھا تو جس کا سامان لدا ہو گا وہ افضل ہوگا اس لئے کہ اس کو ہی متصف سمجھا جائے گا۔

اسی طرح جب کسی قیص کے بارے میں دو آدمیوں نے جھگڑا کیا ایک شخص اس کو پہنے ہوئے ہو اور دوسرے نے اس کی آستین کو پکڑا ہوا ہو تو پہننے والا افضل ہوگا اس لئے کہ اس کا تصرف زیادہ ہے۔

جب دو آدمیوں نے کسی بستر کے بارے میں اختلاف کیا اور ان میں سے ایک اس پر بیٹھا ہو اور دوسرا اس کو پکڑے ہوئے ہو تو بستر ان میں مشترک ہوگا یعنی قضاء مشترک نہیں ہوگا اس لئے کہ اس پر بیٹھنا قبضہ کی دلیل نہیں ہے اس لئے دونوں برابر ہوں گے۔

فرمایا کہ جب ایک آدمی کی قبضہ میں کپڑا ہو اور اس کا ایک کنارہ دوسرے آدمی کے قبضہ میں ہو تو وہ ان کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوگا اس لئے کہ جو زیادتی ہے وہ دلیل کی ہی جنس ہے لہذا یہ زیادتی استحقاق کے زیادہ ہونے کی موجب نہیں ہوگی۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص کپڑا پہنے ہوئے ہے۔ دوسرا اس کا دامن یا آستین پکڑے ہوئے ہے قبضہ پہننے والے کا ہے۔ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے دوسرا گام پکڑے ہوئے ہے سوار کا قبضہ ہے۔ ایک شخص زین پر سوار ہے دوسرا اس کے پیچھے سوار ہے زین والا قابض ہے۔ ایک شخص کا اونٹ پر سامان لدا ہوا ہے دوسرے کی صرف صراحی اس پر لٹکی ہوئی ہے سامان والا زیادہ حقدار ہے۔ پکھونے پر ایک شخص بیٹھا ہے دوسرا اسے پکڑے ہوئے ہے دونوں برابر ہیں۔ جس طرح دونوں اس پر بیٹھے ہوں یا دونوں زین پر سوار ہوں تو دونوں برابر قابض مانے جاتے ہیں اسی طرح ایک شخص کپڑے کو لیے ہوئے ہے دوسرے کے ہاتھ میں کپڑے کا تھوڑا حصہ ہے دونوں یکساں قابض ہیں اور ایک مکان میں دو شخص بیٹھے ہوئے ہیں تو محض بیٹھا ہونا قبضہ نہیں دونوں یکساں ہیں۔ (در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

ترجمانی کرنے والے مقبوضہ بچے کے معتبر ہونے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا كَانَ صَبِيٌّ فِي يَدِ رَجُلٍ وَهُوَ يُعْبَرُ عَنْ نَفْسِهِ فَقَالَ: أَنَا حُرٌّ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ) لِأَنَّهُ فِي يَدِ نَفْسِهِ (وَلَوْ قَالَ أَنَا عَبْدٌ لِفُلَانٍ فَهُوَ عَبْدٌ لِلذِّي هُوَ فِي يَدِهِ) لِأَنَّهُ أَقْرَبُ بَأَنَّهُ لَا يَدَ لَهُ حَيْثُ أَقْرَبَ بِالرَّقِّ (وَإِنْ كَانَ لَا يُعْبَرُ عَنْ نَفْسِهِ فَهُوَ عَبْدٌ لِلذِّي هُوَ فِي يَدِهِ) لِأَنَّهُ لَا يَدَ لَهُ عَلَى نَفْسِهِ لَمَّا كَانَ لَا يُعْبَرُ عَنْهَا وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمَتَاعِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ يُعْبَرُ، فَلَوْ كَبَّرَ وَادَّعَى الْحُرِّيَّةَ لَا يَكُونُ الْقَوْلُ قَوْلَهُ لِأَنَّهُ ظَهَرَ الرَّقُّ عَلَيْهِ فِي حَالِ صِغَرِهِ.

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی کے قبضہ میں بچہ ہو اور وہ اپنی ترجمانی کر سکتا ہو اور وہ یہ کہے کہ میں آزاد ہوں تو اس کی بات کا اعتبار کیا جائے گا اس لئے کہ وہ اپنی ذات کا خود مالک ہے اور جب اس نے یہ کہا کہ میں فلاں کا غلام ہوں تو وہ اس آدمی کا غلام ہوگا تو وہ اس آدمی کا ہی غلام ہوگا جو اس پر قابض ہے اس لئے کہ اس نے رقیقیت کا اقرار کر کے یہ اقرار کر لیا ہے کہ اس کا ذاتی قبضہ نہیں ہے اور جب وہ بچہ اپنی ترجمانی نہ کر سکتا ہو تو وہ اس آدمی کا غلام ہوگا جس کے قبضہ میں ہوگا کیونکہ اس کا اپنی ذات پر قبضہ نہیں ہے اس لئے کہ وہ اپنی ترجمانی پر قادر نہیں ہے اور وہ سامان کے حکم میں ہے اس صورت کے خلاف کہ جب وہ اپنی ترجمانی کرنے پر قادر ہو پھر وہ بچہ بڑا ہو کر اپنی آزادی کا دعویٰ کرے تو اس کی بات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ اس کے بچپن میں اس پر رقیقیت طاری ہو چکی ہے۔

شرح

لقیط (یعنی بے وارث بچہ) اگر کہیں پڑا ہوا ملے تو اسے اٹھا لینا مستحب ہے اور اگر اس کے ہلاک ہو جانے کا خوف ہو تو پھر اسے اٹھانا واجب ہوگا۔ ایسا بچہ جب تک مملوک غلام ہونا ثابت نہ ہو حر (یعنی آزاد ہے) لقیط کا نفقہ اور اس کا خون بہا بیت المال کے ذمہ ہوگا۔ اسی طرح اس کی میراث بھی بیت المال کی تحویل میں رہے گی۔ جس شخص نے لقیط کو اٹھا لیا ہے اس سے کسی اور کو لینے کا اختیار نہیں ہوگا اگر کسی شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ میرا بچہ ہے تو قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر ہوگا اور اس بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو جائیگا۔ اور اگر دو آدمی ایک ساتھ اس کا دعویٰ کریں تو اس کو لینے کا زیادہ حقدار وہ شخص ہوگا جو اس بچہ کے بدن میں کوئی علامت بتائے اور دیکھنے میں وہ علامت موجود پائی جائے مثلاً وہ یہ بتائے کہ اس کی پیٹھ پر مسہ ہے اور پھر جب دیکھا جائے تو اس کی پیٹھ پر مسہ موجود ہو۔

آزادی کے اصل ہونے کا بیان

انسان جتنے ہیں سب آزاد ہیں جب تک غلام ہونے کا ثبوت نہ ہو آزاد ہی تصور کیے جائیں گے کہ یہی اصلی حالت ہے مگر چار مواقع ایسے ہیں کہ ان میں آزادی کا ثبوت دینا پڑے گا۔ 1 شہادت 2 حدود 3 قصاص 4 قتل۔ مثلاً ایک شخص نے گواہی دی فریق مقابل اس پر طعن کرتا ہے کہ یہ غلام ہے اس وقت اس کا فقط کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ میں آزاد ہوں جب تک ثبوت نہ دے یا ایک شخص پر زنا کی تہمت لگائی اس نے دعویٰ کر دیا یہ کہتا ہے کہ وہ غلام ہے تو حد قذف قائم کرنے کے لیے یہ ضرور ہے کہ وہ اپنی آزادی ثابت کرے۔ اسی طرح کسی کا ہاتھ کاٹ دیا ہے یا خطا قتل واقع ہوا تو اس دست بریدہ یا مقتول کے آزاد ہونے کا ثبوت دینے پر قصاص یا دیت کا حکم ہوگا۔ ان چار جگہوں کے علاوہ اس کا کہہ دینا کافی ہوگا کہ میں آزاد ہوں اسی کا قول معتبر ہوگا۔

(فتاویٰ شامی، کتاب دعویٰ، بیروت)

لقیط کی نسبت کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ میرا لڑکا ہے تو اسی کا لڑکا قرار دیا جائے اور اگر کوئی شخص اسے اپنا غلام بتائے تو جب تک گواہوں سے ثابت نہ کر دے غلام قرار نہ دیا جائے۔

اگر کوئی غلام یہ دعویٰ کرے کہ یہ لقیط میرا لڑکا ہے تو اس کا دعویٰ صحیح تسلیم کیا جائے گا لیکن وہ بچہ مسلمان رہے گا جبکہ وہ مسلمانوں کی آبادی یا مسلمانوں کے محلہ میں ملا ہو اور اگر وہ ذمیوں کی بستی میں یا ان کے محلہ میں یا ان کے گرجا و مندر میں ملا ہوگا تو اس صورت میں وہ ذمی رہے گا۔ اگر لقیطی کے ساتھ بندھا ہوا کچھ مال یا اس کے جسم پر کوئی زیور وغیرہ ملے تو اسے قاضی کے حکم کے بعد لقیط ہی پر خرچ کیا جائے گا اگرچہ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ قاضی کے حکم و اجازت کے بغیر بھی اس کے مال کو اس پر خرچ کیا جاسکتا ہے۔ زیادہ صحیح قول کے مطابق اٹھانے والے کے لئے یہ تو جائز ہے کہ وہ اس لقیط کو کوئی پیشہ سیکھنے کے لئے کسی پیشہ ور کے سپرد کر دے مگر اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس کا نکاح کر دے یا اس کے مال میں تصرف کرے اور یا اس سے محنت و مزدوری کرائے۔

متصل دیوار و شہتیر کے سبب اختلاف ہو جانے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا كَانَ الْحَائِطُ لِرَجُلٍ عَلَيْهِ جُدُوعٌ أَوْ مُتَّصِلٌ بِنَائِهِ وَلِآخَرَ عَلَيْهِ هَرَادِيٌّ فَهُوَ لِصَاحِبِ الْجُدُوعِ وَالِاتِّصَالِ، وَالْهَرَادِيٌّ لَيْسَتْ بِشَيْءٍ) لِأَنَّ صَاحِبَ الْجُدُوعِ صَاحِبُ اسْتِعْمَالِ وَالْآخِرُ صَاحِبُ تَعَلُّقٍ فَصَارَ كَذَابَةِ تَنَازَعًا فِيهَا وَلَا أَحَدِهِمَا حِمْلٌ عَلَيْهَا وَلِلْآخِرِ كُوزٌ مُعَلَّقٌ بِهَا، وَالْمُرَادُ بِالِاتِّصَالِ مَدْخَلَةٌ لِبِنِ جِدَارِهِ فِيهِ وَلِبِنِ هَذَا فِي جِدَارِهِ وَقَدْ يُسَمَّى اتِّصَالُ تَرْبِيعٍ، وَهَذَا شَاهِدٌ ظَاهِرٌ لِصَاحِبِهِ لِأَنَّ بَعْضَ بِنَائِهِ عَلَى بَعْضِ بِنَاءِ هَذَا الْحَائِطِ.

وَقَوْلُهُ الْهَرَادِيٌّ لَيْسَتْ بِشَيْءٍ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَا اِعْتِبَارَ لِلْهَرَادِيِّ أَصْلًا، وَكَذَا الْبَوَارِي لِأَنَّ الْحَائِطَ لَا تُبْنَى لَهَا أَصْلًا حَتَّى لَوْ تَنَازَعَا فِي حَائِطٍ وَلَا أَحَدِهِمَا عَلَيْهِ هَرَادِيٌّ وَكَأَنَّ لِلْآخِرِ عَلَيْهِ شَيْءٌ فَهُوَ بَيْنَهُمَا.

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی کی دیوار میں شہتیر ہو یا دیوار اس کی عمارت سے ملی ہوئی ہو اور اس پر دوسرے کے تختے لگے ہوئے ہوں تو وہ دیوار شہتیر اور اتصال والے کی ہوگی اور تختوں کا اعتبار نہیں ہوگا اس لئے کہ شہتیر والا اس دیوار کو استعمال کرنے والا ہے اور دوسرا شخص تعلق والا ہے تو یہ ایسا ہو گیا جیسے ایک جانور کے بارے میں دو آدمیوں نے اختلاف کیا ہو اور ان میں سے ایک کا جانور پر سامان ہو اور دوسرے کا کوزہ ہو اور اتصال کا مطلب یہ ہے اس آدمی کی دیوار کی اینٹیں دوسرے آدمی کی دیوار کی اینٹوں لگائی گئی

ہوں اور اس اتصال کو اتصال تریج بھی کہا جاتا ہے یہ اتصال تعمیر کے مالک کے حق میں ظاہری گواہ ہوتا ہے اس لئے کہ عمارت کے مالک کی کچھ عمارت اس کی دیوار کے حصے میں داخل ہوتی ہے اور ماتن کا قول لھر اوی لیست بشی ء اس بات کی دلیل ہے کہ تختوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے یہی حکم بوریہ اور چٹائی کا بھی ہے اس لئے کہ دیوار ان کے لئے نہیں بنائی جاتی حتیٰ کہ وہ لوگ کسی ایسی دیوار کے بارے میں جھگڑا کریں جس پر ان میں سے کسی ایک کے تختے ہوں اور دوسرے کا کچھ نہ ہو تو وہ دیوار ان کے درمیان مشترک ہوگی۔

شرح

اور اگر دیوار مشترک ہے اس پر ایک کی کڑیاں وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جس کا بوجھ ہے وہ دیوار اس کی جانب کو جھکی جس کا دیوار پر کوئی سامان نہیں ہے اس نے لوگوں کو گواہ کر کے دوسرے سے کہا کہ اپنا سامان اتار لو ورنہ دیوار گرنے سے نقصان ہوگا اس نے باوجود قدرت سامان نہیں اتارا دیوار گر گئی اور اس کا نقصان ہوا اگر اس وقت جب اس نے کہا تھا دیوار خطرناک حالت میں تھی اس پر ان چیزوں کا نصف تاوان لازم ہوگا جو نقصان ہوئیں۔ (فتاویٰ قاضی خان، کتاب دعویٰ، بیروت)

مشترکہ دیوار کے سبب ہونے والے اختلاف دعویٰ کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور اگر دیوار مشترک گر گئی ایک کے بال بچے ہیں پردہ کی ضرورت ہے وہ چاہتا ہے دیوار بنائی جائے تاکہ بے پردگی نہ ہو دوسرا انکار کرتا ہے اگر دیوار اتنی چوڑی ہے کہ تقسیم ہو سکتی ہے یعنی ہر ایک کے حصہ میں اتنی چوڑی زمین آسکتی ہے جس میں پردہ کی دیوار بن جائے تو زمین تقسیم کر دیجائے یہ اپنی زمین میں پردہ کی دیوار بنالے اور اتنی چوڑی نہ ہو تو دوسرا دیوار بنانے پر مجبور کیا جائے گا۔

اور اگر دیوار مشترک کو دونوں شریکوں نے متفق ہو کر گرایا ایک شریک پھر سے بنانا چاہتا ہے دوسرا صرفہ دینے سے انکار کرتا ہے کہتا ہے مجھے اس دیوار پر کچھ رکھنا نہیں ہے لہذا میں صرفہ نہیں دوں گا پہلا شخص دیوار بنانے میں جو کچھ خرچ کریگا اس کا نصف دوسرے کو دینا ہوگا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

تعدد شہتروں کے سبب اشتراک دیوار ہونے کا بیان

(وَلَوْ كَانَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَيْهِ جُذُوعٌ ثَلَاثَةٌ فَهُوَ بَيْنَهُمَا) لَا سْتَوَائِهِمَا وَلَا مُعْتَبَرٍ بِالْأَكْثَرِ مِنْهَا بَعْدَ الثَّلَاثَةِ وَإِنْ كَانَ جُذُوعٌ أَحَدِهِمَا أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةٍ فَهُوَ لِصَاحِبِ الثَّلَاثَةِ وَاللَّأخِرِ مَوْضِعُ جُذُوعِهِ) فِي رِوَايَةٍ ، وَفِي رِوَايَةٍ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَا تَحْتَ خَشَبَتِهِ ، ثُمَّ قِيلَ مَا بَيْنَ الْخَشَبِ بَيْنَهُمَا ، وَقِيلَ عَلَى قَدْرِ خَشَبِهِمَا ، وَالْقِيَاسُ أَنْ يَكُونَ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ لِأَنَّهُ لَا مُعْتَبَرَ بِالْكَثْرَةِ فِي نَفْسِ الْحُجَّةِ .

وَجْهٌ الثَّانِي أَنَّ الْإِسْتِعْمَالَ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ بِقَدْرِ خَشَبَتِهِ . وَوَجْهٌ الْأَوَّلُ أَنَّ الْحَائِطَ يُبْنَى

لِوَضْعِ كَثِيرِ الْجُدُوعِ دُونَ الْوَاحِدِ وَالْمُثَنَّى فَكَانَ الظَّاهِرُ شَاهِدًا لِصَاحِبِ الْكَثِيرِ ، إِلَّا أَنَّهُ يَبْقَى لَهُ حَقُّ الْوَضْعِ لِأَنَّ الظَّاهِرَ لَيْسَ بِحُجَّةٍ فِي اسْتِحْقَاقِ يَدِهِ

ترجمہ

اور جب مدعیوں میں سے ہر ایک کے اس دیوار پر تین تین شہتیر ہوں تو وہ دیوار ان کے درمیان مشترک ہوگی اس لئے کہ وہ مستحق ہونے کے سبب میں دونوں برابر ہیں اور تین کے بعد زیادتی کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور جب ان میں سے کسی آدمی شہتیر تین سے کم ہوں تو دیوار تین والے کو ملے گی اور دوسرے کو اپنی شہتیر رکھنے کی جگہ ملے گی اور ایک دوسری روایت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو لکڑی رکھنے کی جگہ ملے گی پھر ایک قول یہ بھی ہے کہ دو شہتیروں کے درمیان جو جگہ ہوگی وہ ان کے درمیان مشترک ہوگی اور آخری قول یہ ہے کہ ان کو ان کی لکڑیوں کی مقدار جگہ ملے گی قیاس یہ ہے کہ وہ دیوار ان دونوں کے درمیان مشترک ہو اس لئے کہ نفس حجت میں کثرت کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا اور دوسری روایت کی دلیل یہ ہے کہ ہر آدمی اپنی لکڑی کی مقدار متصرف ہے پہلے قول کا سبب یہ ہے کہ دیوار کئی شہتیر رکھنے کے لئے بنائی جاتی ہے ایک دو شہتیر رکھنے کے لئے نہیں بنائی جاتی لہذا ظاہر حال کثیر والے کے حق میں شاہد ہوگا لیکن دوسرے کو شہتیر رکھنے کا حق دیا جائے گا اس لئے کہ ظاہر حال اس دوسرے کے قبضہ کے استحقاق کے حوالے سے حجت نہیں ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب ایک شخص نے اپنے مکان کی کڑیاں دوسرے کی دیوار پر رکھنے کی اجازت مانگی اس اجازت دے دی اس کے بعد مالک دیوار نے اپنا مکان بیچ ڈالا خریدار اس سے کہتا ہے کہ تم میری دیوار سے کڑیاں اٹھا لو اس کو اٹھانی ہوں گی اسی طرح مکان کے نیچے خانہ بنا لیا ہے اور مشتری اسے بند کرنے کو کہتا ہے تو بند کر سکتا ہے۔ ہاں اگر بائع نے فروخت کرنے کے وقت یہ شرط کر دی تھی کہ اس کی کڑیاں یا خانہ رہے گا تو اب مشتری کو منع کرنے کا حق نہیں رہا۔ (فتاویٰ شامی، کتاب دعویٰ، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ دوسرے کی دیوار پر بطور ظلم و تعدی کڑیاں رکھ لی ہیں۔ اس نے مکان بیع کیا یا کرایہ پر دیا یا اس سے مصالحت کر لی یا اس کے اس فعل کو معاف کر دیا پھر بھی ہٹانے کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

(درمختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

اتصال دیوار سے شہتیر کا زیادہ حقدار ہونے کا بیان

(وَلَوْ كَانَ لِأَحَدِهِمَا جُدُوعٌ وَلِلْآخَرِ اتِّصَالٌ فَالْأَوَّلُ أَوْلَى) وَيُرْوَى الثَّانِي أَوْلَى . وَجْهٌ الْأَوَّلُ أَنَّ لِصَاحِبِ الْجُدُوعِ التَّصَرُّفَ وَلِصَاحِبِ الْإِتِّصَالِ الْيَدُ وَالتَّصَرُّفُ أَقْوَى . وَجْهٌ

الثَّانِي أَنَّ الْحَائِطَيْنِ بِالِاتِّصَالِ يَصِيرَانِ كِبِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنْ ضَرُورَةِ الْقَضَاءِ لَهُ بَعْضُهُ الْقَضَاءُ بِكُلِّهِ ثُمَّ يَبْقَى لِلْآخِرِ حَقٌّ وَضَعِ جُدُوعِهِ لِمَا قُلْنَا ، وَهَذِهِ رِوَايَةُ الطَّحَاوِيِّ وَصَحَّحَهَا الْجُرْجَانِيُّ .

ترجمہ

جب ایک مدعی کا شہتیر ہو اور دوسرے کا اتصال ہو تو شہتیر والا زیادہ حق دار ہوگا ایک روایت یہ ہے کہ اتصال والا افضل ہوگا پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ شہتیر والا اس دیوار میں متصرف ہے اور اتصال والا اس پر قابض ہے اور تصرف زیادہ قوی ہوتا ہے دوسری روایت کی دلیل یہ ہے کہ اتصال کی وجہ سے دونوں دیواریں ایک ہی عمارت کی طرح ہیں اور صاحب اتصال کے بعض دیوار کے فیصلہ کرنے سے بدابتہ اس کیلئے کل کا فیصلہ ہوگا اور شہتیر والے کو شہتیر رکھنے کا حق ہوگا اس دلیل کے سبب جس کو ہم نے بیان کیا ہے یہ امام طحاوی کی روایت ہے اور علامہ جرجانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب دیوار پر دو شخصوں کی کڑیاں ہیں ہر ایک اپنی اپنی ملک کا دعویٰ کرتا ہے اگر گواہوں سے ملک ثابت نہ ہو صرف اس علامت سے ملک ثابت کرنا چاہتے ہیں تو اگر دونوں کی کم از کم تین تین کڑیاں ہیں تو دیوار دونوں میں مشترک ہے اور اگر ایک کی تین سے کم ہوں تو دیوار اس کی قرار دی جائے جسکی زیادہ کڑیاں ہوں اور اس کو کڑی رکھنے کا حق ہے اس سے نہیں منع کر سکتا۔

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب دو مکانوں کے درمیان دیوار ہے جس کا ہر ایک مدعی ہے اس دیوار کا رخ ایک طرف ہے دوسری طرف پچھیت ہے وہ دیوار دونوں کی قرار پائیگی یہ نہیں کہ جس کی طرف اس کا رخ ہے اسی کی ہو۔ دیوار دو شخصوں میں مشترک ہے اس کا ایک کنارہ گر گیا جس سے معلوم ہوا کہ دو دیواریں ہیں ایک دیوار دوسری کے ساتھ چپکی ہوئی ہے ایک طرف والا یہ چاہتا ہے کہ اپنی طرف کی دیوار ہٹا دے اگر وہ دونوں یہ کہہ چکے ہوں کہ دیوار مشترک ہے تو دونوں دیواریں مشترک مانی جائیں گی کسی کو دیوار ہٹانے کا اختیار نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

مشترکہ گھر میں مختلف کمروں پر قبضہ ہونے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا كَانَتْ دَارٌ مِنْهَا فِي يَدِ رَجُلٍ عَشْرَةُ أَبْيَاتٍ وَفِي يَدِ آخَرَ بَيْتٌ فَالسَّاحَةُ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ) لَا اسْتِوَاءُ بَيْنَهُمَا فِي اسْتِعْمَالِهَا وَهُوَ الْمُرُورُ فِيهَا .

قَالَ : (وَإِذَا ادَّعَى رَجُلَانِ أَرْضًا) يَعْنِي يَدَّعَى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا (أَنَّهَا فِي يَدِهِ لَمْ يَقْضِ أَنَّهَا فِي يَدِ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَتَّى يُقِيمَا الْبَيِّنَةَ أَنَّهَا فِي أَيْدِيهِمَا) لِأَنَّ الْيَدَ فِيهَا غَيْرُ مُشَاهَدَةٍ

لِتَعْدُرَ إِحْضَارِهَا وَمَا غَابَ عَنْ عِلْمِ الْقَاضِي فَالْبَيِّنَةُ تُثَبِّتُهُ وَإِنْ أَقَامَ أَحَدُهُمَا الْبَيِّنَةَ جُعِلَتْ
 فِي يَدِهِ) لِقِيَامِ الْحُجَّةِ لِأَنَّ الْيَدَ حَقٌّ مَقْصُودٌ (وَإِنْ أَقَامَا الْبَيِّنَةَ جُعِلَتْ فِي أَيْدِيهِمَا)
 لِمَا بَيَّنَّا فَلَا يَسْتَحِقُّ لِأَحَدِهِمَا مِنْ غَيْرِ حُجَّةٍ (وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا قَدْ لَبِنَ فِي الْأَرْضِ أَوْ
 بَنَى أَوْ حَفَرَ فَهِيَ فِي يَدِهِ) لِوُجُودِ التَّصَرُّفِ وَالِاسْتِعْمَالِ فِيهَا .

ترجمہ

فرمایا کہ جب ایسا گھر ہو جس کے دس کمرے ایک کے قبضہ میں ہوں اور ایک کمرہ دوسرے کے قبضہ میں ہو تو اس کا صحن دونوں
 میں آدھا آدھا مشترک ہوگا اس لئے کہ اس صحن کے استعمال یعنی گزرنے میں دونوں برابر ہیں۔
 فرمایا کہ جب کسی زمین کے بارے میں دو آدمیوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس کے قبضہ میں ہے تو ان میں سے کسی کے حق میں
 بھی اس زمین کے قبضہ کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ دونوں اس بات پر گواہی پیش کریں کہ وہ زمین ان کے قبضہ میں ہے
 اس لئے کہ زمین کا قبضہ ظاہری طور پر معلوم نہیں ہوتا اس لئے کہ اس کو حاضر کرنا مشکل ہے اور جو چیز قاضی کی معلومات سے غائب ہو
 اس کو گواہی ثابت کرتی ہے۔

اور جب ان میں سے ایک آدمی نے گواہی پیش کر دی تو وہ زمین اس کے قبضہ میں دے دی جائے گی اس لئے کہ دلیل قائم ہو
 چکی ہے کیونکہ قبضہ حق مقصود ہے اور جب دونوں نے گواہی پیش کر دی تو وہ زمین ان دونوں کو دے دی جائے گی اس دلیل کے سبب
 جس کو ہم بیان کر چکے ہیں ہذا حجت کے بغیر کسی کو اس کا مستحق نہیں قرار دیا جائے گا اور جب ایک مدعی نے اس زمین میں کچھ اینٹیں
 لگا دیں یا عمارت بنوائیں تو وہ زمین اس کے قبضہ میں ہی ہوگی اس لئے کہ اس میں اس شخص کا تصرف اور استعمال مو
 جود ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک وسیع مکان ہے جو بہت سے دالان اور کمروں پر مشتمل ہے ان میں سے
 ایک کمرہ ایک کا ہے باقی تمام کمرے دوسرے کے ہیں صحن مکان کے متعلق دونوں میں نزاع ہے صحن دونوں کو برابر دیا جائیگا۔ کیونکہ
 صحن کے استعمال میں دونوں برابر ہیں مثلاً آنا جانا اور دھوون وضو وغیرہ کا پانی گرانا ایندھن ڈالنا خانہ داری کے سامان رکھنا۔
 یہ اُس صورت میں ہے جب یہ معلوم نہ ہو کہ صحن میں کس کی کتنی ملک ہے اور اگر معلوم ہو کہ ہر ایک کی ملک اتنی ہے تو تقسیم بقدر
 ملک ہوگی مثلاً مکان ایک شخص کا ہے وہ مرگیا اور وہ مکان ورثہ میں تقسیم ہوا کسی کو کم ملا کسی کو زیادہ تو صحن کی تقسیم بھی اسی طرح ہوگی
 مثلاً ایک کو ایک کمرہ ملا دوسرے کو دو تو صحن میں بھی ایک کو ٹکٹ دوسرے کو دو ٹکٹ دیا جائے گا۔ (فتاویٰ شامی، کتاب دعویٰ، بیروت)

بَابُ دَعْوَى النِّسْبِ

﴿ یہ باب دعویٰ نسب کے بیان میں ہے ﴾

باب دعویٰ نسب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابر ترقی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب اموال میں ہونے والے دعوؤں کو پہلے ذکر کیا ہے کیونکہ اموال میں دعوؤں کا وقوع کثرت سے ہوتا ہے۔ لہذا ان کو پہلے کرنا ضروری تھا۔ جبکہ نسب میں دعوؤں کا ہونا یہ اس کی بہ نسبت بہت کم ہے لہذا اس کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ (عناویہ شرح الہدایہ، ج ۱۱، ص ۴۳۰، بیروت)

نسب کے مؤثر ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جیسے سونے چاندی کی مختلف کانیں ہوتی ہیں یونہی آدمیوں کی ہیں، اور رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے، اور برادب بری رگ کی طرح ہے۔ (المسند لاجد بن حنبل، ج ۲، ص ۵۳۹، اتحاد السادة، از امام زبیدی، ج ۱ ص ۷۲)

زانی کیلئے نسب ثابت نہ ہونے میں فقہی مذاہب

مسلم شریف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (بچہ بستر والے) یعنی خاوند کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی شرع کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عاھر زانی کو کہتے ہیں، زانی کے لیے پتھر ہیں کا معنی یہ ہے کہ: اسے ذلت و رسوائی ملے گی اور بچے میں اس کا کوئی حق نہیں۔

اور عرب عادتاً یہ کہتے تھے کہ: اس کے لیے پتھر ہیں، اور اس سے وہ معنی یہ لیتے تھے کہ اس سوائے ذلت و رسوائی کے اور کچھ نہیں ملے گا۔

زنا سے بچے کا نسب ثابت نہیں ہوتا۔ مندرجہ بالا حدیث (بچہ بستر والے کا اور زانی کے لیے پتھر ہیں) کی بنا پر فقہاء کا کہنا ہے کہ ولد زنا کا نسب ثابت نہیں ہوتا، یعنی زنا سے پیدا شدہ بچے کا نسب ثابت نہیں ہوگا اور نہ ہی اسے زانی سے ملحق کیا جائے گا۔

ولد زنا کے عدم نسب میں فقہاء کرام کے اقوال

اول: حافظ ابن حزم الظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (زانی کے لیے پتھر ہیں) کے الفاظ کہہ کر زانی سے اولاد کی نفی کر دی ہے، تو زانی پر حد ہے اور بچے کا الحاق زانی کے ساتھ نہیں کیا جائے گا بلکہ اگر عورت بچہ جنتی ہے تو اسے ماں کے ساتھ ہی ملحق کیا جائے گا مرد کی طرف نہیں۔

اور اسی طرح وہ اپنی ماں کا اور ماں اس کی وارث ہوگی اس لیے کہ لعان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ عورت سے ملحق کیا اور مرد سے اس کی نفی کر دی۔

دوم: فقہ مالکیہ میں ہے کہ: زانی کا پانی فاسد ہے اس لیے بچہ اس کی طرف ملحق نہیں ہوگا۔

سوم: فقہ حنفی میں ہے کہ: ایک شخص یہ اقرار کرتا ہے کہ اس نے آزاد عورت کے ساتھ زنا کیا اور یہ بچہ اس کے زنا سے پیدا شدہ ہے اور عورت بھی اس کی تصدیق کر دے تو پھر بھی نسب ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ثابت نہیں ہوگا، اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (بچہ بستر والے (خاوند) کے لیے ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں) تو یہاں پرفراش اور بستر تو زانی کا ہے ہی نہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی کا حصہ تو صرف پتھر قرار دے دیے ہیں، تو اس حدیث میں مراد یہ ہے کہ نسب میں زانی کا کوئی حصہ نہیں۔

زنا سے پیدا شدہ بچے کا الحاق زانیہ عورت سے ہوگا

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ ولد زنا کا الحاق زانی سے نہیں ہو سکتا بلکہ جس زانی عورت نے اسے جنا ہے اس کے ساتھ ہی اس کا الحاق ہوگا، امام سرحسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "المبسوط" میں ذکر کیا ہے کہ کسی مرد نے یہ اعتراف کیا کہ اس نے آزاد عورت سے زنا کیا اور یہ اس کے زنا کا بیٹا ہے اور عورت نے بھی اس کی تصدیق کر دی تو نسب اس سے ثابت نہیں ہوتا اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (بچہ بستر والے کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں) اور زانی کا بستر نہیں۔ اور اگر اسی دائی نے اس کی ولادت کی گواہی دے دی تو اس کی وجہ سے بچے کا عورت کے ساتھ نسب ثابت ہوگا لیکن مرد سے نہیں۔

عورت کے ساتھ نسب کا ثبوت تو بچے کی ولادت ہے جو کہ دائی کی گواہی سے ظاہر ہوا ہے، اس لیے کہ عورت سے بچے کو علیحدہ نہیں کیا جاسکتا لہذا عورت سے بچے کا نسب ثابت ہو گیا۔

زانی مرد کا زنیہ عورت سے شادی کرنا اور بچے کے نسب میں اس کی اثر اندازی:

فقہ حنفیہ کی کتاب فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ: اگر کسی نے عورت سے زنا کیا تو وہ حاملہ ہوگئی پھر اس نے اسی عورت سے شادی کر لی تو اس نے اگر تو چھ یا چھ سے زیادہ ماہ کی مدت میں بچا جنا تو اس سے بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا، اور اگر چھ ماہ سے قبل پیدائش ہو جائے تو پھر نسب ثابت نہیں ہوگا۔

لیکن اگر وہ اس کا اعتراف کرے کہ وہ بچہ اس کا بیٹا ہے اور یہ نہ کہے کہ وہ بچہ زنا سے پیدا ہوا ہے، لیکن اگر اس نے یہ کہا کہ وہ میرے زنا سے ہی پیدا ہوا ہے تو اس طرح نہ تو نسب ثابت ہوگا اور نہ ہی وہ اس کا وارث بنے گا۔

اوعلامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے "المغنی" میں ذکر کیا ہے کہ جمہور علماء کے قول کے مطابق لعان کرنے والی عورت کے بچے کو لعان کرنے والا جب اپنے خاندان میں ملانا چاہے تو اسے اس کے ساتھ ہی ملحق کیا جائے گا، لیکن اگر زنا کو زانی سے ملحق نہیں جائے گا، یعنی جب زانی ولد زنا کو اپنے ساتھ ملانا چاہے تو اسے زانی کے ساتھ ملحق نہیں کیا جائے گا۔

علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ مالکی کہتے ہیں۔ کہ جاہلیت میں عادت تھی کہ زنا سے نسب کا الحاق کیا جاتا تھا، اور وہ لوگ زنا کے لیے لونڈیاں کرائے پر حاصل کرتے تھے اور ماں جس کا اعتراف کر لیتی بچہ اس کی طرف منسوب کر دیا جاتا، اور اسلام نے آ کر اسے باطل قرار دیا اور بچے کو شرعی بستر والے کی طرف منسوب کر دیا، اور جب عبد بن زمعہ اور سعد بن ابی وقاص کا آپس میں تنازع پیدا ہوا اور سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی عتبہ کی وصیت پر دور جاہلیت کے طریقہ پر عمل کرنا چاہا اور انہیں اسلام میں اس کے باطل ہونے کا علم نہ ہوا اور نہ ہی جاہلیت میں اس کی نسبت عتبہ کی طرف ہو سکی یا تو اس کا سبب عدم دعویٰ تھا، یا پھر بچے کی ماں نے عتبہ کا ہونے کا اعتراف نہ کیا، اور عبد بن زمعہ نے یہ دلیل لی کہ وہ اس کے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ نے اسی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔ اور وہ سب اس پر جمع ہیں کہ جب بچہ کسی آدمی کے بستر پر پیدا ہو اور دوسرا شخص اس کا دعویٰ کرے کہ وہ بچہ میرا ہے تو وہ اس کی طرف ملحق نہیں ہوگا۔ (المغنی) (6) / (228)

باندی کی بیع ہو جانے کے بچہ جننے کا بیان

(وَإِذَا بَاعَ جَارِيَةٌ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ الْبَائِعُ) فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لِأَقَلِّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْ يَوْمِ بَاعَ فَهُوَ ابْنُ الْبَائِعِ وَأُمُّهُ أُمَّهُ وَلَدٌ لَهُ (وَفِي الْقِيَاسِ هُوَ قَوْلُ زُفَرٍ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ دَعْوَتُهُ بَاطِلَةٌ) لِأَنَّ الْبَيْعَ اعْتِرَافٌ مِنْهُ بِأَنَّهُ عَبْدٌ فَكَانَ فِي دَعْوَاهُ مُنَاقِضًا وَلَا نَسَبَ بِدُونِ الدَّعْوَى . وَجَهُ الْإِسْتِحْسَانِ أَنَّ اتِّصَالَ الْعُلُوقِ بِمِلْكِهِ شَهَادَةٌ ظَاهِرَةٌ عَلَى كَوْنِهِ مِنْهُ لِأَنَّ الظَّاهِرَ عَدَمُ الزَّوْنَا . وَمَبْنَى النَّسَبِ عَلَى الْخَفَاءِ فَيُعْفَى فِيهِ التَّنَاقُضُ ، وَإِذَا صَحَّتِ الدَّعْوَى اسْتَنْدَتْ إِلَى وَقْتِ الْعُلُوقِ فَتَبَيَّنَ أَنَّهُ بَاعَ أُمَّهُ وَلَدِهِ فَيُفْسَخُ الْبَيْعُ لِأَنَّ بَيْعَ أُمَّ الْوَلَدِ لَا يَجُوزُ (وَيُرَدُّ الثَّمَنُ) لِأَنَّهُ قَبْضُهُ بِغَيْرِ حَقِّ (وَإِنْ ادَّعَاهُ الْمُشْتَرِي مَعَ دَعْوَةِ الْبَائِعِ أَوْ بَعْدَهُ فَدَعْوَةُ الْبَائِعِ أَوْلَى) لِأَنَّهَا أَسْبَقُ لِاسْتِنَادِهَا إِلَى وَقْتِ الْعُلُوقِ وَهَذِهِ دَعْوَةُ اسْتِيلَادٍ (وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لِأَكْثَرِ مِنْ سِتِّينَ مِنْ وَقْتِ الْبَيْعِ لَمْ تَصِحَّ دَعْوَةُ الْبَائِعِ) لِأَنَّهُ لَمْ يُوجَدْ اتِّصَالَ الْعُلُوقِ بِمِلْكِهِ تَيَقُّنًا وَهُوَ الشَّاهِدُ وَالْحُجَّةُ (إِلَّا إِذَا صَدَّقَهُ الْمُشْتَرِي) فَيُثْبِتُ النَّسَبَ وَيُحْمَلُ عَلَى الْإِسْتِيلَادِ بِالنِّكَاحِ ، وَلَا يَبْطُلُ الْبَيْعُ لِأَنَّا تَيَقَّنَّا أَنَّ الْعُلُوقَ لَمْ يَكُنْ فِي مِلْكِهِ فَلَا يُثْبِتُ حَقِيقَةَ الْعِتْقِ وَلَا حَقَّهُ ، وَهَذِهِ دَعْوَةُ تَحْرِيرٍ وَغَيْرِ الْمَالِكِ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے باندی کو بیچا پھر اس نے بچہ جنا اور بائع نے اس کا دعویٰ کر دیا تو اگر بیع کے دن سے چھ ماہ سے کم میں اگر باندی نے بچہ جنا ہو تو وہ بچہ بائع کا ہوگا اور اس کی ماں بائع کی ام ولد ہوگی قیاس میں اس کا دعویٰ باطل ہوگا۔

حضرت امام زفر اور حضرت امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اس لئے کہ بائع کا بیع کرنا اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ وہ بچہ اس کا غلام ہے لہذا اس کے دعویٰ میں تناقض ہو گیا اور دعویٰ کے بغیر نسب ثابت نہیں ہوتا استحسان کی دلیل یہ ہے کہ بائع کی ملکیت سے علق کا اتصال اس امر کی واضح شہادت ہے کہ وہ بچہ اس کا ہے اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ ایک مسلمان زنا نہیں کرے گا اور نسب کا مزار پوشیدگی پر ہے لہذا اس میں تناقض ہو سکتا ہے اور جب بائع کا دعویٰ صحیح ہے تو یہ دعویٰ وقت علق کی طرف منسوب ہوگا اور یہ واضح ہو جائے گا کہ بائع نے اپنی ام ولد کو بیچا ہے اس لئے بیع کو فسخ کر دیا جائے گا اس لئے کہ ام ولد کی بیع جائز نہیں ہے اور بائع ثمن کا واپس کرے گا اس لئے کہ اس نے ناحق ثمن پر قبضہ کیا ہے۔

اور جب بیع کے دو سال بعد باندی نے بچہ جنا تو بائع کا دعویٰ درست نہیں ہوگا اس لئے کہ یقینی طور پر علق بائع کی ملکیت سے متصل نہیں ہے جبکہ علق کا اتصال ہی دلیل اور حجت ہے مگر یہ کہ بائع خریدار کی تصدیق کر دے تو بائع سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا اور اس کو استیلا دبا النکاح پر محمول کیا جائے گا اور بیع باطل نہیں ہوگی اس لئے کہ ہم کو یہ یقین ہے کہ علق بائع کی ملکیت میں نہیں ہوا ہے۔

لہذا نہ تو آزادی کی حقیقت ثابت ہوگی اور نہ ہی آزادی کا حق ثابت ہوگا اور یہ دعویٰ تحریر کا دعویٰ ہوگا اور غیر مالک تحریر کے دعویٰ کا اہل نہیں ہوتا۔

ثبوت نسب میں مدت حمل کا فقہی بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینے ہے اور زیادہ سے زیادہ دو سال لہذا جو عورت طلاق رجعی کی عدت میں ہے اور عدت پوری ہونے کا عورت نے اقرار نہ کیا ہو اور بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور اگر عدت پوری ہونے کا اقرار کیا اور وہ مدت اتنی ہے کہ اُس میں عدت پوری ہو سکتی ہے اور وقت اقرار سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا جب جس نسب ثابت ہے کہ بچہ پیدا ہونے سے معلوم ہوا کہ عورت کا اقرار غلط تھا اور ان دونوں صورتوں میں ولادت سے ثابت ہوا کہ شوہر نے رجعت کر لی ہے جبکہ وقت طلاق سے پورے دو برس یا زیادہ میں بچہ پیدا ہوا اور دو برس سے کم میں پیدا ہوا تو رجعت ثابت نہ ہوئی ممکن ہے کہ طلاق دینے سے پہلے کا حمل ہو اور اگر وقت اقرار سے چھ مہینے پر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں۔ یونہی طلاق بائن یا موت کی عدت پوری ہونے کا عورت نے اقرار کیا اور وقت اقرار سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے، ورنہ نہیں۔ جس عورت کو بائن طلاق دی اور وقت طلاق سے دو برس کے اندر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور دو برس کے بعد پیدا ہوا تو نہیں مگر

جبکہ شوہر اُس بچہ کی نسبت کہے کہ یہ میرا ہے یا ایک بچہ دو برس کے اندر پیدا ہوا دوسرا بعد میں تو دونوں کا نسب ثابت ہو جائیگا۔
(الدرالمختار، کتاب الطلاق، فصل فی ثبوت النسب، ج ۵، ص ۲۳۷، بیروت)

وقت بیع سے چھ ماہ سے زائد پر جنم دینے کا بیان

(وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لِأَكْثَرِ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْ وَقْتِ الْبَيْعِ وَلَا قَلَّ مِنْ سِتِّينَ لَمْ تُقْبَلْ دَعْوَةُ الْبَائِعِ فِيهِ إِلَّا أَنْ يُصَدِّقَهُ الْمُشْتَرِي) لِأَنَّهُ أَحْتَمَلُ أَنْ لَا يَكُونَ الْعُلُوقُ فِي مِلْكِهِ فَلَمْ تُوجَدْ الْحُجَّةُ فَلَا بُدَّ مِنْ تَصْدِيقِهِ ، وَإِذَا صَدَّقَهُ يَثْبُتُ النَّسَبُ وَيَبْطُلُ الْبَيْعُ وَالْوَلَدُ حُرٌّ وَالْأُمُّ أُمَّمٌ وَلَدٌ لَهُ كَمَا فِي الْمَسْأَلَةِ الْأُولَى لِتَصَادُقِهِمَا وَاحْتِمَالِ الْعُلُوقِ فِي الْمَلِكِ .

ترجمہ

اور جب اس نے بیع کے وقت سے چھ ماہ سے زائد میں اور دو سال سے کم مدت میں بچہ بنا تو نسب کے متعلق بائع کا دعویٰ مقبول نہیں ہوگا مگر یہ کہ خریدار اس کی تصدیق کر دے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ علوق بائع کی ملکیت میں نہ ہوا ہو اور اس حوالے سے جیسا کہ کوئی دلیل موجود نہیں ہے لہذا خریدار کی تصدیق ضروری ہے اور جب خریدار نے تصدیق کر دی تو نسب ثابت ہو جائے گا بیع باطل ہو جائے گی اور یہ بچہ آزاد ہوگا اور اس کی ماں بائع کی ام ولد ہوگی جیسا کہ پہلے مسئلہ میں ہے اس لئے کہ بائع اور خریدار نے ایک دوسرے کی تصدیق کر دی ہے اور یہ احتمال تو ہے ہی کہ علوق بائع کی ملکیت میں ہوا ہوگا۔

مدت حمل سے استدلال رجعت و نسب کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کس شخص نے اپنی عورت سے کہا اگر تو جنے تو تجھ کو طلاق ہے اُس کے بچہ پیدا ہوا طلاق ہوگئی پھر چھ مہینے یا زیادہ میں دوسرا بچہ پیدا ہوا تو رجعت ہوگئی اگرچہ دوسرا بچہ دو برس سے زیادہ میں پیدا ہوا کہ اکثر مدت حمل دو برس ہے اور اس صورت میں عدت حیض سے ہے تو ہو سکتا ہے کہ زیادہ زیادہ دنوں کے بعد حیض آیا اور عدت ختم ہونے سے پیشتر شوہر نے وطی کی ہو۔ ہاں اگر عورت عدت گزرنے کا اقرار کر چکی ہو تو مجبوری ہے۔ اور اگر دوسرا بچہ پہلے بچہ سے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو بچہ پیدا ہونے کے بعد رجعت نہیں۔ (درمختار، کتاب طلاق)

چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ جنم دینے پر عدم استیلاء کا بیان

(فَإِنْ مَاتَ الْوَلَدُ فَادَّعَاهُ الْبَائِعُ وَقَدْ جَاءَتْ بِهِ لِأَقَلِّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ لَمْ يَثْبُتِ الْإِسْتِيْلَادُ فِي الْأُمِّ) لِأَنَّهَا تَابِعَةٌ لِلْوَلَدِ وَلَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ بَعْدَ الْمَوْتِ لِعَدَمِ حَاجَتِهِ إِلَى ذَلِكَ فَلَا يَتَّبَعُهُ اسْتِيْلَادُ الْأُمِّ) وَإِنْ مَاتَتْ الْأُمُّ فَادَّعَاهُ الْبَائِعُ وَقَدْ جَاءَتْ بِهِ لِأَقَلِّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ يَثْبُتُ

النَّسَبُ فِي الْوَلَدِ وَأَخَذَهُ الْبَائِعُ) ؛ لِأَنَّ الْوَلَدَ هُوَ الْأَصْلُ فِي النَّسَبِ فَلَا يَضُرُّهُ فَوَاتُ
التَّبَعِ ، وَإِنَّمَا كَانَ الْوَلَدُ أَصْلًا لِأَنَّهَا تُضَافُ إِلَيْهِ يُقَالُ أُمُّ الْوَلَدِ ، وَتَسْتَفِيدُ الْحُرِّيَّةَ مِنْ
جِهَتِهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَعْتَقَهَا وَلَدَهَا) وَالشَّابِتُ لَهَا حَقُّ الْحُرِّيَّةِ وَلَهُ
حَقِيقَتُهَا ، وَالْأَدْنَى يُتَّبَعُ الْأَعْلَى (وَيَرُدُّ الثَّمَنَ كُلَّهُ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ .
وَقَالَا : يَرُدُّ حِصَّةَ الْوَلَدِ وَلَا يَرُدُّ حِصَّةَ الْأُمِّ) لِأَنَّهُ تَبَيَّنَ أَنَّهُ بَاعَ أُمَّ وَلَدِهِ ، وَمَالِيَّتُهَا غَيْرُ
مُتَقَوِّمَةٍ عِنْدَهُ فِي الْعَقْدِ وَالْغَضَبِ فَلَا يَضْمَنُهَا الْمُشْتَرِي ، وَعِنْدَهُمَا مُتَقَوِّمَةٌ فَيَضْمَنُهَا .

ترجمہ

فرمایا کہ جب بچہ فوت گیا اور بائع نے اس کے نسب کا دعویٰ کر دیا جبکہ باندی نے اس کو چھ ماہ سے کم مدت میں جنا ہو تو
ماں میں استیلا ثابت نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ بچہ تابع ہے اور موت کے بعد اس کا نسب ثابت نہیں ہوا اس لئے کہ موت کے بعد نسب
کے ثبوت کی ضرورت ہی نہیں رہی لہذا استیلا کو اس کے تابع نہیں کیا جائے گا اور جب ماں مرگئی اور بائع نے نسب کا دعویٰ کر دیا اور
ماں نے چھ ماہ سے کم میں وہ بچہ جنا تھا تو بچے میں نسب ثابت ہو جائے گا اور بائع اس کو لے گا اس لئے کہ نسب کے معاملے میں
ولد ہی اصل ہے لہذا تبع کا فوت ہونا اس کے لئے نقصان دے نہیں ہے اور ولد اس وجہ سے اصل ہے کہ ماں اس کی طرف منسوب کی
جاتی ہے اور اس کو ام ولد بولا جاتا ہے اور وہ ماں اسی ولد سے حریت حاصل کرتی ہے لہذا آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ اس باندی کو اس
کے بچے نے آزاد کر دیا اور ماں کے لئے حریت کا حق ثابت ہوتا ہے جب کہ بچے کے لئے حریت کی حقیقت ثابت ہوتی ہے اور ادنی
اعلیٰ کا تابع ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم کے نزدیک بائع پورا ثمن واپس کرے گا جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ صرف لڑکے کے حصے کا ثمن واپس
کرے گا اور ماں کے حصے کا ثمن واپس نہیں کرے گا اس لئے کہ یہ واضح ہو گیا کہ اس نے اپنی ام ولد کو بیچا ہے جبکہ امام اعظم کے
نزدیک عقد اور غضب میں ام ولد کی مالیت متقوم نہیں ہے لہذا خریدار اس کا ضامن نہیں ہوگا اور صاحبین کے نزدیک خریدار اس کی
مالیت کا ضامن ہوگا۔

دو شرکاء کا دعویٰ نسب کرنے کا بیان

جب دونوں شریکوں نے مل کر اکٹھا دعویٰ کیا تو دونوں سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا اس صورت میں کہ جب وہ باندی
دونوں کی ملکیت میں حاملہ ہوئی ہو حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کہ قیافہ شناس کے قول کی طرف رجوع کیا جائے گا
کیونکہ یہ جانتے ہوئے کہ ایک بچہ دونوں سے پیدا نہیں ہو سکتا تو ایک بچے کا نسب دو لوگوں سے ثابت کرنا ناممکن ہے پھر بھی ہم
نے مشابہت پر عمل اور حضرت اسامہ کے متعلق ایک قیافہ شناس کے قول پر آپ ﷺ خوش ہوئے تھے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت

عمر کا وہ مکتوب گرامی ہے جو اس واقعہ میں آپ نے حضرت شریح کو لکھا تھا دونوں شرکاء نے معاملہ ملا دیا تھا تو آپ نے فرمایا تم بھی ان پر حکم مبہم کر دو اور جب وہ معاملہ واضح کر دیں تو تم بھی ان پر حکم واضح کر دینا اور وہ ان دونوں کا بچہ ہوگا اور ان دونوں کا وارث ہوگا اور یہ دونوں شریک اس کے وارث ہوں گے اور ان میں سے جو زندہ رہ گیا اسے اس کی میراث ملے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مکتوب گرامی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی موجودگی میں صادر ہوا تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی اسی طرح مروی ہے اس لئے کہ جب وہ سب استحقاق میں برابر کے وارث ہیں تو استحقاق میں بھی وہ دونوں برابر کے وارث ہوں گے اور نصب کی اگرچہ جزیں نہیں ہوتی اسکے باوجود بھی کچھ ایسے احکام متعلق ہوتے ہیں جن میں جزیں ہو سکتی ہیں اس لئے جو حکم تجزی کو قبول کرے گا وہ انکے کے حق میں تجزی ہو کر ثابت ہو جائے گا اور جو حکم تجزی قبول نہیں کرے گا وہ ان میں سے ہر ایک کے حق میں پورے طریقے سے اس طرح ثابت ہوگا کہ دوسرا اس کے ساتھ نہیں تھا لیکن جب شریکین میں سے ایک دوسرے کا باپ ہو یا ایک مسلمان اور دوسرا ذمی ہو تو ان میں اس بچے کا باپ ہونے میں مسلمان ذمی سے زیادہ راجح ہوگا اس لئے کہ مسلمان کے حق میں مرخ موجود ہے اور وہ اسلام ہے اور باپ کے حق میں بھی مرخ موجود ہے اور وہ بچے کے حصے میں اس کا حق ہے۔ اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ حدیث میں آپ ﷺ کا خوش ہونا اس وجہ سے ہے کہ کفار حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے نسب میں طعن کرتے تھے اور قیافہ شناس کا قول ان کے طعن کو ختم کر رہا تھا اس لئے آپ ﷺ اس سے خوش ہوئے تھے۔ اور وہ باندی ان دونوں کی ام ولد ہوگی کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ بچے کے متعلق اپنے حق میں درست ہے اسی وجہ سے باندی میں ہر شریک کا حصہ اپنے بچے کے تابع ہو کر اس شریک کا ام ولد ہو جائے گا اور ان میں سے ہر شریک پر آدھا عتق واجب ہوگا تا کہ وہ بدل ہو جائے اس چیز کا جو ایک شریک کا دوسرے پر لازم ہے اور وہ بچہ ان دونوں شریکوں میں سے ہر ایک سے اتنا حصہ پائے گا جتنا کامل بیٹے کو دیا جاتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اس کے کامل باپ کی میراث کا اقرار کیا تھا اور یہ اقرار ہر ایک شریک کے حق میں حجت ہے۔ اور یہ دونوں شریک اس بچے سے ایک باپ کی میراث پائیں گے کیونکہ دونوں سبب میں برابر ہیں جس طرح اس صورت میں جب دونوں نے بینہ پیش کر دیا ہو۔

ولد کے اصل اور ماں کے تابع ہونے کا بیان

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: وَإِذَا حَمَلَتِ النِّجَارِيَّةُ فِي مَلِكٍ رَجُلٍ فَبَاعَهَا فَوَلَدَتْ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي فَادَّعَى الْبَائِعُ الْوَلَدَ وَقَدْ أَعْتَقَ الْمُشْتَرِي الْأُمَّ فَهُوَ ابْنُهُ يُرَدُّ عَلَيْهِ بِحَصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ.

وَلَوْ كَانَ الْمُشْتَرِي إِنَّمَا أَعْتَقَ الْوَلَدَ فَدَعَا بَطِيلَةً. وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ الْأَصْلَ فِي هَذَا الْبَابِ الْوَلَدُ، وَالْأُمَّ تَابِعَةٌ لَهُ عَلَى مَا مَرَّ. وَفِي الْفَصْلِ الْأَوَّلِ قَامَ الْمَانِعُ مِنَ الدَّعْوَةِ

وَالْاِسْتِيْلَادِ وَهُوَ الْعِتْقُ فِي التَّبَعِ وَهُوَ الْاُمُّ فَلَا يَمْتَنِعُ ثُبُوتُهُ فِي الْاَصْلِ وَهُوَ الْوَلَدُ ،
وَلَيْسَ مِنْ ضُرُورَاتِهِ . كَمَا فِي وَلَدِ الْمَغْرُورِ فَإِنَّهُ حُرٌّ وَأُمُّهُ أُمَّةٌ لِمَوْلَاهَا ، وَكَمَا فِي
الْمُسْتَوْلَدَةِ بِالنِّكَاحِ .

وَفِي الْفَصْلِ الثَّانِي قَامَ الْمَانِعُ بِالْاَصْلِ وَهُوَ الْوَلَدُ فَيَمْتَنِعُ ثُبُوتُهُ فِيهِ وَفِي التَّبَعِ ، وَإِنَّمَا
كَانَ الْبَاعْتِاقُ مَانِعًا لِأَنَّهُ لَا يَحْتَمِلُ النَّقْضَ كَحَقِّ اسْتِلْحَاقِ النَّسَبِ وَحَقِّ الْاِسْتِيْلَادِ
فَاسْتَوِيًّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ ، ثُمَّ الثَّابِتُ مِنَ الْمُشْتَرَى حَقِيقَةُ الْبَاعْتِاقِ وَالثَّابِتُ فِي الْاُمِّ حَقُّ
الْحُرِّيَّةِ ، وَفِي الْوَلَدِ لِلْبَائِعِ حَقُّ الدَّعْوَةِ وَالْحَقُّ لَا يُعَارِضُ الْحَقِيقَةَ ، وَالتَّدْبِيرُ بِمَنْزِلَةِ
الْبَاعْتِاقِ لِأَنَّهُ لَا يَحْتَمِلُ النَّقْضَ وَقَدْ ثَبَتَ بِهِ بَعْضُ آثَارِ الْحُرِّيَّةِ .
وَقَوْلُهُ فِي الْفَصْلِ الْاَوَّلِ يُرَدُّ عَلَيْهِ بِحَصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ قَوْلُهُمَا وَعِنْدَهُ يُرَدُّ بِكُلِّ الثَّمَنِ هُوَ
الصَّحِيحُ كَمَا ذَكَرْنَا فِي فَصْلِ الْمَوْتِ .

ترجمہ

صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ کہ جامع صغیر میں ہے کہ جب کسی آدمی کی ملکیت میں باندی حاملہ ہوئی پھر اس نے اس کو فروخت کر
دیا اور خریدار کے قبضہ میں اسے بچہ جنا اور بائع نے اس بچے کا دعویٰ کر دیا جبکہ خریدار ماں کو آزاد کر چکا ہے تو وہ بچہ بائع کا ہوگا اور بائع
خریدار کو اس کے حصے کا ثمن واپس کرے گا اور خریدار نے بچے کو آزاد کیا ہو تو بائع کا دعویٰ ساقط ہو جائے گا۔

فرق کا سبب یہ ہے کہ اس میں ولد اصل ہے اور ماں اسکے تابع ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور پہلی صورت میں دعویٰ اور استیلااد
سے مانع موجود ہے اور وہ تابع یعنی ماں کا آزاد ہو جانا ہے لہذا یہ آزادی اصل میں ثبوت نسب سے مانع نہیں ہوگا اور بچے کے آزادی
سے اس کی ماں کا آزاد ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ مغرور آدمی کا لڑکا آزاد ہوتا ہے حالانکہ اس بچے کی ماں اپنے آقا کی مملوک رہتی
ہے اور جیسا کہ نکاح سے باندی کا بچہ ہونا۔

اور دوسری صورت میں اصل یعنی ولد کی وجہ سے مانع موجود ہے لہذا یہ بچہ میں بھی اور ماں میں بھی نسب اور آزادی کو ثابت
کرنے سے مانع ہوگا اور اعتناق اس وجہ سے مانع ہے اس لئے کہ وہ نقض کا احتمال نہیں رکھتی جیسا کہ استحقاق نسب اور استیلااد کا حق
لہذا اس اعتبار سے دونوں برابر ہیں اور بچہ میں خریدار کی طرف سے حقیقی اعتناق ثابت ہے جبکہ ماں میں حریت کا حق ثابت ہے اور
بچہ میں بائع کی طرف سے دعویٰ کا حق موجود ہے اور حق حقیقت کے لئے عارضہ نہیں ہوتا اور مدبر بنانا اعتناق کے درجہ میں ہے اس
لئے کہ تدبیر میں بھی بطلان کا احتمال نہیں ہوتا اور تدبیر سے بھی آزادی کے کچھ اثر ملت ظاہر ہو جاتے ہیں۔

اور پہلی فصل امام محمد کا یہ قول سرد علیہ بحصتہ من الثمن صاحبین کا قول ہے اور امام اعظم کے نزدیک پورا ثمن واپس کرنا ہوگا یہی درست ہے جس طرح کہ موت کی فصل میں ہم کر چکے ہیں۔

اقرار سے نسبت ولد ہونے کا بیان

اور اگر کوئی مرد یا عورت یہ اقرار کرے کہ لا وارث بچہ اس کا ہے تو بچہ اس کی طرف ہی منسوب ہوگا، اس لیے کہ بچے کی مصلحت اسی میں ہے کہ اس کا نسب مل جائے، اور اس کا کسی دوسرے کو کوئی نقصان اور ضرر نہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے نسب کا دعویٰ کرنے والا منفرد شخص ہو، اور یہ بھی ممکن ہو کہ بچہ اس سے ہو۔

لیکن اگر اس کے نسب کا دعویٰ کرنے والے ایک سے زیادہ ہوں تو صاحب دلیل کو مقدم کیا جائے گا، اور اگر ان میں سے کسی ایک کے پاس بھی دلیل نہ ہو یا پھر دلائل آپس میں تعارض رکھتے ہوں تو بچے کو ان کے ساتھ قیافہ لگانے والے پر پیش کیا جائے گا اور قیافہ والا بچے کو جس کے ساتھ ملحق کرے گا بچہ اس شخص کی طرف ہی منسوب کیا جائے گا۔

اس لیے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی صحابہ کرام کی موجودگی میں یہی فیصلہ کیا تھا، اور اس لیے بھی کہ قیافہ والے قوم میں سب سے زیادہ نسب کو جانتے ہیں، اور اس میں صرف ایک قیافہ شناس ہی کافی ہوگا، اور اس میں شرط یہ ہے کہ وہ قیافہ لگانے والا مرد ہو اور عادل اور اور اس کے قیافہ کے صحیح ہونے کا تجربہ بھی ہو۔

فروخت شدہ غلام پر دعویٰ نسب کرنے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا وُلِدَ عِنْدَهُ وَبَاعَهُ الْمُشْتَرِي مِنْ آخِرِ ثُمَّ ادَّعَاهُ الْبَائِعُ الْأَوَّلُ فَهُوَ ابْنُهُ وَيَبْطُلُ الْبَيْعُ) لِأَنَّ الْبَيْعَ يَحْتَمِلُ النَّقْضَ، وَمَا لَهُ مِنْ حَقِّ الدَّعْوَةِ لَا يَحْتَمِلُهُ فَيُنْقَضُ الْبَيْعُ لِأَجْلِهِ، وَكَذَا إِذَا كَاتَبَ الْوَالِدَ أَوْ رَهْنَهُ أَوْ أَجْرَهُ أَوْ كَاتَبَ الْأُمَّ أَوْ رَهْنَهَا أَوْ زَوَّجَهَا ثُمَّ كَانَتْ الدَّعْوَةُ لِأَنَّ هَذِهِ الْعَوَارِضَ تَحْتَمِلُ النَّقْضَ فَيُنْقَضُ ذَلِكَ كُلُّهُ وَتَصِحُّ الدَّعْوَةُ، بِخِلَافِ الْبَاعِ وَالْتَدْبِيرِ عَلَى مَا مَرَّ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا ادَّعَاهُ الْمُشْتَرِي أَوْ لَا ثُمَّ ادَّعَاهُ الْبَائِعُ حَيْثُ لَا يَثْبُتُ النَّسَبُ مِنَ الْبَائِعِ لِأَنَّ النَّسَبَ الثَّابِتَ مِنَ الْمُشْتَرِي لَا يَحْتَمِلُ النَّقْضَ فَصَارَ كِبَاعِهِ.

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے ایسا غلام بیچا جو اس کے پاس پیدا ہوا تھا اور خریدار نے اس کو دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا پھر بائع اول نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا تو وہ غلام اس کا بیٹا ہوگا اور بیع ساقط ہو جائے گی اس لئے کہ بیع میں نقض کا احتمال ہے لیکن بائع کا دعویٰ

ہے اس میں نقض کا احتمال نہیں ہے لہذا اس کے سبب بیع ساقط ہو جائے گی۔

اسی طرح جب خریدار نے اس لڑکے کو مکاتب بنا دیا یا رہن رکھ دیا یا اسے کرایہ پر دے دیا یا اس کی ماں کو مکاتب بنایا ہو یا اس کو رہن رکھا ہو یا اس کا نکاح کر دیا ہو پھر بائع اول نے دعویٰ کیا ہو اس لئے کہ یہ امور بطلان کا احتمال رکھتے ہیں لہذا ان میں سے ہر ایک باطل ہو جائے گا اور دعویٰ درست ہوگا اعتاق اور تدبیر کے خلاف جیسا کہ گذر چکا ہے اور اس صورت کے خلاف جب پہلے خریدار نے دعویٰ کیا ہو پھر بائع نے دعویٰ کیا ہو تو اس صورت میں بائع سے نسب ثابت نہیں ہوگا اس لئے کہ جو نسب خریدار سے ثابت ہو چکا ہے اس میں نقض کا احتمال نہیں ہے تو یہ خریدار کے لئے آزاد کرنے کی طرح ہو جائے گا۔

شرح

اس مسئلہ کی دلیل واضح ہے کیونکہ حکم نسب حکم بیع سے قوی ہے کیا آپ دیکھتے نہیں ہے کہ بیع محض ایک معاملہ ہے جبکہ نسب کے سبب حقوق وراثت اور دیگر کئی احکام کا اجراء ہوتا ہے۔

دو جزوے بچوں میں دعویٰ نسب کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ادَّعى نَسَبَ أَحَدِ التَّوَامَيْنِ ثَبَتَ نَسَبُهُمَا مِنْهُ) لِأَنَّهُمَا مِنْ مَاءٍ وَاحِدٍ ، فَمِنْ ضَرُورَةٍ ثُبُوتِ نَسَبِ أَحَدِهِمَا ثُبُوتُ نَسَبِ الْآخَرِ ، وَهَذَا لِأَنَّ التَّوَامَيْنِ وَلَدَانِ بَيْنَ وِلَادَتِهِمَا أَقَلُّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ فَلَا يُتَصَوَّرُ عُلوُقُ الثَّانِي حَادِثًا لِأَنَّهُ لَا حَبَلَ لِأَقَلِّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ .

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : إِذَا كَانَ فِي يَدِهِ غَلَامَانِ تَوَامَانِ وَلَدَا عِنْدَهُ فَبَاعَ أَحَدَهُمَا وَأَعْتَقَهُ الْمُشْتَرِي ثُمَّ ادَّعى الْبَائِعُ الَّذِي فِي يَدِهِ فَهُمَا ابْنَاهُ وَبَطَلَ عِتْقُ الْمُشْتَرِي ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا ثَبَتَ نَسَبُ الْوَالِدِ الَّذِي عِنْدَهُ لِمُصَادَفَةِ الْعُلُوقِ وَالِدَعْوَةِ مِلْكُهُ إِذِ الْمَسْأَلَةُ مَفْرُوضَةٌ فِيهِ ثَبَتَ بِهِ حُرِّيَّةُ الْأَصْلِ فِيهِ فَيُثْبِتُ نَسَبَ الْآخَرِ ، وَحُرِّيَّةُ الْأَصْلِ فِيهِ ضَرُورَةٌ لِأَنَّهُمَا تَوَامَانِ ، فَتَبَيَّنَ أَنَّ عِتْقَ الْمُشْتَرِي وَشِرَاءَهُ لَا يُلْغِي حُرِّيَّةَ الْأَصْلِ فَبَطَلَ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الْوَالِدُ وَاحِدًا لِأَنَّ هُنَاكَ يَبْطُلُ الْعِتْقُ فِيهِ مَقْصُودًا لِحَقِّ دَعْوَةِ الْبَائِعِ وَهَذَا ثَبَتَ تَبَعًا لِحُرِّيَّتِهِ فِيهِ حُرِّيَّةُ الْأَصْلِ فَافْتَرَقَا (وَلَوْ لَمْ يَكُنْ أَصْلُ الْعُلُوقِ فِي مِلْكِهِ ثَبَتَ نَسَبُ الْوَالِدِ الَّذِي عِنْدَهُ ، وَلَا يُنْقَضُ الْبَيْعُ فِيمَا بَاعَ) لِأَنَّ هَذِهِ دَعْوَةٌ تَحْرِيرٍ لِانْعِدَامِ شَاهِدِ الْإِتِّصَالِ فَيَقْتَصِرُ عَلَى مَحَلِّ وِلَايَتِهِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے دو جڑوا بچوں میں سے ایک کے نسب کا دعویٰ کیا تو دونوں بچوں کا نسب ہی اس سے ثابت ہو جائے گا اس لئے کہ وہ دونوں ایک ہی نطفے سے پیدا ہوئے ہیں لہذا ان میں سے ایک کا نسب ثابت ہونے سے یقیناً دوسرے کا بھی نسب ثابت ہو جائے گا یہ حکم اس سبب سے ہے کہ جڑوا بچے وہی کہلاتے ہیں جن کی پیدائش میں چھ ماہ سے کم کا فاصلہ ہو اور دوسرے بچے کا حمل قرار پانا متصور نہ ہو اس لئے چھ ماہ سے کم میں حمل کا تصور نہیں ہے۔

جامع صغیر میں ہے کہ جب کسی آدمی کے پاس دو غلام ہوں اور وہ دونوں اس کے پاس پیدا ہوئے ہوں اور قابض نے ان میں سے ایک کو بیچ دیا اور مشتری نے اس کو آزاد کر دیا پھر بائع کے قبضہ میں جو غلام تھا اس کے بارے میں نسب کا دعویٰ کیا تو وہ دونوں اس کے بیٹے ہوں گے اور مشتری کی آزادی ساقط ہو جائے گا اس لئے کہ جب علق اور دعویٰ متصل ہونے کی وجہ سے اس بچے کے نسب کا دعویٰ ثابت ہو گیا جو بائع کے قبضہ میں ہے تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا اس لئے کہ مسئلہ اس حال میں فرض کیا گیا ہے کہ علق اور ولادت دونوں چیزیں بائع کی ملکیت میں ہوئی ہیں پس جب بائع نے اس بچے کو اپنے سے پیدا ہونے کا اقرار کر لیا تو بچہ میں اصلی حریت ثابت ہو جائے گی اور مشتری کا آزادی باطل ہو جائے گا اس صورت کے خلاف کہ جب بچہ ایک ہو اس لئے کہ اس صورت میں بائع کے دعوے کا حق بن کر بالقصد آزادی باطل ہوگا اور صورت مسئلہ میں اصل آزادی کے سبب تبعیت کے طور پر مشتری کی آزادی باطل ہے لہذا دونوں مسئلوں میں فرق ہو گیا اور جب اصل علق بائع کی ملکیت میں نہ ہو تو اسی لڑکے کا نسب اس سے ثابت ہوگا جو اس کے قبضہ میں ہے اور جو اس نے بیچ دیا ہے اس میں بیع باطل نہیں ہوگی کیونکہ یہ دعویٰ تحریر ہے اس لئے کہ علق اور نسب کے دعویٰ میں اتصال نہیں ہے لہذا یہ دعویٰ بائع کے محل ولایت پر انحصار کرنے والا ہوگا۔

شرح

علامہ قاضی احمد بن فراموز حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب دو توام بچے (جوڑواں) پیدا ہوئے یعنی دونوں ایک حمل سے پیدا ہوئے، دونوں کے مابین چھ ماہ سے کم کا فاصلہ ہے ان میں سے ایک کے نسب کا اقرار دوسرے کا بھی اقرار ہے ایک کا نسب جس سے ثابت ہوگا دوسرے کا بھی اسی سے ثابت ہوگا۔ (درر الاحکام، کتاب دعویٰ، بیروت)

نسب کا سماع سے ثابت ہو جانے کا فقہی بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بہت سی چیزیں ضمناً ثابت ہوتی ہیں قصداً ثابت نہیں ہوتیں جیسے کسی شخص کے پاس کھانا لانے والے مجوسی کا خبر دینا کہ اس کو فلاں مسلمان نے یہ کھانا تیرے لئے بطور ہدیہ دے کر تیرے پاس بھیجا ہے، بیشک مجوسی کا قول معاملات میں مقبول ہوتا ہے اور تحائف بھیجنا معاملات میں سے ہے، پھر اس کھانے کا حلال ہونا ضمناً ثابت ہو جائے گا اگرچہ امور دینیہ میں کافر کا قول بالکل مقبول نہیں ہوتا اور حلال و حرام ہونا امور دینیہ میں سے ہے،

یہی تعلیل بعینہ علامہ زیلیعی کی تبیین الحقائق میں دیکھی جہاں آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نے ملک کو اس کی حدود کے ساتھ دیکھا کہ فلاں ابن فلاں کی طرف منسوب ہوتی ہے جبکہ اس نے مالک کو نہ تو چہرے سے پہچانا اور نہ ہی اس کے نسب کو جانا پھر وہ شخص آیا جس کی طرف ملک محدود کی نسبت کی جاتی ہے اور خاص اسی ملک محدود کے مالک ہونے کا دعویٰ کیا تو شاہد کو اس کی ملک پر گواہی دینا بطور استحسان حلال ہے کیونکہ نسب سماع سے ثابت ہو جاتا ہے لہذا مالک لوگوں سے سن کر اور ملک دیکھ کر معلوم ہو گیا، اور اگر اس طرح کی گواہی مسموع نہ ہو تو لوگوں کے حقوق ضائع ہو جائیں گے کیونکہ لوگوں میں کچھ نقاب پوش ہوتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں بالکل سامنے نہیں آتے تو ایسے شخص کو ملک میں تصرف کرتے ہوئے دیکھنا شاہد کے لئے متصور نہیں، اور یہ تسماع سے ملک کو ثابت کرنا نہیں ہے بلکہ یہ تو تسماع سے نسب کا اثبات ہے اور اس کے ساتھ ضمن میں ملک کا اثبات ہے اور یہ ممتنع نہیں، ممتنع تو تصدراً تسماع سے ملک کا اثبات ہے (تبیین الحقائق، کتاب شہادت، بولاق مصر)

اقرار نسب میں اقرار اول کا دوسرے اقرار سے قوی ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ الصَّبِيُّ فِي يَدِ رَجُلٍ فَقَالَ : هُوَ ابْنُ عَبْدِ فَلَانَ الْغَائِبِ ثُمَّ قَالَ : هُوَ ابْنِي لَمْ يَكُنْ ابْنَهُ أَبَدًا وَإِنْ جَحَدَ الْعَبْدُ أَنْ يَكُونَ ابْنَهُ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ (وَقَالَا : إِذَا جَحَدَ الْعَبْدُ فَهُوَ ابْنُ الْمَوْلَى) وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إِذَا قَالَ : هُوَ ابْنُ فَلَانَ وَوُلِدَ عَلَيَّ فِرَاشِهِ ثُمَّ ادَّعَاهُ لِنَفْسِهِ . لَهُمَا أَنَّ الْإِقْرَارَ ارْتَدَّ بِرَدِّ الْعَبْدِ فَصَارَ كَأَنَّ لَمْ يَكُنْ الْإِقْرَارُ ، وَالْإِقْرَارُ بِالنَّسَبِ يَرْتَدُّ بِالرَّدِّ وَإِنْ كَانَ لَا يَحْتَمِلُ النَّقْضَ ؛ أَلَا يَرَى أَنَّهُ يَعْمَلُ فِيهِ الْإِكْرَاهُ وَالْهَزْلُ فَصَارَ كَمَا إِذَا أَقْرَأَ الْمُشْتَرِي عَلَى الْبَائِعِ بِإِعْتِاقِ الْمُشْتَرِي فَكَذَّبَهُ الْبَائِعُ ثُمَّ قَالَ أَنَا أَعْتَقْتُهُ يَتَحَوَّلُ الْوَلَاءُ إِلَيْهِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا صَدَّقَهُ لِأَنَّهُ يَدَّعِي بَعْدَ ذَلِكَ نَسَبًا ثَابِتًا مِنَ الْغَيْرِ ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا لَمْ يُصَدِّقْهُ وَلَمْ يَكْذِبْهُ لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْوَلَدِ لَهُ عَلَى اعْتِبَارِ تَصَدِّيقِهِ فَيَصِيرُ كَوَلَدِ الْمَلَاعِنَةِ فَإِنَّهُ لَا يَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنْ غَيْرِ الْمَلَاعِنِ ؛ لِأَنَّ لَهُ أَنْ يَكْذِبَ نَفْسَهُ .

وَأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ النَّسَبَ مِمَّا لَا يَحْتَمِلُ النَّقْضَ بَعْدَ ثُبُوتِهِ وَالْإِقْرَارُ بِمِثْلِهِ لَا يَرْتَدُّ بِالرَّدِّ فَبَقِيَ فَتَمْتَنَعُ دَعْوَتُهُ ، كَمَنْ شَهِدَ عَلَى رَجُلٍ بِنَسَبِ صَغِيرٍ فَرُدَّتْ شَهَادَتُهُ لِتُهْمَةِ ثُمَّ ادَّعَاهُ لِنَفْسِهِ ، وَهَذَا لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْمَقْرَرِ لَهُ عَلَى اعْتِبَارِ تَصَدِّيقِهِ ، حَتَّى لَوْ صَدَّقَهُ بَعْدَ التَّكْذِيبِ يَثْبُتُ النَّسَبُ مِنْهُ ، وَكَذَا تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْوَلَدِ فَلَا يَرْتَدُّ بِرَدِّ الْمَقْرَرِ لَهُ

وَمَسْأَلَةُ الْوَلَاءِ عَلَى هَذَا الْخِلَافِ ، وَلَوْ سَلِمَ فَالْوَلَاءُ قَدْ يَبْطُلُ بِاعْتِرَاضِ الْأَقْوَى .
كَجَرِّ الْوَلَاءِ مِنْ جَانِبِ الْأُمِّ إِلَى قَوْمِ الْأَبِ . وَقَدْ اعْتَرَضَ عَلَى الْوَلَاءِ الْمَوْقُوفِ مَا هُوَ
أَقْوَى وَهُوَ دَعْوَى الْمُشْتَرِي فَيَبْطُلُ بِهِ ، بِخِلَافِ النَّسَبِ عَلَى مَا مَرَّ . وَهَذَا يَصْلُحُ
مَخْرَجًا عَلَى أَصْلِهِ فَيَمُنُّ بِيَعِ الْوَالِدَ وَيَخَافُ عَلَيْهِ الدَّعْوَةَ بَعْدَ ذَلِكَ فَيَقْطَعُ دَعْوَاهُ
إِقْرَارُهُ بِالنَّسَبِ لِغَيْرِهِ .

ترجمہ

جب کسی آدمی کے پاس ایک بچہ ہو اور قابض یہ کہتا ہو کہ یہ میرے فلاں غائب غلام کا بچہ ہے پھر قابض نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو وہ بچہ کبھی بھی قابض کا بیٹا نہیں ہو سکتا اگرچہ غلام اس بات کا انکار بھی کر دے کہ وہ بچہ اس کا بیٹا ہے یہ حکم حضرت امام اعظم کے نزدیک ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ جب غلام انکار کر دے تو وہ بچہ آقا کا ہوگا اسی اختلاف پر یہ بھی ہے کہ جب اس نے یہ کہا کہ یہ بچہ فلاں کا ہے اور اسی سے پیدا ہوا ہے پھر اپنے لئے اس کا دعویٰ کر لیا صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ غلام کے رد کر دینے سے اقرار رد ہو جاتا ہے اور یہ ایسا ہو گیا جیسا کہ اقرار تھا ہی نہیں اور نسب کا اقرار کر دینے سے رد ہو جاتا ہے اگرچہ اس میں نقض کا احتمال نہیں ہوتا کیا آپ دیکھتے نہیں کہ اس میں اکراہ اور ہزل اپنا اثر دکھاتے ہیں تو یہ ایسا ہو گیا کہ گویا مشتری نے یہ اقرار کیا کہ بائع نے بیع غلام کو بیچنے سے پہلے ہی آزاد کر دیا تھا مگر بائع نے اس کی تکذیب کر دی پھر مشتری نے کہا کہ میں نے اس غلام کو آزاد کر دیا تو ولایہ مشتری کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ اس صورت کے خلاف کہ جب غلام آقا کی تصدیق کر دے تو بھی آقا کے دعوے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ اب وہ ایسے نسب کا دعویٰ کر رہا ہے جو دوسرے سے ثابت ہے اور اس صورت کے خلاف کہ جب غلام نہ تو تصدیق کرے اور نہ ہی تکذیب کرے اس لئے کہ غلام کے تصدیق کرنے کی صورت میں اس بچہ سے مقررہ کا حق متعلق ہو چکا ہے تو وہ بچہ ملاعنہ کے بچے کی طرح ہو جائے گا کہ ملاعنہ کے علاوہ اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا اس لئے کہ ملاعنہ کو یہ حق ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو جھٹلا دے حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ نسب ان چیزوں میں سے ہے جن کے ثابت ہونے کے بعد ان کے باطل ہونے کا احتمال نہیں ہوتا اور اس جیسا اقرار بھی رد کرنے سے رد نہیں ہوتا لہذا اقرار باقی رہے گا اور مدعی کا دعویٰ ممتنع ہوگا جیسا کہ کسی آدمی نے دوسرے کے خلاف کسی چھوٹے بچے کے نسب کی گواہی دی پھر کسی تہمت کے سبب اس کی گواہی رد ہوگئی اس کے بعد اس نے اپنے لئے اس کے نسب کا دعویٰ کر دیا تو اس کا دعویٰ مردود ہوگا اور یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ مقررہ کی تصدیق کے سبب اس بچے کا حق اس سے وابستہ ہو گیا حتیٰ کہ تکذیب کے بعد مقررہ اس کی تصدیق کر دے پھر بھی اسی سے نسب ثابت ہوگا نیز اقرار کے سبب اس بچے کا حق بھی اس سے متعلق ہو گیا ہے لہذا مقررہ کے انکار سے نسب کا انکار نہیں ہوگا۔

اور ولاء کا مسئلہ بھی اسی اختلاف کی بناء پر ہے اور اگر ہم اس کو متفق علیہ مان بھی لیں تو ولاء اقوی سے پیش آنے سے ساقط ہو جائے گا جس طرح ماں کی طرف سے باپ کی طرف ولاء منتقل ہو جاتا ہے اور صورت مسئلہ میں ولاء موقوف پر ایسی چیز حاوی ہوگئی ہے جو اس سے بھی اقوی ہے یعنی مشتری کا دعویٰ لہذا اس دعویٰ کی سبب ولاء موقوف ساقط ہو جائے گا نسب کے خلاف جیسا کہ گذر چکا ہے اور یہ مسئلہ امام اعظم کی اصل پر اس آدمی کے حق میں حیلہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جو کسی غلام کو بیچے اور اس کو بیچ کے بعد دوسرے کی طرف سے دعوے کا خوف ہو تو وہ دوسرے کے لئے نسب کا اقرار کر کے اس کا دعویٰ خارج کر دے۔

حق ولاء کے سبب نسب و وراثت میں حقدار ہونے کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مثال اس کی یہ ہے ملا عنہ عورت کا لڑکا اپنی ماں کے موالی کی طرف منسوت ہوگا اگر وہ مر جائے گا وہی اس کے وارث ہوں گے اگر جنایت کرے گا وہی دیت دیں گے پھر اس عورت کا خاوند اقرار کر لے کہ یہ میرا لڑکا ہے تو اس کی ولاء باپ کے موالی کو ملے گی وہی وارث ہوں گے وہی دیت دیں گے مگر اس کے باپ پر حد قذف پڑے گی مالک نے اسی طرح کہا اگر عورت ملا عنہ عربی ہو اور خاوند اس کے لڑکے کا اقرار کر لے کا اقرار کر لے کہ میرا لڑکا ہے تو وہ لڑکا اپنے باپ سے ملا دیا جائے گا۔ جب تک خاوند اقرار نہ کرے تو اس لڑکے کا تر کہ اس کی ماں اور اخیانی بھائی کو حصہ دے کر جو بیچ رہے گا۔ مسلمانوں کا حق ہوگا اور ملا عنہ کے لڑکے کی میراث اس کی ماں کے موالی کو اس واسطے ملتی ہے کہ جب تک اس کے خاوند نے اقرار نہیں کیا نہ اس لڑکے کا نسب ہے نہ اس کا کوئی عصبہ ہے جب خاوند نے اقرار کر لیا نسب ثابت ہو گیا اپنے عصبہ سے مل جائے گا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس غلام کی اولاد آزاد عورت سے ہو اور غلام کا باپ آزاد ہو وہ، اپنے پوتے یا ولاء کا مالک ہوگا جب تک باپ غلام رہے گا جب باپ آزاد ہو جائے گا تو اس کے موالی کو ملے گی اگر باپ غلامی کی حالت میں مر جائے گا تو میراث اور ولاء داد، ملے گی اگر اس غلام کے دو آزاد لڑکوں میں سے ایک لڑکا مر جائے اور باپ ان کا غلام ہو تو ولاء اور میراث اس کے دادا کو ملے گی۔ (موطا امام مالک، ج ۱، حدیث، ۱۱۶۶)

دعویٰ آزادی کا دعویٰ غلامی سے قوی ہونے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا كَانَ الصَّبِيُّ فِي يَدِ مُسْلِمٍ وَنَصْرَانِي فَقَالَ النَّصْرَانِي: هُوَ ابْنِي وَقَالَ الْمُسْلِمُ هُوَ عَبْدِي فَهُوَ ابْنُ النَّصْرَانِي وَهُوَ حُرٌّ) لِأَنَّ الْإِسْلَامَ مُرَجَّحٌ فَيَسْتَدْعِي تَعَارُضًا، وَلَا تَعَارُضَ لِأَنَّ نَظَرَ الصَّبِيِّ فِي هَذَا أَوْفَرٌ لِأَنَّهُ يَبَالُ شَرَفَ الْحُرِّيَّةِ حَالًا وَشَرَفَ الْإِسْلَامِ مَالًا، إِذْ دَلَائِلُ الْوَحْدَانِيَّةِ ظَاهِرَةٌ، وَفِي عَكْسِهِ الْحُكْمُ بِالْإِسْلَامِ تَبَعًا وَحِرْمَانُهُ عَنِ الْحُرِّيَّةِ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِي وَسْعِهِ اِكْتِسَابُهَا (وَلَوْ كَانَتْ دَعْوَتُهُمَا دَعْوَةَ الْبُنُوَّةِ فَالْمُسْلِمُ أَوْلَى) تَرْجِيحًا لِلْإِسْلَامِ وَهُوَ أَوْفَرُ النَّظَرَيْنِ.

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی مسلمان اور نصرانی کے قبضہ میں ایک بچہ ہو اور نصرانی کہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مسلمان کہے کہ یہ میرا غلام ہے تو وہ نصرانی کا بیٹا ہو گا یا آزاد ہو گا اس لئے کہ اسلام کو ترجیح دی جاتی ہے لیکن ترجیح تعارض کا تقاضہ کرنے والی ہوتی ہے اور یہاں پر تعارض نہیں ہے اور بچے کو نصرانی کا بیٹا بنانے میں اس کے ساتھ زیادہ شفقت ہے اس لئے کہ وہ اسی وقت حریت سے مشرف ہو جائے گا اور کچھ دنوں بعد اسلام سے بھی مشرف ہو جائے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل ظاہر ہیں اور اگر اس کو غلام مان لیا جائے تو وہ اپنے آقا کے تابع ہو کر مسلمان ہو گا اور آزادی کی نعمت سے محروم رہے گا اور بعد میں بھی آزادی حاصل کرنا اس کے بس میں نہیں ہوگی اور جب دونوں میں سے ہر ایک کا دعویٰ یہ ہو کہ یہ میرا بیٹا ہے تو اس کو مسلمان کا بیٹا قرار دینا زیادہ راجح ہے اس لئے کہ اس میں اسلام کو غلبہ ہو گا اور بچے کے حق میں شفقت بھی زیادہ ہوگی۔

شرح

علامہ قاضی احمد بن فراموز حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب ایک بچہ کے متعلق ایک مسلم اور ایک کافر دونوں دعویٰ کرتے ہیں مسلمان کہتا ہے یہ میرا غلام ہے اور کافر کہتا ہے میرا بیٹا ہے وہ بچہ آزاد اور اس کافر کا بیٹا قرار دیا جائے گا اور اگر مسلمان نے پہلے دعویٰ کر دیا ہے تو مسلمان کا غلام قرار دیا جائے گا اور اگر مسلمان و کافر دونوں نے اس کے بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا تو مسلم کا بیٹا قرار دیا جائے گا۔ (در الاحکام، کتاب دعویٰ، بیروت)

عورت کا کسی بچے کے متعلق دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا ادَّعَتْ امْرَأَةٌ صَبِيًّا أَنَّهُ ابْنُهَا لَمْ تَجْزُ دَعْوَاهَا حَتَّى تَشْهَدَ امْرَأَةٌ عَلَى الْوِلَادَةِ)
وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ أَنْ تَكُونَ الْمَرْأَةُ ذَاتَ زَوْجٍ لِأَنَّهَا تَدَّعِي تَحْمِيلَ النَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ فَلَا تُصَدَّقُ إِلَّا بِحُجَّةٍ ، بِخِلَافِ الرَّجُلِ لِأَنَّهُ يُحْمَلُ نَفْسَهُ النَّسَبَ ، ثُمَّ شَهَادَةُ الْقَابِلَةِ كَافِيَةٌ فِيهَا لِأَنَّ الْحَاجَةَ إِلَى تَعْيِينِ الْوَلَدِ أَمَّا النَّسَبُ فَيُثْبِتُ بِالْفِرَاشِ الْقَائِمِ ، وَقَدْ صَحَّ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَبْلَ شَهَادَةِ الْقَابِلَةِ عَلَى الْوِلَادَةِ)

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی عورت نے کسی بچے کے متعلق یہ دعویٰ کیا کی یہ اس کا بیٹا ہے تو اس کے دعوے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جب تک کہ ولادت پر کوئی عورت گواہی دے اور صورت مسئلہ یہ ہے کہ وہ عورت شوہر والی ہو اس لئے کہ وہ دوسرے پر نسب لادنے کا دعویٰ کر رہی ہے لہذا دلیل کے بغیر اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی مرد کے خلاف اس لئے کہ وہ اپنے اوپر نسب کو لاد رہا ہے پھر اس سلسلے میں دائی کی گواہی کافی ہو گی اس لئے کہ یہاں تعین ولد کی ضرورت ہے رہا نسب تو وہ موجودہ زوجیت سے ثابت ہے اور یہ

درست ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے ولادت کے بارے میں دائی کی گواہی کو قبول فرمایا ہے۔

ولادت میں تنہا دائیہ کی گواہی کے مقبول ہونے کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ وقت نکاح سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں اور چھ مہینے یا زیادہ پر ہوا تو ثابت ہے جبکہ شوہر اقرار کرے یا سکوت اور اگر کہتا ہے کہ بچہ پیدا ہی نہ ہوا تو ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہو جائیگی اور اگر شوہر نے کہا تھا کہ جب تو جنے تو تجھ کو طلاق اور عورت بچہ پیدا ہونا بیان کرتی ہے اور شوہر انکار کرتا ہے تو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے طلاق ثابت ہوگی تنہا جنائی کی شہادت ناکافی ہے۔ یونہی اگر شوہر نے حمل کا اقرار کیا تھا یا مثل ظاہر تھا جب بھی طلاق ثابت ہے اور نسب ثابت ہونے کے لیے فقط جنائی کا قول کافی ہے۔ اور اگر دو بچے پیدا ہوئے ایک چھ مہینے کے اندر دوسرا چھ مہینے پر یا چھ مہینے کے بعد تو دونوں میں کسی کا نسب ثابت نہیں۔ نکاح میں جہاں نسب ثابت ہونا کہا جاتا ہے وہاں کچھ یہ ضرور نہیں کہ شوہر دعوے کرے تو نسب ہوگا بلکہ سکوت سے بھی نسب ثابت ہوگا اور اگر انکار کرے تو نفی نہ ہوگی جب تک لعان نہ ہو اور اگر کسی وجہ سے لعان نہ ہو سکے جب بھی ثابت ہوگا۔ (عالم گیری، باب ثبوت نسب)

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خاتون غنیۃ سے نکاح کر لیا۔ ایک عورت نے ان سے کہا کہ میں تمہیں اور تمہاری منکوحہ دونوں کو اپنا دودھ پلایا ہے۔ حضرت عقبہ نے کہا کہ مجھے اس بات کا علم نہیں ہے نہ تم نے پہلے کبھی مجھ سے یہ بات کہی۔ پھر انہوں نے اپنی بیوی کے رشتہ داروں سے معلوم کروایا انہوں نے بھی یہی کہا کہ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ اس عورت نے عقبہ کو دودھ پلایا ہے۔ آخر کار حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرہ بیان کیا۔ دودھ پلانے والے تین تنہا یہ واقعہ بیان کر رہی تھی۔ دوسرا کوئی گواہ اس کی گواہی نہیں دے رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رضاعت کے بارے میں اس عورت کا کہا تسلیم فرمایا۔ غنیۃ کو عقبہ کی رضاعتی بہن قرار دیا۔ عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غنیۃ کو چھوڑ دیا اور دوسری جگہ نکاح کیا۔

معتدہ عورت کے دعویٰ کرنے کا بیان

(وَلَوْ كَانَتْ مُعْتَدَةً فَلَا بُدَّ مِنْ حُجَّةٍ تَامَّةٍ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَدْ مَرَّ فِي الطَّلَاقِ ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ مَنكُوحَةً وَلَا مُعْتَدَةً قَالُوا : يَثْبُتُ النَّسَبُ مِنْهَا بِقَوْلِهَا لِأَنَّ فِيهِ الْإِزَامَةَ عَلَى نَفْسِهَا دُونَ غَيْرِهَا . (وَإِنْ كَانَ لَهَا زَوْجٌ وَزَعَمَتْ أَنَّهُ ابْنُهَا مِنْهُ وَصَدَّقَهَا فَهُوَ ابْنُهَا وَإِنْ لَمْ تَشْهَدْ امْرَأَةً) لِأَنَّهُ التَّزَمَ نَسَبَهُ فَأَغْنَى ذَلِكَ عَنِ الْحُجَّةِ . (وَإِنْ كَانَ الصَّبِيُّ فِي أَيْدِيهِمَا وَزَعَمَ الزَّوْجُ أَنَّهُ ابْنُهُ مِنْ غَيْرِهَا وَزَعَمَتْ أَنَّهُ ابْنُهَا مِنْ غَيْرِهِ فَهُوَ ابْنُهَا) لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّ الْوَالِدَ مِنْهُمَا لِقِيَامِ أَيْدِيهِمَا أَوْ لِقِيَامِ الْفِرَاشِ بَيْنَهُمَا ، ثُمَّ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يُرِيدُ إِبْطَالَ

حَقٌّ صَاحِبِهِ فَلَا يُصَدَّقُ عَلَيْهِ ، وَهُوَ نَظِيرُ ثَوْبٍ فِي يَدِ رَجُلَيْنِ يَقُولُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا هُوَ
بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ آخَرَ غَيْرِ صَاحِبِهِ يَكُونُ الثَّوْبُ بَيْنَهُمَا إِلَّا أَنْ هُنَاكَ يَدْخُلُ الْمُقَرَّرُ لَهُ فِي
نَصِيبِ الْمُقَرَّرِ لِأَنَّ الْمَحَلَّ يَحْتَمِلُ الشَّرِكَةَ ، وَهَاهُنَا لَا يَدْخُلُ لِأَنَّ النَّسَبَ لَا يَحْتَمِلُهَا .

ترجمہ

اور جب مدعی دعویٰ کرنے والی عورت معتدہ ہو تو امام اعظم کے نزدیک حجت تامہ ضروری ہے اور یہ بات کتاب الطلاق میں گذر چکی ہے اور جب وہ عورت نہ تو معتدہ ہو اور نہ ہی منکوحہ تو مشائخ فقہاء فرماتے ہیں کہ اس کے کہنے سے ہی نسب ثابت ہو جائے گا اس لئے کہ اس میں اس پر ہی الزام ہے کسی دوسرے پر نہیں ہے۔

اور جب عورت اور اس کے شوہر نے دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ بچہ اسی شوہر سے ہے اور شوہر نے بھی اس کی تصدیق کر دی تو وہ ان دونوں کا بیٹا ہوگا اگرچہ کوئی عورت گواہی نہ دے اس لئے کہ شوہر نے خود اس کا التزام کر لیا ہے اور اس چیز نے دلیل سے بے نیاز کر دیا ہے اور جب بچہ دونوں کے قبضہ میں ہو اور شوہر یہ دعویٰ کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور قابضہ کے علاوہ دوسری بیوی سے ہے اور بیوی یہ دعویٰ کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور قابضہ کے علاوہ دوسرے شوہر سے ہے تو اس صورت میں بھی وہ بچہ ان دونوں کا بیٹا ہوگا اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ وہ بچہ ان دونوں سے پیدا ہوا ہے اس لئے کہ وہ دونوں اس پر قابض ہیں یا اس وجہ سے کہ ان میں رشتہ زوجیت برقرار ہے اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھ والے حق کو باطل کرنا چاہ رہا ہے لہذا اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔

یہ اس کپڑے کی مثل ہے جو دو آدمیوں کے قبضہ میں ہو اور ان میں سے ہر آدمی یہ کہے کہ یہ کپڑا میرے اور قابض کے علاوہ دوسرے آدمی کے درمیان مشترک ہے تو وہ کپڑا دونوں قابضوں کے درمیان مشترک ہوگا لیکن اس صورت میں مقرّر کے حصے میں داخل ہوگا اس لئے کہ محل میں شرکت کا احتمال ہے اور لڑکے والے مسئلہ میں مقرّر کے حصے میں داخل نہیں ہوگا اس لئے کہ نسب میں شرکت کا احتمال نہیں ہوتا ہے۔

شرح

اور جب شوہر والی عورت ایک بچہ کی نسبت کہتی ہے یہ میرا بچہ ہے اس کا یہ دعویٰ درست نہیں جب تک ولادت کی شہادت کوئی عورت نہ دے اور دائی کی تنہا شہادت اس بارہ میں کافی ہے کیونکہ یہاں فقط اتنی ہی بات کی ضرورت ہے کہ یہ بچہ اس عورت سے پیدا ہے رہا نسب اس کے لیے شہادت کی ضرورت نہیں شوہر والی ہونا کافی ہے اور اگر عورت معتدہ ہو تو شہادت کامل کی ضرورت ہے یعنی دو مرد یا ایک مرد، دو عورت، مگر جب کہ حمل ظاہر ہو یا شوہر نے حمل کا اقرار کیا ہو تو وہی ولادت کی شہادت ایک عورت کی کافی ہوگی۔ اور اگر نہ شوہر والی ہونے معتدہ ہو تو فقط اس عورت کا کہنا کہ میرا بچہ ہے کافی ہے کیونکہ یہاں کسی سے نسب کا تعلق نہیں۔ اور جب شوہر والی عورت نے کہا میرا بچہ ہے اور شوہر اس کی تصدیق کرتا ہے تو کسی شہادت کی ضرورت نہیں نہ مرد کی اور نہ ہی عورت کی۔

خرید کردہ باندی کے حقدار نکل آنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً فَوَلَدَتْ وَلَدًا عِنْدَهُ فَاسْتَحَقَّهَا رَجُلٌ غَرِمَ الْآبُ قِيَمَةَ الْوَلَدِ يَوْمَ يُخَاصِمُ) لِأَنَّهُ وَلَدُ الْمَغْرُورِ فَإِنَّ الْمَغْرُورَ مَنْ يَطَأُ امْرَأَةً مُعْتَمِدًا عَلَى مَلِكِ يَمِينٍ أَوْ نِكَاحٍ فَتِلْدٌ مِنْهُ ثُمَّ تَسْتَحَقُّ ، وَوَلَدُ الْمَغْرُورِ حُرٌّ بِالْقِيَمَةِ بِاجْتِمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ ، وَلِأَنَّ النَّظَرَ مِنَ الْجَانِبَيْنِ وَاجِبٌ فَيَجْعَلُ الْوَلَدُ حُرًّا الْأَصْلِ فِي حَقِّ أَبِيهِ رَقِيقًا فِي حَقِّ مُدْعِيهِ نَظَرًا لِهَمَا ، ثُمَّ الْوَلَدُ حَاصِلٌ فِي يَدِهِ مِنْ غَيْرِ صُنْعِهِ فَلَا يَضْمَنُهُ إِلَّا بِالْمَنْعِ كَمَا فِي وَلَدِ الْمَغْضُوبَةِ ، فَلِهَذَا تُعْتَبَرُ قِيَمَةُ الْوَلَدِ يَوْمَ الْخُصُومَةِ لِأَنَّهُ يَوْمُ الْمَنْعِ

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کوئی لونڈی خریدی اور اس لونڈی نے مشتری کے پاس بچہ جنا اور ایک آدمی اس باندی کا مستحق نکل گیا تو باپِ مختصمت والے دن کی قیمت کا مالک ہوگا اس لئے کہ یہ ولد مغرور ہے اور مغرور وہ آدمی ہوتا ہے جو ملکِ یمن یا نکاح پر اعتماد کر کے کسی عورت سے وطی کرے اور عورت اسکے نطفے سے بچہ جنے پھر وہ عورت کسی کی مستحق نکل جائے اور ولد مغرور اجتماعِ صحابہ کے ساتھ قیمت سے آزاد ہوتا ہے اور اس لئے کہ دونوں کی طرف سے شفقت کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے لہذا لڑکے کو اس کے باپ کے حق میں حرااصل قرار دیا جائے گا اور مدعی کے حق میں اس کو رقیق مانا جائے گا تا کہ دونوں کے ساتھ شفقت متحقق ہو جائے۔ پھر یہ بچہ باپ کی طرف سے کسی زیادت کے بغیر اس کے پاس آیا ہے لہذا منع کے بغیر وہ ضامن نہیں ہوگا جس طرح ولد مغضوبہ میں ہوتا ہے اسی لئے لڑکے کی وہی قیمت معتبر ہے جو خصومت کے دن کی ہے اس لئے کہ خصومت کا دن ہی منع کا دن ہے۔

شرح

اور جب ایک مالک نے اپنے غلام سے ایک متعین باندی کے بدلے میں اسی غلام کی جان کو بیچا پھر وہ مستحق نکل گئی یا ہلاک ہو گئی تو شیخین کے نزدیک مالک غلام کی جان کی قیمت واپس لے گا جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک مالک باندی کی قیمت واپس لے گا۔ اور مشہور مسئلہ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح باندی کے ہلاک ہو جانے یا مستحق کے نکل جانے کے سبب اس کو سپرد کرنا ناممکن ہو جاتا ہے اسی طرح غلام کی موت کے سبب بھی خدمت ناممکن ہو جاتی ہے۔ ایسے مالک کی مدت کے سبب بھی متعذر ہے پس یہ مسئلہ اسی مسئلہ کی طرح ہو گیا۔

وفات بچہ کے سبب معدوم منع کا بیان

(وَكَوَمَاتِ الْوَلَدِ لَا شَيْءَ عَلَى الْآبِ) لِانْعِدَامِ الْمَنْعِ ، وَكَذَا لَوْ تَرَكَ مَالًا لِأَنَّ الْبَارَةَ

لَيْسَ بِبَدَلٍ عَنْهُ ، وَالْمَالُ لِأَبِيهِ لِأَنَّهُ حُرُّ الْأَصْلِ فِي حَقِّهِ فَيَرِثُهُ (وَلَوْ قَتَلَهُ الْأَبُ يَغْرَمُ قِيَمَتَهُ) لِوُجُودِ الْمَنْعِ وَكَذَا لَوْ قَتَلَهُ غَيْرُهُ فَأَخَذَ دَيْتَهُ ، لِأَنَّ سَلَامَةَ بَدَلِهِ لَهُ كَسَلَامَتِهِ ، وَمَنْعَ بَدَلِهِ كَمَنْعِهِ فَيَغْرَمُ قِيَمَتَهُ كَمَا إِذَا كَانَ حَيًّا (وَيَرْجِعُ بِقِيَمَةِ الْوَالِدِ عَلَى بَائِعِهِ) لِأَنَّهُ ضَمِنَ لَهُ سَلَامَتَهُ كَمَا يَرْجِعُ بِثَمَنِهِ ، بِخِلَافِ الْعُقْرِ لِأَنَّهُ لَزِمَهُ لَاسْتِيفَاءِ مَنَافِعِهَا فَلَا يَرْجِعُ بِهِ عَلَى الْبَائِعِ ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

ترجمہ

اور جب یہ بچہ فوت ہو جائے تو باپ پر کچھ نہیں ہوگا اس لئے کہ منع معدوم ہے ایسے ہی جب اس بچے نے میراث میں کوئی مال چھوڑا تو وہ بھی باپ پر ضمان نہیں ہوگا اس لئے کہ لڑکا میراث کا بدل نہیں ہے اور اس کا مال اس کے باپ کا ہوگا اس لئے کہ باپ کے حق میں یہ بچہ حر الاصل ہے اس لئے باپ اس کا وارث ہوگا اور جب باپ اس کو قتل کر دے تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اس لئے کہ منع موجود ہے اسی طرح جب کسی دوسرے آدمی نے اس کو قتل کر دیا اور باپ نے اس کی دیت لے لی تو بھی باپ ضامن ہوگا اس لئے کہ لڑکے کے بدل کی سلامتی اس کی سلامتی کی مثل ہے اور اس کے بدل کا روکنا لڑکے کے روکنے کی طرح ہے لہذا باپ اس کی قیمت کا ضامن ہوگا جس طرح کہ اگر بچہ زندہ ہوتا تو بھی باپ ضامن ہوتا اور باپ اپنے بائع سے لڑکے کی قیمت کو واپس لے گا اس لئے کہ بائع نے مشتری کے لئے بیع کی سلامتی کا ضمان لیا تھا اور یہ باپ بیع کا بھی ثمن واپس لے گا عقرب کے خلاف اس لئے کہ لونڈی کا منافع وصول کرنے کے سبب اس پر عقرب لازم ہو گیا ہے اس لئے مشتری اس کو بائع سے واپس نہیں لے سکتا۔

شرح

مصنف علیہ الرحمہ یہاں مسئلہ کی مختلف جزئیات کا بیان ہے کہ اس میں ضمان کے واجب یا نہ ہونے کا بیان ہوا ہے کہ جب باپ خود قتل کر دیتا ہے تو وہ اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور ضمان کے بارے میں اصول یہی ہے۔

کتابُ اَلْاِقْرَارِ

﴿یہ کتاب اقرار کے بیان میں ہے﴾

کتاب اقرار کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب کتاب دعویٰ سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے کتاب اقرار کو شروع کیا ہے کیونکہ دعویٰ اور اقرار میں مطابقت یہ ہے کہ مدعی علیہ دعویٰ کرنے والے کے دعویٰ کا اقرار کر لے گا یا پھر انکار کر دے گا اور اب وہ اقرار کر لیتا ہے تو معاملہ جلد نمٹا دیا جائے گا جبکہ انکار کی حالت میں اس کی کئی شقیں اور بن جائیں گے جن کے بعد یہ مسئلہ حل ہوگا۔ پس انکار و اقرار یہ دونوں دعوے پر موقوف ہوئے۔ پس موقوف علیہ یعنی دعویٰ کو کتاب اقرار سے پہلے ذکر کر دیا ہے اور اصول بھی یہی ہے۔ (البنائے شرح الہدایہ، کتاب اقرار)

اقرار کے لغوی و فقہی مفہوم کا بیان

اصل میں یہ قرار سے بنا ہے اس لیے اقرار کے معنی ٹھہرانا اور ثابت کرنا ہوئے۔ جنہیں قبول کرنے، اعتراف کرنے اور تسلیم کرنے کو بھی اقرار کہتے ہیں کیونکہ آدمی جس کو مانتا، قبول کرتا اور تسلیم کرتا ہے اس پر اپنے آپ کو ثابت اور برقرار رکھتا ہے۔ اسی لیے قول و قرار اور عہد و پیمان کو بھی اقرار کہا جاتا ہے۔ بطور اصطلاح خدا اور رسول ﷺ کی زبان سے شہادت اور گواہی کا نام اقرار ہے۔ چنانچہ ایمان کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ: اقرار باللسان و تصدیق بالقلب و عمل بالارکان، زبان سے اقرار کرنا کہ خدا اور رسول ﷺ برحق ہیں اور اس کو دل سے سچا جاننا اور احکام الہی و ارکان دین کو ہاتھ پاؤں اور اعضا و جوارح سے بجالانا۔ احکام و قوانین عدالتی فیصلوں اور مقدمات کے سلسلہ میں بھی اقرار کا لفظ بولا جاتا ہے۔

چنانچہ شرعی دلائل میں دعوے کے ثبوت کے لیے سب سے قوی دلیل مدعا علیہ کا اقرار ہی سمجھی جاتی ہے۔ یعنی یہ کہ مدعا علیہ اس بات کو تسلیم کرے جس کا اس پر دعویٰ کیا گیا ہے یا بالفاظ دیگر اپنے خلاف گواہی دے اور اقرار کرے کہ مدعی نے جو کچھ دعویٰ کیا ہے وہ درست ہے۔ اس اقرار کے بعد مقرر، اقرار کرنے والا، پابند ہو جاتا ہے۔ لیکن اقرار کی صحت کے لیے شرط یہ ہے کہ اقرار کرنے والا عاقل و بالغ ہو اور اس پر کسی قسم کا جبر نہ کیا گیا ہو۔ اگر کسی سے جبراً اقرار کرایا گیا ہو تو یہ صحیح نہیں مانا جائے گا۔ اسی طرح نابالغ، پاگل یا ان جیسے مرقوم القلم لوگوں کا اقرار بھی معتبر نہ ہوگا۔ جب مدعا علیہ اقرار کرے تو حقوق العباد میں اپنے اقرار سے نہیں پھر سکتا البتہ حقوق اللہ میں اختلاف ہے۔ فتاویٰ شامی، کتاب الاقرار، بیروت

حکم اقرار کے شرعی ماخذ کا بیان

اقرار کرنے والے نے جس شے کا اقرار کیا وہ اس پر لازم ہو جاتی ہے قرآن و حدیث و اجماع سب سے ثابت ہے کہ اقرار

اس امر کی دلیل ہے کہ مقر کے ذمہ وہ حق ثابت ہے جس کا اُس نے اقرار کیا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے: **وَلِيُْمَلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلِيَتَّقِيَ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسَ مِنْهُ**

شَيْئًا .

جس کے ذمہ حق ہے وہ املا کرے (تحریر لکھوائے) اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ کم نہ کرے۔

اس آیت میں جس پر حق ہے اوس کو املا کرنے کا حکم دیا ہے اور املا اوس حق کا اقرار ہے لہذا اگر اقرار حجت نہ ہوتا تو اس کے املا کرنے کا کوئی فائدہ نہ تھا نیز اس کو اس سے منع کیا گیا کہ حق کے بیان کرنے میں کمی کرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنے کا اقرار کریگا وہ اُس کے ذمہ لازم ہوگا۔ اور ارشاد فرماتا ہے:

ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اٰصْرِيْ قَالُوْا اَقْرَرْنَا

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی مدد کرنے کا جو عہد لیا گیا اُس کے متعلق ارشاد ہوا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا اس سے معلوم ہوا کہ اقرار حجت ہے ورنہ اقرار کا مطالبہ نہ ہوتا۔ اور فرماتا ہے:

كُوْنُوْا قَوْمِيْنَ بِالْقِسْطِ شٰهَدَاۗءَ لِلّٰهِ وَاَلُوْا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ

عدل کے ساتھ قائم ہونے والے ہو جاؤ اللہ کے لیے گواہ بن جاؤ اگرچہ وہ گواہی خود تمہارے ہی خلاف ہو۔"

تمام مفسرین فرماتے ہیں اپنے خلاف شہادت دینے کے معنی اپنے ذمہ حق کا اقرار کرنا ہے۔ حدیثیں اس بارے میں متعدد ہیں۔ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اقرار کی وجہ سے رجم کرنے کا حکم فرمایا۔ غامد یہ صحابیہ پر بھی رجم کا حکم اُنکے اقرار کی بنا پر فرمایا۔

حضرت انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تم اس شخص کی عورت کے پاس صبح جاؤ اگر وہ اقرار کرے رجم کر دو۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اقرار سے جب حدود تک ثابت ہو جاتے ہیں تو دوسرے قسم کے حقوق بدرجہ اولیٰ ثابت ہونگے۔

بظاہر اقرار مقر کے لیے مُضَر ہے۔ کہ اس کی وجہ سے اُس پر ایک حق ثابت و لازم ہو جاتا ہے جو اب تک ثابت نہ تھا مگر حقیقت میں مقر کے لیے اس میں بہت فوائد ہیں ایک فائدہ یہ ہے کہ اپنے ذمہ سے دوسرے کا حق ساقط کرنا ہے یعنی صاحب حق کے حق سے بری ہو جاتا ہے اور لوگوں کی زبان بندی ہو جاتی ہے کہ اس معاملہ میں اب اس کی مذمت نہیں کر سکتے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جس کی چیز تھی اُس کو دے کر اپنے بھائی کو نفع پہنچایا اور یہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ سب کی نظروں میں یہ شخص راست گو ثابت ہوتا ہے اور ایسے شخص کی بندگانِ خدا تعریف کرتے ہیں اور یہ اس کی نجات کا ذریعہ ہے۔

اقرار کا ثبوت حق کیلئے اخبار ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَقْرَّ الْحُرُّ الْبَالِغُ الْعَاقِلُ بِحَقِّ لَزِمَهُ إِقْرَارُهُ مَجْهُولًا كَانَ مَا أَقْرَبَهُ أَوْ مَعْلُومًا)
 اعْلَمَ أَنَّ الْإِقْرَارَ إِخْبَارٌ عَنْ ثُبُوتِ الْحَقِّ ، وَأَنَّهُ مُلْزِمٌ لَوْ قُوعِهِ دَلَالَةٌ ؛ أَلَا تَرَى كَيْفَ الزَّمَّ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَزَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الرَّجْمَ بِإِقْرَارِهِ وَتَلَّكَ الْمَرْأَةَ
 بِاعْتِرَافِهَا . وَهُوَ حُجَّةٌ قَاصِرَةٌ لِقُصُورِ وَلَايَةِ الْمُقَرَّرِ عَنْ غَيْرِهِ فَيَقْتَصِرُ عَلَيْهِ .

وَشَرْطُ الْحُرِّيَّةِ لِيَصِحَّ إِقْرَارُهُ مُطْلَقًا ، فَإِنَّ الْعَبْدَ الْمَأْذُونِ لَهُ وَإِنْ كَانَ مُلْحَقًا بِالْحُرِّ فِي
 حَقِّ الْإِقْرَارِ ، لَكِنَّ الْمَحْجُورَ عَلَيْهِ لَا يَصِحُّ إِقْرَارُهُ بِالْمَالِ وَيَصِحُّ بِالْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ
 لِأَنَّ إِقْرَارَهُ عَهْدٌ مُوجِبًا لِتَعَلُّقِ الدَّيْنِ بِرَقَبَتِهِ وَهِيَ مَالُ الْمَوْلَى فَلَا يُصَدَّقُ عَلَيْهِ ، بِخِلَافِ
 الْمَأْذُونِ لِأَنَّهُ مُسَلِّطٌ عَلَيْهِ مِنْ جِهَتِهِ ، وَبِخِلَافِ الْحَدِّ وَالْدَّمِ لِأَنَّهُ مُبْقَى عَلَى أَصْلِ
 الْحُرِّيَّةِ فِي ذَلِكَ ، حَتَّى لَا يَصِحَّ إِقْرَارُ الْمَوْلَى عَلَى الْعَبْدِ فِيهِ ، وَلَا بُدَّ مِنَ الْبُلُوغِ
 وَالْعَقْلِ لِأَنَّ إِقْرَارَ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ غَيْرُ لَازِمٍ لِانْعِدَامِ أَهْلِيَّةِ الْإِلْتِزَامِ ، إِلَّا إِذَا كَانَ
 الصَّبِيُّ مَأْذُونًا لَهُ لِأَنَّهُ مُلْحَقٌ بِالْبَالِغِ بِحُكْمِ الْإِذْنِ ، وَجَهَالَةُ الْمُقَرَّرِ بِهِ لَا تَمْنَعُ صِحَّةَ
 الْإِقْرَارِ ؛ لِأَنَّ الْحَقَّ قَدْ يُلْزَمُ مَجْهُولًا بِأَنْ أَتْلَفَ مَالًا لَا يَدْرِي قِيَمَتَهُ أَوْ يَجْرَحَ جِرَاحَةً لَا
 يَعْلَمُ أَرْشَهَا أَوْ تَبْقَى عَلَيْهِ بَاقِيَةٌ حِسَابٍ لَا يُحِيطُ بِهِ عِلْمُهُ ، وَالْإِقْرَارُ إِخْبَارٌ عَنْ ثُبُوتِ
 الْحَقِّ فَيَصِحُّ بِهِ ، بِخِلَافِ الْجَهَالَةِ فِي الْمُقَرَّرِ لَهُ لِأَنَّ الْمَجْهُولَ لَا يَصْلُحُ مُسْتَحَقًّا ،
 وَيُقَالُ لَهُ (بَيْنَ الْمَجْهُولِ) لِأَنَّ التَّجْهِيلَ مِنْ جِهَتِهِ فَصَارَ كَمَا إِذَا أُعْتِقَ أَحَدٌ عَبْدًا ()
 فَإِنَّ لَمْ يَبَيِّنْ أَجْبَرَهُ الْقَاضِي عَلَى الْبَيَانِ) لِأَنَّهُ لَزِمَهُ الْخُرُوجُ عَمَّا لَزِمَهُ بِصَحِيحِ إِقْرَارِهِ
 وَذَلِكَ بِالْبَيَانِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آزاد، عاقل اور بالغ نے اپنے اوپر کسی حق کا اقرار کر لیا تو وہ اس پر لازم ہو جائے گا چاہے وہ حق مجہول ہو یا معلوم ہو تو جان کہ کسی کے حق کے ثبوت کی خبر دینے کو اقرار کہتے ہیں اور اقرار کو مقرر پر لازم کر دیا جاتا ہے اس لئے کہ اقرار مجربہ پر دلیل بن جاتا ہے کیا آپ دیکھتے نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے زنا کا اقرار کرنے پر حضرت ماعز پر رجم لازم کر دیا تھا اور غامدیہ کی عورت

پر اس کے اعتراف کرنے کے سبب رجم کا لازم کر دیا تھا اور اقرار حجت قاصرہ ہے اس لئے کہ مقرر کو اپنے علاوہ پر ولایت نہیں ہوتی لہذا مقرر کا اقرار اسی پر منحصر رہتا ہے۔

اور امام قدوری نے اسی لئے حریت کی شرط لگائی ہے تاکہ مطلق طور پر اقرار درست ہو اس لئے کہ عبد ماذون لہ اگرچہ اقرار کے حق میں آزاد کے ساتھ ملحق ہے لیکن عبد مجبور کا اقرار بالمال درست نہیں ہے ہاں عبد مجبور کی طرف سے حدود اور قصاص کا اقرار درست ہے اس لئے کہ عبد مجبور کا اقرار ملزم مانا گیا ہے اس لئے کہ دین اس کے رقبہ سے متعلق ہوتا ہے جبکہ رقبہ اس کے آقا کا مال ہے لہذا آقا کے خلاف اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی عبد ماذون لہ کے خلاف اس لئے کہ وہ آقا کی طرف ہی سے اس کے مال میں تصرف کرنے پر مسلط کیا جاتا ہے حدود اور قصاص کے اقرار کے خلاف اس لئے کہ معاملے میں وہ اصل حریت پر باقی رہتا ہے حتیٰ کہ حدود اور قصاص میں غلام خلاف اس کے آقا کا اقرار بھی درست نہیں ہے۔

اور عقل اور بلوغت لازم ہے اس لئے کہ اہلیت التزام کے معدوم ہونے کے سبب ہی بچے اور مجنون کا اقرار لازم نہیں ہوتا مگر یہ کہ بچہ ماذون فی التجارت ہو اس لئے کہ اجازت کے سبب صبی ماذون بالغ کے درجہ میں ہو جاتا ہے اور مقربہ کی جہالت اقرار کے درست ہونے کے مانع نہیں ہے اس لئے کہ کبھی مقرر پر مجہول حق بھی لازم ہو جاتا ہے اس طرح کہ وہ ایسی چیز ہلاک کر دے جس کی قیمت معلوم نہ ہو یا ایسا زخم لگا دے جس کا تاوان معلوم نہ ہو یا اس پر کچھ حساب و کتاب باقی ہو جس کو وہ نہ جانتا ہو اور اقرار میں جیسا کہ حق کے ثبوت کی خبر دی جاتی ہے اس لئے مجہول چیز کا اقرار بھی درست ہے اس جہالت کے خلاف کہ جو مقررہ میں ہو اس لئے کہ مجہول آدمی مستحق نہیں بن سکتا اور مقرر کے لئے کہا جائے گا کہ جہالت کی وضاحت کر دے اس لئے کہ یہ جہالت اس کی طرف ہی پیدا کی گئی ہے تو یہ ایسا ہو گیا جیسے کسی نے اپنے دو غلاموں میں سے کسی ایک غیر معین کو آزاد کر دیا ہو۔

اور جب مقرر جہالت کی وضاحت نہ کرے تو قاضی اس کو وضاحت کرنے پر مجبور کرے گا اس لئے کہ اس درست اقرار کے سبب جو چیز اس پر لازم ہوئی ہے اس سے عہدہ برآ ہونا بھی اس پر لازم ہے۔ اور یہ بیان کے حکم میں ہوگا۔

اقرار کیلئے بعض شرائط و قیود کا بیان

علامہ ابن کجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اقرار کے لیے شرط یہ ہے کہ اقرار کرنے والا عاقل بالغ ہو اور اکراہ و جبر کے ساتھ اس نے اقرار نہ کیا ہو۔ آزاد ہونا اس کے لیے شرط نہیں مگر غلام نے مال کا اقرار کیا فی الحال نافذ نہیں بلکہ آزاد ہونے کے بعد نافذ ہوگا۔ غلام کے وہ اقرار جن میں کوئی تہمت نہ ہو فی الحال نافذ ہیں جیسے حدود و قصاص کے اقرار اور جس اقرار میں تہمت ہو سکے مثلاً مال کا اقرار یہ آزاد ہونے کے بعد نافذ ہوگا ماذون کا وہ اقرار جو تجارت سے متعلق ہے مثلاً فلاں دوکاندار کا میرے ذمہ اتنا باقی ہے یہ فی الحال نافذ ہے اور جو تجارت سے تعلق نہ رکھتا ہو وہ بعد حقیق نافذ ہوگا جیسے جنایت کا اقرار۔ نابالغ جس کو تجارت کی اجازت ہے غلام کے حکم میں ہے یعنی تجارت کے متعلق جو اقرار کریگا نافذ ہوگا اور جو تجارت کے قبیل سے نہیں۔ وہ نافذ نہیں مثلاً یہ اقرار کہ فلاں کی میں نے کفالت کی ہے۔ نشہ والے نے اقرار کیا اگر نشہ کا استعمال ناجائز طور پر کیا ہے اس کا اقرار صحیح ہے۔ (بحر الرائق)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مقر بہ یعنی جس چیز کا اقرار کیا ہے وہ معلوم ہو یا مجہول دونوں صورتوں میں اقرار صحیح ہے مگر اقرار مجہول کا بیان اگر ایسی چیز سے کیا جس میں جہالت مضر ہے تو یہ اقرار صحیح نہیں مثلاً یہ اقرار کیا تھا کہ فلاں شخص کا میرے ذمہ کچھ ہے اور اس کا سبب بیع یا اجارہ بتایا مثلاً میں نے کوئی چیز اُس سے خریدی تھی یا اُس کے ہاتھ بیچی تھی یا اُس کو کرایہ پردی تھی یا کرایہ پر لی تھی کہ ان سب میں جہالت مضر ہے لہذا یہ اقرار صحیح نہیں۔ (در مختار، کتاب الاقرار، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور اقرار کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ مقر بہ کی تسلیم واجب ہو، اگر عین کا اقرار ہے تو بعینہ اسی چیز کی تسلیم واجب ہے اور دین کا اقرار ہے تو مثل کی تسلیم واجب ہے اور اگر اسکی تسلیم واجب نہ ہو تو اقرار صحیح نہیں مثلاً کہتا ہے میں نے اُس کے ہاتھ ایک چیز بیع کی ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاقرار، بیروت)

معاشرے کے رواج کے سبب حکم شرعی کے اجراء کا بیان

(فَإِنْ قَالَ لِفُلَانٍ عَلَيَّ شَيْءٌ لَزِمَهُ أَنْ يُبَيِّنَ مَا لَهُ قِيَمَةٌ لِأَنَّهُ أَخْبَرَ عَنِ الْوَجُوبِ فِي ذِمَّتِهِ ، وَمَا لَا قِيَمَةَ لَهُ لَا يَجِبُ فِيهَا) ، فَإِذَا بَيَّنَّ غَيْرَ ذَلِكَ يَكُونُ رُجُوعًا .
 قَالَ (وَالْقَوْلُ قَوْلُهُ مَعَ يَمِينِهِ إِنْ ادَّعَى الْمُقْرُّ لَهُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ) لِأَنَّهُ هُوَ الْمُنْكَرُ فِيهِ)
 وَكَذَا إِذَا قَالَ لِفُلَانٍ عَلَيَّ حَقٌّ لِمَا بَيْنَنَا ، وَكَذَا لَوْ قَالَ : غَضَبْتُ مِنْهُ شَيْئًا وَيَجِبُ أَنْ يُبَيِّنَ مَا هُوَ مَا يَجْرِي فِيهِ التَّمَانُعُ تَعْوِيلًا عَلَى الْعَادَةِ .

ترجمہ

جب کسی شخص نے کہا کہ فلاں آدمی کا مجھ پر کچھ بقایا ہے۔ تو اس کیلئے ضروری ہوگا کہ وہ ایسی چیز کو بیان کرے جس کی کوئی قیمت ہو کیونکہ اس نے اپنے ذمہ پر کسی چیز کے لازم ہونے کا اقرار کیا ہے اور جس کی چیز کی قیمت نہیں ہوتی وہ ذمہ پر واجب نہیں ہوا کرتی اور اگر اس نے غیر قیمت والی چیز کو بیان کیا تو یہ اس کیلئے یہ رجوع کرنا ہوگا اور جب مقر بہ مقرر کی اقرار کردہ چیز سے زیادہ کا دعویٰ کرے تو مقر سے قسم لیکر اس کے قول کا اعتبار کر لیا جائے گا کیونکہ یہاں پر انکار کرنے والا وہی ہے۔

اور اسی طرح جب اس نے کہا کہ فلاں آدمی کا مجھ پر کوئی حق ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اسی جب اس نے کہا کہ میں فلاں شخص کی کوئی چیز غصب کی ہوئی ہے تو اس پر لازم ہوگا کہ وہ کسی ایسی چیز کو بیان کرے جو مال ہو اور معاشرے نام طور پر اس کے لینے دینے پر منع کرنے والا ہو۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کسی شخص نے یہ کہا کہ میں نے فلاں کی چیز غصب کی ہے اس کا بیان ایسی چیز سے کرنا ہوگا جس میں تمنع جاری ہو یعنی دوسرے کی طرف سے رکاوٹ پیدا کی جائے ایسی چیز نہیں بیان کر سکتا جس میں تمنع نہ ہوتا

ہو۔ اگر بیان میں یہ کہا کہ میں نے اُس کے بیٹے یا بی بی کو چھین لیا ہے تو مقبول نہیں کہ یہ مال نہیں اور اگر مکان یا زمین کو بتاتا ہے تو مان لیا جائیگا اگرچہ اس میں امام اعظم کے نزدیک غصب نہیں ہوتا مگر عرف میں اسکو بھی غصب کہتے ہیں۔

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب اس نے یہ اقرار کیا کہ میرے ذمہ فلاں کی ایک چیز ہے اور بیان میں ایسی چیز ذکر کی جو مال مقوم نہیں ہے اور مقررہ نے اُسکی بات مان لی تو مقررہ کو وہی چیز ملے گی اسی طرح غصب میں ایسی چیز بیان کی کہ وہ بیان صحیح نہیں ہے مگر مقررہ نے مان لیا تو اس کو وہی چیز ملے گی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاقرار، بیروت)

مقرر کے مال کا اقرار کرنے کے سبب تصدیق کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ : لِفُلَانٍ عَلَيَّ مَالٌ فَالْمَرْجِعُ إِلَيْهِ فِي بَيَانِهِ لِأَنَّهُ الْمُجْمَلُ وَيُقْبَلُ قَوْلُهُ فِي الْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ) لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ مَالٌ فَإِنَّهُ اسْمٌ لِمَا يَتَمَوَّلُ بِهِ (إِلَّا أَنَّهُ لَا يُصَدَّقُ فِي أَقَلِّ مِنْ دِرْهَمٍ) لِأَنَّهُ لَا يُعَدُّ مَالًا عَرَفًا (وَلَوْ قَالَ : مَالٌ عَظِيمٌ لَمْ يُصَدَّقْ فِي أَقَلِّ مِنْ مِائَتِي دِرْهَمٍ) لِأَنَّهُ أَقْرَبُ بِمَالٍ مَوْصُوفٍ فَلَا يَجُوزُ الْغَاءُ الْوَصْفِ وَالنَّصَابُ عَظِيمٌ حَتَّى أُعْتَبَرَ صَاحِبُهُ غَنِيًّا بِهِ ، وَالْغَنِيُّ عَظِيمٌ عِنْدَ النَّاسِ .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَا يُصَدَّقُ فِي أَقَلِّ مِنْ عَشْرَةِ دَرَاهِمٍ وَهِيَ نِصَابُ السَّرِقَةِ لِأَنَّهُ عَظِيمٌ حَيْثُ تَقَطَّعَ بِهِ الْيَدُ الْمُحْتَرَمَةُ ، وَعَنْهُ مِثْلُ جَوَابِ الْكِتَابِ ، وَهَذَا إِذَا قَالَ مِنْ الدَّرَاهِمِ ، أَمَّا إِذَا قَالَ مِنَ الدَّنَائِرِ فَالتَّقْدِيرُ فِيهَا بِالْعَشْرِينَ . هَذَا فِي الْبَابِ بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ لِأَنَّهُ أَذْنَى نِصَابٍ يَجِبُ فِيهِ مِنْ جِنْسِهِ وَفِي غَيْرِ مَالِ الزَّكَاةِ بِقِيَمَةِ النِّصَابِ

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کہا کہ مجھ پر کچھ مال ہے تو اس کی تشریح کرنے میں اس سے رجوع کیا جائے گا اس لئے کہ اجمال اسی میں پایا گیا ہے لہذا کم یا زیادہ کے بارے میں اس کی بات کو تسلیم کر لیا جائے گا۔ کیونکہ تھوڑا بھی مال ہے اور زیادہ بھی مال ہے۔ کیونکہ مال اسی چیز کو کہتے ہیں جس سے دولت حاصل کی جائے مگر ایک درہم سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی کیونکہ اس سے تھوڑے کو معاشرے میں مال نہیں مانا جاتا۔ اور اگر اس نے عظیم مال کہہ دیا ہے تو دو سو درہم سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ کیونکہ اب اس نے ایسے مال کا اقرار کیا ہے جس کو عظیم کی صفت کو ساتھ موصوف کیا ہے پس وصف بیکار قرار دینا درست نہ ہوگا۔ اور مال نصاب کی مقدار کے برابر ہے وہ عظیم ہے کیونکہ صاحب نصاب اسی مال کے سبب غنی شمار ہوتا ہے اور مالدار آدمی لوگوں میں بڑا شمار ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دس درہم سے تھوڑے پر اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور چوری کا نصاب

دس دراہم ہے لہذا یہ مال عظیم ہوا کیونکہ اس کی چوری پر محترم ہاتھ کو کاٹ دیا جاتا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت صاحب قدوری کے قول کے مطابق ہے اور یہ حکم اس وقت ہوگا جب اس نے ”دراہم سے“ کہا ہو اور جب اس نے ”دنانیر سے“ کہا ہے تو دنانیر میں بیس سے عظیم کا اندازہ لگایا جائے گا۔ کیونکہ اونٹ کیلئے کم از کم یہی نصاب ہے۔ بس میں اس کی جنس کا بچہ واجب ہوتا ہے۔ اور مال زکوٰۃ کے سوا میں نصاب کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا تم نے مجھ سے اتنے روپے ناحق لے لیے اس نے کہا ناحق میں نے نہیں لیے ہیں یہ روپیہ لینے کا اقرار نہیں اور اگر جواب میں یہ کہا کہ میں نے وہ تمہارے بھائی کو دے دیے تو روپیہ لینے کا اقرار ہو گیا اور اس کے بھائی کو دے دیے ہیں اس کا ثابت کرنا اس کے ذمہ ہے۔

اور جب اس نے دس روپے کا دعویٰ کیا مدعی علیہ نے کہا ان میں سے پانچ دینے ہیں یا ان میں سے پانچ باقی ہیں تو دس روپے لینے کا اقرار ہو گیا اور اگر یہ کہا کہ پانچ باقی رہ گئے ہیں تو دس کا اقرار نہیں۔ اور جب اس نے فلاں کو خبر کر دیا اُسے بتا دیا اُس سے کہہ دو یا اُسے بشارت دے دو یا تم گواہ ہو جاؤ کہ میرے ذمہ اُسکے اتنے روپے ہیں ان سب صورتوں میں اقرار ہو گیا۔

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب اس نے کہا ہے کہ فلاں شخص کا میرے ذمہ کچھ نہیں ہے اُس سے یہ نہ کہنا کہ اُس کے میرے ذمہ اتنے روپے ہیں یا اُس کو اسکی خبر نہ دینا کہ اُس کے میرے ذمہ اتنے ہیں یہ اقرار نہیں اور اگر پہلا جملہ نہیں کہا صرف اتنا ہی کہا کہ فلاں شخص کو خبر نہ دینا یا اس سے یہ نہ کہنا کہ اُس کے میرے ذمہ اتنے ہیں یہ اقرار ہے۔ اور جب اس نے یہ کہا کہ میری عورت سے یہ بات مخفی رکھنا کہ میں نے اُسے طلاق دی ہے یہ طلاق کا اقرار ہے اور اگر یہ کہا کہ اُسے خبر نہ دینا کہ میں نے اسکو طلاق دیدی ہے یہ اقرار طلاق نہیں۔ (عالمگیری، کتاب اقرار، بیروت)

اموال عظام میں سے ادنیٰ جمع کے اعتبار کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ : أَمْوَالٌ عِظَامٌ فَالْتَّقْدِيرُ بِثَلَاثَةِ نَصَبٍ مِنْ أُمَّيٍّ فَن سَمَاهُ) اِعْتِبَارًا لِأَدْنَى الْجَمْعِ (وَلَوْ قَالَ : دَرَاهِمٌ كَثِيرَةٌ لَمْ يُصَدَّقْ فِي أَقَلِّ مِنْ عَشْرَةٍ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ (وَعِنْدَهُمَا لَمْ يُصَدَّقْ فِي أَقَلِّ مِنْ مَائَتَيْنِ) لِأَنَّ صَاحِبَ النَّصَابِ مُكْثِرٌ حَتَّى وَجَبَ عَلَيْهِ مَوْاسَاةٌ غَيْرِهِ ، بِخِلَافِ مَا دُونَهُ .

وَلَهُ أَنَّ الْعَشْرَةَ أَقْصَى مَا يَنْتَهَى إِلَيْهِ اسْمُ الْجَمْعِ ، يُقَالُ عَشْرَةٌ دَرَاهِمٌ ثُمَّ يُقَالُ أَحَدٌ عَشْرَ دَرَاهِمًا فَيَكُونُ هُوَ الْأَكْثَرُ مِنْ حَيْثُ اللَّفْظُ فَيَنْصَرِفُ إِلَيْهِ (وَلَوْ قَالَ دَرَاهِمٌ فَهِيَ ثَلَاثَةٌ) لِأَنَّهَا أَقَلُّ الْجَمْعِ الصَّحِيحِ (إِلَّا أَنْ يُبَيَّنَ أَكْثَرَ مِنْهَا) لِأَنَّ اللَّفْظَ يَحْتَمِلُهُ

وَيَنْصَرِفُ إِلَى الْوِزْنِ الْمُعْتَادِ (وَلَوْ قَالَ : كَذَا كَذَا دِرْهَمًا لَمْ يُصَدَّقْ فِي أَقْلٍ مِنْ أَحَدٍ عَشَرَ دِرْهَمًا) لِأَنَّهُ ذَكَرَ عَدَدَيْنِ مُبْتَهَمِينَ لَيْسَ بَيْنَهُمَا حَرْفُ الْعَطْفِ وَأَقْلٌ ذَلِكَ مِنَ الْمُفَسِّرِ أَحَدَ عَشَرَ (وَلَوْ قَالَ : كَذَا وَكَذَا دِرْهَمًا لَمْ يُصَدَّقْ فِي أَقْلٍ مِنْ أَحَدٍ وَعِشْرِينَ) لِأَنَّهُ ذَكَرَ عَدَدَيْنِ مُبْتَهَمِينَ بَيْنَهُمَا حَرْفُ الْعَطْفِ ، وَأَقْلٌ ذَلِكَ مِنَ الْمُفَسِّرِ أَحَدٌ وَعِشْرُونَ فَيَحْمَلُ كُلُّ وَجْهِ عَلَى نَظِيرِهِ (وَلَوْ قَالَ كَذَا دِرْهَمًا فَهُوَ دِرْهَمٌ) لِأَنَّهُ تَفْسِيرٌ لِلْمُبْتَهَمِ (وَلَوْ ثَلَاثٌ كَذَا بِغَيْرِ وَآوٍ فَأَحَدٌ عَشَرَ) لِأَنَّهُ لَا نَظِيرَ لَهُ سِوَاهُ (وَإِنْ ثَلَاثٌ بِالْوَآوِ فَمِائَةٌ وَأَحَدٌ وَعِشْرُونَ ، وَإِنْ رَبَّعَ يُزَادُ عَلَيْهَا أَلْفٌ) لِأَنَّ ذَلِكَ نَظِيرُهُ .

ترجمہ

اور جب مقر اموال عظامہ کا اقرار کیا تو جمع کی کم از کم مقدار کا اعتبار کرتے ہوئے اس کی بیان کردہ جنس کے مطابق تین نصابوں سے اس کا اندازہ کیا جائے گا۔ اور اگر مقر نے دراہم کثیرہ کہہ دیا تو دس دراہم سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

حضرات صاحبین رضی اللہ عنہما کے نزدیک دو سو دراہم سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ کیونکہ صاحب نصاب بہت زیادہ مال والا ہوا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس پر دوسروں کا خیال رکھنا لازم ہوتا ہے۔ بہ خلاف اس شخص کے جو اس سے کم مال رکھتا ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ دس کا عدد جمع انتہائی عدد ہے۔ کیونکہ دس دراہم بولنے کے بعد گیارہ دراہم کہا جاتا ہے۔ لہذا لفظ کے اعتبار سے دس ہی اکثر ہوا۔ پس اسی کی جانب رجوع کیا جائے گا۔

اور جب مقر نے دراہم کہا ہے تو اس سے مراد تین ہوں گے کیونکہ کم از کم جمع تین ہے۔ ہاں البتہ جب مقر خود اس پر اضافہ کرے کیونکہ لفظ میں زیادتی کی صلاحیت ہے۔ اور درہم کے مشہور وزن کا اعتبار کیا جائے گا اور جب مقر نے ”كَذَا كَذَا دِرْهَمًا“ کہا ہے تو اب گیارہ دراہم سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی کیونکہ وہ ایسے دو مبہم اعداد کو ذکر کرنے والا ہے جن کے درمیان کوئی حرف عطف نہیں ہے۔ اور تفسیری صورت میں اس کی کم از کم مقدار اکیس ہے۔ پس ہر طرح سے اس کو نظیر پر محمول کیا جائے۔ اور جب اس نے ”كَذَا دِرْهَمًا“ کہا ہے تو اس سے ایک ہی درہم مراد ہوگا۔ کیونکہ ایک درہم اس میں مبہم درہم کی تفسیر ہے۔ اور جب مقر نے تین بار ”كَذَا، كَذَا، كَذَا“ واؤ کے عطف کے بغیر کہا ہے تو اس سے گیارہ دراہم مراد ہوں گے کیونکہ گیارہ کے سوا اس کی کوئی مثال نہیں ہے اور جب اس نے واؤ کے ساتھ تین بار ”كَذَا كَذَا كَذَا“ تو اس سے ایک سو اکیس مراد ہوں گے۔ اور جب اس نے ”كَذَا وَكَذَا وَكَذَا دِرْهَمًا“ چار مرتبہ کہا ہے تو اس سے ایک ہزار ایک سو اکیس دراہم مراد ہوں گے۔ کیونکہ اس کی مثال یہی ہے۔

شرح

اس مسئلہ کی جزئیات کی تشریح فنی اباحت سے بھی متعلق ہے اور اس کی بحث شرح ہدایہ جلد نمبر ۶ کتاب طلاق میں ہم بیان کر آئے ہیں۔

مقرر کا مجھ پر یا میری طرف کے قول سے اقرار کرنے کا بیان

قَالَ: (وَإِنْ قَالَ: لَهُ عَلَيَّ أَوْ قِبَلِي فَقَدْ أَقْرَبَ بِالذَّيْنِ) لِأَنَّ "عَلَيَّ" صِيغَةُ إِيْجَابٍ، هُوَ قِبَلِي يُنْبِئُ عَنِ الضَّمَانِ عَلَيَّ مَا مَرَّ فِي الْكِفَالَةِ .
(وَلَوْ قَالَ الْمُقَرَّرُ هُوَ وَدِيْعَةٌ وَوَصَلَ صُدُقٌ) لِأَنَّ اللَّفْظَ يَحْتَمِلُهُ مَجَازًا حَيْثُ يَكُونُ الْمَضْمُونُ عَلَيْهِ حِفْظُهُ وَالْمَالُ مَحَلَّهُ فَيَصَدَّقُ مَوْصُولًا لَا مَفْصُولًا .
قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ: وَفِي نَسْخِ الْمُخْتَصِرِ فِي قَوْلِهِ قِبَلِي إِنَّهُ إِقْرَارٌ بِالْأَمَانَةِ لِأَنَّ اللَّفْظَ يَنْتَظِمُهُمَا حَتَّى صَارَ قَوْلُهُ: لَا حَقَّ لِي قِبَلِ فُلَانٍ إِبْرَاءٌ عَنِ الذَّيْنِ وَالْأَمَانَةِ جَمِيْعًا، وَالْأَمَانَةُ أَقْلُهُمَا وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ .

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی مقرر نے کہا کہ اس کا مجھ پر یا میری طرف ہے پس اس نے یہ قرض کا اقرار کیا ہے کیونکہ لفظ ”علی“ یہ صیغہ ایجاب کیلئے ہے۔ اور قبلی یہ بھی ضمان کی خبر دینے والا ہے جس طرح کفالہ میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔ اور جب اقرار کرنے والے نے ”مجھ پر یا میری جانب“ کے ساتھ ”وہ ودیعت“ کہہ دیا ہے تو اب بھی اس کی تصدیق کی جائے گی۔ کیونکہ اس کا یہ جملہ بطور مجاز ودیعت کا احتمال رکھنے والا ہے۔ اس لئے کہ مودع ودیعت کے مال کی حفاظت کرنے میں پابند ہوتا ہے جبکہ یہ محل حفاظت کا محل ہے۔ لہذا بطور موصول اس کی تصدیق کر لی جائے گی البتہ فصل کی صورت میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ صاحب قدوری کے بعض نسخہ جات میں اقرار کرنے والے قول ”قبلی“ کے بارے میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ وہ امانت کا اقرار ہے۔ اس لئے کہ یہ لفظ امانت کو بھی شامل ہے یہاں تک کہ اس کا قول ”فلاں شخص کی جانب میرا کوئی حق نہیں ہے“ یہ امانت اور قرض دونوں کی طرف سے بری کرنے والا ہے۔ جبکہ امانت اس میں قلیل ہے جبکہ پہلا قول جو ذکر ہوا ہے وہ زیادہ صحیح ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کسی شخص نے یہ کہا کہ میرے پاس فلاں کی ودیعت (امانت) ہے تو اس کا

بیان ایسی چیز سے کرنا ہوگا جو امانت رکھی جاتی ہو اور اگر مقررہ دوسری چیز کو امانت رکھنا بتاتا ہے تو مقرر کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہے۔ امانت کا اقرار کیا اور ایک کپڑا لایا کہ یہ میرے پاس امانت رکھا تھا اور اس میں میرے پاس یہ عیب پیدا ہو گیا تو اس پر ضمان واجب نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاقرار، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور اگر مال کا اقرار ہے مثلاً کہا فلاں کا میرے ذمہ مال ہے تو اگرچہ کم و بیش سب کو مال کہتے ہیں مگر عرف میں قلیل کو مال نہیں کہتے کم سے کم اس کا بیان ایک درہم سے کیا جائے۔ اور لفظ مال عظیم سے نصاب زکاۃ کو بیان کرنا ہوگا اس سے کم بیان کریگا تو معتبر نہیں۔ (درمختار، کتاب الاقرار، بیروت)

مقرر کے قول میرے پاس سے اقرار امانت کا بیان

(وَلَوْ قَالَ عِنْدِي أَوْ مَعِيَ أَوْ فِي بَيْتِي أَوْ فِي كَيْسِي أَوْ فِي صُنْدُوقِي فَهُوَ إِقْرَارٌ بِأَمَانَةٍ فِي يَدِهِ) لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ إِقْرَارٌ بِكُنُونِ الشَّيْءِ فِي يَدِهِ وَذَلِكَ يَتَنَوَّعُ إِلَى مَضْمُونٍ وَأَمَانَةٍ فَيُثَبِّتُ وَأَقْلِبُهَا وَهُوَ الْأَمَانَةُ .

ترجمہ

اور جب اس نے کہا کہ میرے پاس اتنے درہم ہیں یا میرے ساتھ ہیں یا میرے گھر میں ہیں یا میری تھیلی میں ہیں یا میرے صندوق میں ہیں تو یہ اس کی امانت کا اقرار ہے۔ جو اس کے قبضہ میں ہے اس لئے ان میں سے ہر ایک اس بات کا اقرار ہے کہ وہ چیز اس کے قبضہ میں ہے اور وہ چیز مقبوضہ مضمون اور امانت پر تقسیم ہونے والی ہے کیونکہ ان میں جو زیادہ قلیل امانت ہے وہ ثابت ہو چکی ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کسی شخص نے یہ کہا میرے پاس یا میرے ساتھ یا میرے گھر میں یا میرے صندوق میں اسکی فلاں چیز ہے یہ امانت کا اقرار ہے۔ اور اگر یہ کہا میرا کل مال اُسکے لیے ہے یا جو کچھ میری ملک ہے اُسکی ہے یہ اقرار نہیں بلکہ ہبہ ہے لہذا اس میں ہبہ کے شرائط کا اعتبار ہوگا کہ قبضہ ہو گیا تو تمام ہے ورنہ نہیں۔ فلاں زمین جس کے حدود یہ ہیں میرے فلاں بچہ کی ہے یہ ہبہ ہے اور اس میں قبضہ کی بھی ضرورت نہیں۔ (درمختار، کتاب الاقرار، بیروت)

اور جب کسی شخص نے یہ کہا کہ فلاں کے مجھ پر سو روپے ہیں یا میری جانب سو روپے ہیں یہ دین کا اقرار ہے مقرر یہ کہے کہ وہ روپے امانت ہیں اُس کی بات نہیں مانی جائے گی مگر جب کہ اقرار کے ساتھ متصل امانت ہونا بیان کیا تو اُسکی بات معتبر ہے۔

(فتاویٰ خانہ، کتاب اقرار)

دوسرے قول سے ثبوت اقرار کا بیان

(وَلَوْ قَالَ لَهُ رَجُلٌ لِي عَلَيْكَ أَلْفٌ فَقَالَ اتَّزِنُهَا أَوْ اتَّقِدْهَا أَوْ أَجْلِنِي بِهَا أَوْ قَدْ

قَضَيْتُهَا فَهُوَ إِقْرَارٌ) لِأَنَّ الْهَاءَ فِي الْأَوَّلِ وَالثَّانِي كِنَايَةٌ عَنِ الْمَذْكَورِ فِي الدَّعْوَى ، فَكَانَهُ قَالَ : اتَّزِنِ الْأَلْفَ الَّتِي لَكَ عَلَيَّ ، حَتَّى لَوْ لَمْ يَذْكَرْ حَرْفَ الْكِنَايَةِ لَا يَكُونُ إِقْرَارًا لِعَدَمِ انْصِرَافِهِ إِلَى الْمَذْكَورِ ، وَالتَّاجِيلُ إِنَّمَا يَكُونُ فِي حَقِّ وَاجِبٍ ، وَالْقَضَاءُ يَتَلَوُ الْوُجُوبَ وَدَعْوَى الْإِبْرَاءِ كَالْقَضَاءِ لِمَا بَيْنَنَا ، وَكَذَا دَعْوَى الصَّدَقَةِ وَالْهِبَةِ لِأَنَّ التَّمْلِيكَ يَقْتَضِي سَابِقَةَ الْوُجُوبِ ، وَكَذَا لَوْ قَالَ أَحَلَّتْكَ بِهَا عَلَيَّ فَلَانَ لِأَنَّهُ تَرْجُوبٌ لِلدَّيْنِ .

ترجمہ

اور جب کسی دوسرے شخص نے کہا کہ میرے تجھ پر ایک ہزار دراہم ہیں تب دوسرے نے کہا کہ ان کا وزن کر لو یا نقدی پر معاملہ کرو یا مجھے مہلت دے دو یا وہ دراہم میں تجھ کو دے چکا ہوں تو یہ اقرار ہوگا کیونکہ پہلے اور دوسرے جملے میں جو ”ہا“ کا استعمال ہوا ہے وہ ان دراہم سے کنایہ ہے جو اس کے دعویٰ میں ذکر کیا گیا ہے۔ لہذا یہ اس نے اس طرح کہا ہے کہ وہ ایک ہزار دراہم جو تمہارے مجھ پر ہیں ان کا وزن کرو۔ پس اگر اس نے حرف کنایہ کو ذکر نہ کیا ہوتا تو یہ اقرار نہ ہوتا کیونکہ اس کے ذکر کردہ دعویٰ کی جانب کو پھیرنا یہ ممکن نہیں ہے۔ حق مہلت دینا یہی حق واجب میں ثابت ہے کیونکہ ادائیگی وجوب کے بعد ہوا کرتی ہے (قاعدہ فقہیہ) اور بری کرنے کا دعویٰ قضاء کی طرح ہوگا البتہ ہبہ اور صدقہ کرنے کا دعویٰ کی بھی قضاء کی طرح ہوگا۔ کیونکہ ملکیت پہلے واجب ہونے کا تقاضا کرنے والی ہے اور اسی طرح جب اس نے کہا ہے میں نے دراہم کے بارے میں تم کو فلاں شخص کے سپرد کر دیا تھا کیونکہ یہ قرض کا حوالہ لانا ہے۔

سیاق کلام کے سبب ثبوت اقرار کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب ایک شخص نے کہا تمہارے ذمہ میرے ایک ہزار روپے ہیں اس نے کہا ان کو گن کر لے لو یا مجھے اتنے دنوں کی مہلت دو یا میں نے تم کو ادا کر دیے یا تم نے معاف کر دیے یا تم نے مجھ پر صدقہ کر دیے یا تم نے مجھے ہبہ کر دیے یا میں نے تمہیں زید پر ان کا حوالہ کر دیا تھا یا کہا ابھی میعاد پوری نہیں ہوئی یا کل دوڑ گیا یا ابھی میسر نہیں یا کہا تم کس قدر تقاضے کرتے ہو، یا واللہ میں تمہیں ادا نہیں کروں گا یا تم مجھ سے آج نہیں لے سکتے یا کہا ٹھہر جاؤ میرا روپیہ آ جائے یا میرا نوکر آ جائے یا مجھ سے کون لے سکتا ہے یا کسی کو کل بھیج دینا وہ قبضہ کر لے گا ان سب صورتوں میں ایک ہزار کا اقرار ہو گیا بشرطیکہ قرآن سے یہ نہ معلوم ہوتا ہو کہ یہ بات ہنسی مذاق کی ہے اگر مذاق سے یہ کہا اور گواہ بھی اسکی شہادت دیتے ہوں تو کچھ نہیں اور اگر فقط یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مذاق میں میں نے کہا تو اسکی تصدیق نہیں کی جائیگی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاقرار، بیروت)

اور جب ایک نے دوسرے سے کہا میرے سو روپے جو تمہارے ذمہ ہیں دے دو کیونکہ جن لوگوں کے ذمہ ہیں وہ پیچھا

نہیں چھوڑتے دوسرے نے کہا اُن کو مجھ پر حوالہ کر دیا کہا اُنھیں میرے پاس لاؤ میں ضامن ہو جاؤں گا یا کہا کہ قسم کھا جاؤ کہ یہ مال تمہیں نہیں پہنچا ہے یہ سب صورتیں اقرار کی ہیں۔ ایک نے دوسرے پر ہزار روپے کا دعویٰ کیا مدعی علیہ نے کہا اُن میں سے کچھ لے چکے ہو یا پوچھا اُن کی میعاد کب ہے یہ ہزار کا اقرار ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاقرار، بیروت)

مخاطب کے قول وزن کر لو کے سبب ثبوت اقرار میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی دوسرے شخص نے کہا کہ میرے تجھ پر ایک ہزار درہم ہیں تب دوسرے نے کہا کہ ان کا وزن کر لو یا نقدی پر معاملہ کرو یا مجھے مہلت دے دو یا وہ درہم میں تجھ کو دے چکا ہوں تو یہ اقرار ہوگا۔ حضرت امام شافعی اور امام احمد علیہما الرحمہ کے نزدیک یہ اقرار نہیں ہے اور بعض اصحاب مالکیہ نے بھی کہا ہے کہ یہ اقرار نہیں ہے کیونکہ قائل اس قول ”وزن کر لو“ میں دونوں احتمال ہیں۔ کہ شاید وہ اقرار کر رہا ہے یا شاید وہ مذاق کر رہا ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب اقرار، بیروت)

مقرر کا قرض مؤجل کا اقرار کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَقْرَبَ بَدَيْنٍ مُّوَجَّلٍ فَصَدَّقَهُ الْمُقَرَّرُ لَهُ فِي الدَّيْنِ وَكَذَّبَهُ فِي التَّأْجِيلِ لَزِمَهُ الدَّيْنُ حَالًا) لِأَنَّهُ أَقْرَبَ عَلَى نَفْسِهِ بِمَالٍ وَادَّعَى حَقًّا لِنَفْسِهِ فِيهِ فَصَارَ كَمَا إِذَا أَقْرَبَ بَعْدَ فِي يَدِهِ وَادَّعَى الْبِجَارَةَ ، بِخِلَافِ الْإِقْرَارِ بِالذَّرَاهِمِ السُّوْدِ لِأَنَّهُ صِفَةٌ فِيهِ وَقَدْ مَرَّتِ الْمَسْأَلَةُ فِي الْكِفَالَةِ . قَالَ (وَيَسْتَحْلِفُ الْمُقَرَّرُ لَهُ عَلَى الْأَجَلِ) لِأَنَّهُ مُنْكَرٌ حَقًّا عَلَيْهِ وَالْيَمِينُ عَلَى الْمُنْكَرِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے قرض مؤجل کا اقرار کیا اور قرض کے بارے میں مقرر نے بھی اس کی تصدیق کر دی ہے البتہ اس نے تاویل یعنی جلدی کے بارے میں اس کی تکذیب کی ہے تو مقرر پر اسی حالت میں قرض لازم ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ اپنے آپ پر مال کا اقرار کرنے والا ہے اور اس نے اس میں اپنے لئے ایک حق کا اس نے دعویٰ کیا ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح جب اس کے قبضہ میں ایک غلام ہو اور وہ دوسرے کیلئے اس کا اقرار کر لیکن ساتھ ہی اس نے اجارہ کا دعویٰ کر دیا ہے بہ خلاف سیاہ درہم کے اقرار کے کیونکہ سیاہ ہونا یہ درہم کی صفت ہے اور یہ مسئلہ کتاب کفالہ میں گزر چکا ہے اور مدت کے انکار کرنے پر مقرر سے قسم لی جائے گی کیونکہ وہ اپنے اوپر ایک حق کے لازم ہونے سے انکار کرنے والا ہے اور انکار کرنے والے پر ہی قسم ہوا کرتی ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب دین مؤجل کا اقرار کیا یعنی یہ کہا فلاں کا میرے ذمہ اتنا دین ہے جس کی

میعاد یہ ہے مقررہ نے کہا میعاد پوری ہو چکی فوراً دینا واجب ہوگا اور میعاد باقی ہونا دعویٰ ہے جس کے لیے ثبوت درکار ہے۔ اسی طرح اس کے پاس کوئی چیز ہے کہتا ہے یہ چیز فلاں کی ہے میں نے کرایہ پر لی ہے اس کے لیے اقرار ہو گیا اور کرایہ پر اس کے پاس ہونا ایک دعویٰ ہے جس کے لیے ثبوت کی ضرورت ہے اگر مقرر میعاد اور اجارہ کو گواہوں سے ثابت کر دے نہیں، ورنہ مقررہ پر حلف دیا جائے گا۔ (در مختار، کتاب الاقرار، بیروت)

ایک سو ایک دراہم کا اقرار کرنے کا بیان

(وَإِنْ قَالَ : لَهُ عَلَى مِائَةِ وَدِرْهَمٍ لَزِمَهُ كُلُّهَا دَرَاهِمٌ . وَلَوْ قَالَ : مِائَةٌ وَثَوْبٌ لَزِمَهُ ثَوْبٌ وَاحِدٌ ، وَالْمَرْجِعُ فِي تَفْسِيرِ الْمِائَةِ إِلَيْهِ) وَهُوَ الْقِيَاسُ فِي الْأَوَّلِ ، وَبِهِ قَالَ الشَّافِعِيُّ لِأَنَّ الْمِائَةَ مُبْهَمَةٌ وَالذَّرْهَمَ مَعْطُوفٌ عَلَيْهَا بِالْوَاوِ الْعَاطِفَةِ لَا تَفْسِيرًا لَهَا فَبَقِيَ الْمِائَةُ عَلَى ابْتِهَامِهَا كَمَا فِي الْفَصْلِ الثَّانِي .

وَجْهٌ الْإِسْتِحْسَانِ وَهُوَ الْفَرْقُ أَنَّهُمْ اسْتَقْلَوْا تَكَرُّرَ الذَّرْهَمِ فِي كُلِّ عَدَدٍ وَانْتَفَوْا بِذِكْرِ عَقِيبِ الْعَدَدَيْنِ .

وَهَذَا فِيمَا يَكْثُرُ اسْمُهُ وَذَلِكَ عِنْدَ كَثْرَةِ الْوُجُوبِ بِكَثْرَةِ أَسْبَابِهِ وَذَلِكَ فِي الذَّرَاهِمِ وَالذَّنَانِيرِ وَالْكَبِيلِ وَالْمَوْزُونِ ، أَمَّا الثِّيَابُ وَمَا لَا يُكَالُ وَلَا يُوزَنُ فَلَا يَكْثُرُ وَجُوبُهَا فَبَقِيَ عَلَى الْإِسْتِحْسَانِ .

(وَكَذَا إِذَا قَالَ : مِائَةٌ وَثَوْبَانِ) لِمَا بَيْنَا (بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ : مِائَةٌ وَثَلَاثَةُ أَثْوَابٍ) لِأَنَّهُ ذَكَرَ عَدَدَيْنِ مُبْهَمَيْنِ وَأَعْقَبَهَا تَفْسِيرًا إِذِ الْأَثْوَابُ لَمْ تُذَكَّرْ بِحَرْفِ التَّعْظِيمِ فَانْصَرَفَ إِلَيْهِمَا لِاسْتِوَائِهِمَا فِي الْحَاجَةِ إِلَى التَّفْسِيرِ فَكَانَتْ كُلُّهَا ثِيَابًا .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کہا کہ فلاں کے مجھ پر ایک سو ایک دراہم ہیں تو اس پر ایک سو ایک دراہم لازم ہوں گے اور جب اس نے ایک سو اور ثوب کہا ہے تو اس پر ایک کپڑا لازم ہوگا جبکہ سو کی تفسیر میں اس سے رجوع کیا جائے گا جبکہ پہلے مسئلہ میں بھی قیاس اسی کا تقاضہ کرنے والا ہے اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ ماۃ اپنے ابہام پر باقی ہے جس طرح دوسری فصل میں بیان کیا گیا ہے۔

استحسان کی دلیل اور وجہ فرق یہ ہے کہ ہر عدد میں درہم کے تکرار کو لوگ ثقیل سمجھتے ہیں اور دو عدد کے بعد اسی کے ذکر کو کافی

جانتے ہیں اور یہ اس صورت میں ہوگا جب اس کا استعمال زیادہ ہو اور استعمال کی زیادتی کا اعتبار اس وقت ہوگا جب اسباب کی کثرت و جوہ کی کثرت سے ہو۔

اور یہ حکم دراہم، دنانیر، کیل والی اور وزن والی اشیاء میں ہوتا ہے۔ جبکہ کپڑوں کو نہ کیل کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی وزن کیا جاسکتا ہے۔ پس ان کا وجوب زیادہ نہ ہوگا۔ پس یہاں ماہ حقیقت پر باقی ہوگا۔

اور اسی طرح جب اس نے کہا ”ماہ وثوب“ تو یہ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں بہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس نے ماہ اور ثلاثہ اثواب کہہ دیا ہے کیونکہ اب اس نے دو ابہام والے اعداد کو ذکر کرنے کے بعد ان کی تفسیر کو بھی ذکر کر دیا ہے۔ کیونکہ لفظ اثواب کو عطف کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا پس یہ تفسیر ان دونوں اعداد کی جانب لوٹنے والی ہوگی۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ انہی دونوں کو ہی تو تفسیر کی حاجت ہے پس وہ سب کپڑے ہی قرار دیئے جائیں گے۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے ایک سوا یک روپیہ کہا تو کل روپیہ ہی ہے اور ایک سوا یک تھان یا ایک سو دو تھان کہا تو ایک سو کے متعلق دریافت کیا جائے گا کہ اس سے کیا مراد ہے۔ ٹوکری میں آم کہا تو ٹوکری اور آم دونوں کا اقرار ہے اصطبل میں گھوڑا کہا تو صرف گھوڑا ہی دینا ہوگا اصطبل کا اقرار نہیں انگوٹھی کا اقرار ہے تو حلقہ اور نگ دونوں چیزیں دینی ہوں گی۔ تلوار کا اقرار ہے تو پھل اور قبضہ اور میان اور تسمہ سب کا اقرار ہے۔ مسہری کا اقرار ہے تو چاروں ڈنڈے اور چوکھٹا اور پردہ بھی اس اقرار میں داخل ہیں۔ پٹھن میں تھان یا رومال میں تھان کہا تو پٹھن اور رومال کا بھی اقرار ہے ان کو دینا ہوگا۔

(در مختار، کتاب اقرار، بیروت)

جس نے ایک تھیلی چھوہاروں کا اقرار کیا

قَالَ (وَمَنْ أَقْرَبْتُمْ فِي قَوْصِرَةٍ لَزِمَهُ التَّمْرُ وَالْقَوْصِرَةُ) وَفَسَّرَهُ فِي الْأَصْلِ بِقَوْلِهِ :
غَضِبْتُ تَمْرًا فِي قَوْصِرَةٍ . وَوَجَّهَهُ أَنَّ الْقَوْصِرَةَ وَعَاءٌ لَهُ وَظَرْفٌ لَهُ ، وَغَضِبُ الشَّيْءِ
وَهُوَ مَظْرُوفٌ لَا يَتَحَقَّقُ بِدُونِ الظَّرْفِ فَيَلْزَمَانِهِ وَكَذَا الطَّعَامُ فِي السَّفِينَةِ وَالْحِنْطَةُ فِي
الْجَوَالِقِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ : غَضِبْتُ تَمْرًا مِنْ قَوْصِرَةٍ لِأَنَّ كَلِمَةَ مِنْ لِلانْتِزَاعِ
فَيَكُونُ الْإِقْرَارُ بِغَضِبِ الْمَنْزُوعِ .

قَالَ : (وَمَنْ أَقْرَبَ بِدَابَّةٍ فِي إِصْطَبَلٍ لَزِمَهُ الدَّابَّةُ خَاصَّةً) لِأَنَّ الْإِصْطَبَلَ غَيْرُ مَضْمُونٍ
بِالْغَضِبِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَعَلَى قِيَاسِ قَوْلِ مُحَمَّدٍ يَضْمَنُهُمَا وَمِثْلُهُ الطَّعَامُ
فِي الْبَيْتِ .

قَالَ: (وَمَنْ أَقْرَبَ لِغَيْرِهِ بِخَاتِمٍ لَزِمَهُ الْحَلَقَةُ وَالْفَصُّ) لِأَنَّ اسْمَ الْخَاتِمِ يَشْمَلُ الْكُلَّ .
 وَمَنْ أَقْرَبَ لَهُ بِسَيْفٍ فَلَهُ النَّصْلُ وَالْجَفْنُ وَالْحَمَائِلُ) لِأَنَّ الْاسْمَ يَنْطَوِي عَلَى الْكُلِّ .
 وَمَنْ أَقْرَبَ بِحَجَلَةٍ فَلَهُ الْعِيدَانُ وَالْكِسْوَةُ) لِانْطِلَاقِ الْاسْمِ عَلَى الْكُلِّ عُرْفًا .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے اپنے ذمہ ایک تھیلہ میں دوسرے کے چھوہاروں کا اقرار کیا تو اس پر چھوہاروں کے ساتھ تھیلہ بھی لازم ہو جائے گا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مبسوط میں اس کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے کہ میں نے تھیلے میں رکھے گئے چھوہاروں کو غضب کیا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ تھیلہ چھوہاروں کیلئے برتن ہے اور اس چیز یعنی مظروف کا غضب کرنا یہ ظرف کے بغیر ممکن نہیں ہے پس اقرار کرنے والے پر دونوں چیزیں لازم ہوں گی۔ کشتی میں رکھے ہوئے غلے اور گودام میں رکھے گئے غلے کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مقر نے یہ کہا ہے کہ میں نے تھیلے سے غضب کیا ہے کیونکہ کلمہ ”من“ یہ نکالنے کیلئے بنایا گیا ہے۔ پس یہ نکالی گئی چیز کے غضب کا اقرار ہوگا۔

اور جب کسی شخص نے اصطلبل میں گھوڑے کو غضب کرنے کا اقرار کیا تو اس پر صرف جانور لازم ہوگا کیونکہ شیخین کے نزدیک اصطلبل غضب کے سبب ضمان میں نہیں آئے گا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اصطلبل اور گھوڑا یہ دونوں کا ضامن ہوگا اور گھر میں غلہ غضب کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔ اور جب کسی نے دوسرے کیلئے خاتم یعنی چاندی کی انگوٹھی کا اقرار کیا اور اس پر انگوٹھی کا نگینہ اور حلقہ بھی لازم ہوگا اس لئے لفظ خاتم ان سب کو شامل ہے اور جب کسی نے دوسرے کیلئے تلوار کا اقرار کیا ہے تو اس پر پھل، نیام اور پرتلہ یہ سب لازم ہوں گے۔ کیونکہ لفظ ”سیف“ ان سب کو شامل ہے۔

اور جب کسی شخص نے چھپر کا اقرار کیا ہے تو اس پر اس کی لکڑیاں اور پردہ وغیرہ سب لازم ہوں گے کیونکہ عرف میں لفظ حجلہ ان سب چیزوں پر بولا جاتا ہے۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک سو ایک روپیہ کہا تو کل روپیہ ہی ہے اور ایک سو ایک تھان یا ایک سو دو تھان کہا تو ایک سو کے متعلق دریافت کیا جائے گا کہ اس سے کیا مراد ہے۔ ٹوکری میں آم کہا تو ٹوکری اور آم دونوں کا اقرار ہے اصطلبل میں گھوڑا کہا تو صرف گھوڑا ہی دینا ہوگا اصطلبل کا اقرار نہیں انگوٹھی کا اقرار ہے تو حلقہ اور نگ دونوں چیزیں دینی ہوں گی۔ تلوار کا اقرار ہے تو پھل اور قبضہ اور میان اور تمہ سب کا اقرار ہے۔ مسہری کا اقرار ہے تو چاروں ڈنڈے اور چوکھٹا اور پردہ۔ اس اقرار میں داخل ہیں۔ پیٹھن

میں تھان یا رومال میں تھان کہا تو پیٹھن اور رومال کا بھی اقرار ہے ان کو دینا ہوگا۔ (در مختار، کتاب الاقرار، بیروت)

رومال میں لیٹے ہوئے کپڑے کو غصب کرنے کا بیان

(وَإِنْ قَالَ غَصَبْتُ ثَوْبًا فِي مَنَدِيلٍ لَزِمَاهُ جَمِيعًا) لِأَنَّهُ ظَرَفٌ لِأَنَّ الثَّوْبَ يُلْفٌ فِيهِ .
(وَكَذَلِكَ قَالَ عَلَى ثَوْبٍ فِي ثَوْبٍ) لِأَنَّهُ ظَرَفٌ بِخِلَافِ قَوْلِهِ : دِرْهَمٌ فِي دِرْهَمٍ
حَيْثُ يَلْزِمُهُ وَاحِدٌ لِأَنَّهُ ضَرْبٌ لَا ظَرَفٌ (وَإِنْ قَالَ : ثَوْبٌ فِي عَشْرَةِ أَثْوَابٍ لَمْ يَلْزِمُهُ
إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ : لَزِمَهُ أَحَدٌ عَشَرَ ثَوْبًا) لِأَنَّ النَّفِيسَ مِنَ الثِّيَابِ قَدْ يُلْفُ فِي عَشْرَةِ أَثْوَابٍ
فَأَمَّا كَنْ حَمْلُهُ عَلَى الظَّرْفِ . وَلِأَبِي يُوسُفَ أَنَّ حَرْفَ "فِي" "يُسْتَعْمَلُ فِي الْبَيْنِ
وَالْوَسْطِ أَيْضًا ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (فَادْخُلِي فِي عِبَادِي) أَيْ بَيْنَ عِبَادِي ، فَوَقَعَ الشَّكُّ
وَالْأَصْلُ بَرَاءَةُ الدَّمِّ ، عَلَى أَنَّ كُلَّ ثَوْبٍ مُوعَى وَلَيْسَ بِوَعَاءٍ فَتَعَدَّرَ حَمْلُهُ عَلَى
الظَّرْفِ فَتَعَيَّنَ الْأَوَّلُ مَحْمَلًا .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کہا کہ رومال میں لپیٹا ہوا کپڑے کے تھان کو میں نے غصب کیا ہے۔ تو اس پر کپڑا اور رومال دونوں لازم ہوں گے۔ کیونکہ یہاں پر رومال ظرف ہے اس لئے یہ رومال میں کپڑا لپیٹ دیا جاتا ہے اسی طرح جب کسی شخص نے کہا کہ مجھ پر تھان میں تھان ہے۔ کیونکہ یہاں پر بھی دوسرا کپڑا ظرف ہے بہ خلاف اس قول کے کہ جب کس نے ”درہم فی درہم“ کہا ہے کیونکہ اس صورت میں اس پر ایک ہی کپڑا لازم ہوگا۔ کیونکہ یہ حساب کا ضرب ہے حساب کا ظرف نہیں ہے۔

اور جب کسی شخص نے کہا کہ ایک کپڑا ان کپڑوں میں ہے تو حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس پر صرف ایک کپڑا واجب ہوگا،

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس پر گیارہ کپڑے لازم ہوں گے۔ کیونکہ اچھے کپڑے کو بھی دس کپڑوں میں لپیٹ دیا گیا ہے۔ پس دس کپڑوں کو ظرف پر محمول کیا جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ حرف ”فی“ یہ درمیان کے حنی میں استعمال ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ”فَادْخُلِي فِي عِبَادِي“ پس یہاں ”فی“ کا کپڑے کیلئے ظرف بننے میں شک ہوگا جبکہ ذمہ داری سے فراغت اصل ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر کپڑا مظرف اور ظرف کوئی بھی نہ ہو، اس طرح بھی اس کو ظرف پر محمول کرنا ناممکن ہے لہذا پہلے حکم کا تعین ہو جائے گا۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب تھیلی میں روپے ہیں یہ کہا کہ یہ تھیلی فلاں کی ہے تو روپے بھی اقرار میں داخل ہیں مقرر کہتا ہے کہ میری مراد صرف تھیلی تھی روپے کا میں نے اقرار نہیں کیا اُسکی بات معتبر نہیں ہے۔ اسی طرح اگر یہ کہا کہ یہ ٹوکری فلاں کی ہے اور اس میں پھل ہیں تو پھل بھی اقرار میں داخل ہیں۔ یہ مٹکا فلاں کا ہے اور اُس میں سرکہ ہے تو سرکہ بھی اقرار میں داخل ہے اور اگر بوری میں غلہ ہے اور یہ کہا کہ یہ بوری فلاں کی ہے پھر کہتا ہے صرف بوری اُس کی ہے غلہ میرا ہے تو اس کی بات مان لی جائیگی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاقرار، بیروت)

مقرر کے قول پانچ در پانچ کے اقرار کا بیان

(وَلَوْ قَالَ : لِفُلَانٍ عَلَيَّ خَمْسَةٌ فِي خَمْسَةٍ يُرِيدُ الضَّرْبَ وَالْحِسَابَ لَزِمَهُ خَمْسَةٌ)
لَأَنَّ الضَّرْبَ لَا يُكْثِرُ الْمَالَ . وَقَالَ الْحَسَنُ : يَلْزِمُهُ خَمْسَةٌ وَعِشْرُونَ وَقَدْ ذَكَرْنَا فِي
الطَّلَاقِ (وَلَوْ قَالَ أَرَدْتُ خَمْسَةً مَعَ خَمْسَةٍ لَزِمَهُ عَشْرَةٌ) لِأَنَّ اللَّفْظَ يَحْتَمِلُهُ .

(وَلَوْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ مِنْ دِرْهَمٍ إِلَى عَشْرَةٍ أَوْ قَالَ مَا بَيْنَ دِرْهَمٍ إِلَى عَشْرَةٍ لَزِمَهُ تِسْعَةٌ عِنْدَ
أَبِي حَنِيفَةَ فَيَلْزِمُهُ الْإِبْتِدَاءُ وَمَا بَعْدَهُ وَتَسْقُطُ الْغَايَةُ ، وَقَالَ : يَلْزِمُهُ الْعَشْرَةُ كُلُّهَا)
فَتَدْخُلُ الْغَايَتَانِ . وَقَالَ زُفَرٌ : يَلْزِمُهُ ثَمَانِيَةٌ وَلَا تَدْخُلُ الْغَايَتَانِ .

(وَلَوْ قَالَ لَهُ مِنْ دَارِي مَا بَيْنَ هَذَا الْحَائِطِ إِلَى هَذَا الْحَائِطِ فَلَهُ مَا بَيْنَهُمَا وَلَيْسَ لَهُ مِنْ
الْحَائِطَيْنِ شَيْءٌ) وَقَدْ مَرَّتِ الدَّلَائِلُ فِي الطَّلَاقِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کہا کہ مجھ پر فلاں آدمی کے پانچ در پانچ ہیں اور اس نے حساب و ضرب کا ارادہ کیا ہے تو اس پر پانچ در اہم لازم ہوں گے۔ کیونکہ ضرب سے مال میں اضافہ نہیں ہوا کرتا۔

حضرت امام حسن علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس پر پچیس در اہم لازم ہوں گے۔ اور کتاب طلاق میں ہم اس کو بیان کر آئے ہیں اور جب اس نے پانچ کے ساتھ پانچ کا ارادہ کیا ہے تو اس پر دس در اہم لازم ہوں گے کیونکہ اب اس کے الفاظ میں اسی کا احتمال ہے۔

اور جب اس نے کہا کہ مجھ پر فلاں شخص کے ایک درہم سے لیکر دس در اہم تک ہیں یا اس نے کہا ایک درہم سے لیکر دس کے درمیان تک ہیں تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس پر نو در اہم لازم ہوں گے۔ پس اس پر ابتداء والے اور اس کے بعد

والے دراہم لازم نہ ہوں گے۔ اور آخری درہم بھی لازم نہ ہوگا۔

صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک اس پر مکمل دس دراہم لازم ہوں گے۔ اور یہ دونوں غایات داخل ہوں گی جبکہ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کے نزدیک اس پر آٹھ دراہم لازم ہوں گے۔ اور یہ دونوں غایات داخل نہ ہوں گی۔

اور جب اس نے کہا کہ میرے ذمہ پر فلاں آدمی کے میرے گھر میں اس دیوار سے اُس دیوار کے درمیان تک ہے تو مقرلہ کو دونوں دیواروں کے درمیان والا حصہ ملے گا جبکہ دونوں دیواروں میں سے اس کو کچھ نہ مل سکے گا اور اسکے دلائل کتاب طلاق میں گزر چکے ہیں۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اس دیوار سے اس دیوار تک فلاں کا ہے دونوں دیواروں کے درمیان جو کچھ ہے وہ مقرلہ کے لیے ہے اور دیواریں اقرار میں داخل نہیں۔ (درمختار، کتاب الاقرار، بیروت)

دیوار کا اقرار کیا کہ یہ فلاں کی ہے پھر یہ کہتا ہے میری مراد یہ تھی کہ دیوار اُسکی ہے زمین اُسکی نہیں اسکی بات نہیں مانی جائیگی دیوار زمین دونوں چیزیں مقرلہ کو دلانی جائیں گی۔ اسی طرح اینٹ کے ستون بنے ہوئے ہیں اُنکا اقرار کیا تو اُن کے نیچے کی زمین بھی مقرلہ کی ہوگی اور لکڑی کا ستون ہے اس کا اقرار کیا تو صرف ستون مقرلہ کا ہے زمین نہیں پھر اگر ستون کے نکال لینے میں مقر کا ضرر نہ ہو تو مقرلہ ستون نکال لے جائے اور اگر ضرر ہے تو مقر ستون کی اُس کو قیمت دیدے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاقرار، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں جب اس نے یہ کہا کہ اس گھر کی عمارت یا اس کا عملہ فلاں شخص کا ہے تو صرف عمارت کا اقرار ہے زمین اقرار میں داخل نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاقرار، بیروت)

اور جب اس نے یہ اقرار کیا کہ میرے باغ میں یہ درخت فلاں کا ہے تو وہ درخت اور اُسکی موٹائی جتنی ہے اتنی زمین بھی مقرلہ کو دلانی جائیگی۔ اس درخت میں جو پھل ہیں فلاں کے ہیں یہ صرف پھلوں کا اقرار ہے درخت کا اقرار نہیں۔ اسی طرح یہ اقرار کیا کہ اس کھیت میں فلاں کی زراعت ہے یہ صرف زراعت کا اقرار ہے زمین اقرار میں داخل نہیں۔

اور جب اس نے یہ اقرار کیا کہ یہ زمین فلاں کی ہے اور اُس میں زراعت موجود ہے تو زمین و زراعت دونوں مقرلہ کو دلانی جائیگی اور اگر مقر نے گواہوں سے قاضی کے فیصلہ سے قبل یا بعد یہ ثابت کر دیا کہ زراعت میری ہے تو گواہ قبول ہونگے اور زراعت اسی کو ملے گی۔ اگر زمین کا اقرار کیا اور اس میں درخت ہیں تو درخت بھی مقرلہ کو دلانے جائیں گے اور مقر گواہوں سے یہ ثابت کرے کہ درخت میرے ہیں تو گواہ قبول نہیں مگر جبکہ اقرار ہی یوں کیا تھا کہ زمین اُسکی ہے اور درخت میرے ہیں تو گواہ مقبول ہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاقرار، بیروت)

فصل

﴿یہ فصل مسائل حمل کے بیان میں ہے﴾

فصل مسائل حمل کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب اقرار میں فقہی مسائل جو اقرار سے متعلق ہیں ان کو بیان کرتے ہوئے حمل سے متعلقہ مسائل کیلئے ایک الگ فصل ذکر کی ہے۔ کیونکہ اقرار سے متعلق حمل کے مسائل بقیہ تمام مسائل سے الگ ہیں لہذا انہی جزئیات کی موافقت کرتے ہوئے جداگانہ فصل میں ان کو ذکر کیا ہے اور کتاب مبسوط کی اتباع میں کچھ زائد مسائل بھی بیان کر دیئے گئے ہیں۔

حمل کیلئے ایک ہزار درہم کا اقرار کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ : لِحَمَلِ فُلَانَةَ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ ، فَإِنْ قَالَ أَوْصَى لَهُ فُلَانٌ أَوْ مَاتَ أَبُوهُ فَوَرِثَهُ فَأَلِيقْرَارُ صَحِيحٌ) لِأَنَّهُ أَقْرَبُ سَبَبٍ صَالِحٍ لِثُبُوتِ الْمَلِكِ لَهُ (ثُمَّ إِذَا جَاءَتْ بِهِ فِي مُدَّةٍ يُعْلَمُ أَنَّهُ كَانَ قَائِمًا وَقَتَّ الْإِقْرَارِ لَزِمَهُ ، فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ مَيِّتًا فَالْمَالُ لِلْمُوصِي وَالْمُورَثِ حَتَّى يُقْسَمَ بَيْنَ وَرَثَتِهِ) لِأَنَّهُ إِقْرَارٌ فِي الْحَقِيقَةِ لَهُمَا ، وَإِنَّمَا يَنْتَقِلُ إِلَى الْجَنِينِ بَعْدَ الْوِلَادَةِ وَلَمْ يَنْتَقِلْ (وَلَوْ جَاءَتْ بِوَلَدَيْنِ حَيِّينِ فَالْمَالُ بَيْنَهُمَا ، وَلَوْ قَالَ الْمُقْرَبُ بَاعَنِي أَوْ أَقْرَضَنِي لَمْ يَلْزِمَهُ شَيْءٌ) لِأَنَّهُ بَيْنَ مُسْتَحِيلًا .

قَالَ (وَإِنْ أَبْهَمَ الْإِقْرَارُ لَمْ يَصِحَّ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ : يَصِحُّ) لِأَنَّ الْإِقْرَارَ مِنَ الْحُجَجِ فَيَجِبُ إِعْمَالُهُ وَقَدْ أُمِّكِنَ بِالْحَمْلِ عَلَى السَّبَبِ الصَّالِحِ .

وَلَأَبِي يُوسُفَ أَنَّ الْإِقْرَارَ مُطْلَقُهُ يَنْصَرِفُ إِلَى الْإِقْرَارِ بِسَبَبِ التَّجَارَةِ ، وَلِذَا حَمِلَ إِقْرَارُ الْعَبْدِ الْمَأْذُونِ لَهُ وَأَحَدِ الْمُتَفَاوِضِينَ عَلَيْهِ فَيَصِيرُ كَمَا إِذَا صَرَخَ بِهِ .

قَالَ (وَمَنْ أَقْرَبَ بِحَمَلِ جَارِيَةٍ أَوْ حَمَلِ شَاةٍ لِرَجُلٍ صَحَّ إِقْرَارُهُ وَلَزِمَهُ) لِأَنَّ لَهُ وَجْهًا صَحِيحًا وَهُوَ الْوَصِيَّةُ بِهِ مِنْ جِهَةِ غَيْرِهِ فَحَمِلَ عَلَيْهِ .

قَالَ (وَمَنْ أَقْرَبَ بِشَرْطِ الْخِيَارِ بَطَلَ الشَّرْطُ) لِأَنَّ الْخِيَارَ لِلْفَسْخِ وَالْإِخْبَارُ لَا يَحْتَمِلُهُ (وَلَزِمَهُ الْمَالُ) لِوُجُودِ الصَّيْغَةِ الْمُلْزِمَةِ وَلَمْ تَنْعَدِمِ بِهَذَا الشَّرْطِ الْبَاطِلِ ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

ترجمہ

فرمایا اور جب کسی شخص نے کہا کہ فلاں عورت کے حمل کا مجھ پر ایک ہزار درہم ہے اور اگر اب وہ یہ کہتا ہے کہ فلاں شخص نے اس کیلئے وصیت کی ہے یا اس حمل کے باپ کو انتقال ہوا تھا اور وہ ہزار درہم اس کو وراثت میں ملے ہیں تو اقرار درست ہوگا کیونکہ اس نے ایسے سبب کا اقرار کیا ہے جس سبب اس حمل کے ثبوت ملکیت کی قوت رکھتا ہے۔ اور اس کے بعد اگر وہ فلاں عورت اتنی مدت زندہ اس کو جنے جس سے یہ معلوم کیا جاسکے کہ اقرار کے وقت حمل موجود تھا۔ تو مقرر بہ یہ مقرر پر لازم ہو جائے گا۔

اور جب اس نے مردہ کو جنم دیا ہے تو وہ مال موصلی اور مورث کا ہوگا اور موصلی اور مورث کے وراثت میں اس کو تقسیم کیا جائے گا کیونکہ حقیقت میں یہ انہی کیلئے اقرار ہے اور بچے کی جانب ولادت کے بعد یہ ملکیت منتقل ہوتی ہے حالانکہ مردہ پیدا ہونے کے سبب اس کی جانب منتقل نہیں ہوئی ہے۔

اور جب عورت نے دو زندہ بچوں کو جنم دیا ہے تو یہ مال ان کے درمیان مشترک ہوگا۔ اور جب مقرر نے کہا کہ حمل نے وہ مال مجھ کو فروخت کر دیا ہے یا مجھے قرض کے طور پر دے دیا ہے تو اس پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ اس نے ایک ناممکن سبب کو بیان کیا ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جب وہ اقرار کو مبہم رکھے تو وہ اقرار درست نہ ہوگا جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے صحیح ہے۔ کیونکہ اقرار کے صحیح حجت ہے پس اس پر عمل کرنا واجب ہے اور صلاحیت رکھنے والے سبب پر اس کو محمول کرتے ہوئے اس پر عمل کرنا ممکن ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ مطلق اقرار، تجارت کے سبب میں اقرار کی جانب لوٹتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اسی اصول کے مطابق عبد ماذون اور شرکت مفاوضہ کرنے والوں میں کسی ایک کا اقرار، اقرار بہ سبب تجارت پر محمول کیا جاتا ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح مقرر نے وضاحت کے ساتھ سبب تجارت کو بیان کر دیا ہے۔

اور جب کسی شخص نے کسی دوسرے کیلئے کسی باندی یا کسی بکری کے حمل کا اقرار کیا تو اس کا اقرار صحیح ہوگا۔ اور مقرر پر مقرر بہ لازم ہو جائے گا کیونکہ اس کی درست دلیل پائی جاتی ہے یعنی دوسرے کی جانب سے وصیت ہے پس اس کو اقرار کو اسی پر محمول کیا جائے گا۔

اور جس نے خیار شرط کا اقرار کیا تو اس میں شرط باطل ہوگی کیونکہ خیار فسخ کیلئے ہوتا ہے (قاعدہ فقہیہ) جبکہ اقرار میں فسخ کا احتمال نہیں ہوتا لہذا مقرر پر مال لازم ہو جائے گا کیونکہ لازم کرنے والا لفظ ”علی“ موجود ہے لہذا ابطال شرط کے سبب یہ لفظ اور اس کا لازم ہونا یہ باطل نہ ہوگا۔

حمل کا اقرار یا حمل کیلئے اقرار کے درست ہونے کا بیان

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور حمل کا اقرار یا حمل کے لیے اقرار دونوں صحیح ہیں حمل کا اقرار یعنی لونڈی کے پیٹ

میں جو بچہ ہے یا جانور کے پیٹ میں جو بچہ ہے اُس کا اقرار دوسرے کے لیے کر دینا کہ وہ فلاں کا ہے صحیح ہے حمل سے مراد یہ ہے جس کا وجود وقت اقرار میں مظنون ہو ورنہ اقرار صحیح نہیں۔ مظنون ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ عورت منکوحہ ہو تو چھ ماہ سے کم میں اور معتدہ ہو تو دو سال سے کم میں بچہ پیدا ہو اور اگر جانور کا حمل ہو تو اس کی مدت کم سے کم جو کچھ ہو سکتی ہے اوس کے اندر بچہ پیدا ہو اور یہ بات ماہرین سے معلوم ہو سکتی ہے کہ جانوروں میں بچہ ہونے کی کیا کیا مدت ہے۔ بعض علما نے فرمایا کہ بکری میں اقل مدت حمل چار ماہ ہے اور دوسرے جانوروں میں چھ ماہ کا ہے۔ (بحر الرائق، کتاب الاقرار، بیروت)

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حمل کے لیے اقرار کیا کہ یہ چیز اُس بچہ کی ہے جو فلاں عورت کے پیٹ میں ہے اس میں شرط یہ ہے کہ وجوب کا سبب ایسا بیان کرے جو حمل کے لیے ہو سکتا ہو اور اگر ایسا سبب بیان کیا جو ممکن نہ ہو تو اقرار صحیح نہیں پہلے کی مثال ارث و وصیت ہے یعنی یہ کہا کہ اُس عورت کے حمل کے میرے ذمہ سو روپے ہیں پوچھا گیا کہ کیوں کر جواب دیا کہ اُس کا باپ مر گیا میراث کی رو سے اُس کا یہ حق ہے یا فلاں شخص نے اس کی وصیت کی ہے۔ پھر اگر یہ بچہ وقت اقرار سے چھ ماہ سے کم میں پیدا ہو تو اس کی چند صورتیں ہیں لڑکا ہے یا لڑکی ہے یا دو لڑکے ہیں یا دو لڑکیاں ہیں یا ایک لڑکا ہے اور ایک لڑکی۔ اگر لڑکا یا لڑکی ہے تو جو کچھ اقرار کیا ہے لے لے اور دو ہیں خواہ دونوں لڑکے ہوں یا لڑکیاں دونوں برابر بانٹ لیں اور ایک لڑکا ایک لڑکی ہے اور وصیت کی رو سے یہ چیز ملتی ہے تو دونوں برابر کے حقدار ہیں اور میراث کی رو سے ہے تو لڑکی سے لڑکے کو دونوں۔ اور اگر بچہ مردہ پیدا ہوا تو مورث یا موصی کے ورثہ کی طرف منتقل ہو جائیگا۔ (بحر الرائق، کتاب الاقرار، بیروت)

حمل کے لیے اقرار کیا اور سبب نہیں بیان کیا یا ایسا سبب بیان کیا جو ہونہ سکے مثلاً کہتا ہے میں نے اُس سے قرض لیا یا اُس نے بیع کی ہے یا خریدا ہے یا کسی نے اسے ہبہ کیا ہے ان سب صورتوں میں اقرار لغو ہے۔

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ دودھ پیتے بچہ کے لیے اقرار کیا اور سبب ایسا بیان کیا جو حقیقتہً ہو نہیں سکتا ہے یہ اقرار صحیح ہے مثلاً یہ کہا اُس کا میرے ذمہ قرض ہے یا بیع کا ثمن ہے کہ اگر چہ وہ خود قرض نہیں دے سکتا بیع نہیں کر سکتا مگر قاضی یا ولی کر سکتا ہے یوں اُس بچہ کا مطالبہ مقرر کے ذمہ ثابت ہوگا۔ (در مختار، کتاب الاقرار، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب اس نے یہ اقرار کیا کہ اس بچہ کے لیے میں نے فلاں کی طرف سے ہزار روپے کی کفالت کی ہے اور بچہ اتنی عمر کا ہے کہ نہ بول سکتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے تو کفالت باطل ہے مگر جبکہ اُس کے ولی نے قبول کر لیا تو کفالت صحیح ہوگی۔ اور جب ایک شخص آزاد کو قاضی نے مجبور کر دیا ہے یعنی اُس کے تصرفات بیع وغیرہ کی ممانعت کر دی ہے اُس نے دین یا نصب یا بیع یا عتق یا طلاق یا نسب یا قذف یا زنا کا اقرار کیا اُس کے یہ سب اقرار جائز ہیں آزاد شخص کو قاضی کا حجر کرنا جائز نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاقرار، بیروت)

اقرار میں شرط کے باطل ہونے کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اقرار میں شرط خیار ذکر کی یہ اقرار صحیح ہے اور شرط باطل یعنی وہ مطالبہ بلا خیار اس پر

لازم ہو جائے گا اگر مقر لہ نے خیار کے متعلق اس کی تصدیق کی یہ تصدیق باطل ہے ہاں اگر عقد بیع کا اقرار کیا ہے اور بیع بالخیار ہے تو بشرط تصدیق مقر لہ یا گواہوں سے ثابت کرنے پر اس شرط خیار کا اعتبار ہوگا اور اگر مقر لہ نے تکذیب کر دی تو قول اسی کا معتبر ہے کہ یہ منکر ہے۔ (در مختار، کتاب الاقرار، بیروت)

دین کا اقرار کیا اور سبب یہ بتایا کہ میں نے اسکی کفالت کی ہے اور مدت میں مجھے اختیار ہے مدت چاہے طویل ہو یا کوتاہ یہ خیار شرط صحیح ہے بشرطیکہ مقر لہ اسکی تصدیق کرے۔ (در مختار، کتاب الاقرار، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت کا اقرار کیا اور یہ کہا کہ مجھے تین دن کا خیار ہے اقرار صحیح ہے اور خیار باطل اگرچہ مقر لہ تصدیق کرتا ہو۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاقرار، بیروت)

کفالت کی وجہ سے دین کا اقرار کیا اور یہ کہ ایک مدت معلومہ تک کے لیے اس میں شرط خیار ہے وہ مدت طویل ہو یا قصیر اگر مقر لہ اس کی تصدیق کرتا ہو تو خیار ثابت ہوگا اور آخر مدت تک خیار رہے گا اور مقر لہ تکذیب کرتا ہو تو مال لازم ہوگا اور خیار ثابت نہ ہوگا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاقرار، بیروت)

مقر کے اقرار حمل کے درست ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کسی دوسرے کیلئے کسی باندی یا کسی بکری کے حمل کا اقرار کیا تو اس کا اقرار صحیح ہوگا۔ اور مقر پر مقر بہ لازم ہو جائے گا کیونکہ اس کی درست دلیل پائی جاتی ہے یعنی دوسرے کی جانب سے وصیت ہے پس اس کو اقرار کو اسی پر محمول کیا جائے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول جو مزنی نے نقل کیا ہے اس میں یہ ہے کہ مطلق طور پر درست نہیں ہے۔ جبکہ دوسرے قول کے مطابق صحیح ہے اور زیادہ صحیح بھی یہی ہے۔ اور حضرت امام احمد علیہ الرحمہ نے اسی طرح کہا ہے۔ جبکہ امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب اقرار کے وقت اس کو حمل کا یقین ہو تو اس کا اقرار درست ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب الاقرار، بیروت)

بَابُ الْإِسْتِثْنَاءِ وَمَا فِي مَعْنَاهُ

﴿یہ باب استثناء اور اس کے حکم کے بیان میں ہے﴾

باب استثناء اور اس کے حکم کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ جب غیر استثنائی مسائل جو کتاب اقرار کی فقہی جزئیات سے متعلق ہیں ان سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے کتاب اقرار سے ان مسائل کو ذکر کیا ہے جن میں بعض کا استثناء کیا جائے۔ اور فقہی اور فنی اصولوں کے مطابق یہ قانون ہے کہ کلام جب استثناء سے خالی ہو تو وہ اصل ہے اور جب کلام میں استثناء ہو جائے تو مستثنیٰ کلام یہ مستثنیٰ منہ کی فرع ہے اور اصول یہی ہے کہ اصل کو فرع پر تقدم حاصل ہے۔

باب اقرار میں استثناء کا فقہی مفہوم

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اقرار کے باب میں استثناء کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مستثنیٰ کے نکالنے کے بعد جو کچھ باقی بچتا ہے وہ کہا گیا مثلاً یہ کہا کہ فلاں کے میرے ذمہ دس روپے ہیں مگر تین اسکا حاصل یہ ہوا کہ سات روپے ہیں۔

(درمختار، کتاب اقرار، بیروت)

اقرار میں اتصال کے ساتھ استثناء کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اسْتثنَى مُتَّصِلًا بِاِقْرَارِهِ صَحَّ الْاِسْتِثْنَاءُ وَكَزِمَهُ الْبَاقِي) لِأَنَّ الْاِسْتِثْنَاءَ مَعَ الْجُمْلَةِ عِبَارَةٌ عَنِ الْبَاقِي وَلَكِنْ لَا بُدَّ مِنَ الْاِتِّصَالِ ، (وَسَوَاءٌ اسْتثنَى الْاَقْلَّ أَوْ الْاَكْثَرَ ، فَإِنَّ اسْتثنَى الْجَمِيعَ لَزِمَهُ الْاِقْرَارُ وَبَطَلَ الْاِسْتِثْنَاءُ) لِأَنَّهُ تَكَلَّمَ بِالْحَاصِلِ بَعْدَ التَّنْبِيْهِ وَلَا حَاصِلَ بَعْدَهُ فَيَكُونُ رُجُوعًا ، وَقَدْ مَرَّ الْوَجْهُ فِي الطَّلَاقِ .

ترجمہ

فرمایا اور جب کسی شخص نے اپنے اقرار کے ساتھ ہی استثناء کر لیا تو اس کا یہ استثناء کرنا درست ہوگا اور بقیہ مقررہ اس پر لازم ہو جائے گا۔ کیونکہ سارے کے ساتھ استثناء بقیہ سے عبارت ہے ہاں البتہ استثناء کے صحیح ہونے کیلئے اتصال ضروری ہے اگرچہ کلام کرنے والا تھوڑے کا استثناء کرے یا زیادہ کا استثناء کرے لہذا ہر طرح درست ہے مگر جب اس نے سارے کا استثناء کر دیا تو اقرار لازم ہو جائے گا اور استثناء باطل ہو جائے گا کیونکہ استثناء کے بعد کا بقیہ بچ جانے والا ہے اسی کے کلام کا نام استثناء ہے جبکہ سارے کے استثناء کے بعد تو کچھ بچنے والا ہی نہیں ہے کیونکہ کل کا استثناء رجوع ہوگا اور اس کی دلیل کتاب طلاق میں گزر گئی ہے۔

شرح

استثنا میں شرط یہ ہے کہ کلام سابق کے ساتھ متصل ہو یعنی بلا ضرورت بیچ میں فاصلہ نہ ہو اور ضرورت کی وجہ سے فاصلہ ہو جائے اس کا اعتبار نہیں مثلاً سانس ٹوٹ گئی کھانسی آگئی کسی نے مونہ بند کر دیا۔ بیچ میں ندا کا آجانا بھی فاصل نہیں قرار دیا جائے گا مثلاً میرے ذمہ ایک ہزار ہیں اے فلاں مگر دس یہ استثنای صحیح ہے جبکہ مقررہ منادی ہو اور اگر یہ کہا میرے ذمہ فلاں کے دس روپے ہیں تم گواہ رہنا مگر تین یہ استثنای صحیح نہیں گل دینے ہوں گے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاقرار، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جو کچھ اقرار کیا ہے اُس میں سے بعض کا استثنای صحیح ہے اگرچہ نصف سے زیادہ کا استثنای ہو اور اس کے نکالنے کے بعد جو کچھ باقی بچے وہ دینا لازم ہوگا اگرچہ یہ استثنای ایسی چیز میں ہو جو قابل تقسیم نہ ہو جیسے غلام، جانور کہ اس میں سے بھی نصف یا کم و بیش کا استثنای صحیح ہے مثلاً ایک تہائی کا استثنای کیا دو تہائیاں لازم ہیں اور دو تہائی کا استثنای کیا ایک تہائی لازم ہے۔ (در مختار، کتاب الاقرار، بیروت)

دراہم سے دیناروں کا استثناء کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ : لَهُ عَلَى مِائَةِ دِرْهَمٍ إِلَّا دِينَارًا أَوْ إِلَّا قَفِيزَ حِنْطَةٍ لَزِمَهُ مِائَةُ دِرْهَمٍ إِلَّا قِيَمَةَ الدِّينَارِ أَوْ الْقَفِيزِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ (وَلَوْ قَالَ لَهُ عَلَى مِائَةِ دِرْهَمٍ إِلَّا ثُوبًا لَمْ يَصِحَّ الْإِسْتِثْنَاءُ وَقَالَ مُحَمَّدٌ : لَا يَصِحُّ فِيهِمَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : يَصِحُّ فِيهِمَا . وَلِمُحَمَّدٍ أَنَّ الْإِسْتِثْنَاءَ مَا لَوْلَاهُ لَدَخَلَ تَحْتَ اللَّفْظِ ، وَهَذَا لَا يَتَحَقَّقُ فِي خِلَافِ الْجَنَسِ . وَلِلشَّافِعِيِّ أَنََّّهُمَا اتَّحَدَا جِنْسًا مِنْ حَيْثُ الْمَالِيَّةُ . وَلَهُمَا أَنَّ الْمُجَانَسَةَ فِي الْأَوَّلِ ثَابِتَةٌ مِنْ حَيْثُ الثَّمَنِيَّةُ ، وَهَذَا فِي الدِّينَارِ ظَاهِرٌ . وَالْمَكِيلُ وَالْمَوْزُونُ أَوْ صَافُهَا أَثْمَانٌ ؛ أَمَّا الثُّوبُ فَلَيْسَ بِثَمَنٍ أَصْلًا وَلِهَذَا لَا يَجِبُ بِمُطْلَقِ عَقْدِ الْمُعَاوَضَةِ وَمَا يَكُونُ ثَمَنًا صَلَحَ مُقَدَّرًا بِالذَّرَاهِمِ فَصَارَ مُسْتَثْنَى مِنْ الذَّرَاهِمِ ، وَمَا لَا يَكُونُ ثَمَنًا لَا يَصْلُحُ مُقَدَّرًا فَبَقِيَ الْمُسْتَثْنَى مِنَ الذَّرَاهِمِ مَجْهُولًا فَلَا يَصِحُّ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کہا کہ فلاں آدمی کے مجھ پر ایک سو دراہم ہیں سوائے ایک دینار کے یا ایک بوری گندم کے تو اس پر شخص پر ایک دینار یا ایک بوری گندم کے سوا سارے سو دراہم لازم ہو جائیں گے جہاں حکم شیخین کے نزدیک ہے۔ اور جب کسی نے کہا کہ

اس کے مجھ ایک سو دراہم ہیں سوائے ایک تھان کے تو یہ استثناء درست نہ ہوگا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر استثناء نہ کیا جائے تو اس کا مابعد ماقبل میں داخل ہو جائے گا۔ اور یہ چیز خلاف جنس میں ثابت ہونے والی نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ مالیت کے اعتبار سے مستثنیٰ اور اور مستثنیٰ منہ کی جنس متحد ہوتی ہے۔ جبکہ شیخین کی دلیل یہ ہے کہ پہلے مسئلہ میں ثمنیت کے اعتبار سے جنس ثابت ہے اور دینار میں یہ حکم ظاہر ہے اور مکمل و موزون کے اوصاف ثمن ہوتے ہیں۔ جبکہ کپڑا ہرگز ثمن نہیں ہے اسی اصول کے سبب مطلق عقد معاوضہ میں کپڑا واجب نہیں ہوگا اور جو چیز ثمن ہو سکتی ہے دراہم سے اس کا اندازہ بھی کیا جائے گا پس دراہم سے اتنی مقدار کا استثناء ہوگا۔ اور جو چیز ثمن نہیں بن سکتی اس کا دراہم سے اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ پس دراہم سے استثناء کردہ چیز مجہول رہی کیونکہ استثناء صحیح نہیں ہے۔

کیلی و موزونی چیزوں سے استثناء میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کسی شخص نے کہا کہ فلاں آدمی کے مجھ پر ایک سو دراہم ہیں سوائے ایک دینار کے یا ایک بوری گندم کے تو اس پر شخص پر ایک دینار یا ایک بوری گندم کے سوا سارے سو دراہم لازم ہو جائیں گے۔ یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے۔ اور جب کسی نے کہا کہ اس کے مجھ ایک سو دراہم ہیں سوائے ایک تھان کے تو یہ استثناء درست نہ ہوگا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر استثناء نہ کیا جائے تو اس کا مابعد ماقبل میں داخل ہو جائے گا۔ اور یہ چیز خلاف جنس میں ثابت ہونے والی نہیں ہے۔ حضرت امام محمد، امام زفر اور امام احمد علیہم الرحمہ نے کہا کہ استثناء درست نہ ہوگا۔

تمام اصحاب فقہاء کے نزدیک جب ان اشیاء میں کیل ہونے اور وزن ہونے کی قید لگائی جائے تو استثناء ان دونوں کے سوا میں درست نہ ہوگا۔ امام احمد علیہ الرحمہ بھی یہی کہتے ہیں جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ درست ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ مالیت کے اعتبار سے مستثنیٰ اور اور مستثنیٰ منہ کی جنس متحد ہوتی ہے۔ جبکہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا کہ ہمارے اس طرح استثناء درست نہ ہوگا۔ (شرح الوقایہ، کتاب اقرار، بیروت)

اقرار کے ساتھ اتصالی طور پر ان شاء اللہ کہہ دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَقْرَبَ بِحَقِّ وَقَالَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ مُتَّصِلًا) بِإِقْرَارِهِ (لَمْ يَلْزَمَهُ الْإِقْرَارُ) لِأَنَّ
الْإِسْتِثْنَاءَ بِمَشِيئَةِ اللَّهِ إِمَّا إِبْطَالٌ أَوْ تَعْلِيْقٌ ؛ فَإِنْ كَانَ الْأَوَّلَ فَقَدْ بَطُلَ ، وَإِنْ كَانَ الثَّانِي
فَكَذَلِكَ ، إِمَّا لِأَنَّ الْإِقْرَارَ لَا يَحْتَمِلُ التَّعْلِيْقَ بِالشَّرْطِ ، أَوْ لِأَنَّهُ شَرْطٌ لَا يُوقِفُ عَلَيْهِ كَمَا
ذَكَرْنَا فِي الطَّلَاقِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ لِفُلَانٍ عَلَيَّ مِائَةٌ دِرْهَمٍ إِذَا مِتُّ أَوْ إِذَا جَاءَ رَأْسُ
الشَّهْرِ أَوْ إِذَا أَفْطَرَ النَّاسُ لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى بَيَانِ الْمُدَّةِ فَيَكُونُ تَأْجِيلًا لَا تَعْلِيْقًا ، حَتَّى لَوْ

كَذَّبَهُ الْمُقَرَّرُ لَهُ فِي الْأَجْلِ يَكُونُ الْمَالُ حَالًا .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کسی حق کا اقرار کیا ہے اور اس نے اپنے اقرار کے ساتھ ہی ان شاء اللہ کہہ دیا ہے۔ تو اقرار لازم نہ ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ استثناء سے باطل مراد ہے یا تعلیق مراد ہے۔ اگر باطل مراد ہے تو اقرار باطل ہو جائے گا اور اگر تعلیق مراد ہے تب بھی اقرار باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ اقرار میں شرط پر معلق ہونے کا احتمال نہیں ہوتا یا اس سبب سے کہ رضائے خدا کی شرط ہی ایسی شرط ہے جس پر اطلاع نہیں پائی جاسکتی جس طرح کہ طلاق کے احکام میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مقرر نے یہ کہا کہ فلاں شخص کے مجھ پر سو درہم ہیں جب میں فوت ہو جاؤں یا جب چاند رات آئے یا جب لوگ افطار کریں۔ کیونکہ یہ مدت بیان کے حکم میں ہیں۔ پس یہ تا جیل ہوگی تعلیق نہ ہوگی یہاں تک کہ جب مقرر مدت کے متعلق مقرر کو جھٹلا دے تو اسی حالت میں مال واجب ہو جائے گا۔

ان شاء اللہ کہہ دینے سے اقرار کے باطل ہو جانے کا بیان

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور اقرار کے ساتھ ان شاء اللہ کہہ دینے سے اقرار باطل ہو جائے گا۔ اسی طرح کسی کے چاہنے پر اقرار کو معلق کیا مثلاً میرے ذمہ یہ ہے اگر فلاں چاہے اگرچہ یہ شخص کہتا ہو کہ میں چاہتا ہوں مجھے منظور ہے۔ اسی طرح کسی ایسی شرط پر معلق کرنا جس کے ہونے نہ ہونے دونوں باتوں کا احتمال ہو اقرار کو باطل کر دیتا ہے یعنی اگر وہ شرط پائی جائے جب بھی اقرار لازم نہ ہوگا۔ اور اگر ایسی شرط پر معلق کیا جو لامحالہ ہو ہی گی جیسے اگر میں مر جاؤں تو فلاں کا میرے ذمہ ہزار روپیہ ہے ایسی شرط سے اقرار باطل نہیں ہوتا بلکہ تعلیق ہی باطل ہے اور اقرار منجز ہے وہ شرط پائی جائے یا نہ پائی جائے یعنی ابھی وہ چیز لازم ہے اور اگر شرط میں میعاد کا ذکر ہو مثلاً جب فلاں مہینہ شروع ہوگا تو میرے ذمہ فلاں شخص کے اتنے روپے لازم ہوں گے اس صورت میں بھی فوراً لازم ہے اور میعاد کے متعلق مقرر کو حلف دیا جائے گا۔ (بحر الرائق، کتاب الاقرار، بیروت)

اور جب مقرر نے دعویٰ کیا کہ میں نے اقرار کو معلق بالشرط کیا تھا یعنی اُس کے ساتھ ان شاء اللہ تعالیٰ کہہ دیا تھا لہذا مجھ پر کچھ لازم نہیں میرا اقرار باطل ہے اگر یہ دعویٰ انکار کے بعد ہے یعنی مقرر نے اُس پر دعویٰ کیا اور اس کا اقرار کرنا بیان کیا اس نے اپنے اقرار سے انکار کیا مدعی نے گواہوں سے اقرار کرنا ثابت کیا اب مقرر نے یہ کہا تو بغیر گواہوں کے مقرر کی بات نہیں مانی جائے گی اور اگر مقرر نے شروع ہی میں یہ کہہ دیا کہ میں نے اقرار کیا تھا اور اُس کے ساتھ ان شاء اللہ بھی کہہ دیا تھا تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی۔ (فتاویٰ شامی، کتاب الاقرار، بیروت)

گھر کے اقرار سے اپنے لئے عمارت کا استثناء کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَقَرَّ بَدَارٍ وَاسْتَشَى بِنَاءِهَا لِنَفْسِهِ فَلِلْمُقَرَّرِ لَهُ الدَّارُ وَالْبِنَاءُ) لِأَنَّ الْبِنَاءَ دَاخِلٌ

فِي هَذَا الْإِقْرَارِ مَعْنَى لَا لَفْظًا ، وَالْإِسْتِثْنَاءُ تُصَرَّفُ فِي الْمَلْفُوظِ ، وَالْفَصُّ فِي الْخَاتَمِ
وَالنَّخْلَةُ فِي الْبُسْتَانِ نَظِيرُ الْبِنَاءِ فِي الدَّارِ لِأَنَّهُ يَدْخُلُ فِيهِ تَبَعًا لَا لَفْظًا ، بِخِلَافِ مَا إِذَا
قَالَ إِلَّا ثُلُثَهَا أَوْ إِلَّا بَيْتًا مِنْهَا لِأَنَّهُ دَاخِلٌ فِيهِ لَفْظًا (وَلَوْ قَالَ بِنَاءُ هَذَا الدَّارِ لِي وَالْعَرِصَةُ
لِفُلَانٍ فَهُوَ كَمَا قَالَ) لِأَنَّ الْعَرِصَةَ عِبَارَةٌ عَنِ الْبُقْعَةِ دُونَ الْبِنَاءِ ، فَكَأَنَّهُ قَالَ بِيَاضُ هَذِهِ
الْأَرْضِ دُونَ الْبِنَاءِ لِفُلَانٍ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ مَكَانُ الْعَرِصَةِ أَرْضًا حَيْثُ يَكُونُ الْبِنَاءُ
لِلْمُقَرَّرِ لَهُ لِأَنَّ الْإِقْرَارَ بِالْأَرْضِ إِقْرَارٌ بِالْبِنَاءِ كَمَا لِقْرَارٍ بِالْدَّارِ .

ترجمہ

فرمایا اور جب کسی شخص نے دوسرے کیلئے گھر کا اقرار کیا اور اس نے اپنے لئے اس کی عمارت کا استثناء کر لیا ہے تو مقررہ کیلئے
گھر اور عمارت دونوں ہوں گے کیونکہ اس گھر کی بناء حکم کے اعتبار سے داخل ہے اگرچہ باعتبار لفظ داخل نہیں ہے۔ حالانکہ استثناء
سے ظاہری لفظوں میں ہی تصرف ہوتا ہے۔ اور انگٹھی کا نگینہ اور باغ کا درخت یہ گھر میں سے بناء کی مثال ہے۔ کیونکہ خاتم میں نگینہ
اور بستان میں نخلہ بطور تابع داخل ہیں۔ اگرچہ لفظ کے اعتبار سے داخل نہیں ہوتے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مقرر نے ”إِلَّا
ثُلُثَهَا أَوْ إِلَّا بَيْتًا مِنْهَا“ کہتے ہوئے استثناء کر لیا ہے کیونکہ ثلث اور بیت یہ گھر میں بطور تابع داخل نہیں ہیں بطور لفظ داخل ہیں۔
اور جب مقرر نے کہا کہ اس دار کی عمارت میری ہے جبکہ صحن فلاں شخص کا ہے تو اب حکم مقرر کے قول کے مطابق ہوگا کیونکہ صحن
زمین کا نام ہے کسی عمارت کا، نہ نہیں ہے یعنی اس نے یہ کہا ہے کہ زمین کا خالی حصہ فلاں شخص کا ہے اور عمارت نہیں ہے بہ خلاف اس
صورت کے کہ جب ا۔ عرصہ کی جگہ ارضاء کہہ دیا ہے تو بناء بھی مقررہ کو مل جائے گی کیونکہ زمین کے اقرار سے عمارت کا اقرار ہو
گیا ہے جس طرح دار کا اقرار ہی اقرار بہ بناء ہوتا ہے۔

تابع کے استثناء کے درست نہ ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ متبوع سے تابع کا استثناء کرنا درست نہیں ہے جس طرح کسی گھر میں اس کی
بناء کا استثناء ہے۔ اور اسی طرح جب کسی باغ کا اقرار کیا اور اس میں سے ایک درخت استثناء کیا تو یہ درست نہ ہوگا۔ جبکہ امام مالک
، امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ نے کہا کہ استثناء درست ہے کیونکہ یہ لفظ اسی کو خارج کرنے والا ہے جو معنی کو بھی شامل ہے۔
(شرح الوقایہ، کتاب اقرار، بیروت)

مقرر کے قول غلام کی قیمت ایک ہزار ہونے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ لَهُ عَلَى أَلْفٍ دِرْهَمٍ مِنْ ثَمَنِ عَبْدٍ اشْتَرَيْتَهُ مِنْهُ وَلَمْ أَقْبِضْهُ ، فَإِنْ ذَكَرَ عَبْدًا

بِعَيْنِهِ قِيلَ لِلْمُقَرَّرِ لَهُ إِنْ شِئْتَ فَسَلِّمْ الْعَبْدَ وَخُذِ الْأَلْفَ وَإِلَّا فَلَا شَيْءَ لَكَ (قَالَ : وَهَذَا عَلَى وُجُوهِ : أَحَدُهَا هَذَا وَهُوَ أَنْ يُصَدِّقَهُ وَيُسَلِّمَ الْعَبْدَ ، وَجَوَابُهُ مَا ذُكِرَ ، لِأَنَّ النَّابِتَ بِتَصَادُقِهِمَا كَالثَّابِتِ مُعَايَنَةً .
وَالثَّانِي أَنْ يَقُولَ الْمُقَرَّرُ لَهُ : الْعَبْدُ عَبْدُكَ مَا بَعْتُكَهُ وَإِنَّمَا بَعْتُكَ عَبْدًا غَيْرَ هَذَا وَفِيهِ الْمَالُ لِأَزْمِ عَلَى الْمُقَرَّرِ لِإِقْرَارِهِ بِهِ عِنْدَ سَلَامَةِ الْعَبْدِ لَهُ وَقَدْ سَلَّمَ فَلَا يُبَالِي بِاخْتِلَافِ السَّبَبِ بَعْدَ حُصُولِ الْمَقْصُودِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کہا کہ فلاں آدمی کے مجھ پر اس غلام کی قیمت کے ایک ہزار درہم ہیں جس کو میں نے فلاں شخص نے خریدا تھا۔ مگر میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا۔ تو اب مقرر کسی معین غلام کو بیان کرتا ہے تو مقرر لے سے کہا جائے گا کہ اگر تم چاہو تو ایک ہزار لیکر غلام کو اس کے سپرد کر دو ورنہ تم کو کچھ نہ ملے گا۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ مسئلہ کئی صورتوں مشتمل ہے ان میں ایک صورت یہ ہے کہ مقرر مقرر کی تصدیق کر دے اور غلام اس کے حوالے کر دے۔ اور اس کا حکم ہم بیان کر آئے ہیں کیونکہ مقرر اور مقرر لے کے اتفاق ثابت ہونے والی چیز ایسی ہے جیسے کہ ان دونوں کے معائنہ سے ثابت شدہ چیز ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مقرر لے یہ کہہ دے کہ یہ غلام تو تمہارا ہی ہے میں نے اس کو تمہارے ہاتھ تو نہیں بیچا ہے ہاں البتہ اس کے سوا دوسرا غلام بیچا تھا۔ اور اس میں مقرر پر مال لازم ہو جائے گا کیونکہ اس کیلئے غلام صحیح سلامت ہونے کی صورت میں اس نے خود ہی مال کا اقرار کیا ہے اور وہ غلام اس کیلئے صحیح و سلامت ہے۔ لہذا مقصد کے حصول کے بعد اختلاف سبب کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

شرح

اور جب کسی شخص نے کہا کہ میں نے فلاں سے ایک غلام خریدا جس پر ابھی قبضہ نہیں کیا ہے اس کا ثمن ایک ہزار میرے ذمہ ہے اگر معین غلام کو ذکر کیا ہے تو مقرر لے سے کہا جائے گا وہ غلام دے دو اور ہزار روپے لے لو ورنہ کچھ نہیں ملے گا۔ دوسری صورت یہاں یہ ہے کہ مقرر لے یہ کہتا ہے وہ غلام تمہارا ہی غلام ہے اسے میں نے کب بیچا ہے میں نے تو دوسرا غلام بیچا تھا جس پر قبضہ بھی دیدیا اس صورت میں ہزار روپے جن کا اقرار کیا ہے دینے لازم ہیں کہ جس چیز کے معاوضہ میں اس نے دینا بتایا تھا جب اسے مل گئی تو روپے دینے ہی ہیں سبب کے اختلاف کی طرف توجہ نہیں ہوگی۔ تیسری صورت یہ ہے کہ مقرر لے کہتا ہے یہ غلام میرا غلام ہے اسے میں نے تیرے ہاتھ بیچا ہی نہیں اس کا حکم یہ ہے کہ مقرر پر کچھ لازم نہیں کیونکہ جس کے مقابل میں اقرار کیا تھا وہ چیز ہی نہیں ملی اور اگر مقرر لے اپنے اس جواب مذکور کے ساتھ اتنا اور اضافہ کر دے کہ میں نے تمہارے ہاتھ دوسرا غلام بیچا تھا اس کا حکم یہ ہے کہ مقرر و مقرر لے

دونوں پر حلف ہے کیونکہ دونوں مدعی ہیں اور دونوں منکر ہیں اگر دونوں قسم کھا جائیں مال باطل ہو جائے گا یعنی نہ اس کو کچھ دینا ہوگا اور نہ اُس کو، یہ تمام صورتیں معین غلام کی ہیں۔ اور اگر مقرر نے معین نہیں کیا بلکہ یہ کہتا ہے کہ میں نے ایک غلام تم سے خریدا تھا مقرر پر ہزار روپے دینا لازم ہے اور اُس کا یہ کہنا کہ میں نے اُس پر قبضہ نہیں کیا ہے قابل تصدیق نہیں، چاہے اس جملہ کو کلام سابق سے متصل بولا ہو یا بیچ میں فاصلہ ہو گیا ہو دونوں کا ایک حکم ہے۔

مقرر کے قول یہ غلام میرا ہے کی فقہی جزئیات کا بیان

وَالثَّالِثُ أَنْ يَقُولَ الْعَبْدُ عَبْدِي مَا بَعْتِكَ . وَحُكْمُهُ أَنْ لَا يَلْزَمَ الْمُقَرَّرُ شَيْءٌ لِأَنَّهُ مَا أَقَرَّ
بِالْمَالِ إِلَّا عَوْضًا عَنِ الْعَبْدِ فَلَا يَلْزَمُهُ دُونَهُ ، وَلَوْ قَالَ مَعَ ذَلِكَ إِنَّمَا بَعْتِكَ غَيْرَهُ
يَتَحَالَفَانِ لِأَنَّ الْمُقَرَّرَ يَدَّعِي تَسْلِيمَ مَنْ عَيْنَهُ وَالْآخَرَ يُنْكِرُ وَالْمُقَرَّرَ لَهُ يَدَّعِي عَلَيْهِ الْأَلْفَ
بِبَيْعِ غَيْرِهِ وَالْآخَرَ يُنْكِرُهُ ، وَإِذَا تَحَالَفَا بَطَلَ الْمَالُ ، هَذَا إِذَا ذَكَرَ عَبْدًا بِعَيْنِهِ (وَإِنْ قَالَ
مَنْ ثَمَنَ عَبْدًا اشْتَرَيْتَهُ وَلَمْ يَعْنِهِ لَزِمَهُ الْأَلْفُ وَلَا يُصَدَّقُ فِي قَوْلِهِ مَا قَبِضْتُ عِنْدَ أَبِي
حَنِيفَةَ وَصَلَ أَمْ فَصَلَ) لِأَنَّهُ رُجُوعٌ فَإِنَّهُ أَقَرَّ بِوُجُوبِ الْمَالِ رُجُوعًا إِلَى كَلِمَةِ عَلَيَّ ،
وَإِنْكَارُهُ الْقَبْضَ فِي غَيْرِ الْمُعَيَّنِ يُنَافِي الْوُجُوبَ أَصْلًا لِأَنَّ الْجَهَالََةَ مُقَارِنَةٌ كَانَتْ أَوْ
طَارِئَةً بَأَنْ اسْتَرَى عَبْدًا ثُمَّ نَسِيَاهُ عِنْدَ الْإِخْتِلَاطِ بِأَمْثَالِهِ تَوْجِبُ هَلَاكَ الْمَبِيعِ فَيَمْتَنِعُ
وُجُوبُ نَقْدِ الثَّمَنِ ، وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ كَانَ رُجُوعًا فَلَا يَصِحُّ وَإِنْ كَانَ مَوْصُولًا .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ : إِنْ وَصَلَ صَدَّقَ وَلَمْ يَلْزَمْهُ شَيْءٌ ، وَإِنْ فَصَلَ لَمْ يُصَدَّقْ إِذَا
انْكَرَ الْمُقَرَّرَ لَهُ أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ مِنْ ثَمَنِ عَبْدٍ ، وَإِنْ أَقَرَّ أَنَّهُ بَاعَهُ مَتَاعًا فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُقَرَّرِ
. وَوَجْهُ ذَلِكَ أَنَّهُ أَقَرَّ بِوُجُوبِ الْمَالِ عَلَيْهِ وَبَيَّنَّ سَبَبًا وَهُوَ الْبَيْعُ ، فَإِنْ وَافَقَهُ الطَّالِبُ فِي
السَّبَبِ وَبِهِ لَا يَتَأَكَّدُ الْوُجُوبُ إِلَّا بِالْقَبْضِ ، وَالْمُقَرَّرُ يُنْكِرُهُ فَيَكُونُ الْقَوْلُ لَهُ ، وَإِنْ
كَذَّبَهُ فِي السَّبَبِ كَانَ هَذَا مِنَ الْمُقَرَّرِ بَيَانًا مُغَيِّرًا لِأَنَّ صَدْرَ كَلَامِهِ لِلْوُجُوبِ مُطْلَقًا
وَآخِرُهُ يَحْتَمِلُ انْتِفَاءً عَلَى اعْتِبَارِ عَدَمِ الْقَبْضِ وَالْمُغَيِّرُ يَصِحُّ مَوْصُولًا لَا مَفْصُولًا .

ترجمہ

اور اسی کی تیسری صورت یہ ہے کہ مقرر یہ کہہ دے کہ یہ غلام میرا ہے اور میں نے تجھ کو فروخت ہی نہیں کیا ہے اور اس کا حکم یہ ہے

کہ مقرر پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے اسی مال کا اقرار کیا ہے جو غلام کو بدلہ ہے لہذا غلام کے سوا اس پر مال لازم نہ ہوگا اور جب اس کے ساتھ مقرر یہ بھی کہہ دے کہ میں نے دوسرا غلام تیرے ہاتھ فروخت کیا ہے تو دونوں ٹکٹ اٹھائیں گے کیونکہ مقرر اپنے معین کردہ غلام کا مدعی ہے جبکہ مقرر اس کا انکار کرنے والا ہے اور دوسرے غلام کی سیل کو لیکر اس پر ایک ہزار درہم کا مدعی ہے۔ جبکہ مقرر اس کا منکر ہے لہذا جب دونوں قسم اٹھالیں گے تو مال ختم ہو جائے گا۔ اور یہ حکم وقت ہوگا جب مقرر نے کوئی معین غلام بیان کیا ہے۔

اور جب اس نے ”غلام کی قیمت سے“ کہا ہے اور غلام معین نہیں کیا ہے۔ تو اس پر ہزار درہم لازم ہوں گے۔ اور اس کے قول ”ما قبضت“ میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ اگرچہ اس نے یہ بات بطور اتصال کہی ہے یا اس نے بطور انفصال کہی ہے کیونکہ یہ اقرار سے رجوع ہے۔ اس لئے کہ اس نے وجوب مال کا اقرار کیا ہے جس طرح کلمہ ”علی“ اس پر دلیل ہے۔ جبکہ غیر معین کے قبضہ میں اس کے قبضہ کا انکار بالکل ہی وجوب کو روکنے والا ہے۔ کیونکہ جہالت اگرچہ متصل ہو یا بعد میں طاری ہونے والی ہو یہ بیع کی ہلاکت کو مستلزم ہے۔ اور طاری کی مثال یہ ہے کہ جب کسی ایک غلام کو خریدا۔ اس کے بعد اس کو دوسرے غلاموں سے ملا دیا اور بائع اور مشتری دونوں اس کو بھول گئے۔ حالانکہ ہلاکت بیع وجوب قیمت کو روکنے والی ہے پس مقرر کا یہ قول رجوع ہوگا۔ لہذا یہ درست نہ ہوگا۔ اگرچہ اقرار کے بطور اتصال ہی کیوں نہ ہو۔

صاحبین نے کہا ہے کہ جب مقرر نے یہ بات بطور اتصال کہی ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اس پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ اور اگر اس نے بطور انفصال یہ بات کہی ہے تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی لیکن شرط یہ ہے کہ مقرر اس بات کا انکار کرنے والا ہو کہ یہ ہزار غلام کی قیمت والا ہے۔

اور جب مقرر یہ کہہ دے کہ میں نے کہا ہے کہ اس نے مقرر سے سامان فروخت کیا ہے تو مقرر کی بات کو مان لیا جائے گا اس کی دلیل یہ ہے کہ مقرر نے اپنے اوپر وجوب مال کا اقرار کیا ہے اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بیع یعنی مطالب یعنی اگر مقرر سبب میں اس کی مطابقت کر لیتا ہے تب بھی بغیر قبضہ کے قیمت کو وجوب مؤکد نہ ہوگا جبکہ مقرر قبضہ کا انکاری ہے۔ لہذا اس کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور جب مقرر وجوب سبب میں مقرر کو جھٹلائے تو بیان مقرر کی جانب سے بدلنے والا ہوگا۔ کیونکہ اس کا شروع کلام مطلق طور پر وجوب کیلئے ہے۔ جبکہ اس کا آخری کلام قبضہ نہ ہونے کے حوالے انتقال وجوب کا احتمال رکھنے والا ہے جبکہ مغیر یہ بطور اتصال درست ہوتا ہے بطور انفصال درست نہیں ہوتا۔

شرح

قبضہ کا بیع کے لوازمات میں سے ہونے کا بیان

(وَ لَوْ قَالَ ابْتَعْتُ مِنْهُ بَيْعًا إِلَّا أَنِّي لَمْ أَقْبِضْهُ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ) بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ

ضُرُورَةُ الْبَيْعِ الْقَبْضُ ، بِخِلَافِ الْإِقْرَارِ بِوُجُوبِ الثَّمَنِ .

ترجمہ

اور جب مقریہ کہہ دے کہ میں نے مقرلہ سے ایک معین مال خریدا ہے لیکن میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا ہے تو بہ اجماع مقر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ قبضہ بیع کے لوازمات میں سے نہیں ہے بہ خلاف اس اقرار جو وجوب ثمن کے ساتھ ہوا قائم ہوا ہے۔

شرح

مصنف علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ میں بیع اور اقرار کے درمیان فرق کرتے ہوئے دلیل کو واضح کیا ہے کہ قبضہ یہ اقرار کے لوازمات میں سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ بیع کے لوازمات میں سے ہے لہذا قبضہ نہ ہونے کو سبب قرار نہ دیا جائے گا۔ اور جب اس نے کہا کہ میں نے فلاں سے ایک غلام خریدا جس پر ابھی قبضہ نہیں کیا ہے اس کا ثمن ایک ہزار میرے ذمہ ہے اگر معین غلام کو ذکریا ہے تو مقرلہ سے کہا جائے گا وہ غلام دے دو اور ہزار روپے لے لو ورنہ کچھ نہیں ملے گا۔ دوسری صورت یہاں یہ ہے کہ مقرلہ یہ کہتا ہے وہ غلام تمہارا ہی غلام ہے اسے میں نے کب بیچا ہے میں نے تو دوسرا غلام بیچا تھا جس پر قبضہ بھی دیدیا اس صورت میں ہزار روپے جن کا اقرار کیا ہے دینے لازم ہیں کہ جس چیز کے معاوضہ میں اُس نے دینا بتایا تھا جب اُسے مل گئی تو روپے دینے ہی ہیں سب کے اختلاف کی طرف توجہ نہیں ہوگی۔ تیسری صورت یہ ہے کہ مقرلہ کہتا ہے یہ غلام میرا غلام ہے اسے میں نے تیرے ہاتھ بیچا ہی نہیں اس کا حکم یہ ہے کہ مقر پر کچھ لازم نہیں کیونکہ جس کے مقابل میں اقرار کیا تھا وہ چیز ہی نہیں ملی اور اگر مقرلہ اپنے اُس جواب مذکور کے ساتھ اتنا اور اضافہ کر دے کہ میں نے تمہارے ہاتھ دوسرا غلام بیچا تھا اس کا حکم یہ ہے کہ مقر و مقرلہ دونوں پر حلف ہے کیونکہ دونوں مدعی ہیں اور دونوں منکر ہیں اگر دونوں قسم کھا جائیں مال باطل ہو جائے گا یعنی نہ اس کو کچھ دینا ہوگا اور نہ اُس کو، یہ تمام صورتیں معین غلام کی ہیں۔ اور اگر مقر نے معین نہیں کیا بلکہ یہ کہتا ہے کہ میں نے ایک غلام تم سے خریدا تھا مقر پر ہزار روپے دینا لازم ہے اور اُس کا یہ کہنا کہ میں نے اُس پر قبضہ نہیں کیا ہے قابل تصدیق نہیں، چاہے اس جملہ کو کام سابق سے متصل بولا ہو یا بیچ میں فاصلہ ہو گیا ہو دونوں کا ایک حکم ہے۔

خزیر و شراب کی قیمت والے دراہم کے اقرار کا بیان

قَالَ (وَكَذَا لَوْ قَالَ مِنْ ثَمَنِ خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ) وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ إِذَا قَالَ لِفُلَانٍ عَلَيَّ الْفُ مِنْ ثَمَنِ خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ (لَزِمَهُ الْأَلْفُ وَلَمْ يُقْبَلْ تَفْسِيرُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَصَلَّ أَمْ فَصَلَ) لِأَنَّهُ رُجُوعٌ لِأَنَّ ثَمَنَ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ لَا يَكُونُ وَاجِبًا وَأَوَّلُ كَلَامِهِ لِلْوَجُوبِ (وَقَالَ إِذَا وَصَلَ لَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ) لِأَنَّهُ بَيِّنٌ بِأَخْرِ كَلَامِهِ أَنَّهُ مَا أَرَادَ بِهِ أَنْ يَجَابَ وَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ فِي آخِرِهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ قُلْنَا : ذَاكَ تَعْلِيْقٌ وَهَذَا إِبْطَالٌ .

ترجمہ

اور اسی طرح جب اس نے یہ کہا کہ شراب یا خنزیر کی قیمت سے ہے اس مسئلہ کا معنی یہ ہے کہ جب اس نے کہا کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ پر ایک ہزار درہم جو شراب یا خنزیر کی قیمت سے ہیں تو اس پر ایک ہزار درہم لازم ہوں گے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی تفسیر قبول نہ کی جائے گی اگرچہ اور بطور اتصال کی ہو یا بطور انفصال کی ہو کیونکہ تفسیر کرنا یہ اقرار سے رجوع کرنا ہے۔ جبکہ شراب و خنزیر کی قیمت واجب نہیں ہوتی۔ البتہ مقرر کا ابتدائی کلام وجوب کیلئے ہے۔ صاحبین نے کہا ہے کہ جب اس نے بطور اتصال کہا ہے تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا کیونکہ اس نے اپنے آخری کلام سے یہ وضاحت کر دی ہے کہ اس نے ایجاب کا ارادہ ہی نہ کیا تھا اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح اس نے کلام کے آخر میں ”ان شاء اللہ“ کہا ہے جبکہ ہم کہتے ہیں کہ ان شاء اللہ تعلیق ہے۔ حالانکہ صورت مسئلہ میں ابطال میں ہے۔

شراب و خنزیر کی قیمت کے مطالبہ کے باطل ہونے کا بیان

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کسی شخص نے کہا کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ ہزار روپے ہیں وہ شراب یا خنزیر کی قیمت کے ہیں یا مردار یا خون کی بیع کے دام ہیں یا جوئے میں مجھ پر یہ لازم ہوئے ان سب صورتوں میں جبکہ مقرر نے ایسی چیز ذکر کر دی جس کی وجہ سے مطالبہ ہو ہی نہیں سکتا مثلاً شراب و خنزیر کے ثمن کا مطالبہ کہ یہ باطل ہے لہذا اس چیز کے ذکر کرنے کے معنی یہ ہیں کہ مقرر اپنے اقرار سے رجوع کرتا ہے۔ کہنے کو تو ہزار روپے کہہ دیا اور فوراً اس کو دفع کرنے کی ترکیب یہ نکالی کہ ایسی چیز ذکر کر دی جس کی وجہ سے دینا ہی نہ پڑے اور اقرار کے بعد رجوع نہیں کر سکتا لہذا ان صورتوں میں ہزار روپے مقرر پر لازم ہیں ہاں اگر مقرر نے گواہوں سے ثابت کیا کہ جن روپوں کا اقرار کیا ہے وہ اسی قسم کے ہیں جس کو مقرر نے بیان کیا ہے یا خود مقرر نے مقرر کی تصدیق کی تو مقرر پر کچھ لازم نہیں۔ (در مختار، کتاب الاقرار، بیروت)

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب اس نے کہا کہ میرے ذمہ فلاں شخص کے ہزار روپے حرام کے ہیں یا سود کے ہیں اس صورت میں بھی روپے لازم ہیں اور اگر یہ کہا کہ ہزار روپے زور یا باطل کے ہیں اور مقرر تکذیب کرتا ہے تو لازم اور تصدیق کرتا ہے تو لازم نہیں۔ (بحر الرائق، کتاب الاقرار، بیروت)

دراہم کے اقرار کے بعد وصف زیوف بتانے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ لَهُ عَلَى أَلْفٍ مِنْ ثَمَنِ مَتَاعٍ أَوْ قَالَ أَقْرَضَنِي أَلْفٌ دِرْهَمٍ ثُمَّ قَالَ هِيَ زَيْوْفٌ أَوْ نَبْهَرَجَةٌ وَقَالَ الْمُقَرَّرُ لَهُ جِيَادٌ لَزِمَهُ الْجِيَادُ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَ: إِنْ قَالَ مَوْصُولًا يُصَدَّقُ، وَإِنْ قَالَ مَفْصُولًا لَا يُصَدَّقُ) وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إِذَا قَالَ هِيَ سَتُوقَةٌ أَوْ رِصَاصٌ، وَعَلَى هَذَا إِذَا قَالَ إِلَّا إِنَّهَا زَيْوْفٌ، وَعَلَى هَذَا إِذَا قَالَ: لِفُلَانٍ عَلَى أَلْفٍ

دِرْهَمِ زُيُوفٍ مِنْ ثَمَنِ مَتَاعٍ . لَهُمَا أَنَّهُ بَيَانٌ مُغَيَّرٌ فَيَصِحُّ بِشَرَطِ الْوَصْلِ كَالشَّرْطِ
وَالِاسْتِثْنَاءِ .

وَهَذَا لِأَنَّ اسْمَ الدَّرَاهِمِ يَحْتَمِلُ الزُّيُوفَ بِحَقِيقَتِهِ وَالسُّتُوقَةَ بِمَجَازِهِ ، إِلَّا أَنَّ مُطْلَقَهُ
يُنْصَرَفُ إِلَى الْجِيَادِ فَكَانَ بَيَانًا مُغَيَّرًا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ إِلَّا أَنَّهَا وَزْنُ
خَمْسَةِ . وَلَا بِي حَنِيفَةَ أَنَّ هَذَا رُجُوعٌ لِأَنَّ مُطْلَقَ الْعَقْدِ يَقْتَضِي وَصْفَ السَّلَامَةِ عَنْ
الْعَيْبِ ، وَالزِّيَافَةَ عَيْبٌ وَدَعْوَى الْعَيْبِ رُجُوعٌ عَنْ بَعْضِ مُوجِبِهِ وَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ
بِعُتْكَه مَعِيبًا وَقَالَ الْمُشْتَرِي بَعْتَنِيهِ سَلِيمًا فَالْقَوْلُ لِلْمُشْتَرِي لِمَا بَيْنَا ، وَالسُّتُوقَةَ
لَيْسَتْ مِنَ الْأَثْمَانِ وَالْبَيْعُ يَرُدُّ عَلَى الثَّمَنِ فَكَانَ رُجُوعًا .

وَقَوْلُهُ إِلَّا أَنَّهَا وَزْنُ خَمْسَةِ يَصِحُّ اسْتِثْنَاءً لِأَنَّهُ مِقْدَارٌ بِخِلَافِ الْجَوْدَةِ لِأَنَّ اسْتِثْنَاءَ
الْوَصْفِ لَا يَجُوزُ كَاسْتِثْنَاءِ الْبِنَاءِ فِي الدَّارِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ عَلِيٌّ كُرُّ حِنْطَةٍ مِنْ
ثَمَنِ عَبْدٍ إِلَّا أَنَّهَا رَدِيئَةٌ لِأَنَّ الرَّدَاءَ نَوْعٌ لَا عَيْبٌ ، فَمُطْلَقُ الْعَقْدِ لَا يَقْتَضِي السَّلَامَةَ
عَنْهَا .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ فِي غَيْرِ رِوَايَةِ الْأُصُولِ فِي الْقَرْضِ أَنَّهُ يُصَدَّقُ فِي الزُّيُوفِ إِذَا وَصَلَ
لِأَنَّ الْقَرْضَ يُوجِبُ رَدَّ مِثْلِ الْمَقْبُوضِ ، وَقَدْ يَكُونُ زَيْفًا كَمَا فِي الْعَصَبِ . وَوَجْهُ
الظَّاهِرِ أَنَّ التَّعَامُلَ بِالْجِيَادِ فَانْصَرَفَ مُطْلَقُهُ إِلَيْهَا .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کہا ہے کہ مجھ پر فلاں شخص کے ایک ہزار درہم ہیں جو سامان کی قیمت ہیں یا اس نے یہ کہا کہ تم نے مجھے
ایک ہزار درہم قرض دیا تھا اس کے بعد اس نے کہا کہ وہ کھوٹے تھے۔ یا اب بازار میں وہ رائج نہیں ہیں۔ جبکہ مقررہ کہتا ہے کہ وہ
درہم عمدہ تھے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک عمدہ درہم لازم ہوں گے جبکہ صاحبین کے نزدیک اگر مقرر نے بطور اتصال کہا ہے تو
اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر اس نے بطور انفصال کہا ہے تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ اور یہ اسی اختلاف پر ہے کہ جب
اس نے کہا کہ وہ ستوقہ یعنی بالکل بیکار، رصاص یعنی دھات کے ہیں۔ اور اسی اختلاف پر یہ مسندہم ہے کہ جب اس نے کہا کہ وہ
کھوٹے ہیں۔ اسی طرح جب اس نے کہا کہ مجھ پر ایک ہزار کھوٹے درہم ہیں جو سامان کی قیمت ہیں۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ مقرر کا بعد والا قول تبدیلی کرنے والا ہے پس وہ شرط وصل کے ساتھ درست ہوگا جس طرح شرط اور استثناء شرط وصل کے ساتھ درست ہوتے ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ محض دراہم ہی حقیقت میں کھوٹے ہونے کا احتمال رکھتے ہیں جبکہ ستوقہ کا احتمال تو بطور مجاز ہے البتہ مطلق لفظ دراہم یہ عمدہ کی جانب لوٹنے والا ہوتا ہے۔ پس اس اعتبار سے اس کا دوسرا قول مغیر ہوگا اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح اس نے ”إِلَّا أَنَّهُا وَزْنُ خَمْسَةَ“ کہا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ رجوع ہے کیونکہ مطلق طور پر عقد سلامتی کا تقاضہ کرنے والا ہے جبکہ کھوٹا ہونا یہ ایک عیب ہے اور عیب کا دعویٰ کرنا یہ بعض واجبات عقد سے رجوع کرنا ہے یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح وہ یہ کہے کہ میں نے اس کو تمہارے ہاتھ عیب کی حالت میں فروخت کیا تھا جبکہ مشتری کہتا ہے کہ سلامتی کی حالت میں فروخت کیا تھا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسی دلیل کے سبب جو ہم بیان کر آئے ہیں۔

البتہ ستوقہ شمن نہیں ہے جبکہ بیع شمن پر وارد ہوا کرتی ہے پس یہ رجوع ہوگا اور مقرر کا قول ”إِلَّا أَنَّهُا وَزْنُ خَمْسَةَ“ استثناء بن جائے گا کیونکہ خمسہ کا وزن بھی دراہم کی ایک مقدار ہے۔ بہ خلاف اس کی جودت و عمدگی کے کیونکہ وصف کا استثناء درست نہیں ہے جس طرح گھر سے عمارت کا استثناء کرنا ہے۔ اسی کے بہ خلاف جب مقرر نے کہا کہ مجھ پر غلام کی قیمت کی ایک بوری گندم ہے مگر وہ ردی ہے کیونکہ ردی ہونا ایک قسم ہے یہ عیب نہیں ہے پس مطلق طور پر عقد ردی ہونے سے سلامتی کا تقاضہ کرنے والا نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ظاہر الروایت کے سوا میں یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جب مقرر بطور اتصال کہتا ہے تو زیوف کے متعلق اس کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ قرض مثلی مقبوض کی واپسی کا موجب ہے حالانکہ مقبوض کبھی کھوٹا بھی ہوتا ہے جس طرح غصب میں ہوتا ہے اور ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ عام طور پر لین دین کھرے دراہم کا ہوا کرتا ہے پس مطلق طور پر دراہم عمدہ کی جانب راجع ہوں گے۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ اقرار کیا کہ میں نے سامان خریدا تھا اُسکے ثمن کے روپے مجھ پر ہیں یا میں نے فلاں سے قرض لیا تھا اُس کے روپے میرے ذمہ ہیں اسکے بعد یہ کہتا ہے وہ کھوٹے روپے ہیں یا جست کے سکے ہیں یا اُن پیسوں کا چلن اب بند ہے ان سب صورتوں میں اچھے روپے دینے ہوں گے۔ اُس نے یہ کلام پہلے جملہ کے ساتھ وصل کیا ہو یا فصل کیا ہو کیونکہ یہ رجوع ہے اور اگر یوں کہا کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ اتنے روپے کھوٹے ہیں اور وجوب کا سبب نہ بتایا ہو تو جس طرح کے کہتا ہے ویسے ہی واجب ہیں۔ اور اگر یہ اقرار کیا کہ اُس کے میرے ذمہ ہزار روپے غصب یا امانت کے ہیں پھر کہتا ہے وہ کھوٹے ہیں مقرر کی تصدیق کی جائے گی اس جملہ کو وصل کے ساتھ کہے یا فصل کے ساتھ کیونکہ غصب کرنے والا کھرے کھوٹے کا امتیاز نہیں کرتا اور امانت رکھنے والے کے پاس جیسی چیز ہوتی ہے رکھتا ہے۔ غصب یا ودیعت کے اقرار میں اگر یہ کہتا ہے کہ جست کے وہ روپے ہیں اور وصل کے ساتھ کہا تو مقبول ہے اور فصل کر کے کہا تو مقبول نہیں۔ (درمختار، کتاب الاقرار، بیروت)

کھوٹے دراہم کو بیع و قرض کے طور پر ذکر نہ کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ لِفُلَانٍ عَلَيَّ أَلْفٌ دِرْهَمٍ زَيْوْفٍ وَلَمْ يَذْكُرِ الْبَيْعَ وَالْقَرْضَ قِيلَ يُصَدَّقُ)
بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّ اسْمَ الدَّرَاهِمِ يَتَنَاوَلُهَا (وَقِيلَ لَا يُصَدَّقُ) لِأَنَّ مُطْلَقَ الْإِقْرَارِ يَنْصَرِفُ
إِلَى الْعُقُودِ لِتَعَيُّنِهَا مَشْرُوعَةً لَا إِلَى الْإِسْتِهْلَاكِ الْمَحْرَمِ .

(وَلَوْ قَالَ اغْتَصَبْتُ مِنْهُ أَلْفًا أَوْ قَالَ أَوْدَعَنِي ثُمَّ قَالَ هِيَ زَيْوْفٌ أَوْ نَبَهْرَجَةٌ صَدَّقَ وَصَلَّ
أَمْ فَصَلَ) لِأَنَّ الْإِنْسَانَ يَغْصِبُ مَا يَجِدُ وَيُودِعُ مَا يَمْلِكُ فَلَا مُقْتَضَى لَهُ فِي الْجِيَادِ وَلَا
تَعَامُلَ فَيَكُونُ بَيَانُ النَّوْعِ فَيَصِحُّ وَإِنْ فَصَلَ ، وَلِهَذَا لَوْ جَاءَ رَأْدُ الْمَغْضُوبِ الْوَدِيعَةَ
بِالْمَعِيبِ كَانَ الْقَوْلُ قَوْلَهُ .

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يُصَدَّقُ فِيهِ مَفْصُولًا اِعْتِبَارًا بِالْقَرْضِ إِذَا الْقَبْضُ فِيهِمَا هُوَ
الْمُوجِبُ لِلضَّمَانِ .

ترجمہ

اور جب اس نے کہا کہ مجھ پر ایک ہزار کھوٹے دراہم ہیں اور اس نے بیع اور قرض کا ذکر نہیں کیا تو ایک قول کے مطابق بہ
اجماع اس کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ لفظ دراہم زیوف کو بھی شامل ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ تصدیق نہ کی جائے گی کیونکہ مطلق
اقرار عقود کی جانب لوٹنے والا ہے اس لئے کہ عقود مشروع ہیں پس ان کو حرام کی جانب منسوب نہ کیا جائے گا۔ اور جب کسی نے کہا
ہے کہ میں نے فلاں شخص کا ایک ہزار درہم غصب کیا ہے یا فلاں نے میرے پاس ایک ہزار درہم ودیعت رکھے ہیں اس کے بعد کہا
کہ وہ کھوٹے ہیں۔ اور غیر راجحہ ہیں۔ تو اس کی تصدیق کی جائے گی خواہ نے بطور اتصال کہا ہو یا بطور انفصال کہا ہو کیونکہ جس کو
پائے اسی کو غصب کرنے والا ہے۔ اور جس چیز کا مالک ہوتا ہے اس کو ودیعت رکھ دیتا ہے۔ پس امانت اور غصب والے دراہم کا کھر
اہونا ضروری نہ ہوگا جبکہ ان چیزوں میں کھرے دراہم کا تعامل یعنی عرف میں راجح ہونے کا معمول بھی نہیں ہے پس مقرر کا بیان
، بیان نوع کیلئے ہوگا پس وہ درست ہوگا خواہ بطور انفصال ہو۔ اسی دلیل کے سبب جب مغضوب اور ودیعت والا عیب والے دراہم
لیکر آئے تو اسی کے قول کا اعتبار ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ انفصال کے طور کہنے کی صورت میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ اس کو
قرض پر قیاس کیا گیا ہے۔ کیونکہ غصب اور قرض میں قبضہ ہی ضمان کو واجب کرنے والا ہے۔

شرح

لفظ دراہم کو زیوف میں شامل اس لئے کہا گیا ہے مصنف علیہ الرحمہ کی بیان کردہ اس جزی میں قاعدہ شریعت میں عرف کے معتبر ہونے کا بیان کیا گیا ہے۔ جب قیمتوں میں دراہم کہا جاتا ہے تو یہ لفظ عرف کے موافق ان تمام دراہم کو شامل ہوگا اگرچہ وہ کھرے ہوں یا کھوئے ہوں۔ جبکہ انفصال کی صورت میں کلام میں جدائی کے سبب سیاق مختلف ہو جائے گا۔

مقرر کا اتصالی طور پر ستوقہ یا رصاص کہنے کا بیان

وَلَوْ قَالَ هِيَ سَتُوقَةٌ أَوْ رِصَاصٌ بَعْدَمَا أَقْرَبَ بِالْغَضَبِ الْوَدِيعَةَ وَوَصَلَ صُدَّقٌ ، وَإِنْ فَصَلَ لَمْ يُصَدَّقْ لِأَنَّ السَّتُوقَةَ لَيْسَتْ مِنْ جِنْسِ الدَّرَاهِمِ لَكِنَّ الْإِسْمَ يَتَنَاوَلُهَا مَجَازًا فَكَانَ بَيَانًا مُغَيَّرًا فَلَا بُدَّ مِنَ الْوَصْلِ (وَإِنْ قَالَ فِي هَذَا كَلِمَةُ الْفَائِثَةِ قَالَ إِلَّا أَنَّهُ يَنْقُصُ كَذَا لَمْ يُصَدَّقْ وَإِنْ وَصَلَ صُدَّقٌ) لِأَنَّ هَذَا اسْتِثْنَاءُ الْمِقْدَارِ وَالْإِسْتِثْنَاءُ يُصَحِّحُ مَوْصُولًا ، بِخِلَافِ الزِّيَافَةِ لِأَنَّهَا وَصْفٌ وَاسْتِثْنَاءُ الْأَوْصَافِ لَا يَصِحُّ ، وَاللَّفْظُ يَتَنَاوَلُ الْمِقْدَارَ دُونَ الْوَصْفِ وَهُوَ تَصَرُّفٌ لَفْظِيٌّ كَمَا بَيَّنَّا ، وَلَوْ كَانَ الْفَصْلُ ضَرُورَةً انْقِطَاعِ الْكَلَامِ فَهُوَ وَاصِلٌ لِعَدَمِ امْكَانِ الْإِحْتِرَازِ عَنْهُ .

ترجمہ

اور جب غصب یا ودیعت میں رکھنے والے نے بطور اتصال کہا کہ وہ ستوقہ (کھوئے) یا رصاص (سیسہ) تھے تو اس کی تصدیق کر لی جائے گی۔ مگر جب اس نے بطور انفصال کہا تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی کیونکہ ستوقہ دراہم کی جنس سے نہیں ہیں البتہ لفظ اسم اس کو بطور مجاز شامل ہے پس یہی بیان منغیر ہوگا کیونکہ قبولیت کیلئے وصف ضروری ہے۔

اور جب مقرر نے مذکورہ تمام صورتوں میں کہا کہ ایک ہزار ہیں اس کے اس نے کہا کہ ایک ہزار سے کچھ کم ہیں تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور جب اس نے بطور اتصال کہا تو اس کی تصدیق کی جائے گی۔ کیونکہ مقدار کا استثناء یہی ہے اور موصولی استثناء درست ہوتا ہے۔ بہ خلاف زیافت کے کیونکہ وہ وصف ہے اور اوصاف کا استثناء درست نہیں ہے جبکہ لفظ الف یعنی ہزار یہ مقدار کو شامل ہے نہ کہ وصف کو شامل ہے۔ اور یہ لفظ تصرف ہے جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب کلام منقطع ہو جانے کے سبب فصل پایا جائے یعنی جس طرح اس کی سانس رک گئی ہے تو اس کو وصل ہی شمار کیا جائے گا کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔

شرح

اس مسئلہ کی وضاحت یہ ہے کہ مقرر نے جب زیوف یعنی کھوئے کے وصف کے ساتھ متصف کیا ہے تو اس کا یہ کلام بالکل مفصل کے درجے میں ہوا ہے کیونکہ وہ قول جس میں کوئی ابہام نہ ہو اس کو سمجھنے میں کسی قسم کی دلیل کی ضرورت نہیں ہوا کرتی بلکہ اہل عرف

خود ہی اس کو جانتے ہیں۔

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب اس نے یہ اقرار کیا کہ میں نے سامان خریدا تھا اسکے ثمن کے روپے مجھ پر ہیں یا میں نے فلاں سے قرض لیا تھا اُس کے روپے میرے ذمہ ہیں اسکے بعد یہ کہتا ہے وہ کھوٹے روپے ہیں یا جست (ذہات) کے سکے ہیں یا اُن پیسوں کا چلن اب بند ہے ان سب صورتوں میں اتھے روپے دینے ہوں گے۔ اُس نے یہ کلام پہلے جملہ کے ساتھ وصل کیا ہو یا فصل کیا ہو کیونکہ یہ رجوع ہے اور اگر یوں کہا کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ اتنے روپے کھوٹے ہیں اور وجوب کا سبب نہ بتایا ہو تو جس طرح کے کہتا ہے ویسے ہی واجب ہیں۔ اور اگر یہ اقرار کیا کہ اُس کے میرے ذمہ ہزار روپے غصب یا امانت کے ہیں پھر کہتا ہے وہ کھوٹے ہیں مقرر کی تصدیق کی جائے گی اس جملہ کو وصل کے ساتھ کہے یا فصل کے ساتھ کیونکہ غصب کرنے والا کھرے کھوٹے کا امتیاز نہیں کرتا اور امانت رکھنے والے کے پاس جیسی چیز ہوتی ہے رکھتا ہے۔ غصب یا ودیعت کے اقرار میں اگر یہ کہتا ہے کہ جست کے وہ روپے ہیں اور وصل کے ساتھ کہا تو مقبول ہے اور فصل کر کے کہا تو مقبول نہیں۔

(بحر الرائق، کتاب اقرار، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت کا اقرار کیا اور یہ کہا کہ مجھے تین دن کا اختیار ہے اقرار صحیح ہے اور اختیار باطل اگرچہ مقر لہ تصدیق کرتا ہو۔ اور کفالت کی وجہ سے دین کا اقرار کیا اور یہ کہ ایک مدت معلومہ تک کے لیے اس میں شرط اختیار ہے وہ مدت طویل ہو یا قصیر اگر مقر لہ اس کی تصدیق کرتا ہو تو اختیار ثابت ہوگا اور آخر مدت تک اختیار رہے گا اور مقر لہ تکذیب کرتا ہو تو مال لازم ہوگا اور اختیار ثابت نہ ہوگا۔ (عالمگیری، کتاب اقرار، بیروت)

غصب شدہ کپڑے کے اقرار کے بعد عیب والا کپڑا لانے کا بیان

(وَمَنْ أَقْرَبَ بِغَضَبٍ ثَوْبٍ ثُمَّ جَاءَ بِثَوْبٍ مَعِيْبٍ فَالْقَوْلُ لَهُ) لِأَنَّ الْغَضَبَ لَا يَخْتَصُّ بِالسَّلِيمِ . (وَمَنْ قَالَ لِآخَرَ : أَخَذْتُ مِنْكَ أَلْفَ دِرْهَمٍ وَدِيعَةً فَهَلَكَتْ فَقَالَ لَا بَلْ أَخَذْتُهَا غَضَبًا فَهُوَ ضَامِنٌ ، وَإِنْ قَالَ أَعْطَيْتَنِيهَا وَدِيعَةً فَقَالَ لَا بَلْ غَضَبْتَنِيهَا لَمْ يَضْمَنْ) وَالْفَرْقُ أَنَّ فِي الْفَصْلِ الْأَوَّلِ أَقْرَبَ بِسَبَبِ الضَّمَانِ وَهُوَ الْأَخَذُ ثُمَّ ادَّعَى مَا يُبْرِئُهُ وَهُوَ الْإِذْنُ وَالْآخِرُ يُنْكِرُهُ فَيَكُونُ الْقَوْلُ لَهُ مَعَ الْيَمِينِ .

وَفِي الثَّانِي أَضَافَ الْفِعْلَ إِلَى غَيْرِهِ وَذَلِكَ يَدَّعَى عَلَيْهِ سَبَبَ الضَّمَانِ وَهُوَ الْغَضَبُ فَكَانَ الْقَوْلُ لِمُنْكَرِهِ مَعَ الْيَمِينِ وَالْقَبْضُ فِي هَذَا كَالْأَخْذِ وَالِدَّفْعُ كَالْإِعْطَاءِ ، فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ : إِعْطَاؤُهُ وَالِدَّفْعُ إِلَيْهِ لَا يَكُونُ إِلَّا بِقَبْضِهِ ، فَنَقُولُ : قَدْ يَكُونُ بِالتَّخْلِيَةِ وَالْوَضْعِ بَيْنَ يَدَيْهِ ، وَلَوْ اقْتَضَى ذَلِكَ فَالْمُقْتَضَى ثَابِتٌ ضَرُورَةً فَلَا يَظْهَرُ فِي انْعِقَادِهِ سَبَبٌ

الضَّمان ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ : أَخَذْتُهَا مِنْكَ وَدِيعةً وَقَالَ الْآخِرُ لَا بَلْ قَرْضًا حَيْثُ يَكُونُ الْقَوْلُ لِلْمُقِرِّ وَإِنْ أَقْرَبَ بِالْأَخْذِ لِأَنَّهُمَا تَوَافَقَا هُنَالِكَ عَلَى أَنَّ الْأَخْذَ كَانَ بِالِإِذْنِ إِلَّا أَنَّ الْمُقِرَّ لَهُ يَدْعَى سَبَبَ الضَّمانِ وَهُوَ الْقَرْضُ وَالْآخِرُ يُنْكِرُ فَافْتَرَقَا .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کپڑا غصب کرنے کا اقرار کیا اور اس کے بعد وہ عیب والا کپڑا لیکر حاضر ہو گیا تو اسی کے قول کا اعتبار ہوگا کیونکہ غصب کرنا یہ کسی صحیح و سالم کپڑے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

اور جس شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تم سے ایک ہزار درہم ودیعت کے طور لئے تھے۔ اور وہ ہلاک ہو چکے ہیں جبکہ دوسرے نے کہا کہ نہیں بلکہ تم نے ان کو غصب کیا تھا تو مقرضامن ہوگا اور جب مقرض نے کہا کہ تم نے ہزار درہم ودیعت کے طور پر مجھے دیئے تھے جبکہ مقرض نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ درہم تم نے غصب کیے تھے تو مقرضامن نہ ہوگا اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں مقرض نے ضمان کے سبب کا اقرار کیا ہے اور وہ لینا ہے اس کے بعد مقرض نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا ہے جو اس کو ضمان سے بری کرنے والی ہے اور دوسرا اس کا انکاری ہے۔ لہذا قسم کے ساتھ مقرض کے کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ مقرض نے فعل مقرض کی جانب منسوب کر دیا ہے اور مقرض اس پر ضمان کے سبب کا دعویٰ کر رہا ہے اور وہ غصب ہے تو قسم کے ساتھ غصب سے انکاری کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور اس بارے میں قبضہ کرنا یہ لینے کے حکم میں ہے۔ اور دینا یہ عطاء کرنے کی طرح ہے۔ اور اب کوئی شخص یہ کہے کہ مقرض کو دینا عطا کرنا یہ اس کے قبضہ کے بغیر نہ ہوگا تو ہم بطور جواب اس سے کہیں گے کہ دینا اور عطاء یہ کبھی تخلیہ کرنے اور مقرض کے سامنے رکھنے سے ہو جائیں گے۔ اور جب دینا اور عطاء قبضہ کا تقاضہ کرنے والے ہوں تو بطور ضرورت قبضہ بھی ثابت ہوگا کیونکہ سبب ضمان کے انعقاد یہ تقاضہ ثابت نہ ہوگا۔

اور یہ اس صورت کے خلاف ہے جب مقرض نے کہا کہ میں نے تجھ سے ودیعت کے طور پر ایک ہزار درہم لیے تھے اور دوسرے یعنی مقرض نے کہا کہ نہیں بلکہ تم نے بطور قرض لیے تھے۔ تو مقرض کے قول کا اعتبار ہوگا خواہ وہ اقرار کر رہا ہے کیونکہ وہ دونوں یہاں اس بات پر اتفاق کرنے والے ہیں کہ پکڑنا اجازت سے تھا ہاں البتہ جب مقرض سبب ضمان کا مدعی ہے اور وہ قرض ہے اور دوسرا مقرض اس کا انکاری ہے۔ لہذا یہ دونوں مسائل حکم کے اعتبار سے الگ الگ ہو گئے۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کسی شخص نے یہ اقرار کیا کہ میں نے اس کا ایک کپڑا غصب کیا یا اس نے میرے پاس کپڑا امانت رکھا اور ایک عیب دار کپڑا لاکر کہتا ہے یہ وہی ہے مالک کہتا ہے یہ وہ نہیں ہے مگر اس کے پاس گواہ نہیں تو قسم کے ساتھ غاصب یا امین کا ہی قول معتبر ہے۔ (در مختار، کتاب اقرار، بیروت)

ایک ہزار بطور امانت ہونے کے اقرار کا بیان

(وَإِنْ قَالَ هَذِهِ الْأَلْفُ كَانَتْ وَدِيعةً لِي عِنْدَ فُلَانٍ فَأَخَذْتُهَا فَقَالَ فُلَانٌ هِيَ لِي فَإِنَّهُ يَأْخُذُهَا) لِأَنَّهُ أَقْرَبُ بِالْيَدِ لَهُ وَادَّعَى اسْتِحْقَاقَهَا عَلَيْهِ وَهُوَ يُنْكِرُ وَالْقَوْلُ لِلْمُنْكَرِ .
 (وَلَوْ قَالَ : آجَرْتُ دَائِي هَذِهِ فُلَانًا فَرَكِبَهَا وَرَدَّهَا ، أَوْ قَالَ : آجَرْتُ ثَوْبِي هَذَا فُلَانًا فَلَبِسَهُ وَرَدَّهٗ وَقَالَ فُلَانٌ كَذَبْتَ وَهُمَا لِي فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ (وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ : الْقَوْلُ قَوْلُ الَّذِي أَخَذَ مِنْهُ الدَّابَّةُ وَالثَّوْبُ) وَهُوَ الْقِيَاسُ وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ الْإِعَارَةُ وَالْإِسْكَانُ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کہا کہ میرے یہ ایک ہزار فلاں آدمی کے پاس امانت کے طور پر تھے۔ اور میں نے اس سے لے لئے ہیں۔ جبکہ فلاں شخص کہتا ہے کہ وہ تو میرے پاس ہیں۔ تو وہی فلاں ہی ان دراہم کو لینے والا ہوگا کیونکہ مقرر فلاں آدمی کیلئے قبضہ کا اقرار کر کے اس پر اپنے حق کا دعویٰ کرنے رہا ہے۔ جبکہ اس کے حق کا انکار کرنے والا فلاں آدمی ہی ہے۔ لہذا انکاری کی بات کا اعتبار کیا جائے گا اور جب اس نے کہا کہ میں فلاں آدمی کو کرائے پر یہ سواری دی ہوئی تھی اور سوار ہونے کے بعد اس نے وہ سواری مجھ کو پیش کر دی اور یہ اس نے کہا کہ میں نے اپنا یہ کپڑا فلاں آدمی کو کرائے پر دیا تھا اور اس نے پہن کر مجھ کو واپس کر دیا ہے۔ جبکہ فلاں آدمی نے کہا کہ تم جھوٹے ہو یہ سواری اور یہ کپڑا تو دونوں میرے اپنے ہیں تو مقرر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔ صاحبین نے کہا ہے کہ اسی شخص کے قول کا اعتبار کیا جائے گا جس سے یہ سواری اور یہ کپڑا لیا گیا ہے جبکہ قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے۔ اور اسی عاریت پر دینا اور رہائش کیلئے مکان دینا یہ بھی اسی اختلاف کے مطابق ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب اس نے یہ کہا کہ میں نے تم سے ہزار روپے امانت کے طور پر لیے اور وہ ہلاک ہو گئے مقرر نے کہا نہیں بلکہ تم نے وہ روپے غصب کیے ہیں مقرر کو تاوان دینا پڑے گا۔ اور اگر یوں اقرار کیا تم نے مجھے ہزار روپے امانت کے طور پر دیے وہ ضائع ہو گئے اور مقرر کہتا ہے نہیں بلکہ تم نے غصب کیے تو مقرر پر تاوان نہیں اور اگر یوں اقرار کیا کہ میں نے تم سے ہزار روپے امانت کے طور پر لیے اس نے کہا نہیں بلکہ قرض لیے ہیں یہاں مقرر کا قول معتبر ہوگا۔ یہ کہا کہ یہ ہزار روپے میرے فلاں کے پاس امانت رکھے تھے میں لے آیا وہ کہتا ہے نہیں بلکہ وہ میرے روپے تھے جس کو وہ لے گیا تو اسی کی بات معتبر ہوگی جس کے یہاں سے اس وقت روپے لایا ہے کیونکہ پہلا شخص استحقاق کا مدعی ہے اور یہ منکر ہے لہذا روپے موجود ہوں تو وہ واپس کرے ورنہ اونکی قیمت ادا کرے۔ (در مختار، کتاب اقرار، بیروت)

علامہ قاضی احمد بن فراموز حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ میں نے اپنا یہ گھوڑا فلاں کو کرایہ پر دیا تھا اُس نے سواری لے کر واپس کر دیا یا یہ کپڑا میں نے اسے عاریت یا کرایہ پر دیا تھا اُس نے پہن کر واپس دے دیا یا میں نے اپنا مکان اُسے سکونت کے لیے دیا تھا اُس نے کچھ دنوں رہ کر واپس کر دیا وہ شخص کہتا ہے نہیں بلکہ یہ چیزیں خود میری ہیں ان سب صورتوں میں مقرر کا قول معتبر ہے۔ یوہیں یہ کہتا ہے کہ فلاں سے میں نے اپنا یہ کپڑا اتنی اجرت پر سلوایا اور اُس پر میں نے قبضہ کر لیا وہ کہتا ہے یہ کپڑا میرا ہی ہے یہاں بھی مقرر ہی کا قول معتبر ہے۔ یہ ہزار روپے میرے پاس زید کی امانت ہیں نہیں بلکہ عمرو کی تو یہ ہزار جو موجود ہیں یہ تو زید کو دے اور اتنے ہی اپنے پاس سے عمرو کو دے کہ جب زید کے لیے اقرار کر چکا تو اُس سے رجوع نہیں کر سکتا۔ (درر الاحکام، کتاب دعویٰ، بیروت)

یہ اُس وقت ہے کہ زید بھی اپنے روپے اس کے پاس بتاتا ہو۔ یہ کہا کہ ہزار روپے زید کے ہیں نہیں بلکہ عمرو کے ہیں اس میں امانت کا لفظ نہیں کہا تو وہ روپے زید کو دے عمرو کا اس پر کچھ واجب نہیں۔ یہ اُس صورت میں ہے کہ معین کا اقرار ہو اور اگر غیر معین شے کا اقرار ہو مثلاً یہ کہا کہ میں نے فلاں کے سو روپے غصب کیے نہیں بلکہ فلاں کے اس صورت میں دونوں کو دینا ہوگا کہ دونوں کے حق میں اقرار صحیح ہے۔ (در مختار، کتاب اقرار، بیروت)

نصف درہم سے کپڑے کی سلوائی کرانے کے اقرار کا بیان

(وَلَوْ قَالَ خَاطَ فُلَانٌ ثَوْبِي هَذَا بِنِصْفِ دِرْهَمٍ ثُمَّ قَبَضْتُهُ وَقَالَ فُلَانٌ الثَّوْبُ ثَوْبِي فَهُوَ عَلَى هَذَا الْخِلَافِ فِي الصَّحِيحِ) وَجْهُ الْقِيَاسِ مَا بَيْنَاهُ فِي الْوَدِيعَةِ .
 وَجْهُ الْإِسْتِحْسَانِ وَهُوَ الْفَرْقُ أَنَّ الْيَدَ فِي الْبِجَارَةِ وَالْبِعَارَةِ ضَرُورِيَّةٌ تَثْبُتُ ضَرُورَةً اسْتِيفَاءِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ وَهُوَ الْمَنَافِعُ فَيَكُونُ عَدَمًا فِيمَا وَرَاءَ الضَّرُورَةِ فَلَا يَكُونُ إِقْرَارًا لَهُ بِالْيَدِ مُطْلَقًا ، بِخِلَافِ الْوَدِيعَةِ لِأَنَّ الْيَدَ فِيهَا مَقْصُودَةٌ وَالْإِيدَاعُ إِثْبَاتُ الْيَدِ قَصْدًا فَيَكُونُ الْإِقْرَارُ بِهِ اعْتِرَافًا بِالْيَدِ لِلْمُودِعِ .
 وَوَجْهٌ آخَرَ أَنَّ فِي الْبِجَارَةِ وَالْبِعَارَةِ وَالْإِسْكَانِ أَقْرَبَ بَيِّنَةٍ تَابِتَةٍ مِنْ جِهَتِهِ فَيَكُونُ الْقَوْلُ قَوْلَهُ فِي كَيْفِيَّتِهِ .

وَلَا كَذَلِكَ فِي مَسْأَلَةِ الْوَدِيعَةِ لِأَنَّهُ قَالَ فِيهَا كَانَتْ وَدِيعَةً ، وَقَدْ تَكُونُ مِنْ غَيْرِ صُنْعِهِ ، حَتَّى لَوْ قَالَ أَوْدَعْتُهَا كَانَ عَلَى هَذَا الْخِلَافِ ، وَلَيْسَ مَدَارُ الْفَرْقِ عَلَى ذِكْرِ الْأَخْذِ فِي طَرَفِ الْوَدِيعَةِ وَعَدَمِهِ فِي الطَّرَفِ الْآخِرِ وَهُوَ الْبِجَارَةُ وَأُخْتَاهُ ؛ لِأَنَّهُ ذَكَرَ الْأَخْذَ فِي وَضْعِ الطَّرَفِ الْآخِرِ فِي كِتَابِ الْإِقْرَارِ أَيْضًا ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ اقْتَضَيْتُ مِنْ

فَلَانَ أَلْفٍ دِرْهَمٍ كَانَتْ لِي عَلَيْهِ أَوْ أَقْرَضْتَهُ أَلْفًا ثُمَّ أَخَذْتُهَا مِنْهُ وَأَنْكَرَ الْمُقْرُّ لَهُ حَيْثُ
يَكُونُ الْقَوْلُ قَوْلَهُ لِأَنَّ الدُّيُونَ تُقْضَى بِأَمْثَالِهَا ، وَذَلِكَ إِنَّمَا يَكُونُ بِقَبْضِ مَضْمُونٍ ، فَإِذَا
أَقْرَبَ : الْاِقْتِضَاءِ فَقَدْ أَقْرَبَ بِسَبَبِ الضَّمَانِ ثُمَّ ادَّعَى تَمَلُّكُهُ عَلَيْهِ بِمَا يَدَّعِيهِ مِنَ الدَّيْنِ
مُقَاصَّةً وَالْآخِرُ يُنْكَرُهُ ، أَمَّا هَاهُنَا الْمَقْبُوضُ عَيْنٌ مَا ادَّعَى فِيهِ الْإِجَارَةَ وَمَا أَشْبَهَهَا
فَافْتَرَقَا ، لَوْ أَقْرَأَنَّ فَلَانًا زَرْعَ هَذِهِ الْأَرْضِ أَوْ بَنَى هَذِهِ الدَّارَ أَوْ غَرَسَ هَذَا الْكُرْمَ
وَذَلِكَ كُتْلُهُ فِي يَدِ الْمُقْرِّ فَأَدْعَاهَا فَلَانٌ وَقَالَ الْمُقْرُّ لَا بَلْ ذَلِكَ كُتْلُهُ لِي اسْتَعْنَتْ بِكَ
فَفَعَلْتِ أَوْ فَعَلْتَهُ بِأَجْرٍ فَالْقَوْلُ لِلْمُقْرِّ لِأَنَّهُ مَا أَقْرَأَ لَهُ بِالْيَدِ وَإِنَّمَا أَقْرَبَ بِمَجْرَدِ فِعْلٍ مِنْهُ ،
وَقَدْ يَكُونُ ذَلِكَ فِي مِلْكٍ فِي يَدِ الْمُقْرِّ وَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ خَاطَ لِي الْخِيَّاطُ قَمِيصِي
هَذَا يَنْصِفُ دِرْهَمٍ وَلَمْ يَقُلْ قَبْضْتَهُ مِنْهُ لَمْ يَكُنْ إِقْرَارًا بِالْيَدِ وَيَكُونُ الْقَوْلُ لِلْمُقْرِّ لَمَّا أَنَّهُ
أَقْرَبَ بِفِعْلٍ مِنْهُ وَقَدْ يَخِيطُ ثَوْبًا فِي يَدِ الْمُقْرِّ كَذَا هَذَا .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کہا کہ فلاں آدمی نے نصف درہم میں میرے اس کپڑے کو سی دیا ہے اور میں نے اس پر قبضہ بھی کر لیا ہے جبکہ فلاں آدمی کہتا ہے کہ یہ تو میرا کپڑا ہے قول صحیح کے مطابق یہ صورت بھی مذکورہ اختلاف کے مطابق ہے۔ اور قیاس کی دلیل اسی طرح ہے جس کو ہم ودیعت میں بیان کرائے ہیں۔

استحسان کی دلیل اور اس کا سبب فرق یہ ہے کہ اجارہ اور اعارہ میں قبضہ ضرورت کے وقت ہوا کرتا ہے تاکہ معتقد علیہ سے فائدہ حاصل کیا جائے۔ پس ضرورت کے سوا میں قبضے کا اعتبار نہ ہوگا پس مقرر کے اجارہ اور اعارہ کا اقرار اس کیلئے مطلق طور قبضہ کا اقرار نہ ہوگا بہ خلاف ودیعت کے کیونکہ ودیعت میں قبضہ مقصود ہوتا ہے جبکہ ودیعت دینے میں بطور قصد قبضہ کو ثابت کیا جاتا ہے پس ودیعت کا اقرار مودع کیلئے قبضے کا اعتراف ہے۔

اس کے سوا ایک دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ اجارہ اور اسکان میں مقر اپنی جانب سے قبضہ دینے کا اقرار کرتا ہے پس قبضہ کی ہنیت کے متعلق مقرر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا جبکہ ودیعت والے مسئلہ میں اس طرح نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مقرر صرف ودیعت ہونے کا اقرار کرنے والا ہے۔ کبھی فعل مودع کے بغیر بھی ودیعت ثابت ہو جاتی ہے ہاں البتہ جب مقرر ”میں نے ودیعت کیا“ کہا تو بھی اس اختلاف کے مطابق ہے۔ اور اختلاف کا دار و مدار اس بات پر نہیں ہے کہ ودیعت کی صورت میں مقرر نے لے جانے کی وضاحت کی ہے جبکہ اجارہ وغیرہ میں یہ توضیح نہیں ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے دوسری صورت میں بھی لے جانے کی وضاحت کی ہے یعنی انہوں نے جامع صغیر میں کتاب الاقرار میں بھی اجارہ کو لینے کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ اس صورت کے برخلاف ہے۔

اور جب مقرر نے یہ کہا ہے کہ فلاں شخص پر جو میرے ایک ہزار درہم تھے میں نے ان سے وصول کر لیا ہے یا میں نے ان کو ہزار درہم قرض دیا تھا اس کے بعد ان سے لے لیا ہے جبکہ مقرر نے اس کا انکار کر دیا ہے تو اسی کا قول معتبر ہوگا۔ کیونکہ قرض مثلی ادا کئے جاتے ہیں۔ اور یہ اسی صورت میں ہوگا جب قرض مقبوض مضمون ہو۔ اور اب جبکہ مقرر نے وصول کرنے کا اقرار کیا ہے تو اس نے ضمان کے سبب کا اقرار بھی کیا ہے اس کے بعد مقرری نے قرض کا دعویٰ کر کے بطور تبادلہ اس کا مالک ہونے کا اس نے دعویٰ کر دیا ہے جبکہ مقرر اس کا انکاری ہے۔ پس اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور مقبوض بھی وہی ہے جس میں اجارہ و اعارہ کا دعویٰ ہے کیونکہ اب دونوں کا حکم ایک دوسرے الگ ہو چکا ہے۔

اور جب کسی شخص نے اقرار کیا ہے کہ فلاں آدمی نے اس میں کاشت کاری کی ہے یا اس گھر میں عمارت بنوائی ہے یا اس باغ میں انگور کی بیل لگوائی ہے۔ جبکہ یہ تمام چیزیں مقرر کے قبضہ میں ہیں۔ اس کے بعد اس فلاں آدمی نے ان چیزوں کا دعویٰ کر دیا اور مقرر نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ تمام اشیاء میری ہیں۔ اور میں ان کاموں میں تجھ سے مدد مانگی تھی پس تم نے میری مدد کی تھی یا تم نے مزدوری پر یہ کام کیا تھا تو مقرر کی ملکیت اور اس کے قبضہ میں کام ہوتا ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح کسی شخص نے کہا کہ درزی نے میرے لئے قمیص آدھے درہم میں سی دی ہے مگر یہ نہ کہا کہ میں نے اس سے یہ قمیص لیکر قبضہ کر لیا ہے تو قبضہ کا اقرار نہ ہوگا اور مقرر کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ مقرر نے درزی کی جانب سے کام کا اقرار کیا ہے اور مقرر کے قبضہ میں بھی سلا ہوا کپڑا ہے پس اسی زمین کی کھیتی کرنے والے اور عمارت بنوانے والے مقرر کا قبضہ بھی برقرار رہے گا۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مقرر کا درزی کے پاس کپڑا ہے کہتا ہے یہ کپڑا فلاں کا ہے اور مجھے فلاں شخص (دوسرے کا نام لے کر کہتا ہے) کہ اُس نے دیا ہے اور وہ دونوں اُس کپڑے کے مدعی ہیں تو جس کا نام درزی نے پہلے لیا اسی کو دیا جائے گا یہی حکم دھوبی اور سونار کا ہے اور یہ سب دوسرے کو تاوان بھی نہیں دیں گے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاقرار، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب اس نے ودیعت کا اقرار کیا کہ فلاں کے ہزار روپے میرے پاس ودیعت ہیں اور مرگیا اور وہ ہزار ودیعت کے ممتاز نہیں ہیں تو مثل دیگر دیون کے یہ بھی ایک دین قرار پائے گا جو ترکہ سے ادا کیا جائے گا۔ اور اگر مریض کے پاس ہزار روپے ہیں اور صحت کے زمانہ کا اُس پر کوئی دین نہیں ہے اُس نے اقرار کیا کہ مجھ پر فلاں کے ہزار روپے دین ہیں پھر اقرار کیا کہ یہ ہزار روپے جو میرے پاس ہیں فلاں شخص کی ودیعت ہے پھر ایک تیسرے شخص کے لیے ہزار روپے دین کا اقرار کیا تو یہ ہزار روپے جو موجود ہیں تینوں پر برابر تقسیم ہوں گے اور اگر پہلے شخص نے کہہ دیا کہ میرا اُس پر کوئی حق نہیں ہے یا میں نے معاف کر دیا تو اسکی وجہ سے تیسرے دائن کا حق باطل نہیں ہوگا بلکہ مودع اور دائن میں یہ روپے نصف نصف تقسیم ہوں گے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاقرار، بیروت)

بَابُ إِقْرَارِ الْمَرِيضِ

﴿یہ باب مریض کے اقرار کے بیان میں ہے﴾

باب اقرار مریض کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ مقرر کے حالت صحت والے اقرار کے بعد حالت مرض والے یا مریض کے اقرار کے باب کو شروع کیا ہے اور اس کی فقہی مطابقت یہ ہے کہ اقرار کے احوال میں سے حالت صحت یہ اصل ہے جبکہ حالت مرض یہ عارضی، طاری اور فرعی کیفیت ہے۔ اور اصول یہ ہے کہ اصل کو فرع پر تقدم حاصل ہے۔

مرض موت میں کئی قسم کے قرضوں کے اقرار کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا أَقْرَأَ الرَّجُلُ فِي مَرَضٍ مَوْتِهِ بِدْيُونٍ وَعَلَيْهِ دْيُونٌ فِي صِحَّتِهِ وَدْيُونٌ لَزِمَتْهُ فِي مَرَضِهِ بِأَسْبَابٍ مَعْلُومَةٍ فَدَيْنُ الصَّحَّةِ وَالَّذِينَ الْمَعْرُوفُ الْأَسْبَابِ مُقَدَّمٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: دَيْنُ الْمَرَضِ وَدَيْنُ الصَّحَّةِ يَسْتَوِيَانِ لِاسْتِوَاءِ سَبَبَيْهِمَا وَهُوَ الْإِقْرَارُ الصَّادِرُ عَنْ حَقْلِ وَدَيْنٍ، وَمَحَلُّ الْوُجُوبِ الذَّمَّةُ الْقَابِلَةُ لِلْحُقُوقِ فَصَارَ كَأِنْشَاءِ التَّصَرُّفِ مُبَايَعَةً رَأْيًا كَحَاةً.

وَلَنَا أَنَّ الْإِقْرَارَ لَا يُعْتَبَرُ دَلِيلًا إِذَا كَانَ فِيهِ إِبْطَالُ حَقِّ الْغَيْرِ، وَفِي إِقْرَارِ الْمَرِيضِ ذَلِكَ لِأَنَّ حَقَّ غُرْمَاءِ الصَّحَّةِ تَعَلَّقَ بِهَذَا الْمَالِ اسْتِيفَاءً، وَلِهَذَا مُنِعَ مِنَ التَّبَرُّعِ وَالْمُحَابَاةِ إِلَّا بِقَدْرِ الثُّلُثِ.

بِخِلَافِ النِّكَاحِ لِأَنَّهُ مِنَ الْحَوَائِجِ الْأَصْلِيَّةِ وَهُوَ بِمَهْرِ الْمِثْلِ، وَبِخِلَافِ الْمُبَايَعَةِ بِمِثْلِ الْقِيَمَةِ لِأَنَّ حَقَّ الْغُرْمَاءِ تَعَلَّقَ بِالْمَالِيَّةِ لَا بِالصُّورَةِ، وَفِي حَالَةِ الصَّحَّةِ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِالْمَالِ لِقُدْرَتِهِ عَلَى الْاِكْتِسَابِ فَيَتَحَقَّقُ التَّشْمِيرُ، وَهَذِهِ حَالَةُ الْعَجْزِ وَحَالَتَا الْمَرَضِ حَالَةٌ وَاحِدَةٌ لِأَنَّهُ حَالَةُ الْحَجْرِ، بِخِلَافِ حَالَتِي الصَّحَّةِ وَالْمَرَضِ؛ لِأَنَّ الْأُولَى حَالَةٌ إِطْلَاقٍ وَهَذِهِ حَالَةٌ عَجْزٍ فَافْتَرَقَا، وَإِنَّمَا تُقَدَّمُ الدِّيُونُ الْمَعْرُوفَةُ الْأَسْبَابِ لِأَنَّهُ لَا تُهْمَةُ فِي ثُبُوتِهَا إِذِ الْمَعَايِنُ لَا مَرَدَّ لَهُ، وَذَلِكَ مِثْلُ بَدَلِ مَالٍ مَلَكَهُ أَوْ اسْتَهْلَكَهُ وَعِلْمٌ وَجُوبُهُ بِغَيْرِ

إِقْرَارِهِ أَوْ تَزْوَجَ امْرَأَةً بِمَهْرٍ مِثْلِهَا ، وَهَذَا الدَّيْنُ مِثْلُ دَيْنِ الصَّحَّةِ لَا يُقَدَّمُ أَحَدُهُمَا عَلَى الْآخَرِ لِمَا بَيَّنَّا ، وَلَوْ أَقْرَبَ بَعِيْنٍ فِي يَدِهِ لِآخَرَ لَمْ يَصَحَّ فِي حَقِّ غُرْمَاءِ الصَّحَّةِ لِتَعَلُّقِ حَقِّهِمْ بِهِ ، وَلَا يَجُوزُ لِلْمَرِيضِ أَنْ يَقْضِيَ دَيْنَ بَعْضِ الْغُرْمَاءِ دُونَ الْبَعْضِ ؛ لِأَنَّ فِي إِشَارِ الْبَعْضِ إِبْطَالَ حَقِّ الْبَاقِيْنَ ، وَغُرْمَاءُ الصَّحَّةِ وَالْمَرَضِ فِي ذَلِكَ سَوَاءٌ ، إِلَّا إِذَا قَضَى مَا اسْتَقْرَضَ فِي مَرَضِهِ أَوْ نَقَدَ ثَمَنَ مَا اشْتَرَى فِي مَرَضِهِ وَقَدْ عَلِمَ بِالْبَيِّنَةِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے مرض موت میں کئی قرضوں کا اقرار کر لیا جبکہ تندرستی کے عالم میں بھی اس پر بعض قرض تھے اور مرض کی حالت میں بھی اس پر کچھ قرض لازم ہوئے ہوں جن کی وجوہات بھی معلوم ہوں تو صحت اور جن کی وجوہات معلوم ہیں وہ قرض مقدم ہوں گے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مقرض اور تندرستی میں قرض برابر ہیں کیونکہ ان کا سبب برابر ہے اور یہ اس طرح کا اقرار ہے جو عقل اور قرض والے صادر ہوا ہے جبکہ محل وجوب وہ ذمہ ہے جو حقوق کو قبول کرتا ہے تو یہ اس طرح ہو جائے گا جس طرح آپس کی رضامندی ہے کے ساتھ اس نے بیع اور نکاح کا تصرف کیا ہے۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ جب اقرار میں دوسرے کے حق کا باطل ہونا لازم آتا ہو تو وہ اقرار دلیل نہ ہوگا اور مریض کے اقرار میں یہ بات پائی جاتی ہے کیونکہ اس کے دوسرے کے حق کا باطل ہونا لازم آ رہا ہے، اس لئے کہ اس نے حالت میں قرض خواہوں کے حق کو مشکل سے پورا کر کے اس کو بچہ کچھ مال ملا ہے کیونکہ تہائی سے زائد احسان و انعامات میں اسکو منع کر دیا جائے گا۔ یہ خلاف نکاح کے کیونکہ مہر مثلی نکاح کرنا یہ ضروریات اصلہ میں سے ہے یہ خلاف آپس کی بیع کے کیونکہ جب وہ مثلی قیمت پر کی جائے تو وہ قرض خواہوں کے حق مالیت سے متعلق ہے جبکہ صورت سے نہیں اور صحت کے عالم میں ان کا حق مال سے متعلق نہیں ہوتا کیونکہ مدیون کمائی کرنے پر قادر ہوتا ہے اور اس کے مال میں اضافہ ہو سکتا ہے اور یہ عاجزی کی حالت ہے جبکہ مرض کے دنوں احوال ایک جیسے ہوتے ہیں لہذا ایہی ممانعت والی حالت ہے یہ خلاف صحت اور مرض کے احوال کے کیونکہ پہلی صورت اباحت و جواز کی ہے۔ اور یہ عاجز ہونے حالت ہے لہذا یہ دونوں احوال ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

اور جب قرضوں کی وجوہات معلوم ہوں وہ مقدم ہوں گے کیونکہ ان کو ثابت کرنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور یہ قرضے سب لوگوں کے روبرو ہوئے ہیں لہذا ان کو کوئی رد کرنے والا نہیں ہے اور اسکی مثال کسی مال کا بدل ہے جس کا وہ مالک ہوا ہے یا اس سے ہلاک کر دیا گیا ہے۔ اور اس کا وجوب اس شخص کے اقرار کے سوا کسی دوسری دلیل سے معلوم ہوا ہے یا اس نے کسی عورت کے مہر مثل پر اس سے نکاح کیا ہے اور یہ قرض دین صحت کی طرح ہے اور ان میں سے کسی کو دوسرے پر مقدم نہ کیا جائے گا اسی دلیل کے سبب

جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور جب مقرر کے قبضہ میں کوئی چیز ہو اور اس نے دوسرے کیلئے اقرار کیا ہے تو صحت کی حالت کے قرض خواہوں کے حق میں یہ اقرار درست نہ ہوگا کیونکہ اس مال سے ہی ان کو حق ثابت ہو چکا ہے اور مریض کیلئے یہ جائز نہ ہوگا کہ وہ کچھ قرض خواہوں کا قرضہ دے اور کچھ نہ دے۔ کیونکہ بعض کو ترجیح دینے کے سبب بقیہ قرض خواہوں کے حق کا باطل ہونے کا اور صحت و مرض دونوں کے قرض خواہ اس موقع پر برابر ہیں۔ ہاں البتہ جب مریض کوئی ایسا قرض ادا کرے جس کو اس نے مرض کی حالت میں لیا تھا یا ایسی چیز کی قیمت ادا کرے جس کو نے مرض کی حالت میں خریدا تھا۔ اور یہ معاملہ گواہی ثابت ہو چکا ہے تو اس کو ادا کرنا جائز ہے۔

شرح

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مریض سے مراد وہ ہے جو مرض الموت میں مبتلا ہو اور اس کی تعریف کتاب الطلاق میں مذکور ہو چکی ہے وہاں سے معلوم کریں۔ مریض کے ذمہ جو دین ہے جس کا وہ اقرار کرتا ہے وہ حالت صحت کا دین ہے یا حالت مرض کا اور اس کا سبب معروف ہے یا غیر معروف اور اقرار اجنبی کے لیے ہے یا وارث کے لیے ان تمام صورتوں کے احکام بیان کیے جائیں گے۔

صحت کا دین چاہے اس کا سبب معلوم ہو یا نہ ہو اور مرض الموت کا دین جس کا سبب معروف و مشہور ہو مثلاً کوئی چیز خریدی ہے اس کا ثمن، کسی کی چیز ہلاک کی ہے اس کا تاوان، کسی عورت سے نکاح کیا ہے اس کا مہر مثل یہ دیون (ان دیون پر مقدم ہیں جن کا زمانہ مرض میں اس نے اقرار کیا ہے۔) بحر الرائق، کتاب الاقرار، بیروت

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ سبب معروف کا یہ مطلب ہے کہ گواہوں سے اس کا ثبوت ہو یا قاضی نے خود اس کا معاینہ کیا ہو اور سبب سے وہ سبب مراد ہے جو تبرع نہ ہو جیسے نکاح مشاہد اور بیع اور اتلاف مال کہ ان کو لوگ جانتے ہوں۔ مہر مثل سے زیادہ پر مریض نے نکاح کیا تو جو کچھ مہر مثل سے زیادتی ہے یہ باطل ہے اگرچہ نکاح صحیح ہے۔ (در مختار، کتاب الاقرار، بیروت)

پہلے قرضوں کے بعد کچھ مال کے بیچ جانے کا بیان

قَالَ (فَإِذَا قُضِيَتْ) يَعْنِي الدُّيُونَ الْمُقَدَّمَةَ (وَفَضَلَ شَيْءٌ) يُصْرَفُ إِلَى مَا أَقْرَبَهُ فِي حَالَةِ الْمَرَضِ (لِأَنَّ الْإِقْرَارَ فِي ذَاتِهِ صَحِيحٌ ، وَإِنَّمَا رُدَّ فِي حَقِّ غُرْمَاءِ الصَّحَّةِ فَإِذَا لَمْ يَبْقَ حَقُّهُمْ ظَهَرَتْ صِحَّتُهُ .

قَالَ (وَإِنْ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دِيُونٌ فِي صِحَّتِهِ جَازَ إِقْرَارُهُ) لِأَنَّهُ لَمْ يَتَضَمَّنْ إِبْطَالَ حَقِّ الْغَيْرِ وَكَانَ الْمُقَرَّرُ لَهُ أَوْلَى مِنَ الْوَرَثَةِ لِقَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : إِذَا أَقْرَأَ الْمَرِيضُ بَدِينٍ جَازَ ذَلِكَ عَلَيْهِ فِي جَمِيعِ تَرَكَتِهِ وَلِأَنَّ قِضَاءَ الدَّيْنِ مِنَ الْحَوَائِجِ الْأَصْلِيَّةِ وَحَقُّ الْوَرَثَةِ

يَتَعَلَّقُ بِالتَّرِكَةِ بِشَرَطِ الْفَرَاغِ وَلِهَذَا تُقَدَّمُ حَاجَتُهُ فِي التَّكْفِينِ .

ترجمہ

اور جب مقدمہ قرض ادا کر دیئے گئے ہیں اور کچھ مال بچ گیا ہے تو اس کو اس کے قرض میں دیا جائے گا جس نے حالت مرض میں اقرار کیا تھا کیونکہ یہ اقرار ذاتی طور پر درست تھا لیکن صحت والے قرض خواہوں کے حقوق کی رعایت کے سبب اس کا روک دیا گیا تھا۔ مگر جب ان کا حق پورا ہو گیا تو روکے گئے قرضوں کی صحت ظاہر ہو گئی۔

اور جب کسی مرض پر اس کی صحت کے عالم کا کوئی قرض نہ ہو تو مرض کی حالت کے قرض کا اقرار جائز ہے کیونکہ اب غیر کے حق کا باطل ہونا لازم نہ آئے گا اور مقررہ وراثہ سے مقدم ہوگا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے جب مریض کسی قرض کا اقرار کرتا ہے تو جائز ہے اور یہ اس کے پورے ترکہ میں ہو گا کیونکہ قرض ادا کرنا یہ ضروریاتِ اصلیہ میں سے ہے جبکہ ترکہ سے وراثہ کا حق فراغت کی شرط کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ تدفین کفن کی ضرورت کو بھی وراثہ کے حق سے مقدم کیا گیا ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مریض نے اقرار کیا کہ میرے باپ کے ذمہ فلاں شخص کا اتنا دین ہے اور اس کے قبضہ میں ایک مکان ہے جو اس کے باپ کا تھا اور خود اس مریض پر زمانہ صحت کا بھی دین ہے اس صورت میں اولاً دین صحت کو ادا کریں گے اس سے جب بچے گا تو اس کے باپ کا دین جس کا اس نے اقرار کیا ہے ادا کیا جائے گا اور اگر اپنے باپ کے دین کا باپ کے مرنے کے بعد ہی زمانہ صحت میں اقرار کیا ہے تو اُس مکان کو بیچ کر پہلے اس کے باپ کا دین ادا کیا جائے گا جن لوگوں کا اس پر دین ہے وہ اپنا دین نہیں لے سکتے جب تک اس کے باپ کا دین ادا نہ ہو جائے۔

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور اسی طرح جب مریض نے اقرار کیا کہ وارث کے پاس جو میری ودیعت یا عاریت تھی مل گئی یا مال مضاربت تھا وصول پایا اسکی بات مان لی جائے گی۔ یوہیں اگر وہ کہتا ہے کہ موہوب لہ سے میں نے ہبہ کو واپس لے لیا یا جو چیز بیع فاسد کے ساتھ بیچی تھی واپس لی یا مغصوب یا رہن کو وصول پایا یہ اقرار صحیح ہے اگرچہ اس پر زمانہ صحت کا دین ہو جب کہ یہ سب یعنی موہوب لہ وغیرہ اجنبی ہوں اور اگر وارث سے واپس لینے کا ان صورتوں میں اقرار کرے تو اسکی بات نہیں مانی جائے گی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب اقرار، بیروت)

مریض کا وراثہ کیلئے اقرار کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ أَقْرَأَ الْمَرِيضُ لِوَارِثِهِ لَا يَصِحُّ إِلَّا أَنْ يُصَدِّقَهُ فِيهِ بَقِيَّةُ الْوَرِثَةِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ فِي أَحَدِ قَوْلَيْهِ : يَصِحُّ لِأَنَّهُ إِظْهَارُ حَقِّ ثَابِتٍ لِرَجْحِ جَانِبِ الصَّدَقِ فِيهِ ، وَصَارَ

كَالْإِقْرَارِ لِأَجْنَبِيٍّ وَبَوَارِثٍ آخَرَ وَبَوَدِيْعَةٍ مُسْتَهْلَكَةٍ لِلْوَارِثِ .
 وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا وَصِيَّةَ لِيُوَارِثُ وَلَا إِقْرَارَ لَهُ بِالذَّيْنِ) " وَلَآنَّهُ تَعَلَّقَ
 حَقُّ الْوَرَثَةِ بِمَالِهِ فِي مَرَضِهِ وَلِهَذَا يُمْنَعُ مِنَ التَّبَرُّعِ عَلَى الْوَارِثِ أَصْلًا ، فَفِي تَخْصِيصِ
 الْبَعْضِ بِهِ إِبْطَالُ حَقِّ الْبَاقِيْنَ ، وَلَآنَّ حَالَةَ الْمَرَضِ حَالَةَ الْإِسْتِغْنَاءِ وَالْقَرَابَةِ سَبَبُ
 التَّعَلُّقِ ، إِلاَّ أَنْ هَذَا التَّعَلُّقُ لَمْ يَظْهَرْ فِي مَتْنِ الْأَجْنَبِيِّ لِحَاجَتِهِ إِلَى الْمُعَامَلَةِ فِي الصَّحَّةِ ؛
 لِأَنَّهُ لَوْ أَنْحَجَرَ عَنِ الْإِقْرَارِ بِالْمَرَضِ يَمْتَنِعُ النَّاسُ عَنِ الْمُعَامَلَةِ مَعَهُ ، وَقَلَّمَا تَقَعُ
 الْمُعَامَلَةُ مَعَ الْوَارِثِ وَلَمْ يَظْهَرْ فِي حَقِّ الْإِقْرَارِ بِوَارِثٍ آخَرَ لِحَاجَتِهِ أَيْضًا ، ثُمَّ هَذَا
 التَّعَلُّقُ حَقُّ بَقِيَّةِ الْوَرَثَةِ ، فَإِذَا صَدَّقُوهُ فَقَدْ أَبْطَلُوهُ فَيَصِحُّ إِقْرَارُهُ قَالَ (وَإِذَا أَقْرَرَ لِأَجْنَبِيٍّ
 جَازَ وَإِنْ أَحَاطَ بِمَالِهِ) لِمَا بَيَّنَّا ، وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا يَجُوزَ إِلاَّ فِي الثُّلْثِ لِأَنَّ الشَّرْعَ قَصَرَ
 تَصَرُّفَهُ عَلَيْهِ . إِلاَّ أَنَّا نَقُولُ : لَمَّا صَحَّ إِقْرَارُهُ فِي الثُّلْثِ كَانَ لَهُ التَّصَرُّفُ فِي ثُلْثِ الْبَاقِي
 لِأَنَّهُ الثُّلْثُ بَعْدَ الذَّيْنِ ثُمَّ وَثَمَ حَتَّى يَأْتِيَ عَلَى الْكُلِّ .

ترجمہ

اور جب کسی مریض نے اپنے وارث کیلئے اقرار کیا ہے تو اس کا یہ اقرار درست نہ ہوگا ہاں البتہ جب دوسرے وارثوں نے اس کی تصدیق کر دی ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے دونوں اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ درست ہے کیونکہ ایک ثابت شدہ حق کا ظاہر کرنا ہے۔ تاکہ صدق کی جانب راجح ہو جائے۔ اور یہ اجنبی کیلئے دوسرے وارث اور کسی وارث کی ہلاک کردہ امانت کیلئے اقرار کرنے کی طرح ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وارث کیلئے وصیت نہیں ہے اور نہ اس کے لئے قرض کا اقرار ہے کیونکہ مریض کے مرض الموت میں اس کے مال سے وارثوں کا حق متعلق ہو جاتا ہے کیونکہ وارث کے حق میں احسان کرنے سے کلی طور پر منع کر دیا گیا ہے پس بعض لوگوں کیلئے بھی اقرار کرنے میں بقیہ وارثوں کے حق کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ کیونکہ مرض کی حالت میں تو استغناء کی حالت ہوا کرتی ہے جبکہ قرابت کا تعلق سبب بنتا ہے اور اجنبی کے حق میں یہ تعلق ظاہر نہیں ہے۔ اس لئے کہ تندرستی کے عالم میں اس کو اجنبی کے ساتھ معاملہ کرنے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس لئے کہ جب مرض کے سبب مریض کو اقرار سے منع کر دیا جائے تو لوگ اس کے ساتھ معاملہ کرنے سے پرہیز کریں گے۔ جبکہ وارثوں کے ساتھ معاملہ بہت کم ہوتا ہے۔

اور دوسری قسم کے وارث کے حق میں یہ معاملہ ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ اس کے ساتھ بھی معاملہ طے کرنے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس کے بعد یہ تعلق دوسرے وارثوں کا حق ہے اور جب وہ تصدیق کر دیں تو وہ اپنا حق باطل کرنے والے ہو جائیں گے۔ کیونکہ اب مریض کا اقرار درست ہو جائے گا۔

اور جب مریض نے کسی اجنبی کیلئے اقرار کیا ہے تو یہ اقرار جائز ہے خواہ یہ اقرار سارے مال کا احاطہ کیے ہوئے ہی کیوں نہ ہو اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اقرار صرف تہائی مال میں درست ہو کیونکہ شریعت نے تہائی پر مریض کو منحصر کیا ہے جبکہ ہم کہتے ہیں کہ جب تہائی میں اس کا تصرف جائز ہے تو تہائی سے بقیہ سے بچ جانے والے مال میں اس کا تصرف درست ہوگا کیونکہ قرض کے بعد بچ جانے والا تہائی ہے اور اسی طرح تہائی در تہائی میں یہ سارے کے صحیح ہونے پر طاری و جاری ہو نیوالا ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ جو کہا گیا ہے کہ وارث کے لیے مریض کا اقرار باطل ہے اس سے مراد وہ وارث ہے جو بوقت موت وارث ہوایہ نہیں کہ بوقت اقرار وارث ہو یعنی جس وقت اس کے لیے اقرار کیا تھا وارث نہ تھا اور اُس کے مرنے کے وقت وارث ہو گیا تو یہ اقرار باطل ہے مگر جبکہ وراثت کا جدید سبب پیدا ہو جائے مثلاً نکاح لہذا اگر کسی عورت کے لیے اقرار کیا تھا اس کے بعد نکاح کیا وہ اقرار صحیح ہے اور اگر اپنے بھائی کے لیے اقرار کیا تھا جو محبوب تھا مگر اُس کے مرنے کے وقت محبوب نہ رہا مثلاً جب اس نے اقرار کیا تھا اُس وقت اوس کا بیٹا موجود تھا اور بعد میں بیٹا مر گیا اب بھائی وارث ہو گیا اقرار باطل ہے اور اگر اقرار کے وقت بھائی وارث تھا مثلاً مریض کا کوئی بیٹا نہ تھا اُس کے بعد بیٹا پیدا ہوا اب بھائی وارث نہ رہا اگر مریض کے مرنے تک بیٹا زندہ رہا یہ اقرار صحیح ہے۔ مریض نے جس کے لیے اقرار کیا وہ وارث تھا پھر وارث نہ رہا پھر وارث ہو گیا اور اب وہ مریض مرا تو اقرار باطل ہے مثلاً زوجہ کے لیے اقرار کیا پھر اوس سے بائن طلاق دے دی بعد عدت پھر اوس سے نکاح کر لیا۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاقرار، بیروت)

زمانہ صحت کے قرض کی تقدیم کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مریض نے اجنبی کے حق میں اقرار کیا یہ اقرار جائز ہے اگرچہ اُس کے تمام اموال کو احاطہ کر لے اور وارث کے لیے مریض نے اقرار کیا تو جب تک دیگر ورثہ اس کی تصدیق نہ کریں جائز نہیں اور اجنبی کے لیے بھی جمیع مال کا اقرار اُس وقت صحیح ہے جب صحت کا دین اُس کے ذمہ نہ ہو یعنی علاوہ مقرلہ کے دوسرے لوگوں کا دین حالت صحت میں جو معلوم تھا نہ ہو ورنہ پہلے یہ دین ادا کیا جائے گا اس سے جب بچے گا تو اُس دین کو ادا کیا جائے گا جس کا مرض میں اقرار کیا ہے بلکہ زمانہ صحت کے دین کو اُس ودیعت پر مقدم کریں گے جس کا ثبوت محض مریض کیا قرار سے ہو۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاقرار، بیروت،)

وارث کیلئے اقرار درست نہ ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی مریض نے اپنے وارث کیلئے اقرار کیا ہے تو اس کا یہ اقرار درست نہ ہوگا۔ اور امام احمد علیہ الرحمہ کا قول بھی یہی ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے دونوں اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ درست ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب تہمت کا اندیشہ نہ ہو تو اقرار درست ہے۔

(شرح الوقایہ، کتاب اقرار، بیروت)

مریض کا اجنبی کیلئے اقرار کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَقْرَأَ لِأَجْنَبِيٍّ ثُمَّ قَالَ : هُوَ ابْنِي ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ وَبَطُلَ إِقْرَارُهُ ، فَإِنْ أَقْرَأَ لِأَجْنَبِيَّةٍ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا لَمْ يَبْطُلْ إِقْرَارُهُ لَهَا) وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ دَعْوَةَ النَّسَبِ تَسْتَنْدُ إِلَى وَقْتِ الْعُلُوقِ فَتَبَيَّنَ أَنَّهُ أَقْرَأَ لِابْنِهِ فَلَا يَصِحُّ وَلَا كَذَلِكَ الزَّوْجِيَّةُ لِأَنَّهَا تَقْتَصِرُ عَلَى زَمَانِ التَّزْوِجِ فَبَقِيَ إِقْرَارُهُ لِأَجْنَبِيَّةٍ .

قَالَ (وَمَنْ طَلَّقَ زَوْجَتَهُ فِي مَرَضِهِ ثَلَاثًا ثُمَّ أَقْرَأَ لَهَا بِدَيْنٍ فَلَهَا الْأَقْلُ مِنَ الدَّيْنِ وَمِنْ مِيرَاثِهَا مِنْهُ) لِأَنَّهَا مُتَّهَمَانِ فِيهِ لِقِيَامِ الْعِدَّةِ ، وَبَابُ الْإِقْرَارِ مَسْدُودٌ لِلْوَارِثِ فَلَعَلَّهُ أَقْدَمَ عَلَى هَذَا الطَّلَاقِ لِيَصِحَّ إِقْرَارُهُ لَهَا زِيَادَةً عَلَى مِيرَاثِهَا وَلَا تَهْمَةٌ فِي أَقْلِ الْأَمْرَيْنِ فَثَبَّتُ .

ترجمہ

اور جب مریض نے کسی اجنبی شخص کیلئے اقرار کیا ہے اور اس کے بعد اس نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو مقرر سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا اور جو اقرار تھا وہ باطل ہو جائے گا اور جب مریض نے کسی اجنبی عورت کیلئے اقرار کرتے ہوئے اس سے نکاح کر لیا اور اس کے حق میں اقرار اول باطل نہ ہوگا۔ اور اس فرق کی دلیل یہ ہے کہ نسب کا دعویٰ وقت علوق کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) لہذا یہ واضح ہو چکا ہے کہ مقرر نے اپنے بیٹے کیلئے اقرار کیا ہے اس لئے یہ درست نہ ہوگا۔ جبکہ زوجیت کی حالت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کا انحصار نکاح کے وقت کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ پس اس کا اقرار اجنبیہ کیلئے ہی قرار دیا جائے گا۔

اور جب کسی شخص نے مرض الموت میں اپنی بیوی کو طلاق ثلاثہ دی اس کے بعد اس نے اس کیلئے قرض کا اقرار کیا ہے اور اس کے بعد وہ فوت ہو گیا ہے اور اس عورت کو قرض اور میراث میں سے جو کم ہوگا وہی۔ ملے گا کیونکہ عدت کے باقی رہنے کے سبب وہ دونوں اس اقرار میں تہمت زدہ ہیں۔ جبکہ وارثوں کیلئے اقرار دروازہ بند ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شوہر نے اس کو طلاق بھی اسی سبب

سے دی ہو کہ اس کا اقرار درست ہو جائے۔ اور اس کو زیادہ میراث مل جائے جبکہ دونوں معاملات میں قلیل کی صورت میں کوئی تہمت نہیں ہے۔ لہذا وہ ثابت ہو جائے گا۔

مجهول نسب والے کیلئے مریض کا اقرار کرنے کا بیان

علامہ قاضی احمد بن فراموز حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص مجهول النسب کے لیے مریض نے کسی چیز کا اقرار کیا اس کے بعد اُس شخص کی نسبت یہ اقرار کرتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور وہ اسکی تصدیق کرتا ہے نسب ثابت ہو جائے گا اور وہ اقرار جو پہلے کر چکا ہے باطل ہو جائے گا اور جب وہ بیٹا ہو گیا تو خود وارث ہے جیسے دوسرے وارث ہیں اور اگر وہ شخص معروف النسب ہے یا وہ اس کی تصدیق نہیں کرتا تو نسب ثابت نہیں ہوگا اور پہلا اقرار بدستور سابق۔ (درر الاحکام، کتاب اقرار، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب ایک شخص بیمار ہے اُس کا ایک بھائی ہے اور ایک بی بی، زوجہ نے کہا مجھے تین طلاقیں دے دو اُس نے دے دیں پھر اُس مریض نے یہ اقرار کیا کہ میرے ذمہ بی بی کے سو روپے باقی ہیں اور عورت اپنا پورا مہر لے چکی ہے وہ شخص ساٹھ روپیہ تر کہ چھوڑ کر مر گیا اگر عورت کی عدت پوری ہو چکی ہے تو کل روپے عورت لے لیگی اور عدت گزرنے سے پہلے مر گیا تو اولاً تر کہ سے وصیت کو نافذ کریں گے پھر میراث جاری کریں گے مثلاً اس نے تہائی مال کی وصیت کی ہے تو بیس روپے موصلی لہ کو دیں گے اور دس روپے عورت کو اور تیس اُس کے بھائی کو دے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاقرار، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مریض نے یہ اقرار کیا کہ یہ ہزار روپے جو میرے پاس ہیں لفظہ ہیں اس اقرار کے بعد مر گیا اور ان روپوں کے علاوہ اُس نے کوئی مال نہیں چھوڑا اگر وراثہ اُس کے اقرار کی تصدیق کرتے ہوں تو ان کو کچھ نہیں ملے گا وہ روپے صدقہ کر دیے جائیں اور تکذیب کرتے ہوں تو ایک تہائی صدقہ کر دیں اور دو تہائیاں بطور میراث تقسیم کر لیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاقرار، بیروت)

فصل فی الاقرار بالنسب

﴿یہ فصل اقرارنسب کے بیان میں ہے﴾

فصل اقرارنسب کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے ان چیزوں کے اقرار کو بیان کیا ہے جن کا تعلق مالی معاملات سے ہے اور اب یہاں سے ان معاملات کا بیان شروع کیا ہے جن کا تعلق نسبی احکام سے متعلق ہے۔ اقرار کے بارے میں چونکہ مالی معاملات کا وقوع کثرت کے ساتھ ہوتا ہے لہذا ان کے کثرت وقوع کے سبب ان کو مقدم کیا ہے اور نسبی اقرار کے معاملات کے کم وقوع ہونے کے سبب ان کو مؤخر ذکر کیا ہے۔

مقرر کا دعویٰ ولد کرنے کا بیان

(وَمَنْ أَقْرَبَ بَغْلَامٍ يُولَدُ مِثْلَهُ لِمِثْلِهِ وَلَيْسَ لَهُ نَسَبٌ مَعْرُوفٌ أَنَّهُ ابْنُهُ وَصَدَقَهُ الْغُلَامُ ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ وَإِنْ كَانَ مَرِيضًا) لِأَنَّ النَّسَبَ مِمَّا يَلْزَمُهُ خَاصَّةً فَيَصِحُّ إِقْرَارُهُ بِهِ وَشَرَطُ أَنْ يُولَدَ مِثْلَهُ لِمِثْلِهِ كَيْ لَا يَكُونَ مُكْذَبًا فِي الظَّاهِرِ ، وَشَرَطُ أَنْ لَا يَكُونَ لَهُ نَسَبٌ مَعْرُوفٌ لِأَنَّهُ يَمْنَعُ ثُبُوتَهُ مِنْ غَيْرِهِ ، وَإِنَّمَا شَرَطَ تَصْدِيقَهُ لِأَنَّهُ فِي يَدِ نَفْسِهِ إِذِ الْمَسْأَلَةُ فِي غُلَامٍ يُعْبَرُ عَنْ نَفْسِهِ ، بِخِلَافِ الصَّغِيرِ عَلَى مَا مَرَّ مِنْ قَبْلُ ، وَلَا يَمْتَنِعُ بِالْمَرَضِ لِأَنَّ النَّسَبَ مِنَ الْحَوَائِجِ الْأَصْلِيَّةِ (وَيُشَارِكُ الْوَرَثَةَ فِي الْمِيرَاثِ) لِأَنَّهُ لَمَّا ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ صَارَ كَالْوَارِثِ الْمَعْرُوفِ فَيُشَارِكُ وَرَثَتَهُ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے ایسے لڑکے کے بارے میں یہ دعویٰ کر دیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اس طرح کا بیٹا مقرر کا ہو سکتا ہے اور اس لڑکے کا کوئی مشہور نسب بھی نہ ہو اور اس لڑکے نے بھی مدعی کی تصدیق کر دی ہے تو اس کا لڑکے کا نسب مدعی سے ثابت ہو جائے گا۔ خواہ مقرر مریض ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ نسب محض صرف مقرر پر لازم ہوتا ہے پس مقرر کیلئے اس کا اقرار درست ہوگا۔

حضرت امام قدوری علیہ الرحمہ نے اس میں یہ شرط بیان کی ہے کہ اسی طرح کا لڑکا مقرر سے پیدا ہو سکتا ہو۔ تاکہ وہ ظاہری طور پر کسی طرح کا جھوٹ ظاہر نہ ہو۔ اور یہ شرط بھی بیان کی ہے کہ اس کا کوئی مشہور نسب نہ ہو۔ کیونکہ اگر دوسرے سے کوئی معروف نسب ہے تو وہ مدعی کے ثبوت میں مانع ہوگا۔ اور یہ بھی شرط بیان کی ہے کہ لڑکے نے اس کی تصدیق کر دی ہو۔ کیونکہ وہ لڑکا اپنے ذاتی قبضہ

میں ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ اس لڑکے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے جو خود اپنی ترجمانی کرنے کا اہل ہو۔ بہ خلاف چھوٹے بچے کے جس طرح اس سے پہلے اس کا بیان گزر چکا ہے۔

مرض کے سبب سے اقرار قبولیت کے مانع نہ ہوگا۔ کیونکہ نسب اصلی ضروریات میں سے ہے۔ اور وہ لڑکا میراث میں دوسرے وارثوں کا شریک ہوگا کیونکہ جب مریض سے اس کا نسب ہو جائے گا تو وہ بھی مشہور وارث کی طرح بن جائے گا اور مریض کے وارثوں کا شریک بھی بن جائے گا۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک غلام کا زمانہ صحت میں مالک ہو اور زمانہ مرض میں یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اس کی عمر بھی اتنی ہے کہ اس کا بیٹا ہو سکتا ہے اور اس کا نسب بھی معروف نہیں ہے وہ غلام اس مقرر کا بیٹا ہو جائے گا اور آزاد ہو جائے گا اور مقرر کا وارث ہوگا اور اس سے سعایت بھی نہیں کرنی ہوگی اگرچہ مقرر کے پاس اس کے سوا کوئی مال نہ ہو اگرچہ اس پر اتنا ذمہ ہو کہ اس کے رقبہ کو محیط ہو اور اگر اس غلام کی ماں بھی زمانہ صحت میں اس کی مالک ہے تو اس پر بھی سعایت نہیں ہے اور اگر مرض میں غلام کا مالک ہو اور نسب کا اقرار کیا جب بھی آزاد ہو جائے گا اور نسب ثابت ہو جائے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاقرار، بیروت)

والدین و زوجہ وغیرہ کے حق میں اقرار کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ إِقْرَارُ الرَّجُلِ بِالْوَالِدَيْنِ وَالْوَلَدِ وَالزَّوْجَةِ وَالْمَوْلَى) لِأَنَّهُ أَقْرَبُ بِمَا يَلْزَمُهُ
وَلَيْسَ فِيهِ تَحْمِيلُ النَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ .

(وَيُقْبَلُ إِقْرَارُ الْمَرْأَةِ بِالْوَالِدَيْنِ وَالزَّوْجِ وَالْمَوْلَى) لِمَا بَيَّنَّا (وَلَا يُقْبَلُ بِالْوَلَدِ) لِأَنَّ
فِيهِ تَحْمِيلَ النَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ وَهُوَ الزَّوْجُ لِأَنَّ النَّسَبَ مِنْهُ (إِلَّا أَنْ يُصَدِّقَهَا الزَّوْجُ)
لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُ (أَوْ تَشْهَدَ بِوِلَادَتِهِ قَابِلَةً) لِأَنَّ قَوْلَ الْقَابِلَةِ فِي هَذَا مَقْبُولٌ وَقَدْ مَرَّ فِي
الطَّلَاقِ ، وَقَدْ ذَكَرْنَا فِي إِقْرَارِ الْمَرْأَةِ تَفْصِيلًا فِي كِتَابِ الدَّعْوَى ، وَلَا بُدَّ مِنْ تَصَدِيقِ
هَؤُلَاءِ ، وَيَصِحُّ التَّصَدِيقُ فِي النَّسَبِ بَعْدَ مَوْتِ الْمُقْرَرِ لِأَنَّ النَّسَبَ يَبْقَى بَعْدَ الْمَوْتِ ،
وَكَذَا تَصَدِيقُ الزَّوْجَةِ لِأَنَّ حُكْمَ النِّكَاحِ بَاقٍ ، وَكَذَا تَصَدِيقُ الزَّوْجِ بَعْدَ مَوْتِهَا لِأَنَّ
الْبَارَةَ مِنْ أَحْكَامِهِ .

وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لَا يَصِحُّ لِأَنَّ النِّكَاحَ انْقَطَعَ بِالْمَوْتِ وَلِهَذَا لَا يَحِلُّ لَهُ غُسْلُهَا عِنْدَنَا ،
وَلَا يَصِحُّ التَّصَدِيقُ عَلَى اعْتِبَارِ الْبَارَةِ لِأَنَّهُ مَعْدُومٌ حَالَةَ الْإِقْرَارِ ، وَإِنَّمَا يَثْبُتُ بَعْدَ

الْمَوْتِ وَالتَّصْدِيقِ يَسْتَنْدُ إِلَى أَوَّلِ الْإِقْرَارِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے والدین، لڑکا، بیوی اور مولیٰ کے حق میں یہ اقرار کیا کہ یہ میرے والدین یا لڑکا، وغیرہ ہیں۔ تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ اس نے ایسی چیز کا اقرار کیا ہے جو اس پر لازم ہوگی اور اس میں نسب کو کسی دوسرے کے ہاں ڈالنا نہیں پایا جائے گا۔ اور والدین، شوہر اور آقا کے بارے میں عورت کا اقرار قبول کیا جائے گا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور لڑکے کے بارے میں اس عورت کا اقرار درست نہ ہوگا کیونکہ اس میں غیر یعنی خاوند پر نسب کو ڈالنا لازم آئے گا کیونکہ نسب تو صرف شوہر سے ثابت ہوتا ہے۔ (عمومی قاعدہ)

اور جب شوہر یہ تصدیق کر دیتا ہے تو نسب ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ اس کا حق بنتا ہے۔ یا کوئی دائی اس کی ولادت کے وقت گواہی دیدے۔ کیونکہ اس بارے میں دائی کی گواہی قابل قبول ہے۔ کتاب طلاق میں ہم اسکو بیان کر آئے ہیں اور کتاب دعویٰ میں عورت کے اقرار کے بارے میں ہم نے پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ اور اقرار کے صحیح ہونے کیلئے مذکورہ اقرار کرنے والوں کی تصدیق لازم ہے اور مقرر کی موت کے بعد بھی نسب کے بارے میں تصدیق کرنا درست ہے کیونکہ موت کے بھی باقی رہنے والا ہے۔ اور اسی طرح مقرر شوہر کی موت کے بعد بیوی کی تصدیق بھی درست ہے۔ کیونکہ نکاح کا حکم تو باقی ہے۔ اسی طرح بیوی کی موت کے بعد خاوند کی تصدیق بھی درست ہے کیونکہ وراثت پانا یہ نکاح کے احکام میں سے ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیوی کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے حق میں خاوند کی تصدیق درست نہیں ہے کیونکہ موت کے سبب نکاح ختم ہو چکا ہے اور دلیل کے سبب احناف کے نزدیک شوہر کیلئے بیوی کو غسل دینا حلال نہیں ہے۔ اور وراثت کا اعتبار کرتے ہوئے تصدیق بھی درست نہ ہوگی کیونکہ اقرار کے وقت وراثت معدوم ہے اس لئے کہ وراثت تو موت کے بعد ثابت ہونے والی ہے۔ حالانکہ تصدیق اقرار کے شروع کی جانب منسوب کی جاتی ہے۔

شرح

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مرد اتنے لوگوں کا اقرار کر سکتا ہے۔ 1 اولاد 2 والدین 3 زوجہ۔ یعنی کہہ سکتا ہے کہ یہ عورت میری بی بی ہے بشرطیکہ وہ عورت شوہر والی نہ ہو نہ وہ اپنے شوہر کی عدت میں ہو اور نہ اُس کی بہن مقرر کی زوجہ ہو یا اسکی عدت میں ہو اور اس کے سوا اُس کے نکاح میں چار عورتیں نہ ہوں۔

4 مولے یعنی مولائے

عناقہ یعنی اُس نے اسے آزاد کیا ہے یا اس نے اُسے آزاد کیا ہے بشرطیکہ اُس کی ولا کا ثبوت غیر مقرر سے نہ ہو چکا ہو۔ عورت بھی والدین اور زوج اور مولے کا اقرار کر سکتی ہے اور اولاد کا اقرار کرنے میں شرط یہ ہے کہ اگر شوہر والی ہو یا معتدہ تو ایک عورت

ولادت و تعیین ولد کی شہادت دے یا زوج خود اس کی تصدیق کرے اور اگر نہ شوہر والی ہے نہ معتدہ تو اولاد کا اقرار کر سکتی ہے۔ یا شوہر والی ہو مگر کہتی ہے اس سے بچہ نہیں ہے دوسرے سے ہے بیٹے کا اقرار صحیح ہونے میں یہ شرط ہے کہ لڑکا اتنی عمر کا ہو کہ اتنی عمر والا مقرر کا لڑکا ہو سکتا ہو اور وہ لڑکا ثابت النسب نہ ہو اور باپ کے اقرار میں بھی یہ شرط ہے کہ بلحاظ عمر مقرر اس کا لڑکا ہو سکتا ہو اور یہ مقرر ثابت النسب نہ ہو۔ ان تمام اقراروں میں دوسرے کی تصدیق شرط ہے مثلاً یہ کہتا ہے فلاں میرا باپ ہے اور اس نے انکار کر دیا تو اقرار سے نسب ثابت نہ ہو۔ اولاد کا اقرار کیا اور وہ چھوٹا بچہ ہے کہ اپنے کو بتا نہیں سکتا کہ میں کون ہوں اس میں تصدیق کی کچھ ضرورت نہیں اور اگر غلام دوسرے کا غلام ہے تو اسکے مولیٰ کی تصدیق ضروری ہے۔ (بحر الرائق، کتاب الاقرار، بیروت)

نکاح کے بعد اجنبیہ کے اقرار کے باطل نہ ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے اجنبی عورت سے اس سے نکاح کرنے کے بعد اقرار کیا تو اس کا یہ اقرار باطل نہ ہوگا۔ اور صحیح روایت کے مطابق امام احمد علیہ الرحمہ کا قول بھی یہی ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول قدیمی قول بھی یہی ہے اور امام مالک کا قول بھی اسی طرح ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کا جدید قول اور ایک روایت کے مطابق امام احمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کا یہ اقرار باطل ہو جائے گا۔ (شرح الوقایہ، کتاب اقرار، بیروت)

غیر والدین کے نسب کے اقرار کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَقْرَبَ نَسَبٍ مِنْ غَيْرِ الْوَالِدَيْنِ وَالْوَالِدِ نَحْوِ الْأَخِ وَالْعَمِّ لَا يُقْبَلُ إِقْرَارُهُ فِي النَّسَبِ) لِأَنَّ فِيهِ حَمْلَ النَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ (فَإِنْ كَانَ لَهُ وَارِثٌ مَعْرُوفٌ قَرِيبٌ أَوْ بَعِيدٌ فَهُوَ أَوْلَى بِالْمِيرَاثِ مِنَ الْمُقَرَّرِ لَهُ) لِأَنَّهُ لَمَّا لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ مِنْهُ لَا يُزَاحِمُ الْوَارِثَ الْمَعْرُوفَ (وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَارِثٌ اسْتَحَقَّ الْمُقَرَّرُ لَهُ مِيرَاثَهُ) لِأَنَّ لَهُ وَلايَةَ التَّصَرُّفِ فِي مَالِ نَفْسِهِ عِنْدَ عَدَمِ الْوَارِثِ ؛ أَلَا يُرَى أَنَّ لَهُ أَنْ يُوصِيَ بِجَمِيعِهِ فَيَسْتَحَقُّ جَمِيعَ الْمَالِ وَإِنْ لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ مِنْهُ لِمَا فِيهِ مِنْ حَمْلِ النَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ ، وَلَيْسَتْ هَذِهِ وَصِيَّةً حَقِيقَةً حَتَّى أَنْ مَنْ أَقْرَبَ بَاخٍ ثُمَّ أَوْصَى لِأَخْرَجَ بِجَمِيعِ مَالِهِ كَانَ لِلْمُوصَى لَهُ ثُلُثُ جَمِيعِ الْمَالِ خَاصَّةً وَلَوْ كَانَ الْأَوَّلُ وَصِيَّةً لِأَشْرَكَهَا نِصْفَيْنِ لَكِنَّهُ بِمَنْزِلَتِهِ ، حَتَّى لَوْ أَقْرَفِي مَرَضِهِ بِأَخٍ وَصَدَّقَهُ الْمُقَرَّرُ لَهُ ثُمَّ أَنْكَرَ الْمُقَرَّرُ وَرِاثَتَهُ ثُمَّ أَوْصَى بِمَالِهِ كُلِّهِ لِلنَّسَبِ كَانَ مَالُهُ لِلْمُوصَى لَهُ ؛ وَلَوْ لَمْ يُوصِ لِأَحَدٍ كَانَ لِبَيْتِ الْمَالِ ، لِأَنَّ رُجُوعَهُ صَحِيحٌ لِأَنَّ النَّسَبَ لَمْ يَثْبُتْ فَبَطَلَ إِقْرَارُهُ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے والدین، لڑکے کے سوا بھائی یا چچا کے بارے میں نسب کا اقرار کیا ہے تو نسب کے بارے میں اس کا اقرار قبول نہ کیا جائے گا اور جب مقرر کا کوئی مشہور نسب ہو اگرچہ وہ قریبی ہو یا دور کا ہو تو وہ وراثت مقررہ کی بہ نسبت وراثت کا زیادہ حقدار ہوگا کیونکہ جب مقرر سے مقررہ کا نسب ہی ثابت نہیں ہوا ہے تو مقررہ معروف وراثت سے جھگڑا کرنے والا نہ ہوگا۔ ہاں البتہ جب مقرر کا کوئی وارث ہو تو مقررہ اس کی میراث کا حقدار بن جائے گا کیونکہ وراثت نہ ہونے کے سبب مقرر کو اپنے مال میں تصرف کا مکمل اختیار و حق ہے۔ کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ وراثت نہ ہونے کی صورت میں اس کو سارے مال کی وصیت کرنے کا بھی حق حاصل ہے۔ پس مقررہ پورے مال کا حقدار ہوگا خواہ نے مقرر سے اس کا نسب ثابت نہ ہو کیونکہ اس میں غیر پر نسب کو لازم کرنا پایا جا رہا ہے۔

اور اس کا یہ اقرار حقیقی طور پر وصیت نہیں ہے یہاں تک کہ جب کسی شخص نے بھائی ہونے کا اقرار کیا ہے اس کے بعد دوسرے کیلئے اپنے سارے مال کی وصیت کی ہے تو موصیٰ لہ کو اس کے پورے مال سے تہائی ملے گی۔ اور جب پہلا اقرار وصیت ہے تو دونوں موصیٰ لہ کو نصف نصف پائیں گے۔ مگر یہ اقرار وصیت کے حکم میں ہوگا۔ یہاں تک کہ جب مقرر نے اپنے مرض الموت میں کسی کیلئے بھائی ہونے کا اقرار اور مقررہ نے اس کی تصدیق کر دی ہے اس کے بعد مقرر نے اس بھائی کی قرابت سے انکار کر دیا ہے۔ اس کے بعد کسی شخص کیلئے اپنے سارے مال کی وصیت کر دی ہے تو وہ مال موصیٰ لہ کیلئے ہوگا اور جب کسی کیلئے وصیت نہیں کی تو وہ مال بیت المال کا ہوگا۔ کیونکہ مقرر کا رجوع کرنا یہ درست ہے اس لئے کہ جب نسب ہی ثابت نہیں ہوا ہے تو اقرار بھی باطل ہو جائے گا۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور نسب کا اس طرح اقرار جس کا بوجھ دوسرے پر پڑے اُس دوسرے کے حق میں صحیح نہیں مثلاً کہا فلاں میرا بھائی ہے چچا ہے دادا ہے پوتا ہے کہ بھائی کہنے کے معنی یہ ہوئے وہ اس کے باپ کا بیٹا ہو اس اقرار کا اثر باپ پر پڑا اسی طرح سب میں یہ اقرار دوسرے کے حق میں نامعتبر مگر خود مقرر کے حق میں یہ اقرار صحیح ہے اور جو کچھ احکام ہیں وہ اس کے ذمہ لازم ہیں جب کہ دونوں اس بات پر متفق ہوں یعنی جس طرح یہ اُس کو بھائی کہتا ہے وہ بھی کہتا ہے اگر یہ چچا بتاتا ہے تو وہ بھتیجا بتاتا ہے۔ نفقہ و جہانت و میراث سب احکام جاری ہوں گے یعنی اگر مقرر کا کوئی دوسرا وارث نہیں نہ قریب کا نہ دور کا یعنی ذوی الارحام اور مولیٰ الموالاة بھی نہیں تو مقررہ وارث ہوگا ورنہ وارث نہیں ہوگا کہ خود اس کا نسب ثابت نہیں ہے پھر وارث ثابت کے ساتھ مزاحمت نہیں کر سکتا وارث ثابت سے مراد غیر زوجین ہیں کیونکہ ان کا وجود مقررہ کو میراث ملنے سے نہیں روکتا۔

(در مختار، کتاب الاقرار، بیروت)

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس صورت میں کہ تحصیل نسب غیر پر ہو مقرر اپنے اقرار سے رجوع کر سکتا ہے اگرچہ مقررہ نے بھی اسکی تصدیق کر لی ہو مثلاً بھائی ہونے کا اقرار کیا اور اُس نے تصدیق کر دی اس کے بعد اقرار سے رجوع کر کے

سارے مال کی وصیت کسی اور شخص کے لیے کردی اب مقررہ نہیں پائے گا بلکہ کل مال موصیٰ لہ کو ملے گا۔

(بحر الرائق، کتاب الاقرار، بیروت)

اور جس شخص کا باپ مر گیا اُس نے کسی کی نسبت یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بھائی ہے تو اگرچہ مقررہ کا نسب ثابت نہیں ہوگا مگر مقرر کے حصہ میں وہ برابر کا شریک ہوگا اور اگر کسی عورت کو اس نے بہن کہا ہے تو وہ اس کے حصہ میں ایک تہائی کی حقدار ہو جائے گی۔

(بحر الرائق، کتاب الاقرار، بیروت)

علامہ ابن عابدین حنفی شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب ایک شخص مر گیا اُس نے ایک پھوپھی چھوڑی اس پھوپھی نے یہ اقرار کیا کہ میرا جو بھتیجا مر گیا ہے فلاں شخص اُس کا بھائی یا چچا ہے تو اس پھوپھی کو کچھ ترک نہیں ملے گا بلکہ کل مال اسی مقررہ کو ملے گا کیونکہ جو عورت صورت مذکورہ میں وارث تھی اُس نے اپنے سے مقدم دوسرے کو وارث قرار دیا۔ (فتاویٰ شامی، کتاب الاقرار، بیروت)

والد کی وفات کے بعد بھائی ہونے کے اقرار کا بیان

قَالَ (وَمَنْ مَاتَ أَبُوهُ فَأَقْرَبَ بَاخٍ لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُ أَحِيهِ) لِمَا بَيَّنَّا (وَيُشَارِكُهُ فِي الْإِرْثِ)
لِأَنَّ إِقْرَارَهُ تَضَمَّنَ شَيْئِينَ : حَمَلَ النَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ وَلَا وِلَايَةَ لَهُ عَلَيْهِ ، وَالِاشْتِرَاكَ فِي
الْمَالِ وَلَهُ فِيهِ وَوِلَايَةٌ فَيُثْبِتُ كَالْمُشْتَرِي وَإِذَا أَقْرَبَ عَلَى الْبَائِعِ بِالْعَتَقِ لَمْ يُقْبَلْ إِقْرَارُهُ حَتَّى
لَا يَرْجِعَ عَلَيْهِ بِالثَّمَنِ وَلَكِنَّهُ يُقْبَلُ فِي حَقِّ الْعَتَقِ

قَالَ (وَمَنْ مَاتَ وَتَرَكَ ابْنَيْنِ وَلَهُ عَلَى آخِرِ مِائَةِ دِرْهَمٍ فَأَقْرَبَ أَحَدُهُمَا أَنَّ أَبُوهُ قَبَضَ مِنْهَا
خَمْسِينَ لَا شَيْءَ لِلْمُقَرَّرِ وَالْآخِرِ خَمْسُونَ) لِأَنَّ هَذَا إِقْرَارٌ بِالذَّيْنِ عَلَى الْمَيْتِ لِأَنَّ
الِاسْتِيفَاءَ إِنَّمَا يَكُونُ بِقَبْضِ مَضْمُونٍ ، فَإِذَا كَذَّبَهُ أَخُوهُ اسْتَعْرَقَ الذَّيْنُ نَصِيْبَهُ كَمَا هُوَ
الْمَذْهَبُ عِنْدَنَا ، غَايَةَ الْأَمْرِ أَنَّهُمَا تَصَادَقَا عَلَى كَوْنِ الْمَقْبُوضِ مُشْتَرَاكًا بَيْنَهُمَا ، لَكِنَّ
الْمُقَرَّرَ لَوْ رَجَعَ عَلَى الْقَابِضِ بِشَيْءٍ لَرَجَعَ الْقَابِضُ عَلَى الْغَرِيمِ وَرَجَعَ الْغَرِيمُ عَلَى
الْمُقَرَّرِ فَيُؤَدَّى إِلَى الدَّوْرِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص کا باپ فوت ہو چکا ہے اور اس نے کسی آدمی کا اپنے بھائی ہونے کا اقرار کیا تو اس کا نسب ثابت نہ ہوگا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور وہ مقررہ میراث میں مقرر کا شریک بن جائے گا۔ کیونکہ مقرر کا اقرار دو چیزوں پر مشتمل ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ دوسرے پر نسب ڈالنا ہے جبکہ مقرر کو اس کی ولایت حاصل نہیں ہے۔

دوسرا یہ ہے کہ مال میں مقر کو شریک کرنا ہے اور اس میں مقر کو ولایت حاصل ہے جس طرح مشتری نے جب بائع پر آزادی غلام کا اقرار کیا ہے تو بائع کے خلاف اس کا یہ اقرار قبول نہ کیا جائے گا اور مشتری بائع سے ثمن واپس نہ لے گا مگر آزادی کے حق میں یہ اقرار قبول کر لیا جائے گا۔

اور جب کوئی شخص دو بیٹوں کو چھوڑ کر فوت ہو گیا ہے اور ایک شخص پر اس فوت ہونے والے کے سودرا ہم قرض تھے اور ان دونوں بیٹوں میں سے ایک بیٹے نے یہ اقرار کیا ہے کہ اس کے باپ نے سودرا ہم میں پچاس درہم واپس لے لئے تھے۔ تو مقر کو کچھ نہ ملے گا۔ جبکہ دوسرے کو پچاس مل جائیں گے کیونکہ یہ میت پر قرض کا اقرار ہے اور قرض کو وصول کرنے کا طریقہ بھی یہی ہے کہ مضمون مال پر قبضہ کرتے ہوئے اس کو وصول کر لیا جائے گا۔ اس کے بعد ایک بھائی نے باپ کی وصولیابی کا انکار کرتے ہوئے اپنے مقر بھائی کو جھٹلا دیا تو قرض اس کے حصے پر محیط ہو جائے گا جیسا ہمارے نزدیک مذہب یہی ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ وصول کیا گیا حصہ ان دونوں کے درمیان مشترک ہوگا مگر جب مقر قابض سے کچھ واپس لے لیتا ہے تو قابض قرض دار سے واپس لینے ہی شمار کیا جائے گا اور اس کے بعد قرض دار مقر سے واپس لینے والا ہوگا اور اسی سے تو دور لازم آئے گا۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب اقرار کی وجہ سے مقر یا مقر لہ یا کسی اور پر جو کچھ حقوق لازم ہوں گے ان کا اعتبار ہوگا مثلاً یہ اقرار کیا کہ فلاں میرا بیٹا ہے تو یہ مقر لہ اُس شخص کا وارث ہوگا جیسے دوسرے ورثہ وارث ہیں اگرچہ دوسرے ورثہ اس کے نسب سے انکار کرتے ہوں اور یہ مقر لہ اُس مقر کے باپ کا (جو مقر لہ کا دادا ہوا) وارث ہوگا اگرچہ مقر کا باپ اُس کے نسب سے انکار کرتا ہو اور اقرار صحیح نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اقرار کی وجہ سے غیر مقر و مقر لہ پر جو حقوق لازم ہوں گے ان کا اعتبار نہ ہوگا اور خود ان پر جو حقوق لازم ہوں گے ان کا اعتبار ہوگا مثلاً یہ اقرار کیا کہ فلاں شخص میرا بھائی ہے اور مقر کے دوسرے ورثہ اُس کے بھائی ہونے سے انکار کرتے ہیں اور مقر مر گیا مقر لہ اُن ورثہ کے ساتھ وارث نہ ہوگا۔ اسی طرح مقر کے باپ کا بھی وہ وارث نہ ہوگا جبکہ اُس کا باپ اس کے نسب سے منکر ہو مگر جب تک مقر زندہ ہے اس کا نفقہ اُس پر واجب ہو سکتا ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الاقرار، بیروت)

کِتَابُ الصَّلَاحِ

﴿یہ کتاب صلح کے بیان میں ہے﴾

کتاب صلح کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب اقرار کے کتاب صلح کو بیان کیا ہے۔ ان دونوں کتابوں کے باہم فقہی مطابقت یہ ہے۔ مقرر کا کسی خصوصیت میں انکار کرنا یہ جھگڑے کا سبب ہے جبکہ اس جھگڑے کو باہم صلح و صفائی کے ساتھ اگر حل کر لیا جائے تو یہ صلح ہے۔ اقرار کو تقدم اس لئے حاصل ہوا کہ وہ ثبوت حق کیلئے ابتداء ہے اور اگر وہ جھگڑے جانب لے جانے والا بن جائے تو اس کا حل صلح ہے جو باعتبار وضع بھی مؤخر ہے۔

صلح کا لغوی مفہوم

صلح اصل میں صلاح اور صلوح کا اسم ہے جو فساد بمعنی تباہی کے مقابلہ پر استعمال ہوتا ہے۔ اسلامی مملکت کے سربراہ کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ نظریہ توحید کے مطابق عالمگیر امن کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے تبلیغ اسلام کی مطمح نظر کی خاطر انسانی سلامتی و آزادی کی حفاظت اور سیاسی و جنگی مصلح کے پیش نظر دشمن اقوام سے معاہدہ صلح و امن کر لے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ھ میں اپنے سب سے بڑے دشمن کفار مکہ سے صلح کی جو "صلح حدیبیہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس معاہدہ صلح کی مقدار دس سال مقرر کی گئی تھی اور حدیث و تاریخ کے اس متفقہ فیصلہ کے مطابق کہ حدیبیہ کا یہی وہ معاہدہ صلح ہے جس نے نہ صرف اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی راہ میں بڑی آسانیاں پیدا کی بلکہ دنیا کو معلوم ہو گیا کہ اسلام، انسانیت اور امن کے قیام کا حقیقی علم دار ہے اور مسلمان اس راہ میں اس حد تک صادق ہیں کہ جنگ جو عرب اور بالخصوص کفار مکہ کے وحشیانہ تشدد اور عیارانہ سازشوں کے باوجود اس معاہدہ کی پوری پوری پابندی کرتے رہے لیکن اس معاہدہ صلح کی مدت پر تین سال ہی گزرے تھے کہ کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف بنو خزاعہ کے مقابلہ پر جنگ کرنے والے بنو بکر کی مدد کر کے اس معاہدہ کو توڑ ڈالا۔

صلح کا فقہی مفہوم

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جھگڑے کو دور کرنے کے لیے جو عقد کیا جائے اس کو صلح کہتے ہیں۔ وہ حق جو باعث نزاع تھا اس کو مصالح عنہ اور جس پر صلح ہوئی اس کو بدل صلح اور مصالح علیہ کہتے ہیں۔ صلح میں ایجاب ضروری ہے اور معین چیز میں قبول بھی ضروری ہے اور غیر معین میں قبول ضروری نہیں۔ مثلاً مدعی نے معین چیز کا دعویٰ کیا مدعی علیہ نے کہا اتنے روپے پر اس معاملہ میں مجھ سے صلح کر لو مدعی نے کہا میں نے کی جب تک مدعی علیہ قبول نہ کرے صلح نہیں ہوگی۔ اور اگر روپے اشرافی کا دعویٰ ہے اور صلح کسی دوسری جنس پر ہوئی تو اس میں بھی قبول ضروری ہے کہ یہ صلح بیع کے حکم میں ہے اور بیع میں قبول ضروری ہے اور اسی جنس پر

ہوئی مثلاً سو روپے کا دعویٰ تھا پچاس پر صلح ہوئی یہ جائز ہے اگرچہ مدعی علیہ نے یہ نہیں کہا کہ میں نے قبول کیا یعنی پہلے مدعی علیہ نے صلح کو خود کہا کہ اتنے میں صلح کر لو اس کے بعد مدعی نے کہا کہ میں نے کی صلح ہوگئی اگرچہ مدعی علیہ نے قبول نہ کیا ہو کہ یہ استقاط ہے یعنی اپنے حق کو چھوڑ دینا۔ (درمختار، کتاب صلح، بیروت)

صلح کے شرعی مأخذ کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(۱) لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ. (النساء)

ان کی بہتری سرگوشیوں میں بھلائی نہیں ہے مگر اس کی سرگوشی جو صدقہ یا اچھی بات یا لوگوں کے مابین صلح کا حکم کرے۔ " (۲) وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِن بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ. (النساء)

اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے بدخلقی اور بے توجہی کا اندیشہ ہو تو ان دونوں پر یہ گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح اچھی چیز ہے۔ "

(۳) وَإِن طَافْتُم مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ فَاصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغْت إِحْدَاهُمَا عَلَى الْآخَرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِن فَاءَتْ فَاصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ . إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَاصْلِحُوا بَيْنَ أَخْوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ. (الحجرات)

اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ لڑ جائیں تو ان میں صلح کرادو پھر اگر ایک گروہ دوسرے پر بغاوت کرے تو اسے بغاوت کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے پھر جب وہ لوٹ آیا تو دونوں میں عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو بیشک انصاف کرنے والوں کو اللہ دوست رکھتا ہے۔ مسلمان بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ "

صلح کے مأخذ شرعی میں احادیث کا بیان

(۱) صحیح بخاری شریف میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہتے ہیں کہ بنی عمرو بن عوف کے مابین کچھ مناقشہ تھا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چند اصحاب کے ساتھ ان میں صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے تھے نماز کا وقت آ گیا اور حضور (

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تشریف نہیں لائے حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اذان کہی اور اب بھی تشریف نہیں لائے حضرت بلال نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آ کر یہ کہا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہاں رک گئے اور نماز تیار ہے کیا آپ امامت کریں گے فرمایا اگر تم کہو تو پڑھا دوں گا حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اقامت کہی اور حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آگے آگے کچھ دیر بعد حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تشریف لائے اور صفوں سے گزر کر صف اول میں تشریف لے جا کر قیام فرمایا لوگوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیا حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ادھر متوجہ ہوں مگر وہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو کسی طرف متوجہ نہ ہوتے مگر جب لوگوں نے بکثرت ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیا کہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ادھر توجہ کی دیکھا کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان کے پیچھے تشریف فرما ہیں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے لیے آگے تشریف لے جانے کا اشارہ کیا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تم نماز جیسے پڑھا رہے ہو پڑھاؤ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ہاتھ اٹھا کر اللہ (عزوجل) کی حمد کی اور اٹنے پاؤں چل کر صف میں شامل ہو گئے۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آگے بڑھے اور نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہو کر لوگوں سے فرمایا: "اے لوگو! نماز میں کوئی بات پیش آ جائے تو تم نے ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا یہ کام عورتوں کے لیے ہے اگر کوئی چیز نماز میں کسی کو پیش آ جائے تو سُبْحٰنَ اللّٰهِ سُبْحٰنَ اللّٰهِ کہے امام جب اس کو سُننے کا متوجہ ہو جائے گا۔ اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اے ابوبکر جب میں نے اشارہ کر دیا تھا پھر تمہیں نماز پڑھانے سے کون سا امر مانع آیا عرض کی ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکر) کو یہ سزا وار نہیں (1) کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے نماز پڑھے (امام بنے)۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلح)

(۲) صحیح بخاری میں ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے کہ اچھی بات پہنچاتا ہے یا اچھی بات کہتا ہے"۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلح)

(۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: "میرا یہ بیٹا سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرادے گا۔ (بخاری شریف)

(۴) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دروازہ پر جھگڑا کرنے والوں کی آواز سنی ان میں ایک دوسرے سے کچھ معاف کرانا چاہتا تھا اور اُس سے آسانی کرنے کی خواہش کرتا تھا اور دوسرا کہتا تھا خدا کی قسم ایسا نہیں کروں گا۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) باہر تشریف لائے فرمایا کہاں ہے وہ جو اللہ کی قسم کھاتا ہے کہ نیک کام نہیں کریگا اُس نے عرض کی میں حاضر ہوں یا رسول اللہ (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہ جو چاہے مجھے منظور ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلح)

(۵) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ابن ابی حذرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر میرا دین تھا میں نے تقاضا کیا اس میں دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے کا شانہ اقدس میں ان کی آوازیں سنیں، تشریف

لائے اور حجرہ کا پردہ ہٹا کر کعب بن مالک کو پکارا عرض کی لبیک یا رسول اللہ (عز وجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم!) (حضور) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ آدھا دین معاف کر دو کعب نے کہا میں نے معاف کیا دوسرے صاحب سے فرمایا: "اب تم اٹھو اور ادا کر دو۔" (صحیح بخاری)

(۶) حضرت امام مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک شخص نے دوسرے سے زمین خریدی مشتری کو اُس زمین میں ایک گھڑا ملا جس میں سونا تھا اس نے بائع سے کہا یہ سونا تم لے لو کیوں کہ میں نے زمین خریدی ہے سونا نہیں خریدا ہے بائع نے کہا میں نے زمین اور جو کچھ زمین میں تھا سب کو بیع کر دیا ان دونوں نے یہ مقدمہ ایک شخص کے پاس پیش کیا اُس حاکم نے دریافت کیا تم دونوں کی اولادیں ہیں ایک نے کہا میرے لڑکا ہے دوسرے نے کہا میری ایک لڑکی ہے حاکم نے کہا ان دونوں کا نکاح آپس میں کر دو اور یہ سونا اُن پر خرچ کر دو اور مہر میں دے دو۔"

(۷) امام ابو داؤد نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں مسلمانوں کے مابین ہر صلح جائز ہے مگر وہ صلح کہ حرام کو حلال کر دے یا حلال کو حرام کر دے۔

صلح کے حکم کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ صلح کا حکم یہ ہے کہ مدعی علیہ دعویٰ سے بری ہو جائے گا اور مصالح علیہ مدعی کی ملک ہو جائے گا چاہے مدعی علیہ مدعی سے منکر ہو یا اقراری ہو اور مصالح عنہ ملک مدعی علیہ ہو جائے گا اگر مدعی علیہ اقراری تھا بشرطیکہ وہ قابل تملیک بھی ہو یعنی مال ہو اور اگر وہ قابل ملک ہی نہ ہو مثلاً قصاص یا مدعی علیہ اس امر سے انکاری تھا کہ یہ حق مدعی ہے تو ان دونوں صورتوں میں مدعی علیہ کے حق میں فقط دعوے سے برأت ہوگی۔ (در مختار، کتاب صلح، بیروت)

صلح کی شرائط کا بیان

(۱) عاقل ہونا۔ بالغ اور آزاد ہونا شرط نہیں لہذا نابالغ کی صلح بھی جائز ہے جب کہ اُس کی صلح میں سرعام نقصان نہ ہو۔ غلام ماذون اور مکاتب کی صلح بھی جائز ہے جب کہ اس میں نفع ہو۔ نشہ والے کی صلح بھی جائز ہے۔

(۲) مصالح علیہ کے قبضہ کرنے کی ضرورت ہو تو اس کا معلوم ہونا مثلاً اتنے روپے صلح ہوئی یا مدعی علیہ فلاں چیز مدعی کو دیدے گا اور اگر اُس کے قبضہ کی ضرورت نہ ہو تو معلوم ہونا شرط نہیں مثلاً ایک شخص نے دوسرے کے مکان میں ایک حق کا دعویٰ کیا تھا کہ میرا اس میں کچھ حصہ ہے دوسرے نے اُس کی زمین کے متعلق دعویٰ کیا کہ میرا اس میں کچھ حق ہے اور صلح یوں ہوئی کہ دونوں اپنے اپنے دعوے سے دست بردار ہو جائیں۔

(۳) مصالح عنہ کا عوض لینا جائز ہو یعنی مصالح عنہ مصالح کا حق ہو اپنے محل میں ثابت ہو عام ازیں کہ مصالح عنہ مال ہو یا غیر مال مثلاً قصاص و تعزیر جب کہ تعزیر حق العبد کی وجہ سے ہو اور اگر حق اللہ کی وجہ سے ہو تو اس کا عوض لینا جائز نہیں مثلاً کسی اجنبیہ کا

بوسہ لیا اور کچھ دے کر صلح کر لی یہ جائز نہیں۔ اور اگر مصالح عنہ کے عوض میں کچھ لینا جائز نہ ہو تو صلح جائز نہیں مثلاً حق شفعہ کے بدلے میں شفعہ کا کچھ لے کر صلح کر لینا کسی نے زنا کی تہمت لگائی تھی اور کچھ مال لے کر صلح ہو گئی یا زانی اور چور یا شراب خوار کو پکڑا تھا اس نے کہا مجھے حاکم کے پاس پیش نہ کرو اور کچھ لے کر چھوڑ دیا یہ ناجائز ہے۔ کفالت بالنفس میں مکفول عنہ نے کفیل سے مال لے کر صلح کر لی۔ یہ صلح تو ناجائز ہی ہیں اس صلح سے شفعہ بھی باطل ہو جائے گا اور کفالت بھی جاتی رہی اسی طرح حد قذف بھی اگر قاضی کے یہاں پیش کرنے سے پہلے صلح ہو گئی۔ (در مختار، کتاب صلح، بیروت)

(۴) نابالغ کی طرف سے کسی نے صلح کی تو اس صلح میں نابالغ کا کھلا ہوا نقصان نہ ہو مثلاً نابالغ پر دعویٰ تھا اس کے باپ نے صلح کی اگر مدعی کے پاس گواہ تھے اور اتنے ہی پر مصالحت ہوئی جتنا حق تھا یا کچھ زیادہ پر تو صلح جائز ہے اور غبن فاحش پر صلح ہوئی یا مدعی کے پاس گواہ نہ تھے تو صلح ناجائز ہے اور اگر باپ نے اپنا مال دے کر صلح کی ہے تو بہر حال جائز ہے کہ اس میں نابالغ کا کچھ نقصان نہیں ہے۔

(۵) نابالغ کی طرف سے صلح کرنے والا وہ شخص ہو جو اس کے مال میں تصرف کر سکتا ہو مثلاً باپ دادا وسی ہیں۔ (۶) بدل صلح مال مقوم ہو اگر مسلمان نے شراب کے بدلے میں صلح کی یہ صحیح نہیں۔ (در مختار، کتاب صلح، بیروت)

صلح کی اقسام و تعریفات کا بیان

قَالَ (الصُّلْحُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَضْرُبٍ : صُلْحٌ مَعَ إِقْرَارٍ ، وَصُلْحٌ مَعَ سُكُوتٍ ، وَهُوَ أَنْ لَا يُقِرَّ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ وَلَا يُنْكَرَ وَصُلْحٌ مَعَ انْكَارٍ وَكُلُّ ذَلِكَ جَائِزٌ) لِإِطْلَاقِ قَوْلِهِ تَعَالَى (وَالصُّلْحُ خَيْرٌ) وَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : (كُلُّ صُلْحٍ جَائِزٌ فِيمَا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا صُلْحًا أَحَلَّ حَرَامًا أَوْ حَرَّمَ حَلَالًا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : لَا يَجُوزُ مَعَ انْكَارٍ أَوْ سُكُوتٍ لِمَا رَوَيْنَا ، وَهَذَا بِهَذِهِ الصِّفَةِ لِأَنَّ الْبَدَلَ كَانَ حَلَالًا عَلَى الدَّافِعِ حَرَامًا عَلَى الْآخِذِ فَيَنْقَلِبُ الْأَمْرُ ، وَلِأَنَّ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ يَدْفَعُ الْمَالَ لِقَطْعِ الْخُصُومَةِ وَهَذَا رِشْوَةٌ .

وَلَنَا مَا تَلَوْنَا وَأَوَّلُ مَا رَوَيْنَا وَتَأْوِيلُ آخِرِهِ أَحَلَّ حَرَامًا لِعَيْنِهِ كَالْخَمْرِ أَوْ حَرَّمَ حَلَالًا لِعَيْنِهِ كَالصُّلْحِ عَلَى أَنْ لَا يَطَأَ الضَّرَّةَ وَلِأَنَّ هَذَا صُلْحٌ بَعْدَ دَعْوَى صَحِيحَةٍ فَيُقْضَى بِجَوَازِهِ لِأَنَّ الْمُدَّعَى يَأْخُذُهُ عَوَضًا عَنْ حَقِّهِ فِي زَعْمِهِ وَهَذَا مَشْرُوعٌ ، وَالْمُدَّعَى عَلَيْهِ يَدْفَعُهُ لِدَفْعِ الْخُصُومَةِ عَنْ نَفْسِهِ وَهَذَا مَشْرُوعٌ أَيْضًا إِذْ الْمَالُ وَقَايَةُ الْأَنْفُسِ وَدَفْعُ الرِّشْوَةِ لِدَفْعِ الظُّلْمِ أَمْرٌ جَائِزٌ .

ترجمہ

صلح کی تین اقسام ہیں۔ (۱) اقرار کے ساتھ صلح کرنا (۲) سکوت کے ساتھ صلح کرنا ہے۔ اور اس کی تعریف یہ ہے کہ مدعی علیہ نہ تو اس کا اقرار کرے اور نہ ہی اس کا انکار کرے۔

(۳) صلح کی تیسری قسم انکار کرنے کے ساتھ ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک صلح کرنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ”وَالصُّلْحُ خَيْرٌ“ اس میں مطلق طور فرمایا گیا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان ہر صلح جائز ہے۔ سوائے اس صلح کے جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام کر دے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ انکار کے ساتھ صلح اور سکوت کے ساتھ صلح یہ دونوں جائز نہیں ہیں۔ اسی روایت کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ انکار کے ساتھ صلح اور سکوت والی صلح یہ بھی اسی صفت پر ہیں۔ کیونکہ بدل خواہ دینے والے پر حلال ہے مگر وہ لینے والے پر بھی حرام ہے۔ پس یہ معاملہ برعکس ہو جائے گا۔ کیونکہ مدعی علیہ اپنی جان سے جھگڑے کو دور کرنے کیلئے مال دیتا ہے اور یہ رشوت ہے۔

ہماری دلیل وہ آیت مبارکہ ہے جس کو ہم تلاوت کر آئے ہیں اور روایت کردہ حدیث کا ابتدائی حصہ بھی دلیل ہے جبکہ دوسرے حصے کی تاویل یہ ہے کہ جب وہ ایسی چیز میں صلح کرے جو بہ عینہ حرام ہو جس طرح شراب یا ایسی چیز کو حرام کرے جو بہ عینہ حلال ہو جس طرح کسی نے اپنی بیوی سے اس بات پر صلح کی کہ سوکن سے جماع نہ کرے گا۔

اور یہ بھی دلیل ہے کہ ایسی صلح ایک درست دعویٰ کے بعد ہوئی ہے پس اس کے جائز ہونے والا حکم دیا جائے گا کیونکہ مدعی وہ مال کے اپنے حق کا بدلہ سمجھ کر لینے والا ہے اور یہ مشروع ہے جبکہ مدعی علیہ اپنے آپ سے لڑائی کو دور کرنے کیلئے وہ مال مدعی کے حوالے کر رہا ہے اور یہ بھی جائز ہے کیونکہ مال جان کی حفاظت کیلئے ہوتا ہے۔ اور ظلم کو دور کرنے کیلئے رشوت دینا بھی جائز ہے۔

شرح

صلح کی تین صورتیں ہیں کبھی یوں ہوتی ہے کہ مدعی علیہ حق مدعی کا مقرر ہوتا ہے اور کبھی یوں کہ منکر تھا اور کبھی یوں کہ اُس نے سکوت کیا تھا اقرار انکار کچھ نہیں کیا تھا۔ پہلی قسم یعنی اقرار کے بعد صلح، اس کی چند صورتیں ہیں اگر مال کا دعویٰ تھا اور مال پر صلح ہوئی تو یہ صلح بیع کے حکم میں ہے۔ اس صلح پر بیع کے تمام احکام جاری ہوں گے مثلاً مکان وغیرہ جائیداد غیر منقولہ پر صلح ہوئی یعنی مدعی علیہ نے یہ چیزیں دے دیں تو اس میں شفیع کو شفیعہ کرنے کا حق حاصل ہوگا اور اگر بدل صلح میں کوئی عیب ہو تو واپس کرنے کا حق ہے خیار رویت بھی ہے خیار شرط بھی ہو سکتا ہے اور مصالح علیہ یعنی بدل صلح مجہول ہے تو صلح فاسد ہے مصالح عنہ کا مجہول ہونا صلح کو فاسد نہیں کرتا کیونکہ اُس کو ساقط کرتا ہے اُسکی جہالت سبب نزاع نہیں ہو سکتی بدل صلح کی تسلیم پر قدرت بھی شرط ہے۔ مصالح عنہ یعنی جس کا دعویٰ تھا اگر اُس میں کسی نے اپنا حق ثابت کر دیا تو مدعی کو بدل صلح اُس کے عوض میں پھیرنا ہوگا۔ کل کا استحقاق ہوا کل پھیرنا ہوگا اور

بعض کا ہوا بعض پھیرنا ہوگا اور بدل صلح میں استحقاق ہو جائے تو اس کے مقابل میں مدعی مصالح عنہ سے لے گا یعنی کل میں استحقاق ہو تو کل لے گا اور بعض میں ہو تو بعض یعنی بقدر حصہ ہوگا۔ (متون)

اقراری صلح میں بیاعات والی چیزوں کے اعتبار کا بیان

قَالَ (فَإِنْ وَقَعَ الصُّلْحُ عَنْ إِقْرَارٍ أُعْتَبِرَ فِيهِ مَا يُعْتَبَرُ فِي الْبِیَاعَاتِ إِنْ وَقَعَ عَنْ مَالٍ بِمَالٍ)
لِوُجُودِ مَعْنَى الْبَيْعِ وَهُوَ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ فِي حَقِّ الْمُتَعَاقِدِينَ بِتَرَاضِيهِمَا (فَتُجْرَى
فِيهِ الشُّفْعَةُ إِذَا كَانَ عَقَارًا ، وَيُرَدُّ بِالْعَيْبِ ، وَيَثْبُتُ فِيهِ خِيَارُ الرُّؤْيَةِ وَالشَّرْطُ ، وَيُفْسِدُهُ
جَهَالَةُ الْبَدَلِ) لِأَنَّهَا هِيَ الْمَفْضِيَّةُ إِلَى الْمُنَازَعَةِ دُونَ جَهَالَةِ الْمَصَالِحِ عَنْهُ لِأَنَّهُ يَسْقُطُ
وَيُشْتَرَطُ الْقُدْرَةُ عَلَى تَسْلِيمِ الْبَدَلِ (وَإِنْ وَقَعَ عَنْ مَالٍ بِمَنَافِعٍ يُعْتَبَرُ بِالْإِجَارَاتِ)
لِوُجُودِ مَعْنَى الْإِجَارَةِ وَهُوَ تَمْلِيكُ الْمَنَافِعِ بِمَالٍ وَالْإِعْتِبَارُ فِي الْعُقُودِ لِمَعَانِيهَا فَيُشْتَرَطُ
التَّوَقُّيْتُ فِيهَا وَيَبْطُلُ ، الصُّلْحُ بِمَوْتِ أَحَدِهِمَا فِي الْمُدَّةِ لِأَنَّهُ إِجَارَةٌ (وَالصُّلْحُ عَنْ
السُّكُوتِ وَالْإِنْكَارِ فِي حَقِّ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ لِأَفْتِدَاءِ الْيَمِينِ وَقَطْعِ الْخُصُومَةِ وَفِي حَقِّ
الْمُدَّعَى بِمَعْنَى الْمَعَاوَضَةِ) لِمَا بَيَّنَّا (وَيَجُوزُ أَنْ يَخْتَلِفَ حُكْمُ الْعَقْدِ فِي حَقِّهِمَا كَمَا
يَخْتَلِفُ حُكْمُ الْإِقَالَةِ فِي حَقِّ الْمُتَعَاقِدِينَ وَغَيْرِهِمَا) وَهَذَا فِي الْإِنْكَارِ ظَاهِرٌ ، وَكَذَا فِي
السُّكُوتِ لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ الْإِقْرَارَ وَالْجُحُودَ فَلَا يَثْبُتُ كَوْنُهُ عِوَضًا فِي حَقِّهِ بِالشَّكِّ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب اقرار کے ساتھ صلح ہوئی ہوں تو ان چیزوں کا ہی اعتبار کیا جائے گا جو بیوع میں معتبر ہوتی ہیں بشرطیکہ مال کے عوض مال پر صلح ہوئی ہو اس لئے کہ اس میں بیع کا معنی موجود ہے اور وہ متعاقدین کے حق میں ان کی رضا مندی سے مال کے بدلے مال کا تبادلہ کرنا ہے اور جب مدعی علیہ کی دی ہوئی زین یا عقار ہو تو اس میں شفیع ہوگا اور عیب کے سبب اس کو واپس کیا جائے گا اور اس میں خیار شرط اور رویت ثابت ہوگا اور بدل کی جہالت اس کو فاسد کر دے گی اس لئے کہ بدل کی جہالت ہی تو منازعت کی طرف لے جانے والی ہے نہ کہ مصالحت عنہ کی جہالت اس لئے کہ مصالح عنہ تو ساقط ہو جاتی ہے اور اس صلح میں قدر علی تسلیم البدل شرط ہے اور جب مال کے بدلے منافع پر صلح ہوئی ہو تو اسکو اجارات پر قیاس کیا جائے گا اس لئے کہ اس میں اجارہ کا معنی موجود ہے اور وہ مال پر منافع کی تملیک ہے اور رقوم میں معانی کا ہی اعتبار کیا جاتا ہے لہذا اس میں توقيت شرط ہوگی اور مدت کے دوران ایک کے مرنے سے صلح باطل ہو جاتی ہے اس لئے کہ یہ صلح اجارہ ہے فرمایا کہ وہ صلح جو خاموشی یا انکار کے بدلے میں ہو وہ مدعی علیہ کے نکار

کے حق میں قسم کا دیہ دینے اور خصومت ختم کرنے کا بدلہ ہے اور مدعی کے حق میں معاوضہ کے حکم میں ہوتی ہے اسی دلیل کے سبب جو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ عقد صلح کا حکم مدعی اور مدعی علیہ دونوں کے حق میں الگ الگ ہو جس طرح کہ دو عقد کرنے والوں کے حق میں اقالہ کا حکم بدلتا رہتا ہے اور انکار کی صورت میں یہ ظاہر ہے خاموشی میں بھی یہی حکم ہوگا اس لئے کہ خاموشی میں انکار اور اقرار دونوں کا احتمال ہوتا ہے لہذا شک کے سبب مدعی علیہ کے حق میں یہ بدلہ نہ ہوگا۔

شرح

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جو صلح بیع کے حکم میں ہے اُس میں دو باتوں میں بیع کا حکم نہیں ہے۔ 1 دین کا دعویٰ کیا اور مدعی علیہ اقراری تھا ایک غلام دے کر مصالحت ہوئی اور مدعی نے اس پر قبضہ کر لیا اس غلام کا مراہجہ و تولیہ اگر کرنا چاہے گا تو بیان کرنا ہوگا کہ مصالحت میں یہ غلام ہاتھ آیا ہے بغیر بیان جائز نہیں۔ 2 صلح کے بعد دونوں بالاتفاق یہ کہتے ہیں کہ دین تھا ہی نہیں صلح باطل ہو جائے گی۔ جس طرح حق وصول پانے کے بعد بالاتفاق یہ کہتے ہیں کہ دین تھا ہی نہیں جو کچھ لیا ہے دے دینا ہوگا اور اگر دین کے بدلے میں کوئی چیز خریدی پھر دونوں یہ کہتے ہیں کہ دین نہیں تھا تو خریداری باطل نہیں اور اگر ہزار کا دعویٰ تھا اور دوسری چیز مثلاً غلام لے کر صلح کی پھر دونوں کہتے ہیں کہ دین نہیں تھا تو مدعی کو اختیار ہے کہ غلام واپس کرے یا ہزار روپے دے۔

اور بیع کے حکم میں اُس وقت ہے جب خلاف جنس پر مصالحت ہوئی مثلاً دعویٰ تھا روپے کا اور صلح ہوئی اشرفی یا کسی اور چیز پر اور اگر اسی جنس پر مصالحت ہو جس کا دعویٰ تھا یعنی روپے کا دعویٰ تھا اور روپے ہی پر مصالحت ہوئی اور کم پر ہوئی یعنی سو کا دعویٰ تھا پچاس پر صلح ہوئی تو یہ ابراہیم معاف کر دینا اور اگر اتنے ہی پر صلح ہوئی جتنے کا دعویٰ تھا تو استیفا ہے یعنی اپنا حق وصول پالیا اور اگر زیادہ پر صلح ہوئی تو ربا یعنی سود ہے۔ (بحر الرائق، کتاب صلح، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور مال کا دعویٰ تھا اور روپے پر صلح ہوئی اور اسکی میعاد یہ قرار پائی کہ کھیت کئے گا تو روپیہ دیا جائے گا یعنی مدت مجہول ہے یہ صلح جائز نہیں کہ بیع میں مدت مجہول ہونا جائز ہے۔ (در مختار، کتاب صلح، بیروت)

مکان کے بدلے ہونے والی صلح میں عدم شفعہ کا بیان

قَالَ (وَإِذَا صَلَّحَ عَنْ دَارٍ لَمْ يَجِبْ فِيهَا الشُّفْعَةُ) مَعْنَاهُ إِذَا كَانَ عَنْ إِنْكَارٍ أَوْ سُكُوتٍ لِأَنَّهُ يَأْخُذُهَا عَلَى أَصْلِ حَقِّهِ وَيُدْفَعُ الْمَالَ دَفْعًا لِحُصُومَةِ الْمُدَّعِي وَزَعْمُ الْمُدَّعِي لَا يَلْزَمُهُ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا صَلَّحَ عَلَى دَارٍ حَيْثُ يَجِبُ فِيهَا الشُّفْعَةُ لِأَنَّ الْمُدَّعِيَ يَأْخُذُهَا عِوَضًا عَنِ الْمَالِ فَكَانَ مُعَاوَضَةً فِي حَقِّهِ فَتَلْزَمُهُ الشُّفْعَةُ بِإِقْرَارِهِ وَإِنْ كَانَ الْمُدَّعِيَ عَلَيْهِ يُكَذِّبُهُ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی مدعی نے مکان کے بدلے میں صلح کی تو اس میں شفعہ واجب نہ ہوگا مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ امام قدوری کے قول کا معنی یہ ہے کہ جب صلح انکار کے ساتھ ہو یا سکوت کے ساتھ ہو۔

اس لئے کہ مدعی علیہ اس گھر کو اپنا اصل حق سمجھ کر لے رہا ہے اور مدعی کی خصومت ختم کرنے کے لئے اس کو مال دے رہا ہے اور مدعی کا گمان مدعی علیہ پر لازم نہیں ہوتا اس صورت کے خلاف جب دار پر صلح ہوئی ہو اس میں شفعہ واجب ہوگا اس لئے کہ مدعی اس کو مال کا عوض سمجھ کر لے گا لہذا وہ مدعی کے حق میں معاوضہ ہوگا اور مدعی کے اقرار سے اس پر شفعہ لازم ہوگا اگرچہ مدعی علیہ اس کو جھٹلا رہا ہو۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب انکار و سکوت کے بعد جو صلح ہوتی ہے وہ مدعی کے حق میں معاوضہ ہے یعنی جس چیز کا دعویٰ تھا اس کا عوض پالیا اور مدعی علیہ کے حق میں یہ بدل صلح یمین اور قسم کا فدیہ ہے یعنی اس کے ذمہ جو یمین تھی اس کے فدیہ میں یہ مال دے دیا اور قطع نزاع ہے یعنی جھگڑے اور مقدمہ بازی کی مصیبتوں میں کون پڑے یہ مال دے کر جھگڑا کا ٹٹا ہے لہذا ان دونوں صورتوں میں اگر مکان کا دعویٰ تھا اور مدعی علیہ منکر یا ساکت تھا اور کوئی چیز دے کر مصالحت کی اس مدعی علیہ پر شفعہ نہیں ہو سکتا کہ یہ صلح بیع کے حکم میں نہیں ہے بلکہ مدعی علیہ کا خیال تو یہ ہے کہ یہ میرا ہی مکان تھا میں نے اس کو صلح کے ذریعہ سے اپنے پاس سے جانے نہ دیا اور مدعی کی خصومت کو مال کے ذریعہ سے دفع کر دیا پھر اس نے جب مکان خریدا نہیں ہے تو شفعہ کیسا اور مدعی کا یہ خیال کہ مکان میرا تھا مال لے کر دے دیا اس خیال کی پابندی مدعی علیہ کے ذمہ نہیں ہے تاکہ شفعہ کیا جاسکے۔

(در مختار، کتاب صلح، بیروت)

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کسی شخص کی مکان پر صلح ہوئی یعنی مدعی نے کسی چیز کا دعویٰ کیا اور مدعی علیہ نے انکار یا سکوت کے بعد اپنا مکان دے کر پیچھا چھوڑا یا اس سے صلح کر لی اس مکان پر شفعہ ہو سکتا ہے کیونکہ اس صورت میں مکان مدعی کو ملتا ہے اور اس کا گمان یہ ہے کہ میں اس کو اپنے حق کے عوض میں لیتا ہوں لہذا اس کے لحاظ سے یہ صلح بیع کے معنی میں ہے تو اس پر شفعہ بھی ہوگا۔ (بحر الرائق، کتاب صلح، بیروت)

مصالح عنہ سے بعض میں حقدار نکل آنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ الصُّلْحُ عَنْ إِقْرَارٍ وَاسْتَحَقَّ بَعْضُ الْمَصَالِحِ عَنْهُ رَجَعَ الْمُدْعَى عَلَيْهِ بِحِصَّةِ ذَلِكَ مِنَ الْعَوَضِ) لِأَنَّهُ مُعَاوَضَةٌ مُطْلَقَةٌ كَالْبَيْعِ وَحُكْمِ الْإِسْتِحْقَاقِ فِي الْبَيْعِ هَذَا. (وَإِنْ وَقَعَ الصُّلْحُ عَنْ سُكُوتٍ أَوْ إِنْكَارٍ فَاسْتَحَقَّ الْمُتَنَازِعُ فِيهِ رَجَعَ الْمُدْعَى

بِالْخُصُومَةِ وَرَدَّ الْعِوَضَ) لِأَنَّ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ مَا بَدَلَ الْعِوَضَ إِلَّا لِيُدْفَعَ خُصُومَتَهُ عَنْ نَفْسِهِ ، فَإِذَا ظَهَرَ الْإِسْتِحْقَاقُ تَبَيَّنَ أَنَّ لَا خُصُومَةَ لَهُ فَيَبْقَى الْعِوَضُ فِي يَدِهِ غَيْرَ مُشْتَمِلٍ عَلَى غَرَضِهِ فَيَسْتَرِدُّهُ ، وَإِنْ اسْتَحَقَّ بَعْضُ ذَلِكَ رَدَّ حِصَّتَهُ وَرَجَعَ بِالْخُصُومَةِ فِيهِ لِأَنَّهُ خَلَا الْعِوَضُ فِي هَذَا الْقَدْرِ عَنِ الْغَرَضِ .

وَلَوْ اسْتَحَقَّ الْمُصَالِحَ عَلَيْهِ عَنْ إِقْرَارٍ رَجَعَ بِكُلِّ الْمُصَالِحِ عَنْهُ لِأَنَّهُ مُبَادَلَةٌ ، وَإِنْ اسْتَحَقَّ بَعْضَهُ رَجَعَ بِحِصَّتِهِ .

وَإِنْ كَانَ الصُّلْحُ عَنْ إِنْكَارٍ أَوْ سُكُوتٍ رَجَعَ إِلَى الدَّعْوَى فِي كُلِّهِ أَوْ بِقَدْرِ الْمُسْتَحَقِّ إِذَا اسْتَحَقَّ بَعْضُهُ لِأَنَّ الْمُبَدَلَ فِيهِ هُوَ الدَّعْوَى ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ مِنْهُ عَلَى الْإِنْكَارِ شَيْئًا حَيْثُ يَرْجِعُ بِالْمُدَّعَى لِأَنَّ الْإِقْدَامَ عَلَى الْبَيْعِ إِقْرَارٌ مِنْهُ بِالْحَقِّ لَهُ ، وَلَا كَذَلِكَ الصُّلْحُ لِأَنَّهُ قَدْ يَقَعُ لِدَفْعِ الْخُصُومَةِ ، وَلَوْ هَلَكَ بَدَلُ الصُّلْحِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ فَالْجَوَابُ فِيهِ كَالْجَوَابِ فِي الْإِسْتِحْقَاقِ فِي الْفَصْلِينِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب اقرار پر صلح ہوئی ہو اور مصالحت عنہ کا کچھ حصہ کسی کا حقدار نکلا تو مدعی علیہ اس حصے کی مقدار مدعی سے عوض واپس لے گا اس لئے کہ اقرار پر صلح کرنا بیع کی مثل مطلق معاوضہ ہوتی ہے اور بیع میں استحقاق کا یہی حکم ہے اور جب صلح خاموشی کیساتھ یا انکار کے ساتھ ہوئی ہو اور تنازع فیہ چیز مستحق نکل جائے تو مدعی اسی مستحق کے ساتھ خصومت کرے اور مدعی علیہ سے لیا ہوا عوض واپس کر دے اس لئے کہ مدعی علیہ اسی لئے عوض دیتا ہے تاکہ اپنے نفس سے خصومت کو دور کر دے لیکن استحقاق کے ظاہر ہونے سے یہ واضح ہو گیا کہ مدعی علیہ کے لئے خصومت ہے ہی نہیں تو اس کے قبضہ میں جو عوض ہو گا وہ اس کے مقصد پر مشتمل نہیں ہے اس لئے مدعی اس کو واپس لے لے گا اور جب انکار یا خاموشی والی صلح میں بعض مصالحت عنہ مستحق نکلی تو مدعی اس کی مقدار عوض کو واپس لے اور مستحق سے اسی مقدار میں خصومت کرے اس لئے کہ اس حصے میں مدعی علیہ کو ملا ہوا بدلہ مقصد سے خالی ہے۔

اور جب اقرار کے ساتھ کی جانے والی صلح میں مصالحت علیہ حقدار نکل گیا تو مدعی پورا مصالحت عنہ واپس لے لے اس لئے کہ یہ مبادلہ ہے اور جب بعض مصالحت علیہ مستحق نکلی تو مدعی اس کی مقدار بدلہ واپس لے لیا اور جب صلح انکار یا خاموشی کی صورت میں ہوئی ہو تو کل کے استحقاق کی صورت میں مدعی پورے دعوے کو واپس لے اور جب کچھ حصہ کا حقدار نکلا ہو تو اس کی مقدار واپس لے لے اس لئے کہ جس چیز میں بدلہ دیا گیا ہے وہ دعویٰ ہے یہ حکم اس کے خلاف ہے کہ جب مدعی علیہ نے مدعی کے انکار کے باوجود اس سے کوئی

چیز بیچی ہو تو وہ مدعی سے واپس لے لے گا اس لئے کہ مدعی علیہ کا بیع پر اقدام کرنا مدعی کے حق کا انکار ہے اور صلح کا یہ حال نہیں ہے اس لئے کہ کبھی خصومت کو دور کرنے کے لئے بھی صلح کی جاتی ہے اور جب مدعی کی طرف تسلیم کرنے سے پہلے ہی بدل صلح ہلاک ہو گیا تو اس کا وہی حکم ہے جو استحقاق کا ہے اقرار کی صورت میں بھی اور انکار کی صورت میں بھی یہی حکم ہے۔

شرح

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس چیز کا دعویٰ تھا بعد صلح کے اُس کا کوئی حق دار پیدا ہو گیا تو مدعی کو اُس مستحق سے خصومت اور مقدمہ بازی کرنی ہوگی اور مستحق نے حق ثابت ہی کر دیا تو اُس کے عوض میں مدعی کو بدل صلح واپس کرنا ہوگا اور اگر بدل صلح میں کوئی دوسرا شخص حقدار نکلا اور اُس نے کل یا جز لے لیا تو مدعی پھر دعویٰ کی طرف رجوع کرے گا کل میں کل کا دعویٰ بعض میں بعض کا دعویٰ کر سکتا ہے ہاں اگر غیر متعین چیز یعنی روپے اثرنی کا دعویٰ تھا اور اسی پر مصالحت ہوئی یعنی جس چیز کا دعویٰ تھا اسی جنس پر مصالحت ہوئی اور حقدار نے اپنا حق ثابت کر کے لے لیا تو صلح باطل نہیں ہوگی بلکہ مستحق نے جتنا لیا اتنا ہی یہ مدعی علیہ سے لے لیا ہزار کا دعویٰ تھا اور سو روپے میں صلح ہوئی مستحق نے کہا یہ روپے میرے ہیں تو مدعی دوسرے سو روپے مدعی علیہ سے لے سکتا ہے۔ (بحر الرائق، کتاب صلح، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ انکار یا سکوت کے بعد صلح ہوئی اور اس صلح میں لفظ بیع استعمال کیا مدعی علیہ نے کہا اتنے میں یا اُس کے عوض بیع کی یا خریدی اور بدل صلح کا کوئی حقدار پیدا ہو گیا اور لے گیا تو مدعی مدعی علیہ سے وہ چیز لے گا جس کا دعویٰ تھا یہ نہیں کہ پھر دعویٰ کی طرف رجوع کرے کیونکہ مدعی علیہ کا بیع کرنا مدعی کی ملک تسلیم کر لینا ہے لہذا اس صورت میں انکار یا سکوت نہیں ہے۔ (در مختار، کتاب صلح، بیروت)

تفصیل ذکر کیے بغیر گھر میں دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ ادَّعَى حَقَّ فِي دَارٍ وَلَمْ يَبَيِّنْهُ فَصُلِحَ مِنْ ذَلِكَ ثُمَّ اسْتَحَقَّ بَعْضَ الدَّارِ لَمْ يَرُدَّ شَيْئًا مِنَ الْعَوَضِ لِأَنَّ دَعْوَاهُ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ فِي مَا بَقِيَ) بِخِلَافِ مَا إِذَا اسْتَحَقَّ كُلَّهُ لِأَنَّهُ يَعْرِى الْعَوَضَ عِنْدَ ذَلِكَ عَنْ شَيْءٍ يُقَابِلُهُ فَيَرْجِعُ بِكُلِّهِ عَلَى مَا قَدَّمَ نَاهُ فِي الْبُيُوعِ . وَلَوْ ادَّعَى دَارًا فَصَالَحَهُ عَلَى قِطْعَةٍ مِنْهَا لَمْ يَصِحَّ الصُّلْحُ لِأَنَّ مَا قَبَضَهُ مِنْ عَيْنِ حَقِّهِ وَهُوَ عَلَى دَعْوَاهُ فِي الْبَاقِي .

وَالْوَجْهُ فِيهِ أَحَدُ أَمْرَيْنِ : إِمَّا أَنْ يَزِيدَ دَرَهَمًا فِي بَدْلِ الصُّلْحِ فَيَصِيرَ ذَلِكَ عَوَضًا عَنْ حَقِّهِ فِي مَا بَقِيَ ، أَوْ يَلْحَقَ بِهِ ذِكْرُ الْبَرَاءَةِ عَنْ دَعْوَى الْبَاقِي . (وَالصُّلْحُ جَائِزٌ عَنْ دَعْوَى الْأَمْوَالِ) لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الْبَيْعِ عَلَى مَا مَرَّ . قَالَ (وَالْمَنَافِعُ لِأَنَّهَا تُمَالِكُ بِعَقْدِ

الْبِجَارَةُ فَكَذًا بِالصُّلْحِ) وَالْأَصْلُ فِيهِ أَنَّ الصُّلْحَ يَجِبُ حَمْلُهُ عَلَى أَقْرَبِ الْعُقُودِ إِلَيْهِ
وَأَشْبَهَهَا بِهِ أَحْتِيَالًا لِتَصْحِيحِ تَصَرُّفِ الْعَاقِدِ مَا أَمَكَّنَ

ترجمہ

فرمایا کہ جب مدعی نے کسی گھر میں دعویٰ کیا لیکن اس کی تفصیل نہیں بیان کی پھر اس کے بعد صلح کر لی گئی۔ اس کے بعد گھر کا کچھ حصہ میں حقدار نکل آیا تو مدعی بدلہ میں سے کچھ واپس نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کا دعویٰ جو باقی گھر ہے اس میں ہو اس صورت کے خلاف کہ جب پورا گھر مستحق نکل گیا اس لئے کہ اس صورت میں بدلہ ایسی چیز سے خالی ہوگا جو اس کے مقابل ہو لہذا مدعی علیہ اپنا پورا بدلہ واپس لے لے گا جس طرح کہ بیوع میں ہم نے بیان کیا ہے جب کسی آدمی نے گھر کا دعویٰ کیا اور مدعی علیہ نے گھر کے کسی ایک حصے پر صلح کر لی تو صلح درست نہیں ہے اس لئے کہ مدعی نے جس حصہ پر قبضہ کیا ہے وہ اس کے دعوے کا ایک حصہ ہے اور جو باقی ہے اس میں وہ اپنے دعوے پر قائم ہے اور اس میں صلح دو وجہ سے جائز ہو سکتی ہے یا تو مدعی علیہ صلح کے بدل میں ایک درہم بڑھا دے اور یہ جو باقی ہے اس میں مدعی کے حق کا بدلہ ہو جائے یا باقی دعوے سے براءت کر دے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بدل صلح ابھی تک مدعی کو تسلیم نہیں کیا گیا ہے اور ہلاک ہو گیا اس کا حکم وہی ہے جو استحقاق کا ہے خواہ وہ صلح اقرار کے بعد ہو یا انکار و سکوت کے بعد دونوں صورتوں میں فرق نہیں۔ یہ اس صورت میں ہے کہ بدل صلح معین ہونے والی چیز ہو اور اگر غیر معین چیز ہو تو ہلاک ہونے سے صلح پر کچھ اثر نہیں پڑے گا مدعی علیہ سے اتنا لے سکتا ہے جو مقرر ہوا۔ (در مختار، کتاب صلح، بیروت، بحر الرائق، کتاب صلح، بیروت)

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ دعویٰ تھا کہ اس مکان میں میرا حق ہے کسی چیز کو دے کر صلح ہو گئی پھر اس مکان کے کسی جز میں استحقاق ہوا اگرچہ مستحق کا یہ دعویٰ ہے کہ ایک ہاتھ کے سوا باقی یہ سارا مکان میرا ہے اور مستحق نے لے لیا مدعی علیہ، مدعی سے کچھ واپس نہیں لے سکتا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ ایک ہاتھ جو بچا ہے وہی مدعی کا ہو اور اگر مستحق نے پورے مکان کو اپنا ثابت کیا تو جو کچھ مدعی کو دیا گیا ہے واپس لیا جائے گا۔

جس عین کا دعویٰ تھا اسی کے ایک جز پر مصالحت ہوئی مثلاً مکان کا دعویٰ تھا اسی مکان کا ایک کمرہ یا کوٹھری دے کر صلح کی گئی یہ صلح جائز نہیں کیونکہ مدعی نے جو کچھ لیا یہ تو خود مدعی کا تھا ہی اور مکان کے باقی اجزاء و حصص کا ابرا کر دیا اور عین میں ابرا درست نہیں ہاں اس کے جواز کی صورت یہ بن سکتی ہے کہ مدعی کو علاوہ اس جز و مکان کے ایک روپیہ یا کپڑا یا کوئی چیز بدل صلح میں اضافہ کی جائے کہ یہ چیز بقیہ حصص مکان کے عوض میں ہو جائے گی دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ایک جز پر صلح ہوئی اور باقی اجزاء کے دعوے سے دست برداری دے دے۔ (بحر الرائق، کتاب صلح، بیروت، در مختار، کتاب صلح، بیروت)

مکان کا دعویٰ تھا اور اس بات پر صلح ہوئی کہ وہ اُس کے ایک کمرے میں ہمیشہ یا عمر بھر سکونت کریگا یہ صلح بھی صحیح نہیں۔
(در مختار، کتاب صلح، بیروت)

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ انکار یا سکوت کے بعد جو صلح ہوتی ہے اگر واقع میں مدعی کا غلط دعویٰ تھا جس کا مدعی کو بھی علم تھا تو صلح میں جو چیز ملی ہے اُس کا لینا جائز نہیں اور اگر مدعی علیہ جھوٹا ہے تو اس صلح سے وہ حق مدعی سے بری نہیں ہوگا یعنی صلح کے بعد قضاء تو کچھ نہیں ہو سکتا دنیا کا مؤاخذہ ختم ہو گیا مگر آخرت کا مؤاخذہ باقی ہے مدعی کے حق ادا کرنے میں جو کمی رہ گئی ہے اس کا مؤاخذہ ہے مگر جب کہ مدعی خود باقی سے معافی دیدے۔ (بحر الرائق، کتاب صلح، بیروت)

لہذا صلح ہونے کے بعد اگر حقوق سے ابراو معافی ہو جائے تو مؤاخذہ اخروی سے بھی نجات ہو جائے عین کے علاوہ کیونکہ عین کا ابرا درست نہیں۔

فصل

﴿یہ فصل امور صلح کے جواز و عدم جواز کے بیان میں ہے﴾

فصل امور صلح کے جواز و عدم جواز کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بارتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے صلح کے مقدمات و شرائط کو بیان کرنے کے بعد اب اس کو انواع و اقسام کا بیان شروع کر رہے ہیں اور اس میں اب ان امور کو بیان کریں گے جن میں صلح کرنا جائز ہے اور ان امور کو بھی ذکر کریں گے جن میں صلح کرنا جائز نہیں ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۲، ص ۶۷، بیروت)

مالوں کے دعوؤں میں صلح کے جواز کا بیان

(وَالصُّلْحُ جَائِزٌ عَنْ دَعْوَى الْأَمْوَالِ) لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الْبَيْعِ عَلَى مَا مَرَّ . قَالَ (وَالْمَنَافِعُ لِأَنَّهَا تُمْلِكُ بِعَقْدِ الْإِجَارَةِ فَكَذَا بِالصُّلْحِ) وَالْأَصْلُ فِيهِ أَنَّ الصُّلْحَ يَجِبُ حَمْلُهُ عَلَى أَقْرَبِ الْعُقُودِ إِلَيْهِ وَأَشْبَهَهَا بِهِ اِحْتِيَالًا لِتَصْحِيحِ تَصَرُّفِ الْعَاقِدِ مَا أُمِّكَنَّ

ترجمہ

اور اموال کے دعوؤں میں صلح کرنا جائز ہے۔ کیونکہ ان میں بیع کا معنی پایا جاتا ہے جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔ منافع سے صلح کرنا بھی جائز ہے کیونکہ عقد اجارہ کے سبب منافع پر ملکیت حاصل ہونے والی ہے۔ جس طرح صلح کے ساتھ ہے۔ اور قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ صلح کو اس کے قریبی عقود یا قریبی عقود کے مشابہ پر محمول کرنا واجب ہے۔ تاکہ عاقد کے تصرف کو صحیح بناتے ہوئے ممکن حد تک اس کا ذریعہ بنایا جائے۔

شرح

علامہ قاضی احمد بن فراموز حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور مال کے دعوے میں مطلقاً صلح جائز ہے چاہے مال پر صلح ہو یا منفعت پر ہو اقرار کے بعد یا انکار و سکوت کے بعد کیونکہ یہ صلح بیع یا اجارہ کے معنی میں ہے اور جہاں وہ جائز یہ بھی جائز۔ دعوئے منفعت میں بھی صلح مطلقاً جائز ہے مال کے بدلے میں بھی ہو سکتی ہے اور منفعت کے بدلے میں بھی مگر منفعت کو اگر بدل صلح قرار دیں تو ضرور ہے کہ دونوں منفعتیں دو طرح کی ہوں ایک ہی جنس کی نہ ہوں مثلاً مکان کرایہ پر لیا ہے اور صلح خدمت غلام پر ہوئی یہ جائز ہے اور اگر ایک ہی جنس کی ہوں مثلاً مکان کی سکونت کا دعویٰ تھا اور سکونت مکان ہی کو بدل صلح قرار دیا یہ جائز نہیں مثلاً وارث پر دعویٰ کیا کہ تیرے مورث نے اس مکان کی سکونت کی میرے لیے وصیت کی ہے وارث نے اقرار کیا یا انکار پھر مال پر صلح ہو یا دوسری جنس کی منفعت پر

صلح ہو جائز ہے۔ (در الاحکام، کتاب صلح، بیروت)

جنایت عمد و خطا میں صلح کے صحیح ہونے کا بیان

قَالَ (وَيَصِحُّ عَنْ جِنَايَةِ الْعَمْدِ وَالْخَطَا) أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتَّبَاعْ) الْآيَةَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : إِنَّهَا نَزَلَتْ فِي الصُّلْحِ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ النِّكَاحِ ، حَتَّى أَنْ مَا صَلَحَ مُسَمَّى فِيهِ صَلَحَ هَاهُنَا إِذْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِغَيْرِ الْمَالِ إِلَّا أَنْ عِنْدَ فَسَادِ التَّسْمِيَةِ هُنَا يُصَارُ إِلَى الدِّيَةِ لِأَنَّهَا مُوجِبُ الدَّمِ .

ترجمہ

فرمایا کہ مالوں کے دعوؤں سے صلح کرنا جائز ہے کیونکہ یہ صلح بیع کے حکم میں ہے جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔ اور منافع کے دعوے سے بھی صلح کرنا جائز ہے کیونکہ اجارہ کے عقد سے منافع مملوک ہو جاتا ہے لہذا صلح کے ساتھ بھی مملوک ہو جائے گا اور اصل یہ ہے کہ صلح کو اس کے زیادہ قریب والے عقود پر محمول کیا جائے یا جو عقود صلح کے مشابہ ہوں ان پر محمول کرنا لازم ہے تاکہ حیلہ کر کے حتی الامکان عاقد کے تصرف کو درست بنایا جاسکے۔

فرمایا کہ جان بوجھ کر قتل کرنے اور غلطی سے قتل کرنے کے جرم سے بھی صلح کرنا درست ہے جان بوجھ کر قتل کرنے میں صلح کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ پس جس کو اس کے بھائی کی طرف سے معاف کر دیا ہو (الآیۃ)

اس آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت صلح کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ صلح نکاح کے درجہ میں ہے حتیٰ کہ جو چیز نکاح میں مہر بن سکتی ہے وہ یہاں پر بھی بدل بن سکتی ہے اس لئے کہ یہ صلح اور نکاح مبادلۃ المال بغیر المال ہے لہذا صلح میں فساد تسمیہ کی صورت میں دیت کی طرف رجوع کیا جائے گا اس لئے کہ دیت ہی تو قتل کا موجب ہے۔

صلح کر کے قتل معاف کرنے میں مذاہب فقہاء

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں اور جب کسی قاتل کو مقتول کا کوئی وارث کچھ حصہ معاف کر دے یعنی قتل کے بدلے وہ دیت قبول کر لے یا دیت بھی اپنے حصہ کی چھوڑ دے اور صاف معاف کر دے، اگر وہ دیت پر راضی ہو گیا ہے تو قاتل کو مشکل نہ ڈالے بلکہ اچھائی سے دیت وصول کرے اور قاتل کو بھی چاہئے کہ بھلائی کے ساتھ اسے دیت ادا کر دے، حیل و حجت نہ کرے۔

امام مالک کا مشہور مذہب اور امام ابو حنیفہ اور آپ کے شاگردوں کا اور امام شافعی اور امام احمد کا ایک روایت کی رو سے یہ مذہب ہے کہ مقتول کے اولیاء کا قصاص چھوڑ کر دیت پر راضی ہونا اس وقت جائز ہے جب خود قاتل بھی اس پر آمادہ ہوا لیکن اور بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اس میں قاتل کی رضامندی شرط نہیں۔

سلف کی ایک جماعت کہتی ہے کہ عورت قصاص سے درگزر کر کے دیت پر اگر رضامند ہوں تو ان کا اعتبار نہیں۔ حسن، قتادہ، زہرہ، ابن شبرمہ، لیث اور اوزاعی کا یہی مذہب ہے لیکن باقی علماء دین ان کے مخالف ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی عورت نے بھی دیت پر رضامندی ظاہر کی تو قصاص جاتا رہے گا پھر فرماتے ہیں کہ قتل عمد میں دیت لینا یہ اللہ کی طرف سے تخفیف اور مہربانی ہے اگلی امتوں کو یہ اختیار نہ تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بنی اسرائیل پر قصاص فرض تھا انہیں قصاص بھی سے درگزر کرنے اور دیت لینے کی اجازت نہ تھی لیکن اس بات پر یہ مہربانی ہوئی کہ دیت لینے کی گئی تو یہاں تین چیزیں ہونیں قصاص دیت اور معافی اگلی امتوں میں صرف قصاص اور معافی ہی تھی دیت نہ تھی، بعض لوگ کہتے ہیں اہل تورات کے ہوں صرف قصاص اور معافی تھی اور اہل انجیل کے ہاں صرف معافی ہی تھی۔ پھر فرمایا جو شخص دیت یعنی جرمانہ لینے کے بعد یا دیت قبول کر لینے کے بعد بھی زیادتی پر تل جائے اس کے لئے سخت دردناک عذاب ہے۔ مثلاً دیت لینے کے بعد پر قتل کے درپے ہو وغیرہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس شخص کا کوئی مقتول یا مجروح ہو تو اسے تین باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے یا قصاص یعنی بدلہ لے لے یا درگزر کرے۔ معاف کر دے یا دیت یعنی جرمانہ لے لے اور اگر کچھ اور کرنا چاہے تو اسے روک دو ان میں سے ایک کر چلنے کے بعد بھی جو زیادتی کرے وہ ہمیشہ کے لئے جہنمی ہو جائے گا (احمد)

دوسری حدیث میں ہے کہ جس نے دیت وصول کر لی پھر قاتل کو قتل کیا تو اب میں اس سے دیت بھی نہ لوں گا بلکہ اسے قتل کروں گا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے عقلمند و قصاص میں نسل انسان کی بقاء ہے اس میں حکمت عظیمہ ہے گو بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک کے بدلے ایک قتل ہو تو دوسرے لیکن دراصل اگر سوچو تو پتہ چلے گا کہ یہ سب زندگی ہے، قاتل کو خود خیال ہو گا کہ میں اسے قتل نہ کروں ورنہ خود بھی قتل کر دیا جاؤں گا تو وہ اس فعل بد سے رک جائے گا تو دو آدمی قتل و خون سے بچ گئے۔ اگلی کتابوں میں بھی یہ بات تو بیان فرمائی تھی کہ آیت (القتل انفسی للقتل) قتل قتل کو روک دیتا ہے لیکن قرآن پاک میں بہت ہی فصاحت و بلاغت کے ساتھ اس مضمون کو بیان کیا گیا۔ پھر فرمایا یہ تمہارے بچاؤ کا سبب ہے کہ ایک تو اللہ کی نافرمانی سے محفوظ رہو گے دوسرے نہ کوئی کسی کو قتل کرے گا نہ کہ وہ قتل کیا جائے گا زمین پر امن و امان سکون و سلام رہے گا، تقویٰ نیکوں کے کرنے اور کل براہوں کے چھوڑنے کا نام ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، بقرہ، ۱۷۸)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جنایت عمد جس میں قصاص واجب ہوتا ہے خواہ وہ قتل ہو یا اس سے کم مثلاً قطع عضو اس میں اگر دیت سے زیادہ پر صلح ہوئی یہ جائز ہے اور جنایت خطا میں دیت سے زیادہ پر صلح ناجائز ہے کہ اس میں شرع کی طرف سے دیت مقرر ہے اس پر زیادتی نہیں ہو سکتی ہاں دیت میں جو چیزیں مقرر ہیں ان کے علاوہ دوسری جنس پر صلح ہو اور یہ چیز قیمت میں زیادہ ہو تو یہ صلح جائز ہے۔ (در مختار، کتاب صلح، بیروت)

خمر پر صلح ہونے کے سبب کچھ واجب نہ ہونے کا بیان

وَلَوْ صَالَحَ عَلَى خَمْرٍ لَا يَجِبُ شَيْءٌ لِأَنَّهُ لَا يَجِبُ بِمُطْلَقِ الْعَفْوِ. وَفِي النِّكَاحِ يَجِبُ

مَهْرُ الْمِثْلِ فِي الْفَضْلَيْنِ لِأَنَّهُ الْمَوْجِبُ الْأَصْلِيُّ ، وَيَجِبُ مَعَ السُّكُوتِ عَنْهُ حُكْمًا ،
وَيَدْخُلُ فِي إِطْلَاقِ جَوَابِ الْكِتَابِ الْجِنَايَةِ فِي النَّفْسِ وَمَا دُونَهَا ، وَهَذَا بِخِلَافِ
الصُّلْحِ عَنْ حَقِّ الشُّفْعَةِ عَلَى مَا لِي حَيْثُ لَا يَصِحُّ لِأَنَّهُ حَقُّ التَّمَلُّكِ ، وَلَا حَقٌّ فِي الْمَحَلِّ
قَبْلَ التَّمَلُّكِ .

وَأَمَّا الْقِصَاصُ فَمِلْكُ الْمَحَلِّ فِي حَقِّ الْفِعْلِ فَيَصِحُّ الْإِعْتِيَاظُ عَنْهُ وَإِذَا لَمْ يَصِحَّ
الصُّلْحُ تَبَطَّلَ الشُّفْعَةُ لِأَنَّهَا تَبْطُلُ بِالْإِعْرَاضِ وَالسُّكُوتِ ، وَالْكَفَالَةُ بِالنَّفْسِ بِمَنْزِلَةِ حَقِّ
الشُّفْعَةِ حَتَّى لَا يَجِبَ الْمَالُ بِالصُّلْحِ عَنْهُ ، غَيْرَ أَنَّ فِي بَطْلَانِ الْكَفَالَةِ رَوَايَتَيْنِ عَلَى مَا
عُرِفَ فِي مَوْضِعِهِ .

وَأَمَّا الثَّانِي وَهُوَ جِنَايَةُ الْخَطَا فَلَإِنَّ مُوجِبَهَا الْمَالُ فَيَصِيرُ بِمَنْزِلَةِ الْبَيْعِ ، إِلَّا أَنَّهُ لَا تَصِحُّ
الزِّيَادَةُ عَلَى قَدْرِ الدِّيَةِ لِأَنَّهُ مَقْدَرٌ شَرْعًا فَلَا يَجُوزُ إِبْطَالُهُ فَتُرَدُّ الزِّيَادَةُ ، بِخِلَافِ
الصُّلْحِ عَنِ الْقِصَاصِ حَيْثُ تَجُوزُ الزِّيَادَةُ عَلَى قَدْرِ الدِّيَةِ لِأَنَّ الْقِصَاصَ لَيْسَ بِمَالٍ
وَإِنَّمَا يَتَقَوَّمُ بِالْعَقْدِ ، وَهَذَا إِذَا صَالَحَ عَلَى أَحَدِ مَقَادِيرِ الدِّيَةِ ، أَمَّا إِذَا صَالَحَ عَلَى غَيْرِ
ذَلِكَ جَازًا لِأَنَّهُ مُبَادَلَةٌ بِهَا ، إِلَّا أَنَّهُ يُشْتَرَطُ الْقَبْضُ فِي الْمَجْلِسِ كَمَا لَا يَكُونُ افْتِرَاقًا عَنْ
دَيْنٍ بِدَيْنٍ .

وَلَوْ قَضَى الْقَاضِي بِأَحَدِ مَقَادِيرِهَا فَصَالَحَ عَلَى جِنْسٍ آخَرَ مِنْهَا بِالزِّيَادَةِ جَازًا لِأَنَّهُ تَعَيَّنَ
الْحَقُّ بِالْقَضَاءِ فَكَانَ مُبَادَلَةٌ بِخِلَافِ الصُّلْحِ ابْتِدَاءً لِأَنَّ تَرَاضِيَهُمَا عَلَى بَعْضِ
الْمَقَادِيرِ بِمَنْزِلَةِ الْقَضَاءِ فِي حَقِّ التَّعْيِينِ فَلَا تَجُوزُ الزِّيَادَةُ عَلَى مَا تَعَيَّنَ .

ترجمہ

اور جب شراب پر صلح کی ہوئی تو کچھ واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ مطلق معاف کرنے میں کچھ واجب نہیں ہوتا جب کہ نکاح
میں دونوں صورتوں میں مہر مثل واجب ہوگا اس لئے کہ مہر مثل ہی تو موجب اصل ہے اور مہر میں خاموشی کے وقت بھی حکما مہر مثل ہی
واجب ہوتا ہے۔

اور قدوری میں جو مطلق حکم بیان ہوا ہے اس میں جنایت فی النفس اور جنایت مادون النفس دونوں شامل ہیں اور یہ جواز مال

پر شفعہ کے حق میں صلح کرنے کے مخالف ہے اس لئے کہ شفعہ کے حق میں مال پر صلح کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ شفعہ کا حق تملک کا حق ہوتا ہے اور ملکیت کے حصول سے پہلے محل میں کوئی حق نہیں ہوتا جبکہ قصاص فعل کے حق میں ملک کا محل ہوتا ہے اس لئے اس کا بدلہ لینا درست ہے اور جب حق شفعہ کے بدلے صلح کرنا جائز نہیں ہے تو شفعہ باطل ہو جائے گا اس لئے کہ اعراض کرنا اور خاموش رہنے سے بھی شفعہ ساقط ہو جاتا ہے اور کفالہ بالنفس حق شفعہ کے درجہ میں ہے حتیٰ کہ کفالہ کے بدلے صلح کرنے سے مال واجب نہیں ہوتا تاہم کفالہ کے باطل ہونے کے بارے میں دو روایتیں ہیں جس طرح کہ مبسوط میں جان لیا گیا ہے۔ اور دوسری یعنی قتل خطاً سے صلح کے جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جنایت خطاً کا موجب مال ہے لہذا اس سے صلح کرنا بیع کے درجہ میں ہوگا لیکن دیت کی مقدار پر زیادتی کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ دیت شرعاً مقدر ہے لہذا اس کو باطل کرنا درست نہیں ہے اور اس پر جو زیادتی ہوگی اس کو رد کر دیا جائے گا قصاص سے صلح کرنے کے خلاف چنانچہ اس میں دیت کی مقدار پر اضافہ کرنا جائز ہے اس لئے کہ قصاص مال نہیں ہے اور عقد صلح کے سبب قصاص مقوم ہوتا ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے جب دیت کی کسی مقرر کردہ مقدار پر صلح ہوئی ہو اور جب اس کے علاوہ کسی دوسری چیز پر ہوئی ہو تب بھی جائز ہے اس لئے کہ صلح دیت کا بدلہ ہے لیکن مجلس کے اندر بدل صلح پر قبضہ کرنا شرط ہے تا کہ دین کے بدلے دین سے افتراق نہ ہو اور جب قاضی نے دیت کی کسی ایک مقدار کا فیصلہ کر دیا اور قاتل نے اس مقدار پر کسی دوسری جنس کی زیادتی کے ساتھ صلح کی تو جائز ہے اس لئے کہ قاضی کی قضاء سے حق متعین ہو گیا اور دوسری مقدار پر صلح کرنا اس پر تبادلہ ہوگا اسی صلح پر ابتدا کر۔ نہ کے خلاف اس لئے کہ صلح کرنے والوں کا کسی مقدار پر اتفاق کر لینا تعین کے حق میں قضائے قاضی کے حکم میں ہے لہذا اثر امت کی مقدار پر اضافہ کرنا جائز نہ ہوگا۔

شرح

علامہ علاؤ الدین علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جنایت عمد جس میں قصاص واجب ہوتا ہے خواہ وہ قتل ہو یا اس سے کم مثلاً قطع عضو اس میں اگر دیت سے زیادہ پر صلح ہوئی یہ جائز ہے اور جنایت خطا میں دیت سے زیادہ پر صلح ناجائز ہے کہ اس میں شرع کی طرف سے دیت مقرر ہے اس پر زیادتی نہیں ہو سکتی ہاں دیت میں جو چیزیں مقرر ہیں ان کے علاوہ دوسری جنس پر صلح ہو اور یہ چیز قیمت میں زیادہ ہو تو یہ صلح جائز ہے۔ (در مختار، کتاب صلح، بیروت)

دعویٰ حد میں صلح کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ عَنْ دَعْوَى حَدٍّ) لِأَنَّهُ حَقُّ اللَّهِ تَعَالَى لَا حَقَّهُ ، وَلَا يَجُوزُ الْإِعْتِيَاظُ عَنْ حَقِّ غَيْرِهِ ، وَلِهَذَا لَا يَجُوزُ الْإِعْتِيَاظُ إِذَا ادَّعَتِ الْمَرْأَةُ نَسَبَ وَلَدِهَا لِأَنَّهُ حَقُّ الْوَلَدِ لَا حَقُّهَا ، وَكَذَا لَا يَجُوزُ الصَّلْحُ عَمَّا أَسْرَعَهُ إِلَى طَرِيقِ الْعَامَّةِ لِأَنَّهُ حَقُّ الْعَامَّةِ فَلَا يَجُوزُ أَنْ يُصَالِحَ وَاحِدٌ عَلَى الْإِنْفِرَادِ عَنْهُ ؛ وَيَدْخُلُ فِي إِطْلَاقِ الْجَوَابِ حَدُّ الْقَذْفِ

لَاَنَّ الْمَغْلَبَ فِيهِ حَقُّ الشَّرْعِ .

ترجمہ

فرمایا کہ حد کے دعویٰ میں صلح کرنا جائز نہ ہے اس لئے کہ حد اللہ تعالیٰ کا حق ہے نہ کہ بندوں کا اور دوسرے کا حق کا بدلہ لینا جائز نہ ہے اسی لئے جب عورت نے اپنے بچے کے نسب کا دعویٰ کیا تو اس کا بدلہ لینا جائز نہ ہے اس لئے کہ نسب بچے کا حق ہے عورت کا حق نہ ہے پس اس چیز میں بھی صلح کرنا جائز نہ ہے جس کو عام راستہ میں کسی نے بنایا ہو اس لئے کہ عوام کا حق ہے لہذا کسی ایک آدمی کا اس پر مصالحت کرنا جائز نہ ہے اور قدوری کے مطلق حکم میں حد قذف بھی شامل ہے اس لئے کہ اس میں حق الشرع غالب ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حد زنا اور حد شرب خمر میں بھی صلح اگرچہ ناجائز ہے مگر صلح کی وجہ سے حد باطل نہیں ہوتی۔ چور نے مکان سے مال نکال لیا اس نے پکڑا چور نے کسی اپنے مال کے عوض میں مصالحت کی یہ صلح ناجائز ہے مال دینا چور پر واجب نہیں اور چوری کا مال چور نے واپس دیدیا ہے تو مقدمہ بھی نہیں چل سکتا اور اگر چور کو قاضی کے پاس پیش کرنے کے بعد مصالحت کی اور اسے معاف کر دیا تو معافی صحیح نہیں اور اگر اس کو مال ہبہ کر دیا تو حد سرقہ یعنی ہاتھ کا ثواب نہیں ہو سکتا۔ گواہ سے مصالحت کر لی کہ گواہی نہ دے یہ صلح باطل ہے۔ (در مختار، کتاب صلح، بیروت)

کسی شخص کا عورت پر دعویٰ نکاح کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا ادَّعَى رَجُلٌ عَلَى امْرَأَةٍ نِكَاحًا وَهِيَ تَجْحَدُ فَصَالَحَتْهُ عَلَى مَالٍ بَدَلَتْهُ حَتَّى يَتْرُكَ الدَّعْوَى جَازًا وَكَانَ فِي مَعْنَى الْخُلْعِ) لِأَنَّهُ أَمَّا تَصْحِيحُهُ خُلْعًا فِي جَانِبِهِ بِنَاءً عَلَى زَعْمِهِ وَفِي جَانِبِهَا بَدَلًا لِلْمَالِ لِذَفْعِ الْخُصُومَةِ . قَالُوا : وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَأْخُذَ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى إِذَا كَانَ مُبْطَلًا فِي دَعْوَاهُ .

قَالَ (وَإِذَا ادَّعَتْ امْرَأَةٌ عَلَى رَجُلٍ نِكَاحًا فَصَالَحَهَا عَلَى مَالٍ بَدَلَهُ لَهَا جَازًا) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : هَكَذَا ذَكَرَ فِي بَعْضِ نُسَخِ الْمُخْتَصَرِ ، وَفِي بَعْضِهَا قَالَ : لَمْ يَجْزُ . وَجْهُ الْأَوَّلِ أَنْ يُجْعَلَ زِيَادَةً فِي مَهْرِهَا .

وَجْهُ الثَّانِي أَنَّهُ بَدَلُ لَهَا الْمَالِ لِتَتْرُكَ الدَّعْوَى فَإِنْ جُعِلَ تَرُكُ الدَّعْوَى مِنْهَا فُرْقَةً فَالزَّوْجُ لَا يُعْطَى الْعِوَضُ فِي الْفُرْقَةِ ، وَإِنْ لَمْ يُجْعَلْ فَالْحَالُ عَلَى مَا كَانَ عَلَيْهِ قَبْلَ الدَّعْوَى فَلَا شَيْءَ يُقَابِلُهُ الْعِوَضُ فَلَمْ يَصِحَّ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کسی عورت سے نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت اس کا انکار کرنے والی ہے پھر عورت نے، کچھ مال خرچ کر کے اس آدمی سے مصالحت کر لی تاکہ وہ دعویٰ چھوڑ دے تو یہ صلح جائز ہے اور یہ صلح خلع کے معنی میں ہوگی اس لئے کہ شوہر کی فہم کے مطابق اس کے حق میں اس کو خلع قرار دینا ممکن ہے اور عورت کے حق میں خصومت کو دور کرنے کے لئے مال خرچ کرنا ہے۔

مشائخ فقہاء فرماتے ہیں کہ جب شوہر اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہو تو دیانت کے طور پر اس کے لئے یہ مال لینا حلال نہ ہے فرمایا کہ جب کسی عورت نے کسی آدمی سے نکاح کا دعویٰ کیا اور اس نے کچھ مال دے کر اس کے ساتھ صلح کر لی تو یہ صلح کرنا جائز ہے۔ منعنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ امام قدوری نے قدوری کے بعض نسخوں میں ایسا ہی مسئلہ بیان کیا ہے اور دوسرے بعض نسخوں میں یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ صلح کرنا جائز نہ ہے صلح کے جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ صلح کے بدل کو عورت کے مہر میں اضافہ قرار دیا جائے اور جائز نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ شوہر نے اس وجہ سے مال خرچ کیا ہے تاکہ عورت اپنا دعویٰ چھوڑ دے اب اگر عورت کے دعویٰ چھوڑنے کو اس کی طرف سے فرقت قرار دیا جائے تو فرقت میں شوہر بدلہ نہ دیتا اور جب اس کو فرقت نہ مانا جائے تو عورت اپنے دعویٰ پر بدستور قائم رہے گیا اور اس بدلہ کے مقابلہ میں شوہر کو کچھ نہ ملے گا اس لئے کہ صلح درست نہ ہے۔

شرح

علامہ قاضی احمد بن فہر رزحنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کسی مرد نے ایک عورت پر جو شوہر والی نہیں ہے نکاح کا دعویٰ کیا عورت نے مال دے کر صلح کی، یہ صلح خلع کے حکم میں ہے مگر مرد نے اگر جھوٹا دعویٰ کیا تھا تو اس مال کو لینا حلال نہیں اور عورت کو اسی وقت دوسرا نکاح کرنا جائز ہے یعنی اُس پر عدت نہیں ہے کیونکہ دخول پایا نہیں گیا اور اگر عورت نے مرد پر نکاح کا دعویٰ کیا اور مرد نے مال دے کر صلح کی یہ صلح ناجائز ہے کیونکہ اس صلح کو کسی عقد کے تحت میں داخل نہیں کر سکتے۔

(درر الاحکام، کتاب صلح، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مرد نے عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا عورت نے سو روپے دے کر صلح کی کہ مجھے اس سے بری کر دے مرد نے قبول کر لیا یہ صلح جائز ہے اس کے بعد مرد اگر نکاح کے گواہ پیش کرنا چاہے نہیں پیش کر سکتا۔ اور جب عورت نے دعویٰ کیا کہ میرے شوہر نے تین طلاقیں دے دیں ہیں اور شوہر منکر ہے پھر سو روپے صلح ہو گئی کہ عورت دعویٰ سے دست بردار ہو جائے یہ صلح صحیح نہیں شوہر اپنے روپے عورت سے واپس لے سکتا ہے اور عورت کا دعویٰ بدستور ہے ایک طلاق اور دو طلاقیں اور خلع کا بھی یہی حکم ہے۔

اور جب عورت نے طلاق بائن کا دعویٰ کیا اور مرد منکر ہے سو روپے پر مصالحت ہوئی کہ مرد عورت کو طلاق بائن دیدے یہ جائز ہے۔ یوہیں اگر سو روپے دینا اس بات پر ٹھہرا کہ مرد اُس طلاق کا اقرار کر لے جس کا عورت نے دعویٰ کیا ہے یہ بھی جائز ہے۔ اور جب عورت نے مرد پر دعویٰ کیا کہ میں اُس کی زوجہ ہوں اور ہزار روپے مہر کے شوہر کے ذمہ ہیں اور یہ بچہ اسی

شوہر کا ہے اور مردان سب باتوں سے منکر ہے دونوں میں یہ صلح ہوئی کہ مرد عورت کو سو روپے دے اور عورت اپنے تمام دعاوی سے دست بردار ہو جائے شوہر بری نہیں ہوگا بلکہ اس کے بعد اگر عورت نے سب باتیں گواہوں سے ثابت کر دیں تو نکاح بھی ثابت اور بچہ کا نسب بھی ثابت اور سو روپے جو مرد نے دیے تھے یہ صرف مہر کے مقابل میں ہیں یعنی ہزار روپے مہر کا دعویٰ تھا سو میں صلح ہوگئی۔ (عالمگیری، کتاب صلح، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ نفقہ کا دعویٰ تھا اور ایسی چیز پر صلح ہوئی جس کو قاضی نفقہ مقرر کر سکتا ہو مثلاً روپیہ یا غلہ یہ معاوضہ نہیں ہے بلکہ اس صلح کا حاصل یہ ہے کہ یہ چیز نفقہ میں مقرر ہوئی اور اگر ایسی چیز پر صلح ہوئی جس کو نفقہ میں مقرر نہیں کیا جاسکتا ہو مثلاً غلام یا جانور اس کو معاوضہ قرار دیا جائے گا اس کا حاصل یہ ہوگا کہ عورت نے اس چیز کو لے کر شوہر کو نفقہ سے بری کر دیا۔ اور جب اس نے نفقہ کا دعویٰ تھا تین روپے ماہوار پر صلح ہوئی اب شوہر یہ کہتا ہے مجھ میں اتنا دینے کی طاقت نہیں اس کو دینا پڑے گا ہاں اگر عورت یا قاضی اسے بری کر دیں تو بری ہو سکتا ہے اور اگر چیزوں کا نرخ ارزاں ہو جائے شوہر کہتا ہے کہ اس سے کم میں گزارہ ہو سکتا ہے تو کم کیا جاسکتا ہے۔ یوہیں عورت کہتی ہے کہ تین روپے کفایت نہیں کرتے زیادہ دلایا جائے اور مرد مالدار ہے تو زیادہ دلایا جاسکتا ہے۔ قاضی نے نفقہ کی مقدار مقرر کی ہے اس صورت میں بھی عورت دعویٰ کر کے زیادہ کرا سکتی ہے۔ (عالمگیری، کتاب صلح، بیروت)

غلام سے مال پر صلح کر لینے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ ادَّعى عَلَى رَجُلٍ أَنَّهُ عَبْدُهُ فَصَالِحُهُ عَلَى مَالٍ أَعْطَاهُ جَازَ وَكَانَ فِي حَقِّ الْمُدَّعى بِمَنْزِلَةِ الْإِعْتِاقِ عَلَى مَالٍ) لِأَنَّهُ أَمُكِّنَ تَصْحِيحُهُ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ فِي حَقِّهِ لِزَعْمِهِ وَلِهَذَا يَصِحُّ عَلَى حَيَوَانٍ فِي الذَّمَّةِ إِلَى أَجَلٍ وَفِي حَقِّ الْمُدَّعى عَلَيْهِ يَكُونُ لِلدَّفْعِ الْخُصُومَةِ ؛ لِأَنَّهُ يَزْعُمُ أَنَّهُ حُرٌّ فَجَازَ إِلَّا أَنَّهُ لَا وِلَاءَ لَهُ لِإِنْكَارِ الْعَبْدِ إِلَّا أَنْ يُقِيمَ الْبَيِّنَةَ فَتَقْبَلَ وَيُثْبِتَ الْوِلَاءَ .

قَالَ (وَإِذَا قَتَلَ الْعَبْدُ الْمَأْذُونُ لَهُ رَجُلًا عَمْدًا لَمْ يَجْزُ لَهُ أَنْ يُصَالِحَ عَنْ نَفْسِهِ ، وَإِنْ قَتَلَ عَبْدٌ لَهُ رَجُلًا عَمْدًا فَصَالِحُهُ جَازٌ) وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ رَقَبَتَهُ لَيْسَتْ مِنْ تِجَارَتِهِ وَلِهَذَا لَا يَمْلِكُ التَّصْرُفَ فِيهِ بَعَاءً فَكَذَا اسْتِخْلَاصًا بِمَالِ الْمَوْلَى وَصَارَ كَالْأَجْنَبِيِّ ، أَمَّا عَبْدُهُ فَمِنْ تِجَارَتِهِ وَتَصْرُفُهُ فِيهِ نَافِذٌ بَعَاءً فَكَذَا اسْتِخْلَاصًا ، وَهَذَا لِأَنَّ الْمُسْتَحَقَّ كَالزَّائِلِ عَنْ مِلْكِهِ وَهَذَا شِرَاؤُهُ فَيَمْلِكُهُ

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی شخص نے کسی آدمی پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور مدعی علیہ نے اس کو مال دے کر اس سے صلح کر لی تو جائز ہے اور مدعی کے حق میں یہ عمل مال لے کر آزاد کرنے کی طرح ہوگا اس لئے کہ مدعی کی سمجھ کے مطابق اسی طریقے پر اس کی تصحیح ممکن ہے اس لئے مدت بتا کر کے حیوان دینے کی بات پر بھی یہ صلح درست ہوگی اور مدعی کے حق میں خصومت کو دور کرنے کیلئے ہوگا اس لئے کہ مدعی علیہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ حوالہ اصل ہے تو صلح جائز ہے لیکن مدعی کو ولاء نہ دیا جائے گا اس لئے کہ مدعی نالیہ اس کے غلام ہونے کا انکار کرنے والا ہے مگر یہ کہ مدعی بینہ پیش کر دے تو بینہ مقبول ہوگا اور اس کو ولاء دیا جائے

فرمایا کہ جب مازون غلام کسی آدمی کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو اس غلام کا یہ حق نہ ہے کہ وہ اپنے نفس سے صلح کر لے اور جب اس مازون کے غلام نے کسی آدمی کو جان بوجھ کر قتل کر دیا اور اس مازون نے مقتول کے اولیاء سے صلح کر لی تو جائز ہے اور فرق کا سبب یہ ہے کہ مازون غلام کو اپنی گردن کی تجارت کا حق نہ ہے اس لئے وہ اپنے رقبہ کی بیع کا مالک نہ ہے لہذا وہ آقا کے مال کے بدلے اپنی جان چھڑانے کا بھی مالک نہ ہے اور یہ اجنبی کی طرح ہو گیا رہا اس غلام کا تو وہ اس کی تجارت کا مال ہے اور اس میں اس کا بیع وغیرہ نافذ کرنا جائز ہے لہذا وہ اس کو چھڑانے کا بھی مالک ہے اور یہ وجہ سے ہے کہ مستحق نکلی ہوئی چیز ایسی ہے جیسے وہ اس کی ملکیت سے خارج ہوگی ہو اور اس کو چھڑانا اس کو خریدنے کی مثل ہے لہذا مازون غلام اس کا مالک ہوگا۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب غلام مازون نے کسی کو عمداً قتل کیا تھا اور ولی مقتول سے خود غلام نے صلح کی یعنی قصاص نہ لو اس کے عوض میں یہ مال لویہ صلح جائز نہیں مگر اس صلح کا یہ اثر ہوگا کہ قصاص ساقط ہو جائے گا اور غلام جب آزاد ہوگا اس وقت بدل صلح وصول کیا جائے گا اور مازون کے غلام نے اگر کسی کو قتل کیا تھا اس مازون نے مال پر صلح کی یہ صلح جائز ہے کیونکہ یہ اس کی تجارت کی چیز ہے اور خود تجارت کی چیز نہیں۔ (درمختار، کتاب صلح، بیروت)

یہودی کے کپڑے کا تھان غصب کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ ثَوْبًا يَهُودِيًّا قِيمَتُهُ دُونَ الْمِائَةِ فَاسْتَهْلَكَهُ فَصَالِحُهُ مِنْهَا عَلَى مِائَةِ دِرْهَمٍ جَازٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ : يَبْطُلُ الْفَضْلُ عَلَى قِيمَتِهِ بِمَا لَا يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِيهِ) لِأَنَّ الْوَاجِبَ هِيَ الْقِيَمَةُ وَهِيَ مُقَدَّرَةٌ فَالزِّيَادَةُ عَلَيْهَا تَكُونُ رَبًّا ، بِخِلَافِ مَا إِذَا صَالَحَ عَلَى عَرَضٍ لِأَنَّ الزِّيَادَةَ لَا تَطْهَرُ عِنْدَ اخْتِلَافِ الْجِنْسِ ، وَبِخِلَافِ مَا يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِيهِ لِأَنَّهُ يَدْخُلُ تَحْتَ تَقْوِيمِ الْمُقَوِّمِينَ فَلَا تَطْهَرُ الزِّيَادَةُ .

وَلَا بِي حَنِيْفَةً اَنَّ حَقَّهُ فِي الْهَالِكِ بَاقٍ حَتَّى لَوْ كَانَ عَبْدًا وَتَرَكَ اَخَذَ الْقِيْمَةَ يَكُوْنُ الْكَفْنَ عَلَيْهِ اَوْ حَقُّهُ فِي مِثْلِهِ صُوْرَةٌ وَمَعْنَى ، لِاَنَّ ضَمَانَ الْعُدُوَانِ بِالْمِثْلِ ، وَاِنَّمَا يَنْتَقِلُ اِلَى الْقِيْمَةِ بِالْقَضَاءِ فَقَبْلَهُ اِذَا تَرَاضِيَ عَلَي الْاَكْثَرِ كَانَ اِعْتِيَاْضًا فَلَا يَكُوْنُ رَبًّا ، بِخِلَافِ الصُّلْحِ بَعْدَ الْقَضَاءِ لِاَنَّ الْحَقَّ قَدْ اَنْتَقَلَ اِلَى الْقِيْمَةِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے یہودی کے کپڑے کا تھان غصب کیا اور اس کی قیمت سودراہم سے کم ہو اور غاصب نے اس کو ضائع کر دیا پھر مغضوب سے اس تھان کی قیمت کے بدلے سودراہم پر صلح کر لی تو امام اعظم کے نزدیک صلح جائز ہے۔
صاحبین فرماتے ہیں کہ جس مقدار میں زیادتی کے ساتھ لوگ معاملہ نہ کرتے ہوں وہ مقدار باطل ہوگی اس لئے کہ غاصب پر قیمت ہی واجب ہے اور وہ متعین ہے لہذا اس پر جو زیادتی ہوگی وہ ربوا ہے اس صورت کے خلاف جب سامان پر صلح کی ہو اس لئے کہ جنس کے مختلف ہونے میں زیادتی ظاہر نہ ہوگی۔

اس صورت کے خلاف کہ جس صورت میں لوگ زیادتی کو برداشت کر لیتے ہوں اس لئے کہ یہ اضافہ اندازہ لگانے والوں کے اندازہ کے تحت آسکتا ہے اس لئے زیادتی کو ظہور نہ ہوگا۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ ہلاک شدہ تھان میں مالک کا حق باقی ہے کہ اگر مغضوب غلام ہوتا اور آقا نے ابھی تک اس کی قیمت نہ لی ہوتی تو اس کا کفن اور دفن کا خرچ آقا پر ہی ہوتا یا یہ کہ صورتاً اور معنا ہلاک شدہ مغضوب کے مثل میں مالک کا ہے اس لئے کہ تعدی کا ضمان ضمان بالمثل ہوتا ہے اور قضاے قاضی سے یہ حکم قیمت کی طرف منتقل ہوتا ہے لہذا قضاے قاضی سے پہلے اگر دونوں فریق زیادہ لین دین پر راضی ہو گئے تو یہ بھی بدلہ لینا ہوگا اس لئے سود نہ ہوگا قاضی کی قضا کے بعد صلح کرنے کے خلاف اس لئے کہ قضا کے بعد حق قیمت کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک چیز غصب کی جس کی قیمت سو روپے ہے اور سو روپے سے زیادہ میں صلح ہوئی یہ صلح جائز ہے یعنی اگر صلح کے بعد غاصب نے گواہوں سے ثابت کیا کہ وہ چیز اتنے کی نہیں تھی جس پر صلح ہوئی ہے یہ گواہ مقبول نہیں ہوں گے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب صلح، بیروت)

غصب کا دعویٰ ہوا قاضی نے حکم دے دیا کہ مغضوب کی قیمت غاصب ادا کرے اس فیصلہ کے بعد قیمت سے زیادہ پر صلح ہوئی یہ ناجائز ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب صلح، بیروت)

کپڑا غصب کیا تھا غاصب کے پاس کسی دوسرے نے اس کو ہلاک کر دیا مالک نے غاصب سے کم قیمت پر صلح کر لی یہ جائز

ہے۔ اور غاصب اُس ہلاک کرنے والے سے پوری قیمت وصول کر سکتا ہے مگر صلح کی رقم سے جتنا زیادہ لیا ہے وہ صدقہ کر دے۔ اور اگر مالک نے اس ہلاک کرنے والے سے کم قیمت پر صلح کر لی یہ بھی جائز ہے اور اس صورت میں غاصب بری ہو جائے گا یعنی مالک اُس سے تاوان نہیں لے سکتا بلکہ کسی وجہ سے اگر ہلاک کنندہ سے رقم صلح وصول نہ ہو سکے جب بھی غاصب سے کچھ نہیں لے سکتا۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب صلح، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کپڑا بننے والے کو سوت دیا کہ اس کا سات ہاتھ لمبا اور چار ہاتھ چوڑا کپڑا بن دے اُس نے کم کر دیا پانچ ہاتھ لمبا چار ہاتھ چوڑا بن دیا یا زیادہ کر دیا اس کا حکم یہ ہے کہ سوت والا کپڑا لے لے اور اُس کو اجرت مثل دیدے یا کپڑا اسی کو دیدے اور جتنا سوت دیا تھا ویسا ہی اتنا سوت اُس سے لے لے سوت والے نے دوسری صورت اختیار کی یعنی کپڑا دیدیا اور سوت لینا ٹھہرا لیا اس کے بعد یوں مصالحت کر لی کہ سوت کی جگہ اتنے روپے لے گا اور روپے کی میعاد مقرر کر لی یہ صلح ناجائز ہے اور اگر پہلی صورت اختیار کی کہ کپڑا لے گا اور اجرت مثل دے گا اس کے بعد یوں صلح ہوئی کہ کپڑا دے دیا اور روپے لینا ٹھہرا لیا اور اس کی مدت مقرر کر لی یہ صلح جائز ہے۔ اور اگر صلح اس طرح ہوئی کہ کپڑا لے گا اور اجرت میں اتنا کم کر دے گا یہ صلح بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب صلح، بیروت)

اور رنگنے کے لیے کپڑا دیا اور یہ ٹھہرا کہ اتنا رنگ ڈالنا اور ایک روپیہ رنگائی دی جائے گی اوس نے دو چند رنگ ڈال دیا اس میں کپڑے والے کو اختیار ہے کہ اپنا کپڑا لے لے اور ایک روپیہ دے اور جو رنگ زیادہ ڈالا ہے وہ دے یا اپنے سپید کپڑے کی قیمت لے لے اور کپڑا رنگریز کے پاس چھوڑ دے اس میں صلح یوں ہوئی کہ اتنے روپے لے گا یہ صلح جائز ہے اگر چہ روپے کے لیے میعاد ہو اور اگر یوں صلح ہوئی کہ اپنا کپڑا لے گا اور یہ معین گیہوں رنگائی میں دے گا یہ صلح بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب صلح، بیروت)

دو اشخاص کے درمیان مشترک غلام ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ أَعْتَقَهُ أَحَدُهُمَا وَهُوَ مُوسِرٌ فَصَالِحُهُ الْآخِرُ عَلَى أَكْثَرِ مِنْ نِصْفِ قِيَمَتِهِ فَالْفَضْلُ بَاطِلٌ) وَهَذَا بِالِاتِّفَاقِ ، وَأَمَّا عِنْدَهُمَا فَلِمَا بَيْنَا .
وَالْفَرْقُ لِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْقِيَمَةَ فِي الْعِتْقِ مَنْصُوصٌ عَلَيْهَا وَتَقْدِيرُ الشَّرْعِ لَا يَكُونُ دُونَ تَقْدِيرِ الْقَاضِي فَلَا يَجُوزُ الزِّيَادَةُ عَلَيْهِ ، وَبِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ لِأَنَّهَا غَيْرُ مَنْصُوصٍ عَلَيْهَا (وَإِنْ صَالِحُهُ عَلَى عُرُوضٍ جَازٍ) لِمَا بَيْنَا أَنَّهُ لَا يَظْهَرُ الْفَضْلُ ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کوئی غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو اور ان میں سے ایک آدمی اس کو آزاد کر دے اور وہ مالدار بھی ہو اور

دوسرا شریک غلام کی آدمی قیمت سے زائد پر اس سے مصالحت کر لے تو زیادتی باطل ہوگی اس بات پر اتفاق ہے۔
حضرات صاحبین کی دلیل وہی ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ امام اعظم کے لئے فرق کی وجہ یہ ہے کہ آزادی کی صورت
میں جو قیمت ہے وہ منصوص ہے اور شریعت کی متعین کردہ قیمت قاضی کی متعین کی جانے والی قیمت سے نہ ہوتی لہذا اس پر اضافہ کرنا
درست نہ ہے پہلے والے مسئلے کے خلاف اس لئے کہ وہ منصوص نہ ہے اور جب اس نے سامان پر مصالحت کی تو جائز ہے اس
دلیل کے سبب جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ زیادتی ظاہر نہ ہوگی۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ غلام مشترک کو ایک شریک نے آزاد کر دیا اور یہ آزاد کرنے والا مالدار ہے تو حکم یہ
ہے کہ نصف قیمت دوسرے کو ضمان دے۔ اب اس صورت میں اگر نصف قیمت سے زیادہ پر صلح ہوئی یہ جائز نہیں کہ شریعت نے
جب نصف قیمت مقرر کر دی ہے تو اس پر زیادتی نہیں ہو سکتی جس طرح منسوب کی قیمت کا تاوان قاضی نے مقرر کر دیا تو اب زیادہ
پر صلح نہیں ہو سکتی کہ قاضی کا مقرر کرنا بھی شرع کا مقرر کرنا ہے۔ (در مختار، کتاب صلح، بیروت)

الشَّرْحُ

(قَوْلُهُ وَإِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ إِنْ خُ) ظَاهِرٌ ، وَالْمُرَادُ بِالنَّصِّ مَا مَرَّ فِي الْعِتَاقِ مِنْ
قَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وَمَنْ أَعْتَقَ شِقْصًا مِنْ عَبْدٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ شَرِيكِهِ قَوْمَ عَلَيْهِ
نَصِيبُ شَرِيكِهِ فَيُضْمَنُ إِنْ كَانَ مُوسِرًا أَوْ يَسْعَى الْعَبْدُ) .

(الغناہ شرح الہدایہ، کتاب الصلح، بیروت)

بَابُ التَّبَرُّعِ بِالصَّلْحِ وَالتَّوَكُّلِ بِهِ

﴿یہ باب متبرع بہ صلح اور توکیل کے بیان میں ہے﴾

باب تبرع بہ صلح کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بارتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب کسی شخص سے متعلق وہ احکام جو ذاتی طور اس کی صلح سے متعلق ہوتے ہیں ان سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے ان احکام کو شروع کیا ہے جس میں کوئی شخص کسی دوسرے بندے کی جانب سے صلح کرتا ہے۔ اور کسی بھی انسان کا اپنا عمل یہ اصل ہوتا ہے جبکہ دوسرے کی جانب سے کوئی کاروانا یہ اس کی فرع ہے اور فرع ہمیشہ مؤخر ہوتی ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۲، ص ۸۹، بیروت)

صلح کیلئے وکیل بنانے کا بیان

(وَمَنْ وَكَّلَ رَجُلًا بِالصَّلْحِ عَنْهُ فَصَالِحٌ لَمْ يَلْزَمْ التَّوَكُّلُ مَا صَالِحٌ عَنْهُ إِلَّا أَنْ يَضْمَنَهُ ، وَالْمَالُ لَا يَزِمُ لِلْمُوكَّلِ) وَتَأْوِيلُ هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ إِذَا كَانَ الصَّلْحُ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ أَوْ كَانَ الصَّلْحُ عَنْ بَعْضِ مَا يَدَّعِيهِ مِنَ الدَّيْنِ لِأَنَّهُ إِسْقَاطُ مَحْضٍ فَكَانَ التَّوَكُّلُ فِيهِ سَفِيرًا وَمُعَبَّرًا فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ كَالْوَكِيلِ بِالنِّكَاحِ إِلَّا أَنْ يَضْمَنَهُ لِأَنَّهُ حِينَئِذٍ هُوَ مُوَآخَذٌ بِعَقْدِ الضَّمَانِ لَا بِعَقْدِ الصَّلْحِ ، أَمَّا إِذَا كَانَ الصَّلْحُ عَنْ مَالٍ بِمَالٍ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْبَيْعِ فَتَرَجُّعُ الْحُقُوقِ إِلَى التَّوَكُّلِ فَيَكُونُ الْمُطَالِبُ بِالْمَالِ هُوَ التَّوَكُّلُ دُونَ الْمُوكَّلِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کسی کو اپنی طرف سے صلح کرنے کا وکیل بنایا اور وکیل نے صلح کر لی تو جس مال کے برے صلح کی ہے وہ مال وکیل پر واجب نہ ہوگا مگر یہ کہ وکیل نے اس کی ضمانت لی ہو اور مال موکل پر لازم ہوگا اور اس مسئلے کی تاویل یہ ہے کہ صلح جان بوجھ کر قتل کرنے کے دم میں ہو یا مدعی نے جس دین کا دعویٰ کیا تھا اس کے کچھ حصے پر صلح کی گئی ہو اس لئے کہ یہ اسقاط محض ہے لہذا اس میں وکیل صرف سفیر اور ترجمان ہوگا اور اس پر بدل صلح وغیرہ کا ضمان واجب نہ ہوگا جس طرح کہ نکاح کے وکیل پر نہ ہوتا مگر یہ کہ وکیل اس کا ضامن بن جائے اس لئے کہ اس وقت عقد ضمان کے سبب اس کا مواخذہ ہوگا عقد صلح کے سبب مواخذہ نہ ہوگا اور اگر وہ مال سے صلح ہو تو وہ بیع کے درجہ میں ہوگا اور وکیل کی طرف عائد ہوں گے اور مال کا مطالبہ بھی وکیل سے ہی ہوگا موکل سے نہ ہوگا۔

شرح

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مدعی علیہ نے کسی کو صلح کے لیے وکیل کیا اس وکیل نے صلح کی اگر دعویٰ دین کا تھا اور دین کے بعض حصہ پر صلح ہوئی یا خونِ عمد کا دعویٰ تھا اور صلح ہوئی اس صورت میں یہ وکیل سفیر محض ہے مدعی اس سے بدل صلح کا مطالبہ نہیں کر سکتا بلکہ وہ بدل صلح موکل پر لازم ہے اسی سے مطالبہ ہوگا ہاں اگر وکیل نے بدل صلح کی ضمانت کر لی ہے تو وکیل سے اس ضمانت کی وجہ سے مطالبہ ہوگا۔ اسی طرح مال کا دعویٰ تھا اور مال پر صلح ہوئی اور مدعی علیہ اقراری تھا تو وکیل سے مطالبہ ہوگا کہ یہ صلح بیع کے حکم میں ہے اور بیع کا وکیل سفیر محض نہیں ہوتا بلکہ حقوق اسی کی طرف عائد ہوتے ہیں اور اگر مدعی علیہ منکر ہو تو وکیل سے مطلقاً مطالبہ نہیں مال پر صلح ہو یا کسی اور چیز پر ہے۔ (بحر الرائق، کتاب صلح، بیروت)

کسی کی اجازت کے بغیر اسکی جانب سے صلح کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ صَالِحٌ رَجُلٌ عَنْهُ بَغَيْرُ أَمْرِهِ فَهُوَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَوْجِهٍ : إِنْ صَالِحٌ بِمَالٍ وَضَمِنَهُ تَمَّ الصُّلْحُ) لِأَنَّ الْحَاصِلَ لِلْمُدَّعَى عَلَيْهِ لَيْسَ إِلَّا الْبَرَاءَةُ وَفِي حَقِّهَا هُوَ وَالْأَجْنَبِيُّ سَوَاءٌ فَصُلْحٌ أَصِيلاً فِيهِ إِذَا ضَمِنَهُ ، كَالْفُضُولِيِّ بِالْخُلْعِ إِذَا ضَمِنَ الْبَدَلَ وَيَكُونُ مُتَبَرِّعاً عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ كَمَا لَوْ تَبَرَّعَ بِقَضَاءِ الدَّيْنِ بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ بِأَمْرِهِ وَلَا يَكُونُ لِهَذَا الْمُصَالِحِ شَيْءٌ مِنَ الْمُدَّعَى ، وَإِنَّمَا ذَلِكَ لِلذِّي فِي يَدِهِ لِأَنَّ تَصْحِيحَهُ بِطَرِيقِ الْإِسْقَاطِ ، وَلَا فَرْقَ فِي هَذَا بَيْنَ مَا إِذَا كَانَ مُقِرّاً أَوْ مُنْكَرّاً (وَكَذَلِكَ إِنْ قَالَ صَالِحُكَ عَلَى أَلْفٍ هَذِهِ أَوْ عَلَى عَبْدِي هَذَا صَحَّ الصُّلْحُ وَلَزِمَهُ تَسْلِيمُهَا) لِأَنَّهُ لَمَّا أَضَافَهُ إِلَى مَالِ نَفْسِهِ فَقَدْ التَزَمَ تَسْلِيمَهُ فَصَحَّ الصُّلْحُ (وَكَذَلِكَ لَوْ قَالَ عَلَى أَلْفٍ وَتَسَلَّمَهَا) لِأَنَّ التَّسْلِيمَ إِلَيْهِ يُوجِبُ سَلَامَةَ الْعِوَضِ لَهُ فَيَتِمُّ الْعَقْدُ لِحُصُولِ مَقْصُودِهِ (وَلَوْ قَالَ صَالِحُكَ عَلَى أَلْفٍ فَالْعَقْدُ مَوْقُوفٌ ، فَإِنْ أَجَازَهُ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ جَازَ وَلَزِمَهُ الْأَلْفُ ، وَإِنْ لَمْ يُجِزْهُ بَطَلَ) لِأَنَّ الْأَصْلَ فِي الْعَقْدِ إِنَّمَا هُوَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ لِأَنَّ دَفْعَ الْخُصُومَةِ حَاصِلٌ لَهُ ، إِلَّا أَنَّ الْفُضُولِيَّ يَصِيرُ أَصِيلاً بِوَاسِطَةِ إِضَافَةِ الضَّمَانِ إِلَى نَفْسِهِ ، فَإِذَا لَمْ يُضِفْهُ بَقِيَ عَاقِداً مِنْ جِهَةِ الْمَطْلُوبِ فَيَتَوَقَّفُ عَلَى إِجَازَتِهِ .

قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ عَصَمَهُ اللَّهُ : وَوَجْهٌ آخَرٌ وَهُوَ أَنْ يَقُولَ صَالِحُكَ عَلَى هَذِهِ الْأَلْفِ أَوْ عَلَى هَذَا الْعَبْدِ وَلَمْ يَنْسُبْهُ إِلَى نَفْسِهِ لِأَنَّهُ لَمَّا عَيَّنَهُ لِلتَّسْلِيمِ صَارَ شَارِطاً سَلَامَتَهُ لَهُ

فَتَيْتُمْ بِقَوْلِهِ .

وَلَوْ اسْتَحَقَّ الْعَبْدُ أَوْ وَجَدَ بِهِ عَيْبًا فَرَدَّهُ فَلَا سَبِيلَ لَهُ عَلَى الْمُصَالِحِ لِأَنَّهُ التَّزَمَ الْإِيْفَاءَ مِنْ مَحَلِّ بَعِيْنِهِ وَلَمْ يَلْتَزِمْ شَيْئًا سِوَاهُ ، فَإِنْ سَلِمَ الْمَحَلُّ لَهُ تَمَّ الصَّلْحُ ، وَإِنْ لَمْ يَسَلِّمْ لَهُ لَمْ يَرْجِعْ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ .

بِخِلَافِ مَا إِذَا صَالَحَ عَلَى دَرَاهِمَ مُسَمَّاةٍ وَضَمِنَهَا وَدَفَعَهَا ثُمَّ اسْتَحَقَّتْ أَوْ وَجَدَهَا زَيْوْفًا حَيْثُ يَرْجِعُ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ جَعَلَ نَفْسَهُ أَصِيْلًا فِي حَقِّ الضَّمَانِ وَلِهَذَا يُجْبَرُ عَلَى التَّسْلِيمِ ، فَإِذَا لَمْ يُسَلِّمْ لَهُ مَا سَلَّمَهُ يَرْجِعُ عَلَيْهِ بِبَدَلِهِ ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی کی طرف سے کسی نے اس کے حکم کے بغیر کسی دوسرے سے مصالحت کر لی تو اس مصالحت کی چار صورتیں ہیں جب اس نے مال کے بدلے کی اور اس کا ضامن ہو گیا تو صلح پوری ہوگی اس لئے کہ مدعی علیہ کو صرف برائت حاصل ہوئی ہے اور برائت کے حق میں اجنبی اور مدعی علیہ دونوں برابر ہیں لہذا اجنبی اس سلسلے میں اصیل بن سکتا ہے بشرطیکہ وہ مال کی ادائیگی کا ضامن ہو جائے جس طرح کہ خلع کرانے والا فضولی جب بدل خلع کا ضامن ہو جائے اور یہ آدمی مدعی علیہ پر احسان کرنے والا ہوگا جس طرح کہ جب اس نے قرض اداء کرنے میں احسان کیا ہو اس صورت کے خلاف کہ جب صلح اس کے حکم سے ہوئی ہو اور اس صلح کرانے والے کو مدعی میں سے کچھ نہ ملے گا وہ تو اس کا ہی ہوگا جس کے قبضہ میں موجود ہوگا اس لئے کہ اس صلح کو ساقط کرنے کے طریقہ پر درست قرار دیا گیا ہے اور اس سے کوئی فرق نہ پڑتا کہ مدعی علیہ اس کا اقرار کرے یا انکار کرے اور اسی طرح جب کسی اجنبی نے کہا کہ میں نے اپنے اس ہزار درہم کے بدلے یا اس غلام کے بدلے تم سے صلح کر لی تو صلح درست ہوگی اور مصالحت پر اس بدل کو سپرد کرنا لازم ہے جب اس نے صلح کی نسبت اپنے مال کی طرف کردی تو اس کو سپرد کرنے کا پابند ہوگا اس لئے صلح درست ہوگی۔

اور اسی طرح جب کہا کہ میں نے ایک ہزار پر صلح کی اور مدعی کو ایک ہزار دے دیا اس لئے کہ مدعی کو دینا اس کے لئے بدلہ کی سلامتی کا موجب ہے لہذا عقد پورا ہوگا اس لئے کہ مدعی کا مقصد حاصل ہو چکا ہے اور جب مصالحت نے کہا کہ میں نے تم سے ایک ہزار پر صلح کی تو ایک ہزار موقوف رہے گا جب مدعی علیہ اس کی اجازت دے گا تو عقد جائز ہوگا اور مصالحت پر ہزار لازم ہو جائے گا اور جب مدعی علیہ نے اجازت نہ دی عقد باطل ہو جائے گا اس لئے کہ مدعی علیہ ہی عقد میں اصل ہے اس لئے خصومت کا دور کرنا اس کو ہی حاصل ہوگا لیکن اپنی طرف ضمان کی نسبت کرنے سے فضولی اصیل بن جاتا ہے اور جب اس نے ضمان کو اپنی طرف منسوب نہ کیا ہو تو مدعی علیہ کی طرف سے صرف عاقد رہ گیا اس لئے عقد صلح مدعی علیہ کی اجازت پر موقوف ہوگی مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ان

کے علاوہ ایک صورت یہ بھی ہے کہ مصالحوں یہ کہے کہ میں نے تم سے اس ہزار پر یا اس غلام پر تم سے صلح کر لی اور اس کو اپنی طرف منسوب نہ کرے اس لئے کہ جب مصالحوں نے سپرد کرنے کے لئے

اس ہزار کو یا اس غلام کو متعین کر دیا تو اس نے مدعی کے لئے اس کی سلامتی کی شرط لگا دی لہذا اس کے یہ کہ دینے سے صلح مکمل ہو جائے گی اور جب غلام کسی کا مستحق نکل گیا یا مدعی نے اس میں عیب پا کر اس کو واپس کر دیا تو مدعی کو مصالحوں پر کوئی اختیار نہ ہوگا اس لئے کہ مصالحوں نے بعینہ اسی غلام کو دینے کی پیش کش کی تھی اور اس کے علاوہ کسی چیز کا التزام نہ کیا تھا لہذا جب وہ محل مدعی کو دے دیا گیا تو صلح پوری ہوگئی اور اگر نہ دیا گیا ہو تو مدعی مصالحوں سے کچھ واپس نہ لے گا۔

اس صورت کے خلاف کہ جب مدعی نے متعین دراہم کے ساتھ صلح کی ہو ان کا ضامن بنا اور ان کو مدعی کے حوالے کر دیا پھر وہ دراہم مستحق نکل گئے یا مدعی نے ان کو کھوٹا پایا تو وہ مصالحوں سے واپس لے گا اس لئے کہ مصالحوں نے ضمان کے حوالے سے اپنے آپ کو اصیل بنایا تھا اسی لئے اس کو دینے پر مجبور کیا جائے گا اور جب بدل صلح معی کے لئے سالم نہ رہا تو وہ مصالحوں سے اس کا بدل واپس لے گا۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مدعی علیہ نے اس سے صلح کے لیے نہیں کہا اس نے خود صلح کر لی یعنی فضولی ہو کر اگر مال کا ضامن ہو گیا ہے یا صلح کو اپنے مال کی طرف نسبت کی یا کہہ دیا اس چیز پر یا کہا اتنے پر مثلاً ہزار روپے پر صلح کرتا ہوں اور دے دیے تو صلح جائز ہے اور یہ فضولی ان صورتوں میں مُتَّبِع ہے مدعی علیہ سے واپس نہیں لے سکتا اور اگر اسکے حکم سے مصالحت کرتا تو واپس لیتا اور اگر فضولی نے کہہ دیا کہ اتنے پر صلح کرتا ہوں اور دیا نہیں تو یہ صلح اجازت مدعی علیہ پر موقوف ہے وہ جائز کر دے گا جائز ہو جائے گی اور مال لازم آجائے گا ورنہ جائز نہیں ہوگی۔ فضولی نے خلع کیا اس میں بھی یہی پانچ صورتیں ہیں اور یہی احکام۔ (درمختار، کتاب صلح، بیروت)

بَابُ الصَّلْحِ فِي الدَّيْنِ

﴿ یہ باب قرض میں صلح کے بیان میں ہے ﴾

باب قرض میں صلح کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بارتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ اب تک عمومی دعویوں میں صلح سے متعلق احکام کو بیان کیا ہے جبکہ ان کے مقابلے میں قرض کا دعویٰ کرنا یہ خاص ہے اور اصول یہی ہے کہ خاص ہمیشہ عموم کے بعد آیا کرتا ہے۔

(عناویہ شرح الہدایہ، ج ۱۲، ص ۹۶، بیروت)

بدل صلح کو معاوضہ پر حمل نہ کرنے کا بیان

(وَكُلُّ شَيْءٍ وَقَعَ عَلَيْهِ الصَّلْحُ وَهُوَ مُسْتَحَقٌّ بِعَقْدِ الْمُدَايِنَةِ لَمْ يُحْمَلْ عَلَى الْمَعَاوَضَةِ ، وَإِنَّمَا يُحْمَلُ عَلَى أَنَّهُ اسْتَوْفَى بَعْضَ حَقِّهِ وَأَسْقَطَ بَاقِيَهُ ، كَمَنْ لَهُ عَلَى آخِرِ أَلْفٍ دِرْهَمٍ فَصَالَحَهُ عَلَى خَمْسِمِائَةٍ عَلَى خَمْسِمِائَةٍ ، وَكَمَنْ لَهُ عَلَى آخِرِ أَلْفٍ جِيَادٌ فَصَالَحَهُ عَلَى خَمْسِمِائَةِ زَيْوْفٍ جَازَ وَكَانَهُ أَبْرَاهُ عَنْ بَعْضِ حَقِّهِ) وَهَذَا لِأَنَّ تَصَرُّفَ الْعَاقِلِ يَتَحَرَّى تَصْحِيحَهُ مَا أَمَكْنَ ، وَلَا وَجْهَ لِتَصْحِيحِهِ مُعَاوَضَةً لِإِفْضَائِهِ إِلَى الرَّبَا فَجُعِلَ إِسْقَاطًا لِلْبَعْضِ فِي الْمَسْأَلَةِ الْأُولَى وَلِلْبَعْضِ وَالصَّفَةِ فِي الثَّانِيَةِ (وَلَوْ صَالَحَ عَلَى أَلْفٍ مُؤَجَّلَةٍ جَازَ وَكَانَهُ أَجَلَ نَفْسِ الْحَقِّ) لِأَنَّهُ لَا يُمَكِّنُ جَعْلُهُ مُعَاوَضَةً لِأَنَّ بَيْعَ الدَّرَاهِمِ بِمِثْلِهَا نَسِيئَةٌ لَا يَجُوزُ فَحَمَلْنَاهُ عَلَى التَّأخِيرِ

(وَلَوْ صَالَحَهُ عَلَى دَنَانِيرَ إِلَى شَهْرٍ لَمْ يَجُزْ) لِأَنَّ الدَّنَانِيرَ غَيْرُ مُسْتَحَقَّةٍ بِعَقْدِ الْمُدَايِنَةِ فَلَا يُمَكِّنُ حَمْلُهُ عَلَى التَّأخِيرِ ، وَلَا وَجْهَ لَهُ سِوَى الْمَعَاوَضَةِ ، وَبَيْعُ الدَّرَاهِمِ بِاللَّدَانِيرِ نَسِيئَةٌ لَا يَجُوزُ فَلَمْ يَصِحَّ الصَّلْحُ

ترجمہ

فرمایا کہ ہر وہ چیز جس پر صلح ہو اور عقد مدینت سے وہ چیز مستحق ہو تو بدل صلح کو معاوضہ نہ محمول کیا جائے گا بلکہ اس طرح کہا جائے گا کہ قرض خواہ نے اپنا کچھ حصہ وصول کر لیا ہے اور کچھ حصہ معاف کر دیا ہے جس طرح کہ کسی آدمی کے کسی دوسرے آدمی پر ہزار درہم ہوں اور اس نے پانچ سو پر مصالحت کر لی یا کسی آدمی کے کسی دوسرے پر ایک ہزار عمدہ درہم ہوں اور پانچ سو کھوٹے

دراہم لے کر اس پر صلح کر لے تو جائز ہے اور اگرچہ قرض خواہ نے مدیون سے اپنا کچھ حق ساقط کر دیا ہے اور یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ عاقل بالغ کے تصرف کو حتی الامکان درست کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور بدل صلح کو معاوضہ قرار دے کر اس تصرف کو درست قرار نہ دیا جاسکتا اس لئے کہ یہ مفضی الی الربوا ہے لہذا پہلے مسئلے میں اس کو بعض کا اسقاط کر قرار دے دی گیا اور دوسرے مسئلے میں بعض کے اسقاط اور صفت کے اسقاط پر محمول کیا گیا ہے۔

اور جب قرض خواہ نے ایک ہزار ادھار پر صلح کی تو بھی جائز ہے گویا کہ اس نے اصل قرض میں مہلت دے دی ہے اس لئے کہ اس کو معاوضہ قرار دینا ممکن ہے کیونکہ دراہم کو دراہم کیساتھ ادھار بیچنا جائز نہ ہے اس لئے ہم نے اس کو تاخیر پر محمول کر دیا ہے اور جب اس نے ایک ماہ کی مدت میں دنانیر پر صلح کی تو بھی جائز نہ ہے اس لئے کہ لین دین میں دنانیر واجب نہیں اس لئے اس کو تاخیر حق پر محمول نہ کیا جائیگا اور اس کو معاوضہ کے علاوہ کچھ اور قرار دینا ممکن نہ ہے حالانکہ دنانیر کے بدلے دراہم کی بیع ادھار کے طور پر جائز نہ ہے اس لئے صلح بھی درست نہ ہے۔

مدعی علیہ پر دین کی جنس سے صلح کرنے کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مدعی علیہ پر جو دین ہے یا اس نے کوئی چیز غصب کی ہے اگر صلح اسی جنس کی چیز پر ہوئی تو بعض حق کو لے لینا اور باقی کو چھوڑ دینا ہے اس کو معاوضہ قرار دینا درست نہیں ورنہ سود ہو جائے گا لہذا صلح کے جائز ہونے میں بدل صلح پر قبضہ کرنا ضروری نہیں مثلاً ہزار روپے حال یعنی غیر میعاد تھے سو روپے پر جو فوراً لیے جائیں گے صلح ہوئی یہ درست ہے اگرچہ مجلس صلح میں ان پر قبضہ نہ کیا ہو یا ہزار غیر میعاد تھے صلح ہوئی ہزار روپے پر جن کی کوئی میعاد مقرر ہوئی یا ہزار روپے کھرے تھے اور سو روپے کھوٹے پر صلح ہوئی پہلی صورت میں مقدار کم کر دی دوسری میں میعاد بڑھادی یعنی فوراً لینے کا حق ساقط کر دیا تیسری صورت میں مقدار اور وصف دو چیزیں ساقط کر دیں۔ مدعی علیہ کے ذمہ روپے تھے اور اشرفی پر صلح ہوئی اور اس کے ادا کرنے کی میعاد مقرر ہوئی یہ صلح ناجائز ہے کہ غیر جنس پر صلح عقد معاوضہ ہے اور چاندی کی سونے سے بیع ہو تو مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ہزار روپے میعاد تھے اور صلح ہوئی کہ پانچ صد فوراً ادا کر دے یہ صلح بھی ناجائز ہے کہ پانچ صد کے بدلے میں میعاد کو بیع کرنا ہے اور یہ ناجائز ہے یا ہزار روپے کھوٹے تھے پانچ صد کھرے پر صلح ہوئی یہ صلح بھی ناجائز ہے کہ وصف کو پانچ صد کے بدلے میں بیع کرنا ہے اور یہ جائز نہیں۔ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ دائن کی طرف اگر احسان ہو تو اسقاط ہے اور صلح جائز ہے اور دونوں کی طرف سے ہو تو معاوضہ ہے۔ (در مختار، کتاب صلح، بیروت)

ایک ہزار بطور ادھار قرض کی صلح کا بیان

(وَلَوْ كَانَتْ لَهُ أَلْفٌ مُّوَجَّلَةٌ فَصَالَحَهُ عَلَى خَمْسِمِائَةٍ حَالَةً لَمْ يَجْزُ) لِأَنَّ الْمُعَجَّلَ خَيْرٌ
مِنَ الْمُوَجَّلِ وَهُوَ غَيْرُ مُسْتَحَقٍّ بِالْعَقْدِ فَيَكُونُ بِيَازَاءِ مَا حَطَّهُ عَنْهُ ، وَذَلِكَ اِعْتِيَاظٌ عَنِ
الْأَجَلِ وَهُوَ حَرَامٌ (وَإِنْ كَانَ لَهُ أَلْفٌ سُودٌ فَصَالَحَهُ عَلَى خَمْسِمِائَةٍ بَيْضٍ لَمْ يَجْزُ)

لَاَنَّ الْبَيْضَ غَيْرُ مُسْتَحَقَّةٍ بِعَقْدِ الْمُدَايِنَةِ وَهِيَ زَائِدَةٌ وَصَفًا فَيَكُونُ مُعَاوَضَةً الْأَلْفِ
 بِخَمْسِمِائَةٍ وَزِيَادَةٍ وَصَفٍ وَهُوَ رَبًّا ، بِخِلَافٍ مَا إِذَا صَلَحَ عَنِ الْأَلْفِ الْبَيْضَ عَلَى
 خَمْسِمِائَةٍ سُودٍ حَيْثُ يَجُوزُ لِأَنَّهُ اسْقَاطُ كُلِّهِ قَدْرًا وَوَصَفًا ، وَبِخِلَافٍ مَا إِذَا صَلَحَ
 عَلَى قَدْرِ الدَّيْسِ وَهُوَ أَجْوَدٌ لِأَنَّهُ مُعَاوَضَةُ الْمِثْلِ بِالْمِثْلِ ، وَلَا مُعْتَبَرٌ بِالصَّفَةِ إِلَّا أَنَّهُ
 يُشْتَرَطُ الْقَبْضُ فِي الْمَجْلِسِ ، وَلَوْ كَانَ عَلَيْهِ أَلْفٌ دِرْهَمٍ وَمِائَةٌ دِينَارٍ فَصَالِحُهُ عَلَى
 مِائَةِ دِرْهَمٍ حَالَةً أَوْ إِلَى شَهْرٍ صَحَّ الصَّلْحُ لِأَنَّهُ أَمْكَنُ أَنْ يُجْعَلَ اسْقَاطًا لِلدَّيْنَانِيرِ كُلِّهَا
 وَالذَّرَاهِمِ إِلَّا مِائَةً وَتَأْجِيلًا لِلْبَاقِي فَلَا يُجْعَلُ مُعَاوَضَةً تَصْحِيحًا لِلْعَقْدِ أَوْ لِأَنَّ مَعْنَى
 الْإِسْقَاطِ فِيهِ الْأَنْزَمُ

ترجمہ

فرمایا جب کسی آدمی کے ایک ہزار درہم ادھار قرض ہوں اور وہ مدیون سے پانچ سو غیر میعاد دی درہم پر مصالحت کر لی تو جائز نہ ہے اس لئے کہ معجل مؤجل سے بہتر ہوتا ہے اور درہم والا آدمی عقد کے سبب معجل کا مستحق نہ تھا لہذا معجل لینا کم کردہ درہم کے مقابل ہو گا جبکہ یہ ادھار کا بدلہ ہے اور ادھار کے بدلے نقد لینا حرام ہے اور جب کسی آدمی کے ایک ہزار سیاہ درہم ہوں اور اس نے مدیون سے پانچ سو سفید درہم پر مصالحت کر لی تو بھی جائز نہ ہے اس لئے کہ عقد دین سے سفید درہم واجب نہ تھے حالانکہ یہ وصف کی زیادتی ہے لہذا ایک ہزار کے بدلہ پانچ سو اور وصف کی زیادتی ہوئی حالانکہ یہ سود ہے اس کے برخلاف کہ جب اس نے ایک ہزار سفید درہم پر پانچ سو سیاہ درہم پر مصالحت کی ہو اس لئے کہ یہ قدر اور وصف کے کچھ حصے میں کمی کرنا ہے اور اس صورت کے خلاف کہ جب دین کی مقدار پر صلح کی ہو اور اس مقدار کے کھرے ہونے کی شرط لگا دی اس لئے کہ یہ مثل کے بدلے مثل کا بدلہ ہے اور صفت کا اعتبار نہ ہے لیکن مجلس میں قضاء کرنا شرط ہے اور جب مدیون پر ایک ہزار درہم اور سودینار ہوں اور قرض خواہ نے اس سے ایک سو درہم نقدی پر یا ایک ماہ کی مدت پر مصالحت کی تو یہ صلح جائز ہے اس لئے کہ اس کو تمام دنانیر اور سود راہم چھوڑ کر باقی میں معافی دینا اور سود راہم میں مہلت قرار دینا ممکن ہے لہذا اس کو عقد کے درست ہونے کے پیش نظر معاوضہ نہ قرار دیا جائے گا اور اس لئے کہ اس میں اسقاط کے معنی زیادہ لازم ہیں۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک ہزار کا دعویٰ تھا اور مدعی علیہ انکاری ہے پھر سو روپے پر صلح ہوئی اگر مدعی نے یہ کہا کہ سو روپے پر میں نے صلح کی اور باقی معاف کر دیے تو قضاء و دیانہ ہر طرح مدعی علیہ بقیہ سے بری ہو گیا اور اگر یہ کہا کہ سو روپے پر صلح کی اور یہ نہیں کہا کہ بقیہ میں نے معاف کیے تو مدعی علیہ قضاء بری ہو گیا دیانہ بری نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب صلح، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مدیون پر ایک سو روپے اور دس اشرفیاں باقی ہیں ایک سو دس روپے پر صلح ہوئی اگر ادا

کے لیے میسج ہے صلح ناجائز ہے اور اگر اسی وقت دے دیے صلح جائز ہے اور اگر دس روپے فوراً دیے اور سو باقی رہے جب بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب صلح، بیروت)

ایک ہزار درہم کے باقی ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ لَهُ عَلَى آخِرِ أَلْفٍ دِرْهَمٍ فَقَالَ أَدُّ إِلَيَّ غَدًا مِنْهَا خَمْسِمِائَةَ عَلَى أَنَّكَ بَرِيءٌ مِنْ الْفَضْلِ فَفَعَلَ فَهُوَ بَرِيءٌ ، فَإِنْ لَمْ يَدْفَعْ إِلَيْهِ الْخَمْسِمِائَةَ غَدًا عَادَ عَلَيْهِ الْأَلْفُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : لَا يَعُودُ عَلَيْهِ) لِأَنَّهُ إِبْرَاءٌ مُطْلَقٌ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ جَعَلَ آدَاءَ الْخَمْسِمِائَةِ عَوَضًا حَيْثُ ذَكَرَهُ بِكَلِمَةِ عَلَى وَهِيَ لِلْمُعَاوَضَةِ ، وَالْآدَاءُ لَا يَبِيحُ عَوَضًا لِكُونِهِ مُسْتَحَقًّا عَلَيْهِ فَجَرَى وَجُودُهُ مَجْرَى عَدَمِهِ فَبَقِيَ الْإِبْرَاءُ مُطْلَقًا فَلَا يَعُودُ كَمَا إِذَا بَدَأَ بِالْإِبْرَاءِ .

وَلَهُمَا أَنْ هَذَا إِبْرَاءٌ مُقَيَّدٌ بِالشَّرْطِ فَيَفُوتُ بِفَوَاتِهِ لِأَنَّهُ بَدَأَ بِآدَاءِ الْخَمْسِمِائَةِ فِي الْغَدِ وَأَنَّهُ يَصْلُحُ غَرَضًا حِذَارَ إِفْلَاسِهِ وَتَوَسُّلًا إِلَى تِجَارَةٍ أَرْبَحَ مِنْهُ ، وَكَلِمَةُ عَلَى إِنْ كَانَتْ لِلْمُعَاوَضَةِ فَهِيَ مُحْتَمِلَةٌ لِلشَّرْطِ لِوُجُودِ مَعْنَى الْمُقَابَلَةِ فِيهِ فَيُحْمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ تَعَدُّرِ الْحَمْلِ عَلَى الْمُعَاوَضَةِ تَصْحِيحًا لِتَصَرُّفِهِ أَوْ لِأَنَّهُ مُتَعَارَفٌ ، وَالْإِبْرَاءُ مِمَّا يَتَقَيَّدُ بِالشَّرْطِ وَإِنْ كَانَ لَا يَتَعَلَّقُ بِهِ كَمَا فِي الْحَوَالِقِمْ ، وَسَتَخْرُجُ الْبُدْءُ بِالْإِبْرَاءِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی کے دوسرے پر ایک ہزار درہم باقی ہوں اور قرض خواہ نے مقروض سے کہا کہ تم کل مجھ کو اس میں سے پانچ سو دے دو اس شرط پر کہ باقی سے تم بری ہو تو وہ پانچ سو دینے سے مقروض بری ہو جائے گا لیکن اگر اس نے کل پانچ سو نہ دے تو اس پر ایک ہزار پھر لوٹ آئے گا یہ طرفین کا قول ہے۔

جبکہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اس پر ہزار نہ لوٹے گا اس لئے کہ یہ مطلق ابراء ہے کیا آپ نے دیکھا نہ کہ قرض خواہ نے پانچ سو کی ادائیگی کو بدلہ قرار دیا ہے اس لئے کہ اس نے کلمہ علی کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے اور علی کو معاوضہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جبکہ اداء کرنا بھی معاوضہ نہ بن سکتا اس لئے کہ مدیون پر ہر صورت میں اس کی ادائیگی واجب ہے لہذا اداء کا وجود عدم وجود کے درجہ

میں ہو گیا اور ابراء مطلق رہ گیا اس لئے مدیون پر ہزار نہلوٹے گا جس طرح کہ جب قرض خواہ ابراء کا جملہ پہلے ادا کر دے۔
 طرفین کی دلیل یہ ہے کہ یہ ابراء شرط کے ساتھ مقید ہے اس لئے جب شرط فوت ہوگی تو یہ بھی فوت ہو جائے گا اس لئے کہ
 قرض خواہ نے غد میں پانچ سو کی ادائیگی کے مطالبہ کے ساتھ اپنے کلام کا آغاز کیا ہے اور یہ جملہ اس وجہ سے درست ہو سکتا ہے کہ
 قرض خواہ نے مدیون کی محتاجی کا خیال کر کے اس کو اور زیادہ بد حال ہونے سے بچالیا ہے یا کسی ایسی تجارت کا ارادہ کیا ہے جس کے
 ساتھ وہ زیادہ نفع کمالے گا اور کلمہ علی جس طرح معاوضہ کیلئے آتا ہے اسی طرح اس میں شرط کا بھی احتمال ہے اس لئے کہ اس میں
 مقابلہ کے معنی موجود ہیں لہذا معاوضہ پر اس کا حمل متعذر ہونے کی صورت میں اس کو شرط پر محمول کیا جائے گا تا کہ قرض خواہ کا
 تصرف ہو جائے یا اس وجہ سے شرط پر محمول کیا جائے گا کہ یہی معنی متعارف ہے اور ابراء ایسا عمل ہے جس کو شرط کے ساتھ مقید کیا جاتا
 ہے اگرچہ شرط سے متعلق نہ ہوتا جیسا کہ حوالہ ہے اور بدایۃ بالا ابراء کو ہم انشاء اللہ تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔

شرح

اور جب مدیون سے کہا تمہارے ذمہ ہزار روپے ہیں کل پانچ صد ادا کر دو اس شرط پر کہ باقی پانسو سے تم بری، اگر ادا کر دیے
 بری ہو گیا ورنہ پورے ہزار اس کے ذمہ ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وقت کا ذکر نہ کرے اس صورت میں پانچ صد بالکل معاف
 ہو گئے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ آدھے دین پر مصالحت ہوئی کہ کل ادا کر دے گا اور باقی سے بری ہو جائے گا اور شرط یہ ہے کہ کل
 اگر ادا نہ کیے تو پورا دین بدستور اس کے ذمہ ہوگا اس صورت میں جیسا کہا ہے وہی ہے۔ چوتھی صورت یہ ہے پانچ صد سے میں نے
 تجھے بری کر دیا اس بات پر کہ پانچ صد کل ادا کر دے پانچ صد معاف ہو گئے کل کے روز ادا کرے یا نہ کرے۔ پانچویں صورت یہ
 ہے کہ یوں کہا کہ اگر تو پانچ صد کل کے دن ادا کر دے گا تو باقی سے بری ہو جائے گا اس صورت میں حکم یہ ہے کہ ادا کرے یا نہ کرے
 بری نہ ہوگا۔ (درمختار، کتاب س، بروت)

قرض کی مختلف صورتوں میں صلح کرنے کا بیان

قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ : وَهَذِهِ الْمَسْأَلَةُ عَلَى وُجُوهِ : أَحَدُهَا مَا ذَكَرْنَاهُ . وَالثَّانِي إِذَا قَالَ
 صَالَحْتُكَ مِنْ أَلْفٍ عَلَى خَمْسِمِائَةٍ تَدْفَعُهَا إِلَيَّ غَدًا وَأَنْتَ بَرِيءٌ مِنْ الْفَضْلِ عَلَى
 أَنْكَ إِنْ لَمْ تَدْفَعْهَا إِلَيَّ غَدًا فَأَلْفٌ عَلَيْكَ عَلَى حَالِهِ . وَجَوَابُهُ أَنَّ الْأَمْرَ عَلَى مَا قَالَ لِأَنَّهُ
 أَتَى بِصَرِيحِ التَّقْيِيدِ فَيَعْمَلُ بِهِ .

وَالثَّالِثُ إِذَا قَالَ أَبْرَأْتُكَ مِنْ خَمْسِمِائَةٍ مِنْ أَلْفٍ عَلَى أَنْ تُعْطِيَنِي الْخَمْسِمِائَةَ غَدًا
 وَالْإِبْرَاءُ فِيهِ وَقَعُ اعْطَى الْخَمْسِمِائَةَ أَوْ لَمْ يُعْطِ لِأَنَّهُ أَطْلَقَ الْإِبْرَاءَ أَوَّلًا ، وَأَدَاءُ
 الْخَمْسِمِائَةِ لَا يَصْلُحُ عَوَضًا مُطْلَقًا وَلَكِنَّهُ يَصْلُحُ شَرْطًا فَوْقَ الشَّكِّ فِي تَقْيِيدِهِ

بِالشَّرْطِ فَلَا يَتَّقِيْدُ بِهِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَدَأَ بِأَدَاءِ خَمْسِمِائَةٍ لِأَنَّ الْإِبْرَاءَ حَصَلَ مَقْرُونًا بِهِ ، فَمِنْ حَيْثُ إِنَّهُ لَا يَصْلُحُ عَوْضًا يَقَعُ مُطْلَقًا ، وَمِنْ حَيْثُ إِنَّهُ يَصْلُحُ شَرْطًا لَا يَقَعُ مُطْلَقًا فَلَا يَنْبُتُ الْإِطْلَاقُ بِالشَّكِّ فَافْتَرَقَا .

وَالرَّابِعُ إِذَا قَالَ أَذَى إِلَى خَمْسِمِائَةٍ عَلَى أَنَّكَ بَرِيءٌ مِنْ الْفَضْلِ وَلَمْ يُؤَقِّتْ لِلْأَدَاءِ وَقْتًا . وَجَوَابُهُ أَنََّّهُ يَصِحُّ الْإِبْرَاءُ وَلَا يَعُودُ الدَّيْنُ لِأَنَّ هَذَا إِبْرَاءٌ مُطْلَقٌ ، لِأَنَّهُ لَمَّا لَمْ يُؤَقِّتْ لِلْأَدَاءِ وَقْتًا لَا يَكُونُ الْأَدَاءُ غَرَضًا صَحِيحًا لِأَنَّهُ وَاجِبٌ عَلَيْهِ فِي مُطْلَقِ الْأَزْمَانِ فَلَمْ يَتَّقِيْدُ بَلْ يُحْمَلُ عَلَى الْمُعَاوَضَةِ وَلَا يَصْلُحُ عَوْضًا ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ لِأَنَّ الْأَدَاءَ فِي الْغَدِ غَرَضٌ صَحِيحٌ .

وَالْخَامِسُ إِذَا قَالَ إِنْ أَذَيْتَ إِلَى خَمْسِمِائَةٍ أَوْ قَالَ إِذَا أَذَيْتَ أَوْ مَتَى أَذَيْتَ . فَالْجَوَابُ فِيهِ أَنََّّهُ لَا يَصِحُّ الْإِبْرَاءُ لِأَنَّهُ عَلَّقَهُ بِالشَّرْطِ صَرِيحًا ، وَتَعْلِيْقُ الْبِرَاءَةِ بِالشَّرْطِ بَاطِلٌ لِمَا فِيهَا مِنْ مَعْنَى التَّمْلِيكِ حَتَّى يَرْتَدَّ بِالرَّدِّ ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ لِأَنَّهُ مَا أَتَى بِصَرِيحِ الشَّرْطِ فَحُمِلَ عَلَى التَّقْيِيْدِ بِهِ .

ترجمہ

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ کئی صورتوں پر مشتمل ہے پہلی صورت وہ ہے جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ جب قرض خواہ نے یہ کہا کہ میں نے ایک ہزار کے بدلے اس شرط کے ساتھ پانچ سو درہم پر تم سے صلح کی کہ تم پانچ سو درہم مجھے کل دے دینا اور تم زیادہ سے بری ہو لیکن اگر تو نے کل پانچ سو درہم نہ دے تو تم پر سابق حساب ایک ہزار درہم باقی رہیں گی اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں متکلم کی بات کے مطابق فیصلہ ہوگا اس لئے کہ اس نے اس میں صراحتاً براءت کو معلق کیا ہے لہذا اس پر عمل کیا جائے گا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ قرض خواہ نے کہا کہ میں تم کو پانچ سو سے بری کرتا ہوں اس شرط پر کہ تم مجھے پانچ سو درہم کل دے دینا تو اس میں ابراء واقع ہوگا چاہے مقروض پانچ سو اداء کرے یا نہ کرے اس لئے کہ اس نے ابراء کو مطلق رکھا ہے اور پانچ سو کی ادائیگی مطلق بدلہ بننے کے لائق نہ ہے تاہم وہ شرط بن سکتی ہے تو اس کے مقید بالشرط ہونے میں شک ہو گیا اس لئے یہ صورت مقید بالشرط نہ ہوگی برخلاف اس صورت کے کہ جب قرض خواہ نے خمس مائے کی ادائیگی کی بات پہلے کی ہو اس لئے کہ اس ادائیگی کے ساتھ ابراء متصل ہو گیا تو اس حثیت سے کہ ابراء مطلق بدلہ نہ بن سکتا وہ مطلق ہوگا اور اس اعتبار سے کہ ابراء شرط بن سکتا ہے وہ مطلق ابراء نہ ہوگا اور شک کے سبب اطلاق ثابت نہ ہوگا لہذا دونوں صورتوں میں فرق ہو گیا۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ جب قرض خواہ یہ کہے کہ تم مجھے پانچ سو دے دو اس شرط پر کہ تم باقی سے بری ہو اور اس نے ادائیگی کا کوئی وقت بیان نہ کیا اس کا حکم یہ ہے کہ ابراء درست ہے اور مقروض پر قرضہ دوبارہ لوٹے گا نہ اس لئے کہ یہ مطلق ابراء ہے کیونکہ جب قرض خواہ نے کوئی وقت بیان نہ کیا تو ادائیگی میں کوئی درست غرض نہ ہوگی اس لئے کہ یہ ادائیگی تو اس پر مطلق وقت میں واجب ہے لہذا ابراء مقید نہ ہو بلکہ ادائیگی معاوضہ پر محمول کی جائے گی جبکہ ابراء بدلہ نہ بن سکتا اس صورت کے خلاف کہ جو پہلے گذر چکی ہیں اس لئے کہ غد میں اداء کرنا درست غرض ہے۔

پانچویں صورت یہ ہے کہ قرض خواہ نے یہ کہا کہ اگر تم نے مجھے پانچ سو درہم دیا یا یہ کہا ذادیت یا متی ادیت کہا تو اس کا حکم یہ ہے وہ ابراء درست نہ ہے اس لئے کہ متکلم نے اس کو صریح شرط پر معلق کر دیا ہے جبکہ براءت کو شرائط پر معلق کرنا باطل ہے اس لئے کہ اس میں تملیک کا معنی ہے حتیٰ کہ رد کرنے سے براءت رد ہو جاتی ہے پہلی صورت کے خلاف اس لئے کہ وہاں پر قرض خواہ نے صراحتاً شرط کا جملہ اداء نہ کیا ہے لہذا اس ابراء کو شرط کے ساتھ مقید ہونے پر محمول کیا جائے گا۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کسی شخص نے مدیون سے کہا تمہارے ذمہ ہزار روپے ہیں کل پانچ صد ادا کر دو اس شرط پر کہ باقی پانسو سے تم بری، اگر ادا کر دیے بری ہو گیا ورنہ پورے ہزار اس کے ذمہ ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وقت کا ذکر نہ کرے اس صورت میں پانچ صد بالکل معاف ہو گئے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ آدھے دین پر مصالحت ہوئی کہ کل ادا کر دے گا اور باقی سے بری ہو جائے گا اور شرط یہ ہے کہ کل اگر ادا نہ کیے تو پورا دین بدستور اس کے ذمہ ہوگا اس صورت میں جیسا کہا ہے وہی ہے۔ چوتھی صورت یہ ہے پانچ صد سے میں نے تجھے بری کر دیا اس بات پر کہ پانچ صد کل ادا کر دے پانچ صد معاف ہو گئے کل کے روز ادا کرے یا نہ کرے۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ یوں کہا کہ اگر تو پانچ صد کل کے دن ادا کر دے گا تو باقی سے بری ہو جائے گا اس صورت میں حکم یہ ہے کہ ادا کرے یا نہ کرے بری نہ ہوگا۔ (در مختار، کتاب صلح، بیروت)

ایک شخص پر ہزار روپے باقی ہیں اور یوں صلح ہوئی کہ مہینے کے اندر دو گے تو سو روپے اور ایک ماہ کے اندر نہ دیے تو دو سو روپے دینے ہوں گے یہ صلح صحیح نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب صلح، بیروت)

ایک نے دوسرے پر کچھ روپیہ کا دعویٰ کیا مدعی علیہ نے انکار کر دیا پھر دونوں میں مصالحت ہو گئی کہ اتنے روپے اس وقت دیے جائیں گے اور اتنے آئندہ فلاں تاریخ پر یہ صلح جائز ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب صلح، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ سو روپے باقی ہیں اور دس من گےہوں پر صلح ہوئی ان کے دینے کی میعاد مقرر ہو یا نہ ہو اگر اس مجلس میں قبضہ نہ کیا صلح باطل ہے اور اگر گےہوں معین ہو گئے یعنی یوں صلح ہوئی کہ یہ گےہوں دوں گا تو قبضہ کرے یا نہ کرے صلح جائز ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب صلح، بیروت)

پانچ من گےہوں مدیون کے ذمہ باقی ہیں اور دس روپے پر صلح ہوئی اگر روپے پر اسی وقت قبضہ ہو گیا صلح جائز ہے اور بغیر قبضہ

دونوں جدا ہو گئے صلح ناجائز اور اگر پانچ روپے پر قبضہ کر لیا اور پانچ پر نہیں تو آدھے گیہوں کے مقابل صلح صحیح ہے اور نصف کے مقابل باطل ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب صلح، بیروت)

اقرار مال کو مہلت سے مقید کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَالَ لِآخِرَ لَا أُقِرُّ لَكَ بِمَالِكَ حَتَّى تُؤَخِّرَهُ عَنِّي أَوْ تَحُطَّ عَنِّي فَفَعَلَ جَازَ عَلَيْهِ) لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمُكْرَهٍ ، وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ إِذَا قَالَ ذَلِكَ سِرًّا ، أَمَا إِذَا قَالَ عَلاَنِيَةً يُؤْخَذُ بِهِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے دوسرے سے کہا کہ میں اس وقت تک تمہارے مال کا اقرار نہ کروں گا جب تک تو مجھ کو مہلت نہ دے دے یا مجھ کو معاف نہ کر دے اور قرض خواہ نے وہ کام کر دیا ہے تو جائز ہے اس لئے کہ مدیون مکروہ نہ ہے اور اس مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ مقروض نے خاموشی سے یہ بات کہہ دی ہو لیکن اگر اس نے اعلانیہ یہ بات کہی ہو تو اس کو پکڑ لیا جائے گا۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کوئی شخص مفلس ہو جائے اور وہ شخص (کہ جس نے اس کے ہاتھ اپنے مال بیچا تھا اس کے پاس اپنا مال بعینہ پائے تو وہ کسی دوسرے کے مقابلے میں اس مال کا زیادہ حق دار ہے۔ اس ارشاد گرامی کو مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ زید نے بکر سے کوئی مال خریدا مگر اس کی قیمت ابھی ادا نہیں کر پایا تھا کہ مفلس ہو گیا اور حاکم و قاضی نے بھی اس کے مفلس و دیوالیہ ہو جانے کا فیصلہ کر دیا اب بکر (یعنی بیچنے والے) نے دیکھا کہ زید کے پاس اس کا بیچا ہوا مال جوں کا توں موجود ہے یعنی نہ تو وہ ظاہری طور پر ضائع و ہلاک ہوا ہے اور نہ تصرفات شرعیہ مثلاً ہبہ و وقف کے ذریعہ معنوی طور پر ختم ہوا ہے تو اس صورت میں بکر کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی ہی ہوئی بیع کو فسخ کر دے اور زید سے اپنا مال واپس لے لے کیونکہ دوسرے قرض خواہوں کی بہ نسبت وہ مقدم ہے لہذا بجائے اس کے کہ وہ مال دوسرے قرض خواہ زید سے لیں بکر اس کے لینے کا زیادہ حق دار ہے۔ اور اگر زید نے مال کی خریداری کے وقت قیمت کا کچھ حصہ ادا کر دیا ہو اور بقیہ حصہ ادا کرنے سے پہلے مفلس و دیوالیہ ہو گیا ہو تو اس صورت میں بکر اس مال کی اتنی ہی مقدار لے جو قیمت کے بقیہ حصہ کے بقدر ہو چنانچہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک کا یہی مسلک ہے ان حضرات کی طرف سے اس حدیث کا یہی مطلب بیان کیا جاتا ہے۔

لیکن حنفیہ کے نزدیک چونکہ اس صورت میں بیچنے والے کو نہ تو بیع فسخ کر دینے کا اختیار ہے اور نہ وہ مال واپس لے لینے کا حق اسے پہنچتا ہے اس لئے حنفیہ اس حدیث کو عقد بالخیار پر محمول کرتے ہیں یعنی ان کے نزدیک اس حدیث کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ بیع اس شرط کے ساتھ ہوئی ہو کہ بیچنے والے کو فلاں مدت تک اس بیع کو فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہوگا چنانچہ بیع کے بعد اگر خریدار مفلس و دیوالیہ ہو جائے اور مدت خیار کے اندر بائع کو معلوم ہو گیا کہ خریدار مفلس و دیوالیہ ہو گیا ہے تو اب اس کے لئے زیادہ بہتر یہی ہے کہ بیع کو فسخ کر دے اور اپنا مال واپس لے لے۔

فصل فی الدین المشترك

﴿ یہ فصل مشترکہ قرض کے بیان میں ہے ﴾

فصل قرض مشترکہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بارتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے دین مشترکہ کے احکام کو دین مفردہ کے احکام سے مؤخر ذکر کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مرکب مفرد سے مؤخر ہوا کرتا ہے۔ (عناویہ شرح الہدایہ، ج ۱۲، ص ۱۰۷، بیروت)

قرض مشترکہ کے حکم کا بیان

اور دین مشترکہ کا حکم یہ ہے کہ ایک شریک نے مدیون سے جو کچھ وصول کیا دوسرا بھی اُس میں شریک ہے مثلاً سو میں سے پچاس روپے ایک شریک نے وصول کیے تو دوسرے شریک سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اپنے حصہ کے میں نے پچاس وصول کر لیے اپنے حصہ کے تم وصول کر لو بلکہ دوسرا ان پچاس میں سے پچیس لے سکتا ہے اس کو انکار کا حق نہیں ہے ہاں اگر دوسرا خود مدیون ہی سے وصول کرنا چاہتا ہے اس وجہ سے شریک سے مطالبہ نہیں کرتا تو اُس کی خوشی مگر چاہے تو شریک سے مطالبہ کر سکتا ہے یعنی اگر فرض کرو مدیون دیوالیہ ہو گیا یا کوئی اور صورت ہو گئی تو یہ اپنے شریک سے وصول شدہ میں سے آدھا لے سکتا ہے۔

دین مشترکہ میں کسی ایک کی مصالحت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ الدَّيْنُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ فَصَالِحٌ أَحَدُهُمَا مِنْ نَصِيْبِهِ عَلَى ثَوْبٍ فَشَرِيكُهُ بِالْخِيَارِ ، إِنْ شَاءَ اتَّبَعَ الَّذِي عَلَيْهِ الدَّيْنُ بِصِفَةِ ، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ نِصْفَ الثَّوْبِ إِلَّا أَنْ يَضْمَنَ لَهُ شَرِيكُهُ رُبْعَ الدَّيْنِ) وَأَصْلُ هَذَا أَنَّ الدَّيْنَ الْمُشْتَرَكَ بَيْنَ اثْنَيْنِ إِذَا قَبِضَ أَحَدُهُمَا شَيْئًا مِنْهُ فَلِصَاحِبِهِ أَنْ يُشَارِكَهُ فِي الْمَقْبُوضِ لِأَنَّهُ إِذَا دَادَ بِالْقَبْضِ بَيْنَهُمَا الدَّيْنُ بِاعْتِبَارِ عَاقِبَةِ الْقَبْضِ ، وَهَذِهِ الزِّيَادَةُ رَاجِعَةٌ إِلَى أَصْلِ الْحَقِّ فَتَصِيرُ كَزِيَادَةِ الْوَالِدِ وَالشَّمْرَةِ وَلَهُ حَقُّ الْمُشَارَكَةِ ، وَلَكِنَّهُ قَبْلَ الْمُشَارَكَةِ بَاقٍ عَلَى مَالِكِ الْقَابِضِ ، لِأَنَّ الْعَيْنَ غَيْرَ الدَّيْنِ حَقِيقَةً وَقَدْ قَبِضَهُ بَدَلًا عَنْ حَقِّهِ فَيَمْلِكُهُ حَتَّى يَنْهَضَ تَصَرُّفُهُ فِيهِ وَيَضْمَنَ لِشَرِيكِهِ حِصَّتَهُ ،

ترجمہ

جب قرض دو لوگوں کے درمیان مشترک ہو اور ان میں سے ایک نے اپنے حصے کے کپڑے پر مصالحت کر لی تو اس کے ساتھی

کو اختیار ہے اگر چاہے تو جس پر نصف دین ہے اس کا پیچھا کر کے اس سے وصول کر لے اور اگر چاہے تو آدھے کپڑے لے لے۔ یہ کہ اس کا شریک چوتھائی دین کا ضامن ہو جائے اس کی اصل یہ ہے کہ وہ دین جو لوگوں کے درمیان مشترک ہو اگر ان میں سے شریک دین کے کسی حصے پر قبضہ کر لے تو اس کے ساتھی کو یہ حق ہے کہ مقبوض میں شریک ہو جائے اس لئے کہ لینے والے نے اسے حق سے زیادہ لے لیا ہے اس لئے کہ قبضہ کے اعتبار سے ہی دین کی مالیت کا علم ہوتا ہے اور یہ زیادتی اصل حق سے متعلق ہوتی ہے یہ اولاد اور پھل کی زیادتی کی طرح ہو گیا اس لئے غیر آخذ کو شرکت کا حق حاصل ہوتا ہے لیکن مشارکت سے پہلے وہ چیز قابض کی ملکیت پر باقی رہے گی اس لئے کہ اب یہ عین حقیقت میں دین نہیں ہے اور قابض نے اس کو اپنے حق کا بدل سمجھ کر اس پر قبضہ کیا ہے کیونکہ وہ اس کا مالک ہو جائے گا اور اس میں اس کا تصرف نافذ ہو جائے گا اور یہ قابض اپنے شریک کے لئے اس کے حصے کا ضامن ہوگا۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ دین مشترک میں ایک شریک نے مدیوں سے اپنے حصہ میں خلاف جس پر مصالحت کر لی مثلاً اپنے حصہ کے بدلے میں اس نے ایک کپڑا مدیوں سے لے لیا تو دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ اپنا حصہ مدیوں سے وصول کرے یا اسی کپڑے میں سے آدھا لے لے اگر کپڑے میں سے نصف لینا چاہتا ہے تو وصول کنندہ دینے سے انکار نہیں کر سکتا ہاں اگر وہ اصل دین کی چہارم کا ضامن ہو جائے تو کپڑے میں نصف کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

اور جب ایک شریک نے مدیوں کو اپنا حصہ معاف کر دیا دوسرا شریک اس معاف کرنے والے سے مطالبہ نہیں کر سکتا کیونکہ وصول نہیں کیا ہے بلکہ چھوڑ دیا ہے۔ اسی طرح ایک کے ذمہ مدیوں کا پہلے سے دین تھا پھر مدیوں پر دین مشترک ہوا ان دونوں نے مقاصد (ادلا بدلا) کر لیا دوسرا شریک اس سے کچھ مطالبہ نہیں کر سکتا اور اگر ایک شریک نے اپنے حصہ میں سے کچھ معاف کر دیا یا دین سابق سے مقاصد کیا تو باقی دین حصوں پر تقسیم کیا جائے گا مثلاً بیس روپے تھے ایک نے پانچ روپے معاف کر دیے تو جو کچھ وصول ہوگا اس میں ایک تہائی ایک کی اور دو تہائیاں اس کی جس نے معاف نہیں کیا ہے۔ (در مختار، کتاب صلح، بیروت)

دین مشترک کا ایک ہی سبب سے واجب ہونے کا بیان

وَالدَّيْنُ الْمَشْتَرِكُ يَكُونُ وَاجِبًا بِسَبَبٍ مُتَّحِدٍ كَثَمَنِ الْمَبِيعِ إِذَا كَانَ صَفْقَةً وَاحِدَةً
وَتَمَنِ الْمَالِ الْمَشْتَرِكِ وَالْمُورُوثِ بَيْنَهُمَا وَقِيمَةِ الْمُسْتَهْلِكِ الْمَشْتَرِكِ إِذَا عَرَفْنَا هَذَا
فَنَقُولُ فِي مَسْأَلَةِ الْكِتَابِ : لَهُ أَنْ يَتَّبَعَ الَّذِي عَلَيْهِ الْأَصْلُ لِأَنَّ نَصِيبَهُ بَاقٍ فِي ذِمَّتِهِ لِأَنَّ
الْقَابِضَ قَبْضَ نَصِيبِهِ لَكِنَّ لَهُ حَقَّ الْمَشَارَكَةِ ، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ نِصْفَ الثَّوْبِ لِأَنَّ لَهُ حَقَّ
الْمَشَارَكَةِ إِلَّا أَنْ يَضْمَنَ لَهُ شَرِيكُهُ رُبْعَ الدَّيْنِ لِأَنَّ حَقَّهُ فِي ذَلِكَ .

قَالَ (وَلَوْ اسْتَوْفَى نِصْفَ نَصِيْبِهِ مِنَ الدَّيْنِ كَانَ لِشَرِيْكِهِ أَنْ يُشَارِكَهُ فِيْمَا قَبَضَ) لِمَا قُلْنَا (ثُمَّ يَرْجِعَانِ عَلَى الْغَرِيْمِ بِالْبَاقِي) لِأَنَّهُمَا لَمَّا اشْتَرَكََا فِي الْمَقْبُوضِ لَا بُدَّ أَنْ يَبْقَى الْبَاقِي عَلَى الشَّرِيْكَةِ .

ترجمہ

اور دین مشترک یہ ہے کہ ایک ہی سبب سے وہ واجب ہوا، جو جس طرح کہ بیع کا ثمن جب ایک ہی صفحہ سے ہو اور مال مشترک کا ثمن اور وہ مال جو دو لوگوں کے درمیان موروث ہو اور مشترک طور پر ہلاک کرنے والی چیز کی قیمت ہے۔ جب تم نے یہ جان لیا تو کتاب والے مسئلے میں ہم کہتے ہیں کہ غیر مصالِح والے آدمی کو یہ حق ہے کہ وہ مدیون کا پیچھا کر کے اس سے دین وصول کر لے اس لئے کہ مدیون کے ذمہ میں اس کا حق باقی ہے اس لئے کہ قابض تو اپنے حصے پر قابض ہو چکا ہے تم غیر مصالِح کو مشارکت کا حق ہوگا اور اگر وہ چاہے تو آدھے کپڑے لے لے کیونکہ کہ اس کو مشارکت کا حق حاصل ہے مگر یہ کہ اس کا شریک چوتھائی دین کا ضامن ہو جائے اس لئے کہ اس کو بھی اس کا حق ہے۔

فرمایا کہ جب دو شریکوں میں سے ایک نے اپنے حصے کا دین وصول کر لیا تو دوسرے شریک کو قبضہ والے حصے میں شرکت کرنے کا حق ہوگا اس دلیل کے سبب جس کو ہم نے بیان کیا ہے پھر وہ دونوں مقروض سے جو باقی ہے دین واپس لیں گے اس لئے کہ جب مقبوض میں وہ دونوں شریک ہیں تو جو باقی قرض ہے یقیناً مشترک ہوگا۔

ایک چیز میں دونوں کی شرکت کا بیان

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ دین مشترک کی یہ صورت ہے کہ ایک ہی سبب سے دونوں کا دین ثابت ہو مثلاً دونوں نے ایک عقد میں بیع کی اس کا ثمن دین مشترک ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ایک چیز دونوں کی شرکت میں تھی اور ایک ہی عقد میں اس کو بیع کیا یہ ثمن دین مشترک ہے دوسری یہ کہ دونوں کی دو چیزیں تھیں مگر ایک ہی عقد میں دونوں کو بغیر تفصیل ثمن بیع کیا یہ کہہ دیا کہ ان دونوں کو اتنے میں بیچا یہ نہیں کہ اتنے میں اس کو اتنے میں اس کو۔ اور اگر دو عقد میں چیز بیچ کی گئی تو ثمن کو دین مشترک نہیں کہہ سکتے مثلاً دونوں نے اپنی اپنی چیزیں اس مشتری کے ہاتھ بیچ کیں یا چیز دونوں میں مشترک ہے مگر اس نے کہا میں نے اپنا حصہ تمہارے ہاتھ پانچ صد میں بیچا دوسرے نے کہا میں نے اپنا حصہ پانچ صد میں بیچا تو یہ دین مشترک نہیں اگرچہ شے مشترک کا ثمن ہے۔ اسی طرح تفصیل ثمن کر دینے میں بھی ثمن دین مشترک نہیں مثلاً دو چیزیں ایک عقد میں دس روپے میں بیچیں اور یہ کہا کہ اس کا ثمن چار روپے ہے اور اس کا چھ روپے یہ دین مشترک نہیں۔ دوسری صورت دین مشترک کی یہ ہے کہ مورث کا کسی پر دین تھا اس کے مرنے کے بعد یہ دونوں وارث ہوئے وہ دین ان میں مشترک ہے تیسری صورت یہ کہ ایک مشترک چیز کو کسی نے ہلاک کر دیا جس کی قیمت کا ضمان اس پر واجب ہوا یہ ضمان دین مشترک ہے۔ (بحر الرائق، کتاب صلح، بیروت)

شرکاء میں سے ایک کا اپنے حصہ کے عوض سامان خریدنے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ اشْتَرَى أَحَدُهُمَا بِنَصِيْبِهِ مِنَ الدَّيْنِ سِلْعَةً كَانَ لِشَرِيْكِهِ أَنْ يُضْمِنَهُ رُبْعَ الدَّيْنِ لِأَنَّهُ صَارَ قَابِضًا حَقَّهُ بِالْمُقَاصَّةِ كَامِلًا ، لِأَنَّ مَبْنَى الْبَيْعِ عَلَى الْمَمَّاكِسَةِ بِخِلَافِ الصُّلْحِ لِأَنَّ مَبْنَاهُ عَلَى الْإِغْمَاضِ وَالْحَطِيْطَةِ ، فَلَوْ أَلْزَمْنَاهُ دَفْعَ رُبْعِ الدَّيْنِ يَتَضَرَّرُ بِهِ فَيَتَخَيَّرُ الْقَابِضُ كَمَا ذَكَرْنَا ، وَلَا سَبِيلَ لِلشَّرِيْكَ عَلَى الثُّوْبِ فِي الْبَيْعِ لِأَنَّهُ مَلَكَهُ بِعَقْدِهِ وَالِاسْتِيفَاءِ بِالْمُقَاصَّةِ بَيْنَ ثَمَنِهِ وَبَيْنَ الدَّيْنِ .

وَلِلشَّرِيْكَ أَنْ يَتَّبَعَ الْغَرِيْمَ فِي جَمِيْعِ مَا ذَكَرْنَا لِأَنَّ حَقَّهُ فِي ذِمَّتِهِ بَاقٍ لِأَنَّ الْقَابِضَ اسْتَوْفَى نَصِيْبَهُ حَقِيْقَةً لِكِنَّ لَهُ حَقَّ الْمُشَارَكَةِ فَلَهُ أَنْ لَا يُشَارِكَهُ ، فَلَوْ سَلَّمَ لَهُ مَا قَبِضَ ثُمَّ تَوَى مَا عَلَى الْغَرِيْمِ لَهُ أَنْ يُشَارِكَ الْقَابِضَ لِأَنَّهُ رَضِيَ بِالتَّسْلِيْمِ لِيَسَلَّمَ لَهُ مَا فِي ذِمَّةِ الْغَرِيْمِ وَلَمْ يُسَلِّمْ ، وَلَوْ وَقَعَتْ الْمُقَاصَّةُ بِدَيْنٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنْ قَبْلُ لَمْ يَرْجِعْ عَلَيْهِ الشَّرِيْكَ لِأَنَّهُ قَاضٍ بِنَصِيْبِهِ لَا مُقْتَضٍ ، وَلَوْ أَبْرَأَهُ عَنْ نَصِيْبِهِ فَكَذَلِكَ لِأَنَّهُ إِتْلَافٌ وَلَيْسَ بِقَبْضٍ ، وَلَوْ أَبْرَأَهُ عَنِ الْبَعْضِ كَانَتْ قِسْمَةُ الْبَاقِي عَلَى مَا بَقِيَ مِنَ السَّهَامِ ، وَلَوْ أَخْرَأَ أَحَدُهُمَا عَنْ نَصِيْبِهِ صَحَّ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ اعْتِبَارًا بِالْإِبْرَاءِ الْمُطْلَقِ ، وَلَا يَصِحُّ عِنْدَهُمَا لِأَنَّهُ يُؤَدَّى إِلَى قِسْمَةِ الدَّيْنِ قَبْلَ الْقَبْضِ ، وَلَوْ غَصَبَ أَحَدُهُمَا عَيْنًا مِنْهُ أَوْ اشْتَرَاهَا شِرَاءً فَاسِدًا وَهَلَكَ فِي يَدِهِ فَهُوَ قَبْضٌ وَالِاسْتِئْجَارُ بِنَصِيْبِهِ قَبْضٌ ، وَكَذَا الْإِحْرَاقُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللهُ خِلَافًا لِأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ وَالتَّزْوُجُ بِهِ إِتْلَافٌ فِي ظَاهِرِ الرَّوَايَةِ ، وَكَذَا الصُّلْحُ عَلَيْهِ مِنْ جِنَايَةِ الْعَمْدِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب دو شرکاء میں سے ایک نے اپنے حصے کے بدلے سامان خرید لیا تو اس کے شریک کو یہ حق ہوگا کہ اس سے اپنے دین کے چوتھائی حصے کا ضامن بنالے اس لئے کہ شریک کو وصول کرنے کا پورا حق ہے کیونکہ بیع کا دار و مدار ممانکت پر ہے صلح کے خلاف اس لئے کہ اس کا دار و مدار چشم پوشی اور رعایت پر ہے پس اگر قابض کے شریک پر چوتھائی دین کی ادائیگی کو لازم کر دیا جائے تو اس کو نقصان ہوگا اس لئے قابض کو اختیار ہوگا جس طرح کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور بیع کی صورت میں دوسرے شریک کو

کپڑوں میں کوئی اختیار نہ ہوگا

اس لئے کہ قابض عقد میں شریک ہونے سے اس کا مالک ہو چکا ہے اور یہاں قرض کی وصولیابی بیع یعنی ثوب کے ثمن اور قرض کے درمیان مقاصد کے ذریعے ہوئی ہے اور غیر قابض شریک کو یہ حق ہے کہ تمام صورتوں میں وہ اصل مقروض سے اپنا حصہ وصول کرے اس لئے کہ مقروض کا حق اس کے ذمہ باقی ہے کیونکہ قابض نے تو حقیقتاً اپنا حصہ وصول کیا ہے لیکن اس کو دوسرے شریک کو اس میں شریک کرنے کا حق ہے اور شریک نہ کرنے کا بھی حق ہے۔

پس جب قابض نے قبضہ والی چیز میں غیر قابض کے حوالے کر دی اس کے بعد مقروض پر جو باقی دین ہلاک ہو گیا تو شریک غیر قابض کو قابض کے ساتھ شرکت کا حق ہوگا اس لئے کہ غیر قابض کا شریک اسی لئے ترک شرکت پر راضی ہوا تھا تا کہ اسے مقروض کے پاس موجود دین مل جائے جبکہ وہ نہ ملا اس لئے اب وہ شرکت کرے گا۔

اور جب کسی ایسے قرض کے سبب مقاصد ہوا ہو جو مدیون کا پہلے سے کسی پر ہو تو دوسرا شریک اس شریک پر رجوع نہ کرے گا اس لئے کہ اب قابض شریک مقروض کا حق اداء کرنے والا ہے تقاضہ کرنے والا نہ اور جب دونوں شریکوں میں سے ایک مدیون کو اپنے حصے سے بری کر دے تو بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ یہ اتلاف ہے اور قبضہ نہ ہے اور جب کسی حصے سے بری کر دے تو باقی کی تقسیم باقی حصوں کے حساب سے ہوگی اور جب شریکوں میں سے ایک نے اپنے حصے کی وصولیابی میں تاخیر کر دی تو مطلق ابراء پر قیاس کرتے ہوئے امام ابو یوسف کے نزدیک درست ہے جبکہ طرفین کے نزدیک یہ درست نہ ہے اس لئے کہ اس سے قبضہ سے پہلے دین کی تقسیم لازم آتی ہے جب دو شریکوں میں سے ایک نے مقروض کی کوئی چیز غصب کر لی یا شرائے فاسد کے طور پر اس سے کوئی چیز خرید لی اور وہ چیز اس کے قبضہ میں ہلاک ہو گئی تو اس کو قبضہ شہر کیا جائے گا اور اپنے حصے کے بدلے مقروض سے کوئی چیز کرایہ پر لینا بھی قبضہ ہے امام محمد فرماتے ہیں کہ مقروض کا سامان جلانا بھی قبضہ ہے امام ابو یوسف کا اس میں اختلاف ہے اور قرض پر نکاح کرنا بھی ظاہر روایت کے مطابق اتلاف ہے پس جان بوجھ کر قتل کرنے کے دم سے قرض پر صلح کرنا بھی اتلاف ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مدیون سے مصالحت نہیں کی ہے بلکہ اپنے نصف دین کے بدلے میں اس سے کوئی چیز خریدی تو یہ شریک دوسرے کے لیے چہارم دین کا ضامن ہو گیا کیونکہ بیع کے ذریعے سے ثمن و دین میں مقاصد ہو گیا شریک اس میں سے نصف یعنی چہارم دین وصول کر سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مدیون سے اپنے حصہ کو وصول کرے۔

(در مختار، کتاب صلح، بیروت)

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب ان دونوں شریکوں میں سے ایک پر مدیون کا اب جدید دین ہو اس دین سے مقاصد دین وصول کرنے کے حکم میں ہے دوسرا اس کا نصف اس سے وصول کرے گا مثلاً مدیون نے کوئی چیز دائن کے ہاتھ بیع کی اس ثمن اور دین میں مقاصد ہوا اور اگر عورت مدیون تھی ایک شریک نے اس سے نکاح کیا اور مطلق روپے کو دین مہر کیا یہ نہیں کہ دین

کے حصہ کو مہر قرار دیا ہو پھر دین میں مقاصد ہو اس کا نصف دوسرا شریک اس نکاح کرنے والے سے لے سکتا ہے اور اگر نکاح اس حصہ دین پر ہوا تو شریک کو اس سے لینے کا اختیار نہیں۔ اور جب شریک نے مدیون کی کوئی چیز غصب کر لی یا اس کی کوئی چیز کرایہ پر لی اور اجرت میں دین کا حصہ قرار پایا یہ دین پر قبضہ ہے۔ مدیون کی کوئی چیز تلف کر دی یا قصد اجنایت کر کے اپنے حصہ دین پر مصالحت کی یہ قبضہ نہیں ہے یعنی اس صورت میں دوسرا شریک اس سے مطالبہ نہیں کر سکتا۔ (بحر الرائق، کتاب صلح، بیروت)

ایک نے میعاد مقرر کی اگر یہ دین ان کے عقد کے ذریعہ سے نہ ہو مثلاً دین مؤجل کے یہ دونوں وارث ہوئے تو اس کا میعاد مقرر کرنا باطل ہے مثلاً مورث کے ہزار روپے باقی تھے ایک وارث نے یوں صلح کی کہ ایک سو اس وقت دے دو باقی چار سو کے لیے سال بھر کی میعاد ہے یہ میعاد مقرر کرنا باطل ہے یعنی ان سو روپے میں سے دوسرا وارث پچاس لے سکتا ہے اور اگر دوسرے وارث نے سال کے اندر مدیون سے کچھ وصول کیا تو اس میں سے نصف پہلا وارث لے سکتا ہے یہ دوسرا اس سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم نے ایک سال کی میعاد دی ہے تمہارا حق نہیں اور اگر ان میں سے ایک نے مدیون سے عقد مدینہ کیا اس وجہ سے مدت واجب ہوئی تو اگر یہ شرکت شرکت عنان ہے اور جس نے عقد کیا ہے اسی نے مدت مقرر کی تو جمیع دین میں اجل صحیح ہے اور اگر اس نے اجل مقرر کی جس نے عقد نہیں کیا ہے تو خاص اس کے حصہ میں بھی اجل صحیح نہیں اور اگر ان دونوں میں شرکت مفاوضہ ہے تو جو کوئی اجل مقرر کر دے صحیح ہے۔ (بحر الرائق، کتاب صلح، بیروت)

بیع سلم کا دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ السَّلْمُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ فَصَالِحٌ أَحَدُهُمَا مِنْ نَصِيْبِهِ عَلَى رَأْسِ الْمَالِ لَمْ يَجُزْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ . وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ يَجُوزُ الصَّلْحُ) اِعْتِبَارًا بِسَائِرِ الدُّيُونِ ، وَبِمَا إِذَا اشْتَرِيَ عَبْدًا فَأَقَالَ أَحَدُهُمَا فِي نَصِيْبِهِ . وَلَهُمَا أَنَّهُ لَوْ جَازَ فِي نَصِيْبِهِ خَاصَّةً يَكُونُ قِسْمَةُ الدَّيْنِ فِي الدَّمَةِ ، وَلَوْ جَازَ فِي نَصِيْبِهِمَا لَا بُدَّ مِنْ إِجَازَةِ الْآخِرِ بِخِلَافِ شِرَاءِ الْعَيْنِ ، وَهَذَا لِأَنَّ الْمُسْلِمَ فِيهِ صَارَ وَاجِبًا بِالْعَقْدِ وَالْعَقْدُ قَامَ بِهِمَا فَلَا يَنْفَرِدُ أَحَدُهُمَا بِرَفْعِهِ ، وَلِأَنَّهُ لَوْ جَازَ لَشَارَكَهُ فِي الْمَقْبُوضِ ، فَإِذَا شَارَكَهُ فِيهِ رَجَعَ الْمُصَالِحُ عَلَى مَنْ عَلَيْهِ بِذَلِكَ فَيُؤَدِّي إِلَى عَوْدِ السَّلْمِ بَعْدَ سُقُوطِهِ .

قَالُوا : هَذَا إِذَا خَلَطَا رَأْسَ الْمَالِ ، فَإِنْ لَمْ يَكُونَا قَدْ خَلَطَاهُ فَعَلَى الْوَجْهِ الْأَوَّلِ دُونَ عَلَى الْخِلَافِ ، وَعَلَى الْوَجْهِ الثَّانِي هُوَ عَلَى الْإِتْفَاقِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب بیع سلم میں ایسی چیز میں ہو جو دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو اور ان میں ایک شریک نے اپنے حصے کے بدلے راس المال پر صلح کر لی تو طرفین کے نزدیک یہ صلح جائز نہ ہے۔

حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ دوسرے دیون پر قیاس کرتے ہوئے یہ صلح بھی جائز ہے اور اس صورت پر قیاس کرتے ہوئے کہ جب دو آدمیوں نے ایک غلام خرید اور ان میں سے ایک نے اپنے حصے میں بیع کو فسخ کر دیا ہو۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ جب ایک شریک کے حصے میں خاص کر ہم صلح کو جائز قرار دے دیں تو اس طرح کے دین کی تقسیم لازم آئے گی جو ذمہ میں لازم ہوگا اور جب دونوں کے حصہ میں صلح کو جائز قرار دے دیا تو اس کے لئے دوسرے کی اجازت لازم ہے عین کی خریداری کے خلاف یہ حکم اس لئے ہے کہ عقد کے سبب مسلم فیہ واجب ہو جاتا ہے اور عقد دونوں سے منعقد ہوا ہے لہذا ایک شریک عقد کو فسخ کرنے میں منفرد نہ ہوگا اور اس لئے بھی کہ جب ایک کی صلح یا فسخ کو جائز مان لیا جائے تو دوسرا فریق بھی مقبوض میں اس کا شریک ہوگا پس جب دوسرا بھی اس میں شامل ہو گیا تو مصالح وہ مقدار مقروض سے واپس لے گا اور یہ چیز بیع سلم کو سقوط کے بعد اس کو دوبارہ جائز قرار دینے کی طرف لے جاتی ہے۔ مشائخ فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ اس صورت میں ہے جب دونوں نے راس المال کو مخلوط کر دیا ہو لیکن جب انہوں نے راس المال کو مخلوط نہ کیا ہو تو پہلی صورت میں اختلاف ہے جبکہ دوسری صورت پر اتفاق ہے۔

شرح

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب دو شخصوں نے بطور شرکت عقد سلم کیا ہے ان میں سے ایک نے اپنے حصہ میں مسلم الیہ سے صلح کر لی کہ راس المال جو دیا گیا ہے اُس میں سے جو میرا حصہ ہے اُس پر صلح کرتا ہوں یہ صلح دوسرے شریک کی اجازت پر موقوف ہے اُس نے جائز کر دی جائے گی جو مال مل چکا ہے یعنی حصہ مصالح وہ دونوں میں منقسم ہو جائے گا اور جو سلم باقی ہے وہ دونوں میں مشترک ہے یعنی جو کچھ مسلم فیہ باقی ہے مثلاً وہ غلہ جو نصف سلم کا باقی ہے یہ دونوں میں مشترک ہے اور اگر اس کے شریک نے رد کر دیا تو صلح باطل ہو جائے گی ہاں اگر ان دونوں میں شرکت مفاوضہ ہو تو یہ صلح مطلقاً جائز ہے۔

(بحر الرائق، کتاب صلح، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب دو شخصوں کے دو قسم کے مال ایک شخص پر باقی ہیں مثلاً ایک کے روپے ہیں دوسرے کی اشرفیاں ہیں دونوں نے ایک ساتھ سو روپے پر صلح کی یہ جائز ہے ان سو روپوں کو اشرفیوں کی قیمت اور روپوں پر تقسیم کیا جائے یعنی سو میں سے جتنا روپوں کے مقابل ہو وہ روپے والا لے اور جتنا اشرفیوں کی قیمت کے مقابل ہو وہ اشرفیوں والا لے مگر اشرفیوں والا لے کے حصہ میں جتنے روپے آئیں ان میں بیع صرف قرار پائے گی یعنی ان پر اسی مجلس میں قبضہ شرط ہے اور روپے والا لے کے حصہ میں جتنے روپے آئیں اتنے کی وصولی ہے باقی جو رہ گئے ان کو ساقط کر دیا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب صلح، بیروت)

فصل فی التَّخَارِجِ

﴿ یہ فصل تَخَارِج کے بیان میں ہے ﴾

فصل تَخَارِج کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابر ترقی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ تَخَارِج تفاعل کے وزن پر خروج سے بنا ہے۔ اور اصطلاح میں تَخَارِج اس مال وراثت کو کہتے ہیں جو میراث سے مال معلوم کے ساتھ کچھ نکل آئے۔ اور اس کو مؤخر کرنے کا سبب یہ ہے کہ اس کا وقوع بہت قلیل ہے۔ لہذا اسی وجہ سے اس کو مؤخر کر کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۲، ص ۱۲۰، بیروت)

تَخَارِج کا فقہی مفہوم

اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک وارث بالقطع (کل حصے کے بدلے میں) اپنا کچھ حصہ لے کر ترکہ سے نکل جاتا ہے کہ اب وہ کچھ نہیں لے گا اس کو تَخَارِج کہتے ہیں یہ بھی ایک قسم کی صلح ہے۔

کچھ حصہ دیکر ترکہ سے خارج کرنے کا بیان

(وَإِذَا كَانَتْ الشَّرِكَةُ بَيْنَ وَرَثَةٍ فَأَخْرَجُوا أَحَدَهُمْ مِنْهَا بِمَالٍ أَعْطَوْهُ إِيَّاهُ وَالتَّرِكَةُ عَقَارٌ أَوْ عُرُوضٌ جَازٍ قَلِيلًا كَانَ مَا أَعْطَوْهُ إِيَّاهُ أَوْ كَثِيرًا) لِأَنَّهُ أَمَّا تَصْحِيحُهُ بَيْعًا .
وَفِيهِ أَثَرُ عُثْمَانَ ، فَإِنَّهُ صَالِحٌ تَمَاضَرَ الْأَشْجَعِيَّةَ امْرَأَةَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رُبْعٍ ثَمَنِيهَا عَلَى ثَمَانِينَ أَلْفِ دِينَارٍ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کچھ وارثوں کے درمیان ترکہ مشترک ہو اور انہوں نے ان میں سے ایک آدمی کو اس کا حصہ دے کر ترکہ سے خارج کر دیا ہے اور وہ مال غیر منقولہ جائداد ہو یا سامان ہو تو یہ اخراج جائز ہے خواہ اس کو دیا گیا مال کم ہو یا زیادہ کیوں کہ اس کو بیع قرار دے کر اس کی تصحیح ممکن ہے اور اس سلسلے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اثر موجود ہے جس طرح کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کو تما مضر بنت اصبح اشجعیہ سے ان کے ثمن کے چوتھائی حصے پر اسی ہزار دینار کے بدلے مصالحت ہوئی تھی۔

ترکہ میں عقار یا دوسری جائداد ہونے کا بیان

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور ترکہ عقار یعنی جائداد غیر منقولہ ہے یا عرض ہے یعنی نقود کے علاوہ دوسری چیزیں

اور جس وارث کو نکالا اُس کو کچھ مال دیدیا اگرچہ جتنا دیا ہے وہ اُس کے حصہ کی قیمت سے کم یا زیادہ ہے یا ترکہ سونا ہے اور اُس کو چاندی دی یا ترکہ چاندی ہے اُس کو سونا دیا یا ترکہ میں دونوں چیزیں ہیں اور اُس کو کبھی دونوں چیزیں دیں یہ سب صورتیں جائز ہیں اور اس کو مبادلہ پر محمول کیا جائے گا اور جنس کو غیر جنس سے بدلنا قرار دیا جائے گا۔ اُس کو جو کچھ دیا ہے وہ اُس کے حق سے کم ہے یا زیادہ دونوں صورتیں جائز ہیں مگر جو سورت بیع صرف کی ہے اس میں تقابض بدلیں ضروری ہے مثلاً چاندی ترکہ ہے اور اُس کو سونا دیا یا بالعکس یا ترکہ میں دونوں ہیں اور اُس کو دونوں دیں یا ایک دیا کہ یہ سب صورتیں بیع صرف کی ہیں قبضہ اس میں شرط ہے۔ (بحر الرائق، کتاب صلح، بیروت)

ایک وارث سے دیگر ورثہ نے مصالحت کی اور اُس کو خارج کر دیا اس کے بعد ترکہ میں کوئی ایسی چیز ظاہر ہوئی جو اون ورثہ کو معلوم نہ تھی خواہ از قبیل دین ہو یا عین آیا وہ چیز صلح میں داخل مانی جائے گی یا نہیں اس میں دو قول ہیں زیادہ مشہور یہ ہے کہ وہ داخل نہیں بلکہ اُس کے حقدار تمام ورثہ ہیں۔ (بحر الرائق، کتاب صلح، بیروت)

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص اجنبی نے ترکہ میں دعویٰ کیا اور ایک وارث نے دوسرے ورثہ کی عدم موجودگی میں صلح کر لی یہ صلح جائز ہے مگر دوسرے ورثہ کے لیے متبرع ہے اون سے معاوضہ نہیں لے سکتا۔ اور جب عورت نے میراث کا دعویٰ کیا اور ثلث نے اُس سے اُسکے حصہ سے کم پر یا مہر پر صلح کر لی یہ جائز ہے مگر ورثہ کو یہ بات معلوم ہو تو ایسا کرنا حلال نہیں اور اگر عورت گواہوں سے اسکو ثابت کر دے گی تو صلح باطل ہو جائے گی۔ (بحر الرائق، کتاب صلح، بیروت)

تخارج کے ترکہ میں سونا چاندی ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَانَتْ التَّرِكَةُ فِضَّةً فَأَعْطُوهُ ذَهَبًا أَوْ كَانَتْ ذَهَبًا فَأَعْطُوهُ فِضَّةً فَهُوَ كَذَلِكَ)
لَأَنَّهُ بَيْعُ الْجِنْسِ بِخِلَافِ الْجِنْسِ فَلَا يُعْتَبَرُ التَّسَاوِي وَيُعْتَبَرُ التَّقَابُضُ فِي الْمَجْلِسِ
لَأَنَّهُ صَرَفٌ غَيْرَ أَنَّ الَّذِي فِي يَدِهِ بَقِيَّةُ التَّرِكَةِ إِنْ كَانَ جَاحِدًا يَكْتَفِي بِذَلِكَ الْقَبْضِ لِأَنَّهُ
قَبْضٌ ضَمَانٌ فَيُنُوبُ عَنْ قَبْضِ الصَّلْحِ وَإِنْ كَانَ مُقَرَّرًا لَا بُدَّ مِنْ تَجْدِيدِ الْقَبْضِ لِأَنَّهُ
قَبْضٌ أَمَانَةٌ فَلَا يَنْوِبُ عَنْ قَبْضِ الصَّلْحِ (وَإِنْ كَانَتْ التَّرِكَةُ ذَهَبًا وَفِضَّةً وَغَيْرَ ذَلِكَ
فَصَالِحُوهُ عَلَى ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ فَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ مَا أَعْطُوهُ أَكْثَرَ مِنْ نَصِيبِهِ مِنْ ذَلِكَ
الْجِنْسِ حَتَّى يَكُونَ نَصِيبُهُ بِمِثْلِهِ وَالزِّيَادَةُ بِحَقِّهِ مِنْ بَقِيَّةِ التَّرِكَةِ) احْتِرَازًا عَنِ الرَّبَا ،
وَلَا بُدَّ مِنَ التَّقَابُضِ فِيمَا يُقَابِلُ نَصِيبَهُ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ لِأَنَّهُ صَرَفٌ فِي هَذَا الْقَدْرِ ،
وَلَوْ كَانَ بَدَلَ الصَّلْحِ عَرْضًا جَازًا مُطْلَقًا لَعَدِمَ الرَّبَا ، وَلَوْ كَانَ فِي التَّرِكَةِ دَرَاهِمٌ

وَدَنَائِيرُ وَبَدَلُ الصُّلْحِ دَرَاهِمٌ وَدَنَائِيرُ أَيْضًا جَزَ الصُّلْحِ كَيْفَمَا كَانَ صَرَفًا لِلْجِنْسِ إِلَى
خِلَافِ الْجِنْسِ كَمَا فِي الْبَيْعِ لَكِنْ يُشْتَرَطُ التَّقَابُضُ لِلصَّرْفِ .

ترجمہ

اور جب ترکہ چاندی کی صورت میں ہو اور وارثوں نے خارج ہونے والے کو سونا دیا یا ترکہ سونا ہو اور وارثوں نے خارج ہونے والے کو چاندی دی تو بھی حکم اسی طرح ہوگا اس لئے کہ یہ ایک جنس کو دوسری جنس کے بدلے میں بیچنے کی مثل ہے لہذا برابری کا اعتبار نہ کیا جائے گا جبکہ اس مجلس میں باہمی قبضہ کرنا لازم ہے اس لئے کہ یہ بیع صرف ہے اس کے علاوہ جس وارث کے قبضہ میں ترکہ ہے اگر وہ ترکہ کے پائے جانے کا انکار کرنے والا ہو تو یہی قبضہ کافی ہوگا اس لئے کہ یہ قبضہ ضمان ہے کیونکہ قبضہ صلح کے قائم مقام ہوتا ہے اور جب وارث ترکہ کے پائے جانے کا اقرار کرنے والا ہو اور اعتراف کر نیوالا ہو تو نیا قبضہ کرنا لازم ہوگا اس لئے کہ وہ قبضہ امانت کا قبضہ ہے اس لئے قبضہ کو مصالحت کے قائم مقام نہ کیا جائے گا اور جب ترکہ میں سونا چاندی اور دوسری چیزیں ہو اور وارثوں نے صرف سونا یا چاندی کے بدلہ میں مصالحت کی تو اس کیلئے ضروری تھا کہ خارج کو دیا جانے والا مال اسی جنس سے اس کے حصے سے زائد ہوتا کہ نقدی اس کے حصہ کے برابر ہو جائے اور جو زیادتی وہ بقیہ حصے سے اس کے مقابل ہو جائے اور ربوا سے بچا جائے اور اس خارج کے حصہ کے مقابلے میں جو سونا یا چاندی ہو اس پر قبضہ کرنا لازم ہے اس لئے کہ یہ صلح اس مقدار میں بیع صرف ہے اور جب صلح کا بدلہ سامان ہو تو مطلق صلح جائز ہے اس لئے کہ ربوا اور شبہ ربوا نہ پایا جاتا ہے۔

اور جب ترکہ میں دراہم اور دنانیر ہوں اور صلح کا بدلہ بھی دراہم اور دنانیر ہوں تو اس صورت میں بھی ہر طرح صلح جائز ہے اس لئے کہ جنس کو خلاف جنس کا بدلہ قرار دیا جائے گا جس طرح کہ بیع میں ہوتا ہے لہذا یہ بیع صرف ہے اس لئے اس میں قبضہ شرط ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب ترکہ میں سونا چاندی دونوں ہیں اور نکل جانے والے کو صرف ان میں سے ایک چیز دی یا ترکہ میں سونا چاندی اور دیگر اشیا ہیں اور اس کو صرف سونا یا صرف چاندی دی اس کے جواز کے لیے یہ شرط ہے کہ اس جنس میں جتنا اس کا حصہ ہے اس سے وہ زائد ہو جو دی گئی ہے مثلاً فرض کرو کہ ترکہ میں روپے اشرفی اور ہر قسم کے سامان ہیں اور اس کا حصہ سو روپیہ ہے اور کچھ اشرفیاں بھی اس کے حصہ کی ہیں اور کچھ دوسری چیزیں بھی اگر اس کو صرف روپے دیے اور وہ سو ہی ہوں یا کم یہ ناجائز ہے کہ باقی ترکہ کا اس کو کچھ معاوضہ نہیں دیا گیا اور اگر ایک سو پانچ روپے مثلاً دے دیے یہ صورت جائز ہوگئی کیونکہ سو روپے تو روپے میں کا حصہ ہے اور باقی پانچ روپے اشرفیوں اور دوسری چیزوں کا بدلہ ہے یہ بھی ضروری ہے کہ سونا چاندی کی قسم سے جو چیزیں ہوں وہ سب بوقت تخارج حاضر ہوں اور اس کو یہ بھی معلوم ہو کہ میرا حصہ اتنا ہے۔

اور جب عروض دے کر اسے ترکہ سے جدا کر دیا یہ صورت مطلقاً جائز ہے۔ اسی طرح اگر ورثہ اس کی وراثت سے ہی منکر ہیں

اور کچھ دے کر اُسے ٹالنا چاہتے ہیں کہ جھگڑا دفع ہو تو جو کچھ دے دیں گے جائز ہے اور اس میں اون شرائط کی پابندی نہیں ہوگی جو مذکور ہوئیں۔ (درمختار، کتاب صلح، بیروت)

مصالح قرضداروں سے بری ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ فِي التَّرِكَةِ دَيْنٌ عَلَى النَّاسِ فَأَدْخَلُوهُ فِي الصَّلْحِ عَلَى أَنْ يُخْرِجُوا الْمُصَالِحَ عَنْهُ وَيَكُونَ الدَّيْنُ لَهُ فَالصَّلْحُ بَاطِلٌ) لِأَنَّ فِيهِ تَمْلِيكَ الدَّيْنِ مِنْ غَيْرِ مَنْ عَلَيْهِ وَهُوَ حِصَّةُ الْمُصَالِحِ (وَإِنْ تَشَرَّفُوا أَنْ يَبْرَأَ الْغُرَمَاءُ مِنْهُ وَلَا يَرْجِعُ عَلَيْهِمْ بِنَصِيبِ الْمُصَالِحِ فَالصَّلْحُ جَائِزٌ) لِأَنَّهُ اسْتِثْنَاءٌ وَدُوهُ تَمْلِيكَ الدَّيْنِ مِمَّنْ عَلَيْهِ الدَّيْنُ وَهُوَ جَائِزٌ ، وَهَذِهِ حِيلَةُ الْجَوَازِ ، وَأُخْرَى أَنْ يُعْبَثُوا الْقَمَنَاءَ نَصِيبِهِ مُتَبَرِّعِينَ ، وَفِي الْوَجْهَيْنِ ضَرَرٌ بَبَقِيَّةِ الْوَرَثَةِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب ترکہ میں ایسا مال ہو جو لوگوں پر قرض ہو اور وارثوں نے اس شرط پر یہ قرض صلح میں شامل کر لیا کہ صلح کرنے والا اس قرض سے بری ہو جائے گا اور یہ پورا قرض وراثت کا ہوگا تو اس صورت میں صلح باطل ہوگی اس لئے کہ اس طرح کرنے میں ایسے آدمی سے قرض کی تملیک لازم آرہی ہے اور جس جز پر دین نہیں ہے اور وہ مصالح کا حصہ ہے۔ اور جب وراثت نے یہ شرط لگائی کہ مصالح قرضداروں کو اس سے بری کر دے اور کوئی وارث ان سے مصالح کا حصہ نہ لے تو صلح جائز ہوگی اس لئے کہ یہ استثناء ہے یا یہ قرض دار کی جانب سے قرض کی تملیک ہے اور یہ جائز ہے یہ جواز کا حیلہ ہے اور دوسرا حیلہ یہ ہے کہ وارث تبرع کے طور پر مصالح کے دین کے حصہ کو اداء کر دیں لیکن ان دونوں صورتوں میں دوسرے وارثوں کا نقصان ہے اس میں سب سے افضل توجیہ یہ ہے کہ وراثت مصالح کو اس کے دین کے حصہ کے بعد قرض کی مقدار دے دیں اور قرض کے علاوہ دوسرا ترکہ میں اس کے ساتھ مصالحت کر لیں اور مصالح قرضداروں سے اپنا حصہ وصول کرنے کے لئے باقی وارثوں کو ذمہ دار بنائے گا۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک وارث کو خارج کیا اور ترکہ میں دیون ہیں یعنی لوگوں کے ذمہ دین ہیں اور شرط یہ ٹھہری کہ بقیہ وراثت اس دین کے مالک ہیں وصول کر کے خود لے لیں گے یہ صورت ناجائز ہے اس کے جواز کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ تخارج میں یہ شرط ہو کہ دین میں جتنا اس کا حصہ ہے اُس کو دیونین سے معاف کر دے اس کا حصہ معاف ہو جائے گا اور بقیہ وراثت اپنا اپنا حصہ اون لوگوں سے وصول کر لیں گے۔ دوسری صورت جواز کی یہ ہے کہ اُس دین میں جتنا حصہ اس کا ہوتا ہے وہ بقیہ

ورثہ اپنی طرف سے تبرعاً سے دے دیں اور باقی میں مصالحت کر کے اسے خارج کر دیں مگر ان دونوں صورتوں میں ورثہ کا نقصان ہے کہ پہلی صورت میں مدیونین سے اوتادین معاف ہو گیا اور دوسری صورت میں بھی اپنی طرف سے دینا پڑا لہذا تیسری صورت جواز کی یہ ہے کہ بقیہ ورثہ اُس کے حصہ کی قدر اُسے بطور قرض دے دیں اور دین کے علاوہ باقی ترکہ میں مصالحت کر لیں اور یہ وارث جس کو حصہ دین کی قدر قرض دیا گیا ہے یہ بقیہ ورثہ کو مدیونین پر حوالہ کر دے۔

ایک حیلہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی مختصر سی چیز مثلاً ایک مٹھی غلہ اُس کے ہاتھ اتنے داموں میں بیع کیا جائے جتنا دین میں اُس کا حصہ ہوتا ہے اور ثمن کو وہ مدیونین پر حوالہ کر دے۔ (در مختار، کتاب صلح، بیروت)

کیل والی یا موزونی چیز میں صلح کرنے کا بیان

وَالْأَوْجُهُ أَنْ يُقْرِضُوا الْمُصَالِحَ مِقْدَارَ نَصِيبِهِ وَيُصَالِحُوا عَمَّا وَرَاءَ الدَّيْنِ وَيُجِيلُهُمْ عَلَى اسْتِيفَاءِ نَصِيبِهِ مِنَ الْغُرْمَاءِ ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِي التَّرِكَةِ دَيْنٌ وَأَعْيَانُهَا غَيْرُ مَعْلُومَةٍ وَالصَّلْحُ عَلَى الْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ ، قِيلَ لَا يَجُوزُ لِاحْتِمَالِ الرَّبَا ، وَقِيلَ يَجُوزُ لِأَنَّهُ شُبْهَةُ الشُّبْهَةِ ، وَلَوْ كَانَتْ التَّرِكَةُ غَيْرَ الْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ لَكِنَّهَا أَعْيَانٌ غَيْرُ مَعْلُومَةٍ قِيلَ لَا يَجُوزُ لِكُونِهِ بَيْعًا إِذِ الْمُصَالِحُ عَنْهُ عَيْنٌ وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ يَجُوزُ لِأَنَّهَا لَا تُفْضَى إِلَى الْمُنَازَعَةِ لِقِيَامِ الْمُصَالِحِ عَنْهُ فِي يَدِ الْبَقِيَّةِ مِنَ الْوَرَثَةِ ، وَإِنْ كَانَ عَلَى الْمَيِّتِ دَيْنٌ مُسْتَغْرَقٌ لَا يَجُوزُ الصَّلْحُ وَلَا الْقِسْمَةُ لِأَنَّ التَّرِكَةَ لَمْ يَتَمَلَّكْهَا الْوَارِثُ ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُسْتَغْرَقًا لَا يَنْبَغِي أَنْ يُصَالِحُوا مَا لَمْ يَقْضُوا دَيْنَهُ فَتَقَدَّمَ حَاجَةُ الْمَيِّتِ ، وَلَوْ فَعَلُوا قَالُوا يَجُوزُ . وَذَكَرَ الْكَرَّحِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الْقِسْمَةِ أَنَّهَا لَا تَجُوزُ اسْتِحْسَانًا وَتَجُوزُ قِيَاسًا .

ترجمہ

اور جب ترکہ میں قرض نہ ہو اور ترکہ کی متعین اشیاء بھی معلوم نہ ہوں اور مکیلی یا موزونی چیز پر صلح ہوئی ہو تو ایک قول یہ ہے کہ صلح جائز نہ ہے اس لئے کہ ربوا کا احتمال ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جائز ہے اس لئے کہ یہ شبہۃ الشبہ ہے اور جب ترکہ مکیلی یا موزونی چیز کے علاوہ میں ہو لیکن وہ متعین چیزیں غیر معلومہ ہوں تو اس میں ایک قول یہ ہے کہ جائز نہ ہے اس لئے کہ صلح بیع ہے کیونکہ مصالحت عنین ہے لیکن زیادہ درست بات یہ ہے کہ صلح جائز ہے اس لئے کہ عین کی جہالت نزاع کی طرف لے جانے والی نہ ہے اس لئے کہ مصالحت عنین باقی وارثوں کے قبضہ میں موجود ہے اور جب میت میں دین مستغرق ہو تو نہ ہی صلح جائز ہے اور نہ ہی تقسیم جائز ہے اس لئے کہ ابھی تک ترکہ وارث کی ملکیت میں نہ آیا اور جب میت پر لازم شدہ قرض محیط نہ ہو تو میت کا قرض اداء کرنے

سے پہلے صلح کرنا جائز نہ ہے اس لئے کہ میت کی حاجت مقدم ہے اور جب وارثوں نے میت کا قرض ادا کرنے سے پہلے صلح کر لی تو مشائخ فقہاء فرماتے ہیں کہ صلح جائز ہے لیکن امام کرخی فرماتے ہیں کہ بطور استحسان تقسیم جائز نہیں ہے جبکہ بطور قیاس جائز ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ترکہ میں دین نہیں ہے مگر جو چیزیں ترکہ میں ہیں وہ معلوم نہیں اور صلح مکمل و موزون پر ہو یہ جائز ہے اور اگر ترکہ میں مکمل و موزون چیزیں نہیں ہیں مگر کیا کیا چیزیں ہیں وہ معلوم نہیں اس میں بھی تنہا ج کے طور پر صلح ہو سکتی ہے۔

یہ اس صورت میں ہے کہ ترکہ کی سب چیزیں بقیہ ورثہ کے ہاتھ میں ہوں کہ اس صلح کرنے والے سے کچھ لینا نہیں ہے لہذا اس میں جھگڑے کی کوئی صورت نہیں ہے اور اگر ترکہ کی کل چیزیں یا بعض چیزیں اس کے ہاتھ میں ہوں تو جب تک ان کی تفصیل معلوم نہ ہو مصالحت درست نہیں کہ اون کی وصولی میں نزاع کی صورت ہے۔ (درمختار، کتاب صلح، بیروت)

میت پر اتنا دین ہے کہ پورے ترکہ کو مستغرق ہے تو مصالحت اور تقسیم درست ہی نہیں کہ دین حق میت ہے اور یہ میراث پر مقدم ہے ہاں اگر وہ وارث صلح کرنے والا ضامن ہو جائے کہ جو کچھ دین ہو گا اس کا ذمہ دار میں ہوں میں ادا کروں گا اور تم سے واپس نہیں لوں گا یا کوئی اجنبی شخص تمام دیون کا ضامن ہو جائے کہ میت کا ذمہ بری ہو جائے یا یہ لوگ دوسرے مال سے میت کا دین ادا کر دیں۔ (درمختار، کتاب صلح، بیروت)

علامہ ابن عابدین حنفی شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب میت پر کچھ دین ہے مگر اتنا نہیں کہ پورے ترکہ کو مستغرق ہو تو جب تک دین ادا نہ کر لیا جائے تقسیم ترکہ مصالحت کو موقوف رکھنا چاہیے کیونکہ ادائے دین میراث پر مقدم ہے پھر بھی اگر ادا کرنے سے پہلے تقسیم و مصالحت کر لیں اور دین ادا کرنے کے لیے کچھ ترکہ جدا کر دیں تو یہ تقسیم و مصالحت صحیح ہے مگر فرض کرو کہ وہ مال جو دین ادا کرنے کے لیے رکھا تھا اگر ضائع ہو جائے گا تو تقسیم توڑ دی جائے گی اور ورثہ سے ترکہ واپس لے کر دین ادا کیا جائے گا۔

(فتاویٰ شامی، کتاب صلح، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب ایک وارث و کچھ دے کر ترکہ سے اس کو الگ کر دیا اس میں دو صورتیں ہیں ترکہ ہی سے وہ مال دیا ہے یا اپنے پاس سے دیا ہے اگر اپنے پاس سے دیا ہے تو اس وارث کا حصہ یہ سب ورثہ برابر برابر تقسیم کر لیں اور اگر ترکہ سے دیا ہے تو بقدر میراث اس کے حصہ کو تقسیم کریں یعنی اس وارث کو "کَسَان لَمْ يَكُنْ" فرض کر کے ترکہ کی تقسیم کی جائے میت نے جس کے لیے وصیت کی ہے اس کو بھی کچھ دے کر خارج کر سکتے ہیں اور اس کے لیے تمام وہی احکام ہیں جو وارث کے لیے بیان کیے گئے۔ (درمختار، کتاب صلح، بیروت)

کِتَابُ الْمُضَارَبَةِ

﴿ یہ کتاب مضاربت کے بیان میں ہے ﴾

کتاب مضاربت کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب صلح کے بعد اب مضاربت کی کتاب کو بیان کیا ہے ان دونوں میں باہم مطابقت یہ ہے کہ ان دونوں میں حصول نفع مقصود ہوتا ہے۔ مضاربت کی بہ نسبت صلح کثرت سے واقع ہونے والی ہے۔ اور مضاربت میں اہمیت میں زیادہ ہے۔ لہذا اس سبب سے اس کو مقدم ذکر کیا ہے۔ حصول میں اشتراک کے سبب ان دونوں کتب کو ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کرتے ہوئے ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔

مضاربت کی لغوی تعریف کا بیان

لغت کی رو سے مضاربت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنا مال کسی کو اس شرط پر تجارت کی غرض سے دے کہ نفع میں باہمی قرارداد کے مطابق دونوں شریک ہوں گے اور نقصان مال والا (صاحب مال) برداشت کرے گا۔

لفظ مضاربت مادہ ضرب سے نکلا ہے جس کے معنی سفر کے ہیں کیونکہ کاروبار تجارت میں بالعموم سفر کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ" اور جب تم زمین پر سفر کرو۔

اس کو قراض اور مقارضہ بھی کہتے ہیں یہ لفظ قرض سے مشتق ہے جس کے معنی جدا کرنے کے ہیں۔ (وجہ تسمیہ) یہ ہے کہ مالک اپنے مال کا ایک حصہ الگ کر دیتا ہے تاکہ نفع کے ایک حصہ کے عوض اس سے کاروبار کیا جائے۔

مضاربت کی اصطلاحی تعریف

فقہاء کے نزدیک مضاربت دو فریق کے درمیان اس امر پر مشتمل ایک معاہدہ ہے کہ ایک فریق دوسرے کو اپنے مال پر اختیار دے دے گا کہ وہ نفع میں سے ایک مقررہ حصہ مثلاً نصف یا تہائی وغیرہ کے عوض مخصوص شرائط کے ساتھ اس مال کو تجارت (یا کاروبار) میں لگائے۔

دو یا زائد افراد کے درمیان ایسا معاملہ جس میں ایک فریق سرمایہ فراہم کرتا ہے اور فریق ثانی اس سرمائے سے اس معاہدے کے تحت کاروبار کرتا ہے کہ اسے کاروبار کے منافع میں سے ایک متعین نسبت سے حصہ ملے گا۔

مضاربت کی مختلف صورتوں کا بیان

پہلی صورت: دو افراد معاہدہ مضاربت کریں۔ ایک رب المال اور دوسرا مضارب۔ دوسری صورت: دو سے زیادہ افراد مضاربت کریں اس کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

(الف) پہلی صورت یہ ہے کہ ایک سے زائد افراد (رب المال) سرمایہ فراہم کریں اور ایک سے زائد افراد (مضارب) اس سرمایہ پر محنت کریں۔

(ب) دوسری صورت یہ ہے کہ سرمایہ ایک فرد (رب المال) فراہم کرے اور ایک سے زائد افراد (مضارب) اس سے کاروبار کریں۔

(ج) تیسری صورت یہ ہے کہ سرمایہ چند افراد مل کر فراہم کریں اور محنت ایک فرد کرے۔ نوٹ: مضاربت کی مندرجہ بالا تمام صورتیں جائز ہیں۔

عقد مضاربت کے حکم کا بیان

مضاربت کا حکم یہ ہے کہ جب مضارب کو مال دیا گیا اُس وقت وہ امین ہے اور جب اُس نے کام شروع کیا اب وہ وکیل ہے اور جب کچھ نفع ہو اتو اب شریک ہے اور رب المال کے حکم کے خلاف کیا تو غاصب ہے اور مضاربت فاسد ہوگئی تو وہ اجیر ہے اور اجارہ بھی فاسد۔ (درمختار)

مضاربت کے بارے میں احادیث

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی وہ مثل قیدی کے ہے لہذا اے اللہ کے بندو! اسکے ساتھ مضاربت کرو اسے قرض دو۔ (المبسوط)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مخصوص شرائط کے ساتھ مضاربت کرتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہار پسندیدگی فرمایا۔ (المبسوط)

کلیم بن خرام رضی اللہ عنہ اپنی شرائط کیساتھ مضاربت کرتے تھے۔ (المبسوط)

ابونعیم راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال کو مضاربت کے طور پر حاصل کر کے شام میں تجارت کی۔ (المبسوط)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ مضاربت میں برکت ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مضاربت کیا کرتے تھے۔ (الترکات فی الفقہ الاسلامی)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے پاس لوگوں کو جمع شدہ سرمایہ مضاربت کے طور پر کاروبار کیلئے دیا کرتی

تھیں۔ (الترکات فی الفقہ الاسلامی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی زید بن خلیدہ کے ساتھ مضاربت کی۔ (المبسوط)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے بھی مضاربت کے اصول پر کاروبار کے لئے رقم دی۔ (المبسوط)

آپ قیموں کا مال مضاربت کے اصول پر کاروبار کے لئے دیتے تھے تاکہ اس میں اضافہ ہو۔ (المبسوط)

مضاربت کے احکام

مضاربت کو مال حوالہ کرنے کے بعد اور کاروبار شروع کرنے سے پہلے تک اس مال کی حیثیت امانت کی ہے۔ اور امانت کی حفاظت کی ذمہ داری ہے اور جب رب المال اس رقم کو واپس مانگے تو اس کی واپسی بھی مضاربت کی ذمہ داری ہے۔ مال ضائع ہو جانے کی صورت میں مضاربت پر جرمانہ نہیں ہوگا۔

کاروبار شروع ہو جانے کے بعد مضاربت کی حیثیت رب المال کے وکیل (نمائندہ) کی ہو جاتی ہے۔

کاروبار میں منافع ہونے کی صورت میں مضاربت کی حیثیت مالیاتی معاہدہ کے شریک کی ہو جاتی ہے اور ہر شریک کاروبار کو معینہ اور طے شدہ نسبت سے منافع کی تقسیم کی جائے گی۔

اگر کسی وجہ سے معاہدہ مضاربت منسوخ ہو جائے تو اس صورت میں یہ معاہدہ مضاربت نہیں بلکہ معاہدہ روزگار کی شکل اختیار کرے گا اور مضاربت کی حیثیت ملازم کی ہو جائے گی۔ نفع یا نقصان رب المال کا ہوگا جبکہ مضاربت کو اسکی اجرت ملے گی۔

اگر مضاربت معاہدہ مضاربت کی شروط میں سے کسی شرط کو تسلیم نہ کرے تو اس کی حیثیت غاصب کی ہوگی اور اس پر اصل سرمایہ کی واپسی کی ذمہ داری ہوگی۔

اگر معاہدہ مضاربت کی ایک شرط یہ ہو کر سارا کا سارا منافع مضاربت کو ملے گا تو یہ معاہدہ مضاربت نہیں بلکہ مضاربت کی حیثیت مقروض کی ہوگی اور یہ معاملہ قرض کا معاملہ ہوگا۔ نفع و نقصان کی ذمہ داری اس کی اپنی ہوگی۔ اور سرمایہ کے ضیاع کی صورت میں سرمایہ کی رب المال کو واپسی اس کی ذمہ داری ہوگی۔

اگر شرط یہ ہو کہ سارا کا سارا منافع مالک کا ہوگا تو یہ معاملہ عقد البضاعة کا ہوگا۔ مصاربت نہ ہوگا، مضاربت ملازم ہو جائے گا۔

مضاربت کے ارکان مضاربت کے دو ارکان ہیں۔ ایجاب قبول

ارکان کے لئے الفاظ کی ضرورت ہے جو جانبین کے معاہدہ مضاربت پر رضامندی کو ظاہر کریں مثلاً ایک فریق کہتا ہے یہ مال (سرمایہ) اور اس سے مضاربت یا مقارضہ یا معاملہ کرو۔ یا یہ مال مضاربت کے لئے لو۔ اس پر جو منافع ہوگا وہ ہم نصف نصف یا دو تہائی اور ایک تہائی کے حساب سے تقسیم کر لیں گے اور جواب میں مضاربت کہے کہ میں نے یہ سرمایہ حاصل کیا یا میں اس معاہدہ پر راضی ہوں یا میں نے قبول کیا۔

مضاربت کی شرائط

معاہدہ مضاربت کی درج ذیل شرائط ہیں۔

راس المال (یعنی سرمایہ) نقدی یا زریا سونے چاندنی کی صورت میں ہونا چاہئے۔ باقی مال تجارت (عروض التجارة)

کے ساتھ مضاربت جائز نہیں ہے۔ نقدی ہونا ضروری ہے کیونکہ مال تجارت کی قیمتوں میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے جس کی وجہ سے قدر سرمایہ اور منافع کی مقدار بھی تبدیل ہو جاتی ہے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ یہ کپاس یا کپڑا ایک ہزار روپے کا ہے۔ یہ لو اور مضاربت کی بنا پر اس کو بیچو تو معاملہ درست نہیں ہے۔ البتہ اگر مضارب سے کہا جائے کہ یہ مال تجارت لو اور اس سے جو سرمایہ حاصل ہو۔ اسکے ساتھ مضاربت کرو تو حنفی اور حنبلی فقہ کے مطابق جائز ہے جبکہ ایک مکتبہ فکر (حنبلی) کے مطابق مشینری اور اوزاروں کی صورت میں سرمایہ فراہم کیا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ شکست و ریخت کے اخراجات رب المال کے ذمہ ہوں۔

معاہدہ مضاربت کی وقت اس المال (سرمایہ) معلوم ہونا ضروری ہے تاکہ کسی قسم کا تنازعہ پیدا نہ ہو سکے۔

معاہدہ مضاربت کے موقع پر رب المال کے پاس سرمایہ کی موجودگی ضروری ہے۔ مضارب پر اگر قرض ہو تو اس کی بنیاد پر معاہدہ مضاربت نہیں ہو سکتا ہے۔ البتہ اگر مضارب کو کسی اور شخص سے قرض وصول کرنے اور اس کے بعد کاروبار شروع کرنے کے لئے کہا جائے۔ اس صورت میں مضارب رب المال کا نمائندہ ہوگا۔

معاہدہ کے وقت سرمایہ مضارب کے حوالے کیا جائے تاکہ وہ اسی پر تصرف کر سکے۔ اگر یہ کہا جائے کہ رب المال مضارب کے ساتھ کاروبار میں حصہ لے گا تو معاہدہ منسوخ ہو جائے گا۔

متوقع منافع میں سے مضارب کا حصہ (شرح یا فیصد) معلوم ہونا چاہئے۔ مثلاً نصف یا تیسرا حصہ وغیرہ۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس سرمایہ سے کاروبار کرو منافع میں سے تمہیں دو ہزار یا (کم و بیش) رقم ملے گی تو مضاربت کا معاملہ منسوخ ہو جائے گا۔ اسی طرح یہ کہنا کہ نصف اور اسکے علاوہ ایک ہزار روپے تو یہ صورت بھی درست نہیں۔

مضارب کا حصہ منافع میں سے طے کیا جائے گا۔ اس المال (سرمایہ) میں سے نہیں۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ نصف مال تمہارا اور منافع میں سے بھی اتنا اور اتنا حصہ یہ درست نہیں۔ اسی طرح یہ شرط بھی درست نہیں کہ مضارب کو نصف یا تیسرا حصہ منافع کے علاوہ ماہانہ تنخواہ بھی ملے گی۔ یہ شرط باطل ہے جبکہ معاہدہ درست ہے۔ مضارب صرف منافع میں سے حصہ کا مالک ہے لیکن اگر شرط یہ ہو کہ مضارب کو رہنے کو مکان یا زراعت کے لئے زمین بھی دی جائے گی تو معاہدہ فاسد ہوگا۔

اگر مضارب کے پاس رب المال کا مال یا مالی ذرائع بطور رہن موجود ہوں اور رب المال نے مضارب سے قرض لے رکھا ہو تو ایسے سرمایہ پر مضارب درست نہیں ہے۔

مضارب کے حقوق و فرائض

مضارب کے لئے ضروری ہے کہ وہ معاہدہ کی تمام شقوں اور شرائط کی پابندی کرے۔ مضارب کی دوسرے شخص کے ساتھ بھی مضاربت کا معاملہ کر سکتا ہے اور یہ کہ اس کو ایسا کرنے سے روک دیا جائے کوئی تیسرا شخص مضارب کی بلا معاوضہ مدد کر سکتا ہے تاکہ وہ کاروبار کو بہتر طور پر چلا سکے۔

اکثر فقہاء کا کہنا ہے کہ رب المال مضارب کے ساتھ کاروبار میں عملی حصہ نہیں لے سکتا کیونکہ اس سے مضارب کے

اختیارات محدود ہو جاتے ہیں جبکہ شائع مکتبہ فکر کے کچھ علماء اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ رب المال مضاربت میں عملی حصہ بھی لے سکتا ہے جب کہ دور جدید کے بڑے پیمانے کے کاروبار جن میں فیصلوں کا اختیار فرد واحد کی بجائے بالعموم ایک بورڈ آف ڈائریکٹرز کے پاس ہوتا ہے۔ رب المال کا مضاربت کے کاروبار میں عملی شرکت کرنا جائز ہے۔

معادہ مضاربت میں ضارب کی طرف سے اس المال (سرمایہ) کی بحفاظت واپسی کی ضمانت دینے سے مضاربت کا معادہ منسوخ ہو جاتا ہے۔ البتہ مضارب کی طرف سے پوری ذمہ داری سے کام کرنے کی ضمانت لی جاسکتی ہے۔

مضارب کو اختیار حاصل ہے کہ وہ کاروباری خرید و فروخت کر سکتا ہے۔ اشیاء وغیرہ کو اپنے قبضے میں رکھ سکتا ہے۔ کسی فرد کے ساتھ رہن (قرض یا ادھار دیتے ہوئے ضمانت کے طور پر کوئی چیز رکھنا) کا معاملہ کر سکتا ہے۔ کسی دوسرے فرد کے ساتھ مضاربت کا معاملہ کر سکتا ہے۔ مگر جب کہ اس کو ایسا کرنے سے روک دیا جائے۔

مضارب کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ رب المال کا سرمایہ کسی دوسرے شخص کو قرض دیدے یا کسی کو مفت دے۔ البتہ رب المال کی اجازت سے قرض دے سکتا ہے۔

مضاربت کے معادہ میں رب المال کی مالی ذمہ داری اس کے فراہم کردہ سرمائے کی حد تک محدود ہوتی ہے۔ مگر جبکہ اس نے مضارب کو قرض لینے یا ادھار خریدنے کی اجازت دی ہو۔ مضارب کاروبار میں ادھار فروخت کا اختیار رکھتا ہے۔ مگر جبکہ اس کو صاحب سرمایہ روک دے۔

معادہ مضاربت کی مدت

مالک سرمایہ یا مضارب دونوں میں سے کوئی ایک فریق یا دونوں معادہ کو کسی وقت بھی منسوخ کر سکتے ہیں۔ اگر معادہ میں دو سے زائد افراد ہیں تو ان میں معادہ برقرار رکھا جاسکتا ہے۔

مضاربت کا معادہ ایک خاص عرصہ وقت کے لئے بھی کیا جاسکتا ہے اور لا محدود مدت کے لئے بھی، معادہ مضاربت کسی ایک فریق کی موت سے ختم ہو جاتا ہے البتہ دو سے زائد افراد کی صورت میں معادہ کو باقی فریق جاری رکھ سکتے ہیں۔

معادہ مضاربت پہلے سے طے شدہ شرائط پر مسلسل جاری رکھا جاسکتا ہے۔ مثلاً مضاربت کا معاملہ ایک معین عرصہ کے لئے کیا گیا۔ اور جو کام شروع کیا گیا وہ مقررہ مدت سے پہلے ہی ختم ہو گیا اس صورت میں مضاربت سرمایہ کو بقیہ عرصہ کے لئے دوسرے کاروبار میں لگا سکتا ہے۔ البتہ اس صورت میں نفع و نقصان کے حوالے سے کچھ اختلاف رائے ہے۔

نفع و نقصان کے احکام

شرکت کے معاملہ میں نقصان کاروبار میں لگائے گئے سرمایہ کے تناسب سے سرمایہ کے مالکوں کو برداشت کرنا ہوتا ہے چونکہ مضاربت میں سرمایہ ایک فریق لگاتا ہے اس لئے نقصان کی ذمہ داری بھی اسی پر ہے یعنی کاروبار میں جو بھی ہوگا وہ رب المال کو

پورا کرنا ہوگا، نفع کی تقسیم معاہدہ مضاربت میں طے شدہ نسبتوں سے ہوگی کسی بھی فریق کے لئے کوئی متعین رقم پیشگی طے نہیں کی جا سکتی۔

حنفی فقہ کے مطابق راس المال رب المال کے حوالے کرنے سے پہلے نفع کی تقسیم درست نہیں۔ مسلسل جاری کاروبار میں نقصانات کی تلافی نفع سے کی جاتی رہے گی۔ یہاں تک کہ کاروبار ختم کر کے حساب صاف کر لئے جائیں۔ فریقین کے نفع و نقصان کی مقداروں کا تعین کاروبار ختم ہونے پر ہی کی جائے گی۔ کاروبار میں نفع کے حق دار نفع کے مالک اس وقت قرار پائیں گے جب اصول سرمایہ رب المال کو واپس مل جائے خواہ اپنے سرمایہ پر اس کا قبضہ عملاً ہو یا قانوناً مثلاً اگر ایک فرد کی بنک کے ساتھ مضاربت کا معاہدہ کرے تو اس معاہدے کے اختتام اور نفع کی تقسیم کے لئے یہ کافی ہوگا کہ اصول سرمایہ اس فرد کے کھاتے میں جمع کر دیا جائے یہ قانونی قبضہ ہے۔

نفع سرمایہ میں اضافہ کا باعث ہوگا حقیقی منافع نہ ہونے کی صورت میں مضاربت کی محنت کا ازالہ ضروری ہے، کاروبار میں کسی قسم کے اختیارات کا حصول یا مختلف تصرفات اور معاہدات کی اجازت یا کسی قسم کی پابندیاں باہمی رضامندی سے عائد کی جا سکتی ہیں۔

نفع میں جہالت کا سبب بننے والی شرط کا فاسد مضاربہ ہونے کا بیان

ہر ایسی شرط جو نفع میں جہالت کا موجب بنے وہ مضاربت کو فاسد کر دے گی کیونکہ یہ مقصود میں اختلال ہے اور جو شرائط فاسدہ ایسی نہ ہوں وہ مضاربت کو فاسد نہ کریں گی بلکہ خود باطل ہو جائیں گی مثلاً یہ شرط کہ نقصان مضارب پر ہوگا۔

مضاربت کے اشتقاق و مفہوم کا بیان

الْمُضَارَبَةُ مُشْتَقَّةٌ مِنَ الضَّرْبِ فِي الْأَرْضِ ؛ سُمِّيَ بِهَا لِأَنَّ الْمُضَارِبَ يَسْتَحِقُّ الرَّبْحَ بِسَعْيِهِ وَعَمَلِهِ ، وَهِيَ مَشْرُوعَةٌ لِلْحَاجَةِ إِلَيْهَا ، فَإِنَّ النَّاسَ بَيْنَ غِنَى بِالْمَالِ غَنِيٍّ عَنِ التَّصَرُّفِ فِيهِ ، وَبَيْنَ مُهْتَدٍ فِي التَّصَرُّفِ صِفْرِ الْيَدِ عَنْهُ ، فَمَسَّتِ الْحَاجَةُ إِلَى شَرْعِهَا النَّوْعَ مِنَ التَّصَرُّفِ لِيَنْتَظِمَ مَصْلَحَةُ الْغَنِيِّ وَالذَّكِيِّ وَالْفَقِيرِ وَالْغَنِيِّ .

وَبُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُبَاشِرُونَهُ فَقَرَّرَهُمْ عَلَيْهِ وَتَعَامَلَتْ بِهِ الصَّحَابَةُ ، ثُمَّ الْمَدْفُوعُ إِلَى الْمُضَارِبِ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ لِأَنَّهُ قَبِضَهُ بِأَمْرِ مَالِكِهِ لَا عَلَى وَجْهِ الْبَدَلِ وَالْوَثِيقَةِ ، وَهُوَ وَكِيلٌ فِيهِ لِأَنَّهُ يَتَصَرَّفُ فِيهِ بِأَمْرِ مَالِكِهِ ، وَإِذَا رَبِحَ فَهُوَ شَرِيكٌ فِيهِ لِتَمَلُّكِهِ جُزْءًا مِنَ الْمَالِ بِعَمَلِهِ ، فَإِذَا فَسَدَ بَأَمْرِ الْإِجَارَةِ حَتَّى

اَسْتَوْجِبَ الْعَامِلُ أَجْرَ مِثْلِهِ ، وَإِذَا خَالَفَ كَانَ غَاصِبًا لَوْ جُودَ التَّعَدَى مِنْهُ عَلَى مَالٍ غَيْرِهِ .

ترجمہ

مضاربت ضرب سے مشتق ہے اس کا معنی ہے زمین میں چلنا، اور مضاربت اس عقد کو اس لئے کہتے ہیں کہ مضارب اپنی محنت کے سبب فائدے کا حقدار بنتا ہے اور مضاربت کا عقد مشروع ہے کیونکہ اس کی ضرورت ثابت ہے۔ کیونکہ عوام میں بعض لوگ مال کے اعتبار سے غنی بن جاتے ہیں لیکن تصرف میں سادہ ہوتے ہیں اور بعض لوگوں میں مال کے تصرف کی قوت ہوتی ہے لیکن ان کے پاس مال نہیں ہوتا پس اس قسم کے تصرف کی ضرورت ثابت ہو جائے گی۔ تاکہ سادہ، مالدار اور فقیر لوگوں کی ضروریات پوری ہو جائیں۔

اور عقد کے جواری کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو شان نبوت و رسالت ﷺ کے اظہار کی خالت سے بعد بھی عقد مضاربت باقی رہنے دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی مضاربت کا عقد کیا کرتے تھے۔

مال البنتہ مضاربت میں مال دیا جانے والا یہ اس شخص کے قبضہ میں بطور امانت ہوتا ہے کیونکہ مال کے مالک کے حکم سے مضارب اس مال پر قبضہ کرتا ہے۔ والا ہے۔ جبکہ یہ قبضہ کسی بدل یا رهن کے طور پر نہیں ہے۔ اور مضارب اس مال میں رهن، لمان کا وکیل ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ وہ مال کے مالک کی اجازت سے اس میں تصرف کرنے والا ہے۔ اور جب اس سے نفع ہوگا تو مضارب بھی اس نفع میں شریک بنے گا۔ کیونکہ وہ اپنے کام کے سبب مال کے مالک کا مالک بنا ہے۔ اور جب مضارب فاسد ہو جائے تو وہ اجارہ بن جائے گا۔ یہاں تک کہ مضارب مثالی مزاج کا حقدار بن جائے۔ اور جب مضارب رب المال کے خلاف کوئی کام کرے۔ وہ غصب کرنے والا ہوگا۔ کیونکہ دوسرے کے مال پر اس کی جانب سے شتم پایا گیا ہے۔

شرح

یہ تجارت میں ایک قسم کی شرکت ہے کہ ایک جانب سے مال ہو اور ایک جانب سے کام، مال دینے والے کو رب المال اور کام کرنے والے کو مضارب اور مالک ہے جو یا اسے اس مال کہتے ہیں اور اگر تمام نفع رب المال ہی کے لیے دینا قرار پایا تو اسے ابضاع کہتے ہیں اور اگر کل کام کرنے والے کے لیے طے پایا تو قرض ہے، اس عقد کی لوگوں کو حاجت ہے کیونکہ انسان مختلف قسم کے ہیں بعض مالدار ہیں اور بعض تہمت۔ بعض مال والوں کو کام کرنے کا سلیقہ نہیں ہوتا تجارت کے اصول و فروع سے ناواقف ہوتے ہیں اور بعض غریب کام کرنا جانتے ہیں مگر ان کے پاس روپیہ نہیں لہذا تجارت کیونکر کریں اس عقد کی مشروعیت میں یہ مصلحت ہے کہ امیر و غریب دونوں کو فائدہ پہنچے مال والے کو روپیہ دیکر اور غریب آدمی کو اس کے روپیہ سے کام کر کے۔

عقد مضاربت کا شرکت پر منعقد ہونے کا بیان

قَالَ (الْمُضَارَبَةُ عَقْدٌ عَلَى الشَّرِكَةِ بِمَالٍ مِنْ أَحَدِ الْجَانِبَيْنِ) وَمُرَادُهُ الشَّرِكَةُ فِي الرَّبْحِ وَهُوَ يُسْتَحَقُّ بِالْمَالِ مِنْ أَحَدِ الْجَانِبَيْنِ (وَالْعَمَلُ مِنَ الْجَانِبِ الْآخِرِ) وَلَا مُضَارَبَةَ بَدُونِهَا ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ الرَّبْحَ لَوْ شُرِطَ كُلُّهُ لِرَبِّ الْمَالِ كَانَ بَضَاعَةً ، وَلَوْ شُرِطَ جَمِيعُهُ لِلْمُضَارِبِ كَانَ قَرْضًا .

قَالَ (وَلَا تَصِحُّ إِلَّا بِالْمَالِ الَّذِي تَصِحُّ بِهِ الشَّرِكَةُ) وَقَدْ تَقَدَّمَ بَيَانُهُ مِنْ قَبْلُ ، وَلَوْ دَفَعَ إِلَيْهِ عَرْضًا وَقَالَ بَعُهُ وَاعْمَلْ مُضَارَبَةً فِي ثَمَنِهِ جَازَ لَهُ لِأَنَّهُ يَقْبَلُ الْإِضَافَةَ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ تَوَكَّلَ وَإِجَارَةٌ فَلَا مَانِعَ مِنَ الصَّحَّةِ ، وَكَذَا إِذَا قَالَ لَهُ أَقْبِضْ مَا لِي عَلَى فُلَانٍ وَاعْمَلْ بِهِ مُضَارَبَةً جَازَ لِمَا قُلْنَا ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ لَهُ اعْمَلْ بِالذَّيْنِ الَّذِي فِي ذِمَّتِكَ حَيْثُ لَا تَصِحُّ الْمُضَارَبَةُ ، لِأَنَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا يَصِحُّ هَذَا التَّوَكُّيلُ عَلَى مَا مَرَّ فِي الْبَيْوعِ . وَعِنْدَهُمَا يَصِحُّ لَكِنْ يَقَعُ الْمِلْكُ فِي الْمُشْتَرَى لِلْأَمْرِ فَيَصِيرُ مُضَارَبَةً بِالْعَرَضِ

ترجمہ

اور عقد مضاربت کا انعقاد شرکت پر ہوا کرتا ہے۔ جس میں ایک جانب سے مال ہوتا ہے اور فائدے کا حقدار ہونا بھی ایک جانب سے مال جبکہ دوسری جانب کام کے ذریعے ثابت ہوتا ہے۔ شرکت کے بغیر مضاربت ثابت نہیں ہوتی کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ جب رب المال کیلئے سارے نفع کی شرط لگائی جائے تو یہ تجارت ہو جائے گی۔ اور جب مضارب پورے نفع کی شرط لگائے تو یہ قرض بن جائے گا۔

مضاربت کا عقد اسی مال سے درست ہوگا جس سے شرکت درست ہوگی۔ اور پہلے مسئلہ میں اس مال کا بیان کر دیا گیا ہے اور جب رب المال نے کسی کو سامان دیتے ہوئے کہا کہ اس کو بیچ کر اس کی قیمت سے مضاربت کرو تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ قول اضافت کو قبول کرنے والا ہے۔ اور اسی قیاس کے مطابق ہے کہ یہ وکیل بنایا اور اجارے پر دینا ہے پس اس کے صحیح ہونے میں کوئی مانع نہ ہوگا اسی طرح جب رب المال نے کسی سے کہا کہ میرا جو مال فلاں آدمی کے ذمہ پر ہے اس کو لے لو اور مضاربت کرو تو یہ بھی جائز ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب رب المال نے کسی شخص سے کہا کہ میرا جو قرض تمہارے ذمہ پر ہے اس سے مضاربت کرو تو مضاربت درست نہ ہوگی۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک میں وکیل بنانا درست نہیں ہے۔ جس طرح بیوع میں اس مسئلہ کا بیان گزر گیا ہے۔

جبکہ صاحبین کے نزدیک اس میں وکالت درست ہے مگر ملکیت صرف خریدی ہوئی چیز میں امر کیلئے ثابت ہوگی اور مضاربت سامان کے بدلے میں ہوگی۔

عقد مضاربت و شرکت میں مشابہت کا بیان

جس طرح شریک مال کے سبب سے فائدے کا حقدار ٹھہرتا ہے اسی طرح کام کرنے کے سبب بھی فائدے کا حقدار بنتا ہے۔ جس طرح مضاربت میں ہوتا ہے اور کبھی اس طرح بھی ہوتا ہے کہ دونوں شرکاء میں سے ایک کام کرنے میں زیادہ ماہر اور ہوشیار و چلاک ہوتا ہے اسی سبب سے وہ برابر نفع لینے پر راضی نہ ہوگا پس زیادتی کی ضرورت ہوگی۔ بہ خلاف اس کے کہ جب ان میں سے ایک مکمل نفع کی شرط لگائے کیونکہ ایسی شرط کے سبب وہ عقد شرکت و مضاربت ہونے سے خارج ہو جائے گا۔ اور جب عامل کیلئے نفع کی شرط لگائی تو یہ فرض ہو جائے گا اور جب اس نے رب المال کیلئے مکمل نفع کی شرط لگائی تو یہ عقد جمع پونجی اور سرمایہ بن جائے گا۔

اور یہ عقد مضاربت کے مشابہ ہے اس دلیل کے سبب سے کہ ایک شریک دوسرے شریک کے مال سے کام کرنے والا ہے اور یہ نام اور کام کے ذریعے شرکت کے مشابہ ہے کیونکہ دونوں کام آنے والے ہیں۔ پس ہم نے مضاربت کی مشابہت کے سبب اس پر عمل کرتے ہوئے کہا کہ بغیر ضمان کے نفع کی شرط درست ہے اور شرکت کی مشابہت ہم عمل کرتے ہوئے ہم کہیں گے کہ دونوں شرکاء عمل کی شرط لگانے سے یہ عقد باطل نہ ہوگا۔

عقد مضاربت کی بعض شرائط کا بیان

قَالَ (وَمِنْ شَرْطِهَا أَنْ يَكُونَ الرَّبْحُ بَيْنَهُمَا مُشَاعًا لَا يَسْتَحِقُّ أَحَدُهُمَا دَرَاهِمَ مُسَمَّاءَ)
 مِنَ الرَّبْحِ لِأَنَّ شَرْطَ ذَلِكَ يَقْطَعُ الشَّرِكَةَ بَيْنَهُمَا وَلَا بُدَّ مِنْهَا كَمَا فِي عَقْدِ الشَّرِكَةِ .
 قَالَ (فَإِنْ شَرَطَ زِيَادَةَ عَشْرَةٍ فَلَهُ أَجْرٌ مِثْلِهِ) لِفَسَادِهِ فَلَعَلَّهُ لَا يَرْبِحُ إِلَّا هَذَا الْقَدْرَ
 فَتَنْقَطِعُ الشَّرِكَةُ فِي الرَّبْحِ ، وَهَذَا لِأَنَّهُ ابْتَغَى عَنْ مَنَافِعِهِ عَوَضًا وَلَمْ يَنْتَلِ لِفَسَادِهِ ،
 وَالرَّبْحُ لِرَبِّ الْمَالِ لِأَنَّهُ نَمَاءٌ مُلْكِيهِ ، وَهَذَا هُوَ الْحُكْمُ فِي كُلِّ مَوْضِعٍ لَمْ تَصِحَّ
 الْمُضَارَبَةُ وَلَا تُجَاوِزُ بِالْأَجْرِ الْقَدْرَ الْمَشْرُوطَ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ كَمَا بَيَّنَّا
 فِي الشَّرِكَةِ ، وَيَجِبُ الْأَجْرُ وَإِنْ لَمْ يَرْبِحْ فِي رِوَايَةِ الْأَصْلِ لِأَنَّ أَجْرَ الْأَجِيرِ يَجِبُ
 بِتَسْلِيمِ الْمَنَافِعِ أَوْ الْعَمَلِ وَقَدْ وَجِدَ .

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يَجِبُ اعْتِبَارًا بِالْمُضَارَبَةِ الصَّحِيحَةِ مَعَ أَنَّهَا فَوْقَهَا ، وَالْمَالُ فِي

الْمُضَارَبَةُ الْفَاسِدَةَ غَيْرُ مَضْمُونٍ بِالْهَلَاكِ اِعْتِبَارًا بِالصَّحِيحَةِ ، وَلِأَنَّهُ عَيْنٌ مُسْتَأْجَرَةٌ فِي يَدِهِ ، وَكُلُّ شَرْطٍ يُوجِبُ جَهَالَةً فِي الرَّبْحِ يُفْسِدُهُ لِاخْتِلَالِ مَقْصُودِهِ ، وَغَيْرُ ذَلِكَ مِنْ الشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ لَا يُفْسِدُهَا ، وَيَبْطُلُ الشَّرْطُ كَاثْتِرَاطِ الْوَضِيعَةِ عَلَى الْمُضَارِبِ

ترجمہ

اور مضاربت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ نفع دونوں کے درمیان مشترک ہو اور ان میں سے کوئی فریق نفع سے معین دراجم کا حقدار نہ ہوگا کیونکہ یہ شرط ان کے درمیان شرکت کو ختم کرنے والی ہے حالانکہ شرکت ضروری بھی ہے جس طرح عقد شرکت میں شرکت ضروری ہوا کرتی ہے۔

اور جب کسی کیلئے سو میں سے دس دراجم لینے کی شرط کو بیان کیا گیا ہے تو عامل کو مثلی اجرت ملے گی۔ کیونکہ یہ عقد مضاربت فاسدہ ہو چکا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صرف اسی مقدار میں نفع ملے اور نفع میں شرکت ختم ہو جائے۔ اور اجرت مثلی کا وجوب اس دلیل کے سبب ہوگا کہ مضارب نے اپنے نفع کا بدل لینا چاہا ہے حالانکہ جب وہ عقد ہی فاسدہ ہو چکا ہے تو بدلہ نہیں پایا گیا لہذا پورا نفع رب المال کا ہوگا کیونکہ یہ افزائش اس کی ملکیت سے ہوئی ہے اور یہ حکم اس مقام پر جاری ہوگا جہاں مضاربت درست نہ ہوئی ہو۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اجرت مثلی شرط میں متعین کردہ مقدار سے زائد نہ ہوگی جبکہ اس میں امام محمد علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے جس طرح شرکت کے باب میں ہم نے اس کو بیان کر دیا ہے۔

اور فاسد مضاربت میں اجرت واجب ہوگی خواہ مضارب نفع نہ کمایا ہو اور یہ مبسوط کی روایت ہے کیونکہ نفع یا کام کو حوالے کے سبب سے مزدور کی اجرت ثابت ہوتی ہے اور کام یہاں پایا جا رہا ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے اس طرح روایت کیا گیا ہے۔ کہ مضاربت صحیح پر قیاس کرتے ہوئے اجرت ثابت نہ ہوگی حالانکہ مضاربت صحیحہ مضاربت فاسدہ سے بلند تر ہے۔ اور مضاربت صحیحہ پر قیاس کرتے ہوئے مضاربت فاسدہ میں ہلاکت مال کے سبب ضمان نہیں ہوا کرتا۔ (قاعدہ فقہیہ) کیونکہ جو مال مضارب کے قبضہ میں ہوتا ہے وہ امانت کے طور پر ہوتا ہے اور ہر وہ شرط جو نفع میں جہالت کا سبب بنے وہ عقد مضاربت کو فاسد کرنے والی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

کیونکہ اس کے سبب نفع کے مقاصد مختلف ہو جاتے ہیں اور اس کے سوا میں شرائط فاسدہ کے سبب مضاربت کا عقد فاسد نہیں ہوتا بلکہ وہ شرط ہی فاسدہ ہو جاتی ہے جس طرح مضارب کیلئے نقصان کی شرط لگائیں تو وہ فاسد ہو جائے گی۔

عقد مضاربت کی شرائط کا فقہی بیان

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مضاربت کے لیے چند شرائط ہیں۔ (۱) اس المال از قبیل ثمن ہو۔ عروض کے قسم سے ہو تو مضاربت صحیح نہیں پیسوں کو اس المال قرار دیا اور وہ چلتے ہوں تو مضاربت صحیح ہے۔ اسی طرح نکل، کی

اکنیاں، دو انیاں، اس المال ہو سکتی ہیں جب تک ان کا چلن ہے۔ اگر اپنی کوئی چیز دیدی کہ اسے بیچو اور ثمن پر قبضہ کرو اور اس سے بطور مضاربت کام کرو اس نے اس کو روپیہ یا اشرفی سے بیچ کر کام کرنا شروع کر دیا یہ مضاربت صحیح ہوگی۔

(۲) اس المال معلوم ہو۔ اگرچہ اس طرح معلوم کیا گیا ہو کہ اس کی طرف اشارہ کر دیا۔ پھر اگر نفع کی تقسیم کرتے وقت اس المال کی مقدار میں اختلاف ہو تو گواہوں سے جو ثابت کر دے اس کی بات معتبر ہے اور دونوں کے گواہ ہوں تو رب المال کے گواہ معتبر ہیں اور اگر کسی کے پاس گواہ نہ ہوں تو قسم کے ساتھ مضاربت کی بات معتبر ہوگی۔

(۳) اس المال عین ہو یعنی معین ہو دین نہ ہو جو غیر معین واجب فی الذمہ ہوتا ہے۔ مضاربت اگر دین کے ساتھ ہوئی اور وہ دین مضاربت پر ہے یعنی اس سے کہہ دیا کہ تمہارے ذمہ جو میرا روپیہ ہے اس سے کام کرو یہ مضاربت صحیح نہیں جو کچھ خریدے گا اس کا مالک مضارب ہوگا اور جو کچھ دین ہوگا اس کے ذمہ ہوگا اور اگر دوسرے پر دین ہو مثلاً کہہ دیا کہ فلاں کے ذمہ میرا اتنا روپیہ ہے اس کو وصول کرو اور اس سے بطور مضاربت تجارت کرو یہ مضاربت جائز ہے اگرچہ اس طرح کرنا مکروہ ہے اور اگر یہ کہا تھا کہ فلاں پر میرا دین ہے، وصول کر کے پھر اس سے کام کرو اس نے کل روپیہ قبضہ کرنے سے پہلے ہی کام کرنا شروع کر دیا ضامن ہے یعنی اگر تلف ہوگا ضمان دینا ہر گاہ اور اگر یہ کہا تھا کہ اس سے روپیہ وصول کرو اور اس نے کل روپیہ وصول کرنے سے پہلے کام شروع کر دیا ضامن نہیں ہے اور اگر یہ کہا کہ مضاربت پر کام کرنے کے لیے اس سے روپیہ وصول کرو تو کل وصول کرنے سے پہلے کام کرنے کی اجازت نہیں یعنی ضمان دینا ہوگا۔ (بحر الرائق، کتاب مضاربت، بیروت)

فاسد شرطوں میں سے بعض مضاربت کو باطل کرتی ہیں اور بعض باطل نہیں کرتیں بلکہ یہ خود باطل ہو جاتی ہیں۔ نہا یہ میں یوں ہے۔ قدوری نے کتاب المضاربت میں فرمایا ہر ایسی شرط جو نفع میں جہالت یا نفع میں قبضہ شرکت کا باعث بنے۔ تو وہ مضاربت کو فاسد کرنے کا موجب بنے گی، اور جو چیز ایسی چیز کا باعث نہ ہو تو مضاربت کو فاسد نہ کرے گی مثلاً دونوں نے شرط لگائی کہ نقصان کو دونوں خود برداشت کریں گے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے۔ (فتاویٰ ہند، کتاب المضاربت، بیروت)

عقد مضاربت میں مال کو مضارب کے سپرد کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ الْمَالُ مُسَلَّمًا إِلَى الْمُضَارِبِ وَلَا يَدَّ لِرَبِّ الْمَالِ فِيهِ) لِأَنَّ الْمَالَ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّسْلِيمِ إِلَيْهِ ، وَهَذَا بِخِلَافِ الشَّرِكَةِ لِأَنَّ الْمَالَ فِي الْمُضَارَبَةِ مِنْ أَحَدِ الْجَانِبَيْنِ وَالْعَمَلُ مِنَ الْجَانِبِ الْآخِرِ ، فَلَا بُدَّ مِنْ أَنْ يَخْلُصَ الْمَالُ لِلْعَامِلِ لِيَتِمَّ كَنْ مِنَ التَّصَرُّفِ فِيهِ .

أَمَّا الْعَمَلُ فِي الشَّرِكَةِ مِنَ الْجَانِبَيْنِ فَلَوْ شَرَطَ خُلُوصَ الْيَدِ لِأَحَدِهِمَا لَمْ تَنْعَقِدْ الشَّرِكَةُ ، وَشَرَطَ الْعَمَلُ عَلَى رَبِّ الْمَالِ مُفْسِدًا لِلْعَقْدِ لِأَنَّهُ يَمْنَعُ خُلُوصَ يَدِ الْمُضَارِبِ فَلَا

يَتَمَكَّنُ مِنَ التَّصَرُّفِ فَلَا يَتَحَقَّقُ الْمَقْصُودُ سِوَاءُ كَانَ الْمَالِكُ عَاقِدًا أَوْ غَيْرَ عَاقِدٍ
كَالصَّغِيرِ لِأَنَّ يَدَ الْمَالِكِ ثَابِتَةٌ لَهُ ، وَبَقَاءُ يَدِهِ يَمْنَعُ التَّسْلِيمَ إِلَى الْمُضَارِبِ ، وَكَذَا
أَحَدُ الْمُتَفَاوِضِينَ وَأَحَدُ شَرِيكِي الْعِنَانِ إِذَا دَفَعَ الْمَالَ مُضَارَبَةً وَشَرَطَ عَمَلَ صَاحِبِهِ
لِقِيَامِ الْمِلْكِ لَهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ عَاقِدًا ، وَاشْتِرَاطُ الْعَمَلِ عَلَى الْعَاقِدِ مَعَ الْمُضَارِبِ وَهُوَ
غَيْرُ مَالِكٍ يُفْسِدُهُ إِنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْمُضَارَبَةِ فِيهِ كَالْمَأْذُونِ ، بِخِلَافِ الْآبِ
وَالْوَصِيِّ لِأَنَّهُمَا مِنْ أَهْلِ أَنْ يَأْخُذَا مَالَ الصَّغِيرِ مُضَارَبَةً بِنَفْسِهِمَا فَكَذَا اشْتِرَاطُهُ
عَلَيْهِمَا بِجُزْءٍ مِنَ الْمَالِ .

ترجمہ

اور مال کو مضارب کے سپرد کرنا لازم ہے۔ اور رب المال کا اس میں کوئی اختیار نہ ہو کیونکہ مضارب کے قبضہ میں مال امانت ہوتا ہے اس لئے کہ اس کی جانب مال کو حوالے کرنا لازم ہے جبکہ یہ حکم شرکت کے عقد کے خلاف ہے کیونکہ مضاربت میں ایک جانب سے مال ہوتا ہے اور دوسری جانب سے کام ہوتا ہے پس عامل کیلئے مال کا خاص ہونا ضروری ہوا۔ تاکہ وہ اس میں تصرف کر سکے جبکہ عقد شرکت میں دونوں اطراف سے کام ہوتا ہے اور اب جب شرکت میں کسی ایک شریک کیلئے مال پر قبضہ کو خاص کر دیا جائے تو شرکت کا انعقاد نہ ہوگا جبکہ رب المال پر کام کی شرط لگانا یہ عقد کو فاسد کرنا ہے کیونکہ یہ شرط مضارب کیلئے اس مال پر قبضہ کرنے سے روکنے والی ہے اور وہ اس طرح تصرف نہ کر سکے گا۔ پس اس طرح مقصد ثابت نہ ہوگا اگرچہ عقد کرنے والا مالک یا نہ ہو جس طرح صغیر ہے اور حکم ہر حالت میں اسی طرح ہے کیونکہ جب مال پر مالک کا قبضہ ثابت نہ ہوگا اور مالک کے قبضہ کی بقاء مضارب کی جانب مال کو سپرد کرنے سے روکنے والی ہوگی۔

اسی طرح جب عقد مفاوضہ کے شرکاء میں سے ایک نے یا شرکت عنان کے ایک شریک نے مضاربت کے طور پر مال دے کر اپنے ساتھی کیلئے کام کرنے کی شرط لگائی ہے تو بھی عقد فاسد ہو جائے گا۔ اس سبب سے کہ مال پر مال والے کی ملکیت باقی ہے خواہ وہ عاقد نہیں بن رہا۔

اسی طرح جب مضارب کے ساتھ عاقد کے کام کرنے کی شرط لگائی اور وہ عاقد مالک مال نہ ہو تو یہ شرط بھی عقد کو فاسد کرنے والی ہے۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ وہ عاقد اس مال پر مضاربت کی اہلیت رکھنے والا نہ ہو جس طرح ماذون غلام ہے۔ بہ خلاف باپ اور وصی کے کیونکہ ان کو یہ اختیار حاصل ہے کہ صغیر کا مال اپنے لئے بطور مضاربت کے حاصل کریں تو نفع کی کچھ شرط لگانا بھی درست ہوگا۔

شرح

جامع صغیر میں ہے سونے اور چاندی کے مثاقیل سے شرکت مفاوضہ کا انعقاد نہیں ہوتا اور امام محمد علیہ الرحمہ کی مراد ڈلی ہے پس اس روایت کے مطابق تبریک سامان ہے جو معین کرنے سے معین ہونے والا ہے جبکہ یہ عقد شرکت مفاوضہ اور مضاربت میں اس المال بننے کے قابل نہیں ہے۔

جامع صغیر کی کتاب الصرف میں یہ ذکر کیا گیا ہے نقرہ معین نہیں ہوتا یہاں تک اس کو حوالے کرنے سے پہلے ہلاک ہونے سے عقد فسخ نہ ہوگا تو اس روایت کے مطابق تبریک اور نقرہ دونوں شرکت و مضاربت میں اس المال بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سونا چاندی اصل ثمن کیلئے بنائے گئے ہیں۔ مگر خاص طور پر ان کی ذہنائی کے سبب ان کی قیمت خاص ہو جاتی ہے کیونکہ ان کو ظاہری طور کسی دوسرے کام کیلئے بنایا جاتا ہے۔ البتہ جب غیر مضروب ہونے کی حالت میں ان کو بطور ثمن استعمال کرنا عرف بن جائے تو اس تعامل کو ذہنائی کے قائم مقام کر دیا جائے گا پس یہ ثمن بن جائیں گے اور اس المال ہونے کے قابل بن جائیں گے۔

مضاربت کے مطلق طور پر درست ہونے کے بعد اختیار مضارب کا بیان

قَالَ (وَإِذَا صَحَّتِ الْمُضَارَبَةُ مُطْلَقَةً جَازَ لِلْمُضَارِبِ أَنْ يَبِيعَ وَيَشْتَرِيَ وَيُوَكَّلَ وَيُسَافِرَ وَيُبْضِعَ وَيُودِعَ) لِإِطْلَاقِ الْعَقْدِ وَالْمَقْصُودُ مِنْهُ الْإِسْتِرْبَاحُ وَلَا يَتَحَصَّلُ إِلَّا بِالتَّجَارَةِ ، فَيَنْتَظِمُ الْعَقْدُ صُنُوفَ التَّجَارَةِ وَمَا هُوَ مِنْ صَنِيعِ التُّجَّارِ ، وَالتَّوَكِيلُ مِنْ صَنِيعِهِمْ ، وَكَذَا الْإِبْضَاعُ وَالْإِيدَاعُ وَالْمُسَافَرَةُ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ الْمُوْدِعَ لَهُ أَنْ يُسَافِرَ فَالْمُضَارِبُ أَوْلَى ، كَيْفَ وَأَنَّ اللَّفْظَ دَلِيلٌ عَلَيْهِ لِأَنَّهَا مُشْتَقَّةٌ مِنَ الضَّرْبِ فِي الْأَرْضِ وَهُوَ السَّيْرُ . وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَيْسَ لَهُ أَنْ يُسَافِرَ .

وَعَنْهُ وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ أَنَّهُ إِنْ دَفَعَ فِي بَلَدِهِ لَيْسَ لَهُ أَنْ يُسَافِرَ لِأَنَّهُ تَعْرِضٌ عَلَى الْهَلَاكِ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ وَإِنْ دَفَعَ فِي غَيْرِ بَلَدِهِ لَهُ أَنْ يُسَافِرَ إِلَى بَلَدِهِ لِأَنَّهُ هُوَ الْمُرَادُ فِي الْغَالِبِ ، وَالظَّاهِرُ مَا ذُكِرَ فِي الْكِتَابِ قَالَ (وَلَا يُضَارِبُ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ رَبُّ الْمَالِ أَوْ يَقُولَ لَهُ اعْمَلْ بِرَأْيِكَ) لِأَنَّ الشَّيْءَ لَا يَتَضَمَّنُ مِثْلَهُ لِتَسَاوِيهِمَا فِي الْقُوَّةِ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّنْصِيصِ عَلَيْهِ أَوْ التَّفْوِيضِ الْمَطْلُوقِ إِلَيْهِ وَكَانَ كَالتَّوَكِيلِ ، فَإِنَّ التَّوَكِيلَ لَا يَمْلِكُ أَنْ يُوَكَّلَ غَيْرَهُ إِلَّا إِذَا قِيلَ لَهُ اعْمَلْ بِرَأْيِكَ ، بِخِلَافِ الْإِيدَاعِ وَالْإِبْضَاعِ لِأَنَّهُ دُونَهُ فَيَتَضَمَّنُهُ ، وَبِخِلَافِ الْإِقْرَاضِ حَيْثُ لَا يَمْلِكُهُ .

وَإِنْ قِيلَ لَهُ أَعْمَلُ بِرَأْيِكَ لِأَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ التَّعْمِيمُ فِيمَا هُوَ مِنْ صَنِيعِ التَّجَارِ وَلَيْسَ الْإِقْرَارُ مِنْهُ وَهُوَ تَبَرُّعٌ كَالْهَبَةِ وَالصَّدَقَةِ فَلَا يَحْصُلُ بِهِ الْغَرَضُ وَهُوَ الرَّبْحُ لِأَنَّهُ لَا تَجُوزُ الزِّيَادَةُ عَلَيْهِ ، أَمَّا الدَّفْعُ مُضَارَبَةً فَمِنْ صَنِيعِهِمْ ، وَكَذَا الشَّرِكَةُ وَالْخَلْطُ بِمَالِ نَفْسِهِ فَيَدْخُلُ تَحْتَ مَذَا الْقَوْلِ .

ترجمہ

اور جب مطلق طور پر مضاربت درست ہو چکی ہے تو مضارب کیلئے بیع و شراء، وکیل بنانا، سفر کرنا، تجارت پر مال دینا اور وادعت پر مال دینا جائز ہے۔ کیونکہ عقد مطلق طور پر ہے اور اس عقد سے نفع حاصل کرنا مقصود ہے جو صرف تجارت سے حاصل ہو سکتا ہے پس یہ عقد تجارت کے تمام اقسام و انواع اور تاجروں کے کاموں کو شامل ہے جبکہ وکیل بنانا یہ تاجروں کے کاموں میں سے ایک کام ہے۔ اسی طرح امانت رکھوانا، ابضاع اور مسافرت بھی تجارت سے متعلق کام ہیں۔

کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے ہیں کہ مودع کو امانت کا مال لیکر سفر کرنے کا اختیار ہے۔ تو مضاربت میں اس کو بدرجہ اولیٰ اختیار ہوگا اور اس کو یہ اختیار کیسے نہیں مل سکے گا جبکہ مضاربت دلیل مسافرت ہے۔ اور ویسے بھی وہ زمین میں ضربت ہی مشتق ہے۔ جس کا معنی ہی چلنا اور سفر کرنا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ ان سے مضاربت کے مال لیکر سفر کرنے کا حق نہیں ہے اور انہوں نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رب المال نے مضارب کے شہر میں اسے مال دے دیا ہے تو اس کو مال لیکر سفر کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا کیونکہ یہ بغیر کسی ضرورت کے مال کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ جبکہ مال کو ہلاکت سے محفوظ کرنا ضروری ہے۔ لہذا بغیر کسی وجہ کے سفر کی اجازت نہ دی جائے گی۔ ہاں جب رب المال نے دوسرے شہر میں اس کو مال دیا ہے تو مضارب اس مال کو اپنے شہر لے جانے کیلئے سفر سکتا ہے۔ وہ اپنی جگہ پر پہنچ کر اطمینان سے وہ تجارت میں مصروف ہو جائے گا کیونکہ نام بطور کوئی شخص اپنے شہر میں پہنچ کر کاروبار اور تجارت کرنا پسند کرنے والا ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ظاہری حکم وہی ہے جو کتاب یعنی صاحب قدوری علیہ الرحمہ نے جس کو ذکر کیا ہے۔ اور اس میں مطلق طور پر سفر کی اجازت دی گئی ہے اگرچہ اس کو ضرورت ہو یا نہ ہو۔

اور مضارب وہ مال کسی کو آگے مضاربت نہیں دے سکتا جب تک اس کو رب المال نے اجازت نہ دی ہو یا یہ کہہ دیا کہ تم اپنی مرضی کے مطابق کام کرو کیونکہ وہ کوئی بھی چیز اپنی جیسی چیز کو شامل نہیں ہوتی۔ اسی لئے کہ وہ اور اس کی مثل دونوں چیزیں قوت میں برابر ہو جاتی ہیں۔ پس اس کی تصریح یا مضارب کی جانب سے مطلق طور پر حوالے کرنے کا عمل ضروری ہے اور یہ توکیل کی طرح ہی ہو جائے گا۔ لہذا وکیل بھی اس چیز میں کسی اور وکیل نہیں بنا سکتا ہاں البتہ جب اس سے یہ کہہ دیا ہو تو اپنی رائے سے عمل کر بہ خلاف

ایداع والبضاع کے کیونکہ یہ مضاربت سے تھوڑے مرتبے کے کام ہیں۔ لہذا ان کو مضاربت شامل ہو جائے گی بہ خلاف قرض کے کیونکہ مضارب اس کا مالک نہ ہوگا خواہ اس کو یہ کہہ دیا کہ تم اپنی رائے سے کام کرو۔ کیونکہ اس میں عموم کو بیان کرنا مقصود ہے جو تاجروں کے کاموں میں سے ہے۔

البتہ قرض دینا یہ تاجروں کے لوازمات میں سے نہیں ہے بلکہ وہ تو بہنہ، صدقہ کی طرح احسان ہے اور یہ تاجروں کے اعمال میں سے ہے اور اسی طرح کسی شریک کرنا اور اسکو اپنے مال کے ساتھ کسی کا ملانا بھی جائز ہے کیونکہ یہ بھی ”اپنی مرضی سے کام کرو“ کے عموم میں شامل ہے۔

مضاربت مطلقہ میں زمانی و مکانی تعین نہ ہونے کا بیان

مضاربت کبھی مطلق ہوتی ہے جس میں زمان و مکان اور قسم تجارت کی تعین نہیں ہوتی روپیہ دے دیا ہے کہ تجارت کروغ میں دونوں کی اس طرح شرکت ہوگی اور کبھی مضاربت میں طرح طرح کی قیدیں ہوتی ہیں۔ مضاربت مطلقہ میں مضارب کو ہر قسم کی بیع کا اختیار ہے نقد بھی بیچ سکتا ہے اودھار بھی، مگر ایسا ہی اودھار کر سکتا ہے جو تاجروں میں رائج ہے اسی طرح ہر قسم کی چیز خرید سکتا ہے خرید و فروخت میں دوسرے کو وکیل کر سکتا ہے۔ دریا اور خشکی کا سفر بھی کر سکتا ہے اگرچہ رب المال نے شہر کے اندر اس کو مال دیا ہو۔ البضاع بھی کر سکتا ہے یعنی دوسرے کو تجارت کے لیے مال دے دے اور نفع اپنے لیے شرط کرے یہ ہو سکتا ہے بلکہ خود رب المال کو بھی بضاعت کے طور پر مال دے سکتا ہے اور اس سے مضاربت فاسد نہیں ہوگی۔ مضارب مال کو کسی کے پاس امانت رکھ سکتا ہے۔ اپنی چیز کسی کے پاس رہن رکھ سکتا ہے دوسرے کی چیز اپنے پاس رہن لے سکتا ہے کسی چیز کو اجارہ پر دے سکتا ہے کرایہ پر لے سکتا ہے۔ مشتری نے نمٹن کا کسی پر حوالہ کر دیا مضارب اس حوالہ کو قبول کر سکتا ہے کیونکہ یہ ساری باتیں تجارت کی عادت میں داخل ہیں کبھی یہاں مال بیچتے ہیں کبھی باہر لے جاتے ہیں اور اس کے لیے گاڑی کشتی جانور وغیرہ کو کرایہ پر لینا ہوتا ہے ورنہ مال کس طرح لے جائے گا۔ دوکان پر کام کرنے کے لیے نوکر رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے دکان کرایہ پر لینا ہوتی ہے۔ مال رکھنے کے لیے مکان کرایہ پر لینا ہوتا ہے اور اسکی حفاظت کے لیے نوکر رکھنا ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ یہ سب باتیں بالکل ظاہر ہیں۔ (در مختار، کتاب مضاربہ، بیروت)

مضاربت مطلقہ میں بھی مال لے کر سفر اُس وقت کر سکتا ہے جب بظاہر خطرہ نہ ہو اور اگر راستہ خطرناک ہو لوگ اُس راستہ سے ڈر کی وجہ سے نہیں جاتے تو مضارب بھی مال لے کر اُس راستہ سے نہیں جاسکتا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب مضاربہ، بیروت)

شرط کے سبب بطلان مضاربت میں مذاہب اربعہ

علامہ ابن منذر کا کہنا ہے: اہل علم میں سے جس سے بھی ہم نے علم حاصل کیا ہے ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ جب مضاربت کے شراکت داروں میں سے کوئی ایک یا دونوں اپنے لیے معلوم دراہم کی شرط رکھیں تو یہ مضاربت باطل ہوگی، اور جس سے ہم نے علم حاصل کیا ہے وہ امام مالک، امام اوزاعی، امام شافعی، اور ابو ثور اور اصحاب الرائے ہیں۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ دو معنوں کی بنا پر صحیح نہیں: پہلا یہ کہ: جب وہ معلوم درہم مقرر کرے گا تو اس کا احتمال ہے کہ دوسرے شریک کو نفع حاصل نہ ہو، اور سارا نفع وہ خود ہی حاصل کر لے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ اسے نفع ہی نہ ہو اور وہ اس المال سے مقرر کردہ درہم لے لے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بہت زیادہ نفع ہو تو جس نے مقررہ درہم کی شرط رکھی ہے اسے نقصان اٹھانا پڑے۔

اور دوسرا معنی یہ ہے کہ: عامل یعنی کام کرنے والا کا حصہ مقدار میں معلوم ہونا مشکل ہے تو پھر اجزاء میں معلوم ہونا ضروری ہے، اور جب اجزاء ہی معلوم نہ ہوں تو پھر شراکت فاسد ہو جائیگی۔ (المغنی ابن قدامہ (7) / (146))

معین شہر میں رب المال کا تصرف کو خاص کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ خَصَّ لَهُ رَبُّ الْمَالِ التَّصَرُّفَ فِي بَلَدٍ بَعَيْنِهِ أَوْ فِي سِلْعَةٍ بَعَيْنِهَا لَمْ يَجْزُ لَهُ أَنْ يَتَجَاوَزَهَا) لِأَنَّهُ تَوَكَّلَ .

وَفِي التَّخْصِصِ فَائِدَةٌ فَيَتَخَصَّصُ ، وَكَذَا لَيْسَ لَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ بِضَاعَةً إِلَى مَنْ يُخْرِجُهَا مِنْ تِلْكَ الْبَلَدَةِ لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ الْإِخْرَاجَ بِنَفْسِهِ فَلَا يَمْلِكُ تَفْوِيزَهُ إِلَى غَيْرِهِ .

قَالَ (فَإِنْ خَرَجَ إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ الْبَلَدِ فَاشْتَرَى ضَمِنَ) وَكَانَ ذَلِكَ لَهُ ، وَلَهُ رِبْحُهُ لِأَنَّهُ تَصَرَّفَ بِغَيْرِ أَمْرِهِ وَإِنْ لَمْ يَشْتَرِ حَتَّى رَدَّهُ إِلَى الْكُوفَةِ وَهِيَ الَّتِي عَيْنُهَا بَرَاءٌ مِنَ الضَّمَانِ كَالْمُودَعِ إِذَا خَالَفَ فِي الْوَدِيعَةِ ثُمَّ تَرَكَ وَرَجَعَ الْمَالُ مُضَارَبَةً عَلَى حَالِهِ لِبَقَائِهِ فِي يَدِهِ بِالْعَقْدِ سَابِقِ ، وَكَذَا إِذَا رَدَّ بَعْضَهُ وَاشْتَرَى بِبَعْضِهِ فِي الْمِضْرِ كَانَ الْمَرْدُودُ وَالْمُشْتَرَى فِي الْمِضْرِ عَلَى الْمُضَارَبَةِ لِمَا قُلْنَا ، ثُمَّ شَرَطَ الشَّرَاءَ بِهَا هَاهُنَا وَهُوَ رَوَايَةٌ الْجَامِعِ الصَّغِيرِ ، وَفِي كِتَابِ الْمُضَارَبَةِ ضَمِنَهُ بِنَفْسِ الْإِخْرَاجِ .

وَالصَّحِيحُ أَنَّ الشَّرَاءَ يَتَقَرَّرُ الضَّمَانُ لِزَوَالِ احْتِمَالِ الرَّدِّ إِلَى الْمِضْرِ الَّذِي عَيْنُهُ ، أَمَّا الضَّمَانُ فَوْجُوبُهُ بِنَفْسِ الْإِخْرَاجِ ، وَإِنَّمَا شَرَطَ الشَّرَاءَ لِلتَّقَرُّرِ لِأَصْلِ الْوُجُوبِ ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ عَلَى أَنْ يَشْتَرِيَ فِي سُوقِ الْكُوفَةِ حَيْثُ لَا يَصِحُّ التَّقْيِيدُ لِأَنَّ الْمِضْرَ مَعَ تَبَايُنِ أَطْرَافِهِ كَبَقْعَةٍ وَاحِدَةٍ فَلَا يُفِيدُ التَّقْيِيدُ ، إِلَّا إِذَا صَرَّحَ بِالنَّهْيِ بِأَنْ قَالَ أَعْمَلُ فِي السُّوقِ وَلَا تَعْمَلُ فِي غَيْرِ السُّوقِ لِأَنَّهُ صَرَّحَ بِالْحَجْرِ وَالْوِلَايَةِ إِلَيْهِ وَمَعْنَى التَّخْصِصِ أَنْ يَقُولَ لَهُ عَلَى أَنْ تَعْمَلَ كَذَا أَوْ فِي مَكَانٍ كَذَا ، وَكَذَا إِذَا قَالَ خُذْ هَذَا

الْمَالِ تَعْمَلُ بِهِ فِي الْكُوفَةِ لِأَنَّهُ تَفْسِيرٌ لَهُ ، أَوْ قَالَ فَاَعْمَلُ بِهِ فِي الْكُوفَةِ لِأَنَّ الْفَاءَ
لِلْوَصْلِ أَوْ قَالَ خُذْهُ بِالنِّصْفِ بِالْكُوفَةِ لِأَنَّ الْبَاءَ لِلْبِطْنِ ،

ترجمہ

اور جب رب المال نے کسی معین شہر یا معین سامان میں تصرف کو خاص کیا ہے تو مضارب کیلئے اس کی خلاف ورزی جائز نہ ہو گی کیونکہ یہ عقد مضاربت تو کیل ہے اور تخصیص میں فائدہ ہے کیونکہ اس کو خاص رکھا گیا ہے اور مضارب کیلئے کسی ایسے شخص کو بھی بضاعت پر مال دینے کا اختیار نہ ہوگا جو اس کو شہر سے باہر لیکر جائے اس لئے کہ جب مضارب نے خود مال مضاربت کو باہر لے جانے کا مالک نہیں ہے تو وہ دوسرے کی جانب سپرد کرنے کا مالک بھی نہ ہوگا۔

اور جب اس شہر کے سوا کسی دوسرے شہر کی جانب مال کو لیکر چلا گیا ہے اور اس نے کوئی چیز خریدی ہے تو وہ ضامن ہوگا اور خریدی ہوئی چیز اور اس کا نفع یہ سب مضارب کا ہوگا کیونکہ اس نے رب المال کے سوا یہ تصرف کر دیا ہے اور جب مضارب نے اس دوسرے شہر میں کوئی چیز بھی نہ خریدی اور مال مضاربت کو لیکر کوفہ میں پہنچ چکا ہے اور رب المال نے کوئی کو بی معین کیا تھا تو مضارب ضمان سے بری ہو جائے گا جس طرح مودع نے ودیعت میں مودع کے حکم کی خلاف ورزی کی اس کے بعد مخالف کو چھوڑ دیا ہے اور یہ عقد سابق کے سبب سے مضارب کے پاس اسی حالت میں مضاربت کے مال میں باقی رہے گا۔

اسی طرح جب مضارب نے کچھ مال واپس کیا ہے اور بعض مال کے بدلے شہر میں اس نے کوئی چیز خریدی ہے تو واپس لایا ہوا مال اور شہر میں خریدی گئی چیز دونوں میں مضاربت کا مال ہوگا۔ اسی سبب کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اسی طرح یہاں مشتری کو ضمان کیلئے پابند کیا گیا ہے اور یہ روایت جامع صغیر کی ہے جبکہ مبسوط کی کتاب مضاربت میں ہے کہ محض نکالنے سے مضارب ضامن ہو جائے گا۔ جبکہ صحیح یہ ہے کہ شہر کے سبب ضمان کا حکم لگایا جائے گا کیونکہ شہر کے سبب سے رب المال کے معین کردہ شہر کی جانب مال مضاربت کو واپس لے جانے کا احتمال ختم ہو چکا ہے البتہ ضمان رہ گیا ہے تو اس کا وجوب محض اخراج ہی سے ہو جائے گا۔ جبکہ شہر کو تو ضمان کو پکا کر۔ نے کیلئے مشروع کیا گیا ہے جبکہ اصل وجوب کیلئے نہیں کیا گیا ہے۔

اور یہی مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہوگا جب رب المال نے کہا کہ میں نے تم کو مال اس شرط پر دیا ہے کہ تم کوفہ کے بازار میں اس سے خریداری کر لو تو یہ قید درست نہ ہوگی کیونکہ شہر تین اطراف کے سبب ایک ہی جگہ کے حکم میں ہوا کرتا ہے لہذا قید درست نہ ہوگی۔ ہاں البتہ جب رب المال نے ممانعت کی وضاحت کرتے ہوئے اس کو کہہ دیا کہ فلاں بازار کے سوا میں خریداری نہ کرنا۔ اب چونکہ رب المال نے صراحت کے ساتھ منع کر دیا ہے اور اسی کو اس کی ولایت حاصل ہے۔

اور خاص کرنے کا معنی یہ ہے کہ رب المال اس طرح کہہ دے میں اس شرط پر مال دے رہا ہوں کہ تم یہ کام کرو یا فلاں جگہ کام کرو۔ اور یا اس نے یہ کہا کہ یہ مال لو اور کوفہ میں کام کرو کیونکہ دوسرا جملہ پہلے جملے کی تفسیر ہے یا اس نے کہا کہ تو کوفہ میں کام کرنے

والا ہے۔ کیونکہ اس جملہ میں فاء وصل کیلئے آئی ہے یا پھر اس نے یہ کہہ دیا کہ نصف نفع پر کوفہ میں کام کرو کیونکہ باء الصاق کیلئے آتی ہے۔

مضارب کا حالت سفر میں خرچ کرنے کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر مضارب نے مالک سے کوفہ میں مال وصول کیا جبکہ مضارب بصرہ کا رہنے والا ہے وہ کوفہ میں بطور مسافر آیا تھا تو جب تک وہ کوفہ میں قیام پذیر رہے گا اس وقت تک مال مضاربت پر اس کا نفقہ نہ آئے گا تو جب وہاں سے سفر کرتے ہوئے نکلے گا تو بصرہ پہنچنے تک اس کا نفقہ ہوگا کیونکہ اس کا اب کوفہ سے نکلنا مضارب کے طور پر ہے اور پھر جب تک بصرہ میں رہے گا وہ خرچہ نہ پائے گا کیونکہ بصرہ اس کا وطن اصلی ہے تو یہاں اس کی اقامت وطن کی وجہ سے ہے۔ مضاربت کے لئے نہیں۔ تو اب اگر وہ بصرہ سے نکل کر کوفہ آیا تو واپس بصرہ پہنچنے تک نفقہ اس کا حق ہے کیونکہ پہلے کوفہ میں اس کا قیام وطن اقامت کے طور پر تھا تو وہاں سے سفر کرنے پر وہ وطن باطل ہو گیا تو اب دوبارہ اس کا کوفہ آنا مضاربت کے لئے کیونکہ کوفہ اس کا وطن نہیں تو وہاں اس کا قیام صرف مال کے لئے ہے۔ (روح مختار کتاب المضاربت، بیروت)

رب المال نے شہر یا وقت یا قسم تجارت کی تعیین کر دی ہو یعنی کہہ دیا ہو کہ اس شہر میں یا اس زمانہ میں خرید و فروخت کرنا یا فلاں قسم کی تجارت کرنا تو مضارب پر اسکی پابندی لازم ہے اسکے خلاف نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اگر بائع یا مشتری کی تقید کر دی ہو کہہ دیا ہو کہ فلاں دکان سے خریدنا یا فلاں فلاں کے ہاتھ بیچنا اس کے خلاف بھی نہیں کر سکتا اگرچہ یہ پابندیاں اس نے عقد مضاربت کرتے وقت یا روپے دیتے وقت نہ کی ہوں بعد میں یہ قیود بڑھادی ہوں، ہاں اگر مضارب نے سودا خرید لیا اب کسی قسم کی پابندی اسکے ذمہ کرنے مثلاً یہ کہ اودھار نہ بیچنا یا دوسری جگہ نہ لے جانا وغیرہ وغیرہ، مضارب ان قیود کی پابندی پر مجبور نہیں مگر جبکہ سودا فروخت ہو جائے اور اس المال سد کی صورت میں ہو جائے تو رب المال اس وقت قیود لگا سکتا ہے اور مضارب پر ان کی پابندی لازم ہوگی۔ (فتاویٰ شامی، کتاب مضاربہ، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب اس نے مضارب سے کہہ دیا کہ فلاں شہر والوں سے بیع کرنا اس نے اسی شہر میں بیع کی مگر جس سے بیع کی وہ اس شہر کا باشندہ نہیں ہے یہ جائز ہے کہ اس شرط سے مقصود اس شہر میں بیع کرنا ہے۔ اسی طرح اگر کہہ دیا کہ صراف سے خرید و فروخت کرنا اس نے صراف کے غیر سے عقد صرف کیا یہ بھی مخالفت نہیں ہے بلکہ جائز ہے کہ اس سے مقصود عقد صرف ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب مضاربہ، بیروت)

مضاربت پر تخصیص کرنے میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اور جب رب المال نے کسی معین شہر یا معین سامان میں تصرف کو خاص کیا ہے تو مضارب کیلئے اس کی خلاف ورزی جائز نہ ہوگی۔ حضرت امام احمد علیہ الرحمہ نے کا مذہب بھی یہی ہے۔ جبکہ حضرت امام مالک اور

امام شافعی علیہا الرحمہ نے کہا ہے کہ جب مالک نے یہ شرط لگائی ہو کہ وہ مذکورہ شخص یا معین شہر کے سوا میں فروخت نہ کرے گا تو اس طرح مضارب بت درست نہ ہوگی۔ (شرح الوقایہ، کتاب مضاربہ، بیروت)

مضارب کو مال دیکر کوفہ میں بیچنے کا حکم دینے کا بیان

أَمَّا إِذَا قَالَ خُذْ هَذَا الْمَالَ وَاعْمَلْ بِهِ بِالْكَوْفَةِ فَلَهُ أَنْ يَعْمَلَ فِيهَا وَفِي غَيْرِهَا لِأَنَّ الْوَأْوِ
لِلْعَطْفِ فَيَصِيرُ بِمَنْزِلَةِ الْمَشُورَةِ ، وَلَوْ قَالَ عَلِيٌّ أَنْ تَشْتَرِيَ مِنْ فُلَانٍ وَتَبِيعَ مِنْهُ صَحَّ
التَّقْيِيدُ لِأَنَّهُ مُفِيدٌ لِيَزَادَةَ الثِّقَةَ بِهِ فِي الْمُعَامَلَةِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ عَلِيٌّ أَنْ تَشْتَرِيَ بِهَا
مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ ، أَوْ دَفَعَ فِي الصَّرْفِ عَلِيٌّ أَنْ يَشْتَرِيَ بِهِ مِنَ الصَّيَارِفَةِ وَيَبِيعَ مِنْهُمْ فَبَاعَ
بِالْكَوْفَةِ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهَا أَوْ مِنْ غَيْرِ الصَّيَارِفَةِ جَازٌ ؛ لِأَنَّ فَايِدَةَ الْأَوَّلِ التَّقْيِيدُ بِالْمَكَانِ ،
وَفَايِدَةَ الثَّانِي التَّقْيِيدُ بِالنُّوعِ ، وَهَذَا هُوَ الْمُرَادُ عُرْفًا لَا فِيمَا وَرَاءَ ذَلِكَ .
قَالَ (وَكَذَلِكَ إِنْ وَقَّتَ لِلْمُضَارَبَةِ وَقْتًا بَعَيْنِهِ يَبْطُلُ الْعَقْدُ بِمُضِيِّهِ) لِأَنَّهُ تَوَكَّلَ
فَيَتَوَقَّتُ بِمَا وَقَّتَهُ وَالتَّوَقُّيْتُ مُفِيدٌ وَأَنَّهُ تَقْيِيدٌ بِالزَّمَانِ فَصَارَ كَالْتَّقْيِيدِ بِالنُّوعِ وَالْمَكَانِ .

ترجمہ

پس جب رب المال نے یہ کہہ دیا ہے کہ یہ مال لے لو اور اسے کوفہ میں کاروبار کرو تو مضارب کو کوفہ اور کوفہ کے سوا میں ہر جگہ کام کرنے کا اختیار ہوگا کیونکہ واو عطف کیلئے آتی ہے پس یہ مشورہ کے حکم میں ہوگا۔ اور جب اس نے کہا کہ میں اس شرط پر تم کو مال دیتا ہوں کہ فلاں آدمی سے خریدو فروخت کرو تو یہ قید درست ہوگی کیونکہ مقید بہ کے ساتھ معاملہ میں زیادتی کے اعتماد کے حوالے سے قید فائدے مند ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس نے یہ کہہ دیا ہے کہ میں اس شرط پر تم کو مال دے رہا ہوں کہ تم کوفہ سے خریدو فروخت کرو یا پھر اس نے بعض صرافہ کا مال دے دیا ہے اس پر شرط پر کہ تم سناروں سے کاروبار کرو اور مضارب نے کوفہ میں اہل کوفہ سے سوا سناروں سے کاروبار کرنا شروع کر دیا تو جائز ہے کیونکہ پہلے کا فائدہ قید بہ مکان ہے اور دوسرے کا فائدہ قید بہ قسم ہے اور عرف کے مطابق ان دونوں سے یہی سمجھا جاتا ہے جبکہ اس کے سوا کچھ مراد نہیں ہے۔

اور جب رب المال نے مضارب بت کیلئے کوئی وقت مقرر کیا ہے تو وہ وقت گزرنے کے بعد عقد باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ یہاں عقد مضارب بت توکیل ہے پس رب المال کے موقت کرنے کے سبب یہ موقت ہو جائے گا اور توقیت مفید یہ ہے کہ زمانے کے ساتھ مقید کرنا ہے اور یہی نوع اور جگہ کی قید کی طرح ہے۔

شرح

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب رب المال نے معین کر دیا تھا کہ فلاں شہر میں یا اس شہر سے مال خریدنا، مضارب نے اس کے خلاف کیا دوسرے شہر کو مال خریدنے کے لیے چلا گیا ضامن ہو گیا یعنی اگر مال ضائع ہوگا تاوان دینا پڑے گا اور جو کچھ خریدے گا وہ مضارب کا ہوگا مال مضارب بت نہیں ہوگا اور اگر وہاں سے کچھ خریدا نہیں بغیر خریدے واپس آ گیا تو مضارب بت عود کر آئی یعنی اب ضامن نہ رہا اور اگر کچھ خریدا کچھ روپیہ واپس لایا تو جو کچھ خریدا ہے اس میں ضامن ہے اور جو روپیہ واپس لایا ہے یہ مضارب بت پر ہو گیا۔ (بحر الرائق، کتاب مضاربہ، بیروت)

قرابت کے سبب مضارب کیلئے غلام نہ خریدنے کا بیان

قَالَ (وَ لَيْسَ لِلْمُضَارِبِ أَنْ يَشْتَرِيَ مَنْ يُعْتَقُ عَلَى رَبِّ الْمَالِ لِقَرَابَةٍ أَوْ غَيْرِهَا) لِأَنَّ الْعَقْدَ وَضِعَ لِتَحْصِيلِ الرَّبْحِ وَذَلِكَ بِالتَّصَرُّفِ مَرَّةً بَعْدَ أُخْرَى ، وَلَا يَتَحَقَّقُ فِيهِ لِعِتْقِهِ وَلِهَذَا لَا يَدْخُلُ فِي الْمُضَارَبَةِ شِرَاءُ مَا لَا يُمْلِكُ بِالْقَبْضِ كَشِرَاءِ الْخَمْرِ وَالشِّرَاءِ بِالْمَيْتَةِ بِخِلَافِ الْبَيْعِ الْفَاسِدِ لِأَنَّهُ يُمْكِنُهُ بَيْعُهُ بَعْدَ قَبْضِهِ فَيَتَحَقَّقُ الْمَقْصُودُ .

ترجمہ

اور مضارب کیلئے ایسے غلام کی خریداری کرنے کا حق نہ ہوگا جو قرابت یا کسی دوسرے سبب سے رب المال سے آزاد ہو جائے کیونکہ مضارب بت کا عقد نفع حاصل کرنے کیلئے بنایا گیا ہے اور نفع کا حصول ایک کے بعد دوسرے کئی تصرفات سے ثابت ہوگا جبکہ مذکورہ حالت میں خریدی گئی چیز میں ایک کے بعد دوبارہ تصرف ممکن نہ ہوگا کیونکہ ایک ہی مرتبہ تصرف کے سبب سے وہ آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ مضارب بت میں اس چیز کی خریداری داخل نہ ہوگی جو قبضہ کے سبب سے مملوک نہ ہوئی ہو جس طرح شراب و مردار کی خریداری ہے۔ بہ خلاف بیع فاسد کے کیونکہ اس پر قبضہ کرنے کے بعد اس کو بیچنا ممکن ہے کیونکہ مقصود ثابت ہو جائے گا۔

مال مضارب بت سے خریدی ہوئی باندی سے نکاح نہ ہونے کا بیان

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مال مضارب بت سے جو لونڈی، غلام خریدے گا اس کا نکاح نہیں کر سکتا ہے کہ یہ بات تجارت کی عادت سے نہیں۔ ایسے غلام کو نہیں خرید سکتا جو خریدنے سے رب المال کی جانب سے آزاد ہو جائے مثلاً رب المال کا ذی رحم محرم ہے کہ اگر اس کی ملک میں آ جائے گا آزاد ہو جائے گا یا رب المال نے کسی غلام کی نسبت کہا ہے کہ اگر میں اس کا مالک ہو جاؤں تو آزاد ہے کہ ان سب کی خریداری مقصد تجارت کے خلاف ہے اگر خریدے گا تو مضارب ان کا مالک ہوگا اور اس کو اپنے پاس سے ثمن دینا ہوگا اس المال سے ثمن نہیں دے سکتا بخلاف وکیل بالشراء کے کہ اگر قرینہ نہ، رتویہ ایسے غلاموں کو خرید سکتا ہے اور وہ مؤکل کی ملک ہوں گے اور آزاد ہو جائیں گے قرینہ کی صورت یہ ہے کہ مؤکل نے کہا ہے ایک غلام میرے لیے خریدو میں

اُسے بچوں گایا اُس سے خدمت لوں گایا کنیز خریدو جس کو فراش بناؤں گا۔ ان صورتوں میں وکیل بھی ایسے غلام و کنیز کو نہیں خرید سکتا جو موکل پر آزاد ہو جائیں۔ (بحر الرائق، کتاب مضاربہ، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر مال میں نفع ہو تو مضارب ایسے غلام کو بھی نہیں خرید سکتا جو خود اسکی جانب سے آزاد ہو جائے کیونکہ اس وقت بقدر اپنے حصہ کے خود مضارب بھی اوس کا مالک ہو جائے گا اور وہ آزاد ہو جائے گا، یہاں نفع کا صرف اتنا مطلب ہے کہ اس غلام کی واجبی قیمت راس المال سے زیادہ ہو مثلاً ایک ہزار میں خریدا ہے اور یہی راس المال تھا مگر یہ غلام ایسا ہے کہ بازار میں اس کے بارہ سو ملیں گے معلوم ہوا کہ دو سو کا نفع ہے جس میں ایک سو مضارب کے ہیں لہذا بارہ حصہ میں سے ایک حصہ کا مضارب مالک ہے اور یہ آزاد ہے پس اس صورت میں یہ غلام مضارب بت کا نہیں ہے بلکہ تنہا مضارب کا قرار پائے گا اور پورا آزاد ہو جائے گا۔ اور اگر نفع نہ ہو تو یہ غلام مضارب بت کا ہوگا اور آزاد نہیں ہوگا۔ (در مختار، کتاب مضاربہ، بیروت)

آزادی کا سبب بننے والا غلام مضارب کا ہوگا

قَالَ (وَلَوْ فَعَلَ صَارَ مُشْتَرِيًا لِنَفْسِهِ دُونَ الْمُضَارَبَةِ) لِأَنَّ الشَّرَاءَ مَتَى وَجَدَ نَفَادًا عَلَى الْمُشْتَرِي نَفَذَ عَلَيْهِ كَالْوَكِيلِ بِالشَّرَاءِ إِذَا خَالَفَ .

قَالَ (فَإِنْ كَانَ فِي الْمَالِ رِبْحٌ لَمْ يَجْزُ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَ مَنْ يُعْتَقُ عَلَيْهِ) لِأَنَّهُ يُعْتَقُ عَلَيْهِ نَصِيبُهُ وَيُفْسِدُ نَصِيبَ رَبِّ الْمَالِ أَوْ يُعْتَقُ عَلَى الْإِخْتِلَافِ الْمَعْرُوفِ فَيَمْتَنِعُ التَّصَرُّفُ فَلَا يَحْصُلُ الْمَقْصُودُ (وَإِنْ اشْتَرَاهُمْ ضَمِنَ مَالِ الْمُضَارَبَةِ) لِأَنَّهُ يَصِيرُ مُشْتَرِيًا الْعَبْدَ لِنَفْسِهِ فَيُضْمَنُ بِالنَّقْدِ مِنْ مَالِ الْمُضَارَبَةِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الْمَالِ رِبْحٌ جَازَ أَنْ يَشْتَرِيَهُمْ لِأَنَّهُ لَا مَانِعَ مِنَ التَّصَرُّفِ ، إِذْ لَا شَرِكَةَ لَهُ فِيهِ لِيُعْتَقَ عَلَيْهِ (فَإِنْ زَادَتْ قِيَمَتُهُمْ بَعْدَ الشَّرَاءِ عَتَقَ نَصِيبُهُ مِنْهُمْ) لِمَلِكِهِ بَعْضَ قَرِيبِهِ (وَلَمْ يَضْمَنْ لِرَبِّ الْمَالِ شَيْئًا) لِأَنَّهُ لَا صُنْعَ مِنْ جِهَتِهِ فِي زِيَادَةِ الْقِيَمَةِ وَلَا فِي مَلِكِهِ الزِّيَادَةَ ، لِأَنَّ هَذَا شَيْءٌ يُثَبَّتُ مِنْ طَرِيقِ الْحُكْمِ فَصَارَ كَمَا إِذَا وَرِثَهُ مَعَ غَيْرِهِ (وَيَسْعَى الْعَبْدُ فِي قِيَمَةِ نَصِيبِهِ مِنْهُ) لِأَنَّهُ أُحْتَسِبَتْ مَالِيَّتُهُ عِنْدَهُ فَيَسْعَى فِيهِ كَمَا فِي الْوَرِثَةِ .

ترجمہ

اور جب مضارب نے کوئی اس طرح کا غلام خریدا ہے جو رب المال پر آزاد ہوتا ہے تو مضارب اس کو اپنے لئے خریدنے والا بن جائے گا کیونکہ جب خریدی ہوئی چیز کو مشتری کے حق میں نافذ کرنا ممکن ہے تو وہ اس پر نافذ کر دی جائے گی جس طرح وکیل بہ ثراء

جب مؤکل کے حکم کی مخالفت کرتا ہے تو ثراء کا نافذ ہونا اسی پر ہی ہوتا ہے۔

اور جب مال میں کچھ نفع ملا ہے تو مضارب کیلئے کسی ایسے آدمی کو خریدنا جائز نہیں ہے جو اس پر آزاد ہو جائے کیونکہ اس طرح کرنے سے مضارب کا حصہ اس پر آزاد ہو جائے گا جبکہ رب المال کا حصہ یا تو فاسد ہو جائے گا یا پھر وہ بھی آزاد ہو جائے گا اور یہ اتنی اختلاف کے مطابق ہے جو مشہور ہے پس تصرف منع ہوگا اور مقصود حاصل نہ ہوگا۔

اور جب مضارب نے مضاربت کے مال سے ایسے دو غلاموں کو خریدا ہے تو وہ مضاربت کے مال کا ضامن ہوگا کیونکہ وہ غلام خریدنے والا ہے پس وہ مضاربت کے مال کا ضامن بن جائے گا۔

اور جب مال مضاربت میں فائدہ نہ ہو تو مضارب کیلئے جو اس پر آزاد کیا گیا ہے اس کو خریدنا جائز ہے کیونکہ اب تصرف سے کوئی چیز روکنے والی نہیں ہے کیونکہ اب مضاربت کے مال میں شرکت نہیں ہے کہ مشتری غلام اس پر آزاد کیا جائے۔

اور پھر جب خریدنے کے بعد ان غلاموں کی بڑھ جائے تو ان میں سے مضارب کا حصہ آزاد ہو جائے گا کیونکہ وہ اپنے ذورحم محرم کے حصے کا مالک بن گیا ہے جبکہ مضارب رب المال کیلئے ضامن نہ ہوگا کیونکہ قیمت بڑھنے میں مضارب کا کوئی عمل دخل نہ رہا ہے اور نہ ہی اس کی ملکیت میں اضافہ ہوا ہے۔ کیونکہ یہ چیز عقد کے حکم سے ثابت ہوئی ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح دوسرے کے ساتھ مضارب اپنے کسی قریبی کا وارث بنا ہے۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مال میں نفع نہیں تھا اور مضارب نے ایسا غلام خریدا کہ اگر مضارب اس کا مالک ہو جائے تو وہ آزاد ہو جائے اس کی خریداری از جانب مضاربت صحیح ہوگئی مگر خریدنے کے بعد بازار کا نرخ تیز ہو گیا اب اس میں نفع ظاہر ہو گیا یعنی جب خریدا تھا اس وقت ہزار ہی کا تھا اور ہزار میں خریدا مگر اب اس کی قیمت بارہ سو ہوگئی تو مضارب کا حصہ آزاد ہو گیا مگر مضارب کو تاوان نہیں دینا ہوگا اس لیے کہ اس نے قصداً مالک کو نقصان نہیں پہنچایا ہے بلکہ غلام سے سچی کرا کر رب المال کا حصہ پورا کرایا جائے گا۔ اور اگر شریک نے ایسا غلام خریدا ہوتا جو دوسرے شریک کی طرف سے آزاد ہوتا ہے تو اس نے غلام کو نابالغ کے لیے ایسا غلام خریدا ہوتا جو نابالغ کی طرف سے آزاد ہوتا تو یہ غلام اسی خریدنے والے کا قرار پاتا ہے کیونکہ اس سے اس کو تعلق نہ ہوتا۔ (در مختار، کتاب مضاربہ، بیروت)

مضارب کیلئے نصف کی شرط پر ایک ہزار درہم ہونے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ مَعَ الْمُضَارِبِ أَلْفٌ بِالنِّصْفِ فَاشْتَرَى بِهَا جَارِيَةً قِيمَتُهَا أَلْفٌ فَوَطَّئَهَا فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ يُسَاوِي أَلْفًا فَادَّعَاهُ ثُمَّ بَلَغَتْ قِيمَةَ الْغُلَامِ أَلْفًا وَخَمْسِمِائَةٍ وَالْمُدَّعِي مُوسِرٌ ، فَإِنْ شَاءَ رَبُّ الْمَالِ اسْتَسْعَى الْغُلَامَ فِي أَلْفٍ وَمِائَتَيْنِ وَخَمْسِينَ ، وَإِنْ شَاءَ

أَعْتَقَ) وَوَجْهُ ذَلِكَ أَنَّ الدَّعْوَةَ صَحِيحَةٌ فِي الظَّاهِرِ حَمَلًا عَلَى فِرَاشِ النِّكَاحِ ، لِكِنَّهُ لَمْ يَنْفُذْ لِفَقْدِ شَرْطِهِ وَهُوَ الْمِلْكُ لِعَدَمِ ظُهُورِ الرَّبْحِ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا : أَعْنَى الْأُمِّ وَالْوَالِدِ مُسْتَحَقُّ بِرَأْسِ الْمَالِ ، كَمَا لِمُضَارَبَةِ إِذَا صَارَ أَعْيَانًا كُلُّ عَيْنٍ مِنْهَا يُسَاوِي رَأْسَ الْمَالِ لَا يَظْهَرُ الرَّبْحُ كَذَا هَذَا ، فَإِذَا زَادَتْ قِيَمَةُ الْغُلَامِ الْآنَ ظَهَرَ الرَّبْحُ فَنفذت الدَّعْوَةُ السَّابِقَةُ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا أَعْتَقَ الْوَالِدُ ثُمَّ ازْدَادَتْ الْقِيَمَةُ .

لِأَنَّ ذَلِكَ إِنْشَاءُ الْعِتْقِ ، فَإِذَا بَطَلَ لِعَدَمِ الْمِلْكِ لَا يَنْفُذُ بَعْدَ ذَلِكَ بِحُدُوثِ الْمِلْكِ ، أَمَّا هَذَا فِإِخْبَارٌ فَجَازَ أَنْ يَنْفُذَ عِنْدَ حُدُوثِ الْمِلْكِ كَمَا إِذَا أَقْرَبَ بِحُرِّيَّةِ عَبْدٍ غَيْرِهِ ثُمَّ اشْتَرَاهُ ، وَإِذَا صَحَّتْ الدَّعْوَةُ وَثَبَتَ النَّسَبُ عَتَقَ الْوَالِدُ لِقِيَامِ مِلْكِهِ فِي بَعْضِهِ ، وَلَا يَضْمَنُ لِرَبِّ الْمَالِ شَيْئًا مِنْ قِيَمَةِ الْوَالِدِ لِأَنَّ عِتْقَهُ ثَبَتَ بِالنَّسَبِ وَالْمِلْكِ وَالْمِلْكُ آخِرُهُمَا فَيُضَافُ إِلَيْهِ وَلَا صُنْعَ لَهُ فِيهِ ، وَهَذَا ضَمَانُ إِعْتَاقٍ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّعْدَى وَلَمْ يُوجَدُ .

ترجمہ

اور جب مضارب کے پاس نصف نفع کی شرط پر ایک ہزار درہم ہوں اور اس نے ان ایک ہزار درہم کے بدلے میں ایک ایسی باندی کو خرید لیا جس کی قیمت ایک ہزار درہم ہے اور اس نے اس باندی سے جماع کر لیا اس کے بعد اس باندی نے ایک بچے کو جنم دیا جس کی قیمت ایک ہزار ہے اور مضارب نے اس کا دعویٰ کر دیا ہے اس کے لڑکے کی قیمت بڑھ کر ڈیڑھ ہزار درہم ہو چکی ہے اور مضارب مدنی مالدار ہے تو اب اگر رب المال چاہے تو غلام سے ڈیڑھ سو درہم میں محنت کرائے اور اگر وہ چاہے تو اس کو آزاد کر دے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جماع کو فراش نکاح پر محمول کرتے ہوئے ظاہری طور پر اس دعویٰ کو درست قرار دیا جائے گا۔

مگر آزادی کے حق میں یہ دعویٰ ظاہر نہ ہوگا کیونکہ آزادی کی شرط یعنی ملکیت ہے ہی نہیں۔ اس لئے نفع ظاہر نہ ہوا ہے کیونکہ ماں اور ام ولد میں سے ہر ایک رأس المال سے حقدار بنا ہے جس طرح مضاربت کے مال جس وقت عین بن جائے اور ہر عین رأس المال کے برابر تو نفع ظاہر نہ ہوگا اسی طرح یہاں بھی نفع ظاہر نہ ہوگا اور جب اس وقت غلام کی قیمت بڑھ جائے تو نفع ظاہر ہوگا اور گذشتہ دعویٰ نافذ ہو جائے گا بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مضارب نے لڑکے کو آزاد کر دیا ہے اس کے بعد قیمت بڑھ گئی ہے اس لئے کہ یہی آزادی کا انشاء ہوا ہے۔

اور جب ملکیت نہ ہونے کے سبب سے ایک بار انشاء باطل ہو گیا ہے تو اس کے بعد حدوث ملکیت سے آزادی نافذ نہ ہوگی۔ جبکہ محض دعویٰ تو وہ خبر ہے لہذا حدوث ملکیت کے وقت اس کا نفاذ ہو جائے گا جس طرح کسی نے دوسرے کے غلام کی آزادی کا

اقرار کیا ہے اس کے بعد اس کو خرید لیا ہے۔ اور اس کے بعد جب دعویٰ درست ہو گیا ہے تو نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ بیٹے کے بعض حصہ میں مضارب کی ملکیت ثابت ہے۔ اور یہ مضارب رب المال کیلئے لڑکے کی قیمت میں سے کسی چیز کا ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس کی آزادی نسب اور ملکیت دونوں سے ثابت ہوئی ہے جبکہ ملکیت آخر میں بھی موجود ہے کیونکہ حکم اس کی جانب منسوب کیا گیا ہے اور اس میں مضارب کا کوئی عمل دخل تک نہیں ہے اور یہ ضمان آزادی ہے کیونکہ تعدی لازم ہے۔ حالانکہ تعدی تو موجود بھی نہیں ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب نفع دونوں کے مابین شائع ہو یعنی مثلاً نصف نصف یا دو تہائی ایک تہائی یا تین چوتھائی ایک چوتھائی، نفع میں اس طرح حصہ معین نہ کیا جائے جس میں شرکت قطع ہو جانے کا احتمال ہو مثلاً یہ کہہ دیا کہ میں سو۰۰ روپیہ نفع لوں گا اس میں ہو سکتا ہے کہ کل نفع سو ہی ہو یا اس سے بھی کم تو دوسرے کی نفع میں کیوں کر شرکت ہوگی یا کہہ دیا کہ نصف نفع لوں گا اور اس کے ساتھ دس۰ روپیہ اور لوں گا اس میں بھی ہو سکتا ہے کہ کل نفع دس۰ ہی روپے ہو تو دوسرا شخص کیا پائے گا۔

رب المال کیلئے غلام سے کمائی کروانے کا بیان

(وَلَهُ أَنْ يَسْتَسْعِيَ الْغُلَامَ) لِأَنَّهُ أُحْتَبِسَتْ مَالِيَّتُهُ عِنْدَهُ ، وَلَهُ أَنْ يَعْتَقَ لِأَنَّ الْمُسْتَسْعَى كَالْمُكَاتَبِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَيَسْتَسْعِيهِ فِي أَلْفٍ وَمِائَتَيْنِ وَخَمْسِينَ ، لِأَنَّ الْأَلْفَ مُسْتَحَقٌّ بِرَأْسِ الْمَالِ وَالْخَمْسِمِائَةَ رِبْحٌ وَالرِّبْحَ بَيْنَهُمَا فَلِهَذَا يَسْعَى لَهُ فِي هَذَا الْمِقْدَارِ .

ثُمَّ إِذَا قَبِضَ رَبُّ الْمَالِ الْأَلْفَ لَهُ أَنْ يُضْمَنَ الْمُدْعَى نِصْفَ قِيَمَةِ الْأَمِّ لِأَنَّ الْأَلْفَ الْمَأْخُودَ لَمَّا أُسْتَحَقَّ بِرَأْسِ الْمَالِ لِكَوْنِهِ مُقَدَّمًا فِي الْإِسْتِيفَاءِ ظَهَرَ أَنَّ الْجَارِيَةَ كَأَنَّهَا رِبْحٌ فَيَكُونُ بَيْنَهُمَا ، وَقَدْ تَقَدَّمَتْ دَعْوَةُ صَاحِبَةِ لِاحْتِمَالِ الْفِرَاشِ الثَّابِتِ بِالنِّكَاحِ وَتَوَقَّفَ نَفَاذُهَا لِفَقْدِ الْمَلِكِ ، فَإِذَا ظَهَرَ الْمَلِكُ نَفَذَتْ تِلْكَ الدَّعْوَةُ وَصَارَتْ الْجَارِيَةُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ وَيُضْمَنُ نَصِيبَ رَبِّ الْمَالِ لِأَنَّ هَذَا ضَمَانُ تَمَلُّكٍ وَضَمَانُ التَّمَلُّكِ لَا يَسْتَدْعِي صُنْعًا كَمَا إِذَا اسْتَوْلَدَ جَارِيَةً بِالنِّكَاحِ ثُمَّ مَلَكَهَا هُوَ وَغَيْرُهُ وَرِاثَةٌ يَضْمَنُ نَصِيبَ شَرِيكِهِ كَذَا هَذَا : بِخِلَافِ ضَمَانِ الْوَلَدِ عَلَى مَا مَرَّ .

ترجمہ

اور رب المال کیلئے غلام سے کمائی کروانے کا حق موجود ہے کیونکہ اس کی مالیت اسی غلام کے پاس مقید ہے اور رب المال کو یہ بھی حق حاصل ہوگا۔ وہ اس غلام کو آزاد کر دے جس طرح مکاتب میں ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک حکم یہی ہے اور جب وہ کمائی کر دئے گا تو وہ ساڑھے بارہ سو درہم میں کمائی کروائے گا۔ کیونکہ ایک ہزار تو اس المال سے بطور حق بنا ہے اور پانچ سو درہم نفع ہیں اور نفع مضارب اور رب المال میں مشترک ہے۔ کیونکہ ۲۵۰ درہم کی مقدار میں وہ غلام رب المال کیلئے کمائی کرے گا اس کے جب رب المال ایک ہزار پر قبضہ کر لے گا تو اس کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ مضارب کو ام کی نصف قیمت کا ضامن بنا دے کیونکہ وصول کیے گئے جب ہزار درہم اس المال سے حق بنے ہیں تو ان کو وصول کرنا مقدم ہوا ہے تو یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ پوری باندی نفع تھی کیونکہ وہ بھی ان کے درمیان مشترک ہوئی ہے۔

البتہ اس سے پہلے مضارب کی جانب سے دعویٰ درست ثابت ہو چکا ہے کیونکہ ممکن ہے نکاح کے سبب مذکورہ باندی میں اس کا فراش ثابت ہو چکا ہو البتہ ملک کے نہ ہونے کے سبب اس دعویٰ کا نفاذ موقوف تھا۔ اور جب ملکیت ظاہر ہو چکی ہے تو وہی سابقہ دعویٰ نافذ ہو جائے گا۔ کیونکہ ملکیت کا ہونا یہ فعل کا تقاضہ کرنے والا نہیں ہے جس طرح کسی شخص نے نکاح کر کے باندی کو ام ولد بنا لیا اس کے بعد پیدا ہونے والے اور ایک دوسرا شخص وراثت میں اس باندی کے مالک بن گئے تو یہ مستولد اپنے شریک کے حصے کا ضامن ہو گا اسی طرح یہاں بھی مضارب رب المال کے حصے کا ضامن ہوگا بہ خلاف ضمان ولد کے جس طرح کہ اس کا بیان گزر گیا ہے۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مال میں نفع نہیں تھا اور مضارب نے ایسا غلام خریدا کہ اگر مضارب اس کا مالک ہو جائے تو وہ آزاد ہو جائے اس کی خریداری از جانب مضارب تھی مگر خریدنے کے بعد بازار کا نرخ تیز ہو گیا اب اس میں نفع ظاہر ہو گیا یعنی جب خریدا تھا اس وقت ہزار ہی کا تھا اور ہزار میں خریدا مگر اب اس کی قیمت بارہ سو ہو گئی تو مضارب کا حصہ آزاد ہو گیا مگر مضارب کو تاوان نہیں دینا ہوگا اس لیے کہ اس نے قصداً مالک کو نقصان نہیں پہنچایا ہے بلکہ غلام سے کمائی کرا کر رب المال کا حصہ پورا کرایا جائے گا۔ اور اگر شریک نے ایسا غلام خریدا ہوتا جو دوسرے شریک کی طرف سے آزاد ہوتا یا باپ یا وصی نے نابالغ کے لیے ایسا غلام خریدا ہوتا جو نابالغ کی طرف سے آزاد ہوتا تو یہ غلام اسی خریدنے والے کا قرار پاتا شریک یا نابالغ سے اس کو تعلق نہ ہوتا۔ (در مختار، کتاب مضاربہ، بیروت)

بَابُ الْمُضَارِبِ يُضَارِبُ

﴿یہ باب مضارب کا مضارب بنانے کے بیان میں ہے﴾

باب مضارب یضارب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرقتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مضارب کی مضاربت یہ مرکب ہے جبکہ اس سے قبل مضاربت سے متعلق احکام مفردہ کو بیان کیا ہے۔ مفرد و مرکب میں تقدم و تاخر کا قانون وضعی عموم کے تمام اہل علم کے نظر کے موافق موجود ہے جس پر کسی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۱۲، ص ۱۵۸، بیروت)

مضارب کا مال مضاربت دوسرے کو دینے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا دَفَعَ الْمُضَارِبُ الْمَالَ إِلَىٰ غَيْرِهِ مُضَارِبَةً وَلَمْ يَأْذَنْ لَهُ رَبُّ الْمَالِ لَمْ يَضْمَنْ بِالذَّفْعِ وَلَا يَتَصَرَّفُ الْمُضَارِبُ الثَّانِي حَتَّىٰ يَرْبَحَ ، فَإِذَا رَبِحَ الضَّمِنَ الْأَوَّلَ لِرَبِّ الْمَالِ) وَهَذَا رِوَايَةُ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ : إِذَا عَمِلَ بِهِ ضَمِنَ رِبْحَ أَوْ لَمْ يَرْبِحْ ، وَهَذَا ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ . وَقَالَ زُفَرٌ رَحِمَهُ اللَّهُ : يَضْمَنُ بِالذَّفْعِ عَمَلٌ أَوْ لَمْ يَعْمَلْ ، وَهُوَ رِوَايَةُ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّ الْمَمْلُوكَ لَهُ الذَّفْعُ عَلَىٰ وَجْهِ الْإِيْدَاعِ ، وَهَذَا الذَّفْعُ عَلَىٰ وَجْهِ الْمُضَارِبَةِ . وَلَهُمَا أَنَّ الذَّفْعَ إِيدَاعٌ حَقِيقَةٌ ، وَإِنَّمَا يَتَقَرَّرُ كَوْنُهُ لِلْمُضَارِبَةِ بِالْعَمَلِ فَكَانَ الْحَالُ مُرَاعَى قَبْلَهُ .

وَلَأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ الذَّفْعَ قَبْلَ الْعَمَلِ إِيدَاعٌ وَبَعْدَهُ إِبْضَاعٌ ، وَالْفِعْلَانِ يَمْلِكُهُمَا الْمُضَارِبُ فَلَا يَضْمَنُ بِهِمَا ، إِلَّا أَنَّهُ إِذَا رَبِحَ فَقَدْ اثْبَتَ لَهُ شَرِكَةَ فِي الْمَالِ فَيَضْمَنُ كَمَا لَوْ خَلَطَهُ بِغَيْرِهِ ، وَهَذَا إِذَا كَانَتِ الْمُضَارِبَةُ صَحِيحَةً ، فَإِنْ كَانَتْ فَاسِدَةً لَا يَضْمَنُ الْأَوَّلُ ، وَإِنْ عَمِلَ الثَّانِي لِأَنَّهُ أَجِيرٌ فِيهِ وَلَهُ أَجْرٌ مِثْلِهِ فَلَا تَثْبُتُ الشَّرِكَةُ بِهِ . ثُمَّ ذَكَرَ فِي الْكِتَابِ يَضْمَنُ الْأَوَّلُ وَلَمْ يَذْكُرِ الثَّانِي .

وَقِيلَ يَنْبَغِي أَنْ لَا يَضْمَنَ الثَّانِي عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَعِنْدَهُمَا يَضْمَنُ بِنَاءً عَلَىٰ

اِخْتِلَافِهِمْ فِي مُودِعِ الْمُودِعِ .

وَقِيلَ رَبُّ الْمَالِ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الْأَوَّلَ وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الثَّانِي بِالْإِجْمَاعِ وَهُوَ الْمَشْهُورُ ، وَهَذَا عِنْدَهُمَا ظَاهِرٌ وَكَذَا عِنْدَهُ ، وَوَجْهُ الْفَرْقِ لَهُ بَيْنَ هَذِهِ وَبَيْنَ مُودِعِ الْمُودِعِ أَنَّ الْمُودِعَ الثَّانِي يَقْبِضُهُ لِمَنْفَعَةِ الْأَوَّلِ فَلَا يَكُونُ ضَامِنًا ، أَمَّا الْمُضَارِبُ الثَّانِي يَعْمَلُ فِيهِ لِنَفْعِ نَفْسِهِ فَجَازَ أَنْ يَكُونَ ضَامِنًا .

ثُمَّ إِنْ ضَمَّنَ الْأَوَّلُ صَحَّحَ الْمُضَارَبَةَ بَيْنَ الْأَوَّلِ وَبَيْنَ الثَّانِي وَكَانَ الرَّبْحُ بَيْنَهُمَا عَلَى مَا شَرَطًا لِأَنَّهُ ظَهَرَ أَنَّهُ مَلَكَهُ بِالضَّمَانِ مِنْ حِينِ خَالَفَ بِالذَّفْعِ إِلَى غَيْرِهِ لَا عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي رَضِيَ بِهِ فَصَارَ كَمَا إِذَا دَفَعَ مَالَ نَفْسِهِ ، وَإِنْ ضَمَّنَ الثَّانِي رَجَعَ عَلَى الْأَوَّلِ بِالْعَقْدِ لِأَنَّهُ عَامِلٌ لَهُ كَمَا فِي الْمُودِعِ وَلِأَنَّهُ مَعْرُورٌ مِنْ جِهَتِهِ فِي ضَمْنِ الْعَقْدِ .

وَتَصِحُّ الْمُضَارَبَةُ وَالرَّبْحُ بَيْنَهُمَا عَلَى مَا شَرَطًا لِأَنَّ قَرَارَ الضَّمَانِ عَلَى الْأَوَّلِ فَكَانَتْ ضَمِنَهُ ابْتِدَاءً ، وَيَطِيبُ الرَّبْحُ لِلثَّانِي وَلَا يَطِيبُ لِلْأَعْلَى لِأَنَّ الْأَسْفَلَ يَسْتَحِقُّهُ بِعَمَلِهِ وَلَا خُبْتُ فِي الْعَمَلِ ، وَالْأَعْلَى يَسْتَحِقُّهُ بِمِلْكِهِ الْمُسْتَنْدِ بِأَدَاءِ الضَّمَانِ وَلَا يُعْرَى عَنْ نَوْعِ خُبْتٍ .

ترجمہ

اور جب مضارب نے مضاربت کا مال کسی دوسرے شخص کو مضاربت کرنے کیلئے دیا ہے جبکہ رب المال نے اس کا اجازت بھی نہ دی تھی تو صرف دینے اور مضارب ثانی کے تصرف سے مضارب اول رب المال کیلئے کسی چیز میں ضامن نہ ہوگا یہاں تک کہ جب مضارب ثانی نفع مل گیا ہے جب اس کو نفع حاصل ہوا ہے مضارب اول رب المال کیلئے ضامن بن جائے گا۔

حضرت امام حسن بن زیاد علیہ الرحمہ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے یہی روایت کیا ہے۔ جبکہ صاحبین نے کہا کہ مضارب ثانی کے کام کرنے کے سبب مضارب اول ضامن ہو جائے گا خواہ دوسرے کو نفع حاصل ہو جائے یا نہ ہو یہی ظاہر الروایات ہے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دینے سے مضارب اول ضامن بن جائے گا اگرچہ دوسرا اس میں کوئی عمل کرے یا نہ کرے۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی یہی روایت کیا گیا ہے۔ کیونکہ مضارب کو صرف امانت کے طور پر دینے کا اختیار ہے اور جب یہ مضاربت کے طور پر دے دیتا ہے تو وہ ضامن ہوگا،

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ دینا یہ اصل میں دوسرے کے قبضہ میں امانت رکھنا ہے۔ جبکہ کام شروع کرنے کے سبب یہ

مضاربت کو دور کرنے کیلئے ہوگا پس اس سے پہلے والی حالت حفاظت کا حال ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ کام شروع کرنے سے پہلے دینا یہ ایداع ہے اور عمل کے بعد یہ ابضاع ہے۔ جبکہ مضارب اول یہ ایداع اور ابضاع دونوں کا مالک ہے پس انہی دونوں کے اسباب کے پیش نظر اس پر ضمان نہ ہوگا ہاں البتہ جب اس کو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو مال میں دوسرے کی شرکت ثابت ہو جائے گی لہذا وہ ضامن ہوگا۔

جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب پہلا مضارب بت کے مال کو دوسرے کے مال کے ساتھ ملا دے تو وہ ضامن ہوتا ہے اور یہ حکم اس وقت ہوگا جب مضارب بت درست ہو اور جب مضارب فاسد ہو تو اب مضارب اول ضامن نہ ہوگا۔ خواہ دوسرے مضارب نے کام ہی کیوں نہ شروع کر دیا ہو۔ کیونکہ اب دوسرا اس میں اجرت لینے والا ہے اور اس کو اجرت مثلی ملے گی لہذا مال میں اس کی شرکت ثابت نہ ہوگی۔

اس کے بعد قدوری میں مضارب اول کے ضامن ہونے کو ذکر کیا گیا ہے جس میں دوسرے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک دوسرے کو ضامن نہ ہونا چاہے جبکہ صاحبین کے نزدیک دوسرے کو ضامن بننا چاہے۔ اور یہ اختلاف مودع المودع کے اختلاف پر مبنی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ رب المال کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو دوسرے سے ضمان لے اور وہ چاہے تو پہلے سے ضمان لے۔ یہ حکم بہ اتفاق ہے اور مشہور مذہب بھی یہی ہے۔ کیونکہ یہ صاحبین کے نزدیک ظاہر اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی ظاہر ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس مسئلہ میں اور مودع المودع کے مسئلہ میں فرق حسب ذیل ہے۔ کہ دوسرا مودع ثانی پہلے مودع کی منفعت پر مال پر قبضہ کرنے والا ہے لہذا وہ ضامن نہ ہوگا مگر جب مضارب ثانی اس میں اپنے لئے کام کرتا ہے پس وہ ضامن ہو جائے گا۔

اس کے بعد جب رب المال مضارب اول کو ضامن بناتا ہے تب بھی اول و ثانی دونوں کے درمیان مضارب بت درست ہوگی اور اس کا نفع ان کے درمیان انہی شرائط کے مطابق مشترک ہوگا۔ اس لئے کہ جب یہ واضح ہو چکا ہے کہ جس وقت اس نے رب المال کی مخالفت کرتے ہوئے دوسرے کو مال دیا ہے تو وہ اسی وقت مال مضارب کا مالک بن جائے گا تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح اس نے اپنا مال مضارب بت کیلئے دے دیا ہے۔

اور جب رب المال نے مضارب ثانی کو ضامن بنا دیا ہے تو مضارب ثانی عقد کے سبب پہلے سے رجوع کرے گا۔ کیونکہ دوسرا مضارب پہلے کیلئے کام کرنے والا ہے۔ جس طرح مودع میں ہے کیونکہ دوسرا مضارب عقد میں پہلے کی جانب سے دھوکے میں چلا گیا ہے۔ ہاں البتہ مضارب بت درست ہوگی۔ اور انہی شرائط کے مطابق ان میں نفع تقسیم کیا جائے گا کیونکہ ضمان کا اقرار حقیقت میں پہلے مضارب پر ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا گویا رب المال نے ابتدائی طور پر ہی اس کو ضامن بنایا ہے اور دوسرے مضارب کیلئے نفع لینا حلال ہوگا جبکہ مضارب اول کیلئے نفع مناسب نہ ہوگا کیونکہ مضارب ثانی اپنی محنت کے سبب نفع کا حقدار بنا ہے جبکہ پہلا

مضارب ملکیت کے سبب نفع میں حقدار بنتا ہے جو ادائے ضمان کی جانب منسوب ہے۔ لہذا یہ تھوڑی بہتی خباثت سے خالی نہیں ہے۔
(کیونکہ ضمان کا بوجھ پہلے نے خود ہی رب المال سے لیکر اٹھایا ہوا ہے)

مضارب ثانی کے کام کا ضامن نہ ہونے کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مضارب نے بلا اجازت رب المال دوسرے شخص کو بطور مضارب مال دیدیا، محض دینے سے مضارب ضامن نہیں ہوگا جب تک دوسرا شخص کام کرنا شروع نہ کر دے اور دوسرے نے کام کرنا شروع کر دیا تو مضارب اول ضامن ہو گیا ہاں اگر دوسری مضاربت (جو مضارب نے کی ہے) فاسد ہو تو باوجود مضارب ثانی کے عمل کرنے کے بھی مضارب اول ضامن نہیں ہے اگرچہ اُس دوسرے نے جو کچھ کام کیا ہے اُس میں نفع ہو بلکہ اس صورت مضاربت فاسدہ میں مضارب ثانی کو اجرت مثل ملے گی جو مضارب دے گا اور رب المال نے جو نفع مضارب اول سے ٹھہرایا ہے وہ لے گا۔ صورت مذکورہ میں مضارب ثانی کے پاس سے عمل کرنے کے پہلے مال ضائع ہو گیا تو ضمان کسی پر نہیں، نہ مضارب اول پر، نہ مضارب ثانی پر اور اگر مضارب ثانی سے کسی نے مال غصب کر لیا جب بھی ان دونوں پر ضمان نہیں بلکہ غاصب سے تاوان لیا جائے گا اور اگر مضارب ثانی نے خود ہلاک کر دیا یا کسی کو ہبہ کر دیا تو خاص اس ثانی سے ضمان لیا جائے گا۔ (درمختار، کتاب مضاربہ، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر مضارب ثانی نے کام شروع کر دیا تو رب المال کو اختیار ہے جس سے چاہے اس المال کا ضمان لے اول سے یا ثانی سے، اگر اول سے ضمان لیا تو ان دونوں کے مابین جو مضاربت ہوئی ہے وہ صحیح ہو جائے گی اور نفع دونوں کے لیے حلال ہوگا اور اگر دوسرے سے ضمان لیا تو وہ اول سے واپس لے گا اور مضاربت دونوں کے مابین صحیح ہو جائے گی مگر نفع پہلے کے لیے حلال نہیں ہے دوسرے کے لیے حلال ہے۔ اور اگر مضارب ثانی نے کسی تیسرے کو مضاربت کے طور پر مال دیدیا اور مضارب اول نے ثانی سے کہہ دیا تھا کہ تم اپنی رائے سے کام کرو تو رب المال کو اختیار ہے، ان تینوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے اگر اُس نے تیسرے سے لیا تو یہ دوسرے سے لے گا اور دوسرا پہلے سے اور پہلا کسی سے نہیں۔ (بحر الرائق، کتاب مضاربہ، بیروت، فتاویٰ شامی، کتاب مضاربہ، بیروت)

امام احمد رضا ربیلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ میں کہتا ہوں میں نے اس کے لئے ایک ضابطہ بنایا ہے وہ یہ کہ اگر خلط اس مال میں کیا جس میں یہ اجازت تھی اگرچہ عرفاً ہو یا خاص طور پر اس مال میں ہی نفع ہو یا مضاربت کے دونوں مالوں میں کوئی نفع نہ ہو تو ضامن نہ ہوگا ورنہ ضامن ہوگا، ضابطہ مکمل ہو اور نہ ضامن ہوگا کا مطلب یہ ہے کہ خلط ایسے مال میں کیا جس میں یہ اجازت نہ تھی اور نہ ہی اس مال سے مختص نفع تھا اور نہ ہی دونوں مالوں کو شامل نفع ہو بلکہ یوں ہو کہ دوسرے مال سے مختص نفع ہو یا دونوں کو شامل نفع ہو تو ضامن ہوگا، اور اگر دونوں مال پہلی وجہ والے یعنی عدم ضمان والی صورت پر تھے تو دونوں کا کوئی ضمان نہیں یا دونوں دوسری وجہ پر تھے تو دونوں کا ضامن ہوگا، یا ایک مال پہلی وجہ پر اور دوسرا دوسری وجہ پر تھا تو پہلے میں ضامن نہ ہوگا، دوسرے میں ضامن ہوگا، یہ تمام صورتیں زید کے دونوں مالوں کو آپس میں خلط کرنے میں ہیں تو مضارب کے اپنے ذاتی مال کو اس میں خلط کرنے سے کیونکر نہ

ہوں، بحر میں ہے مضارب کو جائز نہیں کہ مضاربتہ کے مال کو اپنے مال یا غیر کے مال سے خلط کرے الا یہ کہ اس کو "جو چاہے کر" کہہ کر عام اجازت دی گئی ہو، اور تین ورق کے بعد فرمایا کہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ رب المال نے اسے کہہ کر رکھا ہے کہ "جو چاہے کر" تو وہ خلط کا مالک ہوگا بخلاف جب یہ نہ کہا تو پھر خلط سے شریک نہ بنے گا بلکہ غاصب کی طرح ضامن ہوگا،

(بحر الرائق، کتاب المضاربتہ، بیروت، فتاویٰ رضویہ، کتاب مضاربتہ، رضافاؤنڈیشن لاہور)

نصف پر مضارب کو مال دینے کا بیان

قَالَ (فَإِذَا دَفَعَ رَبُّ الْمَالِ مُضَارَبَةً بِالنِّصْفِ وَأَذِنَ لَهُ بِأَنْ يَدْفَعَهُ إِلَىٰ غَيْرِهِ فَدَفَعَهُ
بِالثُّلُثِ وَقَدْ تَصَرَّفَ الثَّانِي وَرَبِحَ ، فَإِنْ كَانَ رَبُّ الْمَالِ قَالَ لَهُ عَلَىٰ أَنْ مَا رَزَقَ اللَّهُ فَهُوَ
بَيْنَنَا نِصْفَانِ فَلِرَبِّ الْمَالِ النِّصْفُ وَلِلْمُضَارِبِ الثَّانِي الثُّلُثُ وَلِلْمُضَارِبِ الْأَوَّلِ
السُّدُسُ) لِأَنَّ الدَّفْعَ إِلَى الثَّانِي مُضَارَبَةٌ قَدْ صَحَّ لَوْ جُودَ الْأَمْرُ بِهِ مِنْ جِهَةِ الْمَالِكِ
وَرَبُّ الْمَالِ شَرَطَ لِنَفْسِهِ نِصْفَ جَمِيعِ مَا رَزَقَ اللَّهُ تَعَالَى فَلَمْ يَبْقَ لِلأَوَّلِ إِلَّا النِّصْفُ
فِيَتَصَرَّفُ تَصَرُّفَهُ إِلَى نَصِيبِهِ وَقَدْ جَعَلَ مِنْ ذَلِكَ بِقَدْرِ ثُلُثِ الْجَمِيعِ لِلثَّانِي فَيَكُونُ لَهُ
فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا السُّدُسُ ، وَيَطِيبُ لَهُمَا ذَلِكَ لِأَنَّ فِعْلَ الثَّانِي وَاقِعٌ لِلأَوَّلِ كَمَنْ أُسْتُوجِرَ
عَلَى خِيَاطَةِ ثَوْبٍ بِدِرْهَمٍ وَاسْتَأْجَرَ غَيْرَهُ عَلَيْهِ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ (وَإِنْ كَانَ قَالَ لَهُ عَلَىٰ أَنْ
مَا رَزَقَكَ اللَّهُ فَهُوَ بَيْنَنَا نِصْفَانِ فَلِلْمُضَارِبِ الثَّانِي الثُّلُثُ وَالْبَاقِي بَيْنَ الْمُضَارِبِ الْأَوَّلِ
وَرَبِّ الْمَالِ نِصْفَانِ) لِأَنَّهُ فَوَّضَ إِلَيْهِ التَّصَرُّفَ وَجَعَلَ لِنَفْسِهِ نِصْفَ مَا رَزَقَ الْأَوَّلُ
وَقَدْ رَزَقَ الثُّلُثَيْنِ فَيَكُونُ بَيْنَهُمَا ، بِخِلَافِ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ جَعَلَ لِنَفْسِهِ نِصْفَ جَمِيعِ الرَّبْحِ
فَافْتَرَقَا .

ترجمہ

اور جب رب المال نے نصف نفع پر مضارب کو مضاربت کا مال دیا ہے اور اس کو دوسرے مضارب کو مال دینے کی اجازت بھی دے دی ہے اور اس نے آگے دوسرے مضارب کو تہائی نفع پر مضاربت کا مال دے دیا ہے اور دوسرے محنت کر کے اس میں نفع کما لیا ہے۔ تو اب اگر رب المال نے مضارب اول سے کہا ہے کہ اللہ پاک ہے جو کچھ وہ ہمیں دے گا وہ ہمارے درمیان نصف نصف ہوگا تو رب المال کو نصف ملے گا اور دوسرے مضارب کو تہائی ملے گا جبکہ مضارب اول کو چھٹا حصہ ملے گا کیونکہ دوسرے مضارب کو مضاربت پر مال دینا درست ہے کیونکہ مالک کی جانب سے دفع کرنے کا معاملہ موجود ہے اور رب المال نے پورے مال میں اپنے

لئے نصف نفع کی شرط لگائی ہے پس مضارب اول کیلئے نصف نفع باقی رہ جائے گا کیونکہ پہلے کا تصرف اس کے حصے کی جانب لوٹنے والا ہے۔ اور اس کے نفع میں سے دوسرے مضارب کیلئے تہائی حصہ مقرر کیا گیا تھا۔ پس وہ تہائی دوسرے کیلئے ہوگا اور اب اول کیلئے صرف سدس بقیہ بچ جائے گا اور یہ نفع مضاربین یعنی دونوں مضاربوں کیلئے حلال ہے کیونکہ دوسرے مضارب کا کام پہلے کیلئے واقع ہوا ہے جس طرح نے ایک درہم کے بدلے میں کوئی کپڑا اسلامی کیلئے کسی کو دے دیا اور اس درزی نے دوسرے کو نصف درہم پر سلائی کی مزدوری پردے دیا ہے۔

اور جب رب المال نے مضارب سے یہ کہا ہے کہ اللہ پاک ہے جو کچھ روزی تم کو ملے گی وہ ہمارے درمیان نصف نصف ہو گی تو مضارب ثانی کو تہائی ملے گا اور بقیہ مضارب اول اور رب المال کے درمیان نصف نصف ہو جائے گا کیونکہ رب المال نے مضارب اول کو اختیار سپرد کر دیا ہے اور اس کو ملنے والا نفع اپنے لئے نصف کر لیا ہے اور اب اس کو دو تہائی ملا ہے اس لئے وہ ان دونوں کے درمیان مشترک ہوگا بہ خلاف پہلی صورت کے کیونکہ اس میں رب المال نے پورے نفع میں سے اپنے لئے آدھے کی شرط لگائی ہے لہذا یہ دونوں مسائل جدا جدا ہو جائیں گے۔

رب المال و مضارب کے درمیان تقسیم کے مسائل

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مضارب اول کو مضاربت کے طور پر مال دینے کی اجازت تھی اور اس نے دے دیا اور ان دونوں کے مابین یہ طے پایا ہے کہ مضارب ثانی کو نفع کی تہائی ملے گی اور اس کی تجارت میں نفع بھی ہوا اگر مضارب اول اور مالک کے درمیان نصف نصف نفع کی شرط تھی یا مالک نے یہ کہا تھا کہ خدا جو کچھ نفع دے گا وہ میرے تمہارے درمیان نصف نصف ہے یا اتنا ہی کہا تھا کہ نفع میرے اور تمہارے مابین ہوگا تو نفع میں سے آدھا مالک لے گا اور ایک تہائی مضارب ثانی لے گا اور چھٹا حصہ مضارب اول کا ہے اور اگر مالک نے یہ کہا تھا کہ خدا تمہیں جو کچھ نفع دے گا یا یہ کہا تھا کہ تمہیں جو کچھ نفع ہو وہ میرے اور تمہارے مابین نصف نصف یا اسی قسم کے دیگر الفاظ، اس صورت میں ایک تہائی مضارب ثانی کی اور بقیہ میں مالک اور مضارب اول دونوں برابر کے شریک یعنی ہر ایک کو ایک ایک تہائی ملے گی، اسی طرح اگر مضارب ثانی کے لیے تہائی سے زیادہ یا کم کی شرط تھی تو جو اس کے لیے بٹھرا تھا یہ لے لے اور باقی ان دونوں میں نصف نصف تقسیم ہو، اسی طرح اگر مالک نے کہہ دیا تھا کہ جو کچھ تمہیں نفع ہو وہ ہم دونوں کے مابین نصف نصف اور اس نے دوسرے کو نصف نفع پردے دیا تو جو کچھ نفع ہوگا مضارب ثانی اس میں سے نصف لے لے گا اور بقیہ ان دونوں کے مابین نصف نصف اور اگر مالک نے کہا تھا کہ خدا اس میں جو نفع دے گا یا خدا کا جو کچھ فضل ہوگا وہ دونوں کے مابین نصف نصف اور مضارب اول نے دوسرے کو نصف نفع پردے دیا تو جو کچھ نفع ہوگا اس میں سے آدھا مضارب ثانی لے لے گا اور آدھا مالک لے گا اور مضارب اول کے لیے کچھ نہیں بچا اور اگر اس صورت میں مضارب اول نے دوسرے سے دو تہائی نفع کے لیے کہہ دیا تھا تو آدھا نفع مالک لے گا اور دو تہائی مضارب ثانی کی ہوگی یعنی جو کچھ نفع ہوا ہے اس کا چھٹا حصہ مضارب اول دوسرے کو اپنے گھر سے دے گا تا کہ دو تہائیاں پوری ہوں۔ (در مختار، کتاب مضاربہ، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مضاربِ اول نے مضاربِ دوم کو یہ کہہ کر دیا کہ تم اپنی رائے سے کام کرو اور مضاربِ اول کو مالک نے بھی یہی کہہ کر دیا تھا تو مضاربِ دوم تیسرے شخص کو مضاربِ بت پردے سکتا ہے اور اگر مضاربِ اول نے یہ کہہ کر نہیں دیا تھا کہ اپنی رائے سے کام کرو تو مضاربِ دوم سوم کو نہیں دے سکتا۔ (عالمگیری، کتاب مضاربہ، بیروت)

رب المال کا نصف منافع کو مقید کرنے کا بیان

(وَلَوْ كَانَ قَالَ لَهُ فَمَا رَبِحْتَ مِنْ شَيْءٍ فَبَيْنِي وَبَيْنَكَ نِصْفَانِ وَقَدْ دَفَعَ إِلَى غَيْرِهِ
بِالنِّصْفِ فَلِلثَّانِي النِّصْفُ وَالْبَاقِي بَيْنَ الْأَوَّلِ وَرَبِّ الْمَالِ) لِأَنَّ الْأَوَّلَ شَرَطًا لِلثَّانِي
نِصْفَ الرَّبْحِ وَذَلِكَ مُفَوَّضٌ إِلَيْهِ مِنْ جِهَةِ رَبِّ الْمَالِ فَيَسْتَحِقُّهُ .

وَقَدْ جَعَلَ رَبُّ الْمَالِ لِنَفْسِهِ نِصْفَ مَا رَبِحَ الْأَوَّلُ وَلَمْ يَرْبِحْ إِلَّا النِّصْفُ فَيَكُونُ بَيْنَهُمَا
(وَلَوْ كَانَ قَالَ لَهُ عَلَى أَنَّ مَا رَزَقَ اللَّهُ تَعَالَى فَلِي نِصْفُهُ أَوْ قَالَ فَمَا كَانَ مِنْ فَضْلِ

فَبَيْنِي وَبَيْنَكَ نِصْفَانِ وَقَدْ دَفَعَ إِلَى آخِرِ مُضَارَبَةٍ بِالنِّصْفِ فَلِرَبِّ الْمَالِ النِّصْفُ
وَلِلْمُضَارِبِ الثَّانِي النِّصْفُ وَلَا شَيْءَ لِلْمُضَارِبِ الْأَوَّلِ) لِأَنَّهُ جَعَلَ لِنَفْسِهِ نِصْفَ
مُطْلَقِ الْفَعْلِ فَيُنْصَرَفُ شَرَطُ الْأَوَّلِ النِّصْفَ لِلثَّانِي إِلَى جَمِيعِ نَصِيهِ فَيَكُونُ لِلثَّانِي
بِالشَّرْحِ وَتَخْرُجُ الْأَوَّلُ بِغَيْرِ شَيْءٍ ، كَمَنْ أُسْتُوجِرَ لِيَخِيَطَ ثَوْبًا بِدِرْهَمٍ فَاسْتَأْجَرَ غَيْرَهُ
لِيَخِيَطَهُ . عَلَيْهِ .

ترجمہ

اور جب رب المال نے مضاربِ اول سے کہا کہ تم کو جو بھی نفع ملے گا وہ تمہارے اور میرے درمیان نصف نصف ہوگا۔ اب اس نے نصف نفع کی شرط پر دوسرے کو مال مضاربِ بت دیا ہے پس دوسرے مضارب کو نصف ملے گا جبکہ بقیہ نصف مضاربِ اول اور رب المال کے درمیان تقسیم کیا جائے گا کیونکہ جب مضاربِ اول نے دوسرے کیلئے نصف نفع کی شرط لگائی ہے اور رب المال کی جانب سے ایسا کرنے کا اختیار بھی اس کو تھا لہذا دوسرا نصف کا حقدار بنے گا اور مضاربِ اول کو ملنے والا نفع میں سے رب المال نے جب خود نصف لینے کی شرط بیان کر دی تھی تو اس نصف ہی حاصل ہوا ہے لہذا وہ نصف ان کے درمیان مشترک ہو جائے گا۔

اور جب رب المال نے پہلے مضارب سے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ رزق دے گا اس کا آدھا میرے لئے ہوگا۔ یا پھر رب المال نے یہ کہہ دیا ہے کہ جو دیا ہوا ہے وہ میرے اور تمہارے درمیان نصف نصف ہوگا اور مضاربِ اول نے نصف نفع پر مال دوسرے مضارب کو دیا ہوا ہے تو رب المال کو نصف مال ملے گا۔ اور مضاربِ ثانی کو بھی نصف مال ملے گا جبکہ مضاربِ اول کو کچھ نہ

مل سکے گا کیونکہ رب المال نے اپنے لئے مطلق طور نصف نفع مقرر کیا ہے پس مضارب اول کی جانب سے دوسرے کیلئے نفع کی شرط اس کے پورے حصے کی جانب راجع ہوگی۔

پس شرط کے سبب دوسرے کو نصف مل جائے گا جبکہ مضارب اول بغیر کچھ نفع لیے ہی درمیان سے خارج ہو جائے گا جس ایک شخص ایک درہم کے بدلے میں کوئی کپڑا سلوانے کیلئے مزدوری پر مامور کیا گیا اور آگے اس نے بھی ایک درہم کے بدلے میں دوسرے آدمی کو سلوانے کی مزدوری پر رکھا ہوا ہے۔

شرح

اور نفع دونوں کے مابین شائع ہو یعنی مثلاً نصف نصف یا دو تہائی ایک تہائی یا تین چوتھائی ایک چوتھائی، نفع میں اس طرح حصہ معین نہ کیا جائے جس میں شرکت قطع ہو جانے کا احتمال ہو مثلاً یہ کہہ دیا کہ میں سو ۰۰ روپیہ نفع لوں گا اس میں ہو سکتا ہے کہ کل نفع سو ہی ہو یا اس سے بھی کم تو دوسرے کی نفع میں کیوں کر شرکت ہوگی یا کہہ دیا کہ نصف نفع لوں گا اور اس کے ساتھ دس ۰ روپیہ اور لوں گا اس میں بھی ہو سکتا ہے کہ کل نفع دس ۰ ہی روپے ہو تو دوسرا شخص کیا پائے گا۔

دوسرے مضارب کیلئے دو تہائی کی شرط لگانے کا بیان

(وَإِنْ شَرَطَ لِلْمُضَارِبِ الثَّانِي ثُلثِي الرَّبْحِ فَلِرَبِّ الْمَالِ النِّصْفُ وَلِلْمُضَارِبِ الثَّانِي النِّصْفُ وَيُضْمَنُ الْمُضَارِبُ الْأَوَّلُ لِلثَّانِي سُدُسَ الرَّبْحِ فِي مَالِهِ) لِأَنَّهُ شَرَطَ لِلثَّانِي شَيْئًا هُوَ مُسْتَحَقٌّ لِرَبِّ الْمَالِ فَلَمْ يَنْفُذْ فِي حَقِّهِ لِمَا فِيهِ مِنَ الْبُطَالِ ، لَكِنَّ التَّسْمِيَةَ فِي نَفْسِهَا صَحِيحَةٌ لِكُونَ الْمُسَمَّى مَعْلُومًا فِي عَقْدٍ يَمْلِكُهُ وَقَدْ ضَمِنَ لَهُ السَّلَامَةَ فَيَلْزَمُهُ الْوَفَاءُ بِهِ ، وَلِأَنَّهُ غَرَّهُ فِي ضَمْنِ الْعَقْدِ وَهُوَ سَبَبُ الرَّجُوعِ فَلِهَذَا يَرْجِعُ عَلَيْهِ ، وَهُوَ نَظِيرٌ مَنْ أُسْتُوجِرَ لِخِيَاطَةِ ثَوْبٍ بِدِرْهَمٍ فَدَفَعَهُ إِلَى مَنْ يَخِيْطُهُ بِدِرْهَمٍ وَنِصْفٍ .

ترجمہ

اور جب پہلے مضارب نے دوسرے مضارب کیلئے دو تہائی کے نفع کی شرط لگا دی ہے تو اب رب المال کو نصف ملے گا اور دوسرے مضارب کو بھی نصف ملے گا اور مضارب اول دوسرے کیلئے اپنے مال میں سے چھٹے حصے کا ضامن ہوگا کیونکہ وہ دوسرے کیلئے ایسی شرط لگانے والا ہے جس کا رب المال حقدار ہے پس رب المال کے حق میں یہ شرط نافذ نہ ہوگی کیونکہ اس میں اس کے حق کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ مگر یہ بہ ذات خود یہ شرط درست ہے کیونکہ اس کی مقدار ایک ایسے عقد میں معلوم و متعین ہے جس کا مالک مضارب ہے۔ اور وہ مضارب اول دوسرے کیلئے اس شرط کو پورا کرنے کے عہد کر گیا ہے پس اس کو مکمل کرنا اس پر لازم ہے۔ اور جب پہلے عقد کے بارے میں دوسرے کو دھوکہ دیا ہے اور دھوکہ دینا یہ سبب رجوع ہے پس دوسرے پہلے سے نفع کیلئے

سداں کار جوع کرے گا اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب کسی شخص نے کسی آدمی کو ایک درہم کے بدلے میں کپڑا سلوانے کیلئے کرائے پر حاصل کیا اور اس کے بعد اس نے دوسرے کو ڈیڑھ درہم کے بدلے میں وہی کپڑا کسی کو سلنے کیلئے دے دیا ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مضارب نے یہ شرط کی تھی کہ ایک تہائی مالک کی اور ایک تہائی مالک کے غلام کی وہ بھی میرے ساتھ کام کریگا اور ایک تہائی میری، یہ بھی صحیح ہے اور نفع اسی طرح تقسیم ہوگا اس کا حاصل یہ ہوگا کہ دو تہائیاں مالک کی اور ایک مضارب کی۔ اور اگر مضارب نے اپنے غلام کے لیے ایک تہائی رکھی ہے اور ایک تہائی مالک کی اور ایک اپنی اور غلام کے عمل کی شرط نہیں کی ہے تو یہ ناجائز ہے اور اس کا حصہ رب المال کو ملے گا یہ جبکہ غلام پر دین ہو، ورنہ صحیح ہے اس کے عمل کی شرط ہو یا نہ ہو اور اس کے حصہ کا نفع مضارب کے لیے ہوگا۔ (درمختار، کتاب مضاربہ، بیروت، بحر الرائق، کتاب مضاربہ، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ غلام ماذون نے اجنبی کے ساتھ عقد مضاربت کیا اور اپنے مولیٰ کے کام کرنے کی شرط کر دی اگر ماذون پر دین نہیں ہے یہ مضاربت صحیح نہیں ورنہ صحیح ہے اسی طرح یہ شرط کہ مضارب اپنے مضارب کے ساتھ یعنی مضارب اول مضارب ثانی کے ساتھ کام کریگا یا مضارب ثانی کے ساتھ مالک کام کریگا جائز نہیں ہے اس سے مضاربت فاسد ہو جاتی ہے۔ (درمختار، کتاب مضاربہ، بیروت)

یہ شرط کی کہ اتنا نفع مسکینوں کو، یا جائے گایاج میں دیا جائے گا یا گردن چھڑانے میں یعنی مکاتب کی آزادی میں اس سے مدد دی جائے گی یا مضارب کی عورت کو یا اس کے مکاتب کو دیا جائے گا یہ شرط صحیح نہیں ہے مگر مضاربت صحیح ہے اور یہ حصہ جو شرط کیا گیا ہے رب المال کو ملے گا۔ (درمختار، کتاب مضاربہ، بیروت)

یہ شرط کی کہ نفع کا اتنا حصہ مضارب جس کو چاہے دے دے اگر اس نے اپنے لیے یا مالک کے لیے چاہا تو یہ شرط صحیح ہے اور کسی اجنبی کے لیے چاہا تو صحیح نہیں۔ اجنبی کے لیے نفع کا حصہ دینا شرط کیا اگر اس کا عمل بھی مشروط ہے یعنی وہ بھی کام کریگا اور اتنا اسے دیا جائے گا تو شرط صحیح ہے اور اس کا کام کرنا شرط نہ ہو تو صحیح نہیں اور اس کے لیے جو کچھ دینا قرار پایا ہے مالک کو دیا جائے گا۔ یہ شرط ہے کہ نفع کا اتنا حصہ دین کے ادا کرنے میں صرف کیا جائے گا یعنی مالک کا دین اس سے ادا کیا جائے گا یا مضارب کا دین ادا کیا جائے گا یہ شرط صحیح ہے اور یہ حصہ اس کا ہے جس کا دین ادا کرنا شرط ہے اور اس کو اس بات پر مجبور نہیں کر سکتے کہ قرض خواہوں کو دے دے۔ (درمختار، کتاب مضاربہ، بیروت، بحر الرائق، کتاب مضاربہ، بیروت)

فصل

﴿ یہ فصل مضارب کے ساتھ دوسرے کی شمولیت کے بیان میں ہے ﴾

فصل مضاربت میں شریک ثانی کی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ مضارب سے متعلق احکام سے فارغ ہونے کے بعد یہ بیان کر رہے ہیں کہ جب مضارب کسی یا تیسرے شخص مضارب بنائے یا ان کو مضاربت کے کاروبار میں شامل کرے۔ اس فقہی مطابقت ظاہر ہے کیونکہ مضارب کا مضارب یہ یقینی طور پر پہلے کی فرع ہے۔ اور فرع مؤخر ہوا کرتی ہے۔

شرط نفع غلام کے سبب غلام پر کام ہونے کا بیان

(وَإِذَا شَرَطَ الْمُضَارِبُ لِرَبِّ الْمَالِ ثُلُثَ الرَّبْحِ وَلِعَبْدِ رَبِّ الْمَالِ ثُلُثَ الرَّبْحِ عَلَى أَنْ يَحْمَلَ مَعَهُ وَلِنَفْسِهِ ثُلُثَ الرَّبْحِ فَهُوَ جَائِزٌ) لِأَنَّ لِّلْعَبْدِ يَدًا مُّعْتَبَرَةً خُصُوصًا إِذَا كَانَ مَأْذُونًا لَهُ وَاشْتِرَاطُ الْعَمَلِ إِذْنٌ لَهُ ، وَلِهَذَا لَا يَكُونُ لِلْمَوْلَى وَلَايَةٌ أَخَذَ مَا أَوْدَعَهُ الْعَبْدُ وَإِنْ كَانَ مَحْجُورًا عَلَيْهِ ، وَلِهَذَا يَجُوزُ بَيْعُ الْمَوْلَى مِنْ عَبْدِهِ الْمَأْذُونِ لَهُ ، وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ لَمْ يَكُنْ مَانِعًا مِنَ التَّسْلِيمِ وَالتَّخْلِيَةِ بَيْنَ الْمَالِ وَالْمُضَارِبِ ، بِخِلَافِ اشْتِرَاطِ الْعَمَلِ عَلَى رَبِّ الْمَالِ لِأَنَّهُ مَانِعٌ مِنَ التَّسْلِيمِ عَلَى مَا مَرَّ ، وَإِذَا صَحَّتِ الْمُضَارَبَةُ يَكُونُ الثُّلُثُ لِلْمُضَارِبِ بِالشَّرْطِ وَالثُّلُثَانِ لِلْمَوْلَى ، لِأَنَّ كَسْبَ الْعَبْدِ لِلْمَوْلَى إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ ، وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَهُوَ لِلْغَرْمَاءِ .

هَذَا إِذَا كَانَ الْعَاقِدُ هُوَ الْمَوْلَى ، وَلَوْ عَقَدَ الْعَبْدُ الْمَأْذُونُ عَقْدَ الْمُضَارَبَةِ مَعَ أَجْنَبِيٍّ وَشَرَطَ الْعَمَلَ عَلَى الْمَوْلَى لَا يَصِحُّ إِنْ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ لِأَنَّ هَذَا اشْتِرَاطُ الْعَمَلِ عَلَى الْمَالِكِ ، وَإِنْ كَانَ عَلَى الْعَبْدِ دَيْنٌ صَحَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّ الْمَوْلَى بِمَنْزِلَةِ الْأَجْنَبِيِّ عِنْدَهُ عَلَى مَا عُرِفَ ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

ترجمہ

فرمایا اور جب مضارب نے رب المال کیلئے تیسرے حصے کی شرط کو بیان کر دیا ہے اور رب المال کے غلام کیلئے بھی تیسرے حصے کی شرط لگائی ہے وہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ مذکورہ غلام اس کے ساتھ کام کرے گا۔ اور اپنے لئے تہائی حصے کی شرط لگائی تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ غلام کے قبضہ کا اعتبار ہوتا ہے۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ جب وہ عبد مآذون ہے۔ اور اس کے کام کرنے کی شرط اس کے آقا کی جانب سے اجازت ہے کیونکہ آقا کو یہ ولایت نہیں ہے کہ وہ غلام کی ودیعت کردہ چیز کو حاصل کر لے۔ خواہ وہ غلام مجبور ہی کیوں نہ ہو۔ اسی دلیل کے سبب آقا کی خرید و فروخت اپنے مآذون غلام سے جائز ہے اور جب صورت مسئلہ یہی ہے تو غلام کی مضارب کے ساتھ شرط لگانا مال اور مضارب کے درمیان سپرد کرنے اور الگ کرنے سے روکنا نہ ہوگا بہ خلاف رب المال پر کام کرنے کی شرط کے کیونکہ یہ سپرد کرنے سے روکتی ہے جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔

اور جب مضارب ت درست ہو جائے تو تہائی نفع مضارب کا ہوگا اور دو تہائی اس کے غلام کو ملے گا اس لئے کہ جب غلام پر قرض نہ ہو تو اس کی کمائی آقا کیلئے ہوا کرتی ہے اور جب اس پر قرض ہو تو وہ کمائی قرض خواہوں کی ہوتی ہے اور یہ حکم اس وقت ہوگا کہ جب عقد کرنے والا آقا ہی ہے۔ اور جب مآذون غلام نے کسی کے ساتھ مضارب ت کا عقد کر لیا ہے اور آقا کے کام کرنے کی شرط بیان کر دی ہے تو یہ درست نہ ہوگا۔ جبکہ غلام پر قرض نہ ہو کیونکہ یہی مالک پر عمل کی شرط ہے اور جب غلام پر قرض ہو تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مآذون غلام کا آقا جنبی کی طرح ہو جائے گا جس طرح پہلے معلوم کر چکے ہیں۔

مضارب کے ساتھ تہائی پر مالک و غلام کی شراکت کا بیان

مضارب نے یہ شرط کی تھی کہ ایک تہائی مالک کی اور ایک تہائی مالک کے غلام کی وہ بھی میرے ساتھ کام کریگا اور ایک تہائی میری، یہ بھی صحیح ہے اور نفع اسی طرح تقسیم ہوگا اس کا محصل یہ ہوا کہ دو تہائیاں مالک کی اور ایک مضارب کی۔ اور اگر مضارب نے اپنے غلام کے لیے ایک تہائی رکھی ہے اور ایک مالک کی اور ایک اپنی اور غلام کے عمل کی شرط نہیں کی ہے تو یہ ناجائز ہے اور اس کا حصہ رب المال کو ملے گا یہ جبکہ غلام پر دین ہو، ورنہ صحیح ہے اس کے عمل کی شرط ہو یا نہ ہو اور اس کے حصہ کا نفع مضارب کے لیے ہوگا۔ (درمختار، کتاب مضاربہ، بیروت، بحر الرائق، کتاب مضاربہ، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ غلام مآذون نے جنبی کے ساتھ عقد مضارب ت کیا اور اپنے مولیٰ کے کام کرنے کی شرط کر دی اگر مآذون پر دین نہیں ہے یہ مضارب ت صحیح نہیں ورنہ صحیح ہے اسی طرح یہ شرط کہ مضارب اپنے مضارب کے ساتھ یعنی مضارب اول مضارب ثانی کے ساتھ کام کریگا یا مضارب ثانی کے ساتھ مالک کام کریگا جائز نہیں ہے اس سے مضارب ت فاسد ہو جاتی ہے۔ (درمختار، کتاب مضاربہ، بیروت)

فَصَلِّ فِي الْعَزْلِ وَالْقِسْمَةِ

﴿ یہ فصل عزل مضارب و تقسیم کے بیان میں ہے ﴾

فصل عزل مضارب و قسمت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عزل کا حکم یہ ثبوت مضاربت کا محتاج ہے یعنی جب مضاربت پائی جائے گی تب یہ کسی سبب کے پیش نظر اس میں عزل کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔ اور اسی طرح نفع بھی حصول کے بعد ہی تقسیم کیا جاسکتا ہے لہذا ان دونوں اشیاء کے حصول کے تاخر کے سبب ان کو مؤخر کر دیا گیا ہے۔

وفات کے سبب عقد مضاربت کے باطل ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا مَاتَ رَبُّ الْمَالِ أَوْ الْمُضَارِبُ بَطَلَتِ الْمُضَارَبَةُ) لِأَنَّهُ تَوَكَّلَ عَلَى مَا تَقَدَّمَ ، وَمَوْتُ الْمُوَكَّلِ يُبْطِلُ الْوَكَالَةَ ، وَكَذَا مَوْتُ الْوَكِيلِ وَلَا تَوَرُّتُ الْوَكَالَةُ وَقَدْ مَرَّ مِنْ قَبْلُ .

(وَإِنْ ارْتَدَّ رَبُّ الْمَالِ عَنِ الْإِسْلَامِ) وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ (وَلِحَقِّ بَدَارِ الْحَرْبِ) (بَطَلَتِ الْمُضَارَبَةُ) لِأَنَّ اللُّحُوقَ بِمَنْزِلَةِ الْمَوْتِ ؛ أَلَّا تَرَى أَنَّهُ يُقَسَّمُ مَالُهُ بَيْنَ وَرَثَتِهِ وَقَبْلَ لِحُوقِهِ يَتَوَقَّفُ تَصَرُّفُ مُضَارِبِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ يَتَصَرَّفُ لَهُ فَصَارَ كَتَصَرُّفِهِ بِنَفْسِهِ (وَلَوْ كَانَ الْمُضَارِبُ هُوَ الْمُرْتَدُّ فَالْمُضَارَبَةُ عَلَى حَالِهَا) لِأَنَّ لَهُ عِبَارَةً صَحِيحَةً ، وَلَا تَوَقَّفُ فِي مِلْكِ رَبِّ الْمَالِ فَبَقِيَتْ الْمُضَارَبَةُ .

ترجمہ

اور جب رب المال یا مضارب فوت ہو جائے تو عقد مضاربت باطل ہو جائے گا کیونکہ مضاربت وکالت ہے جس طرح گزر گیا ہے۔ اور موکل کی موت وکالت کو باطل کرنے والی ہے اور وکیل کی موت بھی وکالت کو باطل کرنے والی ہے حالانکہ وکالت میراث نہیں بنتی۔ اور اس کا بیان کتاب وکالت میں پہلے گزر گیا ہے۔

اور جب رب المال اسلام سے مرتد ہو جائے (نعوذ باللہ) اور دار الحرب میں چلا گیا ہے تب بھی مضاربت باطل ہو جائے گی

کیونکہ دارالحرب میں جانا یہ موت کے حکم میں ہے کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ لہجہ کے بعد اس کا مال اس کے واٹوں میں تقسیم کر یا جاتا ہے۔ اور مرتد کا دارالحرب میں جانے کے فیصلہ سے پہلے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مضارب کا تصرف موقوف رہے گا کیونکہ مضارب اسی کیلئے تصرف کرنے والا ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح مرتد کا تصرف موقوف رہتا ہے۔ اور جب مضارب مرتد ہوا ہے تو مضاربت اپنی حالت پر باقی رہے گی۔ کیونکہ مضارب کی بات درست ہے جبکہ رب المال کی ملکیت میں کوئی توقف نہ ہوگا لہذا مضاربت باقی رہ جائے گی۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ دونوں میں سے ایک کے مرجانے سے مضاربت باطل ہو جاتی ہے، دونوں میں سے ایک مجنون ہو جائے اور جنون بھی مطبق ہو تو مضاربت باطل ہو جائے گی مگر مال مضاربت اگر سامان تجارت کی شکل میں ہے اور مضارب مرگیا تو اس کا وصی ان سب کو بیچ ڈالے اور اگر مالک مرگیا اور مال تجارت نقد کی صورت میں ہے تو مضارب اس میں تصرف نہیں کر سکتا ہے اور سامان کی شکل میں ہے تو اس کو سفر میں نہیں لے جاسکتا، بیع کر سکتا ہے۔

(در مختار، کتاب مضاربہ، بیروت)

اور جب مضارب مرگیا اور مال مضاربت کا پتہ نہیں چلتا کہ کہاں ہے یہ مضارب کے ذمہ دین ہے جو اس کے ترکہ سے وصول کیا جائے گا۔ اور اگر مضارب مرگیا اس کے ذمہ دین ہے مگر مال مضاربت معروف و مشہور ہے لوگ جانتے ہیں کہ یہ چیزیں مضاربت کی ہیں دین والے اس مال سے دین وصول نہیں کر سکتے بلکہ اس مال اور نفع کا حصہ رب المال لے گا نفع میں جو مضارب کا حصہ ہے وہ دین والے اپنے دین میں لے سکتے ہیں۔ اور جب رب المال معاذ اللہ مرتد ہو کر دارالحرب کو چلا گیا تو مضاربت باطل ہوگئی اور مضارب مرتد ہو گیا تو مضاربت بدستور باقی ہے پھر اگر مرجائے یا قتل کیا جائے یا دارالحرب کو چلا جائے اور قاضی نے یہ اعلان بھی کر دیا کہ وہ چلا گیا تو اس صورت میں مضاربت باطل ہوگئی۔ (در مختار، کتاب مضاربہ، بیروت)

رب المال کا مضارب کو مستعفی کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ عَزَلَ رَبُّ الْمَالِ الْمُضَارِبَ وَلَمْ يَعْلَمْ بِعَزَلِهِ حَتَّى اشْتَرَى وَبَاعَ فَتَصَرَّفَهُ بِحَائِزٍ)
 (لِأَنَّهُ وَكَيْلٌ مِنْ جِهَتِهِ وَعَزَلَ الْوَكِيلُ قَصْدًا يَتَوَقَّفُ عَلَى عِلْمِهِ) وَإِنْ عَلِمَ بِعَزَلِهِ
 وَالْمَالُ عُروضٌ فَلَهُ أَنْ يَبِيعَهَا وَلَا يَمْنَعُهُ الْعَزْلُ مِنْ ذَلِكَ) لِأَنَّ حَقَّهُ قَدْ ثَبَتَ فِي الرَّبْحِ ،
 وَإِنَّمَا يَظْهَرُ بِالْقِسْمَةِ وَهِيَ تُبْتَنَى عَلَى رَأْسِ الْمَالِ ، وَإِنَّمَا يُنْقَضُ بِالْبَيْعِ .

ترجمہ

فرمایا اور جب رب المال نے مضارب کو مستعفی کر دیا ہے اور مضارب کو اپنے مستعفی ہونے کا پتہ نہ چل سکا۔ حتیٰ کہ اس نے

خرید و فروخت کر لی تو اس کا تصرف جائز ہے کیونکہ مضارب رب المال کی جانب سے اس کو وکیل ہے اور وکیل کو بطور قصد مستعفی کرنا اس کے علم پر موقوف ہوگا۔ اور جب رب المال کو اپنے مستعفی ہونے کا علم ہو گیا ہے تو اس کو وہ خرید کردہ سامان کو بیچنے کا حق ہوگا اور معزول ہونا یہ اس سے مانع نہ ہوگا۔ کیونکہ نفع میں مضارب کا حق ثابت ہو چکا ہے۔ اور اس کا اظہار تقسیم کرنے سے ہوگا۔ جبکہ تقسیم کا دار و مدار رأس المال پر ہے۔ اور یہ رأس المال بیع سے حاصل ہونے والا ہے۔

مضارب کو معزولی کا علم ہونے کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور مضارب کو رب المال معزول کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کو معزولی کا علم ہو جائے یہ خبر دو مردوں کے ذریعہ سے اُسے ملی یا ایک عادل نے اُسے خبر دی یا مالک کے قاصد نے خبر دی اگرچہ یہ قاصد بالغ بھی نہ ہو، سمجھ وال ہونا کافی ہے اور اگر مالک نے معزول کر دیا مگر مضارب کو خبر نہ ہوئی تو معزول نہیں جو کچھ تصرف کریگا صحیح ہوگا۔

(در مختار، کتاب مضاربہ، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مضارب معزول ہو اور مال نقد کی صورت میں ہے یعنی روپیہ اشرفی ہے تو اس میں تصرف کرنے کی اجازت نہیں ہاں اگر اس المال روپیہ تھا اور اس وقت اشرفی ہے تو ان کو بھنا کر روپیہ کر لے اسی طرح اگر اس المال اشرفی تھا اور اس وقت روپیہ ہے تو ان کی اشرفیاں کر لے تاکہ نفع کا اس المال سے اچھی طرح امتیاز ہو سکے۔ یہی حکم رب المال کے مرنے کی صورت میں ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب مضاربہ، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مضارب معزول ہو یا مالک مر گیا اور مال سامان (یعنی غیر نقد) کی شکل میں ہے تو مضارب ان چیزوں کو بیچ کر نقد جمع کرے ادھار بیچنے کی بھی اجازت ہے اور جو روپیہ آتا جائے ان سے پھر چیز خریدنی جائز نہیں۔ مالک کو یہ اختیار نہیں کہ مضارب کو اس صورت میں سامان بیچنے سے روک دے بلکہ یہ بھی نہیں کر سکتا ہے کہ کسی قسم کی قید اس کے ذمہ لگائے۔ (در مختار، کتاب مضاربہ، بیروت)

سامان مضاربہ سے دوسری چیز خریدنے کی عدم اباحت کا بیان

قَالَ (ثُمَّ لَا يَجُوزُ أَنْ يَشْتَرِيَ بِشَمَنِهَا شَيْئًا آخَرَ) لِأَنَّ الْعَزْلَ إِنَّمَا لَمْ يَعْمَلْ ضَرُورَةً مَعْرِفَةِ رَأْسِ الْمَالِ وَقَدْ انْدَفَعَتْ حَيْثُ صَارَ نَقْدًا فَيَعْمَلُ الْعَزْلُ (فَإِنْ عَزَلَهُ وَرَأْسُ الْمَالِ دَرَاهِمٌ أَوْ دَنَانِيرٌ وَقَدْ نَضَّتْ لَمْ يَجُزْ لَهُ أَنْ يَتَصَرَّفَ فِيهَا) لِأَنَّهُ لَيْسَ فِي أَعْمَالِ عَزْلِهِ إِبْطَالُ حَقِّهِ فِي الرَّبْحِ فَلَا ضَرُورَةَ .

قَالَ : وَهَذَا الَّذِي ذَكَرَهُ إِذَا كَانَ مِنْ جِنْسِ رَأْسِ الْمَالِ ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ بَأَنَّ كَانَ دَرَاهِمَ وَرَأْسُ الْمَالِ دَنَانِيرٌ أَوْ عَلَى الْقَلْبِ لَهُ أَنْ يَبِيعَهَا بِجِنْسِ رَأْسِ الْمَالِ اسْتِحْسَانًا لِأَنَّ

الرَّبِّحَ لَا يَظْهَرُ إِلَّا بِهِ وَصَارَ كَالْعُرُوضِ ، وَعَلَى هَذَا مَوْتُ رَبِّ الْمَالِ وَلِحُوقِهِ بَعْدَ
الرَّدَّةِ فِي بَيْعِ الْعُرُوضِ وَنَحْوِهَا .

ترجمہ

فرمایا کہ سامان کو بیچ کر اس کی قیمت سے دوسری چیز خریدنا یہ مضارب کیلئے جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ رأس المال حاصل کرنے کی حاجت کے سبب عزل نے اپنا اثر ظاہر نہیں کیا اور رأس المال کے نقد ہونے کے سبب یہ ضرورت پوری ہو چکی ہے لہذا عزل اب اپنا اثر دیکھائے گا۔

اور جب رب المال نے ایسی حالت میں مضارب کو معزول کر دیا ہے کہ رأس المال در اہم ہوں یا دانا نیر ہوں اور یہ نقدی ہو تو مضارب کیلئے اس میں تصرف کرنا جائز نہ ہوگا کیونکہ رب المال نے عزل کا یہ کام مضارب سے نفع کو ختم کرنے کیلئے کیا ہے۔ پس اس کی ضرورت نہ رہی۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ امام قدوری علیہ الرحمہ کا بیان کردہ یہ حکم اس وقت ہوگا جب موجودہ مال کی نقدی رأس المال کی جنس میں سے ہے۔ اور وہ موجودہ مال کو رأس المال کی جنس کے بدلے میں بیچ ڈالے اس لئے کہ اس کے بغیر نفع کا اظہار نہ ہوگا۔ اور یہ سامان کی طرح ہو جائے گا۔ اور سامان کی بیع وغیرہ میں رب المال کی موت کا حکم بھی یہی ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب پیسے اس المال تھے مگر اس وقت مضارب کے پاس روپے ہیں اور مالک نے مضارب کو خرید و فروخت سے منع کر دیا تو مضارب سامان نہیں خرید سکتا مگر روپے کا چینج کرا کے پیسے کر سکتا ہے۔ (عالمگیری)

مضارب ورب المال کے ذمہ پردیون ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا افْتَرَقَا وَفِي الْمَالِ دُيُونٌ وَقَدْ رِبِحَ الْمُضَارِبُ فِيهِ أَجْبَرَهُ الْحَاكِمُ عَلَى
اِقْتِضَاءِ الدُّيُونِ) لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْأَجِيرِ وَالرَّبِّحِ كَالْأَجْرِ لَهُ (وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ رِبْحٌ لَمْ
يَلْزَمَهُ الْاِقْتِضَاءُ) لِأَنَّهُ وَكَيْلٌ مَحْضٌ وَالْمُتَبَرِّعُ لَا يُجْبَرُ عَلَى اِيفَاءِ مَا تَبَرَّعَ بِهِ ،
(وَيُقَالُ لَهُ وَكَلَّ رَبُّ الْمَالِ فِي الْاِقْتِضَاءِ) لِأَنَّ حُقُوقَ الْعَقْدِ تَرْجِعُ إِلَى الْعَاقِدِ ، فَلَا بُدَّ
مِنْ تَوْكِيلِهِ وَتَوَكُّلِهِ كَيْ لَا يَضِيعَ حَقُّهُ .

وَقَالَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : يُقَالُ لَهُ أَجَلٌ مَكَانَ قَوْلِهِ وَكَلَّ ، وَالْمُرَادُ مِنْهُ الْوَكَالَةُ وَعَلَى
هَذَا سَائِرُ الْوَكَالَاتِ وَالْبَيَّاعِ وَالسَّمْسَارِ يُجْبَرَانِ عَلَى التَّقَاضِي لِأَنَّهُمَا يَعْمَلَانِ بِأَجْرٍ

عَادَةٌ

ترجمہ

فرمایا اور جب مضارب اور رب المال عقد مضاربت کو ختم کرنے کے بعد جدا جدا ہو چکے اور مال مضاربت کے کچھ قرض ہوں اور مضارب نے اس مال میں نفع کمایا ہے تو حاکم مضارب کو ان قرضوں کی وصولی کے مجبور کرے گا اس لئے یہ مزدور کے حکم میں ہے اس نفع اس کیلئے مزدوری ہے اور جب مضارب کو مضاربت میں کوئی نفع حاصل نہ ہوا ہو تو اس پر قرض کا تقاضہ کرنا لازم نہ ہوگا۔ اس لئے کہ وہ محض وکیل ہے اور احسان کو پورا کرنے کیلئے متبرع کو مجبور نہ کیا جائے گا ہاں البتہ اس سے یہ کہا جائے گا کہ قرضوں کی وصولی کیلئے وہ رب المال کو وکیل بنا دے کیونکہ عقد کے حقوق عاقد کی جانب لوٹتے ہیں۔ (قاعدہ فقہیہ)

پس اس کا وکیل بنانا اور بننا لازم ہوگا تا کہ رب المال کا حق ضائع نہ ہو جامع صغیر میں امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مضارب سے کہہ دیا جائے گا کہ مؤکل یعنی رب المال کے حوالے کر دے اور حوالے کرنے سے بھی وکالت ہی مراد ہے اور دوسری وکالتوں کا بھی حکم اسی طرح ہے۔ اسی طرح دلالت کرنے والے اور ثالث دونوں کو قرضوں کی وصولی کیلئے مجبور کیا جائے گا اس لئے کہ عام طور پر یہ دونوں مزدوری پر کام کرنے والے ہیں۔

مضارب کو قرض کی وصولی پر مجبور نہ کرنے کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب رب المال و مضارب دونوں جدا ہوتے ہیں مضاربت کو ختم کرتے ہیں اور مال بہت لوگوں کے ذمہ باقی ہے اور نفع بھی ہے دین وصول کرنے پر مضارب مجبور کیا جائے گا اور اگر نفع کچھ نہیں ہے صرف اس المال ہی بھر ہے یا شاید یہ بھی نہ ہو اس صورت میں مضارب کو دین وصول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ نفع نہ ہونے کی صورت میں یہ متبرع ہے۔ اور متبرع کو کام کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا ہاں اس سے کہا جائے گا کہ رب المال کو دین وصول کرنے کے لیے وکیل کر دے کیونکہ بیع کی ہوئی مضارب کی ہے اور اس کے حقوق اسی کے لیے ہیں، وکیل بالبیع اور مستبضع کا بھی یہی حکم ہے کہ ان کو وصول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا مگر اس پر مجبور کیے جائیں گے کہ مؤکل و مالک کو وکیل کر دیں بخلاف دلال اور آڑھتی کے کہ یہ ضمن وصول کرنے پر مجبور ہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب مضاربہ، بیروت)

مضاربت کا مال لوگوں کے ذمہ باقی ہے مالک نے مضارب کو وصول کرنے سے منع کر دیا اس کو اندیشہ ہے کہ مضارب وصول کر کے کھانہ جائے مالک کہتا ہے کہ میں خود وصول کروں گا تو اگر مال میں نفع ہے تو مضارب ہی کو وصول کرنے کا حق ہے اور نفع نہیں ہے تو مضارب کو روک سکتا ہے پھر نفع کی صورت میں جن لوگوں پر دین ہے اسی شہر میں ہیں تو وصولی کے زمانہ کا نفقہ مضارب کو نہیں ملے گا اور دوسرے شہر میں ہیں تو مضارب کے سفر کے اخراجات مال مضاربت سے دیے جائیں گے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب مضاربہ، بیروت)

مضارب کیلئے طلب دین میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مضارب اور رب المال عقد مضاربت کو ختم کرنے کے بعد جدا جدا ہو چکے اور مال مضاربت کے کچھ قرض ہوں اور مضارب نے اس مال میں نفع کمایا ہے تو حاکم مضارب کو ان قرضوں کی وصولی کے مجبور کرے گا اس لئے یہ مزدور کے حکم میں ہے اس نفع اس کیلئے مزدوری ہے اور جب مضارب کو مضاربت میں کوئی نفع حاصل نہ ہوا ہو تو اس پر قرض کا تقاضہ کرنا لازم نہ ہوگا۔

حضرت امام مالک، امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ نے کہا ہے کہ مضارب کیلئے طلب دین اس لئے ضروری ہے کہ اس پر لازم ہے کہ وہ رأس المال کو اس کی اصلی حالت کے مطابق لوٹائے۔ (شرح الوقایہ، کتاب مضاربت، بیروت)

مال مضاربت سے ہلاکت پر انقطاع نفع کا بیان

قَالَ (وَمَا هَلَكَ مِنْ مَالِ الْمُضَارِبَةِ فَهُوَ مِنَ الرَّبْحِ دُونَ رَأْسِ الْمَالِ) لِأَنَّ الرَّبْحَ تَابِعٌ وَصَرَفُ الْهَلَاكِ إِلَى مَا هُوَ التَّبَعُ أَوْلَى كَمَا يُصْرَفُ الْهَلَاكُ إِلَى الْعَفْوِ فِي الزَّكَاةِ (فَإِنْ زَادَ الْهَالِكُ عَلَى الرَّبْحِ فَلَا ضَمَانَ عَلَى الْمُضَارِبِ) لِأَنَّهُ أَمِينٌ (وَإِنْ كَانَا يَقْتَسِمَانِ الرَّبْحَ وَالْمُضَارِبَةُ بِحَالِهَا ثُمَّ هَلَكَ الْمَالُ بَعْضُهُ أَوْ كُلُّهُ تَرَادَا الرَّبْحَ حَتَّى يَسْتَوْفِيَ رَبُّ الْمَالِ رَأْسَ الْمَالِ) لِأَنَّ قِسْمَةَ الرَّبْحِ لَا تَصِحُّ قَبْلَ اسْتِيفَاءِ رَأْسِ الْمَالِ لِأَنَّهُ هُوَ الْأَصْلُ وَهَذَا بِنَاءٌ عَلَيْهِ وَتَبَعٌ لَهُ ، فَإِذَا هَلَكَ مَا فِي يَدِ الْمُضَارِبِ أَمَانَةٌ تَبَيَّنَ أَنَّ مَا اسْتَوْفِيَاهُ مِنْ رَأْسِ الْمَالِ ، فَيُضْمَنُ الْمُضَارِبُ مَا اسْتَوْفَاهُ لِأَنَّهُ أَخَذَهُ لِنَفْسِهِ وَمَا أَخَذَهُ رَبُّ الْمَالِ مَحْسُوبٌ مِنْ رَأْسِ مَالِهِ (وَإِذَا اسْتَوْفِيَ رَأْسَ الْهَالِكِ ، فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ كَانَ بَيْنَهُمَا لِأَنَّهُ رِبْحٌ وَإِنْ نَقَصَ فَلَا ضَمَانَ عَلَى الْمُضَارِبِ) لِمَا بَيَّنَّا

(وَلَوْ اقْتَسَمَا الرَّبْحَ وَفَسَخَا الْمُضَارِبَةُ ثُمَّ عَقَدَاهَا فَهَلَكَ الْمَالُ لَمْ يَتَرَادَا الرَّبْحَ الْأَوَّلَ) لِأَنَّ الْمُضَارِبَةَ الْأُولَى قَدْ انْتَهَتْ وَالثَّانِيَةَ عَقَدُ جَدِيدٌ ، وَهَلَاكُ الْمَالِ فِي الثَّانِي لَا يُوجِبُ انْتِقَاضَ الْأَوَّلِ كَمَا إِذَا دَفَعَ إِلَيْهِ مَالًا آخَرَ .

ترجمہ

اور مال مضاربت سے جتنا مال ہلاک ہوگا وہ نفع سے کاٹ لیا جائے گا جبکہ رأس المال سے نہیں کٹے گا کیونکہ نفع تابع ہے اور ہلاک شدہ چیز تابع کی جانب پھیرنا زیادہ بہتر ہے جس طرح نصاب زکوٰۃ میں ہلاک ہونے کو معافی جانب پھیر دیا جاتا ہے اور اگر وہ ہلاک شدہ چیز نفع سے زیادہ ہے تو مضارب پر ضمان نہ ہوگا اس لئے کہ وہ امین ہے اور جب رب المال اور مضارب نفع تقسیم کر چکے ہیں اور مضاربت بقیہ ہے اس کے بعد کچھ مال یا سارا مال ہلاک ہو جائے تو دونوں نفع واپس کر دیں گے یہاں تک کہ رب المال رأس المال وصول کر لے گا کیونکہ پورا رأس المال کو وصول کرنے سے پہلے تقسیم درست نہیں ہے اس لئے رأس المال ہی اصل ہے اور نفع بھی اسی پر مبنی ہے اور اسی کے تابع ہے پس جب وہ مضارب کے پاس بطور امانت رکھا ہو ہلاک ہو گیا ہے تو یہ واضح ہو چکا ہے کہ انہوں نے جس کو مال کو بطور نفع وصول کیا ہے وہ رأس المال کا مال ہے پس جو مضارب نے وصول کیا ہے اس مقدار کا وہ ضامن ہوگا کیونکہ اس نے اپنے لئے وہ مال لیا ہے اور جو مقدار رب المال نے وصول کر لیا ہے وہ مقدار رأس المال سے محسوب ہوگی اور رأس المال کے پورا ہونے کے بعد جو کچھ بچے گا وہ ان کے درمیان مشترک ہوگا کیونکہ وہ نفع ہے اور اگر وہ کم ہے تو مضارب پر ضمان نہ ہوگا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور جب ان دونوں نے نفع کو تقسیم کرنے کے بعد عقد مضاربت کو ختم کر دیا ہے اور اس کے بعد دوبارہ عقد کیا ہے اور مال ہلاک ہو گیا ہے تو پہلے نفع کو واپس نہ کیا جائے گا کیونکہ پہلی مضاربت مکمل ہو چکی تھی جبکہ دوسرے مضاربت یہ ایک نیا عقد ہے پس دوسرے عقد میں مال کی ہلاکت پہلے عقد کے طور پر دیئے گئے مال کو ختم کرنے کا سبب نہیں بن سکتی جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب رب المال نے مضارب کو دوسرا مال دے دیا ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مال مضاربت سے جو کچھ ہلاک اور ضائع ہوگا وہ نفع کی طرف شمار ہوگا اس المال میں نقصانات کو نہیں شمار کیا جاسکتا مثلاً سو روپے تھے تجارت میں بیس ۲۰ روپے کا نفع ہوا اور دس ۱۰ روپے ضائع ہو گئے تو یہ نفع میں منہا کیے جائیں گے یعنی اب دس ۱۰ ہی روپے نفع کے باقی ہیں اگر نقصان اتنا ہوا کہ نفع اُس کو پورا نہیں کر سکتا مثلاً بیس ۲۰ نفع کے ہیں اور پچاس ۵۰ کا نقصان ہوا تو یہ نقصان رأس المال میں ہوگا مضارب سے کل یا نصف نہیں لے سکتا کیونکہ وہ امین ہے اور امین پر ضمان نہیں اگرچہ وہ نقصان مضارب کے ہی فعل سے ہوا ہو ہاں اگر جان بوجھ کر قصداً اُس نے نقصان پہنچایا مثلاً شیشہ کی چیز قصداً اُس نے پٹک دی اس صورت میں تاوان دینا ہوگا کہ اس کی اُسے اجازت نہ تھی۔ (در مختار، کتاب مضاربہ، بیروت)

فَصْلٌ فِيمَا يَفْعَلُهُ الْمُضَارِبُ

﴿یہ فصل امور مضارب کے بیان میں ہے﴾

فصل امور مضارب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابر ترقی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس فصل میں مضارب اور مضاربت سے متعلق ان کو مسائل کو ذکر کیا ہے جن کو انہوں نے شروع میں ذکر نہیں کیا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ مضاربت کے مسائل میں اعادہ یہ مسائل کی اہمیت پر دلالت کرنے والا ہے۔ اور ان مسائل کے مقصود کے عظیم ہونے پر دلیل ہے۔

(عناویہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۱۲، ص ۱۸۰، بیروت)

مضارب کیلئے ادھار و نقد کی بیع کی اباحت کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ لِلْمُضَارِبِ أَنْ يَبِيعَ بِالنَّقْدِ وَالنَّسِيئَةِ) لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ مِنْ صَنِيعِ التُّجَّارِ فَيَنْتَظِمُهُ إِطْلَاقُ الْعَقْدِ إِلَّا إِذَا بَاعَ إِلَى أَجَلٍ لَا يَبِيعُ التُّجَّارُ إِلَيْهِ لِأَنَّ لَهُ الْأَمْرَ الْعَامَّ الْمَعْرُوفَ بَيْنَ النَّاسِ ، وَلِهَذَا كَانَ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَ ذَابَّةً لِلرُّكُوبِ ، وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَ سَفِينَةً لِلرُّكُوبِ ، وَلَهُ أَنْ يَسْتَكْرِهَهَا اعْتِبَارًا لِعَادَةِ التُّجَّارِ ، وَلَهُ أَنْ يَأْذَنَ لِعَبْدٍ الْمُضَارِبَةِ فِي التُّجَّارَةِ فِي الرَّوَايَةِ الْمَشْهُورَةِ لِأَنَّهُ مِنْ صَنِيعِ التُّجَّارِ .

وَلَوْ بَاعَ بِالنَّقْدِ ثُمَّ أَخَّرَ الثَّمَنَ جَازَ بِالْإِجْمَاعِ ، أَمَّا عِنْدَهُمَا فَلِأَنَّ الْوَكِيلَ يَمْلِكُ ذَلِكَ فَالْمُضَارِبُ أَوْلَى ، إِلَّا أَنَّ الْمُضَارِبَ لَا يَضْمَنُ لِأَنَّ لَهُ أَنْ يُقَابِلَ ثُمَّ يَبِيعُ نَسِيئَةً ، وَلَا كَذَلِكَ الْوَكِيلُ لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ ذَلِكَ . وَأَمَّا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ فَلِأَنَّهُ يَمْلِكُ الْإِقَالََةَ ثُمَّ الْبَيْعَ بِالنِّسَاءِ . بِخِلَافِ الْوَكِيلِ لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ الْإِقَالََةَ .

ترجمہ

فرمایا اور مضارب کیلئے نقد و ادھار ہر طرح کی بیع و شراء جائز ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک تاجروں کے عرف و رواج میں شامل ہے۔ پس مطلق طور پر عقد کرنا یہ نقد و ادھار دونوں کو شامل ہوگا ہاں البتہ جب مضارب اتنی طویل مدت تک ادھار دے کہ تاجر اتنی طویل مدت تک ادھار نہ دیتے ہوں کیونکہ تاجر کو اسی بات کا اختیار ہوتا ہے جو عام ہے اور لوگوں میں معروف ہے۔ اسی دلیل کے سبب اس کیلئے سواری خریدنے کا حق ہے۔ جبکہ اس کام کیلئے کشتی خریدنے کا حق نہیں ہے ہاں البتہ تاجروں کے رواج کے مطابق اس کیلئے کرائے پر کشتی لینے کا اختیار ثابت کیا جائے گا اور مضارب کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ مضارب بت کے غلام کو تجارت کی اجازت دیدے۔ اور مشہور روایت یہی ہے۔ کیونکہ تاجروں کا رواج اس میں بھی ہے۔

اور جب مضارب کوئی چیز نقد بیچی ہے اس کے بعد قیمت لینے کیلئے مہلت دے دی ہے تو یہ بہ اتفاق جائز ہے۔ طرفین کے نزدیک اس کا جواز اس دلیل کے سبب ہے کہ وکیل تاخیر کا مالک ہے پس مضارب بدرجہ اولیٰ اس کا مالک ہوگا اس لئے کہ مضارب ضامن نہیں ہوا کرتا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ مضارب اقالہ کا بھی مالک ہے اس کے بعد ادھار بیچنے کا بھی مالک ہے بہ خلاف وکیل کے کیونکہ وہ اقالہ کا مالک نہیں ہے۔

مضاربہ مطلقہ میں عرف کے موافق اختیار کا بیان

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مضاربہ مطلقہ جو کسی مکان، زمان، قسم یا شخص سے مقید نہ ہو تو اس میں مضارب کو ہر طرح بیع نقد، ادھار معروف اور خریدنے اور بیع و شراء میں وکیل بنانے اور بری و بحری سفر کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر مالک نے علاقہ، سامان، وقف یا شخص کو معین کر دیا تو مضارب اس پابندی سے تجاوز نہیں کر سکتا، کیونکہ مال کے سامان تجارت بننے سے قبل مضارب بت مفید پابندی کے قابل ہے اگرچہ یہ پابندی عقد کے بعد لگائی ہو مگر مال جب سامان تجارت میں بدل جائے تو اس وقت پابندی موثر نہ ہوگی کیونکہ اس موقع پر مالک مضارب کو معزول کرنے کا اختیار نہیں رکھتا تو کسی تخصیص و پابندی کا مالک بھی نہ ہوگا۔ اگر مالک نے قیود کا پابند کیا ہو تو مضارب مخالفت کرنے پر مال کا ضامن ہوگا۔ (در مختار، کتاب المضاربہ، مطبع مجتہدائی دہلی)

رب المال اگر مضارب کی رائے پر چھوڑ دے کہ جو مناسب جانے کرے تو ضرور اس کے بعض اختیارات وسیع ہو جائیں گے مثلاً مطلق مضارب بت میں اسے یہ اختیار نہ ہوتا کہ دوسرے کو اپنی طرف سے یہ مال مضارب بت دے یا اس المال اپنے روپے میں ملا لے اور جب رب المال نے یہ کہا کہ تیری رائے پر چھوڑا تو ان امور کا بھی مختار ہو جائیگا ہاں کسی کو روپیہ قرض دینا یا کسی سے قرض لینا اب بھی جائز نہ ہوگا جب کہ مالک صراحتاً اس کا اذن نہ دے۔

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مضارب مالک کی اجازت کے بغیر آگے مضاربہ، شرکت اور اپنے مال کے ساتھ خلط کرنے کا مالک نہ بنے گا۔ اجازت یا اپنی رائے سے عمل کر، کہہ دینے سے مالک بن سکے گا کیونکہ کوئی چیز اپنی مثل کو متضمن نہیں ہوتی اور اپنی رائے سے عمل کر۔ کہہ دینے کے باوجود مضارب قرض دینا اور ادھار دینے کا مجاز نہ ہوگا کیونکہ یہ دونوں عمل تاجر کا طریقہ

نہیں تو دی ہوئی تعلیم میں یہ چیزیں شامل نہ ہوں گی جب تک مالک ان دونوں کی تصریح نہ کر دے۔ اگر ان کی تصریح کر دی تو ان کا مجاز بنے گا۔ (درمختار، کتاب المضاربتہ، مطبع مجتہائی دہلی)

مضارب کا قیمت کو اغنیاء کے حوالے کرنے کا بیان

وَلَوْ اِحْتَالَ بِالثَّمَنِ عَلَى الْاَيْسَرِ اَوْ الْاَعْسَرِ جَازِلًا لَّانَّ الْحَوَالَةَ مِنْ عَادَةِ التُّجَّارِ ، بِخِلَافِ الْوَصِيِّ يَحْتَالَ بِمَالِ الْيَتِيمِ حَيْثُ يُعْتَبَرُ فِيهِ الْاَنْظَرُ ، لَّانَّ تَصَرُّفَهُ مُقَيَّدٌ بِشَرْطِ النَّظَرِ ، وَالْاَصْلُ اَنَّ مَا يَفْعَلُهُ الْمُضَارِبُ ثَلَاثَةٌ اَنْوَاعٍ : نَوْعٌ يَمْلِكُهُ بِمُطْلَقِ الْمُضَارَبَةِ وَهُوَ مَا يَكُونُ مِنْ بَابِ الْمُضَارَبَةِ وَتَوَابِعِهَا وَهُوَ مَا ذَكَرْنَا ، وَمِنْ جُمْلَتِهِ التَّوَكِيلُ بِالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ لِلْحَاجَةِ اِلَيْهِ وَالرَّهْنُ وَالْاِرْتِهَانُ لِاَنَّهُ اِيْفَاءٌ وَاسْتِيْفَاءٌ وَالْاِجَارَةُ وَالْاِسْتِجَارَةُ وَالْاِيْدَاعُ وَالْبِضَاعُ وَالْمَسَافَرَةُ عَلَى مَا ذَكَرْنَا مِنْ قَبْلُ .

وَنَوْعٌ لَا يَمْلِكُهُ بِمُطْلَقِ الْعَقْدِ وَيَمْلِكُهُ اِذَا قِيلَ لَهُ اَعْمَلْ بِرَأْيِكَ ، وَهُوَ مَا يَحْتَمِلُ اَنْ يَلْحَقَ بِهِ فَيَلْحَقَ عِنْدَ وُجُودِ الدَّلَالَةِ ، وَذَلِكَ مِثْلُ دَفْعِ الْمَالِ مُضَارَبَةً اَوْ شَرِكَةً اِلَى غَيْرِهِ وَخَلْطِ مَالِ الْمُضَارَبَةِ بِمَالِهِ اَوْ بِمَالِ غَيْرِهِ لِاَنَّ رَبَّ الْمَالِ رَضِيَ بِشَرِكْتِهِ لَا بِشَرِكَةِ غَيْرِهِ ، وَهُوَ اَمْرٌ عَارِضٌ لَا يَتَوَقَّفُ عَلَيْهِ التَّجَارَةُ فَلَا يَدْخُلُ تَحْتَ مُطْلَقِ الْعَقْدِ وَلَكِنَّهُ جِهَةٌ فِي التَّشْمِيرِ ، فَمِنْ هَذَا الْوَجْهِ يُوَافِقُهُ فَيَدْخُلُ فِيهِ عِنْدَ وُجُودِ الدَّلَالَةِ وَقَوْلُهُ اَعْمَلْ بِرَأْيِكَ دَلَالَةٌ عَلَى ذَلِكَ .

وَنَوْعٌ لَا يَمْلِكُهُ بِمُطْلَقِ الْعَقْدِ وَلَا بِقَوْلِهِ اَعْمَلْ بِرَأْيِكَ اِلَّا اَنْ يَنْصَّ عَلَيْهِ رَبُّ الْمَالِ وَشَوْهُ الْاِسْتِدَانَةُ ، وَهُوَ اَنْ يَشْتَرِيَ بِالْاَدْرَاهِمِ وَالْاَدْنَانِيرِ بَعْدَ مَا اشْتَرَى بِرَأْسِ الْمَالِ السَّلْعَةَ وَمَا اشْبَهَ ذَلِكَ لِاَنَّهُ يَصِيرُ الْمَالُ زَائِدًا عَلَى مَا اَنْعَقَدَ عَلَيْهِ الْمُضَارَبَةُ وَلَا يَرْضَى بِهِ وَلَا يَشْغَلُ ذِمَّتَهُ بِالذَّيْنِ ، وَلَوْ اِذِنَ لَهُ رَبُّ الْمَالِ بِالْاِسْتِدَانَةِ صَارَ الْمُشْتَرَى بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ بِمَنْزِلَةِ شَرِكَةِ الْوُجُوهِ وَاَخَذَ السَّفَاتِحَ لِاَنَّهُ نَوْعٌ مِنَ الْاِسْتِدَانَةِ ، وَكَذَا اِعْطَاؤُهَا لِاَنَّهُ اِقْرَاضٌ وَالْعِثْقُ بِمَالٍ وَبِغَيْرِ مَالٍ وَالْكِتَابَةُ لِاَنَّهُ لَيْسَ بِتَّجَارَةٍ وَالْاِقْرَاضُ وَالْهَبَةُ وَالصَّدَقَةُ

لَاِنَّهُ تَبَرُّعٌ مَّحْضٌ .

ترجمہ

اور جب مضارب نے قیمت کو کسی غنی یا غریب کے حوالے کرنے کو قبول کیا ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ حوالہ کرنا تاجروں کے عرف میں سے ہے بہ خلاف اس کے کہ جب وہ وصی یتیم کے مال کا حوالہ کرتا ہے۔ تو اس میں شفقت کا اعتبار ہوگا کیونکہ وصی کا تصرف سلامتی کے وصف کے ساتھ مقید ہے اور قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ مضارب کے افعال تین ہیں۔

(۱) پہلی قسم یہ ہے کہ جس میں مطلق طور مضارب مضاربت کا مالک ہوتا ہے۔ اور یہ وہ افعال ہیں جو مضاربت کے احکام میں اور اس کے توابع کے بارے میں ہے ان میں بعض کو ہم بیان کر آئے ہیں اور انہی میں سے یہ ہے کہ خرید و فروخت کیلئے وکیل بنانا ہے کیونکہ وہ اس کی ضرورت ہے اور وہ رہن لینا اور دینا ہے۔ کیونکہ یہ ادا کرنا اور وصول کرنا ہے اجارہ پردینا اور اجارہ پر لینا ہے و دیعت رکھنا تجارت کیلئے مال لینا اور مال کو لیکر سفر کرنا ہے جس طرح اس سے پہلے ہم بیان کر آئے ہیں۔

(۲) دوسری قسم یہ ہے کہ جس کے مطلق عقد سے مضارب مالک نہیں ہوا کرتا بلکہ جب اس سے ”اپنی مرضی کر“ کہہ دیا جاتا ہے تب وہ مالک بنتا ہے اور یہ وہ افعال ہیں جو پہلی قسم کے ساتھ ملنے والے ہیں۔ پس وجود دلالت کے وقت ان کو پہلی قسم کے ساتھ ملا دیا جائے گا اور اس کی مثال اس طرح ہے کہ جب کسی مضاربت یا شرکت پر مال دیا ہے اور مال مضاربت کو اپنے یا دوسرے کے مال کے ساتھ ملانا ہے کیونکہ رب المال مضارب ہی کی شرکت کو پسند کرتا ہے اور وہ اس کے سوا کی شرکت پر راضی ہونے والا نہیں ہے جبکہ یہ ایک عارضی معاملہ ہے جبکہ اس پر تجارت موقوف نہیں ہے۔ پس یہ امور مطلق مضاربت کے احکام میں شامل نہ ہوں گے۔ ہاں البتہ یہ بھی مال کو بڑھانے کا ایک طریقہ ہے کیونکہ اس طرح بھی یہ عمل مضاربت کے ہم معنی ہونے میں قریب ہے اور کسی دلالت کے سبب یہ مضاربت میں داخل ہو جائے گا۔ اور رب المال کو قول ”اعمل برأیک“ اسی کی دلیل ہے۔

(۳) تیسری قسم یہ ہے کہ اس میں ان افعال کا تعلق ہے جن میں نہ تو مضارب مطلق عقد کا مالک بنتا ہے اور نہ ہی وہ رب المال کے قول ”اعمل برأیک“ کہنے سے مالک بنتا ہے ہاں البتہ جب رب المال وضاحت کے ساتھ اس کام کی صراحت کرے اور وہ قرض لینا ہے۔ جس کی حالت یہ ہے کہ مضارب رأس المال سے سامان خریدنے کے بعد کچھ دراہم و دنانیر کے بدلے میں کچھ ادھار خریدے۔ اس لئے کہ یہ خریداری اس مال سے زائد ہے جس مضاربت منعقد ہونے والی ہے۔ کیونکہ رب المال اس پر راضی نہ ہوگا ہاں وہ تو اپنے ذمہ پر ہونے والے قرض کے ساتھ مصروف ہونے میں راضی نہ ہوگا اور جب رب المال نے مضارب کو قرض لینے کی اجازت دی ہوئی ہے۔ تو زائد خریدی ہوئی چیز شرکت وجوہ کے سبب ان کے درمیان مشترکہ ہوگی اور ان میں ہنڈی لینا بھی ہے کیونکہ وہ بھی قرض کی ایک قسم ہے اور اس کو دینا بھی اس میں شامل ہے اس لئے کہ یہ قرض دینا ہے۔ مال کے بدلے میں یا بغیر مال کے غلام کو آزاد کرنا ہے اور مکاتب بنانا بھی اسی میں شامل ہے اس لئے کہ یہ معاملات تجارت نہیں کہلاتے۔ قرض دینا، ہبہ کرنا اور صدقہ کرنا یہ افعال بھی مضارب رب المال کی وضاحت کے سوا نہیں کر سکتا اس لئے کہ یہ معاملات محض احسان ہیں تجارت نہیں ہیں۔

شرح

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مضارب کی کارروائی مختلف اقسام پر ہے بعض وہ جن کا عقد کے مطلق ہونے سے مالک بن جانا ہے اور بعض وہ کہ "جو چاہے کر" کہنے سے ان کا مالک بن جاتا ہے مثلاً مضارب بت کے مال کو اپنے یا غیر کے مال میں خلط کرنا ہے۔ مالک کا "جو چاہے کر" کہنا خلط کو شامل ہے لہذا ضامن نہ ہوگا۔ اور عنایہ میں ہے "جو چاہے کر" خلط کو شامل ہے تو خلط کرنے پر شریک بن جائیگا غاصب نہ ہوگا تو ضمان نہ دے گا۔ اور خانیہ کے اسی مقام پر فرمایا مضارب کو اختیار نہیں کہ وہ مضاربہ کے مال کو اپنے یا غیر کے مال میں خلط کرے، اور اگر رب المال نے اسے "جو چاہے کر" کہہ دیا تھا تو اس کو خلط کا اختیار ہوگا۔ اور اسی میں ہے اگر مالک نے "جو چاہے کر" نہ کہا ہو مگر اس علاقہ کے تجار کا معاملہ یوں ہے کہ مضارب بت والے لوگ مال کو خلط کرتے ہیں اس کے باوجود رب المال لوگ ان پر اعتراض نہیں کرتے۔ فقہاء کرام نے فرمایا اگر اس معاملہ میں عرف غالب ہو چکا ہے تو ہمیں امید ہے کہ مضارب ضامن نہ ہوگا اور عرف کے مطابق مضارب بت دونوں میں باقی رہے گی۔

(فتاویٰ رضویہ، کتاب مضاربہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مضارب کا مال مضارب بت سے غلام و باندی کا نکاح نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يُزَوِّجُ عَبْدًا وَلَا أَمَةً مِنْ مَالِ الْمُضَارَبَةِ) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يُزَوِّجُ الْأُمَّةَ لِأَنَّهُ مِنْ بَابِ الْاِكْتِسَابِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ يَسْتَفِيدُ بِهِ الْمَهْرَ وَسُقُوطَ النَّفَقَةِ .
وَلَهُمَا أَنَّهُ لَيْسَ بِتِجَارَةٍ وَالْعَقْدُ لَا يَتَضَمَّنُ إِلَّا التَّوَكِيلَ بِالتَّجَارَةِ وَصَارَ كَالْكِتَابَةِ
وَالْبِاعْتَاقِ عَلَى مَالٍ فَإِنَّهُ اِكْتِسَابٌ ، وَلَكِنْ لَمَّا لَمْ يَكُنْ تِجَارَةً لَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْمُضَارَبَةِ
فَكَذَا هَذَا .

ترجمہ

فرمایا اور مضارب مال مضارب بت میں سے کسی غلام یا باندی کا نکاح نہیں کر سکتا۔ جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ وہ باندی کا نکاح کر سکتا ہے کیونکہ یہ کمانے کا ایک طریقہ ہے کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ اس سے مضارب مہر حاصل کرے گا اور نفقہ کے ساقط ہونے کا فائدہ اٹھائے گا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ نکاح تجارت نہیں ہے جبکہ مضارب بت میں محض وکالت بہ تجارت کو لازم ہوتی ہے اور یہ مکاتب بنانے اور مال لنگت آزاد کرنے کی طرح ہو جائے گا اس لئے یہ بھی ایک کمانے کا طریقہ ہے مگر یہ طریقے تجارت میں معروف نہیں ہیں لہذا مضارب بت کے تحت یہ داخل نہ ہوں گے اور باندی کی تزویج کا بھی حال ہے۔

مال مضارب بت میں تجارت کی عادت کے معتبر ہونے کا بیان

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب اس نے مال مضاربت سے لوٹ ڈی، غلام خریدے گا اس کا نکاح نہیں کر سکتا ہے کہ یہ بات تجار کی عادت سے نہیں۔ ایسے غلام کو نہیں خرید سکتا جو خریدنے سے رب المال کی جانب سے آزاد ہو جائے مثلاً رب المال کا ذی رحم محرم ہے کہ اگر اس کی ملک میں آجائے گا آزاد ہو جائے گا یا رب المال نے کسی غلام کی نسبت کہا ہے کہ اگر میں اس کا مالک ہو جاؤں تو آزاد ہے کہ ان سب کی خریداری مقصد تجارت کے خلاف ہے اگر خریدے گا تو مضارب ان کا مالک ہوگا اور اس کو اپنے پاس سے ثمن دینا ہوگا اس المال سے ثمن نہیں دے سکتا بخلاف وکیل بالشراء کے کہ اگر قرینہ نہ ہو تو یہ ایسے غلاموں کو خرید سکتا ہے اور وہ مؤکل کی ملک ہوں گے اور آزاد ہو جائیں گے قرینہ کی صورت یہ ہے کہ مؤکل نے کہا ہے ایک غلام میرے لیے خریدو میں اسے بیچوں گا یا اس سے خدمت لوں گا یا کنیز خریدوں جس کو فراش بناؤں گا ان صورتوں میں وکیل بھی ایسے غلام و کنیز کو نہیں خرید سکتا جو مؤکل پر آزاد ہو جائیں۔ (بحر الرائق، کتاب مضاربہ، بیروت)

مضارب کا رب المال کو بعض کام کیلئے مال دینے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ دَفَعَ شَيْئًا مِنْ مَالِ الْمُضَارِبَةِ إِلَى رَبِّ الْمَالِ بِضَاعَةً فَاشْتَرَى رَبُّ الْمَالِ وَبَاعَ فَهُوَ عَلَى الْمُضَارِبَةِ) وَقَالَ زُفَرٌ : تَفْسُدُ الْمُضَارِبَةُ لِأَنَّ رَبَّ الْمَالِ مُتَصَرِّفٌ فِي مَالِ نَفْسِهِ فَلَا يَصْلُحُ وَكَيْلًا فِيهِ فَيَصِيرُ مُسْتَرَدًّا وَلِهَذَا لَا تَصِحُّ إِذَا شَرَطَ الْعَمَلُ عَلَيْهِ ابْتِدَاءً .

وَلَنَا أَنَّ التَّخْلِيَةَ فِيهِ قَدْ تَمَّتْ وَصَارَ التَّصَرُّفُ حَقًّا لِلْمُضَارِبِ فَيَصْلُحُ رَبُّ الْمَالِ وَكَيْلًا عَنْهُ فِي التَّصَرُّفِ وَالْبِضَاعُ تَوَكِيلٌ مِنْهُ فَلَا يَكُونُ اسْتِرْدَادًا ، بِخِلَافِ شَرَطِ الْعَمَلِ عَلَيْهِ فِي الْإِبْتِدَاءِ لِأَنَّهُ يَمْنَعُ التَّخْلِيَةَ ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا دَفَعَ الْمَالُ إِلَى رَبِّ الْمَالِ مُضَارِبَةً حَيْثُ لَا يَصِحُّ لِأَنَّ الْمُضَارِبَةَ تَنْعَقِدُ شَرِكَةً عَلَى مَالِ رَبِّ الْمَالِ وَعَمَلِ الْمُضَارِبِ وَلَا مَالَ هَاهُنَا ، فَلَوْ جَوَزْنَا هُ يُوَدَى إِلَى قَلْبِ الْمَوْضُوعِ ، وَإِذَا لَمْ تَصِحَّ بَقِيَ عَمَلُ رَبِّ الْمَالِ بِأَمْرِ الْمُضَارِبِ فَلَا تَبْطُلُ بِهِ الْمُضَارِبَةُ الْأُولَى .

ترجمہ

فرمایا اور جب مضارب نے مضاربت کے مال میں بعض رب المال کو کام کرنے کیلئے دے دیا ہے اس کے بعد رب المال نے خرید و فروخت کی ہے تو وہ بھی مضاربت پر ہوگا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ مضاربت فاسد ہو جائے گی اس لئے رب المال اپنے مال میں تصرف کرنے والا ہے۔

لہذا اس مال میں وہ وکیل نہ رہے گا۔ بلکہ رب المال اس کو واپس لینے والا ہوگا کیونکہ جب ابتدائی طور پر رب المال پر کام کرنے کی شرط لگائی گئی ہے تو مضاربت درست نہ ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مضارب اور مال کے درمیان علیحدگی پوری طرح ہو چکی ہے اور تصرف کرنا یہ مضارب ہی کا حق بن گیا ہے پس رب المال نفس تصرف میں اس کا وکیل بنا سکتا ہے اور تجارت کی غرض سے مال دینا یہ مضارب کی جانب سے وکیل بنانا ہے پس یہ واپس لینا نہ ہوگا بہ خلاف شروع میں شرط لگانے کے کیونکہ یہ علیحدگی سے روکنے والا ہے۔ اور بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مضارب نے رب المال کو مضاربت کے طور پر مال دیا ہے تو دوسرا عقد درست نہ ہوگا۔ کیونکہ مضارب کے عمل اور رب المال کے مال کو ملاتے ہوئے اشتراک سے مضاربت کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اور مضارب کا مال یہاں معدوم ہے۔ اور اگر ہم اس کو جائز قرار دیں تو اس سے قلب موضوع لازم آئے گا اور جب دوسرا عقد درست ہی نہیں ہوا ہے۔ تو رب المال کے حکم کے سبب رب المال کا کام بقیہ کے طور پر رہے گا۔ پس اس سے پہلی مضاربت باطل نہ ہوگی۔

شرح

ایک شخص نے کسی کو مضاربہ پر مال دیا پھر مضارب نے دوسرے شخص کو اس کے کچھ دراہم لے کر شریک بنا لیا جبکہ یہ دراہم مضاربہ میں شامل نہیں کئے پھر مضارب اور اس کے ہم شریک نے اپنی شراکت کے مال سے جو خرید پھر مضارب مضاربت کے مال سے آٹا لایا اور آٹے اور جوار سے پیڑے بنائے تو فقہاء کرام نے فرمایا اگر یہ پیڑے شریک کی اجازت سے بنے تو پیڑے بنانے سے قبل آٹے کی قیمت کا اندازہ کیا جائے گا اور یوں جو اس کی قیمت کا بھی اندازہ کیا جائے تو جتنا حصہ آٹے کا بنے وہ مضاربہ ہوگا جو حصہ جو اس کا ہے وہ مضارب اور اس کے شریک کا ہوگا، لیکن یہ اس صورت میں ہے جب رب المال نے مضارب کو "جو چاہے کر" کہا ہو اور اگر اس نے یہ نہ کہا ہو اور مضارب نے یہ کارروائی اس کی اجازت کے بغیر کی ہو تو اس صورت میں پیڑے مضارب کے ہوں گے اور وہ آٹے کی مثل رب المال کا ضامن ہوگا، اور جو اس کے حصہ کا شریک کو ضمان دے گا اور اگر رب المال کی اجازت تھی اور شریک کی اجازت نہ تھی تو پیڑے مضاربت میں شمار ہوں گے اور جو اس کے حصہ کے برابر شریک کو ضمان دے گا، اور اجازت کا معاملہ بالعکس ہو تو پیڑے مضارب اور اس کے شریک کے ہوں گے اور آٹے برابر رب المال کو ضمان دیگا، اور خانیہ میں جو یہ ہیکہ مضارب جب مضاربہ اور ذاتی مال کے ہمراہ سفر کریگا تو نفقہ دونوں مالوں پر منقسم ہوگا خواہ دونوں مالوں کو خلط کیا یا نہ کیا، رب المال نے اس کو "جو چاہے کر" کہا ہو یا نہ کہا ہو، حد سفر ہو یا کم ہو جب وہ رات کو واپس گھر نہ لوٹ سکتا ہو، الخ۔ یہ میری سمجھ سے بالا ہے کیونکہ یہ حکم تو مضاربت کا ہے حالانکہ اگر رب المال کی اجازت کے بغیر خلط کیا ہو تو ضامن ہوتا ہے جبکہ ضمان اور مضاربت اپنے حال پر جمع نہیں ہو سکتے۔ (فتاویٰ قاضی خان، کتاب مضاربہ)

اصلی شہر میں کام کرنے کے سبب نفقہ مضارب نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا عَمِلَ الْمُضَارِبُ فِي الْمِصْرِ فَلَيْسَتْ نَفَقَتُهُ فِي الْمَالِ ، وَإِنْ سَافَرَ فَطَعَامُهُ

وَشَرَابُهُ وَكَسْوَتُهُ وَرُكُوبُهُ) وَمَعْنَاهُ شِرَاءٌ وَكَرَاءٌ فِي الْمَالِ .
 وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ النَّفَقَةَ تَجِبُ بِإِزَاءِ الْاِحْتِبَاسِ كَنَفَقَةِ الْقَاضِي وَنَفَقَةِ الْمَرْأَةِ ،
 وَالْمُضَارِبُ فِي الْمِصْرِ سَاكِنٌ بِالسُّكْنِيِّ الْأَصْلِيِّ ، وَإِذَا سَافَرَ صَارَ مَحْبُوسًا بِالْمُضَارَبَةِ
 فَيَسْتَحِقُّ النَّفَقَةَ فِيهِ ، وَهَذَا بِخِلَافِ الْأَجِيرِ لِأَنَّهُ يَسْتَحِقُّ الْبَدَلَ لَا مَحَالَةَ فَلَا يَتَضَرَّرُ
 بِالْإِنْفَاقِ مِنْ مَالِهِ ، أَمَّا الْمُضَارِبُ فَلَيْسَ لَهُ إِلَّا الرَّبْحُ وَهُوَ فِي حَيْزِ التَّرَدُّدِ ، فَلَوْ أَنْفَقَ مِنْ
 مَالِهِ يَتَضَرَّرُ بِهِ ، وَبِخِلَافِ الْمُضَارَبَةِ الْفَاسِدَةِ لِأَنَّهُ أَجِيرٌ ، وَبِخِلَافِ الْبِضَاعَةِ لِأَنَّهُ
 مُتَبَرِّعٌ .

ترجمہ

اور جب مضارب نے اپنے ہی شہر میں کام کیا ہے تو مضاربت کے مال میں اس کا خرچ نہ ہوگا اور اگر مضارب سفر کرتا ہے تو اس کا کھانا، پینا، کپڑا اور سواری یعنی خریدنا اور کرایہ دینا یہ سب مضاربت کے مال سے ہوگا ان دونوں میں فرق کی دلیل یہ ہے کہ خرچہ روکنے کے مقابلے میں ہوتا ہے جس طرح قاضی اور عورت کو نفقہ ہے۔

اور جب مضارب شہر میں وطن اصلی کے طور پر رہتا ہے اور جب وہ سفر کرتا ہے تو مضاربت کے سبب سے وہ مقید ہو جاتا ہے کیونکہ جب وہ مال مضاربت سے نفقہ کا حقدار بنے گا اور یہ حکم اجرت لینے والے کے خلاف ہے۔ کیونکہ اجیر ہر حالت میں بدل کا حقدار بنتا ہے۔ پس اپنے مال خرچ کرنے کے سبب وہ نقصان اٹھانے والا نہ ہوگا جبکہ مضارب کو تو صرف نفع ملتا ہے اور نفع کا ملنا یہ مشکوک ہے اور اگر مضارب اپنا مال خرچ کرے گا تو اس کا نقصان ہوگا بہ خلاف مضاربت فاسدہ کے کیونکہ وہ اجیر ہے بہ خلاف بضاعت کے کیونکہ وہ متبرع ہے۔

سفر مضاربت میں نفقہ مضارب ہونے کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مضاربہ صحیحہ میں جبکہ مضارب مال مضاربت لے کر بغرض مضاربت سفر کرے اگرچہ ایک ہی دن کا سفر ہو تو ایام سفر کا نفقہ، کھانا، پینا۔ پہنا، سواری، بچھونا، تکیہ، تیل، بتی، کپڑوں کی دھلائی، خط بنوائی، خدمت گزاری کی اجرت، سواری کا دانہ، چارہ، سرا کی کوٹھری، چار پائی کا کرایہ، اور ان کے مثل ہر معمولی و دوامی حاجت حسب عادت تجارت بقدر معروف مضارب پر ہوگی یہ خرچ مال پر ڈالا جائیگا جو اسے مجرادے کر بچا وہ نفع سمجھا جائے گا اور اگر نفع نہ ہو تو یہ خرچ اصل مال پر پڑے گا اور مضارب اس کا کچھ عوض نہ دے گا۔

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مضارب سفر کرے خواہ ایک دن کا ہو تو خوراک، شراب، لباس، سواری جب کرایہ کی ہو، اور تمام اخراجات جو تجارت کی عادت معروف ہوں وہ سب مضاربت کے مال سے ہوں گے بشرطیکہ مضاربت صحیح ہو فاسد

نہ ہو کیونکہ فاسد ہو تو مضارب اجیر ہے نفقہ کا مستحق نہ ہوگا، اور اگر وہاں شہر میں ہی کام کیا تو اپنے مال سے نفقہ برداشت کریگا جیسا کہ علاج کی صورت میں ظاہر قول کی بناء پر خود کرے گا۔ اور سفر کے دوران کسی شہر میں اقامت کی نیت کی لیکن مستقل وطن نہ بنایا تب بھی نفقہ مضارب پر ہوگا (ابن ملک) اور اگر مضارب بت میں نفع حاصل ہو اور مضارب نے اس المال (اصل مال) سے نفقہ کیا تو مالک اتنا خرچہ نفع سے وصول کر لے گا تو مضارب کے ذمہ کچھ نہ آئے گا۔ (در مختار، فصل فی متفرقات، مطبع مجتہبائی دہلی)

مگر بقدر معروف کی قید لگی ہوئی ہے روٹی سالن معروف تھا تو پلاؤ زردہ کی اجازت نہیں۔ ٹوپی کی عادت ہے عمامہ نہیں لے سکتا ایک آنہ کی ٹوپی معتاد ہے دو آنہ کی نہ لے گا۔ فصل کے میوے، برف کی قلفیاں، مٹھائی کے دوئے، سوڈے کی بوتلیں، یہ اپنی جیب خاص سے کھائے پئے، مال مضارب بت پر حوائج ڈالتے ہیں یہ حوائج نہیں۔ اسی طرح کنگھی، سُرمہ، پھللیں، دو مال مضارب بت سے نہ کرے گا۔

مضارب بت کے نفقہ کا فقہی مفہوم

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ نفقہ وہ عام حاجت کے مصارف ہیں اور وہ کھانا، پینا، لباس، بستر زیر استعمال، سواری، جانور کی خوراک ہے، محیط سرخسی، اور کپڑوں کی دھلائی، ضرورت کے مقام پر تیل، حجام کی اجرت ان تمام امور کی معروف اجازت ہوگی حتیٰ کہ اگر معروف مقدار سے زائد خرچ کیا تو ضامن ہوگا کافی میں یوں ہے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ ان سے خوراک میں گوشت کے متعلق سوال ہو تو آپ نے فرمایا: ہاں جو کھانے کی اسے عادت ہو، ذخیرہ، لیکن ذاتی دوائی، سینگی لگانے اور سُرمہ وغیرہ جیسی چیزیں مضارب کے اپنے ذاتی مال سے ہونگی مضارب بت سے نہ ہونگی، اور اگر سفر کے دوران خدمت کے لئے اجیر کرایہ پر رکھا تو یہ مضارب بت کے حساب سے ہوگا، مبسوط، (فتاویٰ ہندیہ، کتاب المضاربتہ، بیروت)

مضارب جب تک اپنے شہر میں کام کرتا ہے کھانے پینے اور دیگر مصارف مال مضارب بت میں نہیں ہوں گے بلکہ تمام اخراجات کا تعلق مضارب کی ذات سے ہوگا اور اگر پردیس جائے گا تو کھانا پینا کپڑا سواری اور عادت جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جن کے متعلق تاجروں کا عرف ہو یہ سب مصارف مال مضارب بت میں سے ہوں گے دوا و علاج میں جو کچھ صرف ہوگا وہ مضارب بت سے نہیں ملے گا یہ اس صورت میں ہے کہ مضارب بت صحیح ہو اور اگر مضارب بت فاسد ہو تو پردیس جانے کے بعد بھی مصارف اس کی ذات پر ہوں گے مال مضارب بت سے نہیں لے سکتا اور بضاعت کے طور پر جو شخص کام کرتا ہو اس کے مصارف بھی نہیں ملیں گے۔

مصارف میں سے کپڑے کی دھلائی اور اگر خود دھونا پڑے تو صابن بھی ہے، اگر روٹی پکانے یا دوسرے کام کرنے کے لیے آدمی نوکر رکھنے کی ضرورت ہو تو اس کا صرفہ بھی مضارب بت سے وصول کیا جائے گا جانور کا دانہ چارہ بھی اسی میں سے ہوگا اور سواری کرایہ کی ملے کرایہ پر لی جائے اور خریدنے کی ضرورت پڑے مثلاً روز روز کا کام ہے کہاں تک کرایہ پر لے لیا کرایہ پر ملتی نہیں ہے خرید لے دریائی سفر میں کشتی کی ضرورت ہے کرایہ پر یا مول لے بعض جگہ بدن میں تیل کی مالش کرانی ہوتی ہے اس کا صرفہ بھی ملے گا۔

مضاربت سے بچ جانے والے سامان کا بیان

قَالَ (فَإِنْ بَقِيَ شَيْءٌ فِي يَدِهِ بَعْدَ مَا قَدِمَ مِصْرَهُ رَدَّهُ فِي الْمُضَارَبَةِ) لِانْتِهَاءِ
الِاسْتِحْقَاقِ ، وَلَوْ كَانَ خُرُوجُهُ دُونَ السَّفَرِ فَإِنْ كَانَ بِحَيْثُ يَغْدُو ثُمَّ يَرُوحُ فَيَبِيتُ
بِأَهْلِهِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ السُّوقِيِّ فِي الْمِصْرِ ، وَإِنْ كَانَ بِحَيْثُ لَا يَبِيتُ بِأَهْلِهِ فَانْفَقَتْهُ فِي مَالِ
الْمُضَارَبَةِ لِأَنَّ خُرُوجَهُ لِلْمُضَارَبَةِ ، وَالنَّفَقَةُ هِيَ مَا يُصْرَفُ إِلَى الْحَاجَةِ الرَّائِبَةِ وَهُوَ مَا
ذَكَرْنَا ، وَمِنْ ذَلِكَ غَسْلُ ثِيَابِهِ وَأُجْرَةُ أَجِيرٍ يَخْدُمُهُ وَعَلْفُ دَابَّةٍ يَرْكَبُهَا وَالذَّهْنُ فِي
مَوْضِعٍ يَحْتَاجُ إِلَيْهِ عَادَةً كَالْحِجَازِ ، وَإِنَّمَا يُطْلَقُ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ بِالْمَعْرُوفِ حَتَّى
يَضْمَنَ الْفَضْلَ إِنْ جَاوَزَهُ عَتَبَارًا لِلْمُتَعَارَفِ بَيْنَ التُّجَّارِ .

ترجمہ

اور جب شہر میں واپس آنے کے بعد مضارب کے ہاں کچھ سامان بچ گیا ہے تو وہ اس کو مضاربت میں واپس کر دے۔ کیونکہ
اب اس کا حق ختم ہو چکا ہے اور جب وہ سفر کی مسافت سے کم سفر کیلئے نکلا ہے یعنی اس طرح نکلا ہے کہ وہ صبح کو جائے گا اور شام کو
وپاس آجائے گا اور اپنے گھر میں رات گزارے گا۔ تو وہ اپنے شہر کے بازار میں رہنے والا شمار کیا جائے گا۔
اور اگر وہ اتنا دور جاتا ہے کہ وہ اپنے گھر میں رات گزارنے والا نہیں ہے تو اس کا نفقہ مضاربت کے مال سے ہوگا۔ کیونکہ اب
وہ مضاربت کیلئے گیا ہوا ہے۔ اور نفقہ وہ اپنے گھر کی ضروریات پر خرچ کیا جاتا ہے اور ایسی ضروریات کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور
مضارب کے کپڑوں کی دھلائی بھی انہی سے ہے۔ اور اس کے نوکر کی مزدوری ہے۔ اور اس کی سواری کا چارہ ہے۔ اور جن
ملکوں میں تین لگانے کی عادت ہو جس طرح ملک حجاز ہے کہ وہاں تیل ہے اور ان تمام اشیاء میں قانون کے موافق مضارب کو
اجازت دی جائے گی۔ یہی سبب ہے کہ جب یہ تہجروں میں مشہور صرفہ بڑھ جائے تو زیادتی کا وہی ضامن ہوگا۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مالک نے اپنے غلام اور اپنے جانور مضارب کو بطور اعانت سفر میں لے جانے
کے لیے دے دیے اس سے مضاربت قائم رہے گی اور غلاموں اور جانوروں کے مصارف مضارب کے ذمہ ہیں مضاربت سے
ان کے اخراجات نہیں دیے جائیں گے اور مضارب نے مال مضاربت سے ان پر صرف کیا ہے تو ضامن ہے مضارب کو نفع میں سے
جو حصہ ملے گا اُس میں سے یہ مصارف منھنوں گے اور کمی پڑے گی تو اُس سے لی جائے گی اور مصارف سے کچھ بچ رہا تو اُسے دے

دیا جائے گا ہاں اگر رب المال نے کہہ دیا کہ میرے مال سے ان پر صرف کیا جائے تو مصارف اسی کے مال سے محسوب ہوں گے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب مضاربہ، بیروت)

دواء کا نفقہ مضارب میں شامل ہونے کا بیان

قَالَ (وَأَمَّا الدَّوَاءُ فَفِي مَالِهِ) فِي ظَاهِرِ الرَّوَايَةِ . وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَدْخُلُ فِي النَّفَقَةِ لِأَنَّهُ لِإِصْلَاحِ بَدَنِهِ وَلَا يَتِمَّ كُنُ مِنْ التَّجَارَةِ إِلَّا بِهِ فَصَارَ كَالنَّفَقَةِ ، وَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ الْحَاجَةَ إِلَى النَّفَقَةِ مَعْلُومَةٌ الْوُقُوعِ وَإِلَى الدَّوَاءِ بِعَارِضِ الْمَرَضِ ، وَلِهَذَا كَانَتْ نَفَقَةُ الْمَرْأَةِ عَلَى الزَّوْجِ وَدَوَائُهَا فِي مَالِهَا .

ترجمہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ ہے کہ دوا نفقہ میں شامل ہے۔ اور ظاہر الروایت کے مطابق مضارب کی دواء اس کے مال سے ہوگی۔ کیونکہ دوا سے بدن کی اصلاح ہوتی ہے اور بدن کی سلامتی کے بغیر مضارب تجارت نہیں کر سکے گا۔ اور ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ نفقہ کی حاجت یقینی طور پر معلوم ہے جبکہ دوا کی ضرورت مرض کے آنے کے سبب پڑتی ہے۔ اسی دلیل کے سبب بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہوتا ہے جبکہ اس کی دوائی اس کے اپنے مال سے ہوتی ہے۔

شرح

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب تک اپنے وطن میں ہوگا نفقہ نہ پائے گا اگرچہ خرید و فروخت و کار مضاربت کرتا رہے اگرچہ رب المال دوسری جگہ کا ساکن ہو اور وہیں اس سے عقد مضاربت کیا ہو، اسے سفر خرچ دیا جاتا ہے اور یہ جب تک وطن میں ہے مسافر نہیں۔ اسی طرح اگر اس کے غیر وطن میں رب المال نے اسے روپیہ دیا یہ وہاں بطور مسافرت گیا ہوا تھا تو فی الحال جب تک اس شہر میں ہے نفقہ نہ پائے گا اگرچہ کار مضاربت انجام دے کہ اس بار اس کا یہ سفر مضاربت کے لیے رہا تھا بلکہ قبل عقد مضاربت تھا، ہاں جب وہاں سے چلا جائے گا اور پھر بغرض مضاربت وہاں آئے گا تو سفر خرچ پائے گا کہ اسے یہ سفر بغرض مضاربت ہے بخلاف وطن مضارب کہ اگر جائے مضاربت سے سفر ہی کر کے خاص کار مضاربت ہی کے لئے اپنے وطن کو آئے جب تک وطن میں رہے گا نفقہ نہ ملے گا کہ وطن میں آدمی کسی طرح آئے مسافر نہیں رہ سکتا۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب مضاربہ)

نفع مضارب سے رأس المال کا خرچہ وصول کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا رِبْحَ أَخَذَ رَبُّ الْمَالِ مَا أَنْفَقَ مِنْ رَأْسِ الْمَالِ ، فَإِنْ بَاعَ الْمَتَاعَ مُرَابِحَةً حَسَبَ مَا أَنْفَقَ عَلَى الْمَتَاعِ مِنَ الْحِمْلَانِ وَنَحْوِهِ ، وَلَا يَحْتَسِبُ مَا أَنْفَقَ عَلَى نَفْسِهِ)

لَآنَّ الْعُرْفَ جَارٍ بِالْحَاقِ الْأَوَّلِ دُونَ الثَّانِي ، وَلَآنَّ الْأَوَّلَ يُوجِبُ زِيَادَةَ فِي الْمَالِيَّةِ
بِزِيَادَةِ الْقِيَمَةِ وَالثَّانِي لَا يُوجِبُهَا .

ترجمہ

اور جب مضارب نے نفع کمایا تو اس نے جو اس المال سے مال خرچ کیا ہے۔ رب المال اس سے وہ وصول کر لے۔ اور جب مضارب نے بیع مراہمہ کے طور پر مال بیچا ہے تو اس مال کو لانے آنے کا جو خرچہ ہوا ہے تو وہ اس کو اصل رقم میں شامل کرے۔ لیکن جو اس نے اپنے اوپر خرچ کیا ہے اس کو شامل نہ کرے۔ کیونکہ سامان کے خرچ کو شامل کرنے کا رواج ہے۔ جبکہ اپنی ذات پر خرچ کیے ہوئے کا عرف نہیں ہے۔ کیونکہ پہلا الحاق قیمت کی زیادتی کے حوالے سے مالیت کی زیادتی کا سبب ہے جبکہ دوسرے سے یہ زیادتی حاصل ہونے والی نہیں ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر مضارب نے اپنے ذاتی مال سے نفقہ لیا یا اس نے مضاربت کے معاملہ میں قرض لیا تو وہ اس مضاربت کے مال سے وصول کرے گا یہ مجرائی اولاً اس المال سے پھر ثانیاً نفقہ سے اور پھر ثالثاً نفع سے ہوگی اور اگر مضاربت کا تمام مال ہلاک ہو جائے تو مضارب کچھ بھی رب المال سے وصول نہ کر سکے گا، ذخیرہ میں یوں ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب المضاربت، بیروت)

مضارب کا دراہم کے بدلے کپڑا خریدنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ مَعَهُ أَلْفٌ فَاشْتَرَى بِهَا ثِيَابًا فَقَصَّرَهَا أَوْ حَمَلَهَا بِمِائَةٍ مِنْ عِنْدِهِ وَقَدْ قِيلَ لَهُ اَعْمَلْ بِرَأْيِكَ فَهُوَ مُتَطَوِّعٌ) لِأَنَّهُ اسْتِدَانَةٌ عَلَى رَبِّ الْمَالِ فَلَا يَنْتَظِمُهُ هَذَا الْمَقَالُ عَلَى مَا مَرَّ (وَإِنْ صَبَغَهَا أَحْمَرَ فَهُوَ شَرِيكٌ بِمَا زَادَ الصَّبْغُ فِيهِ وَلَا يَضْمَنُ) لِأَنَّهُ عَيَّنُ مَالٍ قَائِمٍ بِهِ حَتَّى إِذَا بَاعَ كَانَ لَهُ حِصَّةُ الصَّبْغِ وَحِصَّةُ الثَّوْبِ الْأَبْيَضِ عَلَى الْمُضَارَبَةِ بِخِلَافِ الْفِصَارَةِ وَالْحَمْلِ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِعَيَّنٍ مَالٍ قَائِمٍ بِهِ ، وَلِهَذَا إِذَا فَعَلَهُ الْغَاصِبُ ضَاعَ وَلَا يَضِيعُ إِذَا صَبَغَ الْمَغْصُوبَ ، وَإِذَا صَارَ شَرِيكًا بِالصَّبْغِ انْتَضَمَ قَوْلُهُ اَعْمَلْ بِرَأْيِكَ انْتِظَامَهُ الْخُلْطَةُ فَلَا يَضْمَنُهُ .

ترجمہ

اور جب مضارب کے پاس ایک ہزار دراہم ہیں اور اس نے ان دراہم کے بدلے میں کپڑے کا تھان خرید لیا ہے اور اپنے پاس

سے سو درہم خرچ کر کے اس پر کڑھائی کرائی ہے یا اس کو اٹھوا کر کہیں دوسری جگہ رکھوایا ہے اور مضارب نے اس کو یہ کہہ دیا تھا کہ تم اپنی مرضی کے مطابق کام کرو تو اس میں سو روپے کا خرچہ دینے میں وہ متبرع ہوگا کیونکہ یہ رب المال پر قرض لینا ہے پس یہ قول ”اپنی مرضی سے عمل کرو“ اس کام کو شامل نہ ہوگا جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔

اور جب مضارب نے سرخ رنگ سے اس کو رنگ کر دیا ہے تو رنگنے کے سبب جس قدر اضافہ ہوا ہے اس مقدار میں مضارب رب المال کا شریک ہوگا اور وہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ رنگنا ایسا مال عین ہے جو کپڑے کے ساتھ موجود ہے یہاں تک کہ جب اس کو بیچ دیا جائے تو اسے رنگ کا حصہ بھی ملے گا۔ اور سفید کپڑے کے حصے کی قیمت مضارب بت پر ہوگی۔ بہ خلاف کڑھائی اور اٹھوانے اور رکھوانے کے کیونکہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کپڑے کے ساتھ موجود ہو اسی لئے جب غاصب نے ایسا کام کیا ہے تو اس کا عمل تباہ ہو جائے گا۔ کیونکہ مغصوبہ کپڑا رنگنے کے سبب ضائع نہ ہوگا اور جب رنگنے کے سبب مضارب رب المال کا شریک ہو گیا ہے تو رب المال کا قول ”اپنی مرضی سے کام کرو“ ملانے کے انتظام کے طور پر اس کو شامل ہو جائے گا کیونکہ ملانے کے سبب رب المال ضامن نہ ہوگا۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مضارب نے پورے مال مضارب سے کپڑا خریدا اور اس کو اپنے پاس سے دھلویا یا مال مضارب کو لاد کر دوسری جگہ لے گیا اور کرایہ اپنے پاس سے خرچ کیا اگر مضارب سے رب المال نے کہا تھا کہ تم اپنی رائے سے کام کرو یہ مضارب متبرع ہے یعنی ان چیزوں کا اُسے کوئی معاوضہ نہیں ملے گا کیونکہ استدانہ کا اُسے اختیار نہ تھا اور اگر کپڑے کو سرخ رنگ دیا یا دھلوا کر اُس میں کلپ چڑھایا۔ تو اس رنگ یا کلپ کی وجہ سے جو کچھ اُس کی قیمت میں اضافہ ہوگا اُتنے کا یہ شریک ہے یعنی مضارب نے اپنے مال کو مال مضارب بت میں ملا دیا مگر چونکہ رب المال نے کہہ دیا تھا کہ اپنی رائے سے کام کرو لہذا اس کو ملا دینے کا اختیار تھا۔ اب یہ کپڑا فروخت ہوا اس میں رنگ کی قیمت کا جو حصہ ہے وہ تنہا مضارب کا ہے اور خالی سفید کپڑے کا جو ثمن ہوگا وہ مضارب بت کے طور پر ہوگا مثلاً وہ تھان اس وقت دس ۰۰۰ روپے میں فروخت ہوا اور رنگا ہوا نہ ہوتا تو آٹھ سو روپے میں بکتا، دو سو روپے مضارب کے ہیں اور آٹھ سو روپے مضارب بت کے طور پر اور اگر رب المال نے یہ نہیں کہا تھا کہ تم اپنی رائے سے کام کرو تو مضارب شریک نہیں بلکہ غاصب ہوگا۔ (در مختار، کتاب مضاربہ، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور اس کچھلی صورت میں مالک کو اختیار ہے کہ کپڑا لے کر زیادتی کا معاوضہ دیدے یا سفید کپڑے کی قیمت مضارب سے تاوان لے۔ کل روپے کا کپڑا خریدا یا برداری یا دھلائی وغیرہ اپنے پاس سے خرچ کی تو متبرع ہے کہ نہ اس کا معاوضہ ملے گا نہ اسکی وجہ سے تاوان دینا پڑے گا۔ (عامگیری، کتاب مضاربہ، بیروت)

علامہ ابن عابدین حنفی شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مضارب کو یہ اختیار نہیں کہ کسی سے قرض لے اگرچہ رب المال نے صاف لفظوں میں قرض لینے کی اجازت دیدی ہو کیونکہ قرض لینے کے لیے وکیل کرنا بھی درست نہیں اگر قرض لے گا تو اس کا ذمہ دار یہ خود

ہوگا رب المال سے اس کا تعلق نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ شامی، کتاب مضاربہ، بیروت)

فصل فی مسائل المتفرقة

﴿یہ متفرق مسائل کے بیان میں ہے﴾

مسائل متفرقة فصل کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ اس فصل میں کتاب مضاربہ کے ان مسائل کو بیان کریں گے جو فقہی جزئیات میں متفرق یعنی مختلف ابواب و فصول سے ملتے جلتے ہیں۔ اس لئے اس فصل کو مؤخر ذکر کیا ہے کہ اس میں مذکورہ کتاب کے مختلف جزوی دلائل سے مستنبط شدہ مسائل کو جمع کیا گیا ہے۔

مضارب کے ساتھ نصف کی شرط لگانے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ مَعَهُ أَلْفٌ بِالنِّصْفِ فَاشْتَرَى بِهَا بَرًّا فَبَاعَهُ بِالْفَيْنِ ثُمَّ اشْتَرَى بِالْأَلْفَيْنِ عَبْدًا فَلَمْ يَنْقُدْهُمَا حَتَّى ضَاعَا يَغْرُمُ رَبُّ الْمَالِ أَلْفًا وَخَمْسِمِائَةَ وَالْمُضَارِبُ خَمْسِمِائَةَ وَيَكُونُ رُبْعُ الْعَبْدِ لِلْمُضَارِبِ وَثَلَاثَةُ أَرْبَاعِهِ عَلَى الْمُضَارِبَةِ) قَالَ : هَذَا الَّذِي ذَكَرَهُ حَاصِلُ الْجَوَابِ ، لِأَنَّ الثَّمَنَ كُلَّهُ عَلَى الْمُضَارِبِ إِذْ هُوَ الْعَاقِدُ ، إِلَّا أَنَّ لَهُ حَقَّ الرَّجُوعِ عَلَى رَبِّ الْمَالِ بِالْفِ وَخَمْسِمِائَةَ عَلَى مَا نَبَّيْنُ فَيَكُونُ عَلَيْهِ فِي الْأَجْرَةِ .

وَوَجْهُهُ أَنَّهُ لَمَّا نَضَّ الْمَالُ ظَهَرَ الرَّبْحُ وَلَهُ مِنْهُ وَهُوَ خَمْسِمِائَةٌ ، فَإِذَا اشْتَرَى بِالْأَلْفَيْنِ عَبْدًا صَارَ مُشْتَرِيًا رُبْعَهُ لِنَفْسِهِ وَثَلَاثَةَ أَرْبَاعِهِ لِلْمُضَارِبَةِ عَلَى حَسَبِ انْقِسَامِ الْأَلْفَيْنِ ، وَإِذَا ضَاعَتْ الْأَلْفَانِ وَجَبَ عَلَيْهِ الثَّمَنُ لِمَا بَيَّنَّا ، وَلَهُ الرَّجُوعُ بِثَلَاثَةِ أَرْبَاعِ الثَّمَنِ عَلَى رَبِّ الْمَالِ لِأَنَّهُ وَكِيْلٌ مِنْ جِهَتِهِ فِيهِ وَيَخْرُجُ نَصِيبُ الْمُضَارِبِ وَهُوَ الرَّبْعُ مِنَ الْمُضَارِبَةِ لِأَنَّهُ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ وَمَالُ الْمُضَارِبَةِ أَمَانَةٌ وَبَيْنَهُمَا مُنَافَاةٌ وَيَبْقَى ثَلَاثَةُ أَرْبَاعِ الْعَبْدِ عَلَى الْمُضَارِبَةِ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ مَا يَنَافِي الْمُضَارِبَةَ (وَيَكُونُ رَأْسُ الْمَالِ أَلْفَيْنِ وَخَمْسِمِائَةَ) لِأَنَّهُ دَفَعَ مَرَّةً أَلْفًا وَمَرَّةً أَلْفًا وَخَمْسِمِائَةَ (وَلَا يَبِيعُهُ مُرَابِحَةً إِلَّا عَلَى

الْفَيْنِ) لَآئِنَهُ اشْتَرَاهُ بِالْفَيْنِ ، وَيَظْهَرُ ذَلِكَ فِيمَا إِذَا بَاعَ الْعَبْدُ بِأَرْبَعَةِ آلَافٍ فَحِصَّةُ الْمُضَارَبَةِ ثَلَاثَةُ آلَافٍ يَرْفَعُ رَأْسَ الْمَالِ وَيَبْقَى خَمْسُمِائَةٍ رُبْحٌ بَيْنَهُمَا .

ترجمہ

اور جب مضارب کے ہاں نصف نفع کی شرط کے مطابق ایک ہزار درہم تھے اور اس نے ان کے بدلے میں کاتن کے کپڑوں کا تھان خرید کر اس کو دو ہزار میں بیچ دیا ہے اور اس نے دو ہزار درہم کے بدلے میں ایک غلام کو خرید لیا۔ مگر اس کی قیمت دینے پہلے دو ہزار نقدی درہم کی اس سے ضائع ہو گئی تو اب رب المال ڈیڑھ ہزار درہم کا ضامن ہوگا جبکہ مضارب پانچ سو کا ضامن ہوگا اور غلام چوتھائی اور تین چوتھائی کے مطابق مضاربت پر ہوگا۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ نے جو اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ جواب کا خلاصہ ہے کیونکہ اصل میں ساری قیمت مضارب پر ہی لازم ہے کیونکہ عقد کرنے والا وہی ہے مگر اس کو رب المال سے ڈیڑھ ہزار درہم لینے کا حق حاصل ہے جس طرح ہم اس کو بیان کر دیں گے۔ بہر حال یہ پندرہ سو کی رقم رب المال پر ہی واجب ہوگی۔

اور اس کی دلیل اس طرح ہے کہ جب نقد مال ختم ہو چکا ہے تو نفع ظاہر ہوا ہے اور پانچ سو ریال ہے اس کے بعد جب مضارب نے دو ہزار میں غلام کو کریدا ہے تو وہ اس کا نفع اپنے لئے خریدنے والا بن جائے گا اور تین چوتھائی مضاربت کیلئے ہے تو دو ہزار درہم میں تقسیم ہوگا مگر جب وہ دو ہزار ضائع ہو چکے ہیں تو اس پر قیمت واجب ہوگی اسی دلیل کے سبب جو ہم بیان کر آئے ہیں اور اس تین چوتھائی حصے کی قیمت کو رب المال پر رجوع کرنے کا حق ہوگا اس لئے اس حصے میں رب المال کا وکیل ہے اور مضارب کا چوتھائی حصہ مضاربت سے خارج ہونے والا ہے۔ اس سبب سے کہ یہ مال اسی پر مضمون ہے حالانکہ مضاربت کا مال امانت ہے۔ اور مضمون مال اور امام امانت میں فرق ہے جبکہ غلام کے تین چوتھائی حصے مضاربت پر ہوں گے اس لئے کہ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو مضاربت کو روکنے والی ہو۔

اور اب اگر رأس المال ڈیڑھ ہزار درہم ہے اس لئے کہ ایک مرتبہ جب مضارب نے اس کو ایک ہزار دیا ہے اور ایک بار ڈیڑھ ہزار دیا ہے اور مضارب دو ہزار میں اس کو بطور مراحہ کے بیچ سکتا ہے کیونکہ اس نے دو ہزار میں اس کو خرید لیا ہے اور اس کا فائدہ تب ظاہر ہوگا جب یہ غلام چار ہزار میں بیچا جائے گا۔ تو مضاربت کے حصے میں تین ہزار ہوں گے۔ جس میں سے رأس المال کے لئے ڈھائی ہزار ہوں گے جبکہ بقیہ پانچ سو ان کے درمیان مشترک ہوگا۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر مضارب نے مضاربت کے مال اور اپنے مال سمیت سفر کیا اور رب المال کی اجازت سے خلط کیا ہو تو خرچہ حصہ کے مطابق ہوگا جب واپس پہنچے تو بقیہ نفقہ واپس کرے، مجمع اور معروف سے زائد خرچہ کا ضامن

ہوگا اور اس المال سے زائد خرچہ کو رب المال وصول کرے گا (راس المال کا تعلق انفق سے ہے شامی) اگر اس میں نفع ہو تو اور خرچہ اس سے پورا کر لینے کے بعد کچھ بچا تو دونوں شرط کے مطابق تسلیم کر لیں کیونکہ خرچ شدہ کو ہلاک شدہ قرار دیا جاتا ہے اور ہلاک شدہ کو نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے اور اگر وہاں نفع نہ ہو تو مضارب پر کوئی ذمہ نہیں (باختصارین) اور اسی میں ہے کہ مضارب کو اپنے مال کے ساتھ خلط کا اختیار نہیں الا یہ کہ اجازت صریح ہو یا کہا گیا ہو "اپنی رائے سے عمل کر" (درمختار، کتاب المضاربتہ، بیروت) اور جب راس المال لے لینے کے بعد تقسیم صحیح ہے یعنی اب کوئی خرابی پڑے تو تقسیم پر اس کا کچھ اثر نہ ہوگا مثلاً راس المال لے لینے کے بعد نفع تقسیم کیا گیا پھر وہی راس المال مضارب کو بطور مضاربت دے دیا تو یہ جدید مضاربت ہے کہ مضارب کے پاس راس المال ہلاک ہو تو پہلی تقسیم نہیں توڑی جائے گی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب مضاربہ، بیروت)

مضارب کا بطور مراہمہ کی چیز کو بیچنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَانَ مَعَهُ أَلْفٌ فَاشْتَرَى رَبُّ الْمَالِ عَبْدًا بِخَمْسِمِائَةٍ وَبَاعَهُ إِيَّاهُ بِأَلْفٍ فَإِنَّهُ يَبِيعُهُ مُرَابِحَةً عَلَى خَمْسِمِائَةٍ) لِأَنَّ هَذَا الْبَيْعَ مَقْضِيٌّ بِجَوَازِهِ لِتَغَايُرِ الْمَقَاصِدِ دَفْعًا لِلْحَاجَةِ وَإِنْ كَانَ يَبِيعُ مِلْكُهُ بِمِلْكِهِ إِلَّا أَنَّ فِيهِ شُبْهَةَ الْعَدَمِ ، وَمَبْنَى الْمُرَابِحَةِ عَلَى الْأَمَانَةِ وَالِاحْتِرَازِ عَنْ شُبْهَةِ الْخِيَانَةِ فَاعْتَبِرَ أَقْلُ الثَّمَنِ ، وَلَوْ اشْتَرَى الْمُضَارِبُ عَبْدًا بِأَلْفٍ وَبَاعَهُ مِنْ رَبِّ الْمَالِ بِأَلْفٍ وَمِائَتَيْنِ بَاعَهُ مُرَابِحَةً بِأَلْفٍ وَمِائَةٍ لِأَنَّهُ أُعْتَبِرَ عَدَمًا فِي حَقِّ نِصْفِ الرَّبْحِ وَهُوَ نَصِيبُ رَبِّ الْمَالِ وَقَدْ مَرَّ فِي الْبُيُوعِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب مضارب کے پاس ایک ہزار درہم ہوں اور رب المال کسی اجنبی سے پانچ سو میں ایک غلام کو خریدتے ہوئے اس کو مضارب کے ہاتھ میں ایک ہزار میں بیچ دیتا ہے اور مضارب کو بطور مراہمہ بیچنا چاہتا ہے تو وہ اس کو پانچ سو میں بیچ دے گا کیونکہ ضرورت کو پورا کرنے اور اختلاف مقصود کے سبب اس بیع کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ ایک ایسی بیع ہے جس کا رب المال اپنے مال سے مالک بننے والا ہے مگر اس میں عدم جواز کا شک ہے۔ اور مراہمہ کا مقصد امانت ہے اور شبہہ خیانت سے حفاظت ہے پس مراہمہ میں تھوڑی قیمتوں میں سے کم قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور جب مضارب نے ایک ہزار کے بدلے میں کسی غلام کو خریدتے ہوئے اس کو رب المال کے ہاتھ میں بارہ سو میں فروخت کر دیا ہے اور رب المال نے اس کو گیارہ سو میں بطور مراہمہ بیچ دیا ہے کیونکہ نصف نفع کے حق میں اس کی بیع کو عدم تسلیم کیا گیا ہے اور وہ رب المال کا حصہ بناتا ہے اور کتاب بیوع میں یہ گزر چکا ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مضارب مراہم کرنا چاہتا ہے تو جو کچھ مال پر خرچ ہوا ہے، بار برداری، دلالی، ان تھانوں کی دھلائی، رنگائی اور ان کے علاوہ وہ تمام چیزیں جن کو اس المال میں شامل کرنے کی عادت ہے ان سب کو ملا کر مراہم کرے اور یہ کہے اتنے میں یہ چیز پڑی ہے یہ نہ کہے کہ میں نے اتنے میں خریدی ہے کہ یہ غلط ہے اور جو کچھ مصارف مضارب نے اپنے متعلق کیے ہیں وہ بیع مراہم میں شامل نہیں کیے جائیں گے۔ (در مختار، کتاب مضاربہ، بیروت)

مضارب نے ایک چیز رب المال سے ہزار روپے میں خریدی جس کو رب المال نے پانچ صد میں خریدا تھا اس کا مراہم پانچ صد پر ہوگا نہ کہ ہزار پر یعنی مراہم میں یہ بیع کا عدم سمجھی جائے گی۔ اسی طرح اس کا عکس یعنی رب المال نے مضارب سے ایک چیز ہزار میں خریدی جس کو مضارب نے پانچ صد میں خریدا تھا تو مراہم پانچ صد پر ہوگا۔

مضارب کے پاس نصف نفع کی شرط پر ایک ہزار ہونے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ مَعَهُ أَلْفٌ بِالنِّصْفِ فَاشْتَرَى بِهَا عَبْدًا قِيمَتُهُ أَلْفَانٌ فَقَتَلَ الْعَبْدُ رَجُلًا خَطَاً فَثَلَاثَةُ أَرْبَاعِ الْفِدَاءِ عَلَى رَبِّ الْمَالِ وَرُبْعُهُ عَلَى الْمُضَارِبِ) لِأَنَّ الْفِدَاءَ مُؤْنَةُ الْمَلِكِ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الْمَلِكِ وَقَدْ كَانَ الْمَلِكُ بَيْنَهُمَا أَرْبَاعًا ، لِأَنَّهُ لَمَّا صَارَ الْمَالُ عَيْنًا وَاحِدًا ظَهَرَ الرَّبْحُ وَهُوَ أَلْفٌ بَيْنَهُمَا وَأَلْفٌ لِرَبِّ الْمَالِ بِرَأْسِ مَالِهِ لِأَنَّ قِيمَتَهُ أَلْفَانٌ ، وَإِذَا فَدِيََا خَرَجَ الْعَبْدُ عَنِ الْمُضَارِبَةِ ، أَمَّا نَصِيبُ الْمُضَارِبِ فَلَمَّا بَيَّنَّاهُ ، وَأَمَّا نَصِيبُ رَبِّ الْمَالِ فَلِقِضَاءِ الْقَاضِي بِالنِّقْسَامِ الْفِدَاءِ عَلَيْهِمَا لِمَا أَنَّهُ يَتَضَمَّنُ قِسْمَةَ الْعَبْدِ بَيْنَهُمَا وَالْمُضَارِبَةَ تَنْتَهِي بِالنِّقْسَامِ ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ لِأَنَّ جَمِيعَ الثَّمَنِ فِيهِ عَلَى الْمُضَارِبِ وَإِنْ كَانَ لَهُ حَقُّ الرَّجُوعِ فَلَا حَاجَةَ إِلَى الْقِسْمَةِ ، وَلِأَنَّ الْعَبْدَ كَالزَّائِلِ عَنِ مِلْكِهِمَا بِالْجَنَابَةِ ، وَدَفْعُ الْفِدَاءِ كَاِتِّدَاءِ الشُّرَاءِ فَيَكُونُ الْعَبْدُ بَيْنَهُمَا أَرْبَاعًا لَا عَلَى الْخَارِبَةِ يَخْدُمُ الْمُضَارِبَ يَوْمًا وَرَبِّ الْمَالِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ .

ترجمہ

اور جب مضارب کے پاس آدھے نفع کی شرط کے مطابق ایک ہزار درہم ہوں اور اس نے اس ایک ہزار کے بدلے میں ایسا غلام خریدا ہے جس کی قیمت دو ہزار ہے۔ اور اس غلام نے غلطی کے طور پر کسی کو قتل کر دیا ہے تو فدیہ کی تین چوتھائی رقم رب المال پر ہوگی اور اس کی چوتھائی رقم مضارب پر ہوگی۔ کیونکہ فدیہ صرف ملکیت کا ہے۔ اور ملکیت مقدار کے برابر ہوگی اور یہ ملکیت مضارب اور رب المال کے درمیان چار چوتھائی کے حساب سے ہے کیونکہ اس کا ضمان بھی نفع کے حساب سے ہوگا اور یہ اس لئے ایسا ہے کہ جب

مال ایک عین ہے جس کی قیمت دو ہزار ہے اور وہ ایک ہزار میں بطور نفع دونوں کے درمیان مشترک ہے اور ایک ہزار رب المال کیلئے اس کے رأس المال کے بدلے میں ہوگا کیونکہ مضاربت سے خریدا ہوا غلام دو ہزار قیمت کا ہے۔

اور جب ان دونوں نے فدیہ ادا کر دیا ہے تو وہ غلام مضاربت سے خارج ہو جائے گا جبکہ مضارب کا حصہ تو وہ اسی کے سبب سے ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں اور رب المال کا حصہ اس سبب سے خارج ہو جائے گا کیونکہ قاضی نے ان پر فدیہ کی تقسیم کا فیصلہ دے دیا ہے کیونکہ یہ فیصلہ ان دونوں کے درمیان غلام کی تقسیم میں شامل ہے اور تقسیم مضاربت کو ختم کرنے والی ہے بہ خلاف اس صورت کے جو گزر گئی ہے۔ کیونکہ اس میں ساری قیمت ہی مضارب پر لازم آتی ہے خواہ اس کیلئے رجوع کا حق ہے پس تقسیم کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ جنایت کرنے کے سبب وہ غلام ان کی ملکیت سے ختم ہو چکا ہے۔ جبکہ فدیہ دینا یہ ابتدائی طور پر خریدنے کی طرح ہو جائے گا پس وہ غلام ان کے درمیان مشترک نفع کے حساب سے ہوگا مگر مضاربت کے طور پر نہ ہوگا کیونکہ اب وہ غلام ایک دن مضارب کی خدمت کرے گا اور وہ تین رب المال کی خدمت کرے گا بہ خلاف اس صورت کے کہ جو اس سے پہلے بیان کر دی گئی ہے

شرح

اور جب مضارب کے پاس ہزار روپے آدھے نفع پر ہیں اس نے ہزار روپے کا کپڑا خریدا اور دو ہزار میں بیچ ڈالا پھر دو ہزار کی کوئی چیز خریدی اور ثمن ادا کرنے سے پہلے کل روپے یعنی دونوں ہزار ضائع ہو گئے پندرہ سو روپے مالک بائع کو دے اور پانچ صد مضارب دے کیونکہ دو ہزار میں مالک کے پندرہ سو تھے اور مضارب کے پانچ صد لہذا ہر ایک اپنے اپنے حصہ کی قدر بائع کو ادا کرے اس بیع میں ایک چوتھائی مضارب کی ملک ہے کیونکہ ایک چوتھائی اس نے قیمت دی ہے اور یہ چوتھائی مضاربت سے خارج ہے اور باقی تین چوتھائیاں مضاربت کی ہیں اور اس المال کل وہ رقم ہے جو مالک نے دی ہے یعنی دو ہزار پانچ صد مگر مضارب اس چیز کا مراہمہ کریگا تو وہی ہزار پر کریگا زیادہ پر نہیں کیوں کہ یہ چیز دو ہی ہزار میں خریدی ہے لیکن فرض کرو اس چیز کو دو چند قیمت پر اگر فروخت کیا یعنی چار ہزار میں تو ایک ہزار صرف مضارب لے گا کہ چوتھائی کا یہ مالک تھا اور پچیس سو ۲۵۰۰ اس المال کے نکالے جائیں اور باقی پانچ صد دونوں نصف نصف تقسیم کر لیں یعنی ڈھائی ڈھائی سو آئے گا۔

مضارب کا دواہم ادا کرنے سے قبل غلام کے فوت ہو جانے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ مَعَهُ أَلْفٌ فَاشْتَرَى بِهَا عَبْدًا فَلَمْ يَنْقُذْهَا حَتَّى هَلَكَتْ يَدْفَعُ رَبُّ الْمَالِ ذَلِكَ الثَّمَنَ وَرَأْسُ الْمَالِ جَمِيعٌ مَا يَدْفَعُ إِلَيْهِ رَبُّ الْمَالِ) لِأَنَّ الْمَالَ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ وَلَا يَصِيرُ مُسْتَوْفِيًا ، وَالْإِسْتِيفَاءُ إِنَّمَا يَكُونُ بِقَبْضِ مَضْمُونٍ وَحُكْمِ الْأَمَانَةِ يُنَافِيهِ فَيَرْجِعُ مَرَّةً بَعْدَ أُخْرَى ، بِخِلَافِ الْوَكِيلِ إِذَا كَانَ الثَّمَنُ مَدْفُوعًا إِلَيْهِ قَبْلَ الشَّرَاءِ وَهَلَكَ بَعْدَ الشَّرَاءِ حَيْثُ لَا يَرْجِعُ إِلَّا مَرَّةً لِأَنَّهُ أَمَّا جَعَلَهُ مُسْتَوْفِيًا ، لِأَنَّ الْوَكَالَةَ تُجَامِعُ الضَّمَانَ

كَالْغَاصِبِ إِذَا تَوَكَّلَ بِبَيْعِ الْمَغْضُوبِ ، ثُمَّ فِي الْوَكَالَةِ فِي هَذِهِ الصُّورَةِ يَرْجِعُ مَرَّةً ،
وَفِيمَا إِذَا اشْتَرَى ثُمَّ دَفَعَ الْمَوْكَلُ إِلَيْهِ الْمَالَ فَهَلَكَ لَا يَرْجِعُ لِأَنَّهُ ثَبَتَ لَهُ حَقُّ الرَّجُوعِ
بِنَفْسِ الشَّرَاءِ فَجُعِلَ مُسْتَوْفِيًا بِالْقَبْضِ بَعْدَهُ ، أَمَّا الْمَدْفُوعُ إِلَيْهِ قَبْلَ الشَّرَاءِ أَمَانَةٌ فِي
يَدِهِ وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى الْأَمَانَةِ بَعْدَهُ فَلَمْ يَصِرْ مُسْتَوْفِيًا ، فَإِذَا هَلَكَ رَجَعَ عَلَيْهِ مَرَّةً ثُمَّ لَا
يَرْجِعُ لَوْ قُوعِ الْإِسْتِيفَاءِ عَلَى مَا مَرَّ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب مضارب کے پاس ایک ہزار درہم ہوں اور اس نے ان درہم کے بدلے میں ایک غلام خریدا ہے مگر ان درہم کو ادا کرنے سے پہلے ہی وہ درہم ہلاک ہو گئے ہیں تو وہ قیمت رب المال ادا کرے گا۔ اور جتنی بار ہزار ہلاک ہوگا اتنی بار رب المال ادا کرنے والا ہوگا اور رب المال کو مضارب کو جس قدر مال دے گا وہ سب اس مال ہوگا کیونکہ یہ مال مضارب کے پاس بطور امانت ہے جبکہ ضمان اس وقت لیا جاتا ہے جب قبضہ ضمانت میں ہو۔ حالانکہ امانت کا حکم ضمانت کے خلاف ہے پس ایک بار کے بعد مضارب رب المال سے ثمن کا مال واپس لے گا بہ خلاف وکیل بہ ثراء کے کیونکہ جب خرید سے پہلے اس کو ثمن دے دی گئی ہے اور خریدنے کے بعد وہ قیمت ہلاک ہو گئی ہے تو وہ صرف ایک بار مؤکل سے ثمن لینے کا حقدار ہے کیونکہ وکیل سے ضمان لینے ممکن ہے اس لئے کہ وکالت ضمان کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے جس طرح غاصب منصوبہ مال کو بیچنے کا وکیل بنا جائے، اس کے بعد وکالت کی اس صورت میں وکیل ایک بار مؤکل سے سے ثمن لے گا اور جب وکیل نے کوئی چیز خریدی ہے اس کے بعد مؤکل نے اس کو مال دے دیا ہے اور وہ مال ہلاک ہو گیا ہے تو وکیل دوبارہ مؤکل سے ثمن وصول نہیں کر سکے گا کیونکہ خریداری کے سبب سے وکیل کو رجوع کرنے کا حق تھا جو خریداری کے بعد رقم پر قبضہ کرنے کے سبب سے وہ اپنا حق وصول کر چکا ہے۔ ہاں البتہ وہ رقم جو اس نے خریداری سے پہلے وکیل دے دی ہے تو وہ اس کے پاس امانت ہے اور خریداری کے بعد بھی وہ اسی امانت پر قائم رہے گا پس اس صورت میں وہ اپنا حق وصول کرنے والا نہ ہوگا اور جب ایک بار قیمت ہلاک ہو جائے تو وکیل مؤکل سے ایک بار لینے کا حقدار ہوتا ہے جبکہ وہ دوبارہ اس سے نہیں لے سکے گا کیونکہ اس کے حق میں وصولی مکمل ہو چکی ہے

رأس المال کے ضیاع سے مضاربت کے باطل ہونے کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مضارب نے رأس المال سے ابھی چیز خریدی بھی نہیں کہ رأس المال ضائع ہو گیا تو مضاربت باطل ہو گئی اور چیز خرید لی ہے اور ابھی ثمن ادا نہیں کیا ہے کہ مضارب کے پاس سے روپیہ ضائع ہو گیا رب المال سے پھر لے گا پھر ضائع ہو جائے تو پھر لے گا اور اسی قیاس کے مطابق چلتا جائے گا۔ اور رأس المال تمام وہ رقم ہوگی جو مالک نے یکے بعد دیگرے دی ہے بخلاف وکیل بالشراء کہ اگر اس کو روپیہ پہلے دے دیا تھا اور خریدنے کے بعد روپیہ ضائع ہو گیا تو ایک مرتبہ

موکل سے لے سکتا ہے اب اگر ضائع ہو جائے تو موکل سے نہیں لے سکتا اور اگر پہلے وکیل کو نہیں دیا تھا خریدنے کے بعد دیا اور ضائع ہو گیا تو اب بالکل موکل سے نہیں لے سکتا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب مضاربہ، بیروت)

مضاربت میں نفع کی تقسیم اُس وقت صحیح ہوگی کہ اس المال رب المال کو دے دیا جائے اس المال دینے سے قبل تقسیم باطل ہے یعنی فرض کرو کہ اس المال ہلاک ہو گیا تو نفع واپس کر کے اس المال پورا کریں اس کے بعد اگر کچھ بچے تو حسب قرار داد تقسیم کر لیں مثلاً ایک ہزار اس المال ہے اور ایک ہزار نفع۔ پانچ صد دونوں نے نفع کے لے لیے اور اس المال مضارب ہی کے پاس رہا کہ اس سے وہ پھر تجارت کریگا یہ ہزار ہلاک ہو گئے کام کرنے سے پہلے ہلاک ہوئے یا بعد میں، بہر حال مضارب پانچ صد کی رقم رب المال کو واپس کر دے اور خرچ کر چکا ہے تو اپنے پاس سے پانچ صد دے، کہ یہ رقم اور رب المال جو لے چکا ہے وہ اس المال میں محسوب ہے اور نفع کا ہلاک ہونا تصور ہوگا اور دو ہزار نفع کے تھے ایک ایک ہزار دونوں نے لیے تھے اسکے بعد اس المال ہلاک ہوا تو ایک ہزار جو مالک کو ملے ہیں ان کو اس المال تصور کیا جائے اور مضارب کے پاس جو ایک ہزار ہیں وہ نفع کے ہیں ان میں سے رب المال پانچ صد وصول کرے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب مضاربہ، بیروت)

فصل فی الاختلاف

﴿ یہ فصل اختلاف کے بیان میں ہے ﴾

فصل اختلاف فریقین کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بارتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس فصل میں رب المال اور مضارب کا اختلاف ہو جانے کو بیان کیا ہے۔ اور فقہی مطابقت کے موافق اصول یہی ہے کہ مسلمانوں میں اتفاق یہ اصل ہے جبکہ اختلاف یہ فرع ہے۔ اور اتفاق کا مرتبہ اختلاف سے زیادہ اور عظیم ہے۔ لہذا اس کا درجہ بعید ہونے کے سبب اس فصل کو مؤخر بیان کیا ہے۔

(عناہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۱۲، ص ۲۰۳، بیروت)

مضارب کے پاس دو ہزار درہم ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَانَ مَعَ الْمُضَارِبِ أَلْفَانِ فَقَالَ دَفَعْتُ إِلَى أَلْفًا وَرَبِحْتُ أَلْفًا وَقَالَ رَبُّ الْمَالِ لَا بَلْ دَفَعْتُ إِلَيْكَ أَلْفَيْنِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُضَارِبِ) وَكَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يَقُولُ أَوْلَا الْقَوْلُ قَوْلُ رَبِّ الْمَالِ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ ، لِأَنَّ الْمُضَارِبَ يَدْعِي عَلَيْهِ الشَّرِكَةَ فِي الرَّبْحِ وَهُوَ يُنْكِرُ وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُنْكَرِ ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى مَا ذَكَرَ فِي الْكِتَابِ لِأَنَّ الْاِخْتِلَافَ فِي الْحَقِيقَةِ فِي مِقْدَارِ الْمَقْبُوضِ وَفِي مِثْلِهِ الْقَوْلُ قَوْلُ الْقَابِضِ ضَمِينًا كَانَ أَوْ أَمِينًا لِأَنَّهُ أَعْرَفَ بِمِقْدَارِ الْمَقْبُوضِ ، وَلَوْ اِخْتَلَفَا مَعَ ذَلِكَ فِي مِقْدَارِ الرَّبْحِ فَالْقَوْلُ فِيهِ لِرَبِّ الْمَالِ لِأَنَّ الرَّبْحَ يُسْتَحَقُّ بِالشَّرْطِ وَهُوَ يُسْتَفَادُ مِنْ جِهَتِهِ ، وَأَيُّهُمَا أَقَامَ الْبَيِّنَةَ عَلَى مَا ادَّعَى مِنْ فَضْلِ قُبُلْتُ لِأَنَّ الْبَيِّنَاتِ لِلْبَائِتَاتِ

ترجمہ

فرمایا کہ جب مضارب کے ہاں دو ہزار درہم ہیں اور وہ یہ کہتا ہے کہ تم نے مجھے ایک ہزار دیا تھا اور ایک ہزار میں نے نفع کمایا

ہے۔ رب المال کہتا ہے کہ نہیں بلکہ میں نے تم کو دو ہزار دیئے تھے تو مضارب کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پہلے اس بات کے قائل تھے کہ رب المال کے قول کا اعتبار کیا جائے گا یہی امام زفر علیہ الرحمہ کا قول ہے کیونکہ مضارب نفع میں رب المال پر شرکت کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ جبکہ رب المال اس کا انکاری ہے۔ اور منکر کے قول کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اس حکم کی جانب رجوع کیا ہے جس کو قدوری میں ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ اختلاف حقیقت میں مضارب کے قبضہ کردہ مقدار کے برابر ہے اور اس جیسی صورت میں قبضہ کرنے والے کے قول کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ ضامن ہو یا امانت والا ہو۔ اس لئے کہ قبضہ کردہ مقدار سے زیادہ واقف وہی ہے۔

اور جب رأس المال میں اختلاف کے ساتھ ساتھ نفع کی مقدار میں بھی دونوں نے اختلاف کر دیا ہے تو نفع کے بارے میں رب المال کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ نفع کا حقدار ہونا یہ شرط کے سبب سے ہے اور شرط رب المال کی جانب سے مشروط ہوئی ہے۔ اور ان میں سے جو بھی زیادتی کے بارے میں گواہی پیش کرے گا اسی کی گواہی کو قبول کر لیا جائے گا کیونکہ کسی چیز کے ثبوت کیلئے گواہیاں ہوا کرتی ہیں۔

شرح: علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مضارب کے پاس دو ہزار روپے ہیں اور کہتا ہے کہ ایک ہزار تم نے دیئے تھے اور ایک ہزار نفع کے ہیں اور رب المال یہ کہتا ہے کہ میں نے دو ہزار دیئے ہیں اگر کسی کے پاس گواہ نہ ہوں تو مضارب کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اور اگر اس کے ساتھ ساتھ نفع کی مقدار میں بھی اختلاف ہو مضارب کہتا ہے کہ میرے لیے آدھے نفع کی شرط تھی اور رب المال کہتا ہے ایک تہائی نفع تمہارے لیے تھا تو اس میں رب المال کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اور اگر دونوں میں سے کسی نے اپنی بات کو گواہوں سے ثابت کیا تو اسی کی بات مانی جائے گی اور اگر دونوں گواہ پیش کریں تو اس المال کی زیادتی میں رب المال کے گواہ معتبر ہیں اور نفع کی زیادتی میں مضارب کے گواہ کا اعتبار کیا جائے گا۔ (در مختار، کتاب مضاربہ، بیروت)

مضاربت کی صحت و فساد میں اختلاف کا بیان

مضارب و رب المال میں مضاربت کی صحت و فساد میں اختلاف ہے اس کی دو صورتیں ہیں اگر مضارب فساد کا مدعی ہے تو رب المال کا قول معتبر اور رب المال نے فساد کا دعویٰ کیا تو مضارب کا قول معتبر، اس کا قاعدہ یہ ہے کہ عقود میں جو مدعی صحت ہے اس کا قول معتبر ہوتا ہے ہاں اگر رب المال یہ کہتا ہے کہ تمہارے لیے دس اکم تہائی نفع شرط تھا مضارب کہتا ہے تہائی نفع میرے لیے تھا یہاں رب المال کا قول معتبر ہے حالانکہ اس کے طور پر مضاربت فاسد ہے اور مضارب کے طور پر صحیح ہے کیونکہ یہاں مضارب زیادت کا مدعی ہے اور رب المال اس سے منکر ہے۔ (در مختار، کتاب مضاربہ، بیروت)

مال کا کاروبار کیلئے ہونے میں رب المال کے قول کا اعتبار

(وَمَنْ كَانَ مَعَهُ أَلْفٌ دِرْهَمٍ فَقَالَ هِيَ مُضَارَبَةٌ لِفُلَانٍ بِالنِّصْفِ وَقَدْ رِبِحَ أَلْفًا وَقَالَ فُلَانٌ

هِيَ بِضَاعَةٌ فَالْقَوْلُ قَوْلُ رَبِّ الْمَالِ) لِأَنَّ الْمُضَارِبَ يَدْعِي عَلَيْهِ تَقْوِيمَ عَمَلِهِ أَوْ شَرْطًا
مِنْ جِهَتِهِ أَوْ يَدْعِي الشَّرِكَةَ وَهُوَ يُنْكِرُ ، وَلَوْ قَالَ الْمُضَارِبُ أَقْرَضْتَنِي وَقَالَ رَبُّ الْمَالِ
هُوَ بِضَاعَةٌ أَوْ وَدِيعَةٌ فَالْقَوْلُ لِرَبِّ الْمَالِ وَالْبَيِّنَةُ بَيِّنَةُ الْمُضَارِبِ ، لِأَنَّ الْمُضَارِبَ يَدْعِي
عَلَيْهِ التَّمَلُّكَ وَهُوَ يُنْكِرُ .

ترجمہ

جب کسی شخص کے پاس ایک ہزار درہم ہیں اور وہ یہ کہتا ہے کہ یہ مال نصف نفع کی شرط کے مطابق فلاں کیلئے مضاربت پر ہے اور اس نے ایک ہزار کمایا ہے اور وہ فلاں کہتا ہے کہ وہ کاروبار کیلئے ہے تو رب المال کے قول کا اعتبار لیا جائے گا کیونکہ مضارب رب المال کے خلاف اپنے کام کے قیمتی ہونے والا دعویٰ کرنے والا ہے یا اس کی جانب سے شرط کا دعویٰ کر رہا ہے یا وہ نفع میں شریکیت کا مدعی ہے جبکہ رب المال اس کا انکاری ہے تو انکاری کے قول کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک ہزار روپے اُس کے پاس کسی کے ہیں مالک کہتا ہے یہ بطور بضاعت دیے تھے اس میں ایک ہزار نفع ہوا ہے یہ خاص میرا ہے اور وہ کہتا ہے مضاربت بالنصف کے طور پر مجھے دیے تھے۔ لہذا آدھا نفع میرا ہے اس صورت میں مالک کا قول معتبر ہے کہ یہی منکر ہے۔ اسی طرح اگر مضارب کہتا ہے کہ یہ روپے تم نے مجھے قرض دیے تھے لہذا کل نفع میرا ہے اور مالک کہتا ہے میں نے امانت یا بضاعت یا مضاربت کے طور پر دیے تھے اس میں بھی رب المال ہی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اور دونوں نے گواہ پیش کیے تو مضارب کے گواہ معتبر ہیں اور اگر مالک کہتا ہے میں نے قرض دیے تھے اور مضارب کہتا ہے بطور مضاربت دیے تھے تو مضارب کا قول معتبر ہے اور جو گواہ قائم کر دے اُس کے گواہ معتبر ہیں اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو مالک کے گواہ معتبر ہوں گے۔ (در مختار، کتاب مضاربہ، بیروت)

رب المال کا خاص تجارت کیلئے دعویٰ کرنے کا بیان

وَلَوْ ادَّعَى رَبُّ الْمَالِ الْمُضَارِبَةَ فِي نَوْعٍ وَقَالَ الْآخِرُ مَا سَمَّيْتُ لِي تِجَارَةً بِعَيْنِهَا
فَالْقَوْلُ لِلْمُضَارِبِ لِأَنَّ الْأَصْلَ فِيهِ الْعُمُومُ وَالْإِطْلَاقُ ، وَالتَّخْصِصُ يُعَارِضُ الشَّرْطَ ،
بِخِلَافِ الْوَكَالَةِ لِأَنَّ الْأَصْلَ فِيهِ الْخُصُوصُ .

وَلَوْ ادَّعَى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نَوْعًا فَالْقَوْلُ لِرَبِّ الْمَالِ لِأَنَّهُمَا اتَّفَقَا عَلَى التَّخْصِصِ ،
وَالْبَاطِلُ يُسْتَفَادُ مِنْ جِهَتِهِ ، وَالْبَيِّنَةُ بَيِّنَةُ الْمُضَارِبِ لِحَاجَتِهِ إِلَى نَفْيِ الضَّمَانِ وَعَدَمِ

حَاجَةِ الْآخِرِ إِلَى الْبَيِّنَةِ ، وَلَوْ وَقَّتْ الْبَيِّنَتَانِ وَقْتًا فَصَاحِبُ الْوَقْتِ الْآخِرِ أَوْلَى لَأَنَّ
آخِرَ الشَّرْطَيْنِ يَنْقُضُ الْأَوَّلَ .

ترجمہ

اور جب رب المال نے کسی خاص قسم کی تجارت کا دعویٰ کیا ہے اور مضارب کہتا ہے کہ تم نے کسی معین تجارت کیلئے مال نہ دیا تھا تو مضارب کی بات کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ مضاربت میں عموم اور اطلاق اصل ہے (قاعدہ فقہیہ) جبکہ خاص کرنا یہ عارضی طور پر شرط میں ہوتا ہے بہ خلاف وکالت کے کیونکہ وکالت میں اصل خصوص ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

اور جب مضارب اور رب المال میں سے دونوں نے ایک ایک قسم کی تجارت کی ہے تو رب المال کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ دونوں خاص کرنے میں اتفاق کرنے والے ہیں۔ جبکہ اجازت رب المال کی جانب سے ملنے والی ہے کیونکہ خصوص کے بارے میں اسی بات کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

اور جب ان دونوں نے گواہی پیش کر دی ہے تو مضارب کی گواہی کو قبول کیا جائے گا کیونکہ اس کو اپنی ذات سے ضمان کو دور کرنے کی ضرورت ہے جبکہ رب المال کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور جب دونوں گواہیوں کی تاریخ بیان کر دی گئی ہے تو بعد والی تاریخ کا اعتبار کرنا افضل ہوگا اس لئے کہ بعد والی شرط پہلی کو توڑنے والی ہوا کرتی ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مضارب کہتا ہے تم نے ہر قسم کی تجارت کی مجھے اجازت دی تھی یا مضاربت مطلق تھی یعنی عام یا خاص کسی کا ذکر نہ تھا اور مالک کہتا ہے میں نے خاص فلاں چیز کی تجارت کے لیے کہہ دیا تھا اس میں مضارب کا قول معتبر ہے۔ اور اگر دونوں ایک ایک چیز کو خاص کرتے ہوں مضارب کہتا ہے مجھے کپڑے کی تجارت کے لیے کہہ دیا تھا مالک کہتا ہے میں نے غلہ کے لیے کہا تھا تو قول مالک کا معتبر ہے اور گواہ مضارب کے۔ اور اگر دونوں کے گواہوں نے وقت بھی بیان کیا مثلاً مضارب کے گواہ کہتے ہیں کہ کپڑے کی تجارت کے لیے رمضان میں کہا تھا اور مالک کے گواہ کہتے ہیں غلہ کی تجارت کے لیے دیے تھے اور شوال کا مہینہ مقرر کر دیا تھا تو جس کے گواہ آخر وقت بیان کریں وہ معتبر۔ (درمختار، کتاب مضاربہ، بیروت)۔

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ اس وقت ہے کہ عمل کے بعد اختلاف ہو اور اگر عمل کرنے سے قبل باہم اختلاف ہو مضارب عموم یا مطلق کا دعویٰ کرتا ہے اور رب المال کہتا ہے میں نے فلاں خاص چیز کی تجارت کے لیے کہا ہے تو رب المال کا قول معتبر ہے اس انکار کے معنی یہ ہیں کہ مضارب کو ہر قسم کی تجارت سے منع کرتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب مضاربہ، بیروت)

اور جب اس نے مضارب کو ہزار روپے دیے کہ اگر خاص فلاں قسم کا مال خریدو گے تو نفع جو کچھ ہوگا نصف نصف تقسیم ہوگا اور فلاں قسم کا مال خریدو گے تو کل نفع رب المال کا ہوگا اور فلاں قسم کا خریدو گے تو سارا نفع مضارب کا ہوگا تو جیسا کہا ہے ویسا ہی کیا

جائے گا یعنی قسم اول میں مضاربت ہے اور نفع نصف نصف ہوگا اور قسم دوم کا مال خریدا تو بضاعت ہے نفع رب المال کا اور نقصان ہو تو وہ بھی اسی کا اور قسم سوم کا مال خریدا تو روپے مضارب پر قرض ہیں نفع بھی اسی کا نقصان بھی اسی کا ہوگا۔
(عالمگیری، کتاب مضاربہ، بیروت)

کتاب الودیعہ

﴿یہ کتاب ودیعت کے بیان میں ہے﴾

کتاب ودیعت کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب مضاربت کے بعد کتاب ودیعت کو بیان کیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ مضاربت میں مال کسی دوسرے شخص کے پاس بطور امانت ہوتا ہے اور اسی طرح ودیعت میں بھی مال کسی دوسرے شخص کے پاس بطور امانت ہوتا ہے۔ ہاں البتہ ان دونوں قسم کے اموال میں فرق یہ ہے کہ مضاربت کا مال یہ ایک عمومی مال ہوتا ہے جبکہ ودیعت والا مال یہ ایک خاص قسم کا مال ہوتا ہے اور اصول یہی ہے کہ خاص عام سے مؤخر ہوا کرتا ہے۔ لہذا مضاربت سے ودیعت کو مؤخر کر لیا ہے۔

ودیعت کے شرعی مأخذ کا بیان

(إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا. (النساء ۵۸)

اللہ (عزوجل) حکم فرماتا ہے کہ امانت جس کی ہو اُسے دے دو۔

(وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ. (المؤمنون، ۸)

اور فلاح پانے والے وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہد کی رعایت رکھتے ہیں۔

فقہاء کرام فرماتے ہیں مذکورہ آیات سے یہ معلوم ہوا کہ کسی دوسرے شخص کے پاس مال کو بطور امانت رکھنا شریعت کے مطابق مباح ہے۔ اور ودیعت امانت ہی کی طرح ہے لہذا ودیعت کے شرعی مأخذ کے طور انہی آیات سے استدلال کیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی گئی تو اس پر

کوئی تاوان نہیں ہے۔

حضرت عروہ بارتی سے روایت ہے کہ نبی کریم نے اپنے واسطے بکری خریدنے کے لیے ایک اشرفی دی انہوں نے آپ کے لیے دو بکریاں خرید لیں پھر ایک بکری اشرفی میں فروخت کر دی اور نبی کی خدمت میں آیا: ری اور ایک اشرفی پیش کر دی تو اللہ کے رسول ﷺ نے ان کو برکت کی دعا دی۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ کی دعا کا اثر تھا کہ اگر وہ مٹی بھی خریدتے تو اس میں بھی ان کو نفع

ہوتا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عروہ بن جعد بارتی نے فرمایا کہ ایک قافلہ آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک اشرفی دی آگے وہی مضمون ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ (سنن ابن ماجہ)

ایداع و متعلقات ایداع کا فقہی مفہوم

دوسرے شخص کو اپنے مال کی حفاظت پر مقرر کردینے کو ایداع کہتے ہیں اور اُس مال کو ودیعت کہتے ہیں جس کو عام طور پر امانت کہا جاتا ہے جس کی چیز ہے اُسے مودِع اور جس کی حفاظت میں دی گئی اُسے مودِع کہتے ہیں ایداع کی دو صورتیں ہیں کبھی صراحۃً کہہ دیا جاتا ہے کہ ہم نے یہ چیز تمہاری حفاظت میں دی اور کبھی دلالتاً بھی ایداع ہوتا ہے مثلاً کسی کی کوئی چیز گر گئی اور مالک کی غیر موجودگی میں لے لی یہ چیز لینے والے کی حفاظت میں آگئی بلکہ لینے کے بعد اُس نے چھوڑ دی ضامن ہے اور اگر مالک کی موجودگی میں لے لی ہے ضامن نہیں۔

ودیعت کے حکم کا بیان

ودیعت کا حکم یہ ہے کہ وہ چیز مودِع کے پاس امانت ہوتی ہے اُس کی حفاظت مودِع پر واجب ہوتی ہے اور مالک کے طلب کرنے پر دینا واجب ہوتا ہے۔ وودیعت کا قبول کرنا مستحب ہے۔ وودیعت ہلاک ہو جائے تو اس کا ضمان واجب نہیں۔ (بحر الرائق، کتاب وودیعت، بیروت)

ودیعت سے متعلق شرائط کا بیان

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ وودیعت کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ مال اس قابل ہو جو قبضہ میں آسکے لہذا بھاگے ہوئے غلام کے متعلق کہہ دیا میں نے اُس کو وودیعت رکھایا ہوا میں پرند اڑ رہا ہے اس کو وودیعت رکھان کا ضمان واجب نہیں۔ یہ بھی شرط ہے کہ جس کے پاس امانت رکھی جائے وہ مکلف ہو تب حفاظت واجب ہوگی اگر بچہ کے پاس کوئی چیز امانت رکھ دی اُس نے ہلاک کر دی ضمان واجب نہیں اور غلام مجبور کے پاس رکھ دی اس نے ہلاک کر دی تو آزاد ہونے کے بعد اُس سے ضمان لیا جاسکتا ہے۔ (درمختار، کتاب وودیعت، بیروت)

ودیعت کا مودِع کے ہاتھ میں امانت ہونے کا بیان

قَالَ (الْوَدِيعَةُ اَمَانَةٌ فِي يَدِ الْمُوَدَّعِ اِذَا هَلَكَتْ لَمْ يَضْمَنْهَا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ (لَيْسَ عَلَى الْمُسْتَعِيرِ غَيْرِ الْمُغْلِ ضَمَانٌ وَلَا عَلَى الْمُسْتَوْدِعِ غَيْرِ الْمُغْلِ
ضَمَانٌ) وَلَآنَ بِالنَّاسِ حَاجَةً اِلَى الْاِسْتِيْدَاعِ ، فَلَوْ ضَمِنَاهُ يَمْتَنِعُ النَّاسُ عَنْ قَبُولِ

الْوَدَائِعِ فَتَعَطَّلُ مَصَالِحُهُمْ.

ترجمہ

فرمایا کہ مودع کے ہاتھ میں ودیعت کا مال بطور امانت ہوتا ہے۔ اور اگر یہ مال ہلاک ہو جائے تو مودع اس کا ضامن نہ ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عاریت پر لینے والا جب خیانت کرنے والا نہ ہو تو اس پر ضمان نہیں ہے۔ اور اسی طرح جب مودع بھی خیانت کرنے والا نہ ہو تو اس پر بھی ضمان نہ ہوگا کیونکہ عوام کو امانت رکھنے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اور اگر ہم مودع کو ضامن بنا دیں لوگ ودیعتوں کو قبول کرنے سے اعراض کرنے لگیں گے اور لوگوں کی ضروریات ختم ہو جائیں گی۔

شرح

حضرت عطاء بن ابی رباح صفوان بن یعلیٰ، اپنے والد یعلیٰ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جب میرے قاصد تمہارے پاس آئیں تو انہیں تیس زرہیں دے دینا اور تیس اونٹ دے دینا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ عاریتہ مضمونہ ہوں گی، یعنی اس کا ضمان ادا کیا جائے گا یا عاریتہ موداع۔ کے طور پر لیں گے آپ نے فرمایا کہ بلکہ موداع کے طور پر یعنی تمہیں واپس مل جائیں گی۔ (سنن ابوداؤد)

مودع کا بہ ذات خود مال کی حفاظت کرنے کا بیان

قَالَ (وَلِلْمُودِعِ أَنْ يَحْفَظَهَا بِنَفْسِهِ وَبِمَنْ فِي عِيَالِهِ) لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّهُ يَلْتَزِمُ حِفْظَ مَالٍ غَيْرِهِ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي يَحْفَظُ مَالَ نَفْسِهِ ، وَلِأَنَّهُ لَا يَجِدُ بُدًّا مِنْ الدَّفْعِ إِلَى عِيَالِهِ لِأَنَّهُ لَا يُمَكِّنُهُ مُلَازِمَةُ بَيْتِهِ وَلَا اسْتِصْحَابُ الْوَدِيعَةِ فِي خُرُوجِهِ فَكَانَ الْمَالِكُ رَاضِيًا بِهِ (فَإِنْ حَفِظَهَا بِغَيْرِهِمْ أَوْ أَوْدَعَهَا غَيْرَهُمْ ضَمِنَ) لِأَنَّ الْمَالِكَ رَضِيَ بِيَدِهِ لَا بِيَدِ غَيْرِهِ ، وَالْأَيْدِي تَخْتَلِفُ فِي الْأَمَانَةِ ، وَلِأَنَّ الشَّيْءَ لَا يَتَضَمَّنُ مِثْلَهُ كَالْوَكِيلِ لَا يُؤْتَمَلُ خَيْرُهُ ، وَالْوَضْعُ فِي حِرْزِ غَيْرِهِ إِدَاعٌ ، إِلَّا إِذَا اسْتَأْجَرَ الْحِرْزَ فَيَكُونُ حَافِظًا بِحِرْزِ نَفْسِهِ .

ترجمہ

اور مودع کیلئے یہ حق حاصل ہے کہ وہ بہ ذات خود اس مال کی حفاظت کرے اور ان لوگوں سے حفاظت کرائے جو اس کی نگرانی میں ہیں اور ظاہر بھی یہی ہے کہ مودع اپنے مال کی حفاظت کی طرح دوسرے کے مال کی حفاظت بھی کرے۔ کیونکہ ودیعت کو اپنے عیال کے ہاں حوالے کرنے کے سوا مودع کیلئے کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس کیلئے ہمیشہ گھر رہنا ممکن نہیں ہے اور نہ گھر سے باہر مال ودیعت کو رکھنا ممکن ہے۔ پس مودع مودع کے اہل و عیال سے حفاظت کرانے پر رضامند ہوگا۔ لیکن جب مودع نے اپنے اہل

وعیال کے سوا کسی دوسرے کی نگرانی میں مال دیا ہے یا اس نے کسی دوسرے کو بطور ودیعت دیا ہے تو وہ ضامن ہوگا کیونکہ مال کا مالک اس کے قبضہ پر تو رضامنند ہوا ہے لیکن اس کے سوا کسی دوسرے کے قبضہ پر رضامنند نہیں ہوا ہے جبکہ امانت میں لوگوں کے قبضے مختلف ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ کوئی بھی چیز اپنی مثل کو متضمن نہیں ہوا کرتی۔ جس طرح وکیل دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا۔ دوسرے کی حفاظت میں رکھنا بھی امانت ہے ہاں البتہ جب مودع دوسرے کی محفوظ جگہ کو کرائے پر لے لیتا ہے تو اب وہی حفاظت کرنے والا شمار کیا جائے گا۔

امین پر ضمان کی شرط بیان کرنے کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امین پر ضمان کی شرط کر دینا کہ اگر یہ چیز ہلاک ہوئی تو تاوان لوں گا یہ باطل ہے۔ مودع کو اختیار ہے کہ خود حفاظت کرے یا اپنی عیال سے حفاظت کرائے جیسے وہ خود اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے کہ ہر وقت اُسے اپنے ساتھ نہیں رکھتا اہل و عیال کے پاس چھوڑ کر باہر جایا کرتا ہے۔ عیال سے مراد وہ ہیں جو اُس کے ساتھ رہتے ہوں حقیقۃً اُس کے ساتھ ہوں یا حکماً لہذا اگر سمجھ والے بچہ کو دے دی جو حفاظت پر قادر ہے یا بی بی کو دے دی اور یہ دونوں اُس کے ساتھ نہ ہوں جب بھی ضمان واجب نہیں ہو عورت نے خاوند کی حفاظت میں چیز چھوڑ دی ضامن نہیں۔

(در مختار، کتاب ودیعت، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب بی بی اور نابالغ بچہ یا غلام یہ اگرچہ اُس کے ساتھ نہ رہتے ہوں مگر عیال میں شمار ہوں گے فرض کرو یہ شخص ایک محلہ میں رہتا ہے اور اس کی زوجہ دوسرے محلہ میں رہتی ہے اور اُس کو نفقہ بھی نہیں دیتا ہے پھر بھی اگر ودیعت ایسی زوجہ کو سپرد کر دی اور تلف ہوگئی تاوان لازم نہیں ہوگا اور بالغ لڑکے یا ماں باپ جو اس کے ساتھ رہتے ہوں ان کو ودیعت سپرد کر سکتا ہے اور ساتھ نہ رہتے ہوں تو نہیں سپرد کر سکتا کہ تلف ہونے پر ضمان لازم ہوگا۔ زوجہ کا لڑکا دوسرے شوہر سے ہے جبکہ اس کے ساتھ رہتا ہے تو عیال میں ہے اُس کے پاس ودیعت کو چھوڑ سکتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب ودیعت، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جو شخص اس کی عیال میں ہے اُس کی حفاظت میں امانت کو اُس وقت رکھ سکتا ہے جب یہ امین ہو اور اگر اس کی خیانت معلوم ہو اور اس کے پاس چھوڑ دی تو تاوان دینا ہوگا۔ اس نے اپنی عیال کی حفاظت میں چھوڑ دی اور وہ اپنے بال بچوں کی حفاظت میں چھوڑے یہ بھی جائز ہے۔ (در مختار، کتاب ودیعت، بیروت)

مودع کے گھر میں آگ کے سبب انتقال ودیعت کا بیان

قَالَ (إِلَّا أَنْ يَقَعَ فِي دَارِهِ حَرِيقٌ فَيَسْلَمَهَا إِلَى جَارِهِ أَوْ يَكُونَ فِي سَفِينَةٍ فَخَافَ الْغَرَقَ فَيُلْقِيهَا إِلَى سَفِينَةٍ أُخْرَى) لِأَنَّهُ تَعَيَّنَ طَرِيقًا لِلْحِفْظِ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ فَيَرْتَضِيهِ الْمَالِكُ ، وَلَا يُصَدَّقُ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا بِبَيِّنَةٍ لِأَنَّهُ يَدْعَى ضَرُورَةَ مُسْقِطَةً لِلضَّمَانِ بَعْدَ تَحَقُّقِ السَّبَبِ

فَصَارَ كَمَا إِذَا ادَّعَى الْإِذْنَ فِي الْإِيدَاعِ .

قَالَ (فَإِنْ طَلَبَهَا صَاحِبُهَا فَحَبَسَهَا وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهَا ضَمِنَهَا) لِأَنَّهُ مُتَعَدِّ بِالْمَنْعِ ، وَهَذَا لِأَنَّهُ لَمَّا طَالَبَهُ لَمْ يَكُنْ رَاضِيًا بِإِمْسَاكِهِ بَعْدَهُ فَيُضْمِنُهُ بِحَبْسِهِ عَنْهُ .

ترجمہ

فرمایا اور جب مودع کے گھر میں آگ لگ گئی اور اس نے مال و دیعت کو اپنے ہمسائے کے ہاں بطور امانت بھیج دیا ہے یا وہ کسی کشتی میں سوار ہے اور اس نے ڈوبنے کے خطرے کے سبب دوسری کشتی میں ڈال دیا ہے کیونکہ اس صورت میں حفاظت کا ذریعہ یہی ہے۔ پس مالک بھی اس پر رضامند ہوگا اور گواہی کے سوا اس کی تصدیق نہ کی جائے گی کیونکہ وہ ایک ایسی ضرورت کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ جو سبب ضمان کے ثابت ہونے کے بعد ضمان کو ساقط کرنے والا ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب مودع نے مودع کی جانب و دیعت رکھنے کے بارے میں اجازت کا دعویٰ کیا ہے۔

اور جب مالک نے و دیعت کو طلب کیا اور سپرد کرنے کی طاقت کے باوجود مودع اس کو نہ دے تو وہ ضامن ہوگا کیونکہ اس نے روکتے ہوئے زیادتی کی ہے اور یہ حکم اس سبب سے ہے کہ جب مودع نے اس کو طلب کر لیا ہے تو اس کے بعد وہ اس کو مودع کے پاس رکھنے پر راضی نہ ہوگا پس اس سے روکنے کے سبب مودع ضامن ہوگا۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مودع کے مکان میں آگ لگ گئی اگر و دیعت دوسرے لوگوں کو نہیں دیتا ہے جل جاتی ہے یا کشتی میں و دیعت ہے اور کشتی ڈوب رہی ہے اگر دوسری کشتی میں نہیں پھینکتا ہے ڈوب جاتی ہے اس صورت میں دوسرے کو دینا یا دوسری کشتی میں پھینکنا جائز ہے بشرطیکہ اپنی عیال کی حفاظت میں دینا اس وقت ممکن نہ ہو اور اگر آگ لگنے کی صورت میں اسکے گھر کے لوگ قریب ہی میں ہیں کہ ان کو دے سکتا ہے یا کشتی ڈوبنے کی صورت میں اسکے گھر والوں کی کشتی پاس میں ہے کہ ان کو دے سکتا ہے تو دوسروں کو دینا جائز نہیں ہے دے گا تو ضمان واجب ہوگا۔ (در مختار، کتاب و دیعت، بیروت)

اور جب اس کی کشتی ڈوب رہی تھی اس نے دوسری کشتی میں و دیعت پھینکی مگر کشتی میں نہیں پہنچی بلکہ دریا میں گری یا کشتی میں پہنچ گئی تھی مگر لڑھک کر دریا میں چلی گئی مودع ضامن ہے۔ اسی طرح اگر قصد اس نے و دیعت کو ڈوبنے سے نہیں بچایا اتنا موقع تھا کہ دوسری کشتی میں دے دیتا مگر ایسا نہیں کیا یا مکان میں آگ لگی تھی موقع تھا کہ و دیعت کو نکال لیتا اور نہیں نکالی ان صورتوں میں ضامن ہے۔ (در مختار، کتاب و دیعت، بیروت)

اور جب وہ شخص یہ کہتا ہے کہ میرے مکان میں آگ لگی تھی یا میری کشتی ڈوب گئی اور پروسی کو دیدی یا دوسری کشتی میں ڈال دی اگر آگ لگنا یا کشتی ڈوبنا معلوم ہو تو اسکی بات مقبول ہے اور اگر معلوم نہ ہو تو گواہوں سے ثابت کرنا ہوگا۔

(در مختار، کتاب ودیعت، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر آگ لگنے کی وجہ سے ودیعت پروسی کو دیدی تھی آگ بجھنے کے بعد اس سے واپس لینی ضروری ہے اگر واپس نہ لی اور اسکے پاس ہلاک ہوگئی تو تاوان دینا ہوگا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب ودیعت، بیروت)

مودع کا مال ودیعت کو مٹس کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ خَلَطَهَا الْمُوَدَّعُ بِمَالِهِ حَتَّى لَا تَتَمَيَّزَ ضَمِنَهَا ثُمَّ لَا سَبِيلَ لِلْمُوَدَّعِ عَلَيْهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَ: إِذَا خَلَطَهَا بِجِنْسِهَا شَرِكَةٌ (إِنْ شَاءَ) مِثْلُ أَنْ يَخْلُطَ الدَّرَاهِمَ الْبَيْضَ بِالْبَيْضِ وَالسُّودَ بِالسُّودِ وَالْحِنْطَةَ بِالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرَ بِالشَّعِيرِ. لَهُمَا أَنَّهُ لَا يُمَكِّنُهُ الْوُصُولُ إِلَى عَيْنِ حَقِّهِ صُورَةً وَأَمَكِّنُهُ مَعْنَى بِالْقِسْمَةِ فَكَانَ اسْتِهْلَاكًا مِنْ وَجْهِ دُونَ وَجْهِ فَيَمِيلُ إِلَى أَيُّهُمَا شَاءَ.

وَلَهُ أَنَّهُ اسْتِهْلَاكٌ مِنْ كُلِّ وَجْهِ لِأَنَّهُ فِعْلٌ يَتَعَدَّرُ مَعَهُ الْوُصُولُ إِلَى عَيْنِ حَقِّهِ، وَلَا مُعْتَبَرٌ بِالْقِسْمَةِ لِأَنَّهَا مِنْ مُوجِبَاتِ الشَّرِكَةِ فَلَا تَصْلُحُ مُوجِبَةً لَهَا، وَلَوْ أَبْرَأَ الْخَالِطَ لَا سَبِيلَ لَهُ عَلَى الْمَخْلُوطِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّهُ لَا حَقَّ لَهُ إِلَّا فِي الدَّيْنِ وَقَدْ سَقَطَ، وَعِنْدَهُمَا بِالْإِبْرَاءِ تَسْقُطُ خَيْرَةُ الضَّمَانِ فَيَتَعَيَّنُ الشَّرِكَةُ فِي الْمَخْلُوطِ، وَخَلَطَ الْخَلَّ بِالزَّيْتِ وَكُلُّ مَائِعٍ بِغَيْرِ جِنْسِهِ يُوجِبُ انْقِطَاعَ حَقِّ الْمَالِكِ إِلَى الضَّمَانِ، وَهَذَا بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّهُ اسْتِهْلَاكٌ صُورَةً وَكَذَا مَعْنَى لَتَعَدَّرِ الْقِسْمَةَ بِاعْتِبَارِ اخْتِلَافِ الْجِنْسِ، وَمِنْ هَذَا الْقَبِيلِ خَلَطَ الْحِنْطَةَ بِالشَّعِيرِ فِي الصَّحِيحِ لِأَنَّ أَحَدَهُمَا لَا يَخْلُو عَنْ حَبَّاتِ الْآخَرِ فَتَعَدَّرُ التَّمْيِيزُ وَالْقِسْمَةُ.

وَلَوْ خَلَطَ الْمَائِعَ بِجِنْسِهِ فَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ يَنْقُطُ حَقُّ الْمَالِكِ إِلَى ضَمَانٍ لِمَا ذَكَرْنَا، وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ يُجْعَلُ الْأَقْلُ تَابِعًا لِلْأَكْثَرِ اعْتِبَارًا لِلْغَالِبِ أَجْزَاءً، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ شَرِكَةٌ بِكُلِّ حَالٍ لِأَنَّ الْجِنْسَ لَا يَغْلِبُ الْجِنْسَ عِنْدَهُ عَلَى مَا مَرَّ فِي الرِّضَاعِ، وَنَظِيرُهُ خَلَطَ الدَّرَاهِمَ بِمِثْلِهَا إِذَا بَةً لِأَنَّهُ يَصِيرُ مَائِعًا بِالْإِذَا بَةِ.

ترجمہ

اور جب مودع نے ودیعت کے مال کو اپنے میں اس طرح مکس کر دیا ہے کہ فرق مٹ گیا ہے۔ تو مودع اس مال کا ضامن ہوگا حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مودع کیلئے اس مال پر کوئی حق نہ ہوگا جبکہ صاحبین کے نزدیک جب مودع نے ودیعت کے ہم جنس مال سے اس کو ملایا ہے تو اب اگر مودع چاہے تو وہ اس میں شریک ہو جائے جس طرح اس نے سفید دراہم کو سفید دراہم کے ساتھ مکس کر دیا ہے یا سیاہ دراہم کو سیاہ دراہم کے ساتھ مکس کر دیا ہے یا گندم کو گندم کے ساتھ اور جو جو کے ساتھ مکس کر دیا ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ مالک کیلئے بطور صورت اپنا مال وصول کرنا ممکن رہا ہے ہاں البتہ تقسیم کے ذریعے معنوی طور پر اس کو وصول کرنا ممکن ہے۔ پس یہ بھی ایک طرح کا ہلاک کرنا ہے اور ایک طرح سے ہلاک کرنا نہ ہوگا اور مالک کیلئے اختیار ہے کہ وہ جس جانب چاہے مال ہو جائے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ ایک طرح سے ہلاک کرنا ہے کیونکہ اب مالک کیلئے اپنے مال بطور عین وصول کرنا ناممکن ہو چکا ہے جبکہ تقسیم کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا کیونکہ وہ احکام شرکت میں سے ہے پس تقسیم شرکت کو واجب کرنے والی نہ ہوگی۔

اور جب مودع نے مکس کرنے والے کو بری کر دیا ہے۔ تو امام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک ملے ہوئے مال پر اس کا کوئی اختیار نہ ہوگا کیونکہ اس کا حق صرف ضمان میں ہے جبکہ وہ حق برأت کے سبب ساقط ہو چکا ہے اور صاحبین کے نزدیک برأت کے سبب حق ضامن ساقط ہو جاتا ہے اور مکس مال میں شرکت معین ہو جائے گی۔

تلوں کے تیل کو روغن زیتون سے ملانے میں اور ہر سیال چیز کو خلاف جنس شئی سے مکس کرنے کے سبب مالک کا حق ختم ہو کر ضامن میں بدل جاتا ہے اور یہ حکم بہ اتفاق فقہاء ہے کیونکہ اس میں بطور صورت معنی دونوں طرح سے ہلاکت پائی جاتی ہے کیونکہ اختلاف جنس کے سبب تقسیم کرنا ممکن نہ رہا ہے اور گندم کو جو کے ساتھ ملانا بھی صحیح قول کے مطابق اس مسئلہ کے مطابق ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک دانے دوسرے کے دانوں سے ملے ہوتے ہیں پس یہاں بھی فرق و امتیاز مشکل ہو جائے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے جب سیال چیز کو اس کی ہم جنس چیز کے ساتھ مکس کر دیں تو مالک کا حق ختم ہو ضامن میں تبدیل ہو جاتا ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک کثرت والے کے اجزاء کو قلیل والوں کے تابع کر دیا جاتا ہے۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ہر حالت میں مودع مودع کا شریک ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک کوئی جنس کسی جنس پر غالب نہیں ہوتی جس طرح کتاب رضاع میں یہ مسئلہ گزر گیا ہے اور اس اختلاف کی مثال ودیعت کے دراہم میں دوسرے دراہم کو پگھلا کر مکس کرنا ہے۔ اس لئے کہ پگھلانے کے سبب سے سارے دراہم سیال ہو جائیں گے۔

اجازت مالک کے بغیر مال کو مکس کرنے کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ودیعت کو اپنے مال یا دوسرے کے مال میں بغیر اجازت مالک اس طرح ملا دینا کہ امتیاز باقی نہ رہے یا بہت دشواری سے جدا کیے جاسکیں یہ بھی موجب ضمان ہے دونوں مال ایک قسم کے ہوں جیسے روپے کو روپے میں ملا دیا گیہوں کو گیہوں میں جو کو جو میں یا دونوں مختلف جنس کے ہوں مثلاً گیہوں کو جو میں ملا دیا اس میں اگرچہ امتیاز اور جدا کرنا ممکن ہے مگر بہت دشوار ہے، اس طرح پر ملا دینا چیز کو ہلاک کر دینا ہے مگر جب تک ضمان ادا نہ کرے اس کا کھانا جائز نہیں یعنی پہلے ضمان ادا کر دے اس کے بعد یہ مخلوط چیز خرچ کرے۔ (درمختار، کتاب ودیعت، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک ہی شخص نے گیہوں اور جو دونوں کو ودیعت رکھا جب بھی ملا دینا جائز نہیں ملا دے گا تو تاوان لازم ہوگا۔ مالک کی اجازت سے اس نے دوسری چیز کے ساتھ خلط کیا یا اس نے خود نہیں ملا یا بلکہ بغیر اس کے فعل کے دونوں چیزیں مل گئیں مثلاً دو بوریوں میں غلہ تھا بوریاں پھٹ گئیں غلہ مل گیا یا صندوق میں دو تھیلیوں میں روپے رکھے تھے تھیلیاں پھٹ گئیں اور روپے مل گئے ان دونوں صورتوں میں دونوں باہم شریک ہو گئے اگر اس میں سے کچھ ضائع ہوگا تو دونوں کا ضائع ہوگا جو باقی ہے اسے مطابق حصہ کے تقسیم کر لیں مثلاً ایک کے ہزار روپے تھے دوسرے کے دو ہزار تو جو کچھ باقی ہے اس کے تین حصے کر کے پہلا شخص ایک حصہ لے لے اور دوسرا شخص دو حصے ہوں گے۔

(بحر الرائق، کتاب ودیعت، بیروت، فتاویٰ ہندیہ، کتاب ودیعت، بیروت)

فعل مودع کے بغیر اختلاط مال کا بیان

قَالَ (وَإِنْ اخْتَلَطَتْ بِمَالِهِ مِنْ غَيْرِ فَعَلِهِ فَهُوَ شَرِيكٌ لِمَالِهِ) كَمَا إِذَا انشَقَّ
الْكَيْسَانِ فَاخْتَلَطَا لِأَنَّهُ لَا يَضْمَنُهَا لِعَدَمِ الصَّنْعِ مِنْهُ فَيَشْتَرِكَانِ وَهَذَا بِإِلْتِفَاقٍ .
قَالَ (فَإِنْ انْفَقَ الْمُوَدَّعُ بَعْضَهَا ثُمَّ رَدَّ مِثْلَهُ فَخَلَطَهَا بِالْبَاقِي ضَمِنَ الْجَمِيعَ) لِأَنَّهُ خَلَطَ
مَالَ غَيْرِهِ بِمَالِهِ فَيَكُونُ اسْتِهْلَاكًا عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي تَقَدَّمَ .

ترجمہ

اور جب مودع کا مال اس کے فعل کے بغیر اس کے مال میں مکس ہو گیا ہے تو مودع مودع کا شریک ہو جائے گا جس طرح دوس تھیلیاں پھٹ کر ایک دوسرے میں مکس ہو جائیں۔ کیونکہ مودع کی جانب سے فعل نہیں ہے اس لئے کہ وہ اس کا ضامن نہ ہوگا پس وہ دونوں اس مال میں مشترک ہوں گے اور یہ حکم بہ اتفاق ہے۔

اور جب مودع نے کچھ خرچ مال ودیعت میں سے کیا ہے اس کے بعد اس نے اسی طرح کا مال اس میں واپس کر کے اس کو بقیہ مال سے ملا دیا ہے تو وہ پورے مال کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ مودع نے اپنے مال کو دوسرے کے مال میں مکس کر دیا ہے پس یہ ہلاکت ہی ہوگی جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مودع کے سوا کسی دوسرے شخص نے خلط کر دیا اگر چہ وہ نابالغ ہو اگر چہ وہ شخص ہو جو مودع کی عیال میں ہے وہ خلط کرنے والا ضامن ہے مودع ضامن نہیں۔ (در مختار، کتاب ودیعت، بیروت)

مودع کا ودیعت میں تعمیری کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا تَعَدَّى الْمُوْدَعُ فِي الْوَدِيْعَةِ بِأَنْ كَانَتْ دَابَّةً فَرَكِبَهَا أَوْ ثَوْبًا فَلَبَسَهُ أَوْ عَبْدًا فَاسْتَخْدَمَهُ أَوْ أَوْدَعَهَا غَيْرَهُ ثُمَّ أزال التَّعْدَى فَرَدَّهَا إِلَى يَدِهِ زَالَ الضَّمَانُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : لَا يَبْرَأُ عَنِ الضَّمَانِ لِأَنَّ عَقْدَ الْوَدِيْعَةِ ارْتَفَعَ حِينَ صَارَ ضَامِنًا لِلْمُنَافَاةِ فَلَا يَبْرَأُ إِلَّا بِالرَّدِّ عَلَى الْمَالِكِ وَلَنَا أَنَّ الْأَمْرَ بَاقٍ لِإِطْلَاقِهِ ، وَارْتِفَاعُ حُكْمِ الْعَقْدِ ضَرُورَةٌ ثُبُوتِ نَقِيضِهِ ، فَإِذَا ارْتَفَعَ عَادَ حُكْمُ الْعَقْدِ ، كَمَا إِذَا اسْتَأْجَرَهُ لِلْحِفْظِ شَهْرًا فَتَرَكَ الْحِفْظَ فِي بَعْضِهِ ثُمَّ حَفِظَ فِي الْبَاقِي فَحَصَلَ الرَّدُّ إِلَى نَائِبِ الْمَالِكِ .

ترجمہ

اور جب مودع نے ودیعت کے مال میں کچھ زیادتی کی اس طرح کہ وہ سواری تھی اور مودع اس پر سوار ہو گیا یا وہ کپڑا تھا اور مودع نے اس کو پہن لیا ہے یا غلام تھا اور مودع نے اس سے خدمت کروائی ہے یا پھر اس نے اس کو کسی دوسرے کے ہاں ودیعت میں رکھ دیا ہے اس کے بعد مودع نے وہ زیادتی ختم کرتے ہوئے وہ مال اپنے قبضہ میں لیا ہے تو ضمان ختم ہو جائے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مودع ضمان سے بری نہ ہوگا کیونکہ ضمان بنتے ہی ودیعت کا عقد ختم ہو چکا ہے کیونکہ ضمان اور امانت میں فرق ہے پس مالک کو واپس کیے بغیر وہ ضمان سے بری ہونے والا نہ ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ودیعت کا عقد ابھی بھی برقرار ہے اس لئے کہ ودیعت کا معاملہ مطلق تھا اور حکم عقد کا ختم ہونا اس کی نقیض یعنی ضمان کو ثابت کرنے کیلئے ضرورت کے پیش نظر تھا اور جب نقیض ختم ہوگئی تو عقد کا حکم لوٹ کر واپس آ جائے گا جس طرح کسی شخص نے کسی کو حفاظت کیلئے ایک ماہ کیلئے بطور سیکورٹی ملازم رکھا ہے اور ملازم نے مہینے میں بعض دن حفاظت چھوڑ دی ہے پھر اس نے بقیہ دنوں کی حفاظت کی ہے تو وہ مکمل حفاظت کرنے والا شمار کیا جائے گا۔ اور اس صورت مسئلہ میں مالک کے نائب کو واپس کرنا پایا جائے گا۔

تعدی کے سبب حکم ضمان کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ودیعت پر تعدی کی یعنی اُس میں بیجا تصرّف کیا مثلاً کپڑا تھا اُسے پہن لیا گھوڑا تھا

اُس پر سوار ہو گیا غلام تھا اُس سے خدمت لی یا اُسے کسی دوسرے کے پاس ودیعت رکھ دیا ان سب صورتوں میں اُس پر ضمان لازم ہے مگر پھر اس حرکت سے باز آیا یعنی اُس کو حفاظت میں لے آیا اور یہ نیت ہے کہ اب ایسا نہیں کریگا تو تعدی کرنے سے جو ضمان کا حکم آ گیا تھا زائل ہو گیا یعنی اب اگر چیز ضائع ہو جائے تو تاوان نہیں مگر استعمال سے چیز میں نقصان پیدا ہو جائے تو تاوان دینا ہوگا اور اگر اب بھی نیت یہ ہو کہ پھر ایسا کریگا مثلاً رات میں کپڑا اتار دیا اور یہ نیت ہے کہ صبح کو پھر پہنے گا ضمان کا حکم بدستور باقی ہے یعنی مثلاً رات ہی میں وہ کپڑا چوری ہو گیا تاوان دینا ہوگا۔ (بحر الرائق، کتاب ودیعت، بیروت، فتاویٰ ہندیہ، کتاب ودیعت، بیروت) مستعیر اور مستأجر نے تعدی کی پھر اس سے باز آئے تو ضمان سے بری نہیں جب تک مالک کے پاس چیز پہنچانہ دیں۔

(در مختار، کتاب ودیعت، بیروت)

مودع کا انکاری ہونے کے سبب ضامن ہونے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ طَلَبَهَا صَاحِبُهَا فَجَحَدَهَا ضَمِنَهَا) لِأَنَّهُ لَمَّا طَالَبَهُ بِالرَّدِّ فَقَدْ عَزَلَهُ عَنِ الْحِفْظِ فَبَعْدَ ذَلِكَ هُوَ بِالْإِمْسَاكِ غَاصِبٌ مَانِعٌ فَيَضْمِنُهَا ، فَإِنْ عَادَ إِلَى الْإِعْتِرَافِ لَمْ يَبْرَأْ عَنِ الضَّمَانِ لِارْتِفَاعِ الْعَقْدِ ، إِذِ الْمُطَالَبَةُ بِالرَّدِّ رَفَعُ مِنْ جِهَتِهِ وَالْجُحُودُ فَسْخٌ مِنْ جِهَةِ الْمُودِعِ كَجُحُودِ الْوَكِيلِ الْوَكَالَةَ وَجُحُودِ أَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ الْبَيْعَ فَتَمَّ الرَّفْعُ ، أَوْ لِأَنَّ الْمُودِعَ يَنْفَرِدُ بِعَزْلِ نَفْسِهِ بِمَحْضَرٍ مِنَ الْمُسْتَوْدِعِ كَالْوَكِيلِ يَمْلِكُ عَزْلَ نَفْسِهِ بِحَضْرَةِ الْمُوَكَّلِ ، وَإِذَا ارْتَفَعَ لَا يَعُودُ إِلَّا بِالتَّجْدِيدِ فَلَمْ يُوجَدْ الرَّدُّ إِلَى نَائِبِ الْمَالِكِ ، بِخِلَافِ الْخِلَافِ ثُمَّ الْعُودُ إِلَى الْوِفَاقِ ، وَلَوْ جَحَدَهَا عِنْدَ غَيْرِ صَاحِبِهَا لَا يَضْمِنُهَا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ خِلَافًا لِزُفَرٍ لِأَنَّ الْجُحُودَ عِنْدَ غَيْرِهِ مِنْ بَابِ الْحِفْظِ لِأَنَّ فِيهِ قَطْعَ طَمَعِ الطَّامِعِينَ ، وَلِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ عَزْلَ نَفْسِهِ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِنْهُ أَوْ طَلَبِهِ فَبَقِيَ الْأَمْرُ بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ بِحَضْرَتِهِ .

ترجمہ

اور جب مالک اس سے ودیعت طلب کرے اور مودع انکاری ہو تو وہ ضامن ہوگا اس لئے کہ جب مودع نے واپسی کا مطالبہ کیا ہے تو وہ حفاظت سے مودع کو معزول کر دیا ہے اور اس کے بعد ودیعت کو روکنا یہ غصب ہوگا اور مانع ودیعت ہے لہذا وہ ضامن ہوگا اس کے بعد جب وہ اقرار کرے تو وہ ضمان سے بری نہ ہوگا کیونکہ عقد ختم ہو چکا ہے کیونکہ مودع کی جانب سے واپسی کا مطالبہ کر دینا یہ اس کی جانب سے عقد کو ختم کرنا ہے جبکہ انکار کرنا یہ مودع کی جانب سے ختم کرنا ہے جس طرح وکیل کا وکالت سے

انکار کرنا اور دو عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کا بیع سے انکار کرنا ہے۔ پس وہ تکمیل پوری ہو جائے گی۔

اور اس سبب سے بھی عقد ختم ہو جائے گا کہ مودع کے ہوتے ہوئے محض تنہا اپنے آپ کو معزول کرنے کا وہ حق رکھتا ہے جس طرح مؤکل کی موجودگی میں وکیل اپنے آپ کو معزول کر سکتا ہے اور جب عقد ختم ہو چکا ہے تو نئے عقد کے بغیر وہ لوٹ کر نہیں آئے گا اور اس اقرار کے سبب مالک کے نائب کی جانب ودیعت کو واپس کرنا بھی نہیں پایا گیا ہے۔ یہ خلاف عقد کے حکم کی مخالفت کے بعد مطابقت کرنے کے، کیونکہ جب مودع نے مالک ودیعت کے سوا کسی تیسرے کے پاس انکار کیا ہے تو حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک ضمان نہ ہوگا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کا اس میں اختلاف ہے کیونکہ دوسرے کے پاس انکار کرنا یہ بھی ایک حفاظت کرنے کا طریقہ ہے لہذا امانت کو غصب کرنے والوں کے لالچ کا خاتمہ ہونا چاہیے اور اس لئے بھی کہ مودع کی موجودگی میں یا اس کی طلب کے بغیر مودع خود کو معزول نہیں کر سکتا پس عقد باقی رہے گا۔ یہ خلاف اس صورت کے کہ جیہ کام مودع کے ہوتے ہوئے پایا جائے۔

طلب سے مودع کو ممانعت کا حق نہ رکھنے کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس کی چیز تھی اُس نے طلب کی مودع کو منع کرنا جائز نہیں بشرطیکہ اُسکے دینے پر قادر ہو خود مالک نے چیز مانگی یا اُس کے وکیل نے، قاصد کے مانگنے پر نہ دے اگرچہ کوئی نشانی پیش کرتا ہو۔ اور اگر اس وقت دینے سے عاجز ہے مثلاً ودیعت یہاں موجود نہیں ہے اور جہاں ہے وہ جگہ دور ہے یا دینے میں اُس کو اپنی جان یا مال کا اندیشہ ہے مثلاً ودیعت کو دفن کر رکھا ہے اس وقت کھود نہیں سکتا ہے یا ودیعت کے ساتھ اپنا مال بھی مدفون ہے اندیشہ ہے کہ میرے مال کا لوگوں کو پتہ چل جائے گا ان صورتوں میں روکنا جائز ہے۔ اور اگر مالک واپسی نہیں چاہتا ہے ویسے ہی کہتا ہے ودیعت اُٹھالا یعنی دیکھنا مقصود ہے تو مودع اس سے انکار کر سکتا ہے۔ (درمختار، کتاب ودیعت، بیروت)

ایک شخص نے تلوار امانت رکھی وہ اپنی تلوار مانگتا ہے اور اس مودع کو معلوم ہو گیا کہ اس تلوار سے ناحق طور پر کسی کو مارے گا تو تلوار نہ دے جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اُس نے اپنی رائے بدل دی اب اس تلوار کو مباح کام کے لیے مانگتا ہے۔

(درمختار، کتاب ودیعت، بیروت)

مالک نے ودیعت مانگی مودع نے کہا کل لینا دوسرے دن یہ کہتا ہے کہ وہ جو تم میرے پاس آئے تھے اور میں نے اقرار کیا تھا اُس کے بعد وہ ودیعت ضائع ہوگئی اس صورت میں تاوان نہیں اور اگر یہ کہتا ہے کہ اُس سے پہلے ودیعت ضائع ہو چکی تھی تو تاوان واجب ہے۔ (بحر الرائق، کتاب ودیعت، بیروت)

مالک نے مودع سے کہا ودیعت واپس کر دو اُس نے انکار کر دیا کہتا ہے میرے پاس ودیعت رکھی ہی نہیں اور اُس چیز کو جہاں تھی وہاں سے دوسری جگہ منتقل کر دیا حالانکہ وہاں کوئی ایسا بھی نہ تھا جس کی جانب سے یہ اندیشہ ہو کہ اسے پتہ چل جائے گا تو ودیعت کو چھین لے گا اور انکار کے بعد ودیعت کو حاضر بھی نہیں کیا اور اُس کا یہ انکار خود مالک سے ہوا اسکے بعد ودیعت کا اقرار کیا تو اب بھی

ضامن ہے اور اگر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ چیز تم نے مجھے ہبہ کر دی تھی یا میں نے خرید لی تھی اس کے بعد ودیعت کا اقرار کیا تو ضامن نہیں رہا اور اگر مالک نے ودیعت واپس نہیں مانگی صرف اُس کا حال پوچھا ہے کہ کس حالت میں ہے اس نے انکار کر دیا کہ میرے پاس ودیعت نہیں رکھی ہے پھر اقرار کیا تو ضمان نہیں۔ اور اگر اُس کو وہاں سے منتقل نہیں کیا جب بھی ضامن نہیں اور اگر وہاں کوئی ایسا تھا جس سے اندیشہ تھا اس وجہ سے انکار کر دیا تو ضامن نہیں اور اگر انکار کے بعد چیز کو حاضر کر دیا کہ مالک لے سکتا تھا مگر نہیں لی کہہ دیا کہ اسے تم اپنے ہی پاس رکھو تو یہ جدید ایداع ہے اور ضامن نہیں اور مالک کے سوا دوسرے لوگوں سے انکار کیا ہے جب بھی ضامن نہیں۔ (بحر الرائق، کتاب ودیعت، بیروت)

ودیعت سے مودع نے انکار کر دیا یعنی یہ کہا کہ میرے پاس تمہاری ودیعت نہیں ہے اسکے بعد یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے تمہاری ودیعت واپس کر دی تھی اور اس پر گواہ قائم کیے یہ گواہ مقبول ہیں۔ (در مختار، کتاب ودیعت، بیروت)

مودع کا مال ودیعت کے ساتھ سفر کرنے کا بیان

قَالَ (وَلِلْمُودِعِ أَنْ يُسَافِرَ الْوَدِيعَةَ وَإِنْ كَانَ لَهَا حِمْلٌ وَمُؤْنَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَ : لَيْسَ لَهُ ذَلِكَ إِذَا كَانَ لَهَا حِمْلٌ وَمُؤْنَةٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : لَيْسَ لَهُ ذَلِكَ فِي الْوَجْهَيْنِ ، لِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ إِطْلَاقُ الْأَمْرِ ، وَالْمَفَازَةُ مَحَلٌّ لِلْحِفْظِ إِذَا كَانَ الطَّرِيقُ آمِنًا وَلِهَذَا يَمْلِكُ الْأَبُ وَالْوَصِيُّ فِي مَالِ الصَّبِيِّ .

وَلَهُمَا أَنَّهُ تَلَزَمَهُ مُؤْنَةُ الرَّدِّ فِيمَا لَهُ حِمْلٌ وَمُؤْنَةٌ ، وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ لَا يَرْضَى بِهِ فَيَتَقَيَّدُ ، وَالشَّافِعِيُّ يُقَيِّدُهُ بِالْحِفْظِ الْمُتَعَارَفِ وَهُوَ الْحِفْظُ فِي الْأَمْصَارِ وَصَارَ كَالِاسْتِحْفَافِ بِأَجْرٍ .

قُلْنَا : مُؤْنَةُ الرَّدِّ تَلَزَمُهُ فِي مَلِكِهِ ضَرُورَةٌ امْتِنَالِ أَمْرِهِ فَلَا يَبَالِي بِهِ وَالْمُعْتَادُ كَوْنُهُمْ فِي الْمِصْرِ لَا حِفْظُهُمْ ، وَمَنْ يَكُونُ فِي الْمَفَازَةِ يَحْفَظُ مَالَهُ فِيهَا ، بِخِلَافِ الْاسْتِحْفَافِ بِأَجْرٍ لِأَنَّهُ عَقْدُ مُعَاوَضَةٍ فَيَقْتَضِي التَّسْلِيمَ فِي مَكَانِ الْعَقْدِ (وَإِذَا نَهَاهُ الْمُودِعُ أَنْ يَخْرُجَ الْوَدِيعَةَ فَخَرَجَ بِهَا ضَمِنَ) لِأَنَّ التَّقْيِيدَ مُفِيدٌ إِذْ الْحِفْظُ فِي الْمِصْرِ أَبْلَغُ فَكَانَ صَحِيحًا .

ترجمہ

اور مودع کو ودیعت کا مال لیکر سفر کرنے کا حق حاصل ہے خواہ اس کو لے جانے میں بوجھ اٹھوانے اور مشقت وغیرہ اٹھانا پڑتی

ہو۔ یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ جب اس میں بوجھ اٹھوانا اور خرچ آتا ہے تو اس کو لیکر جانے کا حق حاصل نہیں ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں اس کو کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ مودع نے مودع کو مطلق طور پر حکم دیا ہے اور جب راستے میں امن ہے اور جگہ بھی حفاظت والی ہے۔ اور اسی دلیل کے سبب بچے کے مال میں باپ اور وصی کو ساتھ لیکر سفر کرنے کا حق حاصل ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جس مالک کو لے جاتے ہوئے بوجھ اٹھوانے اور خرچہ لازم آتا ہو وہ خرچہ مالک پر لازم ہے اور ظاہر بھی یہی ہے کہ مالک تو اس پر راضی نہ ہوگا پس یہ اختیار خاص حالت کے ساتھ مقید ہو جائے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس کو معروف حفاظت کے ساتھ مقید کیا ہے اور وہ شہروں میں حفاظت کرنا ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح کسی کو مزدوری پر مقرر کرنا ہے۔

ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ مالک پر واپسی کا خرچ اس سبب سے ہے کہ وہ اس کی ملکیت میں اس کے حکم کو پورا کرنے والا ہے پس اس کو کوئی حرج نہ سمجھا جائے گا۔ کیونکہ معتمد حفاظت کرنے والوں کا شہروں میں رہنا ہے نہ ان کا شہر میں حفاظت کرنا ہے کیونکہ جو شخص جنگل میں رہتا ہے وہ وہاں پر اپنی حفاظت کرتا ہے بہ خلاف اجرت پر سیکورٹی لینے کے کیونکہ یہ مقدم معاوضہ ہے اور عقد کی جگہ پر سپردگی کا تقاضہ کرنے والا ہے اور جب مودع نے مودع کو مال و دیعت لے کر جانے سے روک دیا ہے مگر وہ لے کر چلا گیا ہے تو وہ ضامن ہوگا۔ کیونکہ یہ قید کے ساتھ مقید ہے اس لئے کہ شہر میں حفاظت کرنا یہ زیادہ غالب ہے پس یہ قید درست ہو جائے گی۔

شرح

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مودع کو یہ اختیار ہے کہ و دیعت کو اپنے ہمراہ سفر میں لیجائے اگرچہ اس میں بار برداری صرف کرنی پڑے بشرطیکہ مالک نے سفر میں لے جانے سے منع نہ کیا ہو اور لیجانے میں اس کے ہلاک ہونے کا اندیشہ بھی نہ ہو اور اگر مالک نے منع کر دیا ہو یا لیجانے میں اندیشہ ہو اور سفر میں جانا اس کے لیے ضروری نہ ہو اور سفر کیا اور و دیعت ضائع ہوگئی تو تاوان لازم ہے اور اگر سفر میں جانا ضروری ہے اور تنہا سفر کیا اور و دیعت کو بھی لے گیا ضامن ہے اور بال بچوں کے ساتھ سفر کیا ہے تو ضامن نہیں، دریائی سفر بھی خوفناک ہے کہ اس میں غالب ہلاک ہے۔ (بحر الرائق، کتاب و دیعت، بیروت)

دو بندوں کے پاس ایک آدمی کا مال و دیعت رکھنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أُوْدِعَ رَجُلَانِ عِنْدَ رَجُلٍ وَدِيعَةٌ فَحَضَرَ أَحَدُهُمَا وَطَلَبَ نَصِيْبَهُ مِنْهَا لَمْ يَدْفَعْ إِلَيْهِ حَتَّى يَحْضُرَ الْآخَرَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَقَالَ : يَدْفَعُ إِلَيْهِ نَصِيْبَهُ) وَفِي الْجَامِعِ

الصَّغِيرِ: ثَلَاثَةٌ اسْتَوَدَعُوا رَجُلًا أَلْفًا فَغَابَ اثْنَانِ فَلَيْسَ لِلْحَاضِرِ أَنْ يَأْخُذَ نَصِيبَهُ عِنْدَهُ، وَقَالَ: لَهُ ذَلِكَ، وَالْخِلَافُ فِي الْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ، وَهُوَ الْمُرَادُ بِالْمَذْكُورِ فِي الْمُنْتَصَرِ. لَهُمَا أَنَّهُ طَالِبُهُ بِدَفْعِ نَصِيبِهِ فَيُؤْمَرُ بِالَدَّفْعِ إِلَيْهِ كَمَا فِي الدَّيْنِ الْمُشْتَرَكِ، وَهَذَا لِأَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِتَسْلِيمِ مَا سَلَّمَ إِلَيْهِ وَهُوَ النَّمْفُ، وَهَذَا كَانَ لَهُ أَنْ يَأْخُذَهُ فَكَذَا يُؤْمَرُ هُوَ بِالَدَّفْعِ إِلَيْهِ.

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ طَالِبُهُ بِدَفْعِ نَصِيبِ الْغَائِبِ لِأَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِالْمُفْرَزِ وَحَقَّهُ فِي الْمَشَاعِ، وَالْمُفْرَزُ الْمَعِينُ يَشْتَمِلُ عَلَى الْحَقِّينِ، وَلَا يَتَمَيَّزُ حَقُّهُ إِلَّا بِالْقِسْمَةِ، وَلَيْسَ لِلْمُودَعِ وَلَايَةُ الْقِسْمَةِ وَلِهَذَا لَا يَقَعُ دَفْعُهُ قِسْمَةً بِالْإِجْمَاعِ، بِخِلَافِ الدَّيْنِ الْمُشْتَرَكِ لِأَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِتَسْلِيمِ حَقِّهِ لِأَنَّ الدُّيُونَ تُقْضَى بِأَمْثَالِهَا. قَوْلُهُ لَهُ أَنْ يَأْخُذَهُ. قُلْنَا: لَيْسَ مِنْ ضَرُورَتِهِ أَنْ يُجْبَرَ الْمُودَعُ عَلَى الدَّفْعِ كَمَا إِذَا كَانَ لَهُ أَلْفٌ دِرْهَمٍ وَدِيعَةٌ عِنْدَ إِنْسَانٍ وَعَلَيْهِ أَلْفٌ لِغَيْرِهِ فَلِغَيْرِيهِ أَنْ يَأْخُذَهُ إِذَا ظَفَرَ بِهِ، وَلَيْسَ لِلْمُودَعِ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَيْهِ.

ترجمہ

اور جب دو بندوں نے کسی ایک شخص کے پاس کوئی چیز ودیعت رکھی اور اس کے ایک ودیعت رکھنے والے نے آکر اپنا حصہ طلب کر لیا تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جب تک دوسرا مودع نہ آئے گا اس کو حصہ نہیں دیا جائے گا۔ صاحبین نے کہا ہے کہ اس کو حصہ دے دیا جائے گا۔ جامع صغیر میں ہے۔ کہ جب تین بندوں نے کسی ایک آدمی کے پاس ایک ہزار روپے بطور ودیعت رکھ دیئے ہیں اور ان میں دو غائب ہو گئے ہیں۔ تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک موجود کیلئے لینے کا حق نہ ہوگا۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ موجود اپنا حصہ لے سکتا ہے اور یہ اختلاف کیل والی اور زنی اشیاء میں ہے اور جس اختلاف کو قدوری میں ذکر کیا گیا ہے اس سے بھی یہی مراد لیا گیا ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حاضر اپنا حصہ لینے کا مطالبہ کرنے والا ہے کیونکہ مودع کو اس کا حصہ دینے کا حکم دیا گیا ہے جس طرح مشترکہ قرض میں ہوا کرتا ہے اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ جب موجود آدمی ایسی چیز کا مطالبہ کرنے والا ہے جو اس نے دی ہے یعنی آدھا۔ اس لئے کہ اس کو اپنا حق لینے کا اختیار ہے لہذا مودع کو بھی حکم دیا جائے گا کہ وہ مودع کو اس کا حصہ دے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ موجود نے غائب کے حصہ کو سپرد کرنے کا مطالبہ کیا ہے کیونکہ وہ اپنا حصہ الگ سے مانگنے والا ہے جبکہ اس کا حق مشترکہ ہے معین مفرز دو حقوق کو شامل ہوتا ہے۔ جبکہ موجود کا حق تقسیم کے سوا الگ نہیں ہونے والا۔

اور مودع کو تقسیم کی ولایت حاصل نہیں ہے کیونکہ اس کا دینا بہ اتفاق یہ تقسیم نہ ہوگا بہ خلاف مشترکہ قرض کے کیونکہ اس میں ایک شریک اپنے حصہ کی سپردگی کا مطالبہ کرنے والا ہے۔ کیونکہ قرض بہ مثل ادا کئے جاتے ہیں۔

اور ماتن کا قول ”لَهُ أَنْ يَأْخُذَهُ“ ہماری جانب سے جواب ہے۔ کہ لینے میں یہ ضروری نہیں ہے کہ مودع کو دینے پر مجبور کیا جائے جس طرح کسی کے کسی شخص پر ہزار درہم بطور ودیعت ہوں اور مودع پر دوسرے کا ایک ہزار قرض ہو تو قرض لینے والے کیلئے یہ حق بنتا ہے کہ وہ جب قابو پائے اس کا مال وصول کر لے جبکہ مودع کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ قرض لینے والے کو دیدے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب دو شخصوں نے مل کر ودیعت رکھی ہے اُن میں سے ایک اپنا حصہ مانگتا ہے دوسرے کی عدم موجودگی میں امین کو دینا جائز نہیں اور اگر دیدے گا تو ضامن نہیں اور ایک نے قاضی کے پاس دعویٰ کیا کہ میرا حصہ دلا دیا جائے تو قاضی دینے کا حکم نہیں دے گا۔ (در مختار، کتاب ودیعت، بیروت، فتاویٰ ہندیہ، کتاب ودیعت، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب دو شخصوں نے ودیعت رکھی تھی ایک نے مودع سے کہا کہ میرے شریک کو سو روپے دے دو اُس نے دیدے اس کے بعد بقیہ رقم ضائع ہوگئی تو جو شخص سو روپے لے چکا ہے یہ تنہا اسی کے ہیں اس کا ساتھی ان میں سے نصف نہیں لے سکتا اور اگر یہ کہا تھا کہ اُس میں سے آدھی رقم اُس کو دے دو اُس نے دیدی اور بقیہ رقم ضائع ہوگئی تو ساتھی جو نصف لے چکا ہے اُس میں سے نصف یہ لے سکتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب ودیعت، بیروت)

مشترکہ ودیعت میں مودع ثانی کے ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن ابی طالب محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب دو بندوں نے کسی ایک شخص کے پاس کوئی چیز ودیعت رکھی اور اس کے ایک ودیعت رکھنے والے نے آکر اپنا حصہ طلب کر لیا تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جب تک دوسرا مودع نہ آئے گا اس کو حصہ نہیں دیا جائے گا۔ صاحبین نے کہا ہے کہ اس کو حصہ دے دیا جائے گا۔ اور حضرت امام مالک، امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ اس کا اس کا حصہ دیا جائے گا۔ (شرح الوقایہ، کتاب ودیعت، بیروت)

ایک شخص کا دو آدمیوں کے پاس ودیعت رکھنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أُوذِعَ رَجُلٌ عِنْدَ رَجُلَيْنِ شَيْئًا مِمَّا يُقَسَّمُ لَمْ يَجْزُ أَنْ يَدْفَعَهُ أَحَدُهُمَا إِلَى الْآخِرِ وَلَكِنَّهُمَا يَقْتَسِمَانِهِ فَيَحْفَظُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِصْفَهُ ، وَإِنْ كَانَ مِمَّا لَا يُقَسَّمُ جَازَ أَنْ يَحْفَظَ أَحَدُهُمَا بِإِذْنِ الْآخِرِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَكَذَلِكَ الْجَوَابُ عِنْدَهُ فِي الْمُرْتَهِنَيْنِ وَالْوَكِيلَيْنِ بِالشَّرَاءِ إِذَا سَلَّمَ أَحَدُهُمَا إِلَى الْآخِرِ . وَقَالَ : لِأَحَدِهِمَا أَنْ يَحْفَظَ بِإِذْنِ الْآخِرِ فِي الْوَجْهَيْنِ . لَهُمَا أَنَّهُ رَضِيَ بِأَمَانَتِهِمَا فَكَانَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْ

يُسَلِّمُ إِلَى الْآخِرِ وَلَا يَضْمَنُهُ كَمَا فِي مَا لَا يُقَسِّمُ .
 وَلَهُ أَنَّهُ رَضِيَ بِحِفْظِهِمَا وَلَمْ يَرْضَ بِحِفْظِ أَحَدِهِمَا كُلَّهُ لِأَنَّ الْفِعْلَ مَتَى أُضِيفَ إِلَى مَا
 يَقْبَلُ الْوَصْفَ بِالتَّجْزِي تَنَاوَلَ الْبَعْضَ دُونَ الْكُلِّ فَوَقَعَ التَّسْلِيمُ إِلَى الْآخِرِ مِنْ غَيْرِ رِضَا
 الْمَالِكِ فَيَضْمَنُ الدَّافِعُ وَلَا يَضْمَنُ الْقَابِضُ لِأَنَّ مُودِعَ الْمُودِعِ عِنْدَهُ لَا يَضْمَنُ ، وَهَذَا
 بِخِلَافِ مَا لَا يُقَسِّمُ لِأَنَّهُ لَمَّا أُوْدِعَهُمَا وَلَا يُمَكِّنُهُمَا إِلَّا جُمَاعُ عَلَيْهِ آتَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
 وَأَمَكَّنَهُمَا الْمُهَيَّأَةَ كَانَ الْمَالِكُ رَاضِيًا بِدَفْعِ الْكُلِّ إِلَى أَحَدِهِمَا فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے دو بندوں کے پاس کوئی قابل تقسیم چیز کو بطور رویت رکھ دیا ہے تو ان میں سے ایک کا دوسرے کو چیز دینا جائز نہیں ہے مگر جب وہ دونوں اس کو تقسیم کر سکتے ہوں تو ان میں سے ہر ایک نصف نصف کی حفاظت کرے گا اور اگر وہ چیز ناقابل تقسیم ہے اور ایک مودع کا دوسرے کی اجازت کے بغیر اس کی حفاظت کرنا جائز ہے اور یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ ہے نزدیک ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مرتہن اور وکیل بہ ثراء کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔ کہ جب میں سے ایک دوسرے کے حوالے کر دے۔

صاحبین نے کہا کہ دونوں صورتوں میں ایک کو دوسرے کی اجازت کے بغیر حفاظت کرنے کا حق حاصل ہے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ مودع ان دونوں کی حفاظت پر رضامند ہوا ہے پس ان میں سے ہر ایک کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ دوسرے کے حوالے کر دے اور دینے والا ضامن نہ ہوگا جس طرح ناقابل تقسیم چیزوں میں ہوا کرتا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے مودع ان دونوں چیزوں کی حفاظت پر رضامند ہوا ہے اور ان میں سے سارے مال پر کسی ایک کی حفاظت پر رضامند نہیں ہوا ہے کہ کیونکہ حفاظت کا کام جب ایسی چیزوں کی جانب منسوب ہو جو قابل تقسیم ہوں تو وہ فعل اس چیز کے بعض حصے کو شامل ہوگا سارے کو شامل نہ ہوگا لہذا دوسرے کی جانب حوالے کرنے کی اجازت مالک کے حکم سے خالی ہوگی کیونکہ دینے والا ضامن ہوگا اور لینے والا ضامن نہ ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مودع کا مودع ضامن نہیں ہوتا۔ جبکہ یہ حکم ناقابل تقسیم چیز کے خلاف ہے۔ کیونکہ جب مودع نے دو لوگوں کے پاس کسی چیز کو رویت رکھا ہے اور شب و روز ان کا اکٹھا ہونا ممکن نہیں ہے جبکہ باری باری ان کی حفاظت ممکن ہے لہذا بعض احوال میں مالک ایک ہی مودع کو سارا مال دینے پر رضامند ہوا ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے دو شخصوں کے پاس ودیعت رکھی اگر وہ چیز قابل قسمت ہے دونوں اس چیز کو تقسیم کر لیں ہر ایک اپنے حصہ کی حفاظت کرے اگر ایسا نہیں کیا بلکہ ان میں سے ایک نے دوسرے کو سپرد کردی تو یہ دینے والا ضامن ہے اور اگر وہ چیز تقسیم کے قابل نہیں تو ان میں سے ایک دوسرے کو سپرد کر سکتا ہے۔ (در مختار، کتاب ودیعت، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مودع نے کہہ دیا تھا کہ ودیعت کو دکان میں نہ رکھنا کیونکہ اس میں سے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے اگر مودع کے لیے کوئی دوسری جگہ اس سے زیادہ محفوظ ہے اور یہ اس پر قادر بھی تھا کہ اٹھا کر وہاں لے جاتا اور نہ لے گیا اور دکان سے وہ چیز رات میں چوری گئی تو ضمان دینا ہوگا اور کوئی دوسری جگہ حفاظت کی اس کے پاس نہیں یا اس وقت چیز کو لے جانے پر قادر نہ تھا تو ضامن نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب ودیعت، بیروت)

مال ودیعت کو زوجہ کے پاس رکھنے سے ممانعت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا قَالَ صَاحِبُ الْوَدِيعَةِ لَلْمُودِعِ لَا تَسَلِّمُهُ إِلَى زَوْجَتِكَ فَسَلَّمَهَا إِلَيْهَا لَا يَضْمَنُ .

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : إِذَا نَهَاهُ أَنْ يَدْفَعَهَا إِلَى أَحَدٍ مِنْ عِيَالِهِ فَدَفَعَهَا إِلَى مَنْ لَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ لَا يَضْمَنُ) كَمَا إِذَا كَانَتْ الْوَدِيعَةُ دَابَّةً فَنَهَاهُ عَنِ الدَّفْعِ إِلَى غُلَامِهِ ، وَكَمَا إِذَا كَانَتْ شَيْئًا يُحْفَظُ فِي يَدِ النِّسَاءِ فَنَهَاهُ عَنِ الدَّفْعِ إِلَى امْرَأَتِهِ وَهُوَ مَحْمَلُ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ لَا يُمَكِّنُ إِقَامَةَ الْعَمَلِ مَعَ مُرَاعَاةِ هَذَا الشَّرْطِ ، وَإِنْ كَانَ مُفِيدًا فَيَلْغُو (وَإِنْ كَانَ لَهُ مِنْهُ بُدٌّ ضَمِنَ) لِأَنَّ الشَّرْطَ مُفِيدٌ لِأَنَّ مِنَ الْعِيَالِ مَنْ لَا يُؤْتَمَنُ عَلَى الْمَالِ وَقَدْ أَمَكَّنَ الْعَمَلُ بِهِ مَعَ مُرَاعَاةِ هَذَا الشَّرْطِ فَاعْتَبَرَ (وَإِنْ قَالَ أَحْفَظُهَا فِي هَذَا الْبَيْتِ فَحَفِظَهَا فِي بَيْتِ آخَرَ مِنَ الدَّارِ لَمْ يَضْمَنُ) لِأَنَّ الشَّرْطَ غَيْرُ مُفِيدٍ ، فَإِنَّ الْبَيْتَيْنِ فِي دَارٍ وَاحِدَةٍ لَا يَتَفَاوَتَانِ فِي الْحِرْزِ (وَإِنْ حَفِظَهَا فِي دَارٍ أُخْرَى ضَمِنَ) لِأَنَّ الدَّارَيْنِ يَتَفَاوَتَانِ فِي الْحِرْزِ فَكَانَ مُفِيدًا فَيَصِحُّ التَّقْيِيدُ ، وَلَوْ كَانَ التَّفَاوُتُ بَيْنَ الْبَيْتَيْنِ ظَاهِرًا بَانَ كَانَتْ الدَّارُ الَّتِي فِيهَا الْبَيْتَانِ عَظِيمَةً وَالْبَيْتُ الَّذِي نَهَاهُ عَنِ الْحِفْظِ فِيهِ عَوْرَةً ظَاهِرَةً صَحَّ الشَّرْطُ .

ترجمہ

اور جب مودع نے مودع سے کہہ دیا ہے کہ اپنی زوجہ کو ودیعت کا مال نہ دینا جبکہ مودع نے اس کو دے دیا ہے تو ضامن نہ ہوگا

اور جامع صغیر میں ہے کہ جب مودع نے مودع کو اپنے اہل و عیال میں سے کسی کو مال و دیعت کرنے سے روک دیا ہے اور اس نے ایسے شخص کو دے دیا ہے جس کو دیئے بغیر اس کیلئے کوئی چارہ نہ تھا تب بھی مودع ضامن نہ ہوگا جس طرح جب و دیعت سواری ہو اور مودع نے مودع کو اپنے غلام کو دینے سے روک دیا ہے جس طرح و دیعت میں کوئی ایسی چیز ہے جس خواتین کے ہاں محفوظ کی جاتی ہے۔ اور مودع نے مودع روک دیا ہے وہ و دیعت اپنی بیوی کو دے۔ اور پہلے مسئلہ کا حمل بھی یہی ہے اور اس شرط کو پورا کرنے میں مودع کے حکم کو پورا کرنا ممکن نہ ہو اگرچہ یہ شرط فائدے مند ہے مگر یہ بیکار ہے۔

ہاں البتہ جب مودع کیلئے کسی ذریعے سے ممکن ہے تو اب وہ ممنوع عنہ کو مال و دیعت دینے ضامن ہو جائے گا کیونکہ شرط مفید یہی ہے کیونکہ بعض اہل و عیال اس طرح کے بھی ہوتے ہیں جن پر مال کے بارے میں اعتماد نہیں کیا جاتا۔ پس اسی شرط کے ساتھ مودع کو اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا ممکن بھی ہے پس اس کا شرط کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور جب مودع نے یہ کہا ہے کہ تم اس گھر میں و دیعت کے مال کی حفاظت کرو اور مودع نے اس گھر کے دوسرے میں اس کو حفاظت کیلئے رکھ دیا ہے تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ یہ شرط فائدے مند نہیں ہے۔ کیونکہ ایک ہی گھر میں دو کمروں کی حفاظت میں کوئی فرق نہیں ہوا کرتا پس یہ شرط مفید ہوگی۔ اور اس میں قید لگانا درست ہوگا اور جب دو کمروں میں واضح طور پر فرق ہو اور وہ اس طرح کہ جس گھر میں دو کمرے ہیں وہ بڑا ہے اور وہ کمرہ جس میں حفاظت کرنے سے روک دیا گیا تھا اس میں واضح کوئی نقص ہے تو اب شرط درست ہوگی۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مالک نے یہ کہہ دیا ہے کہ اس چیز کو اپنی عیال کے پاس نہ چھوڑنا یا اس کمرے میں رکھنا اور مودع نے ایسے کو دیا جس کے دینے سے چارہ نہ تھا مثلاً زیور تھا بی بی کو دینے سے منع کیا تھا اُس نے بی بی کو دیدیا، گھوڑا تھا غلام کو دینے سے منع کیا تھا اس نے غلام کو دیدیا اور اُس کمرے کے سوا دوسرے کمرے میں رکھی اور دونوں کمرے حفاظت کے لحاظ سے یکساں ہیں یا یہ اُس سے بھی زیادہ محفوظ ہے اور و دیعت ضائع ہوگئی تاوان لازم نہیں اور اگر یہ باتیں نہ ہوں مثلاً زیور غلام کو دیدیا یا گھوڑا بی بی کی حفاظت میں دیا یا وہ کمرہ اتنا محفوظ نہیں ہے تو تاوان دینا ہوگا۔ (در مختار، کتاب و دیعت، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مودع نے کہا اس تھیلی میں نہ رکھنا اُس میں رکھنا یا تھیلی میں رکھنا صندوق میں نہ رکھنا یا صندوق میں رکھنا اس گھر میں نہ رکھنا اور اُس نے وہ کیا جس سے مودع نے منع کیا تھا ان صورتوں میں ضمان واجب نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب و دیعت، بیروت)

شرط امانت میں قاعدہ کلیہ کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قاعدہ کلیہ اس باب میں یہ ہے کہ امانت رکھنے والے نے اگر ایسی شرط لگائی جس کی رعایت ممکن ہے اور مفید بھی ہو تو اُس کا اعتبار ہے اور ایسی نہ ہو تو اُس کا اعتبار نہیں مثلاً یہ شرط کہ اسے اپنے ہاتھ ہی میں لیے رہنا کسی

جگہ نہ رکھنا یا دہنے ہاتھ میں رکھنا بائیں میں نہ رکھنا یا اس چیز کو دہنی آنکھ سے دیکھتے رہنا بائیں آنکھ سے نہ دیکھنا اس قسم کی شرطیں بیکار ہیں ان پر عمل کرنا کچھ ضرور نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب ودیعت، بیروت)

ودیعت درودیعت مال رکھنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أُوْدَعَ رَجُلًا وَدِيْعَةً فَأُوْدِعَهَا آخَرَ فَهَلَكَتْ فَلَهُ أَنْ يُضْمِنَ الْأَوَّلَ وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُضْمِنَ الثَّانِيَّ ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَقَالَ : لَهُ أَنْ يُضْمِنَ أَيُّهُمَا شَاءَ ، فَإِنْ ضَمَّنَ الْآخَرَ رَجَعَ عَلَى الْأَوَّلِ) لَهُمَا أَنَّهُ قَبْضَ الْمَالِ مِنْ يَدِ ضَمِينٍ فَيُضْمِنُهُ كَمُودَعِ الْغَاصِبِ ، وَهَذَا لِأَنَّ الْمَالِكَ لَمْ يَرْضَ بِأَمَانَةِ غَيْرِهِ ، فَيَكُونُ الْأَوَّلُ مُتَعَدِّيًا بِالتَّسْلِيمِ وَالثَّانِي بِالْقَبْضِ فَيُخَيَّرُ بَيْنَهُمَا ، غَيْرَ أَنَّهُ إِنْ ضَمَّنَ الْأَوَّلَ لَمْ يَرْجِعْ عَلَى الثَّانِي لِأَنَّهُ مَلَكَهُ بِالضَّمَانِ فَظَهَرَ أَنَّهُ أُوْدَعَ مِلْكَ نَفْسِهِ ، وَإِنْ ضَمَّنَ الثَّانِي رَجَعَ عَلَى الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ عَامِلٌ لَهُ فَيَرْجِعُ عَلَيْهِ بِمَا لِحَقُّهُ مِنَ الْعُهُدَةِ ، وَلَهُ أَنَّهُ قَبْضَ الْمَالِ مِنْ يَدِ أَمِينٍ لِأَنَّهُ بِالذَّفْعِ لَا يُضْمِنُ مَا لَمْ يُفَارِقْهُ لِحُضُورِ رَأْيِهِ فَلَا تَعْدَى مِنْهُمَا فَإِذَا فَارَقَهُ فَقَدْ تَرَكَ الْحِفْظَ الْمُلتَزِمَ فَيُضْمِنُهُ بِذَلِكَ ، وَأَمَّا الثَّانِي فَمُسْتَمِرٌّ عَلَى الْحَالَةِ الْأُولَى وَلَمْ يُوجَدْ مِنْهُ صُنْعٌ فَلَا يُضْمِنُهُ كَالرَّيْحِ إِذَا أَلْقَتْ فِي حِجْرِهِ ثَوْبَ غَيْرِهِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کسی آدمی کے پاس کوئی امانت بطور ودیعت رکھ دی ہے۔ جبکہ مودع نے اس کو دوسرے کے پاس ودیعت رکھ دیا ہے اس کے بعد وہ امانت ہلاک ہو گئی ہے۔ تو مودع صرف پہلے مودع کو ضامن بنائے گا جبکہ دوسرے مودع سے اس کو ضمان لینے کا کوئی حق نہ ہوگا اور یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ اس کو دونوں میں سے ہر ایک سے ضمان لینے کا حق حاصل ہے ہاں البتہ جب وہ پہلے سے ضمان لے لیتا ہے تو دوسرے سے ضمان لینے کا اس کو کوئی حق حاصل نہ ہوگا۔ (امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمہ کا مذہب اس مسئلہ میں صاحبین کے ساتھ ہے۔ رضوی غفرلہ)

اور جب مودع نے دوسرے مودع سے ضمان لیا ہے تو دوسرا مودع پہلے سے وہ رقم واپس لے گا۔ جبکہ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے مودع نے ایک ضامن سے مال لیکر اس مال پر قبضہ کیا ہے پس یہ بھی ضامن ہوگا جس طرح غاصب کا مودع ہوتا ہے اور اس حکم کی دلیل یہ ہے کہ مالک مودع اول کے سوا کی امانت پر رضامند نہیں ہوا ہے پس پہلا دینے کے سبب جبکہ دوسرا قبضہ کرنے

کے سبب اس حکم میں متعدی یعنی شامل ہوں گے اور مالک کو ان کے درمیان اختیار ہوگا۔ ہاں البتہ جب مالک نے پہلے سے ضمان لے لیا ہے تو پہلا دوسرے پر رجوع نہ کر سکے گا کیونکہ ضمان دینے کے سبب اول مودع ودیعت کے مال کا مالک بن چکا ہے اور یہ وضاحت ہو چکی ہے کہ اس نے اپنی ملکیت میں ودیعت رکھی ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ مودع ثانی نے امانت والے شخص کے مال پر قبضہ کیا ہے کیونکہ پہلا محض دینے کے سبب سے ضامن نہیں ہوا ہے بلکہ جب تک وہ دے کر الگ نہ ہو جائے گا۔ کیونکہ الگ ہونے سے قبل اس میں پہلے کی رائے شامل ہوا کرتی ہے پس ان میں کسی کی جانب سے بھی زیادتی نہیں پائی گئی۔ اور جب مودع اول اس سے الگ ہو گیا ہے تو اب وہ اپنے اوپر لازم کی گئی حفاظت کر چھوڑنے والا ہے لہذا وہ ضامن ہوگا جبکہ دوسرا مودع تو وہ پہلی حالت پر ٹھہرنے والا ہے۔ اور اس کی جانب سے کوئی زیادتی نہیں ہوئی ہے پس وہ ضامن نہ ہوگا جس طرح ہوا کسی کی گود میں دوسرے کا کپڑا اڑا کر ڈال دے تو جس شخص کی گود میں کپڑا اڑا لیا گیا ہے وہ ضامن نہ ہوگا۔

شرح

اور جب اس نے ایک شخص کے پاس ودیعت رکھی اُس نے دوسرے کے پاس رکھ دی اور ضائع ہو گئی تو فقط مودع سے ضمان لے گا دوسرے سے نہیں لے سکتا اور اگر دوسرے کو دی اور وہاں سے ابھی مودع جدا نہیں ہوا ہے کہ ہلاک ہو گئی تو مودع سے بھی ضمان نہیں لے سکتا۔

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مالک کہتا ہے کہ دوسرے کے یہاں سے ہلاک ہو گئی اور مودع کہتا ہے اُس نے مجھے واپس کر دی تھی میرے یہاں سے ضائع ہوئی مودع کی بات نہیں مانی جائے گی اور اگر مودع سے کسی نے غصب کی ہوتی اور مالک کہتا غاصب کے یہاں ہلاک ہوئی اور مودع کہتا اُس نے واپس کر دی تھی میرے یہاں ہلاک ہوئی تو مودع کی بات مانی جاتی۔ (در مختار، کتاب ودیعت، بیروت)

ایک شخص کو ہزار روپے دیے کہ فلاں شخص کو جو فلاں شہر میں ہے دیدینا اس نے دوسرے کو دیدیے کہ تم اُس شخص کو دیدینا اور راستہ میں روپے ضائع ہو گئے اگر دینے والا مر گیا ہے تو مودع پر تاوان نہیں ہے کہ یہ وصی ہے اور اگر زندہ ہے تو تاوان ہے کہ وکیل ہے ہاں اگر وہ شخص جس کو دیے ہیں اُسکی عیال میں ہے تو ضامن نہیں۔ اور جب دھوبی نے غلطی سے ایک کا کپڑا دوسرے کو دیدیا اُس نے قطع کر ڈالا دونوں ضامن ہیں۔ (در مختار، کتاب ودیعت، بیروت)

ودیعت کے حجود اجنبی پر حفاظت میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب ہمارے نزدیک اجنبی کے ہاں سے حجود یہ حفاظت کے باب سے ہے۔ کیونکہ اسی پر طمع کرنے والا طمع ہوتا ہے۔ اور حضرت امام مالک، امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ کا مذہب بھی یہی ہے۔

(شرح الوقایہ، کتاب ودیعت، بیروت)

مال و دیت کے ایک ہزار پر دو آدمیوں کا دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَانَ فِي يَدِهِ أَلْفٌ فَأَدَّعَاهُ رَجُلَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنَّهَا لَهُ أَوْ دَعَاهَا إِيَّاهُ وَآبَى أَنْ يَحْلِفَ لَهُمَا فَالْأَلْفُ بَيْنَهُمَا وَعَلَيْهِ أَلْفٌ أُخْرَى بَيْنَهُمَا) وَشَرَحُ ذَلِكَ أَنَّ دَعْوَى كُلِّ وَاحِدٍ صَحِيحَةٌ لِاحْتِمَالِهَا الصَّدَقُ فَيَسْتَحِقُّ الْحَلْفَ عَلَى الْمُنْكَرِ بِالْحَدِيثِ وَيَحْلِفُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى الْإِنْفِرَادِ لِتَغَايُرِ الْحَقِّينِ ، وَبِأَيُّهُمَا بَدَأَ الْقَاضِي جَازَ لِتَعَدُّرِ الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا وَعَدَمِ الْأَوْلَوِيَّةِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص کے پاس ایک ہزار درہم ہوں اور دو آدمیوں نے اس کا دعویٰ کیا ہے اور ہر شخص یہ کہنے والا ہے کہ یہ درہم میرے ہیں اور میں نے فلاں شخص کے پاس اس کو دیت میں رکھا تھا۔ جبکہ قبضہ کرنے والے نے ان کے دعوے پر قسم اٹھانے سے انکار کر دیا ہے تو یہ ایک ہزار دونوں دعویٰ کرنے والوں میں مشترکہ ہوگا اور قبضہ کرنے والے پر دوسرے ایک ہزار درہم لازم ہو جائیں گے۔ جو ان کے درمیان مشترکہ ہیں اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ ہر مدعی کا دعویٰ درست ہے کیونکہ اس کی سچائی کا احتمال ہے پس ہر مدعی منکر سے حدیث کے حکم کے مطابق قسم اٹھوانے کا حقدار ہوگا۔ کیونکہ دونوں کا حق جدا جدا ہے۔ پس ہر شخص منفرد طور پر قسم لینے کا حقدار ہوگا اور قاضی جس شخص سے بھی قسم کی ابتداء کرے گا اس کیلئے جائز ہے کیونکہ بہ یک وقت دونوں سے قسم لینا یہ مشکل ہے اور ان میں اولیت بھی معدوم ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب ایک شخص کے پاس ایک ہزار روپے و دیت کے ہیں ان روپوں کے دو شخص دعویٰ دار ہیں ہر ایک کہتا ہے میں نے اس کے پاس و دیت رکھے ہیں اور مودع کہتا ہے تم دونوں میں سے ایک نے و دیت رکھے ہیں میں یہ نہیں معین کر کے بتا سکتا کہ کس نے رکھے ہیں تو اگر وہ دونوں مدعی اس بات پر صلح و اتفاق کر لیں کہ ہم دونوں یہ روپے برابر برابر بانٹ لیں تو ایسا کر سکتے ہیں اور مودع دینے سے انکار نہیں کر سکتا اسکے بعد نہ مودع سے مطالبہ ہو سکتا ہے نہ اُس پر حلف دیا جاسکتا اور اگر دونوں صلح نہیں کرتے بلکہ ہر ایک پورے ہزار کو لینا چاہتا ہے تو مودع سے دونوں حلف لے سکتے ہیں پھر اگر دونوں کے مقابل میں اُس نے حلف کر لیا تو دونوں کا دعویٰ ختم ہو گیا اور اگر دونوں کے مقابل میں قسم سے انکار کر دیا تو اس ہزار کو دونوں بانٹ لیں اور ایک دوسرے ہزار کا اُس پر تاوان ہوگا جو دونوں برابر لے لیں گے اور اگر ایک کے مقابل میں حلف کر لیا دوسرے کے مقابل میں قسم سے انکار کر دیا تو جس کے مقابل میں قسم سے انکار کیا ہے وہ ہزار لے لے اور جس کے مقابل میں حلف کر لیا ہے اُس کا دعویٰ ساقط ہو جائے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب و دیت، بیروت)

دونوں کے حلف میں برابری صورت میں قرعہ اندازی کا بیان

وَلَوْ تَشَاحَا أَقْرَعَ بَيْنَهُمَا تَطْيِيبًا لِقَلْبِهِمَا وَنَفْيًا لِتُهْمَةِ الْمَيْلِ ، ثُمَّ إِنْ حَلَفَ لِأَحَدِهِمَا يَحْلِفُ لِلثَّانِي ، فَإِنْ حَلَفَ فَلَا شَيْءَ لَهُمَا لِعَدَمِ الْحُجَّةِ ، وَإِنْ نَكَلَ أَعْنَى لِلثَّانِي يَقْضَى لَهُ لَوْ جُودِ الْحُجَّةِ ، وَإِنْ نَكَلَ لِلأَوَّلِ يَحْلِفُ لِلثَّانِي وَلَا يَقْضَى بِالنُّكُولِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا أَقْرَعَ لِأَحَدِهِمَا لِأَنَّ الْإِقْرَارَ حُجَّةٌ مُوجِبَةٌ بِنَفْسِهِ فَيَقْضَى بِهِ ، أَمَّا النُّكُولُ إِنَّمَا يَصِيرُ حُجَّةً عِنْدَ الْقَضَاءِ فَجَازَ أَنْ يُؤَخَّرَهُ لِيَحْلِفَ لِلثَّانِي فَيُنْكَشِفَ وَجْهَ الْقَضَاءِ ، وَلَوْ نَكَلَ لِلثَّانِي أَيْضًا يَقْضَى بِهَا بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ عَلَى مَا ذُكِرَ فِي الْكِتَابِ لِاسْتَوَائِهِمَا فِي الْحُجَّةِ كَمَا إِذَا أَقَامَا الْبَيِّنَةَ وَيَغْرُمُ الْفَأْ أُخْرَى بَيْنَهُمَا لِأَنَّهُ أَوْجَبَ الْحَقَّ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِبَدْلِهِ أَوْ بِإِقْرَارِهِ وَذَلِكَ حُجَّةٌ فِي حَقِّهِ ، وَبِالصَّرْفِ إِلَيْهِمَا صَارَ قَاضِيًا نِصْفَ حَقِّ كُلِّ وَاحِدٍ بِنِصْفِ حَقِّ الْآخِرِ فَيَغْرُمُهُ ، فَلَوْ قَضَى الْقَاضِيُ لِلأَوَّلِ حِينَ نَكَلَ ذَكَرَ الْإِمَامُ عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ فِي شَرْحِ الْجَامِعِ الصَّغِيرِ أَنَّهُ يَحْلِفُ لِلثَّانِي وَإِذَا نَكَلَ يَقْضَى بِهَا بَيْنَهُمَا لِأَنَّ الْقَضَاءَ لِلأَوَّلِ لَا يُبْطَلُ حَقُّ الثَّانِي لِأَنَّهُ يُقَدِّمُهُ إِمَّا بِنَفْسِهِ أَوْ بِالْقُرْعَةِ وَكُلُّ ذَلِكَ لَا يُبْطَلُ حَقُّ الثَّانِي .

وَذَكَرَ الْخَصَّافُ أَنَّهُ يَنْفَذُ قِضَاؤَهُ لِلأَوَّلِ ، وَوَضَعَ الْمَسْأَلَةَ فِي الْعَبْدِ وَإِنَّمَا نَفَذَ لِمُصَادَفَتِهِ مَحَلَّ الْجِتْهَادِ لِأَنَّ مِنَ الْعُلَمَاءِ مَنْ قَالَ يَقْضَى لِلأَوَّلِ وَلَا يَنْتَظَرُ لِكُونِهِ إِقْرَارَ دَلَالَةٍ ثُمَّ لَا يَحْلِفُ لِلثَّانِي مَا هَذَا الْعَبْدُ لِي لِأَنَّ نُكُولَهُ لَا يُفِيدُ بَعْدَمَا صَارَ لِلأَوَّلِ ،

ترجمہ

اور جب دونوں پہلے قسم اٹھانے میں جھگڑا کریں تو ان میں قرعہ اندازی کی جائے گی تاکہ دونوں کیلئے سینہ کشادہ ہو جائے اور فیصلے سے تہمت ختم ہو جائے۔ اس کے بعد جب ایک مدعی کیلئے قابض سے قسم لی گئی تو دوسرے کیلئے بھی قسم لی جائے گی اور جب وہ قسم اٹھا لیتا ہے تو ان کا حق ختم ہو جائے گا کیونکہ دلیل معدوم ہے اور جب قابض نے دوسرے کیلئے قسم اٹھانے سے انکار کر دیا ہے تو اس کیلئے مال کا فیصلہ کر دیا جائے گا کیونکہ بہ حالت انکاری یہ خود بطور دلیل ہے اور جب قابض پہلے مدعی کیلئے قسم اٹھانے سے انکاری ہوا ہے تو اس سے دوسرے کیلئے قسم لی جائے گی جبکہ انکاری ہونے کی وجہ سے پہلے کیلئے جلدی میں فیصلہ نہ کیا جائے گا۔ بہ خلاف اس

صورت کے کہ جب قابض نے کسی ایک کیلئے اقرار کر لیا ہے کیونکہ اقرار ایسی دلیل ہے جو خود بہ خود حکم کو واجب کرنے والی ہے پس ایک کیلئے اقرار کرنے کے سبب فیصلہ کر دیا جائے گا جبکہ انکار کرنا تو یہ بہ وقت قضاء دلیل بنتا ہے تو قضاء میں تاخیر جائز ہے تاکہ دوسرے کیلئے بھی قسم لی جاسکے۔ اور فیصلہ کی نوعیت واضح کی جاسکے۔

نہ در جب قابض دوسرے کیلئے قسم اٹھانے سے انکاری ہوا ہے تو دونوں کیلئے نصف نصف کا فیصلہ کر دیا جائے گا جس طرح متن میں ذکر کیا گیا ہے کیونکہ اب وہ دونوں دلیل میں برابر ہیں۔ اور جیسے اس صورت میں ہے کہ جب وہ دونوں گواہی کو پیش کر دیتے ہیں تب آدھے آدھے کا فیصلہ ہوتا اور قابض پر مزید ایک ہزار کی ضمانت لازم ہو جائے گی اور یہ بھی ان دونوں کے درمیان نصف نصف ہوگا کیونکہ قابض اپنے عمل یا اپنے اقرار کے سبب ان میں سے ہر ایک کیلئے حق کو ثابت کرنے والا ہے۔ پس یہ ایجاب اس قابض کے حق میں دلیل ہوگا۔ اور جب وہ ایک ہزار دونوں مدعیان میں تقسیم کر دیتا ہے تو قابض ان میں سے ہر ایک کے نصف حق کو دوسرے کے نصف حق کے بدلے میں ادا کرنے والا ہوگا۔ پس وہ مزید ایک ہزار کا ضمان ادا کرے گا۔

اور جب پہلے کیلئے قابض کے انکار قسم کرتے ہی قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا ہے تو اس کے بارے میں شرح جامع صغیر میں امام بزدوی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ دوسرے کیلئے بھی اس سے قسم لی جائے گی اور جب وہ انکار کرتا ہے تو ایک ہزار کا دونوں میں مشترکہ ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔ کیونکہ پہلے مدعی کے حق میں فیصلہ کرنے سے کا حق باطل نہ ہوگا کیونکہ قاضی خود دوسرے کو یا بذریعہ قرعہ اندازی مقدم کرنے والا ہے لہذا ان میں سے کوئی بھی چیز دوسرے کے حق کو باطل نہیں کر سکتی۔

حضرت امام خصاف علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ پہلے کے حق میں قاضی کا فیصلہ نافذ ہوگا اور انہوں نے ایک ہزار کی جگہ پر غلام کے مسئلہ کی تفریح بیان کی ہے اور نفاذ قضاء کے سبب قضاء کا محل اجتہاد سے ملا ہوا ہونا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ قاضی اول کیلئے فیصلہ کرے اور وہ دوسرے کا انتظار نہ کرے کیونکہ انکار یہ دلالت کے اعتبار سے اقرار ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

اس کے بعد قاضی دوسرے کیلئے اس سے قسم نہ لے گا کہ یہ غلام اس کا نہیں ہے کیونکہ جب وہ غلام پہلے کا ہو چکا ہے تو اب اس کا دوسرے کیلئے انکار فائدے مند نہ ہوگا۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب دو شخصوں نے ودیعت رکھی تھی ایک نے مودع سے کہا کہ میرے شریک کو سو روپے دے دو اس نے دیدیے اس کے بعد بقیہ رقم ضائع ہو گئی تو جو شخص سو روپے لے چکا ہے یہ تنہا اسی کے ہیں اس کا ساتھی ان میں سے نصف نہیں لے سکتا اور اگر یہ کہا تھا کہ اس میں سے آدھی رقم اس کو دے دو اس نے دیدی اور بقیہ رقم ضائع ہو گئی تو ساتھی جو نصف لے چکا ہے اس میں سے نصف یہ لے سکتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب ودیعت، بیروت)

دو شخصوں نے ایک شخص کے پاس ہزار روپے ودیعت رکھے مودع مر گیا اور ایک بیٹا چھوڑا ان دونوں میں ایک یہ کہتا ہے کہ باپ کے مرنے کے بعد اس لڑکے نے ودیعت ہلاک کر دی دوسرے نے کہا معلوم نہیں ودیعت کیا ہوئی تو جس نے بیٹے کا ہلاک کرنا

بتایا اُس نے مودع کو بری کر دیا یعنی اس کے قول کا مطلب یہ ہوا کہ مرنے والے نے ودیعت کو بعینہ قائم رکھا اور بیٹے سے ضمان لینا چاہتا ہے تو بغیر ثبوت اس کی یہ بات کیوں کر مانی جاسکتی ہے لہذا بیٹے پر تاوان کا حکم نہیں ہو سکتا اور دوسرا شخص جس نے کہا معلوم نہیں ودیعت کیا ہوئی اُس کو میت کے مال سے پانچ صد دلائے جائیں گے کیونکہ وہ میت پر تجہیل ودیعت کا الزام رکھتا ہے اور اس صورت میں مالی میت سے تاوان دلانے کا حکم ہوتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب ودیعت، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مودع نے ودیعت رکھنے ہی سے انکار کر دیا مالک نے گواہوں سے ودیعت رکھنا ثابت کر دیا اس کے بعد مودع گواہ پیش کرتا ہے کہ ودیعت ضائع ہو گئی مودع کے گواہ نامقبول ہیں اور اس کے ذمہ تاوان لازم، چاہے اس کے گواہوں سے انکار کے بعد ضائع ہونا ثابت ہو یا انکار سے قبل، بہر صورت تاوان دینا ہوگا اور اگر ودیعت رکھنے سے مودع نے انکار نہیں کیا تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ میرے پاس تیری ودیعت نہیں ہے اور گواہوں سے ضائع ہونا ثابت کیا، اگر گواہوں سے یہ ثابت ہو کہ اس کہنے سے پہلے ضائع ہوئی تو تاوان نہیں اور اگر اس کہنے کے بعد ضائع ہونا گواہوں نے بیان کیا تو تاوان لازم ہے اور اگر گواہوں سے مطلقاً ضائع ہونا ثابت ہو قبل یا بعد نہیں ثابت ہے جب بھی ضامن ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب ودیعت، بیروت)

انکار کی صورت میں قسم لینے کا بیان

وَهَلْ يُحْلَفُ بِاللَّهِ مَا لِهَذَا عَلَيْكَ هَذَا الْعَبْدُ وَلَا قِيمَتُهُ وَهُوَ كَذَا وَكَذَا وَلَا أَقْلٌ مِنْهُ. قَالَ
:يَنْبَغِي أَنْ يُحْلَفَ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ خِلَافًا لِأَبِي يُوسُفَ بِنَاءً عَلَيَّ أَنَّ الْمُدْعَى إِذَا
أَقْرَأَ الْوَدِيعَةَ وَدَفَعَ بِالْقَضَاءِ إِلَى غَيْرِهِ يَضْمَنُهُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ خِلَافًا لَهُ وَهَذِهِ فُرْيَعَةٌ تِلْكَ
الْمَسْأَلَةِ وَقَدْ وَقَعَ فِيهِ بَعْضُ الْإِطْنَابِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ

اور کیا قاضی اس سے اس طرح قسم لے گا کہ خدانہ اس دوسرے مدعی کا مدعی علیہ پر یہ غلام باقی ہے۔ اور نہ ہی اس کی اتنی مقدار میں قیمت اگر چہ وہ تھوڑی ہو یا زیادہ ہو۔ حضرت امام خشاف علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک قاضی کو انکار کرنے والے سے اسی طرح قسم لینا چاہیے جبکہ اس میں امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے اور اس اختلاف کی اساس یہ ہے کہ جب کسی شخص کیلئے ودیعت کا اقرار کرے جبکہ قاضی کے فیصلہ سے مقررہ کے سوا کو وہ مال دے دیا گیا ہے تو امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک مودع ضامن ہوگا جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا اس میں اختلاف ہے اور تحلیف کا یہی مسئلہ اس اختلافی مسئلہ کی فرع ہے اور میں طویل بحث بھی ذکر کی گئی ہے اور اللہ ہی سب سے زیادہ حق جاننے والا ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مودع کہتا ہے ودیعت ہلاک ہوگئی اور مالک اس کی تکذیب کرتا ہے مالک کہتا ہے اس پر حلف دیا جائے۔ حلف دیا گیا اس نے قسم کھانے سے انکار کر دیا اس سے ثابت ہوا کہ چیز اس کے یہاں موجود ہے لہذا اس کو قید کیا جائے گا اُس وقت تک کہ چیز دیدے یا ثابت کر دے کہ چیز نہیں باقی رہی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب ودیعت، بیروت)

اور جب کسی کے پاس ودیعت رکھ کر پردیس چلا گیا واپس آنے کے بعد اپنی چیز مانگتا ہے مودع کہتا ہے تم نے اپنے بال بچوں پر خرچ کر دینے کے لیے کہا تھا میں نے خرچ کر دی مالک کہتا ہے میں نے خرچ کرنے کو نہیں کہا تھا مالک کا قول معتبر ہے۔ اسی طرح اگر مودع یہ کہتا ہے کہ تم نے مساکین پر خیرات کرنے کو کہا تھا میں نے خیرات کر دی یا فلاں شخص کو ہبہ کرنے کو کہا تھا میں نے ہبہ کر دیا مالک کہتا ہے میں نے نہیں کہا تھا اس میں بھی مالک ہی کا قول معتبر ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب ودیعت، بیروت)

کتاب العاریہ

﴿یہ کتاب عاریت کے بیان میں ہے﴾

کتاب عاریت کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب ودیعت کے ساتھ کتاب عاریت کو بیان کیا ہے کیونکہ ان دونوں میں امانت کا معنی پایا جاتا ہے اور معنی امانت کے اعتبار سے ودیعت کو غلبہ حاصل ہے اس لئے ودیعت کو مقدم ذکر کیا ہے اور اس کے بعد عاریت کو ذکر کیا ہے۔

عاریت کی تعریف و فقہی مفہوم کا بیان

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے عاریت کی تعریف یہ کی ہے کہ کسی معین اور مباح چیز کا نفع لینا جس کا نفع لینا مباح ہو اور نفع حاصل کرنے کے بعد اصل چیز کو مالک کو واپس کرنا۔ تو اس تعریف سے وہ چیز خارج ہوگی جس کا نفع حاصل کیا جائے تو وہ ضائع ہو جائے مثلاً کھانے پینے والی چیزیں۔

دوسرے شخص کو چیز کی منفعت کا بغیر عوض مالک کر دینا عاریت ہے جس کی چیز ہے اُسے معیر کہتے ہیں اور جس کو دی گئی مستعیر ہے اور چیز کو مستعار کہتے ہیں۔ عاریت کے لیے ایجاب و قبول ہونا ضروری ہے اگر کوئی ایسا فعل کیا جس سے قبول معلوم ہوتا ہو تو یہ فعل ہی قبول ہے مثلاً کسی سے کوئی چیز مانگی اُس نے لا کر دیدی اور کچھ نہ کہا عاریت ہوگئی اور اگر وہ شخص خاموش رہا کچھ نہیں بولا تو عاریت نہیں۔ (بحر الرائق، کتاب عاریت، بیروت)

عاریت کے شرعی مأخذ کا بیان

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور استعمال کرنے والی چیزوں سے روکتے ہیں) (الماعون، ۷) یعنی وہ چیزیں جو لوگ عام طور پر آپس میں لیتے دیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو ضرورت کی چیزوں سے لوگوں کو روکتے اور عاریت نہیں دیتے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ایک دن (ایک دن اس خیال سے کہ کفار کا لشکر مدینہ کے قریب آ گیا ہے) مدینہ میں گھبراہٹ اور خوف کی ایک فضا پیدا ہوگئی ہے۔ (یہ دیکھ کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ کا گھوڑا کہ جسے مندوب یعنی سست کہا جاتا تھا عاریتہً مانگا اور اس پر سوار ہو کر تحقیق حال کے لیے مدینہ سے باہر نکلے پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو فرمایا کہ میں نے خوف و گھبراہٹ کی کوئی چیز نہیں دیکھی ہے نیز میں نے اس گھوڑے کو کشادہ قدم یعنی تیز رفتار پایا ہے (بخاری و مسلم)

حضرت ابو طلحہ کا گھوڑا پہلے بہت ڈھیلا اور سست رفتار تھا اسی واسطے اس کا نام ہی مندوب یعنی سست رکھ دیا گیا تھا مگر جب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے وہ گھوڑا بڑا چاق و چوبند اور تیز رفتار ہو گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی جانور کو عاریۃً مانگنا اور اسے اپنے استعمال میں لانا جائز ہے نیز کسی جانور کو کسی نام سے موسوم کر دینا بھی جائز ہے اسی طرح سامان جنگ کا نام رکھنا بھی جائز ہے۔

یہ حدیث جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و بہادری اور کمال جانبازی کو ظاہر کرتی ہے کہ جب دشمن کی فوج کے مدینہ کے قریب آ جانے کے خوف سے پورے مدینہ میں اضطراب و گھبراہٹ کی ایک عام فضا پیدا ہو گئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل بے خوف ہو کر تحقیق حال کے لئے تنہا مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے وہیں یہ حدیث اس بات کی بھی غماز ہے کہ دشمنوں کی ٹوہ لینی اور ان کے حالات پر مطلع ہونے کے لئے سعی کرنا ضروری ہے۔ نیز حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی خوف و اضطراب کے موقع پر خوف کے خاتمہ کی خوشخبری لوگوں کو دینا مستحب ہے۔

مشروعیت عاریت پر کتاب و سنت سے استدلال کا بیان

عاریت کتاب و سنت اور اجماع کے ساتھ مشروع ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور استعمال کرنے والی چیزوں سے روکتے ہیں) (الماعون، ۷)

یعنی وہ چیزیں جو لوگ عام طور پر آپس میں لیتے دیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو ضرورت کی چیزوں سے لوگوں کو روکتے اور عاریت نہیں دیتے۔

جو علماء کرام عاریت کو واجب کہتے ہیں انہوں نے اسی مندرجہ بالا آیت سے استدلال کیا ہے کہ اگر مالک غنی ہو تو اسے کوئی چیز عاریت دینے سے نہیں روکنا چاہیے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گھوڑا عاریتاً لیا تھا اور صفوان بن امیہ سے درعیس عاریتاً حاصل کی تھیں۔

کسی محتاج اور ضرورت مند کو کوئی چیز عاریتاً دینے میں دینے والے کو اجر و ثواب اور قرب حاصل ہوتا ہے، اس لیے کہ یہ عمومی طور پر نیکی اور بھلائی کے کاموں میں تعاون ہے۔

عاریت کے صحیح ہونے کے لیے چار شرائط ہیں

پہلی شرط: عاریت دینے والے کی اہلیت: اس لیے کہ اعارہ میں احسان کی قسم پائی جاتی ہے، اس لیے بچے اور مجنون نہ ہی بے وقوف کی عاریت صحیح ہوگی۔

دوسری شرط: جسے عاریت دی جا رہی ہے وہ بھی لینے کا اہل ہو، تاکہ اس کا قبول کرنا صحیح ہو۔

تیسری شرط: عاریتاً دی جا رہی چیز کا نفع مباح ہونا چاہیے: تو مسلمان غلام کافر کو عاریتاً نہیں دیا جاسکتا، اور نہ ہی محرم کا

شکار وغیرہ اس لیے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور تم براء اور دشمنی کے کاموں میں تعاون نہ کرو)۔
چوتھی شرط: کہ عاریتاً دی گئی چیز سے نفع حاصل کرنے کے بعد اس کی اصل باقی رہنا ضروری ہے جس کے اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

عاریت دینے والے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جب چاہے اپنی چیز واپس لے لے لیکن اگر اس چیز کے واپس لینے سے عاریتاً لینے والے کو کوئی نقصان ہونے کا خدشہ ہو پھر نہیں۔

جیسے کہ اگر کسی نے سامان اٹھانے کے لیے کشتی عاریتاً لی تو اسے اس وقت تک واپس نہیں لیا جاسکتا جب تک کہ وہ سمندر میں ہے، اور اسی طرح اگر کسی نے دیوار عاریتاً حاصل کی تا کہ وہ اپنی چھت اس پر رکھ سکے تو جب تک اس کے اوپر چھت کی لکڑیاں ہیں اس وقت تک اسے واپس نہیں لیا جاسکتا۔

اسی طرح عاریت لینے والے پر واجب ہے کہ وہ عاریت لی گئی چیز کی حفاظت بھی اپنے مال کی طرح ہی کرے تا کہ اس کے مالک تک صحیح سالم لوٹائی جاسکے، کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانتوں کو ان کے مالکوں کو لوٹادو)۔

تو یہ آیت امانت کے لوٹانے کے وجوب پر دلالت کرتی ہے اور اس میں عاریت بھی شامل ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (آپ امانت کو امانت رکھنے والے کے پاس لوٹادیں)۔

تو یہ نصوص انسان کے پاس امانت رکھی گئی چیز کی حفاظت اور اسے مالک کو صحیح سالم واپس کرنے کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں، اور اس عمومی حکم میں عاریت بھی شامل ہوتی ہے، اس لیے عاریت لینے والا اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے اور وہ چیز اس سے مطلوب بھی ہے، اور اس کے لیے تو صرف اس چیز سے نفع حاصل کرنا جائز ہے وہ بھی عرف عام کی حدود میں رہتے ہوئے، تو اس لیے وہ اسے ایسے استعمال نہیں کر سکتا کہ وہ چیز ہی ضائع ہو جائے اور نہ ہی اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کا ایسا استعمال کرے جو صحیح نہ ہو اس لیے کہ اس کے مالک نے اس کی اجازت نہیں دی۔

اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (احسان کا بدلہ احسان ہی ہے)۔ اور اگر اسے جس کے لیے عاریتاً حاصل کیا گیا تھا استعمال نہیں کرتا بلکہ کسی اور چیز میں استعمال کرتا ہے اور وہ چیز ضائع ہونے کی صورت میں اس کا ضامن ہوگا اور اس کا نقصان دینا واجب ہے۔

اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جو کچھ ہاتھ نے لیا اسے واپس کرنا ہے) اسے پانچ نے روایت کیا اور امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ تو اس سے یہ دلیل ملتی ہے کہ انسان نے جو کچھ لیا ہے وہ اسے واپس کرنا ہے اس لیے کہ وہ دوسرے کی ملکیت ہے اس لیے وہ اس سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے مالک یا اس کے قائم مقام تک نہیں پہنچ جاتی۔

اگر عاریتاً گئے چیز سے صحیح طریقے پر نفع حاصل کرتے ہوئے وہ چیز ضائع ہو جائے تو عاریتاً لینے والے پر کوئی ضمان نہیں اس

فِيهَا النَّهْيُ ، وَلَا يَمْلِكُ الْإِجَارَةَ مِنْ غَيْرِهِ ، وَنَحْنُ نَقُولُ : إِنَّهُ يُنْبَأُ عَنِ التَّمْلِيكِ ، فَإِنَّ
 الْعَارِيَّةَ مِنَ الْعَرِيَّةِ وَهِيَ الْعَطِيَّةُ وَلِهَذَا تَنْعَقِدُ بِلَفْظِ التَّمْلِيكِ ، وَالْمَنَافِعُ قَابِلَةٌ لِلْمَلِكِ
 كَالْأَعْيَانِ . وَالتَّمْلِيكِ نَوْعَانِ : بِعَوَضٍ ، وَبِغَيْرِ عَوَضٍ .
 ثُمَّ الْأَعْيَانُ تَقْبَلُ النَّوْعَيْنِ ، فَكَذَا الْمَنَافِعُ ، وَالْجَامِعُ دَفْعُ الْحَاجَةِ ، وَلَفْظَةُ الْإِبَاحَةِ
 أُسْتَعِيرَتْ لِلتَّمْلِيكِ ، كَمَا فِي الْإِجَارَةِ ، فَإِنَّهَا تَنْعَقِدُ بِلَفْظَةِ الْإِبَاحَةِ ، وَهِيَ تَمْلِيكِ
 وَالْجَهَالَةُ لَا تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ ؛ لِعَدَمِ الزُّرُومِ فَلَا تَكُونُ ضَائِرَةً . وَلِأَنَّ الْمَلِكَ يَثْبُتُ
 بِالْقَبْضِ وَهُوَ الْإِنْتِفَاعُ . وَعِنْدَ ذَلِكَ لَا جَهَالَةَ ، وَالنَّهْيُ مَنَعَ عَنِ التَّحْصِيلِ فَلَا يَتَحَصَّلُ
 الْمَنَافِعُ عَلَى مَلِكِهِ . وَلَا يَمْلِكُ الْإِجَارَةَ لِذَلِكَ لِزِيَادَةِ الضَّرْرِ عَلَى مَا نَذَكُرُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ
 تَعَالَى .

ترجمہ

فرمایا کہ عاریت جائز ہے کیونکہ یہ ایک طرح کا احسان ہے اور حضور علیہ السلام نے حضرت صفوان سے چند زرہیں عاریت پر
 لی تھی اور عاریت بدل کے بغیر منافع کی تملیک ہے حضرت امام کرخی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دوسرے کی ملکیت سے فائدہ اٹھانے کا
 نام عاریت ہے۔ کیونکہ اباحت کے لفظ سے بھی عاریت منعقد ہو جاتی ہے اور اس میں مدت بیان کرنا بطور شرط نہیں ہے۔
 جبکہ جہالت کے ساتھ تملیک درست نہیں ہوتی لہذا اس میں نہی موثر ہوتی ہے مستعیر دوسرے کو اجارہ پر دینے کا مالک نہیں
 ہے ہم کہتے ہیں کہ عاریت تملیک کی خبر دیتی ہے اس لئے کہ عاریت عریت سے مشتق ہے جس کے معنی عطیہ کے ہیں اس کے سبب
 لفظ تملیک سے عاریت منعقد ہو جاتی ہے اور اعیان کی طرح منافع بھی ملکیت میں آنے کے قابل ہوتے ہیں۔
 ہاں تملیک کی دو اقسام ہیں تملیک بالبدلہ اور تملیک بغیر البدلہ پس اعیان دونوں طرح کے تملیک کو قبول کرتے ہیں لہذا منافع
 بھی دونوں کو قبول کرے گا اور دونوں میں علت حاجت کو دور کرنا ہے اور اباحت کا لفظ تملیک کے لئے استعارہ کے طور پر لیا گیا ہے
 جس طرح کہ اجارہ میں ہے اس لئے اجارہ بھی لفظ اباحت سے منعقد ہو جاتا ہے جبکہ وہ تملیک ہے اور یہ جہالت جھگڑے کی طرف
 لے جانے والی نہیں ہے اس لئے کہ یہ تملیک لازم نہیں ہوتی اس لئے اس جہالت سے نقصان نہیں ہوتا اور اس لئے بھی کہ ملکیت
 قبضہ کرنے یعنی نفع اٹھانے کے وقت ثابت ہوتی ہے اور اس وقت کوئی جہالت نہیں رہتی اور اس میں ممانعت اس لئے موثر ہوتی ہے
 کہ وہ منافع کو حاصل کرنے سے روکتی ہے لہذا انہی کے بعد مستعیر اپنی ملکیت میں منافع نہیں حاصل کر سکتا اور وہ اجارہ پر اس لئے نہیں
 دے سکتا کیونکہ اس طرح کرنے سے مالک کو زیادہ نقصان ہوگا جس کو ہم انشاء اللہ بیان کریں گے۔

شرح

حضرت امیہ بن صفوان اپنے والد (صفوان) سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی جنگ کے دن ان (صفوان) سے کئی زرہیں عاریتاً لیں انہوں نے پوچھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ زرہیں غصب کے طریقہ پر لے رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ عاریتاً لے رہا ہوں جو کہ واپس کر دی جائیں گی (سنن ابوداؤد)

غزوۂ حنین کے موقع پر جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ زرہیں صفوان سے مستعار لیں تو چونکہ صفوان اسلام کی دولت سے بہرہ ور نہیں تھے اسی لیے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زرہیں دیتے ہوئے جو سوال کیا وہ بظاہر حداب سے گرا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن بعد میں صفوان اسلام کی دولت سے شرف ہو گئے تھے رضی اللہ عنہ۔

اعرتک سے انعقاد عاریہ کا بیان

قَالَ (وَتَصِحُّ بِقَوْلِهِ أَعْرَتُكَ) ؛ لِأَنَّهُ صَرِيحٌ فِيهِ (وَأَطَعَمْتُكَ هَذِهِ الْأَرْضَ) ؛ لِأَنَّهُ مُسْتَعْمَلٌ فِيهِ (وَمَنْحَتُكَ هَذَا الثَّوْبَ وَحَمَلْتُكَ عَلَى هَذِهِ الدَّابَّةِ إِذَا لَمْ يُرَدِّ بِهِ الْهَبَةَ) ؛ لِأَنَّهُمَا لِتَمْلِيكَ الْعَيْنِ ، وَعِنْدَ عَدَمِ إِرَادَتِهِ الْهَبَةَ تُحْمَلُ عَلَى تَمْلِيكَ الْمَنَافِعِ تَجَوُّزًا . قَالَ (وَأَخْدَمْتُكَ هَذَا الْعَبْدَ) ؛ لِأَنَّهُ أَذِنَ لَهُ فِي اسْتِخْدَامِهِ (وَدَارِي لَكَ سُكْنِي) ؛ لِأَنَّ مَعْنَاهُ سُكْنَاهَا لَكَ (وَدَارِي لَكَ عُمْرِي سُكْنِي) ؛ لِأَنَّهُ جَعَلَ سُكْنَاهَا لَهُ مُدَّةَ عُمْرِهِ . وَجَعَلَ قَوْلَهُ كُنِي تَفْسِيرًا لِقَوْلِهِ لَكَ ؛ لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ تَمْلِيكَ الْمَنَافِعِ فَحَمِلَ عَلَيْهِ بِدَلَالَةِ آخِرِهِ .

ترجمہ

فرمایا کہ عاریت پر دینے والے کے اعرتک کہنے سے عاریت منعقد ہو جاتی ہے کیونکہ یہ لفظ اس میں صریح ہے اور میں نے یہ تجھے یہ زمین کھانے کے لئے دی یہ کہنے سے بھی عاریت درست ہو جاتی ہے اس لئے کہ یہ لفظ اس میں استعمال ہوتے ہیں اور یہ کہنا کہ میں نے آپ کو یہ کپڑا ہدیہ میں دیا یا میں نے تجھے اس سواری پر سوار کیا اس شرط کے ساتھ کہ معیر حملتک الخ سے بہہ مراد نہ لے اس لئے کہ یہ لفظ تملیک عین کے لئے ہے اور بہہ مراد نہ لینے کی صورت میں مجاز کے طور پر اس کو تملیک منافع پر محمول کیا جائے گا۔

فرمایا کہ اخدمتک الخ میں نے یہ غلام تیری خدمت کے لئے دے دیا کہ دینے سے بھی عاریت درست ہو جائے گی اس لئے کہ یہ غلام سے خدمت لینے کی اجازت ہے میرا گھر تمہارے لئے سکنی ہے اس طرح کہنے سے بھی عاریت درست ہو جائے گی

اس لئے کہ اس کا مطلب ہے کہ میں نے آپ کو اپنا گھر رہنے کے لئے دے دیا داری لك عمری سکنی کہنے سے بھی عاریت درست ہوگی

اس لئے کہ اس کا مطلب ہے کہ میں نے آپ کو اپنا گھر زندگی بھر تمہیں رہنے کے لئے دے دیا اور معیر کے قول سکنی کو لک کی تفسیر قرار دے دیا جائے گا اس لئے کہ اس میں تملیک منافع کا احتمال ہے لہذا آخری کلمہ کی دلالت سے اس کو تملیک منافع پر محمول کر دیا جائے گا۔

شرح

عاریت کے بعض الفاظ یہ ہیں میں نے یہ چیز عاریت دی، میں نے یہ زمین تمہیں کھانے کو دی، یہ کپڑا پہننے کو دیا، یہ جانور سواری کو دیا، یہ مکان تمہیں رہنے کو دیا، یا ایک مہینے کے لیے رہنے کو دیا، یا عمر بھر کے لیے دیا، یہ جانور تمہیں دیتا ہوں اس سے کام لینا اور کھانے کو دینا۔

معیر کہلئے عاریت سے حق رجوع میں اختیار کا بیان

قَالَ: (وَلِلْمُعِيرِ أَنْ يَرْجِعَ فِي الْعَارِيَّةِ مَتَى شَاءَ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْمِنْحَةُ مَرْدُودَةٌ وَالْعَارِيَّةُ مُؤَدَّاةٌ) وَلِأَنَّ الْمَنَافِعَ تُمَلِّكُ شَيْئًا فَشَيْئًا عَلَى حَسَبِ حُدُوثِهَا فَالْتَّمَلِيكَ فِيمَا لَمْ يُوجَدْ لَمْ يَتَّصِلْ بِهِ الْقَبْضُ فَيَصِحُّ الرَّجُوعُ عَنْهُ.

ترجمہ

فرمایا کہ معیر کو اختیار ہے کہ جب وہ چاہے عاریت سے رجوع کر لے اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو چیز منہ کے طور پر دی جائے وہ بھی واپس کی جاسکتی ہے اور جو چیز عاریت پر دی جائے وہ بھی واپس لی جاسکتی ہے اور اس لئے کہ منافع تھوڑا تھوڑا کر کے ملکیت میں آتا ہے لہذا غیر موجود منافع میں تملیک قبضہ سے متصل نہیں ہوتی اس لئے اس سے رجوع کرنا درست ہے۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب دوسرے کی چیز عاریت کے طور پر دیدی مستعیر کے یہاں ہلاک ہوگی تو مالک کو اختیار ہے پہلے سے تاوان لے یا دوسرے سے اگر دوسرے سے تاوان لیا تو یہ پہلے سے رجوع کر سکتا ہے اس وقت ہے کہ مستعیر کو یہ نہ معلوم ہو کہ یہ چیز دوسرے کی ہے اور اگر معلوم ہے کہ دوسرے کی چیز ہے تو مستعیر کو ضمان دینا ہوگا اور مالک نے اس سے ضمان لیا تو یہ معیر سے رجوع نہیں کر سکتا اور مالک کو یہ بھی اختیار ہے کہ معیر سے ضمان وصول کرے اس سے لیا تو یہ مستعیر سے رجوع نہیں کر سکتا۔ (بحر الرائق، کتاب عاریت، بیروت)

مستعار چیز کو واپس کرنے کا بیان

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ مستعار چیز واپس کی جائے (یعنی کسی کی کوئی چیز مستعار لینے والے پر واجب ہے کہ وہ اس چیز کو اس کے مالک کے پاس واپس پہنچا دے) منہ کا واپس کرنا ضروری ہے قرض کو ادا کیا جائے یعنی قرض کو ادا کرنا واجب ہے اور ضامن ضمانت پوری کرنے پر مجبور ہے یعنی اگر کوئی شخص کسی کے قرض وغیرہ کا ضامن ہو تو اس کی ادائے گی اس پر لازم ہے (ترمذی ابوداؤد)

منہ کا فقہی مفہوم

منہ اسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کو اپنا جانور دودھ پینے کے لئے دے دے یا کسی کو اپنی زمین یا اپنا باغ پھل وغیرہ کھانے کے لئے دے دے لہذا منہ میں چونکہ صرف منفعت کا مالک بنایا جاتا ہے نہ کہ اصل اس چیز کا اس لئے اس چیز مثلاً جانور سے فائدہ اٹھانے کے بعد اسے مالک کو واپس کر دینا واجب ہے۔

عاریت کا تعدی کے بغیر ہلاکت کے سبب عدم ضمان کا بیان

قَالَ: (وَالْعَارِيَّةُ أَمَانَةٌ إِنْ هَلَكَتْ مِنْ غَيْرِ تَعَدَّى لَمْ يَضْمَنْ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَضْمَنْ؛ لِأَنَّهُ قَبْضَ مَالٍ غَيْرِهِ لِنَفْسِهِ لَا عَنْ اسْتِحْقَاقٍ فَيَضْمَنُهُ، وَالْإِذْنُ ثَبَتَ ضَرُورَةَ الْإِنْتِفَاعِ فَلَا يَظْهَرُ فِيهَا وَرَاءَهُ، وَلِهَذَا كَانَ وَاجِبَ الرَّدِّ وَصَارَ كَالْمَقْبُوضِ عَلَى سَوَمِ الشَّرَاءِ. وَلَنَا أَنَّ اللَّفْظَ لَا يُنْبِئُ عَنِ التِّزَامِ الضَّمَانِ؛ لِأَنَّهُ لِتَمْلِكِ الْمَنَافِعِ بِغَيْرِ عَوَضٍ أَوْ لِإِبَاحَتِهَا، وَالْقَبْضُ لَمْ يَقَعْ تَعَدِّيًا لِكُونِهِ مَأْذُونًا فِيهِ، وَالْإِذْنُ وَإِنْ ثَبَتَ لِأَجْلِ الْإِنْتِفَاعِ فَهُوَ مَا قَبِضَهُ إِلَّا لِلْإِنْتِفَاعِ فَلَمْ يَقَعْ تَعَدِّيًا، وَإِنَّمَا وَجِبَ الرَّدُّ مُؤَنَةً كَنَفَقَةِ الْمُسْتَعَارِ فَإِنَّهَا عَلَى الْمُسْتَعِيرِ لَا لِنَقْضِ الْقَبْضِ.

وَالْمَقْبُوضُ عَلَى سَوَمِ الشَّرَاءِ مَضْمُونٌ بِالْعَقْدِ؛ لِأَنَّ الْأَخْذَ فِي الْعَقْدِ لَهُ سُلْطَانُ الْعَقْدِ عَلَى مَا عُرِفَ فِي مَوْضِعِهِ.

ترجمہ

فرمایا کہ عاریت پر لی ہوئی چیز امانت ہوتی ہے جب وہ زیادتی کے بغیر ہلاک ہو جائے تو مستعیر اس کا ضامن نہیں ہوگا امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ ضامن ہوگا اس لئے کہ مستعیر استحقاق کے بغیر دوسرے کے مال پر اپنے لئے قبضہ کرتا ہے اس لئے وہ ضامن ہوگا۔ اور مالک کی اجازت نفع اٹھانے کی ضرورت کے تحت ثابت ہوتی ہے لہذا ضرورت کے بغیر اجازت ظاہر نہیں ہوگی اسی لئے

عاریت کے مال کی واپسی لازم ہے اور یہ سوم ثراء کے طور پر کسی چیز پر قبضہ کرنے کی طرح ہو گیا ہماری دلیل یہ ہے کہ لفظ عاریت التزام ضمان کی خبر نہیں دیتا اس لئے کہ یہ بدلہ کے سوا منافع کی تملیک یا اس کی اباحت کے لئے موضوع ہے اور قبضہ کرنے میں تعدی نہیں ہوتی اس لئے کہ قبضہ تو مالک کی اجازت سے ہوتا ہے اور مالک کی طرف سے اجازت اگرچہ نفع حاصل کرنے کے لئے ہے لیکن مستعیر بھی تو نفع حاصل کرنے کے لئے ہی مستعار پر قبضہ کرتا ہے اس لئے اس کے قبضہ میں تعدی نہیں ہوگی۔

اور مستعیر پر واپس کرنا اس لئے واجب ہے کہ اس میں خرچہ ہوتا ہے جس طرح کہ عاریت پر لی ہوئی چیز کا نفقہ اسی مستعیر پر واجب ہوتا ہے اور یہ واپسی قبضہ ختم کرنے کے لئے نہیں واجب ہے اور خریدنے کی نیت کے ساتھ جس چیز پر قبضہ ہوتا ہے وہ چیز عقد کے سبب مضمون ہوتی ہے اس لئے کہ عقد شروع کرنے کو عقد کا حکم حاصل ہے جس طرح کہ اس کے مقام پر معلوم ہو چکا ہے۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب عاریت ہلاک ہو گئی اگر مستعیر نے تعدی نہیں کی ہے یعنی اس سے اسی طرح کام لیا جو کام کا طریقہ ہے اور چیز کی حفاظت کی اور اس پر جو کچھ خرچ کرنا مناسب تھا خرچ کیا تو ہلاک ہونے پر تاوان نہیں اگرچہ عاریت دیتے وقت یہ شرط کر لی ہو کہ ہلاک ہونے پر تاوان دینا ہوگا کہ یہ باطل شرط ہے جس طرح رہن میں ضمان نہ ہونے کی شرط باطل ہے۔

اور تعدی کی بعض صورتیں یہ ہیں بہت زور سے لگام کھینچی یا ایسا مارا کہ آنکھ پھوٹ گئی یا جانور پر اتنا بوجھ لاد دیا کہ معلوم ہے ایسے جانور پر اتنا بوجھ نہیں لاد جاتا یا اتنا کام لیا کہ اتنا کام نہیں لیا جاتا۔ گھوڑے سے اتر کر مسجد میں چلا گیا گھوڑا وہیں راستہ میں چھوڑ دیا وہ جاتا رہا، جانور اس لیے لیا کہ فلاں جگہ مجھے سوار ہو کر جانا ہے اور دوسری طرف نہر پر پانی پلانے لے گیا۔ بیل لیا تھا ایک کھیت جوتنے کے لیے اس سے دوسرا کھیت جوتا، اس بیل کے ساتھ دوسرا اعلیٰ درجہ کا بیل ایک ہل میں جوت دیا اور پے بیل کے ساتھ چلنے کی اس کی عادت نہ تھی اور یہ ہلاک ہو گیا۔ جنگل میں گھوڑا لیے ہوئے چپت سو گیا اور باگ ہاتھ میں ہے اور کوئی شخص چورا لے گیا اور بیٹھا ہوا سو یا تو ضمان نہیں اور اگر سفر میں ہوتا تو چاہے لیٹ کر سوتا یا بیٹھ کر اس پر ضمان نہیں ہوتا۔ (بحر الرائق، کتاب عاریت بیروت) حضرت امیہ بن صفوان رضی اللہ عنہ اپنے والد (صفوان) سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی جنگ کے دن ان (صفوان) سے کئی زرہیں عاریت لیں انہوں نے پوچھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ زرہیں غصب کے طریقہ پر لے رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ عاریت لے رہا ہوں جو کہ واپس کر دی جائیں گی۔ (سنن ابوداؤد)

غزوة حنین کے موقع پر جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ زرہیں صفوان سے مستعار لیں تو چونکہ صفوان اسلام کی دولت سے بہرہ ور نہیں تھے اسی لیے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زرہیں دیتے ہوئے جو سوال کیا وہ بظاہر حدادب سے گرا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن بعد میں صفوان اسلام کی دولت سے مشرف ہو گئے تھے رضی اللہ عنہ۔

مستعار لی ہوئی چیز کے امانت ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت شریح، حضرت نخعی حضرت سفیان ثوری اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ جو چیز مستعار لی جاتی ہے وہ مستعار لینے والے کے پاس بطور امانت ہوتی ہے کہ اگر وہ تلف و ضائع ہو جائے تو اس کا بدلہ دینا واجب نہیں ہوتا ہاں اگر مستعار لینے والا اس چیز کو قصد اضرار کر دے تو پھر اس پر اس چیز کا بدلہ واجب ہوتا ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کا مذہب بھی یہی ہے۔

لیکن حضرت ابن عباس حضرت ابو ہریرہ حضرت امام شافعی اور امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ اگر وہ چیز ضائع و تلف ہو جائے تو مستعار لینے والے پر اس کا بدلہ یعنی اس چیز کی قیمت ادا کرنا واجب ہوتا ہے اسی لئے ان حضرات کے نزدیک لفظ مضمونہ جو واپس کر دی جائیں گی کے یہ معنی ہیں تلف ہو جانے کی صورت میں ان کا بدلہ ادا کیا جائے گا۔ (شرح الوقایہ، کتاب عاریت، بیروت)

عاریت والی چیز کو کرائے پر دینے میں عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَكَيْسَ لِلْمُسْتَعِيرِ أَنْ يُؤَاجِرَ مَا اسْتَعَارَهُ ؛ فَإِنْ آجَرَهُ فَعَطَبَ ضَمِنَ) ؛ لِأَنَّ الْإِعَارَةَ دُونَ الْإِجَارَةِ وَالشَّيْءُ لَا يَتَضَمَّنُ مَا هُوَ فَوْقَهُ ، وَلِأَنَّ لَوْ صَحَّحْنَاهُ لَا يَصِحُّ إِلَّا لِأَزْمًا ؛ لِأَنَّهُ حِينَئِذٍ يَكُونُ بِتَسْلِيْطٍ مِنَ الْمُعِيرِ ، وَفِي وَقُوْعِهِ لِأَزْمًا زِيَادَةً ضَرَّرَ بِالْمُعِيرِ لِسَدِّ بَابِ الْإِسْتِرْدَادِ إِلَى انْقِضَاءِ مُدَّةِ الْإِجَارَةِ فَأَبْطَلْنَاهُ ، وَضَمِنَهُ حِينَ سَلَّمَهُ ؛ لِأَنَّهُ إِذَا لَمْ تَتَنَاوَلْهُ الْعَارِيَّةُ كَانَ غَضَبًا ، وَإِنْ شَاءَ الْمُعِيرُ ضَمِنَ الْمُسْتَأْجِرُ ؛ لِأَنَّهُ قَبَضَهُ بِغَيْرِ إِذْنِ الْمَالِكِ لِنَفْسِهِ ، ثُمَّ إِنْ ضَمِنَ الْمُسْتَعِيرُ لَا يَرْجِعُ عَلَى الْمُسْتَأْجِرِ ؛ لِأَنَّهُ ظَهَرَ أَنَّ آجَرَ مِلْكَ نَفْسِهِ ، وَإِنْ ضَمِنَ الْمُسْتَأْجِرُ يَرْجِعُ عَلَى الْمُؤَاجِرِ إِذَا لَمْ يَعْلَمْ أَنَّهُ كَانَ عَارِيَّةً فِي يَدِهِ دَفْعًا لِضَرَرِ الْغُرُورِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا عَلِمَ .

ترجمہ

فرمایا کہ مستعیر کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ عاریت پر لی ہوئی چیز کو کرایہ پر دے اور جب اس نے کرایہ پر دے دی اور وہ چیز ہلاک ہوگئی تو مستعیر اس کا ضامن ہوگا اس لئے کہ اعارة اجارہ سے کم حیثیت کا کام ہے اور کوئی بھی چیز اپنے سے اعلیٰ چیز کو متضمن نہیں ہوتی اور اس لئے کہ جب ہم مستعیر کے اجارہ کو درست قرار دے دیں تو وہ لازم ہو کر درست ہوگا اس لئے کہ اس صورت میں یہ معیر کی جانب سے بذریعہ تسلیط اور تقدیر ہوگا جب کہ اس کے لازم ہو کر واقع ہونے میں معیر کا ادہ نقصان ہے اس لئے کہ اس صورت میں اجارہ کی مدت ختم ہونے تک واپسی کا راستہ بند ہو جائے گا اس لئے ہم نے اس کو باطل قرار دیا ہے اور جب مستعیر چیز مستعار کو

عاریت پر دیتا ہے تو اس کو مستأجر کے حوالے کرتے ہی مستعیر ضامن ہو جائے گا اس لئے کہ جب عاریت اجارہ کو شامل نہیں ہے تو مستعیر کا یہ فعل غصب ہوگا اب اگر معیر چاہے تو مستأجر کو ضامن بنا لے اس لئے کہ مستأجر نے مالک کی اجازت کے بغیر اس پر قبضہ کیا ہے پس جب معیر مستعیر کو ضامن بنا کر اس سے ضمان لیتا ہے تو ضمان کی رقم وہ مستأجر سے واپس نہیں لے سکتا اس لئے کہ ضامن دینے سے یہ واضح ہو گیا کہ مستعیر نے اپنی ذاتی ملکیت اجارہ پر دی ہے اور جب معیر مستأجر سے ضمان لے لیتا ہے تو مستأجر موجر سے ضمان کی رقم واپس لے گا اس لئے کہ دھوکہ دینے نقصان دور کر سکے لیکن یہ حکم اس صورت میں ہے جب مستأجر کو یہ معلوم نہ ہو کہ اجارہ پر لی ہوئی چیز مستعیر اور موجر کے پاس عاریت ہے اس صورت کے خلاف ہے کہ جب مستأجر کو یہ معلوم ہو۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عاریت کو نہ اجرت پر دے سکتا ہے اور نہ رہن رکھ سکتا ہے مثلاً مکان یا گھوڑا عاریت پر لیا اور اس کو کرایہ پر چلایا یا روپیہ قرض لیا اور عاریت کو رہن رکھ دیا یہ ناجائز ہے ہاں عاریت کو عاریت پر دے سکتا ہے بشرطیکہ وہ چیز ایسی ہو کہ استعمال کرنے والوں کے اختلاف سے اس میں نقصان نہ پیدا ہو جیسے مکان کی سکونت، جانور پر بوجھ لادنا۔ عاریت کو ودیعت رکھ سکتا ہے مثلاً عاریت کی چیز کا خود پہنچانا ضروری نہیں ہے دوسرے کے ہاتھ بھی مالک کے پاس بھیج سکتا ہے۔ (بحر الرائق، کتاب عاریت، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مستعیر نے عاریت کو کرایہ پر دیدیا یا رہن رکھ دیا اور چیز ہلاک ہوگئی مالک مستعیر سے تاوان وصول کر سکتا ہے اور یہ کسی سے رجوع نہیں کر سکتا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مستأجر یا مرتہن سے تاوان وصول کرے پھر یہ مستعیر سے واپس لیں کیونکہ اسی کی وجہ سے یہ تاوان ان پر لازم آیا یہ اس وقت ہے کہ مستأجر کو یہ معلوم نہ تھا کہ پرانی چیز کرایہ پر چلا رہا ہے اور اگر معلوم تھا تو تاوان کی واپسی نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کو کسی نے دھوکا نہیں دیا ہے۔ مستعیر نے عاریت کی چیز کرایہ پر دیدی اور چیز ہلاک ہوگئی اس کو تاوان دینا پڑا تو جو کچھ کرایہ میں وصول ہوا ہے اس کا مالک یہی ہے مگر اسے صدقہ کر دے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب عاریت، بیروت)

عاریت والی چیز کو عاریت پر دینے کا بیان

قَالَ (وَلَهُ أَنْ يُعِيرَهُ إِذَا كَانَ مِمَّا لَا يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمُسْتَعْمِلِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : لَيْسَ لَهُ أَنْ يُعِيرَهُ ؛ لِأَنَّهُ إِبَاحَةُ الْمَنَافِعِ عَلَى مَا بَيْنَنَا مِنْ قَبْلُ ، وَالْمُبَاحُ لَهُ لَا يَمْلِكُ الْإِبَاحَةَ ، وَهَذَا ؛ لِأَنَّ الْمَنَافِعَ غَيْرَ قَابِلَةَ لِلْمَلِكِ لِكُونِهَا مَعْدُومَةً ، وَإِنَّمَا جَعَلْنَاهَا مَوْجُودَةً فِي الْإِجَارَةِ لِلضَّرُورَةِ . وَقَدْ انْدَفَعَتْ بِالْإِبَاحَةِ هَاهُنَا .

وَنَحْنُ نَقُولُ : هُوَ تَمْلِيكُ الْمَنَافِعِ عَلَى مَا ذَكَرْنَا فَيَمْلِكُ الْإِعَارَةَ كَالْمَوْصِي لَهُ بِالْخِدْمَةِ

وَالْمَنَافِعُ أُعْتِبِرَتْ قَابِلَةً لِلْمَلِكِ فِي الْإِجَارَةِ فَتُجْعَلُ كَذَلِكَ فِي الْإِجَارَةِ دَفْعًا لِلْحَاجَةِ ،
وَإِنَّمَا لَا تَجُوزُ فِيمَا يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمُسْتَعْمِلِ دَفْعًا لِمَزِيدِ الضَّرَرِ عَنِ الْمُعِيرِ ؛ لِأَنَّهُ
رَضِيَ بِاسْتِعْمَالِهِ لَا بِاسْتِعْمَالِ غَيْرِهِ .

قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ : وَهَذَا إِذَا صَدَرَتْ الْإِجَارَةُ مُطْلَقَةً . وَهِيَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ : أَحَدُهَا
أَنْ تَكُونَ مُطْلَقَةً فِي الْوَقْتِ وَالْإِنْتِفَاعِ وَلِلْمُسْتَعِيرِ فِيهِ أَنْ يَنْتَفِعَ بِهِ أَيُّ نَوْعٍ شَاءَ فِي أَيِّ
وَقْتٍ شَاءَ عَمَلًا بِالْإِطْلَاقِ . وَالثَّانِي أَنْ تَكُونَ مُقَيَّدَةً فِيهِمَا وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُجَاوِزَ فِيهِ مَا
سَمَّاهُ عَمَلًا بِالتَّقْيِيدِ إِلَّا إِذَا كَانَ خِلَافًا إِلَى مِثْلِ ذَلِكَ أَوْ إِلَى خَيْرٍ مِنْهُ وَالْحِنْطَةُ مِثْلُ
الْحِنْطَةِ ، وَالشَّعِيرُ خَيْرٌ مِنَ الْحِنْطَةِ إِذَا كَانَ كَيْلًا . وَالثَّالِثُ أَنْ تَكُونَ مُقَيَّدَةً فِي حَقِّ
الْوَقْتِ مُطْلَقَةً فِي حَقِّ الْإِنْتِفَاعِ .

وَالرَّابِعُ عَكْسُهُ وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَتَعَدَّى مَا سَمَّاهُ ، فَلَوْ اسْتَعَارَ دَابَّةً وَلَمْ يُسَمِّ شَيْئًا لَهُ أَنْ
يَحْمِلَ وَيُعِيرَ غَيْرَهُ لِلْحَمْلِ ؛ لِأَنَّ الْحَمْلَ لَا يَتَفَاوَتُ .
وَلَهُ أَنْ يَرْكَبَ وَيُرْكَبَ غَيْرَهُ وَإِنْ كَانَ الرُّكُوبُ مُخْتَلِفًا ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا أُطْلِقَ فِيهِ فَلَهُ أَنْ
يُعَيَّنَ ، حَتَّى لَوْ رَكِبَ بِنَفْسِهِ لَيْسَ لَهُ أَنْ يُرْكَبَ غَيْرَهُ ؛ لِأَنَّهُ تَعَيَّنَ رُكُوبُهُ ، وَلَوْ أُرْكَبَ
غَيْرَهُ لَيْسَ لَهُ أَنْ يُرْكَبَهُ حَتَّى لَوْ فَعَلَهُ ضَمِنَهُ ؛ لِأَنَّهُ تَعَيَّنَ الْإِرْكَابُ .

ترجمہ

فرمایا کہ مستعیر کو عاریت والی چیز عاریت پر دینا جائز ہے اس شرط کے ساتھ کہ استعمال کرنے والے کے استعمال سے وہ چیز
بدل نہ جائے۔

جبکہ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس کو عاریت پر دینے کا حق نہیں ہے اس لئے کہ یہ منافع کی اباحت ہے جس طرح کہ ہم
اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں اور جس کے لئے کوئی چیز مباح کی جاتی ہے وہ دوسرے کے لئے اباحت کا مالک نہیں ہوتا یہ حکم اس سبب
سے ہے کہ منافع ملکیت کے قابل نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ معدوم ہوتا ہے اور ضرورت کی بنا پر ہم نے اس کو اجارہ کے حق میں موجود مانا
ہے اور یہاں مباح کرنے سے یہ ضرورت پوری ہو چکی ہے ہم کہتے ہیں کہ عاریت منافع کی تملیک ہے جس طرح کہ ہم بیان کر چکے
ہیں لہذا مستعیر اجارہ کا مالک ہوگا جس طرح کو اس کو یہ حق ہوتا ہے جس کو بالخدمت وصیت کی جائے تو وہ اپنے خادم کو دوسرے کی
خدمت کے لئے دے دیا اور منافع اجارہ میں ملکیت کے قابل ہے لہذا حاجت کو دور کرنے کے پیش نظر اجارہ میں بھی منافع مملوک

ہونے کے قابل بنائیں گے ہاں وہ چیز جو استعمال کرنے سے بدل جاتی ہے اس کو اعارہ پر دینا جائز نہیں ہے تاکہ معیر سے مزید نقصان کو دور کیا جاسکے اس لئے کہ معیر مستعیر اول کے استعمال سے راضی ہوا ہے اور دوسرے کے استعمال سے راضی نہیں ہوا ہے۔

صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب عاریت مطلق ہو اور اس کی چار قسمیں ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ اعارہ وقت اور انتفاع دونوں کی قید سے مطلق ہو اور اس قسم میں مستعیر کو یہ حق ہے کہ وہ جب جس وقت جیسے چاہے اس سے انتفاع کرے تا کہ اطلاق پر عمل ہو۔

دوسری قسم یہ ہے کہ عاریت وقت اور انتفاع کی قید سے مقید ہو اور اس صورت میں مستعیر کو معیر کی مقرر کردہ حد سے تجاوز کرنے کا حق نہیں ہے تاکہ تقیید پر عمل ہو جائے مگر یہ کہ وہ مخالفت معیر کی معین کردہ چیز کے ہم مثل ہو یا اس سے اچھی ہو تو اس کی اجازت ہو گی اور ایک گےہوں دوسرے گےہوں کی مثل ہوتا ہے۔

تیسری قسم یہ ہے کہ عاریت وقت کے حق میں مقید ہو اور انتفاع کے حق میں مطلق ہو۔ چوتھی قسم یہ ہے کہ وقت کے حق میں مطلق ہو اور انتفاع کے حق میں مقید ہو ان دونوں صورتوں میں مستعیر کے لئے معیر کے معین کردہ وقت اور انتفاع سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔

جب کسی نے کوئی سواری استعارہ پر لی اور کچھ معین نہیں کیا تو مستعیر کو یہ حق ہے کہ اس پر خود بھی سامان لادے اور اس کو دوسرے کو بھی سامان لادنے کے لئے دے دے اس لئے کہ لادنا متفاوت نہیں ہوتا اس کو یہ بھی حق ہے کہ خود سوار ہو اور دوسرے کو بھی سوار کرائے اگر چہ رکوب الگ الگ ہوتا ہے اس لئے کہ جب مالک نے انتفاع کو مطلق کر رکھا ہے تو مستعیر کو یہ حق ہے کہ وہ اس کو معین کر دے حتیٰ کہ جب وہ خود سوار ہو گیا تو دوسرے کو سوار ہونے کا حق نہیں ہے اور جب دوسرے کو سوار کر دیا تو اس کو خود سوار ہونے کا حق نہیں ہے اور جب اس نے ایسا کیا تو وہ اس کا ضامن ہوگا اس لئے کہ ارکاب معین ہو چکا ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مالک نے مستعیر سے منفعت کے متعلق کہہ دیا ہے کہ اس چیز سے یہ کام لیا جائے یا وقت کی پابندی کر دی ہے کہ اتنے وقت تک یا دونوں باتیں ذکر کر دی ہیں یہ تین صورتیں ہوئیں عاریت میں چوتھی صورت یہ ہے کہ وقت و منفعت دونوں میں کسی بات کی قید نہ ہو اس میں مستعیر کو اختیار ہے کہ جس قسم کا نفع چاہے اور جس وقت میں چاہے لے سکتا ہے کہ یہاں کوئی پابندی نہیں۔ تیسری صورت میں کہ دونوں باتوں میں تقیید ہو یہاں مخالفت نہیں کر سکتا مگر ایسی مخالفت کر سکتا ہے کہ جو کام لیتا ہے اسی کے مثل ہے جو اس نے کہہ دیا یا اس چیز کے حق میں اس سے بہتر ہے۔ مثلاً جانور لیا ہے کہ اس پر یہ دو من گےہوں لاد کر فلاں جگہ پہنچائے گا اور بجائے اس گےہوں کے دوسرے دو من گےہوں لاد کر اسی جگہ لے گیا کہ گےہوں، گےہوں دونوں یکساں ہیں یا اس سے کم مسافت پر لے گیا کہ یہ اس سے آسان ہے یا گےہوں کی دو بوریاں لادنے کو کہا تھا جو کی دو بوریاں لادیں کہ یہ ان سے ہلکے ہوتے ہیں۔

پہلی اور دوسری صورت میں مخالفت نہیں کر سکتا مگر ایسی مخالفت کر سکتا ہے کہ جو کہہ دیا ہے اسی کی مثل ہو یا اس سے بہتر اور چوتھی صورت میں اس پر خود سوار ہو سکتا ہے دوسرے کو سوار کر سکتا ہے خود بوجھ لا سکتا ہے دوسرے کو لا دینے کے لیے دے سکتا ہے مگر یہ ضرور ہے کہ خود سوار ہوا تو دوسرے کو اب نہیں سوار کر سکتا اور دوسرے کو سوار کیا تو خود سوار نہیں ہو سکتا کہ اگرچہ مالک کی طرف سے قید نہ تھی مگر ایک کے کرنے کے بعد وہی متعین ہو گیا دوسرا نہیں کر سکتا۔ اجارہ میں بھی یہی صورتیں اور یہی احکام ہیں اور مخالفت کرنے کی صورت میں اگر وہ مخالفت جائز نہ ہو اور چیز ہلاک ہو جائے تو عاریت و اجارہ دونوں میں ضمان دینا ہوگا۔ (در مختار، کتاب عاریت، بیروت)

عاریت والی چیز کو عاریت پر دینے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے عاریت والی چیز کسی کو بطور عاریت دی تو یہ ہمارے نزدیک جائز ہے۔ اگرچہ معیر نے معین نہ کیا اور یہی مذہب امام مالک اور ایک دلیل کے مطابق امام شافعی کا ہے۔ کیونکہ وہ منافع کی ملکیت ہے۔ جبکہ امام شافعی کا صحیح مذہب اور امام احمد علیہما الرحمہ کا مذہب یہ ہے کہ عاریت کو کسی دوسرے شخص پر بطور عاریت دینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ عاریت میں ملکیت منافع صرف اسی کیلئے مباح ہوئے ہیں کسی دوسرے کیلئے مباح نہیں ہوئے۔

(شرح الوقایہ، کتاب عاریت، بیروت)

دراہم و دیناروں کو عاریت پر دینے کا بیان

قَالَ: (وَعَارِيَّةُ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ وَالْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ وَالْمَعْدُودِ قَرْضٌ) ؛ لِأَنَّ الْإِعَارَةَ تَمْلِكُ الْمَنَافِعَ ، وَلَا يُمَكِّنُ الْإِنْتِفَاعَ بِهَا إِلَّا بِاسْتِهْلَاكِ عَيْنِهَا فَاقْتَضَى تَمْلِكُ الْعَيْنَ ضَرُورَةً وَذَلِكَ بِالْهَبَةِ أَوْ بِالْقَرْضِ وَالْقَرْضُ أَذْنَاهُمَا فَيُثَبِّتُ . أَوْ ؛ لِأَنَّ مِنْ قَضِيَّةِ الْإِعَارَةِ الْإِنْتِفَاعَ وَرَدَّ الْعَيْنِ فَأَقِيمَ رَدُّ الْمِثْلِ مَقَامَهُ . قَالُوا : هَذَا إِذَا أُطْلِقَ الْإِعَارَةُ . وَأَمَّا إِذَا عَيَّنَ الْجِهَةَ بِأَنْ اسْتَعَارَ دَرَاهِمَ لِيُعَايِرَ بِهَا مِيزَانًا أَوْ يُزَيِّنَ بِهَا دُكَّانًا لَمْ يَكُنْ قَرْضًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ إِلَّا الْمَنْفَعَةُ الْمُسَمَّاءُ ، وَصَارَ كَمَا إِذَا اسْتَعَارَ آيَةً يَتَجَمَّلُ بِهَا أَوْ سَيْفًا مُحَلًى يَتَقَلَّدُهُ .

ترجمہ

فرمایا کہ دراہم اور دنانیر اور ملکی اور موزونی اور معدودی چیزوں کو عاریت پر دینا بھی قرض ہے اس لئے کہ اعارہ منافع کی تملیک ہے اور منافع کے عین کو استعمال کئے بغیر ان سے نفع حاصل کرنا ممکن نہیں ہے لہذا یہ تملیک بطور ضرورت عین کی تملیک کا

تقاضہ کرنے والی ہے اور عین کی تملیک ہبہ سے ہوگئی یا قرض سے اور قرض ان میں ادنیٰ ہے اس لئے وہ ثابت ہو جائے گا یا یہ حکم اس سبب سے ہے کہ اعارہ کا تقاضہ مستعار چیز سے نفع حاصل کر کے اس کو معیر کو واپس دے دینا ہے لہذا مثل کی واپسی کو عین کے رد کے قائم مقام کر دیا گیا ہے۔

مشائخ فقہاء نے فرمایا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب اعارہ مطلق ہو اور جب اعارہ کی جہت معین ہو اس طریقے پر کہ اس طرح اعارہ کیا جائے تاکہ وہ اپنے ترازو کا وزن درست رکھے یا ان مستعار دراہم سے اپنی دکان کو سجائے گا تو یہ قرض نہیں ہوگا اور مستعیر کے لئے معین کردہ منفعت ہی ثابت ہوگی اور یہ اس طرح ہوگا جس طرح کہ کچھ برتن لے کر اس سے زیب و زینت حاصل کر لے یا پھل والی تلوار کو لٹکائے رکھے۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مکمل و موزون و عددی متقارب کو عاریت لیا اور عاریت میں کوئی قید نہیں تو عاریت نہیں بلکہ قرض ہے مثلاً کسی سے روپے، پیسے، گہوں، جو وغیرہ عاریت لیے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان چیزوں کو خرچ کرے اور اسی قسم کی چیز دے گا یعنی روپیہ لیا ہے تو روپیہ دے گا پیسہ لیا ہے تو پیسہ دے گا اور جتنا لیا اتنا ہی دے دے دیا گیا عاریت نہیں بلکہ قرض ہے کیونکہ عاریت میں چیز کو باقی رکھتے ہوئے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور یہاں ہلاک و خرچ کر کے فائدہ اٹھانا ہے لہذا فرض کرو کہ قبل انتفاع یہ چیزیں ضائع ہو جائیں جب بھی تاوان دینا ہوگا کہ قرض کا یہی حکم ہے کہ لینے والا مالک ہو جاتا ہے نقصان ہوگا تو اس کا ہوگا دینے والے کا نہیں ہوگا ہاں اگر ان چیزوں کے عاریت لینے میں کوئی ایسی بات ذکر کر دی جائے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہو کہ حقیقتاً عاریت ہی ہے قرض نہیں تو اسے عاریت ہی قرار دیں گے مثلاً رپے یا پیسے مانگتا ہے کہ اس سے کوئی چیز وزن کرے یا اس سے تول کر باٹ بنائے گا یا اپنی دکان کو سجائے گا تو عاریت ہے۔ (در مختار، کتاب عاریت، بیروت)

اور جب اس نے پہننے کے کپڑے قرض مانگے یہ عرفاً عاریت ہے پیوند مانگا کہ کرتے میں لگائے گا یا اینٹ یا کڑی مکان میں لگانے کے لیے عاریت مانگی اور ان سب میں یہ کہہ دیا ہے کہ واپس دیدوں گا تو عاریت ہے اور یہ نہیں کہا ہے تو قرض ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب عاریت، بیروت)

کسی سے ایک پیالہ سالن مانگا یہ قرض ہے اور اگر دونوں میں انبساط و بے تکلفی ہو تو اباحت ہے۔ گولی، چھرے عاریت لیے یہ قرض ہے اور اگر نشانہ پر مارنے کے لیے یعنی چاند ماری کے لیے گولی لی ہے تو عاریت ہے کیونکہ اسے واپس دے سکتا ہے۔

زمین عاریت پر لیکر عمارت بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اسْتَعَارَ أَرْضًا لِيُنِي فِيهَا أَوْ لِيَغْرِسَ فِيهَا جَازَ وَلِلْمُعِيرِ أَنْ يَرْجِعَ فِيهَا وَيُكَلِّفَهُ قَلْعَ الْبِنَاءِ وَالْغَرْسِ) أَمَّا الرَّجُوعُ فَلِمَّا بَيْنَا ، وَأَمَّا الْجَوَازُ فَلِأَنَّهَا مَنفَعَةٌ مَعْلُومَةٌ تَمْلِكُ

بِالِجَارَةِ فَكَذًا بِالِغَارَةِ .

وَإِذَا صَحَّ الرَّجُوعُ بَقِيَ الْمُسْتَعِيرُ شَاغِلًا أَرْضَ الْمُعِيرِ فَيُكَلِّفُ تَفْرِيفَهَا ، ثُمَّ إِنْ لَمْ يَكُنْ وَقَّتْ الْعَارِيَّةُ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ ؛ لِأَنَّ الْمُسْتَعِيرَ مُغْتَرًّا غَيْرَ مَغْرُورٍ حَيْثُ اعْتَمَدَ إِطْلَاقَ الْعَقْدِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَسْبِقَ مِنْهُ الْوَعْدُ وَإِنْ كَانَ وَقَّتْ الْعَارِيَّةُ وَرَجَعَ قَبْلَ الْوَقْتِ صَحَّ رُجُوعُهُ لِمَا ذَكَرْنَاهُ وَلَكِنَّهُ يُكْرَهُ لِمَا فِيهِ مِنْ خُلْفِ الْوَعْدِ (وَضَمِنَ الْمُعِيرُ مَا نَقَصَ الْبِنَاءَ وَالْغَرْسَ بِالْقَلْعِ) ؛ لِأَنَّهُ مَغْرُورٌ مِنْ جِهَتِهِ حَيْثُ وَقَّتْ لَهُ ، وَالظَّاهِرُ هُوَ الْوَفَاءُ بِالْعَهْدِ وَيَرْجِعُ عَلَيْهِ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْ نَفْسِهِ . كَذَا ذَكَرَهُ الْقُدُورِيُّ فِي الْمُخْتَصَرِ .

وَذَكَرَ الْحَاكِمُ الشَّهِيدُ أَنَّهُ يَضْمَنُ رَبُّ الْأَرْضِ لِلْمُسْتَعِيرِ قِيَمَةَ غَرْسِهِ وَبِنَائِهِ وَيَكُونَانِ لَهُ ، إِلَّا أَنْ يَشَاءَ الْمُسْتَعِيرُ أَنْ يَرْفَعَهُمَا وَلَا يَضْمَنَهُ قِيَمَتُهُمَا فَيَكُونُ لَهُ ذَلِكَ ؛ لِأَنَّهُ مِلْكُهُ .

قَالُوا : إِذَا كَانَ فِي الْقَلْعِ ضَرَرٌ بِالْأَرْضِ فَالْخِيَارُ إِلَى رَبِّ الْأَرْضِ ؛ لِأَنَّهُ صَاحِبُ أَصْلِ وَالْمُسْتَعِيرُ صَاحِبُ تَبَعٍ وَالتَّرْجِيحُ بِالْأَصْلِ ، وَلَوْ اسْتَعَارَهَا لِيَزْرَعَهَا لَمْ تَتَّخِذْ مِنْهُ حَتَّى يَحْصُدَ الزَّرْعَ وَقَّتْ أَوْ لَمْ يُوَقَّتْ ؛ لِأَنَّ لَهُ نِهَآيَةَ مَعْلُومَةً ، وَفِي التَّرْكِ مَرَاعَاةُ الْحَقِيقِينَ ، بِخِلَافِ الْغَرْسِ ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ نِهَآيَةُ مَعْلُومَةٌ فَيُقْلَعُ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنِ الْمَالِكِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے زمین عاریت پر لی تاکہ اس میں عمارت بنوائے یا درخت لگوائے تو اس طرح کا اعارہ جائز ہے اور معیر کو وہ زمین واپس لینے کا حق ہے اور واپس لینے کی صورت میں معیر مستعیر کو درخت اور عمارت نکالنے کا مکلف بنائے گا رہا رجوع کا حق تو اس دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں اور اس اعارہ کا جواز اس وجہ سے ہے کہ یہ منفعت معلومہ ہے اور اعارہ کے سبب ملکیت میں آجاتی ہے لہذا اعارہ سے بھی ملکیت آجائے گیا اور جب رجوع درست ہے تو مستعیر معیر کی زمین کو مشغول کرنے والا ہوگا لہذا اس کو خالی کرنے کا مکلف بنایا جائے گا پس جب معیر نے عاریت کو موقت نہ کیا ہو تو اس پر ضمان نہیں ہوگا اس لئے کہ مستعیر نے خود ہی دھوکہ کھایا ہے اور اس کو معیر کی جانب سے دھوکہ نہیں دیا گیا ہے اس لئے کہ اس نے معیر کی جب سے کسی وعدے کے بغیر عقد کے مطلق ہونے پر اعتماد کر لیا ہے اور جب معیر نے عاریت کو موقت کر دیا اور وقت سے پہلے وہ رجوع کر لے تو بھی رجوع درست ہوگا اس دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں تاہم ایسا کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس میں وعدہ خلافی ہے اور

عمارت اور درخت توڑنے سے جو نقصان ہوگا معیر اس کا ضامن ہوگا اس لئے کہ مستعیر کو معیر کی جانب سے دھوکہ دیا گیا ہے اس لئے کہ اس نے وقت معین کر دیا تھا لہذا یہ ظاہر اس کو وعدہ پورا کرنا چاہیے تھا اس لئے مستعیر اپنی ذات سے نقصان کو دور کرنے کے لئے معیر سے نمان کو واپس لے گا۔

امام قدوری نے اپنی مختصر میں اس مسئلہ کو اس طرح بیان کیا ہے حاکم شہید نے اس سلسلے میں یہ لکھا ہے کہ زمین کا مالک مستعیر کے لئے اس کے پودے اور اس کی عمارت کی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ دونوں چیزیں اس کی ہی ہو جائیں گی لیکن جب مستعیر چاہے تو عمارت اور درخت کو اکھاڑ لے اور زمین کا مالک ان کی قیمت کا ضامن نہ بنائے تو یہ دونوں چیزیں مستعیر کی رہیں گی اس لئے کہ یہ اس کی ہی ملکیت ہے۔

مشائخ فقہاء فرماتے ہیں کہ جب عمارت وغیرہ نکالنے سے زمین کو نقصان پہنچتا ہو تو یہ اختیار زمین کے مالک کو ہوگا کیونکہ اصل کا یہی مالک ہے اور مستعیر تبع کا مالک ہے اور اصل کو ترجیح حاصل ہوتی ہے جب مستعیر نے کاشت کاری کرنے کے لئے زمین عاریت پر لی تھی تو کھیتی کاٹی جانے سے پہلے وہ زمین اس سے نہیں لی جائے گی چاہے معیر نے اعارہ کو موقت کیا ہو یا نہ کیا ہو اس لئے کہ کھیتی کٹنے کی ایک معلوم مدت ہوتی ہے اور اجرت لے کر چھوڑنے میں دونوں کے حق کی رعایت ہے درخت لگانے کے خلاف اس لئے کہ اس کی کوئی معلوم مدت نہیں ہوتی لہذا مالک کے نقصان کو دور کرنے کے لئے درخت اکھاڑ دیئے جائیں گے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ زمین عاریت پر لی کہ اس میں مکان بنائے گیا درخت نصب کر گیا یہ عاریت صحیح ہے اور مالک زمین کو یہ اختیار ہے کہ جب چاہے اپنی زمین خالی کرالے کیونکہ عاریت میں کوئی پابندی مالک پر لازم نہیں اور اگر مکان یا درخت کھود کر نکالنے میں زمین خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس ملبہ کی جو مکان کھودنے کے بعد قیمت ہوگی یا درخت کے کاٹنے کے بعد جو قیمت ہوگی مالک زمین سے دلادی جائے اور مالک مکان و درخت اپنے مکان و درخت کو بخنبہ چھوڑ دے۔ اور جب مالک زمین نے مستعیر کے لئے کوئی مدت مقرر کر دی تھی مثلاً دس سال کے لیے یہ زمین مکان بنانے کو یا درخت لگانے کو عاریت دی اور مدت پوری ہونے سے پہلے زمین واپس لینا چاہتا ہے اگرچہ یہ مکروہ و وعدہ خلافی ہے مگر واپس لے سکتا ہے، کیونکہ یہ عقد اس کے ذمہ قضاءً لازم نہیں مگر اس عمارت اور درخت کی وجہ سے مستعیر کا جو کچھ نقصان ہوگا مالک زمین اس کو ادا کرے یعنی کھڑی عمارت کی قیمت لگائی جائے اور ملبہ جدا کر دینے کے بعد جو قیمت ہو اس میں عمارت کی قیمت سے جو کمی ہو مالک زمین یہ رقم مستعیر کو دے۔ (در مختار، کتاب عاریت، بیروت)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب زمین زراعت کے لیے عاریت دی اور واپس لینا چاہتا ہے جب تک فصل طیار نہ ہو اور کھیت کاٹنے کا وقت نہ آئے واپس نہیں لے سکتا وقت مقرر کر کے دی ہو یا مقرر نہ کیا ہو دونوں کا ایک حکم ہے یہ البتہ ہے کہ فصل طیار ہونے تک زمین کی جو اجرت ہو مالک زمین کو دلادی جائے گی۔ اگر کھیت بولیا ہے مگر ابھی تک جما نہیں ہے مالک

زمین یہ کہتا ہے کہ بیج لے لو اور جو کچھ صرفہ ہوا ہے وہ لے لو اور کھیت چھوڑ دو یہ نہیں کر سکتا اگرچہ کاشتکار اس پر راضی بھی ہو کیونکہ جسے سے پہلے زراعت کی بیج نہیں ہو سکتی اور کھیت جم گیا ہے تو ایسا کیا جا سکتا ہے۔ (بحر الرائق، کتاب عاریت، بیروت)

عاریت کو واپس کرنے کی اجرت کا مستعیر پر ہونے کا بیان

قَالَ (وَأَجْرَةُ رَدِّ الْعَارِيَةِ عَلَى الْمُسْتَعِيرِ) ؛ لِأَنَّ الرَّدَّ وَاجِبٌ عَلَيْهِ لِمَا أَنَّهُ قَبْضُهُ لِمَنْفَعَةٍ نَفْسِهِ وَالْأَجْرَةُ مُؤْنَةٌ الرَّدِّ فَتَكُونُ عَلَيْهِ (وَأَجْرَةُ رَدِّ الْعَيْنِ الْمُسْتَأْجِرَةِ عَلَى الْمُؤَجَّرِ) لِأَنَّ الْوَاجِبَ عَلَى الْمُسْتَأْجِرِ التَّمَكِينُ وَالتَّخْلِيَةُ دُونَ الرَّدِّ ، فَإِنَّ مَنْفَعَةَ قَبْضِهِ سَالِمَةٌ لِلْمُؤَجَّرِ مَعْنَى فَلَا يَكُونُ عَلَيْهِ مُؤْنَةٌ رَدِّهِ (وَأَجْرَةُ رَدِّ الْعَيْنِ الْمَغْضُوبَةِ عَلَى الْغَاصِبِ) ؛ لِأَنَّ الْوَاجِبَ عَلَيْهِ الرَّدُّ وَالْإِعَادَةُ إِلَى يَدِ الْمَالِكِ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْهُ فَتَكُونُ مُؤْنَتُهُ عَلَيْهِ

ترجمہ

فرمایا کہ عاریت کو واپس کرنے کی اجرت مستعیر پر ہوگی اس لئے کہ واپس کرنا مستعیر پر ہی لازم ہے کیونکہ اس نے اپنی ذات کی منفعت کے لئے اس پر قبضہ کیا ہے اور اجرت رد کا صرفہ ہے لہذا یہ صرفہ مستعیر پر ہی ہوگا اور کرایہ پر لی ہوئی چیز واپس کرنے کی اجرت کرایہ پر دینے والے پر ہی واجب ہوگی اس لئے کہ لینے والے پر تقدیر علی التسلیم اور تخلیہ واجب ہے نہ کہ واپس کرنا اس لئے کہ مستأجر کے قبضہ کی منفعت بھی معنوی طور پر موجر کو ملتی ہے لہذا مستأجر پر اس کی واپسی کا صرفہ لازم نہیں ہوگا اور مغضوبہ چیز کو واپس کرنے کی اجرت غاصب پر ہی ہوگی اس لئے کہ مالک سے نقصان کو دور کرنے کے پیش نظر اس چیز کو واپس کر کے مالک کے قبضہ میں دینا اس غاصب پر ہی واجب ہے اس لئے کہ مؤنت کا رد بھی غاصب پر ہی ہوتا ہے۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عاریت کی واپسی مستعیر کے ذمہ ہے جو کچھ واپس کرنے میں صرفہ ہوتا ہے اپنے پاس سے دے گا۔ عاریت کے لیے کوئی وقت معین کر دیا تھا کہ اتنے دنوں کے لیے یا اتنی دیر کے لیے چیز دیتا ہوں وہ وقت گزر گیا اور چیز نہیں پہنچائی اور ہلاک ہوگئی مستعیر کے ذمہ تاوان ہے کہ اس نے وقت پورا ہونے کے بعد کیوں نہیں پہنچائی جبکہ پہنچانا اس کے ذمہ تھا۔ اگر مستعیر نے عاریت اس لیے لی ہے کہ اُسے رہن رکھے گا اور فرض کر دے کہ وہ چیز ایسی ہے کہ اُسکی واپسی میں کچھ صرفہ ہوگا تو یہ صرفہ مستعیر کے ذمہ نہیں ہے بلکہ مالک کے ذمہ ہے پہلے جو بیان کیا گیا ہے کہ واپسی کا خرچہ مستعیر کے ذمہ ہے اس حکم سے صورت مذکورہ کا استثناء ہے۔

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عاریت دینے والا جب چاہے اپنی چیز واپس لے سکتا ہے جب یہ واپس مانگے گا عاریت باطل ہو جائے گی عاریت کی ایک مدت مقرر کر دی تھی مثلاً ایک ماہ کے لیے یہ چیز دی اور مالک نے مدت پوری ہونے سے

قبل مطالبہ کر لیا عاریت باطل ہوگئی اگرچہ مالک کو ایسا کرنا مکروہ و ممنوع ہے کہ وعدہ خلافی ہے مگر واپس لینے میں اگر مستعیر کا ظاہر نقصان ہو تو چیز اس کے قبضہ سے نہیں نکال سکتا بلکہ چیز اس مدت تک مستعیر کے پاس بطور اجارہ رہے گی مالک کو اجرت مثل ملے گی مثلاً ایک شخص کی لونڈی کو بچہ کے دودھ پلانے کے لیے عاریت پر لیا اور اندرون مدت رضاعت مالک لونڈی کو مانگتا ہے اور بچہ دوسری عورت کا دودھ نہیں لیتا جب تک مدت پوری نہ ہو لونڈی نہیں لے سکتا ہاں اس زمانہ کی واجبی اجرت وصول کر سکتا ہے کیوں کہ عاریت باطل ہوگئی۔ جہاد کے لیے گھوڑا عاریت لیا تھا اور چار ماہ اس کی مدت تھی دو مہینے کے بعد مالک اپنے گھوڑے کو واپس لینا چاہتا ہے اگر اسلامی علاقہ میں ہے مالک کو واپس دے دیا جائے گا اور اگر بلادِ شریک میں مطالبہ کرتا ہے ایسی جگہ کہ نہ وہاں کرایہ پر گھوڑا مل سکتا ہے نہ خرید سکتا ہے تو مستعیر واپس دینے سے انکار کر سکتا ہے اور ایسی جگہ تک آنے کا کرایہ دے گا جہاں کرایہ پر گھوڑا ملتا ہو یا خریداجا سکتا ہو۔ (بحر الرائق، کتاب عاریت، بیروت)

جانور کو بطور عاریت کے بعد واپس کرنے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا اسْتَعَارَ دَابَّةً فَرَدَّهَا إِلَى اصْطَبْلِ مَالِكِهَا فَهَلَكَتْ لَمْ يَضْمَنْ) وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ، وَفِي الْقِيَاسِ يَضْمَنْ؛ لِأَنَّهُ مَا رَدَّهَا إِلَى مَالِكِهَا بَلْ ضَيَعَهَا. وَجْهُ الاسْتِحْسَانِ أَنَّهُ أُتِيَ بِالتَّسْلِيمِ الْمُتَعَارَفِ؛ لِأَنَّ رَدَّ الْعَوَارِي إِلَى دَارِ الْمَلِكِ مُعْتَادٌ كَالِةِ الْبَيْتِ، وَلَوْ رَدَّهَا إِلَى الْمَالِكِ فَأَلْمَالِكُ يَرُدُّهَا إِلَى الْمُرْبِطِ. (وَإِنْ اسْتَعَارَ عَبْدًا فَرَدَّهُ إِلَى دَارِ الْمَالِكِ وَلَمْ يُسَلِّمْهُ إِلَيْهِ لَمْ يَضْمَنْ) لِمَا بَيَّنَّا (وَلَوْ رَدَّ الْمَغْضُوبَ أَوْ الْوَدِيعَةَ إِلَى دَارِ الْمَالِكِ وَلَمْ يُسَلِّمْهُ إِلَيْهِ ضَمِنَ)؛ لِأَنَّ الْوَجِبَ عَلَى الْغَاصِبِ فُسْخُ فِعْلِهِ، وَذَلِكَ بِالرَّدِّ إِلَى الْمَالِكِ دُونَ غَيْرِهِ، الْوَدِيعَةُ لَا يَرْضَى الْمَالِكُ بِرَدِّهَا إِلَى الدَّارِ وَلَا إِلَى يَدِ مَنْ فِي الْعِيَالِ؛ لِأَنَّهُ لَوْ ارْتَضَاهُ لَمَا أَوْدَعَهَا إِيَّاهُ، بِخِلَافِ الْعَوَارِي؛ لِأَنَّ فِيهَا عُرْفًا، حَتَّى لَوْ كَانَتْ الْعَارِيَةُ عُقْدَ جَوْهَرٍ لَمْ يَرُدَّهَا إِلَّا إِلَى الْمُعِيرِ؛ لِعَدَمِ مَا ذَكَرْنَاهُ مِنَ الْعُرْفِ فِيهِ.

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے گھوڑا عاریت پر لیا اور اس کو مالک کے اصطبل خانے میں واپس کر دیا اور وہ ہلاک ہو گیا تو مستعیر ضامن نہیں ہوگا یہ استحسان ہے بطور قیاس وہ ضامن ہے اس لئے کہ اس نے مالک کو نہیں واپس کیا ہے بلکہ ضائع کر دیا ہے استحسان کی دلیل یہ ہے کہ اس نے عام دستور کے مطابق واپس کیا ہے کیونکہ عاریتوں کو مالک کے گھر واپس کرنا معتاد ہے جس طرح کہ گھریلو

سامان عاریت پر لئے جاتے ہیں پس گھر میں لوٹا دیئے جاتے ہیں اور جب مستعیر نے مالک کو واپس کیا اور مالک نے اس کو باڑے میں پہنچا دیا تو بھی واپسی درست ہوگئی۔ جب کسی نے غلام عاریت پر لیا پھر اس کو مالک کے گھر پہنچا دیا لیکن مالک کے حوالے نہیں کیا تو مستعیر ضامن نہیں ہوگا اس دلیل کے سبب جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔

جب مغضوب یا ودیعت کو مالک کے گھر پہنچایا اور مالک کے سپرد نہیں کیا تو واپس کرنے والا ضامن ہوگا اس لئے کہ غاصب پر فعل غضب کو فسخ کرنا واجب ہے اور یہ کام مالک کو واپس کرنے سے پورا ہو گیا اس کے علاوہ کو سپرد کرنے سے کام نہیں چلے گا اور ودیعت کا بھی یہی حال ہے اس لئے کہ مالک نہ تو اس کے گھر پہنچانے سے راضی ہوگا اور نہ ہی اس کے عیال میں سے کسی کو دینے سے راضی ہوگا کیونکہ جب مالک ان چیزوں سے راضی ہوتا تو مودع کے پاس ودیعت ہی نہ رکھتا عواری کے خلاف اس لئے کہ ان میں ایک عرف جاری ہے حتیٰ کہ جب جوہرات کا کوئی ہار عاریت پر لیا گیا ہو تو معیر کے علاوہ کسی اور کے پاس اس کی واپسی معتبر نہیں ہے اس لئے کہ اتنی قیمتی عاریت میں کوئی عرف نہیں ہے۔

شرح

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حاکم الشہید نے کافی میں فرمایا: مستعیر نے جانور واپس کیا تو مالک کو وہاں نہ پا کر حویلی میں گھر لی پر باندھ دیا تو ضائع ہو گیا تو انہوں نے فرمایا قیاس میں تو ضامن ہوگا لیکن میں استحسان کرتے ہوئے ضامن نہ بناؤں گا، یہاں تک حاکم کے لئے ہیں، قیاس کی وجہ یہ ہے کہ مالک کو جانور واپس نہیں پہنچا، اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی عادت کے اعتبار سے واپس کر دیا ہے کیوں کہ لوگوں میں عادت ہے کہ جانوروں کو عاریت لے جاتے ہیں اور واپس مالک کے اصطبل میں چھوڑ جاتے ہیں پڑوسی حضرات گھر کے آلات مانگ کر لے جاتے ہیں اور مالک کے گھر واپس چھوڑ جاتے ہیں اور مالک کا غیر جو بھی گھر میں ہو اس کو دے جاتے ہیں اور اگر مالک کو دیا جائے تو بھی اسی مکان میں حفاظت کے طور پر رکھتا ہے تو گھر میں واپس کرنے پر مستعیر نے مالک کو مزید تکلیف سے بچایا، تو حاکم شہید نے قیاس کو عادت کی وجہ سے ترک کر دیا، اس لئے ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر عاریت جوہر کا ہار ہو تو پھر مالک کے بغیر کسی اور کو واپسی جائز نہیں کیونکہ ایسی چیز کے متعلق گھر میں چھوڑ جانے یا غلام کو دی جانے کی عادت جاری نہیں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب عاریت، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مستعیر گھوڑے کو مالک کے اصطبل میں باندھ گیا یا غلام کو مکان پر پہنچا گیا بری ہو گیا اور اگر گھوڑا غضب کیا ہوتا یا ودیعت کے طور پر ہوتا تو اس طرح پہنچا جانا کافی نہ ہوتا بلکہ مالک کو قبضہ دلانا ہوتا۔ (بحر الرائق، کتاب عاریت، بیروت)

اور اگر اصطبل مکان سے باہر ہے وہاں باندھ گیا تو عاریت کی صورت میں بھی بری نہیں۔ چیز واپس کرنے لایا مالک نے کہا اُس جگہ رکھ دو رکھنے میں وہ چیز ٹوٹ گئی مگر اُس نے قصداً نہیں توڑی ضمان واجب نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب عاریت، بیروت)

دو شخص ایک کمرہ میں رہتے ہیں ایک جانب ایک دوسری جانب دوسرا ایک نے دوسرے سے کوئی چیز عاریت لی جب معیر نے واپس مانگی تو مستعیر نے کہا کہ تمہاری جانب جو طاق ہے اُس پر میں نے چیز رکھ دی تھی تو مستعیر پر ضمان واجب نہیں جبکہ یہ مکان

انہیں دونوں کے قبضے میں ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب عاریت، بیروت)

عاریت کی واپسی کے صرفہ کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں جب ایک شخص نے یہ وصیت کی ہے کہ میرا غلام فلاں شخص کی خدمت کرے یعنی وہ وارث کی ملک ہے اور موصلی لہ کی اتنے دنوں خدمت کرے اس میں بھی واپسی کا صرفہ موصلی لہ کے ذمہ ہے۔ غصب و رہن میں واپسی کی ذمہ داری و مصارف غاصب و مرتہن پر ہیں۔ مالک نے اپنی چیز اجرت پردی تو واپسی کی ذمہ داری و مصارف مالک پر ہیں۔ یہ اُس وقت ہے کہ وہاں سے لے جانا مالک کی اجازت سے ہو مثلاً کہیں جانے کے لیے گھوڑا کرایہ پر لیا وہاں تک گیا سواری واپس کرنا اس کا کام نہیں بلکہ مالک کا کام ہے اور اگر اُس کے حکم سے نہیں لے گیا ہے تو پہنچانا اس کے ذمہ ہے۔ مثلاً کرسی کرایہ پر لی اور شہر سے باہر لے گیا تو واپس کرنا اس کا کام ہوگا۔ شرکت و مضاربت اور موہوب شے جس کو مالک نے واپس کر لیا ان سب کی واپسی مالک کے ذمہ ہے۔ اجیر مشترک جیسے درزی دھوبی کپڑے کی واپسی ان کے ذمہ ہے۔

(فتاویٰ شامی، کتاب عاریت، بیروت)

سواری کو عاریت پر لینے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ اسْتَعَارَ دَابَّةً فَرَدَّهَا مَعَ عَبْدِهِ أَوْ أَجِيرِهِ لَمْ يَضْمَنْ) وَالْمُرَادُ بِالْأَجِيرِ أَنْ يَكُونَ مُسَانِهَةً أَوْ مُشَاهِرَةً ؛ لِأَنَّهَا أَمَانَةٌ ، وَلَهُ أَنْ يَحْفَظَهَا بِيَدِ مَنْ فِي عِيَالِهِ كَمَا فِي الْوَدِيْعَةِ ، بِخِلَافِ الْأَجِيرِ مُيَاوَمَةً ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِي عِيَالِهِ .
(وَكَذَا إِذَا رَدَّهَا مَعَ عَبْدٍ رَبِّ الدَّابَّةِ أَوْ أَجِيرِهِ) ؛ لِأَنَّ الْمَالِكَ يَرْضَى بِهِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ رَدَّهُ إِلَيْهِ فَهُوَ يَرُدُّهُ إِلَى عَبْدِهِ ، وَقِيلَ هَذَا فِي الْعَبْدِ الَّذِي يَقُومُ عَلَى الدَّوَابِّ ، وَقِيلَ فِيهِ وَفِي غَيْرِهِ وَهُوَ الْأَصْحَحُ ؛ لِأَنَّهُ إِنْ كَانَ لَا يُدْفَعُ إِلَيْهِ دَائِمًا يُدْفَعُ إِلَيْهِ أَحْيَانًا (وَإِنْ رَدَّهَا مَعَ أَجْنَبِيٍّ ضَمِنَ) وَدَلَّتِ الْمَسْأَلَةُ عَلَى أَنَّ الْمُسْتَعِيرَ لَا يَمْلِكُ الْإِيدَاعَ قَصْدًا كَمَا قَالَهُ بَعْضُ الْمَشَايِخِ ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : يَمْلِكُهُ لِأَنَّهُ دُونَ الْإِعَارَةِ ، وَأَوَّلُوا هَذِهِ الْمَسْأَلَةَ بِإِنْهَاءِ الْإِعَارَةِ لِانْقِضَاءِ الْمُدَّةِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کوئی سواری عاریت پر لی اور اس کو اپنے غلام یا مزدور کے ساتھ واپس کیا تو ضامن نہیں ہوگا اور اجیر سے وہ مزدور مراد ہے جو سالانہ یا ماہانہ مشاہرہ پر ملازم ہو اس لئے کہ عاریت امانت ہوتی ہے لہذا مستعیر کو یہ حق ہے کہ اس آدمی سے

اس کی حفاظت کرائے جو اس کے عیال میں سے ہو جیسے ودیعت میں ہوتا ہے اس مزدور کے خلاف جو روزانہ کی اجرت پر رکھا گیا ہو اس لئے کہ یہ مستعیر کے عیال میں سے نہیں ہے یہی حکم اس صورت میں ہے جب مستعیر نے وہ سواری سواری کے مالک کے غلام یا اس کے مزدور کے ساتھ واپس کیا ہو اس لئے کہ مالک اس پر راضی ہوگا کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ جب مستعیر نے وہ جانور مالک کو دیا تو مالک بھی اس کو اپنے غلام کے حوالہ کر دے گا۔

بعض مشائخ فقہاء نے فرمایا کہ یہ حکم اس غلام کے بارے میں ہے جو سواریوں کی دیکھ بھال کرتا ہو لیکن دوسرے بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ حکم اس غلام کے بارے میں بھی ہے اور اس کے علاوہ کے بارے میں بھی ہے یہی زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ اگرچہ مالک اس طرح کے غلام کو ہمیشہ نہیں دیتا ہے لیکن کبھی کبھی دے دیتا ہے۔

اور جب مستعیر نے کسی اجنبی کے ذریعے وہ گھوڑے واپس کیا تو ضامن ہوگا اور یہ مسئلہ اس بات کی دلیل ہے کہ مستعیر چیز مستعار کو قصد ودیعت پر دینے کا مالک نہیں ہے جیسا کہ بعض مشائخ نے یہی فرمایا ہے جب کہ بعض دوسرے مشائخ نے یہ فرمایا ہے کہ مستعیر کو ودیعت پر دینے کا اختیار ہے اس لئے کہ ودیعت اعارہ سے کم تر ہے اور عدم جواز کے مشائخ نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ جب مدت اعارہ پوری ہونے سے اعارہ کا معاملہ ختم ہو گیا یہ اس کے لئے ایداع جائز نہیں ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ السلام لکھتے ہیں کہ مستعیر نے جانور کو اپنے غلام یا نوکر کے ہاتھ یا مالک کے غلام کے ہاتھ یا نوکر کے ہاتھ واپس کر دیا اور مالک کے قبضہ کرنے سے پہلے ہلاک ہو گیا مستعیر تاوان سے بری ہو گیا کہ جس طرح واپس کرنے کا دستور تھا بجالایا اگر مزدور کے ہاتھ واپس کرنا ہو جو روز پر کام کرتا ہے وہ مستعیر کا مزدور ہو یا مالک کا یا اجنبی کے ہاتھ واپس کیا اور قبضہ سے پہلے ہلاک ہو جائے تو ضمان دینا ہوگا یہ اس صورت میں ہے کہ عاریت کے لیے مدت تھی اور مدت گزرنے کے بعد مزدور یا اجنبی کے ہاتھ بھیجا ہو اور مدت نہ ہو یا مدت کے اندر بھیجا ہو تو اس میں تاوان نہیں کیونکہ مستعیر کو ودیعت رکھنا جائز ہے۔ اور اسی طرح عمدہ و نفسی اشیاء جیسے زیور موتیوں کا ہار ان کو غلام اور نوکر کے ہاتھ واپس کرنے سے تاوان سے بری نہیں ہوگا کیونکہ یہ چیزیں اگر طرح واپس نہیں کی جاتیں۔ (در مختار، کتاب عاریت، بیروت)

کاشتکاری کیلئے خالی زمین بطور عاریت لینے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ أَعَارَ أَرْضًا بَيْضَاءَ لِلزَّرَاعَةِ يَكْتُبُ إِنَّكَ أَطَعَمْتَنِي عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ
اللَّهُ وَقَالَ: يَكْتُبُ إِنَّكَ أَعَرْتَنِي) ؛ لِأَنَّ لَفْظَةَ الْإِعَارَةِ مَوْضُوعَةٌ لَهُ وَالْكِتَابَةُ بِالْمَوْضُوعِ
لَهُ أَوْلَى كَمَا فِي إِعَارَةِ الدَّارِ .

وَلَهُ أَنَّ لَفْظَةَ الْإِطْعَامِ أَدْلُّ عَلَى الْمُرَادِ ؛ لِأَنَّهَا تَخُصُّ الزَّرَاعَةَ وَالْإِعَارَةَ تَنْتَظِمُهَا وَغَيْرَهَا

كَالْبِنَاءِ وَنَحْوِهِ فَكَانَتْ الْكِتَابَةُ بِهَا أَوْلَى ، بِخِلَافِ الدَّارِ ؛ لِأَنَّهَا لَا تُعَارُ إِلَّا لِلسُّكْنَى ،
وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کوئی آدمی کاشت کاری کے لئے کسی کو خالی زمین عاریت پر دے تو امام اعظم کے نزدیک مستعیر عاریت نامے میں یہ عبارت لکھے تو نے مجھے یہ زمین کھانے کے لئے دی ہے۔

جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ یوں لکھے تو نے مجھے عاریت پر دیا ہے اس لئے کہ لفظ اعارہ اسکے لئے ہی موضوع ہے اور موضوع سے ملی ہوئی تحریر لکھنا زیادہ افضل ہے جس طرح کہ گھر کے اعارہ میں لفظ موضوع سے دستاویز لکھی جاتی ہے۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اطعام مراد پر زیادہ اچھی طرح دلالت کرتا ہے اس لئے کہ یہ جو لفظ زراعت کے ساتھ مخصوص ہے جب کہ اعارہ زراعت کو اور بناء وغیرہ کو بھی شامل ہوتا ہے لہذا لفظ اطعام سے دستاویز لکھنا زیادہ بہتر ہوگا دار کے خلاف اس لئے کہ وہ صرف رہائش کے لئے ہی عاریت پر لیا جاتا ہے۔

شرح

مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے یہ مسئلہ اس طرح بھی بیان کر دیا ہے۔ کہ جب تعمیر یا پودے لگانے کے لئے زمین عاریت لی تو جائز ہے تو عاریت دینے والے مالک کو واپس لینے کا اختیار ہوگا اور عمارت اور پودے کی مدت مقرر نہ کی ہو تو مالک پر کوئی ضمان نہ ہوگا اور اگر وقت مقرر کیا تھا اور وقت سے پہلے اس نے رجوع کیا تو رجوع صحیح ہے اور مکروہ ہے اور مکان و درخت اکھاڑنے کے نقصان کا ضامن ہوگا اور حاکم الشہید نے ذکر فرمایا کہ زمین کا مالک اس صورت میں مستعیر کی عمارت اور درختوں کی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ اس کی ملکیت قرار پائیں گے ہاں اگر مستعیر خود رکھنا چاہے تو اکھاڑ لے اور زمین والے کو ضامن نہ بنائے تو ایسا کر سکتا ہے کیونکہ وہ خود نقصان کا ذمہ دار بنا ہے فقہاء کرام نے فرمایا اگر ان کے اکھاڑنے میں زمین کو نقصان ہو تو پھر اختیار زمین والے کو ہوگا کیونکہ وہ اصل کا مالک ہے۔

کتاب الہبۃ

﴿یہ کتاب ہبہ کے بیان میں ہے﴾

کتاب ہبہ کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے عاریت کے بعد کتاب ہبہ کے بیان کیا ہے اس کی فقہی مطابقت یہ ہے کہ احکام فقہیہ میں عاریت سے محض منافع کی ملکیت حاصل ہوتی ہے جبکہ ہبہ میں عین اور نفع دونوں کی ملکیت حاصل ہوتی ہے۔ لہذا عاریت مفرد کے حکم میں ہوئی جبکہ ہبہ مرکب کے حکم میں ہو اسی اصول وہی ہوگا کہ مفرد مرکب سے مقدم ہوا کرتا ہے۔

ہبہ کا فقہی مفہوم

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہبہ مفت میں عین چیز کا کسی کو مالک بنانا ہے۔ اور قبضہ دینے پر تام ہو جاتا ہے۔ (در مختار، کتاب عاریت، بیروت شرح تنویر الابصار، کتاب ہبہ، بیروت)

ہبہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف

ہبہ کے لغوی معنی تحفہ دینا، احسان کرنا ہے۔ ہبہ کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ کسی شخص کو اپنی کسی چیز کا بلا عوض مالک بنانا ہے۔ (التعریفات)

ہبہ اور عطیہ وغیرہ کسی مالدار یا غریب، مرد یا عورت ہر ایک کو دیا جاسکتا ہے یہ محبت بڑھانے اور تعلقات استوار کرنے کی غرض سے دیا جاتا ہے یا پھر آخرت میں اس کا ثواب حاصل کرنے کے لیے دیا جاتا ہے۔

ہبہ کے ارکان و شرائط کا بیان

علامہ علاؤ الدین کا سانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہبہ کے ارکان دو ہیں (۱) ایجاب (۲) قبول، ہبہ کرنے والا اپنی زبان سے ہبہ یا اس جیسا لفظ جو ہبہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہو کہہ دینے سے ایجاب اور جس شخص کو دیا جا رہا ہے وہ اسے قبول کر لے تو قبول پایا جائے گا مگر ہبہ کے تام اور مکمل ہونے کے لیے جسے ہبہ کیا گیا ہے اس شخص کا ہبہ کی ہوئی چیز پر قبضہ کرنا ضروری ہے بغیر قبضہ کے ہبہ مکمل نہیں ہوگا۔

ہبہ کی شرائط حسب ذیل ہیں:

(۱) ہبہ کرنے والا عاقل اور بالغ ہو۔

(۲) ہبہ کرتے وقت وہ چیز ہبہ کرنے والے کے پاس موجود ہو لہذا جو چیز ابھی موجود نہ ہو اس کا ہبہ درست نہیں جیسے کوئی کہے

میری بکری کو امسال جو بچہ پیدا ہوگا وہ تیرے لیے ہبہ ہے یہ درست نہیں۔

(۳) جس چیز کو ہبہ کر رہا ہے وہ شریعت کی نگاہ میں قیمت والا مال ہو لہذا جو شریعت کی نگاہ میں مال نہ ہو اس کا ہبہ درست نہ ہوگا جیسے مردار، خون وغیرہ۔ (بدائع الصنائع، ج ۱۳، ص ۲۸۸)

ہبہ کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔

(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2415)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عروہ سے کہا اے میرے بھانجے ایک ایسا بھی وقت تھا کہ ہم ایک چاند دیکھتے پھر دوسرا چاند دیکھتے پھر تیسرا چاند دیکھتے دودھ مہینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ نہ سلگتی میں نے پوچھا اے خالہ پھر کون سی چیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ رکھتی تھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا دو کالی چیزیں یعنی چھوہارے اور پانی مگر یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں چند انصارتھے ان کے پاس دودھ والی بکریاں تھیں اور وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا دودھ دیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو بھی پلاتے۔

(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2416)

ہبہ کا عقد مشروع ہونے کا بیان

الْهَبَةُ عَقْدٌ مَشْرُوعٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (تَهَادَوْا تَحَابُّوا) وَعَلَى ذَلِكَ انْعَقَدَ الْجَمَاعُ (وَتَصِحُّ بِالْإِجَابِ وَالْقَبُولِ وَالْقَبْضِ) . أَمَّا الْإِجَابُ وَالْقَبُولُ فَلِأَنَّهُ عَقْدٌ ، وَالْعَقْدُ يَنْعَقَدُ بِالْإِجَابِ ، وَالْقَبُولِ ، وَالْقَبْضُ لَا بُدَّ مِنْهُ لِثُبُوتِ الْمَلِكِ . وَقَالَ مَالِكٌ : يَثْبُتُ الْمَلِكُ فِيهِ قَبْلَ الْقَبْضِ اعْتِبَارًا بِالْبَيْعِ ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ الصَّدَقَةُ

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تَجُوزُ الْهَبَةُ إِلَّا مَقْبُوضَةً) وَالْمُرَادُ نَفْيُ الْمَلِكِ ، لِأَنَّ الْجَوَازَ بِدُونِهِ ثَابِتٌ ، وَلِأَنَّهُ عَقْدٌ تَبَرُّعٌ ، وَفِي إِثْبَاتِ الْمَلِكِ قَبْلَ الْقَبْضِ الْإِزَامُ الْمُتَبَرِّعِ شَيْئًا لَمْ يَتَبَرَّعْ بِهِ ، وَهُوَ التَّسْلِيمُ فَلَا يَصِحُّ ، بِخِلَافِ الْوَصِيَّةِ ؛ لِأَنَّ أَوَانَ ثُبُوتِ الْمَلِكِ فِيهَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَلَا إِزَامَ عَلَى الْمُتَبَرِّعِ ؛ لِعَدَمِ أَهْلِيَّةِ اللُّزُومِ ، وَحَقُّ الْوَارِثِ مُتَأَخِّرٌ عَنِ الْوَصِيَّةِ فَلَمْ يَمْلِكْهَا .

ترجمہ

فرمایا کہ ہبہ عقد مشروع ہے اس لئے کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے آپس میں ہدیہ کا لین دین کیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے اور ہبہ کے مشروع ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے ہبہ ایجاب اور قبول اور قبضہ سے درست ہوتا ہے رہا ایجاب و قبول تو اس وجہ سے کہ ہبہ ایک عقد ہے اور ایجاب اور قبول سے عقد منعقد ہو جاتا ہے اور ہبہ کے لئے قبضہ لازم ہے کیونکہ قبضہ کرنے سے ہی موہوب لہ کی ملکیت ثابت ہوگی۔

امام مالک بیع پر قیاس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہبہ میں بھی قبضہ سے پہلے ملکیت ثابت ہو جائے گی صدقہ بھی اسی خلاف کی بنیاد پر ہے ہماری دلیل آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ ہبہ اس صورت میں جائز ہے جب اس پر قبضہ ہو گیا ہو اور حدیث مبارکہ میں لا یجوز سے ملکیت کی نفی مراد ہے اس لئے کہ قبضہ کے بغیر بھی جواز ثابت ہے اور اس لئے کہ ہبہ عقد احسان ہے اور قبضہ سے پہلے ملکیت کو ثابت کرنے سے احسان پر ایسی چیز لازم کرنا لازم آئے گا جس کا اس نے احسان نہیں کیا ہے اور وہ سپرد کرنا ہے لہذا قبضہ سے پہلے اس میں موہوب لہ کے لئے ملکیت ثابت کرنا درست نہیں ہے وصیت کے خلاف اس لئے کہ وصیت میں موہوب کی موت کے بعد ملکیت ثابت ہوتی ہے اور احسان پر کوئی چیز لازم نہیں کی جاسکتی اس لئے کہ موت کے سبب لازم کرنے کا اہل ہونا معدوم ہو جاتا ہے اور وارث کا حق وصیت سے موخر ہے لہذا وہ وصیت کے مال کا مالک نہیں ہوگا۔

باہمی تحفہ کے لین دین سے کینہ دور ہونے کا بیان

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں تحفہ کا لین دین کیا کرو کیونکہ تحفہ کا لین دین کینوں کو دور کرتا ہے (جامع ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں تحفہ دیا لیا کرو کیونکہ تحفہ سینے کی کدورت کو دور کرتا ہے اور یاد رکھو کوئی ہمسایہ اپنے دوسرے ہمسایہ کے واسطے کسی کمتر چیز کے تحفہ کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ وہ بکری کے کھر کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ (جامع ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ کوئی اپنے ہمسایہ کو کسی کمتر اور تھوڑی سی چیز کے بطور تحفہ بھیجنے کو اس ہمسایہ کے حق میں حقیر نہ سمجھے بلکہ جو بھیجنا چاہے اسے بھیج دے خوہ وہ کتنی ہی کمتر اور تھوڑی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح جس ہمسایہ کو تحفہ بھیجا گیا ہو اس کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اپنے ہمسایہ کے کسی تحفہ کو حقیر سمجھے بلکہ اس کے پاس جو بھی تحفہ آئے اسے رغبت و بشاشت کے ساتھ قبول کر لے اگرچہ وہ کتنی ہی تھوڑی اور کیسی ہی خراب کیوں نہ ہو۔

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں جنہیں قبول کرنے سے انکار نہ کرنا چاہئے (۱) تکیہ (۲) تیل (۳) دودھ۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ نیز کہا جاتا

ہے کہ تیل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد خوشبو تھی۔

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مہمان کو تواضع کے طور پر تکیہ دے یا تیل دے اور یا پینے کے لئے دودھ دے تو اس مہمان کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اسے قبول کرنے سے انکار کر دے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ دھن یعنی تیل سے مراد خوشبو ہے جیسا کہ ترجمہ میں ذکر کیا گیا لیکن زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ دھن سے مراد تیل ہی ہے کیونکہ اس زمانہ میں بھی اہل عرب اپنے سروں میں عمومیت کے ساتھ تیل لگایا کرتے تھے۔

واہب کے بغیر موہوب لہ کے قبضہ کرنے کا بیان

قَالَ: (فَإِنْ قَبَضَهَا الْمَوْهُوبُ لَهُ فِي الْمَجْلِسِ بِغَيْرِ أَمْرِ الْوَاهِبِ جَازَ) اسْتِحْسَانًا
(وَإِنْ قَبَضَ بَعْدَ الْاِفْتِرَاقِ لَمْ يَجْزُ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ الْوَاهِبُ فِي الْقَبْضِ) وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا
يَجُوزَ فِي الْوَجْهَيْنِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ؛ لِأَنَّ الْقَبْضَ تَصَرُّفٌ فِي مِلْكِ الْوَاهِبِ، إِذْ
مِلْكُهُ قَبْلَ الْقَبْضِ بَاقٍ فَلَا يَصِحُّ بَدْوْنِ إِذْنِهِ، وَلَنَا أَنَّ الْقَبْضَ بِمَنْزِلَةِ الْقَبُولِ فِي الْهَبَةِ مِنْ
حَيْثُ إِنَّهُ يَتَوَقَّفُ عَلَيْهِ ثُبُوتُ حُكْمِهِ وَهُوَ الْمِلْكُ، وَالْمَقْصُودُ مِنْهُ إِثْبَاتُ الْمِلْكِ
فَيَكُونُ الْإِجَابُ مِنْهُ تَسْلِيطًا عَلَى الْقَبْضِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَبَضَ بَعْدَ الْاِفْتِرَاقِ؛ لِأَنَّ
إِنَّمَا اثْبَتْنَا التَّسْلِيطَ فِيهِ إِلْحَاقًا لَهُ بِالْقَبُولِ، وَالْقَبُولُ يَتَّقَدُّ بِالْمَجْلِسِ، فَكَذَا مَا يُلْحَقُ
بِهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا نَهَاهُ عَنِ الْقَبْضِ فِي الْمَجْلِسِ؛ لِأَنَّ الدَّلَالَهَ لَا تَعْمَلُ فِي مُقَابَلَهَ
الصَّرِيحِ.

ترجمہ

پس جب واہب کے حکم کے بغیر موہوب لہ نے مجلس میں قبضہ کر لیا تو بطور استحسان جائز ہے اور جب جدا ہونے کے بعد قبضہ کیا تو جائز نہیں ہے مگر یہ کہ واہب نے اس کو قبضہ کرنے کی اجازت دی ہو قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ دونوں صورتوں میں قبضہ جائز نہ ہو یہی امام شافعی کا قول ہے اس لئے کہ قبضہ حقیقت میں واہب کی ملکیت میں تصرف ہے اس لئے کہ قبضہ سے پہلے واہب کی ملکیت باقی رہتی ہے لہذا واہب کی اجازت کے بغیر قبضہ درست نہیں ہوگا ہماری دلیل یہ ہے کہ بیع کا قبضہ ہبہ قبول کرنے کے مقام پر ہوتا ہے اس اعتبار سے کہ قبضہ پر اس کے حکم یعنی ملکیت کا ثبوت موقوف رہتا ہے اور واہب کا مقصد موہوب لہ کیلئے ملکیت کو ثابت کرنا ہے لہذا اسکی طرف سے ایجاب کرنا موہوب لہ کو قبضہ پر مسلط کرنا ہوگا اس صورت کے خلاف کہ جب موہوب لہ نے مجلس سے جدا ہونے کے بعد قبضہ کیا ہو اس لئے کہ ہم نے ایجاب کو قبول کے ساتھ ملا کر اس میں تسلیط ثابت کر دی اور قبول کرنا مجلس کے ساتھ مقید

ہوتا ہے لہذا جو چیز قبولیت کے ساتھ ملی ہوگی وہ مجلس کے ساتھ بھی مقید ہوگی اس صورت کے خلاف کہ جب واہب نے موہوب لہ کو مجلس میں قبضہ کرنے سے روک دیا ہو اس لئے کہ صریح کے مقابلے میں دلالت موثر نہ ہو کرتی۔ (قاعدہ فقہیہ)

شرح

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہبہ تمام ہونے کے لیے قبضہ کی بھی ضرورت ہے بغیر اس کے ہبہ تمام نہیں ہوتا پھر اگر اسی مجلس میں قبضہ کرے تو واہب کی اجازت کی بھی ضرورت نہیں اور مجلس بدل جانے کے بعد قبضہ کرنا چاہتا ہے تو اجازت درکار ہے ہاں اگر جس مجلس میں ہبہ کیا ہے اُس نے کہہ دیا ہے کہ تم قبضہ کر لو تو اب اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں وہی پہلی اجازت کافی ہے۔ قبضہ پر قادر ہونا بھی قبضہ ہی کے حکم میں ہے مثلاً صندوق میں کپڑے ہیں اور کپڑے ہبہ کر کے صندوق اُسے دیدیا اگر صندوق مُتَقَلَّن ہے قبضہ نہیں ہوا اور قفل کھلا ہوا ہے قبضہ ہو گیا یعنی ہبہ تمام ہو گیا کہ قبضہ پر قادر ہو گیا۔

اور جب واہب نے موہوب لہ کو قبضہ سے منع کر دیا تو اگرچہ قبضہ کر لے یہ قبضہ صحیح نہیں مجلس میں قبضہ کرے یا بعد میں اس صورت میں ہبہ تمام نہیں۔ ہبہ کے لیے قبضہ کامل کی ضرورت ہے اگر موہوب شے (یعنی جو چیز ہبہ کی گئی ہے) واہب کی ملک کو شاغل ہو تو قبضہ کامل ہو گیا اور ہبہ تمام ہو گیا اور اُس کی ملک میں مشغول ہے تو قبضہ کامل نہیں ہوا مثلاً بوری میں واہب کا غلہ ہے بوری ہبہ کر دی اور مع غلہ کے قبضہ دیدیا یا مکان میں واہب کے سامان ہیں مکان ہبہ کر دیا اور سامان کے ساتھ قبضہ دیدیا ہبہ تمام نہیں ہوا اور اگر غلہ ہبہ کیا یا مکان میں جو چیزیں تھیں اُن کو ہبہ کیا اور بوری سمیت قبضہ دیدیا یا مکان اور سامان سب پر قبضہ دیدیا ہبہ تمام ہو گیا۔ اسی طرح گھوڑے پر کاٹھی کسی ہوئی اور لگام لگی ہوئی تھی کاٹھی اور لگام کو ہبہ کیا اور گھوڑے پر مع کاٹھی اور لگام کے قبضہ کیا ہبہ تمام نہیں ہوا اور گھوڑے کو ہبہ کیا اور قبضہ دے دیا اگرچہ کاٹھی اور لگام کے ساتھ ہے قبضہ تمام ہو گیا۔ اسی طرح کنیز زور پہنے ہوئے ہے کنیز کو ہبہ کیا اور قبضہ دیدیا ہبہ تمام ہو گیا۔ اور زور کو ہبہ کیا تو جب تک زور اتار کر قبضہ نہ دے گا ہبہ تمام نہیں ہوگا۔

(فتاویٰ شامی، کتاب ہبہ، بیروت)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب موہوب چیز ملک غیر واہب میں مشغول ہو اور قبضہ کر لیا ہبہ تمام ہو گیا مثلاً مکان ہبہ کیا جس میں مستحق کی چیزیں ہیں یا اُن چیزوں کو واہب یا موہوب لہ نے غصب کیا ہے اور موہوب لہ نے مع اُن چیزوں کے مکان پر قبضہ کر لیا ہبہ تمام ہو گیا۔ (بحر الرائق، کتاب عاریت، بیروت)

وہ الفاظ جن سے ہبہ منعقد ہو جاتا ہے

قَالَ: (وَتَنْعَقِدُ الْهَبَةَ بِقَوْلِهِ وَهَبْتُ وَنَحَلْتُ وَأَعْطَيْتُ) ؛ لِأَنَّ الْأَوَّلَ صَرِيحٌ فِيهِ وَالثَّانِي مُسْتَعْمَلٌ فِيهِ .

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَكَلَّ أَوْلَادِكَ نَحَلْتُ مِثْلَ هَذَا ؟) وَكَذَلِكَ الثَّلَاثُ ، يُقَالُ :

أَعْطَاكَ اللَّهُ وَوَهَبَكَ اللَّهُ بِمَعْنَى وَاحِدٍ (وَكَذَا تَنْعَقِدُ بِقَوْلِهِ أَطْعَمْتُكَ هَذَا الطَّعَامَ وَجَعَلْتُ هَذَا الثَّوْبَ لَكَ وَأَعْمَرْتُكَ هَذَا الشَّيْءَ وَحَمَلْتُكَ عَلَى هَذِهِ الدَّابَّةِ إِذَا نَوَى بِالْحَمَلَانِ الْهَبَةَ) أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّ الطَّعَامَ إِذَا أُضِيفَ إِلَى مَا يُطْعَمُ عَيْنُهُ يُرَادُ بِهِ تَمْلِيكَ الْعَيْنِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ : أَطْعَمْتُكَ هَذِهِ الْأَرْضَ حَيْثُ تَكُونُ عَارِيَّةً ؛ لِأَنَّ عَيْنَهَا لَا تُطْعَمُ فَيَكُونُ الْمُرَادُ أَكْلَ غَلَّتِيهَا . وَأَمَّا الثَّانِي فَلِأَنَّ حَرْفَ اللَّامِ لِلتَّمْلِيكِ . وَأَمَّا الثَّلَاثُ فَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (فَمَنْ أَعْمَرَ عُمُرِي فَهِيَ لِلْمُعَمَّرِ لَهُ وَلِوَرَثَتِهِ مِنْ بَعْدِهِ) وَكَذَا إِذَا قَالَ جَعَلْتُ هَذِهِ الدَّارَ لَكَ عُمُرِي لِمَا قُلْنَا . وَأَمَّا الرَّابِعُ فَلِأَنَّ الْحَمْلَ هُوَ الْإِرْكَابُ حَقِيقَةً فَيَكُونُ عَارِيَّةً لِكِنَّهُ يَحْتَمِلُ الْهَبَةَ ، يُقَالُ حَمَلَ الْأَمِيرُ فَلَانًا عَلَى فَرَسٍ وَيُرَادُ بِهِ التَّمْلِيكَ فَيَحْمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ نَيْتِهِ .

ترجمہ

فرمایا کہ وہ بت نخلت اور اعطیت کے ساتھ بہہ منعقد ہو جاتا ہے اس لئے کہ پہلا لفظ بہہ کے لئے صریح ہے اور دوسرا اس کے لئے استعمال ہونے والا ہے اور یہی نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ کیا تم نے اس طرح اپنی اولاد کو نکلہ دیا ہے اور تیسرا لفظ بھی بہہ کے لئے استعمال ہونے والا ہے پس اعطاک اللہ اور وہبک اللہ دونوں ایک ہی معنی میں استعمال ہونے والے ہیں واہب کے میں نے یہ غلہ تجھے کھانے کیلئے دیا ہے کہنے سے بھی بہہ منعقد ہو جاتا ہے اسی طرح جعلت هذا الثوب لك کہنے سے اور اعمرتك هذا الشيء کہنے سے اور حملتك على هذا الدابة کہا اور اس نے بہہ کی نیت کی ہو تو بہہ منعقد ہو جائے گا لہذا اطعام سے بہہ منعقد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب اطعام کو ایسی چیز کی جانب منسوب کیا جائے جو خود کھائی جاتی ہو تو اس سے عین کی تملیک مراد ہوگی اس صورت کے خلاف کہ جب اس نے اطعمتك هذا الارض کہا ہو تو عاریت نہیں ہوگی اس لئے کہ زمین نہیں کھائی جاتی اور ایسا کہنے سے اس کی پیداوار کھانے کا کھلانے اطلاق کیا جائے گا اور دوسرے لفظ سے بہہ منعقد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حرف لام تملیک کے لئے موضوع ہے اور تیسرے لفظ سے بہہ منعقد ہونے کا سبب آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ جس نے کوئی چیز کسی کو عمری کے طور پر دی تو معمر لہ کے لئے زندگی بھر وہ چیز اس کی ہو گیا اور اس کے بعد اسکے وارثوں کی ہوگی اسی طرح جب یہ کہا ہو کہ میں نے زندگی بھر کیلئے یہ گھر تجھے دیا اس دلیل کے سبب جسکو ہم نے بیان کیا ہے۔

چوتھے لفظ سے بہہ منعقد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حمل کے لغوی معنی سوار کرنے کے ہیں تو یہ عاریت ہوگی لیکن اس میں بہہ کا احتمال ہے جیسا کہ بولا جاتا ہے کہ امیر نے فلاں کو گھوڑے پر سوار کیا اور اس سے مالک بنا نا مراد ہوتا ہے لہذا بہہ کی نیت کے وقت اس پر ہی حمل کیا جائے گا۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور ہبہ کے بہت سے الفاظ ہیں۔ میں نے تجھے ہبہ کیا، یہ چیز تمہیں کھانے کو دی۔ یہ چیز میں نے فلاں کے لیے یا تیرے لیے کر دی، میں نے یہ چیز تیرے نام کر دی، میں نے اس چیز کا تجھے مالک کر دیا، اگر قیہ ہوتو ہبہ ہے ورنہ نہیں کیونکہ مالک کرنا بیع وغیرہ بہت چیزوں کو شامل ہے۔ عمر بھر کے لیے یہ چیز دیدی، اس گھوڑے پر سوار کر دیا، یہ کپڑا پہننے کو دیا، میرا یہ مکان تمہارے لیے عمر بھر رہنے کو ہے، یہ درخت میں نے اپنے بیٹے کے نام لگایا ہے۔

(بحر الرائق، کتاب ہبہ، بیروت)

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہبہ کے بعض الفاظ ذکر کر دیے اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر لفظ ایسا ہو جس سے ملک رقبہ سمجھی جاتی ہو یعنی خود اس شے کی ملک تو ہبہ ہے اور اگر منافع کی تمایک معلوم ہوتی ہو تو عاریت ہے اور دونوں کا احتمال ہے تو نیت دیکھی جائے گی۔ (در مختار، کتاب عاریت، بیروت)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہبہ کا قبول کرنا کبھی الفاظ سے ہوتا ہے اور کبھی فعل سے مثلاً اس نے ایجاب یا یعنی کہا میں نے یہ چیز تمہیں ہبہ کر دی اس نے لے لی ہبہ تمام ہو گیا۔ (بحر الرائق، کتاب ہبہ، بیروت)

کسوہ سے تملیک مراد لینے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ كَسَوْتُكَ هَذَا الثَّوْبَ يَكُونُ هِبَةً) ؛ لِأَنَّهُ يُرَادُ بِهِ التَّمْلِيكَ ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (أَوْ كَسَوْتُهُمْ) وَيُقَالُ كَسَا الْأَمِيرُ فَلَانًا ثَوْبًا : أَي مَلَكَهُ مِنْهُ (وَلَوْ قَالَ مَنَحْتُكَ هَذِهِ الْجَارِيَةَ كَانَتْ عَارِيَةً) لِمَا رَوَيْنَا مِنْ قَبْلُ .

(وَلَوْ قَالَ دَارِي لَكَ هِبَةٌ سُكْنَى أَوْ سُكْنَى هِبَةٌ فَهِيَ عَارِيَةٌ) ؛ لِأَنَّ الْعَارِيَةَ سُدَّ حُكْمُهَا فِي تَمْلِيكَ الْمَنْفَعَةِ وَالْهِبَةُ تَحْتَمِلُهَا وَتَحْتَمِلُ تَمْلِيكَ الْعَيْنِ فَيُحْمَلُ الْمَعْنَى عَلَى الْمُحْكَمِ ، وَكَذَا إِذَا قَالَ عُمَرَى سُكْنَى أَوْ نَحَلِي سُكْنَى أَوْ سُكْنَى صَدَقَةً أَوْ صَدَقَةً عَارِيَةً أَوْ عَارِيَةً هِبَةً لِمَا قَدَّمْنَاهُ .

(وَلَوْ قَالَ هِبَةٌ تَسْكُنُهَا فَهِيَ هِبَةٌ) ؛ لِأَنَّ قَوْلَهُ تَسْكُنُهَا مَشُورَةٌ وَلَيْسَ بِتَفْسِيرٍ لَهُ وَهُوَ تَنْبِيهُ عَلَى الْمَقْصُودِ ، بِخِلَافِ قَوْلِهِ هِبَةٌ سُكْنَى ؛ لِأَنَّهُ تَفْسِيرٌ لَهُ .

ترجمہ

جب کسی آدمی نے یہ کہا کہ میں نے تجھے یہ کپڑا پہنا دیا تو یہ ہبہ ہوگا اس لئے کہ کسوہ سے تملیک مراد لی جاتی ہے جیسا کہ

تعالیٰ کا فرمان ہے کہ او کسو تہم یادس مساکین کو کپڑا پہنا دینا ہے اور یہ بھی بولو جاتا ہے کہ امیر نے فلاں کو کپڑا پہنایا یعنی اس کو کپڑے کا مالک بنایا جب کہا کہ میں نے تم کو یہ باندی منجھ میں دی تو یہ عاریت ہوگی اس حدیث کے سبب جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں جب کہا کہ میرا گھرتیرے لئے ہبہ سکنی یا سکنی ہبہ ہے تو یہ عاریت ہوگی اس لئے کہ منفعت کی تملیک میں عاریت ہونا محکم اور یقینی ہے اور ہبہ منفعت کے کی تملیک کا بھی احتمال رکھتا ہے لہذا محتمل کو محکم پر محمول کر دیا جائے گا۔

ایسے ہی جب کہا کہ میرا گھرتیرے لئے عمری سکنی ہے یا نخلی سکنی۔ ہے یا سکنی صدقہ ہے یا صدقہ عاریت ہے یا عاریتہ ہبہ ہے تو تمام صورتیں عاریت ہوں گی اس دلیل کے سبب جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور جب یوں کہا کہ میرا گھرتیرے لئے ہبہ ہے تم اس میں رہو تو یہ ہبہ ہوگا اس لئے کہ اس کا قول لتسکنھا مشورہ ہے اور ہبہ کی تفسیر نہیں ہے بلکہ مقصود پر تنبیہ کرنا ہے ہبہ سکنی کہنے کے خلاف اس لئے کہ یہاں سکنی ہبہ کی تفسیر ہے۔

محوزہ مقسومہ میں جواز ہبہ کا بیان

قَالَ: (وَلَا تَجُوزُ الْهَبَةُ فِيمَا يُقَسَّمُ إِلَّا مَحْزُوزَةٌ مَقْسُومَةٌ ، وَهَبَةُ الْمَشَاعِ فِيمَا لَا يُقَسَّمُ جَائِزَةٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : تَجُوزُ فِي الْوَجْهَيْنِ ؛ لِأَنَّهُ عَقْدُ تَمْلِيكِ فَيَصِحُّ فِي الْمَشَاعِ وَغَيْرِهِ كَالْبَيْعِ بِأَنْوَاعِهِ ، وَهَذَا ؛ لِأَنَّ الْمَشَاعَ قَابِلٌ لِحُكْمِهِ ، وَهُوَ الْمَلِكُ فَيَكُونُ مَحَلًّا لَهُ ، وَكَوْنُهُ تَبَرُّعًا لَا يُبْطِلُهُ الشُّيُوعُ كَالْقَرْضِ وَالْوَصِيَّةِ .

وَلَنَا أَنَّ الْقَبْضَ مَنْصُوصٌ عَلَيْهِ فِي الْهَبَةِ فَيُشْرَطُ كَمَالُهُ وَالْمَشَاعُ لَا يَقْبَلُهُ إِلَّا بِضَمِّ غَيْرِهِ إِلَيْهِ ، وَذَلِكَ غَيْرُ مَوْهُوبٍ ، وَلِأَنَّ فِي تَجْوِيزِهِ إِزْمَامَهُ شَيْئًا لَمْ يَلْتَزِمَهُ وَهُوَ مُؤَنَّةُ الْقِسْمَةِ ، وَلِهَذَا امْتَنَعَ جَوَازُهُ قَبْلَ الْقَبْضِ لِئَلَّا يَلْزِمَهُ التَّسْلِيمُ ، بِخِلَافِ مَا لَا يُقَسَّمُ ؛ لِأَنَّ الْقَبْضَ الْقَاصِرَ هُوَ الْمُمْكِنُ فَيُكْتَفَى بِهِ ؛ وَلِأَنَّهُ لَا تَلْزِمُهُ مُؤَنَّةُ الْقِسْمَةِ .

وَالْمُهَيَّأَةُ تَلْزِمُهُ فِيمَا لَمْ يَتَبَرَّعْ بِهِ وَهُوَ الْمَنْفَعَةُ ، وَالْهَبَةُ لَاقَتْ الْعَيْنَ ، وَالْوَصِيَّةُ لَيْسَ مِنْ شَرْطِهَا الْقَبْضُ ، وَكَذَا الْبَيْعُ الصَّحِيحُ ، وَأَمَّا الْبَيْعُ الْفَاسِدُ وَالصَّرْفُ وَالسَّلَامُ فَالْقَبْضُ فِيهَا غَيْرُ مَنْصُوصٍ عَلَيْهِ ، وَلِأَنَّهَا عَقُودٌ ضَمَانٌ فَتَنَاسَبَ لُزُومَ مُؤَنَّةِ الْقِسْمَةِ ، وَالْقَرْضُ تَبَرُّعٌ مِنْ وَجْهِهِ وَعَقْدٌ ضَمَانٌ مِنْ وَجْهِهِ ، فَشَرَطْنَا الْقَبْضَ الْقَاصِرَ فِيهِ دُونَ الْقِسْمَةِ عَمَلًا بِالشَّبْهَيْنِ ، عَلَى أَنَّ الْقَبْضَ غَيْرُ مَنْصُوصٍ عَلَيْهِ فِيهِ . وَلَوْ وَهَبَ مِنْ شَرِيكِهِ لَا يَجُوزُ ؛ لِأَنَّ الْحُكْمَ يُدَارُ عَلَى نَفْسِ الشُّيُوعِ .

ترجمہ

فرمایا کہ تقسیم ہونے والی چیزوں میں اس وقت ہبہ جائز ہوگا جب ان کو تقسیم کر کے الگ کر دیا جائے اور جو چیز تقسیم ہونے والی نہ ہو اس کو تقسیم نہ ہونے والی چیزوں کی طرح ہبہ کرنا جائز ہے۔

جبکہ امام شافعی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں جائز ہے کیونکہ ہبہ عقد تملیک ہے لہذا امشاع اور غیر امشاع دونوں کا ہبہ جائز ہوگا جس طرح کہ مشترک اور غیر مشترک کی بیع درست ہوتی ہے یہ حکم اس سبب سے ہے کہ تقسیم نہ ہونے والی چیز بھی ہبہ کے حکم یعنی ملکیت کو قبول کرتی ہے اس لئے امشاع چیز بھی ہبہ کا محل ہوگی اور شیوع اس کے احسان ہونے کو باطل نہیں کرتا جس طرح کہ قرض اور وصیت میں ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ ہبہ میں قبضہ مشروط اور منصوص ہوتا ہے اس لئے قبضہ کا کامل ہونا شرط ہوگا اور امشاع اور مشترک چیز دوسری چیز کو ملائے بغیر پورے قبضہ کو قبول نہیں کرتی جبکہ دوسری چیز ہبہ نہیں کی گئی اور اس لئے کہ مشترک چیز کو ہبہ کے لئے جائز قرار دینے سے واہب پر ایسا عمل لازم آئے گا جس کا اس نے التزام ہی نہیں کیا یعنی کہ تقسیم اور ہبہ ہوا رہا اسی لئے قبضہ سے پہلے ہبہ کا جواز ممنوع ہے تاکہ واہب کے لئے موہوب چیز کو تسلیم کرنا لازم نہ آئے ان چیزوں کے خلاف کہ جو تقسیم نہیں کی جاتی کیونکہ اس میں ناقص قبضہ ہی ممکن ہے لہذا اس پر ہی اکتفاء کر لیا جائے گا اور اس لئے کہ جو چیزیں تقسیم نہیں کی جاتی ان میں واہب پر تقسیم کی مشقت لازم نہیں آئے گی۔

اور باری باری فائدہ اٹھانا اس چیز میں لازم آتا ہے جس کا واہب نے احسان ہی نہیں کیا اور ہبہ ذات سے ملا ہو ہوتا ہے اور وصیت کے لئے قبضہ شرط نہیں ہے اسی طرح بیع صحیح، بیع فاسد، بیع صرف اور بیع سلم میں بھی قبضہ مشروط اور منصوص نہیں ہے اور اس لئے کہ یہ عقد ضمان میں سے ہے لہذا تقسیم کا صرف لازم ہونے کے مناسب ہے اور من وجہ قرض احسان ہے اور من وجہ عقد ضمان ہے لہذا ہم نے قرض میں قبضہ قاصرہ کی شرط لگائی اور تقسیم کی شرط نہیں لگائی تاکہ دونوں جہتوں پر عمل ہو جائے اس کے علاوہ میں قبضہ غیر منصوص ہے اور جب واہب نے اپنے شریک کو ہبہ کیا تب بھی جائز نہیں ہے اس لئے کہ حکم کا مدار نفس شیوع پر ہے۔ (اصول)

شرح

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جو چیز تقسیم کے قابل ہے اس کو اجنبی کے لیے ہبہ کرے یا شریک کے لیے دونوں صورتیں ناجائز ہیں۔ ہاں اگر ہبہ کرنے کے بعد واہب نے اسے خود یا اس کے حکم سے کسی دوسرے نے تقسیم کر کے قبضہ دیدیا یا موہوب لہ کو حکم دیدیا کہ تقسیم کر کے قبضہ کر لو اور اس نے ایسا کر لیا ان صورتوں میں ہبہ جائز ہوگا کیونکہ مانع زائل ہو گیا۔ اگر بغیر تقسیم موہوب لہ کو قبضہ دے دیا موہوب لہ اس چیز کا مالک نہیں ہوگا اور جو کچھ اس میں تصرف کریگا نافذ نہیں ہوگا بلکہ اس کے تصرف سے جو نقصان ہوگا اس کا ضامن ہوگا اور خود واہب اس میں تصرف کرے مثلاً بیع کر دے اس کا تصرف نافذ ہو جائے گا۔

(بحر الرائق، کتاب ہبہ، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ امشاع کا ہبہ صحیح نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قبضہ کے وقت

شیوع پایا جائے اور اگر ہبہ کے وقت شیوع ہے مگر قبضہ کے وقت شیوع نہ ہو تو ہبہ صحیح ہے مثلاً مکان کا نصف حصہ ہبہ کیا اور قبضہ نہیں دیا پھر دوسرا نصف ہبہ کیا اور پورے مکان پر قبضہ دیدیا صحیح ہو گیا اور اگر نصف ہبہ کر کے قبضہ دیدیا پھر دوسرا نصف ہبہ کیا اور اس پر ہبہ قبضہ دیدیا یہ دونوں ہبہ صحیح نہیں۔ (عالمگیری، کتاب ہبہ، بیروت)

تقسیم کے بعد محفوظ رہنے سے ہبہ کے تمام ہونے کا بیان

ہبہ ایسے قبضہ سے تام ہوتا ہے جو تقسیم ہو کر محفوظ ہو جائے، اور غیر منقسم جس کی تقسیم کی ضرورت نہیں ہے اور وہ غیر منقسم ہے جس کی تقسیم کرنی ہو وہ قبضہ سے تام نہ ہو گا ہاں اگر اس کی تقسیم کردی اور قبضہ میں دے دیا تو صحیح ہے اھ ملخصاً، میں کہتا ہوں مشاع یعنی غیر منقسم کا ہبہ بعض کے نزدیک فاسدہ ہے لہذا اس پر قبضہ سے موہوب لہ کی ملکیت ثابت ہو جائیگی جبکہ اس نے اسی مشاعی حالت میں قبضہ کیا ہوتا ہم یہ ملکیت خبیثہ ہوگی موجود رہنے کی صورت میں واجب الرد اور ہلاک ہونے کی صورت میں قابل ضمان ہوگی، اسی قول پر بعض نے فتویٰ دیا ہے جبکہ حق یہ ہے اس پر قبضہ سے ملکیت ہرگز ثابت نہ ہوگی جب تک اس کو تقسیم کر کے نہ دیا جائے یہی صحیح اور قابل اعتماد ہے جیسا کہ ردالمحتار میں اس کی تحقیق فرمائی اور اسی پر جم غفیر نے فتویٰ دیا ہے اور ہمارے تینوں ائمہ کرام سے یہی ظاہر الروایت ہے تو اسی پر اعتماد ہے۔ (تنویر الابصار، کتاب ہبہ، بیروت)

مشاع میں ہبہ کے جواز میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب تقسیم ہونے والی چیزوں میں اس وقت ہبہ جائز ہوگا جب ان کو تقسیم کر کے الگ کر دیا جائے اور جو چیز تقسیم ہونے والی نہ ہو اس کو تقسیم نہ ہونے والی چیزوں کی طرح ہبہ کرنا جائز ہے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں جائز ہے۔ اور امام مالک اور امام احمد علیہما الرحمہ کا مذہب بھی امام شافعی کے مذہب کی طرح ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

مشترکہ حصے کے ہبہ کے باطل ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ وَهَبَ شِقْصًا مُشَاعًا فَالْهَبَةُ فَاسِدَةٌ) لِمَا ذَكَرْنَا (فَإِنْ قَسَمَهُ وَسَلَّمَهُ جَازٌ) ؛ لِأَنَّ تَمَامَهُ بِالْقَبْضِ وَعِنْدَهُ لَا شُيُوعَ .

قَالَ : (وَلَوْ وَهَبَ دَقِيقًا فِي حِنْطَةٍ أَوْ دُهْنًا فِي سَمْسِمٍ فَالْهَبَةُ فَاسِدَةٌ ، فَإِنْ طَحَنَ وَسَلَّم لَمْ يَجُزْ) وَكَذَا السَّمْنُ فِي اللَّبَنِ ؛ لِأَنَّ الْمَوْهُوبَ مَعْدُومٌ ، وَلِهَذَا لَوْ اسْتَخْرَجَهُ الْغَاصِبُ بِمِلْكِهِ ، وَالْمَعْدُومُ لَيْسَ بِمَحَلٍّ لِلْمَلِكِ فَوَقَعَ الْعَقْدُ بَاطِلًا ، فَلَا يَنْعَقِدُ إِلَّا بِالتَّجْدِيدِ ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ ؛ لِأَنَّ الْمُشَاعَ مَحَلٌّ لِلتَّمْلِكِ ، وَهَبَةُ اللَّبَنِ فِي الضَّرْعِ

وَالصُّوفِ عَلَى ظَهْرِ الْغَنَمِ وَالزَّرْعِ وَالنَّخْلِ فِي الْأَرْضِ وَالتَّمْرِ فِي النَّخِيلِ بِمَنْزِلَةِ
الْمُشَاعِ ؛ لِأَنَّ امْتِنَاعَ الْجَوَازِ لِلاتِّصَالِ وَذَلِكَ يَمْنَعُ الْقَبْضَ كَالشَّاعِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کو مشترکہ جزء ہبہ کیا تو ہبہ باطل ہو جائے گا اس دلیل کے سبب جو ہم بیان کر چکے ہیں پس جب واہب نے اس کو تقسیم رکے سپرد کیا تو جائز ہے اس لئے کہ ہبہ قبضہ سے پورا ہو جاتا ہے اور قبضہ کے وقت اس میں شیوع نہیں ہوتا ہے۔

فرمایا کہ جب کسی نے گندم میں آٹا یا تل کا تیل ہبہ کیا تو ہبہ باطل ہوگا جب جب گندم کو پیس کر پیہ دیا تو بھی جائز نہیں ہے اور دودھ میں پائے جانے والے مکھن کا بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ موہوب چیز معدوم ہے اس لئے جب غاصب ان کو نکال لے تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا اور معدوم ملکیت کا محل نہیں ہوتا لہذا عقد باطل ہو جائے گا اور نیا عقد کرنے کے ساتھ عقد درست نہیں ہوگا اس صورت کے خلاف، کہ جو گنڈر چکی ہے اس لئے کہ مشترکہ چیز تملیک کا محل ہے تھنوں میں دودھ کا ہبہ کرنا اور بکری کی پشت پر اون کا ہبہ کرنا زور زمین میں موجود کھیتی یا درخت کا ہبہ کرنا اور کھجور کے درخت میں کھجور کا ہبہ کرنا مال مشاع کے ہبہ کرنے کے درجہ میں ہے کیونکہ جواز کا ممتنع ہونا ملا ہونے کے سبب ہے اور ملا ہونا قبضہ کے روکنے والا ہے جس طرح کہ مشاع قبضہ کے روکنے والا ہے۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر جب کسی شخص نے غیر منقسم چیز میں مشاع کا ہبہ کیا موہوب لہ اس جز کا مالک ہو گیا مگر تقسیم کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ دونوں اس چیز سے نوبت بنوبت نفع حاصل کریں مثلاً ایک مہینہ ایک اس سے کام لے اور دوسرے مہینہ میں دوسرا یہ ہو سکتا ہے مگر اس پر بھی جبر نہیں ہو سکتا کہ یہ ایک قسم کی عاریت ہے اور عاریت پر جبر نہیں۔ جو مشاع غیر قابل قسمت ہے اس کا ہبہ صحیح ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ اس کی مقدار معلوم ہو یعنی اس چیز میں اس کا حصہ اتنا ہے جس کو ہبہ کرتا ہے اگر معلوم نہ ہو تو ہبہ صحیح نہیں مثلاً غلام دو شخصوں میں مشترک ہے اس کو معلوم نہیں کہ میرا حصہ کتنا ہے اور آپ کا کتنا ہے ایک روپیہ دو شخصوں کو ہبہ کیا صحیح ہے کیونکہ نصف نصف دونوں کا حصہ ہوا اور یہ معلوم ہے اور اگر واہب کے پاس دو روپے ہیں اس نے یہ کہا کہ ان میں سے میں نے ایک روپیہ ہبہ کیا اور اسے جدا نہ کیا یہ صحیح نہیں ہوا۔ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے ان میں سے ایک نے اس غلام کو کوئی چیز ہبہ کر دی اگر وہ چیز قابل تقسیم ہے ہبہ بالکل صحیح نہیں اور قابل تقسیم نہیں تو شریک کے حصے میں صحیح ہے یعنی اس غلام میں جتنا حصہ اس کے شریک کا ہے شے موہوب کے اتنے ہی حصہ کا ہبہ صحیح ہے اور جتنا حصہ اس غلام میں واہب کا ہے اس کے مقابل میں موہوب کے حصہ کا ہبہ صحیح نہیں۔ مجہول حصہ کا ہبہ صحیح نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جہالت باعث نزاع ہو سکے اور اگر باعث نزاع نہ ہو مثلاً یہ کہہ دیا کہ اس گھر میں جو کچھ میرا حصہ ہے ہبہ کر دیا یہ جائز ہے اگرچہ موہوب لہ کو معلوم نہ ہو کہ کیا حصہ ہے

کیونکہ یہ جہالت دور ہو سکتی ہے اور اگر بہت زیادہ جہالت ہو تو ناجائز ہے مثلاً میں نے تم کو کچھ ہبہ کر دیا۔ (بحر)

موہوب کا موہوب لہ کے قبضہ میں ہونے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا كَانَتْ الْعَيْنُ فِي يَدِ الْمَوْهُوبِ لَهُ مَلَكَهَا بِالْهَبَةِ وَإِنْ لَمْ يُجَدِّدْ فِيهَا قَبْضًا) ؛ لِأَنَّ الْعَيْنَ فِي قَبْضِهِ وَالْقَبْضُ هُوَ الشَّرْطُ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَهُ مِنْهُ ؛ لِأَنَّ الْقَبْضَ فِي الْبَيْعِ مَضْمُونٌ فَلَا يَنْبُؤُ عَنْهُ قَبْضُ الْأَمَانَةِ ، أَمَّا قَبْضُ الْهَبَةِ فَغَيْرُ مَضْمُونٍ فَيَنْبُؤُ عَنْهُ .
قَالَ: (وَإِذَا وَهَبَ الْأَبُ لِابْنِهِ الصَّغِيرِ هَبَةً مَلَكَهَا الْإِبْنُ بِالْعَقْدِ) ؛ لِأَنَّهُ فِي قَبْضِ الْأَبِ فَيَنْبُؤُ عَنْ قَبْضِ الْهَبَةِ ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ مَا إِذَا كَانَ فِي يَدِهِ أَوْ فِي يَدِ مُودِعِهِ ؛ لِأَنَّ يَدَهُ كَيْدِهِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ مَرْهُونًا أَوْ مَغْضُوبًا أَوْ مَبِيعًا بَيْعًا فَاسِدًا ؛ لِأَنَّهُ فِي يَدِ غَيْرِهِ أَوْ فِي مِلْكِ غَيْرِهِ ، وَالصَّدَقَةُ فِي هَذَا مِثْلُ الْهَبَةِ ، وَكَذَا إِذَا وَهَبَتْ لَهُ أُمُّهُ وَهُوَ فِي عِيَالِهَا وَالْأَبُ مَيِّتٌ وَلَا وَصِيَّ لَهُ ، وَكَذَلِكَ كُلُّ مَنْ يَعُولُهُ . (وَإِنْ وَهَبَ لَهُ أَجْنَبِيٌّ هَبَةً تَمَّتْ بِقَبْضِ الْأَبِ) ؛ لِأَنَّهُ يَمْلِكُ عَلَيْهِ الدَّائِرَ بَيْنَ النَّافِعِ وَالضَّائِرِ فَأَوْلَى أَنْ يَمْلِكَ الْمَنَافِعَ

ترجمہ

فرمایا کہ جب موہوب چیز موہوب لہ کے قبضہ میں ہو تو ہبہ کرنے سے موہوب لہ اس کا مالک ہو جائے گا اگرچہ تجدید قبضہ نہ بھی کرے اس لئے کہ موہوبہ چیز اس کے قبضہ میں ہے اور ہبہ کے درست ہونے کے لئے قبضہ ہی شرط ہے اس صورت کے خلاف کہ جب کسی آدمی کے قبضہ میں کوئی چیز ہو اور مالک قابض ہی اسکو بیچ دے اس لئے کہ بیع کا قبضہ مضمون ہوتا ہے لہذا قبضہ امانت اس کے قائم مقام نہیں ہوا جبکہ قبضہ غیر مضمون ہے اس لئے قبضہ امانت اس کے قائم مقام ہو جائے گا۔

جب باپ نے اپنے چھوٹے بچے کو کوئی چیز ہبہ کی تو عقد کے سبب بیٹا اس کا مالک ہو جائے گا اس لئے کہ موہوبہ چیز پہلے ہی باپ کے قبضہ میں ہے لہذا یہ قبضہ ہبہ کے قبضہ کے قائم مقام ہو جائے گا اور اس حکم میں کوئی فرق نہیں ہے کہ جب موہوبہ چیز واہب کے قبضہ میں ہو یا اس کے مودع کے پاس ہو اس لئے کہ مودع کا قبضہ مودع کے قبضہ کی مثل ہے۔

اس صورت کے خلاف کہ جب وہ چیز مرہون ہو یا مغضوب ہو یا فاسد بیع کے طور پر بیچی گئی ہو اس لئے کہ اب وہ چیز دوسرے کے قبضہ یا دوسرے کی ملکیت میں ہے اور اس حکم میں صدقہ ہبہ کے درجہ میں ہے اس طرح ہی جب بچہ اپنی ماں کی پرورش میں ہو اور ماں نے اس کے لئے کوئی چیز ہبہ کی اس کا باپ مرچکا ہو اور اس کا کوئی وصی نہ ہو یہی حکم ہر اس آدمی کے لئے ہے جو بچے کی سرپرستی کر

رہا ہو اور جب بچے کے لئے سی اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی تو باپ کے قبضہ کرنے سے ہبہ مکمل ہو جائے گی اس لئے کہ جب بچے کے لئے اس کا باپ اس چیز کے لین دین کا مالک ہے جس میں نفع اور نقصان کا احتمال ہو تو اس کو منافع لینے کا بدرجہ اولیٰ حق ہے اور اختیار حاصل ہوگا۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر اپنے نابالغ بچہ کو ہبہ کیا اور موہوب شے ملک واہب میں مشغول ہے مثلاً نابالغ لڑکے کو مکان ہبہ کیا جس میں باپ کا سامان موجود ہے یہ مشغولیت مانع تمامیت نہیں یعنی ہبہ تمام ہو گیا۔ اسی طرح مکان ہبہ کیا جس میں کچھ لوگ بطور عاریت رہتے ہیں ہبہ تمام ہو گیا اور اگر کرایہ پر رہتے ہوں تو نہیں۔ اسی طرح عورت نے اپنا مکان شوہر کو ہبہ کیا اور مکان پر شوہر کو قبضہ دیدیا اگرچہ اس میں عورت کا اثاثہ موجود ہو قبضہ کامل ہو گیا۔ (در مختار)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جو شخص نابالغ کا ولی ہے اگرچہ اس کو نابالغ کے مال میں تصرف کرنے کا اختیار نہ ہو یہ جب کبھی نابالغ کو ہبہ کر دے تو محض عقد کرنے سے یعنی فقط ایجاب سے ہبہ تمام ہو جائے گا بشرطیکہ شے موہوب واہب یا اس کے مودع کے قبضہ میں ہو۔ معلوم ہوا کہ باپ کے ہبہ کا جو حکم ہے باپ نہ ہونے کی صورت میں چچا یا بھائی وغیرہما کا بھی وہی حکم ہے بشرطیکہ نابالغ ان کی عیال میں ہو اس ہبہ میں بعض ائمہ کا ارشاد ہے کہ گواہ مقرر کر لے یہ اشہاد ہبہ کی صحت کے لیے شرط نہیں بلکہ اس لیے ہے تاکہ وہ آئندہ انکار نہ کر سکے یا اس کے مرنے کے بعد دوسرے ورثہ اس ہبہ سے انکار نہ کر دیں۔ (بحر)

نابالغ لڑکے کو جو مال ہبہ کیا وہ نہ واہب کے قبضہ میں ہے نہ اس کے مودع کے قبضہ میں ہے بلکہ غاصب یا مرتہن یا مستاجر کے قبضہ میں ہے تو ہبہ تمام نہیں۔ (عالمگیری)

ہبہ یتیم پر ولی کا قبضہ ہو۔ بیان

قَالَ (وَإِذَا وَهَبَ لِتَيْمِيمٍ هِبَةً فَقَبَضَهَا لَهُ وَوَلِيُّهُ وَهُوَ وَصِيُّ الْأَبِ أَوْ جَدِّ التَّيْمِيمِ أَوْ وَصِيُّهُ جَازٍ) ؛ لِأَنَّ لَهُوْلَاءَ وَوَلَايَةَ عَلَيْهِ لِقِيَامِهِمْ مَقَامَ الْأَبِ (وَإِنْ كَانَ فِي حِجْرِ أُمِّهِ فَقَبَضَهَا لَهُ جَائِزٌ) ؛ لِأَنَّ لَهَا الْوَلَايَةَ فِيمَا يَرْجِعُ إِلَى حِفْظِهِ وَحِفْظِ مَالِهِ . وَهَذَا مِنْ بَابِهِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَبْقَى إِلَّا بِالْمَالِ فَلَا بُدَّ مِنْ وَوَلَايَةِ التَّحْصِيلِ (وَكَذَا إِذَا كَانَ فِي حِجْرِ أَجْنَبِيٍّ يُرَبِّيهِ) ؛ لِأَنَّ لَهُ عَلَيْهِ يَدًا مُعْتَبَرَةً . أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَا يَتِمَّ كُنْ أَجْنَبِيٍّ آخِرُ أَنْ يَنْزِعَهُ مِنْ يَدِهِ فَيَمْلِكُ مَا يَتَمَحَّضُ نَفْعًا فِي حَقِّهِ (وَإِنْ قَبَضَ الصَّبِيُّ الْهِبَةَ بِنَفْسِهِ جَازٌ) مَعْنَاهُ إِذَا كَانَ عَاقِلًا ؛ لِأَنَّهُ نَافِعٌ فِي حَقِّهِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِهِ .

وَفِيمَا وَهَبَ لِلصَّغِيرَةِ يَجُوزُ قَبْضُ زَوْجِهَا لَهَا بَعْدَ الزَّفَافِ لِتَفْوِضِ الْأَبِ أُمُورَهَا إِلَيْهِ

دَلَالَةٌ، بِخِلَافِ مَا قَبْلَ الزَّفَافِ وَيَمْلِكُهُ مَعَ حَضْرَةِ الْأَبِ، بِخِلَافِ الْأُمِّ وَكُلِّ مَنْ
يَعُولُهَا غَيْرَهَا حَيْثُ لَا يَمْلِكُونَهُ إِلَّا بَعْدَ مَوْتِ الْأَبِ أَوْ غَيْبَتِهِ غَيْبَةً مُنْقَطِعَةً فِي الصَّحِيحِ
؛ لِأَنَّ تَصَرُّفَ هَؤُلَاءِ لِلضَّرُورَةِ لَا بِتَفْوِيزِ الْأَبِ، وَمَعَ حُضُورِهِ لَا ضَرُورَةَ.

ترجمہ

اور جب یتیم کو کوئی چیز ہبہ کی گئی ہے اور اس پر اس کے ولی نے قبضہ کر لیا ہو اور وہ ولی اس کے باپ کا وصی ہے یا یتیم کا دادا یا دادا کا وصی ہو تو جائز ہے کیونکہ ان مذکورین کو اس پر ولایت حاصل ہے اس لئے کہ یہ لوگ باپ کے قائم مقام ہیں اور جب یتیم اپنی ماں کی پرورش میں ہو اور ماں اس کے ہبہ پر قبضہ کر لے تب بھی ہبہ اور قبضہ جائز ہے کیونکہ جو چیز بچہ یا اس کے مال کی حفاظت کے متعلق ہے اس میں ماں کو ولایت حاصل ہے اور ہبہ پر قبضہ کرنا مال کی حفاظت میں سے ہے اس لئے کہ مال کے بغیر بچہ زندہ نہیں رہ سکتا اس لئے نفع والی چیز کے حاصل کرنے کی ولایت کا ہونا لازم ہے یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جب بچہ کسی اجنبی کی پرورش میں ہو اور وہ اس کی تربیت کر رہا ہو اس لئے کہ اس بچے پر اجنبی کو معتبر اور مقبول قبضہ حاصل ہے کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ دوسرا کوئی اجنبی اس بچے کو اس کی ملکیت سے لینے کا مالک نہیں ہے لہذا جس چیز میں بچہ کے لئے خالص نفع ہو اجنبی اس کو لینے کا مالک ہوگا۔

جب بچہ بذات خود ہبہ پر قبضہ کر لے تو بھی جائز ہے یعنی جب وہ عاقل ہو اس لئے کہ ہبہ پر قبضہ کرنا اس بچے کے حق میں نفع بخش ہے اور بچہ قبضہ کرنے کا اہل ہے اور جب بچی کو کوئی چیز ہبہ کی گئی ہو اور اس کے شوہر نے اس سے رخصتی کر لی تو بچی کے ہبہ پر شوہر کا قبضہ کرنا جائز ہے اس لئے کہ بطور دلالت باپ بچی کے معاملات اس کے شوہر کے سپرد کر دیتا ہے رخصتی سے پہلے کے خلاف اور باپ کی موجودگی میں بھی شوہر اس کا مالک ہوگا ماں کے اور ہر اس آدمی کے خلاف کہ جو بچی کی پرورش کرتا ہو اس لئے کہ یہ لوگ باپ کی موت یا صحیح قول کے مطابق غیبت منقطعہ کے طور پر اس کے غائب ہونے کی صورت میں ہی اس کے ہبہ پر قبضہ کرنے کے مالک ہوں گے کیونکہ ان لوگوں کا تصرف ضرورت کی بناء پر ہے باپ کے سپرد کرنے سے نہیں ہوتا اور باپ کی موجودگی میں ضرورت ہی نہیں ہوتی ہے۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ نابالغ کو کسی اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی یہ اس وقت تمام ہوگا کہ ولی اس پر قبضہ کر لے اس مقام پر ولی سے مراد یہ چار شخص ہیں، باپ، پھر اس کا وصی، پھر دادا پھر، اس کا وصی، اس صورت میں یہ ضرورت نہیں کہ نابالغ ولی کی پرورش میں ہو ان چار کی موجودگی میں کوئی شخص اس پر قبضہ نہیں کر سکتا چاہے اس قابض کی عیال میں وہ نابالغ ہو یا نہ ہو وہ قابض ذورحم محرم ہو یا اجنبی ہو موجودگی سے مراد یہ ہے کہ وہ حاضر ہوں اور اگر غائب ہوں اور غیبت بھی منقطعہ ہو تو اس کے بعد جس کا مرتبہ ہے وہ قبضہ کرے۔

ان چاروں میں سے کوئی نہ ہو تو چچا وغیرہ جس کی عیال میں نابالغ ہو وہ قبضہ کرے، ماں یا اجنبی کی پرورش میں ہو تو یہ قبضہ کریں گے، اگر وہ بچہ لقیط ہے یعنی کہیں پڑا ہوا ملا ہے اس کے لیے کوئی چیز ہبہ کی گئی تو ملتقط قبضہ کرے۔

نابالغ اگر سمجھ وال ہو مال لینا جانتا ہو تو وہ خود بھی موہوب پر قبضہ کر سکتا ہے اگرچہ اس کا باپ موجود ہو اور جس طرح یہ نابالغ قبضہ کر سکتا ہے ہبہ کو رد بھی کر سکتا ہے یعنی چھوٹے بچے کو کسی نے کوئی چیز دی تو وہ لے بھی سکتا ہے اور انکار بھی کر سکتا ہے جس نے نابالغ کو ہبہ کیا ہے وہ ہبہ کی ہوئی چیز واپس لے سکتا ہے، قاضی کو چاہیے کہ نابالغ کو جو چیز ہبہ کی گئی ہے اسے بیع کر دے تاکہ واہب رجوع نہ کر سکے۔ (بحر الرائق، کتاب ہبہ، بیروت)

دو آدمیوں کا کسی شخص کو گھر ہبہ کرنے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا وَهَبَ اثْنَانِ مِنْ وَاحِدٍ دَارًا جَازَ) ؛ لِأَنَّهُمَا سَلَّمَاهَا جُمْلَةً وَهُوَ قَدْ قَبَضَهَا جُمْلَةً فَلَا شُيُوعَ (وَإِنْ وَهَبَهَا وَاحِدٌ مِنْ اثْنَيْنِ لَا يَجُوزُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَقَالَ لَا يَصِحُّ) ؛ لِأَنَّ هَذِهِ هِبَةٌ الْجُمْلَةِ مِنْهُمَا ، إِذِ التَّمْلِيكُ وَاحِدٌ فَلَا يَتَحَقَّقُ الشُّيُوعُ كَمَا إِذَا رَهَنَ مِنْ رَجُلَيْنِ .

وَلَهُ أَنْ هَذِهِ هِبَةٌ النِّصْفِ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ، وَلِهَذَا لَوْ كَانَتْ فِيمَا لَا يُقَسَّمُ فَقَبِلَ أَحَدُهُمَا صَحَّ ، وَلِأَنَّ الْمَلِكَ يَثْبُتُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي النِّصْفِ فَيَكُونُ التَّمْلِيكُ كَذَلِكَ ؛ لِأَنَّهُ حُكْمُهُ ، وَعَلَى هَذَا الْإِعْتِبَارِ يَتَحَقَّقُ الشُّيُوعُ ، بِخِلَافِ الرَّهْنِ ؛ لِأَنَّ حُكْمَهُ الْحَبْسَ ، وَيَثْبُتُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَامِلًا ، إِذْ لَا تَضَائِفَ فِيهِ فَلَا شُيُوعَ وَلِهَذَا لَوْ قَضَى دَيْنَ أَحَدِهِمَا لَا يَسْتَرِدُّ شَيْئًا مِنَ الرَّهْنِ (وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى مُحْتَاجِينَ بِعَشْرَةِ دَرَاهِمٍ أَوْ وَهَبَهَا لَهُمَا جَازَ ، وَلَوْ تَصَدَّقَ بِهَا عَلَى ثَلَاثِينَ أَوْ وَهَبَهَا لَهُمَا لَمْ يَجُزْ ، وَقَالَ : يَجُوزُ لِلْغَنِيِّينَ أَيْضًا) جَعَلَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَجَازًا عَنِ الْآخِرِ ، وَالصَّلَاحِيَّةُ ثَابِتَةٌ ؛ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا تَمْلِيكٌ بِغَيْرِ بَدَلٍ ، وَفَرَقَ بَيْنَ الصَّدَقَةِ وَالْهِبَةِ فِي الْحُكْمِ . وَفِي الْأَصْلِ سَوَى بَيْنَهُمَا فَقَالَ : وَكَذَلِكَ الصَّدَقَةُ ؛ لِأَنَّ الشُّيُوعَ مَانِعٌ فِي الْفَضْلَيْنِ لِتَوَقُّفِهِمَا عَلَى الْقَبْضِ .

وَوَجْهُ الْفَرْقِ عَلَى هَذِهِ الرَّوَايَةِ أَنَّ الصَّدَقَةَ يُرَادُ بِهَا وَجْهُ اللَّهِ تَعَالَى وَهُوَ وَاحِدٌ ، وَالْهِبَةُ يُرَادُ بِهَا وَجْهُ الْغَنِيِّ وَهُمَا اثْنَانِ . وَقِيلَ هَذَا هُوَ الصَّحِيحُ ، وَالْمُرَادُ بِالْمَذْكُورِ فِي

الأصل الصدقة على غنيين. ولو وهب لرجلين داراً لأحدهما ثلثاها وللآخر ثلثها لم يجز عند أبي حنيفة وأبي يوسف. وقال محمد: يجوز.

ولو قال لأحدهما نصفها وللآخر نصفها عن أبي يوسف فيه روايتان، فأبو حنيفة مر على أصله، وكذا محمد. والفرق لأبي يوسف أن بالتنصيص على الأبعاض يظهر أن قصده ثبوت الملك في البعض فيتحقق الشيوع، ولهذا لا يجوز إذا رهن من رجلين ونص على الأبعاض.

هذه الدار لك نصفها ولهذا نصفها جاز، وإنما لا يجوز عنده التنصيص على الأبعاض بالتنصيف إذا لم يتقدمه الإجمال، وذلك لأنه يستدل.

ترجمہ

فرمایا کہ جب دو آدمیوں نے کسی شخص کو کوئی گھر بہہ کیا تو یہ بہہ جائز ہے اور اس لئے کہ وہاہوں نے اکٹھے ہی گھر کو موہوب لہ کے سپرد کیا ہے اور موہوب لہ نے اس پر قبضہ کر لیا اور یہاں پر اشتراک نہیں پایا جاتا اور جب ایک شخص نے ایک گھر کو دو آدمیوں کے سپرد کیا تو امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہ بہہ جائز نہیں ہے۔

جبکہ حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ یہ جائز ہے اس لئے کہ یہ بھی دونوں کے لئے اکٹھا ہی بہہ ہے کیونکہ تملیک ایک ہی ہے لہذا شیوع پیدا نہیں ہوگا جس طرح کہ کسی آدمی نے دو لوگوں کے پاس مکان گروی رکھا ہے۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ ہر ایک کے لئے آدھا آدھا بہہ ہے اس لئے جب اس چیز کا بہہ ہوتا جو تقسیم ہونے والی نہ ہو اور ایک موہوب لہ اس کو قبول کر لیتا تو درست ہو جاتا اور اس لئے بھی کہ ان میں سے دونوں کے لئے آدھے آدھے کی ملکیت ثابت ہو رہی ہے لہذا تملیک بھی آدھی آدھی ہی ثابت ہوگی اس لئے کہ ملکیت تملیک کا حکم ہے اور اس حوالے سے اشتراک پیدا ہو جائے گا رہن کے خلاف اس لئے کہ اس کا حکم روکنا ہے اور جس دونوں مرتہن کے لئے مکمل ثابت ہوگا اور رہن میں شیوع نہیں ہوگا اسی لئے جب کسی راہن کا دین اداء کر دیا گیا ہو تو بھی مرہون میں سے کوئی چیز واپس نہیں لے سکتا ہے۔

جامع صغیر میں ہے کہ جب کسی آدمی نے دو محتاجوں کو دس درہم صدقہ کیا یا بہہ کیا تو جائز ہے اور جب دو مالداروں پر صدقہ کیا یا بہہ کیا تو جائز نہیں ہے صاحبین فرماتے ہیں کہ مالداروں کے لئے بھی جائز ہے جبکہ امام اعظم نے بہہ اور صدقہ میں سے ہر ایک کو دوسرے کا مجاز قرار دیا ہے اور ان میں مجاز ہونے کی صلاحیت موجود ہے اس لئے کہ بہہ اور صدقہ دونوں میں بدل کے بغیر تملیک ہوتی ہے۔

حضرت امام اعظم نے جامع صغیر میں بہہ اور صدقہ میں حکم کے اعتبار سے فرق کیا ہے لیکن مبسوط میں فرق نہیں کیا ہے اور

کذا لک الصدقة فرما دیا ہے اس لئے کہ صدقہ اور ہبہ دونوں میں شیوع روکنے والا ہے اس لئے کہ دونوں کا پورا ہونا قبضہ پر موقوف رہتا ہے جامع صغیر کی روایت میں فرق کا سبب یہ ہے کہ صدقہ سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مراد لی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ایک ہے اور ہبہ سے مالدار کی رضا مراد ہوتی ہے اور یہاں وہ دو ہیں ایک قول یہ ہے کہ جامع صغیر والی روایت درست ہے اور مبسوط میں جو مذکور ہے اس سے مالدار پر صدقہ کرنا مراد ہے۔

جب دو آدمیوں کے لئے کسی شخص نے اس طرح گھر ہبہ کیا کہا ایک کے لئے اس گھر کا دو تہائی حصہ مقرر کیا اور دوسرے کے لئے ایک ثلث مقرر کیا تو شیخین فرماتے ہیں کہ یہ ہبہ جائز نہیں ہے امام محمد فرماتے ہیں کہ جائز ہے اور جب دونوں کے لئے آدھا آدھا تقسیم کیا تو امام ابو یوسف کی اس کے متعلق دو روایات ہیں اور امام اعظم اور امام محمد اس میں اپنی اپنی اصل پر قائم ہیں امام ابو یوسف کے لئے فرق کا سبب یہ ہے کہ بعض بعض کی صراحت سے یہ واضح ہو گیا کہ داہب بعض ہی ملکیت کو ثابت کرنا چاہ رہا ہے اس لئے شیوع ثابت ہو جائے گی اس لئے جب کسی شخص نے دو آدمیوں کے پاس کوئی چیز رہن رکھی اور آدھے آدھے کی صراحت کر دی تو یہ رہن جائز نہیں ہوگا۔ اور جب اس نے یہ صراحت کر دی کہ یہ گھر نصف تیرا ہے تو نصف میں جائز ہوگا۔ اور جب پہلے میں اجمال نہ ہو تو اس وقت اس کیلئے بعض حصے کی صراحت جائز نہ ہوگی۔ اور اسی سے استدلال کیا جائے گا۔

شیوع کے جواز و عدم جواز کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب دو شخصوں نے ایک شخص کو مکان جو قابل قسمت ہے ہبہ کر دیا اور قبضہ دیدیا ہبہ صحیح ہے کہ یہاں شیوع نہیں ہے اور اگر ایک نے دو شخصوں کو ہبہ کیا اور یہ دونوں بالغ ہیں یا ایک بالغ ہے دوسرا نابالغ اور یہ نابالغ اسی بالغ کی پرورش میں ہے اور فقیر بھی نہیں ہیں اور مکان قابل تقسیم ہے تو ہبہ صحیح نہیں کہ مشاع کا ہبہ ہے اور اگر ایک نے ایک ہی کو ہبہ کیا ہے مگر موہوب لہ نے دو شخصوں کو قبضہ کے لیے وکیل کیا ہے تو یہ ہبہ جائز ہے۔ اور اگر دو شخصوں نے ایک مکان دو شخصوں کو ہبہ کیا یوں کہ ایک نے اپنا حصہ ایک کو ہبہ کیا اور دوسرے نے اپنا حصہ دوسرے کو تو یہ ہبہ ناجائز ہے اور اگر باپ نے اپنے دو بیٹوں کو ہبہ کیا اور دونوں بالغ ہیں یا ایک بالغ دوسرا نابالغ تو ہبہ صحیح نہیں اور اگر دونوں نابالغ ہیں تو صحیح ہے۔ (در مختار، کتاب ہبہ، بیروت)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ دس روپے دو فقیروں پر تصدق کیے یا ہبہ کیے یہ جائز ہے یعنی صدقہ میں شیوع مانع صحت نہیں کہ صدقہ میں اللہ (عزوجل) کی رضا مقصود ہے وہ ایک ہے فقیر کا ایک ہونا یا متعدد ہونا اس کا لحاظ نہیں اور فقیر کو صدقہ کرنا یا ہبہ کرنا دونوں کا ایک مطلب ہے یعنی بہر صورت صدقہ ہے اور دو شخص غنی ہیں ان کو دس روپے ہبہ کیے یا صدقہ کیے یہ دونوں ناجائز کہ یہاں دونوں لفظوں سے ہبہ ہی مراد ہے اور ہبہ میں شیوع مانع ہے۔ کیونکہ یہاں اغنیا کی رضا مندی مقصود ہے اور وہ متعدد ہیں اور صحیح نہ ہونے کا اس مقام پر مطلب یہ ہے کہ وہ دونوں مالک نہیں ہوں گے اگر دونوں کو تقسیم کر کے قبضہ دیدیا دونوں مالک ہو جائیں گے۔ (بحر الرائق، کتاب ہبہ، بیروت)

بَابُ الرَّجُوعِ فِي هِبَةِ

﴿ یہ باب ہبہ میں رجوع کے بیان میں ہے ﴾

باب رجوع ہبہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بارتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ رجوع طبعی طور پر اصل سے مؤخر ہے۔ تو مصنف علیہ الرحمہ نے وضعی طور پر بھی رجوع کو ہبہ سے مؤخر ذکر کیا ہے تاکہ وضع طبع کے مطابق ہو جائے۔ اور رجعت کو فتح اور کسرہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے البتہ فتح زیادہ فصیح ہے۔ یقیناً حکم ہبہ یہ موہوب لہ کیلئے ثبوت ملکیت میں غیر لازم ہے لہذا رجوع درست ہوگا پس اس کو مانع سے روک دیا جائے گا تو وہ اپنے ذکر کی جانب محتاج ہوگا پس یہ باب اس کا بیان ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۳۹۵، بیروت)

اجنبی کیلئے ہبہ و رجوع کرنے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا وَهَبَ هِبَةً لِأَجْنَبِيٍّ فَلَهُ الرَّجُوعُ فِيهَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا رُجُوعَ فِيهَا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يَرْجِعُ الْوَاهِبُ فِي هِبَتِهِ إِلَّا الْوَالِدُ فِيمَا يَهَبُ لِوَلَدِهِ) وَلِأَنَّ الرَّجُوعَ يُضَادُّ التَّمْلِيكَ، وَالْعَقْدُ لَا يَقْتَضِي مَا يُضَادُّهُ، بِخِلَافِ هِبَةِ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ عَلَى أَصْلِهِ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَتِمَّ التَّمْلِيكَ؛ لِكَوْنِهِ جُزْءًا أَلَّهُ.

وَلِنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْوَاهِبُ أَحَقُّ بِهَيْبَتِهِ مَا لَمْ يَشَبْ مِنْهَا) أَيُّ مَا لَمْ يُعَوِّضْ؛ وَلِأَنَّ الْمَقْصُودَ بِالْعَقْدِ هُوَ التَّعْوِيضُ لِلْعَادَةِ، فَتَثَبُّتُ لَهُ وَإِلَايَةُ الْفُسْخِ عِنْدَ فَوَاتِهِ، إِذِ الْعَقْدُ يَقْبَلُهُ، وَالْمُرَادُ بِمَا رَوَى نَفْيُ اسْتِبْدَادِ الرَّجُوعِ وَإِثْبَاتُهُ لِلْوَالِدِ؛ لِأَنَّهُ يَتَنَكَّهُ لِلْحَاجَةِ وَذَلِكَ يُسَمَّى رُجُوعًا.

وَقَوْلُهُ فِي الْكِتَابِ فَلَهُ الرَّجُوعُ لِبَيَانِ الْحُكْمِ، أَمَّا الْكِرَاهَةُ فَلِأَنَّ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْعَائِدُ فِي هَيْبَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْبِهِ) وَهَذَا لِاسْتِقْبَاحِهِ.

ثُمَّ لِلرَّجُوعِ مَوَانِعُ ذَكَرَ بَعْضُهَا فَقَالَ (إِلَّا أَنْ يُعَوِّضَهُ عَنْهَا) لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ (أَوْ

تَزِيدَ زِيَادَةً مُتَّصِلَةً)؛ لِأَنَّهُ لَا وَجْهَ إِلَى الرَّجُوعِ فِيهَا دُونَ الزِّيَادَةِ؛ لِعَدَمِ الْإِمْكَانِ وَلَا

مَعَ الزِّيَادَةِ؛ لِعَدَمِ دُخُولِهَا تَحْتَ الْعَقْدِ.

قَالَ: (أَوْ يَمُوتَ أَحَدُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ) ؛ لِأَنَّ بِمَوْتِ الْمَوْهُوبِ لَهُ يَنْتَقِلُ الْمَلِكُ إِلَى الْوَرِثَةِ فَصَارَ كَمَا إِذَا انْتَقَلَ فِي حَالِ حَيَاتِهِ ، وَإِذَا مَاتَ الْوَاهِبُ فَوَارِثُهُ أَجْنَبِيٌّ عَنِ الْعَقْدِ إِذْ هُوَ مَا أَوْجَبَهُ .

قَالَ (أَوْ تَخْرُجُ الْهَبَةُ عَنِ مَلِكِ الْمَوْهُوبِ لَهُ) ؛ لِأَنَّهُ حَصَلَ بِتَسْلِيطِهِ فَلَا يَنْقُضُهُ ، وَلِأَنَّهُ تَجَدُّدُ الْمَلِكِ بِتَجَدُّدِ سَبَبِهِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کسی اجنبی کیلئے کوئی چیز ہبہ کی تو اس کو رجوع کا حق ہے جبکہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہبہ میں رجوع نہیں ہوتا اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ واہب اپنے ہبہ کو واپس نہیں لے سکتا لیکن باپ اپنے بیٹے کو جو ہبہ کرتا ہے اس کو واپس لے سکتا ہے اور اس لئے کہ رجوع تملیک کی ضد ہے اور عقدا اپنی ضد کا تقاضہ نہیں کرتا اپنی لڑکے کو ہبہ کرنے کے خلاف اس لئے کہ اس ہبہ میں تملیک تام نہیں ہوتی کیونکہ لڑکا اپنے باپ کا جزء ہوتا ہے۔

ہماری دلیل آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ واہب اپنے ہبہ کا زیادہ حق دار ہوتا ہے جب تک کہ موہوب لہ اس کو بدلہ نہ دے اور اس لئے کہ عقد سے عام طور پر بدلہ کی خواہش مقصود ہوتی ہے لیکن بدلہ نہ ملنے کی صورت میں واہب کو ختم کرنے کا حق حاصل ہوگا اس لئے کہ یہ عقد بھی فسخ کو قبول کرتا ہے۔

امام شافعی کی بیان کردہ حدیث سے رجوع میں خود مختار ہونے کی نفی کی گئی ہے اور والد کیلئے رجوع کا اثبات ہوتا ہے اس لئے کہ وہ والد ہونے کے سبب اس کا مالک ہے اور اس کو رجوع کہا جاتا ہے اور قدوری میں جو فلولہ الرجوع مذکور ہے وہ حکم کو بیان کرنے کے لئے ہے لیکن رجوع کا مکروہ ہونا لازم ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہبہ واپس لینے والا قئے کو چاٹنے والے کی مثل ہے اور یہ تشبیہ اسکی قباحت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

پس رجوع کرنے میں کچھ رکاوٹیں بھی پیش آتی ہیں جن میں سے کچھ یہاں ذکر گئی ہیں پس فرمایا کہ ہبہ سے رجوع جائز نہیں ہے مگر یہ کہ موہوب لہ ہبہ کا عوض دے دے اس لئے کہ واہب کا مقصد حاصل ہو چکا ہے یا موہوب لہ اس میں کوئی اس طرح کی زیادتی کر دے جو اس سے ٹلی ہوئی ہو اس لئے کہ زیادتی کے بغیر اس میں رجوع کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں اور زیادتی کیساتھ بھی واپس لینے کی کوئی صورت نہیں ہے اس لئے کہ وہ زیادتی عقد کے تحت داخل نہیں ہے۔

فرمایا کہ جب واہب یا موہوب لہ میں سے کوئی عاقد مر جائے اس لئے کہ موہوب لہ کے مرنے سے ملکیت وارثوں کی طرف منتقل ہو جائے گی تو یہ اس طرح ہو جائے گا کہ جس طرح موہوب لہ کی زندگی میں ملکیت وارثوں کی طرف منتقل ہوئی ہے اور جب وارث مرتا ہے تو اس کا وارث عقد سے اجنبی ہوتا ہے اس لئے کہ وارث نے ایجاب ہی نہیں کیا تھا یا موہوب ہبہ چیز موہوب لہ کی ملکیت

سے نکل جائے اس لئے کہ یہ نکلنا واہب کی جانب سے قدرت دینے کے نتیجے سے ہوا ہے لہذا واہب اسکو ختم نہیں کر سکتا اور اس لئے کہ سب کے نیا ہونے سے ملکیت بھی نئی ہو جائے گی۔

شرح

حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کے لیے ہدیہ دینے کے بعد واپس لینا حلال نہیں۔ ہاں البتہ باپ اپنے بیٹے کو چیز دینے کے بعد واپس لے سکتا ہے اور جو شخص کوئی چیز دے کر واپس لیتا ہے اس کی مثال اس کتے کی سی ہے جو کھا کر پیٹ بھرنے کے بعد قے کرے اور دوبارہ اسے کھانے لگے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام شافعی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ باپ کے علاوہ کسی شخص کو ہدیہ دینے کے بعد واپس لینا حلال نہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 2233)

ہبہ کو واپس لینے کی ممانعت میں مذاہب اربعہ

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ہبہ کو واپس لینے والا یعنی کسی کو کوئی چیز بطور ہدیہ و تحفہ دے کر پھر اسے واپس لے لینے والا) اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے چاٹتا ہے اور ہمارے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم کسی بری مثال سے تشبیہ دیئے جائیں (بخاری)

حدیث کے آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ ہماری ملت اور ہماری قوم جس عز و شرف کی حامل ہے اور اس انسانیت کے جن اعلیٰ اصول اور شرافت و تہذیب کے جس بلند معیار سے نوازا گیا ہے اس کے پیش نظر ہماری ملت و قوم کے کسی بھی فرد کے لئے یہ بات قطعاً مناسب نہیں ہے کہ وہ کوئی بھی ایسا کام کرے جو اس کے ملی شرف اور اس کی قومی عظمت کے منافی ہو اور اس کی وجہ سے اس پر کوئی بری مثال چسپاں کی جائے۔

اس سے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ کسی کو کوئی چیز بطور ہدیہ و تحفہ دے کر واپس لینا چونکہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کتا اپنی قے چاٹ لیتا ہے اس لئے کسی انسان کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنی کوئی چیز ہدیہ کرے اور پھر اسے واپس لے لے اور اس طرح اس پر یہ بری مثال چسپاں کی جائے۔

یہ تو حدیث کی وضاحت اور اس سے پیدا ہونے والا ایک اخلاقی اور نفسیاتی پہلو تھا لیکن اس کا فقہی اور شرعی پہلو یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے مسلک کے مطابق کسی کو کوئی چیز ہبہ یا بطور صدقہ دینا اور پھر لینے والے کے قبضے میں اس چیز کے چلے جانے کے بعد اس کو واپس لے لینا جائز تو ہے مگر مکروہ۔ بہت بعض صورتوں میں جائز نہیں ہے جس کی تفصیل دوسری فصل کی پہلی حدیث کے ضمن میں ذکر کی جائے گی اور اس بارے میں ابابکرؓ کی حدیث بھی منقول ہے۔

یہاں مذکورہ حدیث کے بارے میں حنفیہ فقہاء یہ ہیں کہ یہ کراہت پر محمول ہے اور اس کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ کسی کوئی چیز دے کر واپس لے لینا بے مروتی اور غیر پسندیدہ بات ہے لیکن بقیہ تینوں ائمہ یعنی حضرت امام شافعی حضرت امام مالک اور حضرت

امام احمد بن حنبل کے نزدیک چونکہ یہ حدیث حرمت پر محمول ہے اس لئے ان تینوں کا مسلک یہ ہے کہ ہدیہ اور صدقہ دے کر واپس لے لینا جائز نہیں ہے البتہ حضرت امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کرے تو وہ اس سے واپس لے سکتا ہے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت امام احمد کا قول بھی یہی ہے اور آگے آنے والی بعض احادیث بھی ان پر دلالت کرتی ہیں لیکن ان احادیث کے جو معنی حنفیہ نے مراد لئے ہیں وہ بھی آگے مذکور ہوں گے۔

خالی زمین ہبہ کرنے کا بیان

قَالَ: (فَإِنْ وَهَبَ لِآخِرِ أَرْضٍ بَيْضَاءَ فَانَبَتَ فِي نَاحِيَةٍ مِنْهَا نَخْلًا أَوْ بَنَى بَيْتًا أَوْ دُكَّانًا أَوْ آرِيًّا وَكَانَ ذَلِكَ زِيَادَةً فِيهَا فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ فِي شَيْءٍ مِنْهَا) ؛ لِأَنَّ هَذِهِ زِيَادَةٌ مُتَّصِلَةٌ .

وَقَوْلُهُ وَكَانَ ذَلِكَ زِيَادَةً فِيهَا ؛ لِأَنَّ الدُّكَّانَ قَدْ يَكُونُ صَغِيرًا حَقِيرًا لَا يُعَدُّ زِيَادَةً أَصْلًا ، وَقَدْ تَكُونُ الْأَرْضُ عَظِيمَةً يُعَدُّ ذَلِكَ زِيَادَةً فِي قِطْعَةٍ مِنْهَا فَلَا يَمْتَنِعُ الرَّجُوعُ فِي غَيْرِهَا .

قَالَ: (فَإِنْ بَاعَ نِصْفَهَا غَيْرَ مَقْسُومٍ رَجَعَ فِي الْبَاقِي) ؛ لِأَنَّ الْإِمْتِنَاعَ بِقَدْرِ الْمَانِعِ (وَإِنْ لَمْ يَبِعْ شَيْئًا مِنْهَا لَهُ أَنْ يَرْجِعَ فِي نِصْفِهَا) ؛ لِأَنَّ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ فِي كُلِّهَا فَكَذَا فِي نِصْفِهَا بِالطَّرِيقِ الْأُولَى .

قَالَ (وَإِنْ وَهَبَ هِبَةً لِدَى رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ فَلَا رُجُوعَ فِيهَا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِذَا كَانَتْ الْهِبَةُ لِدَى رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ لَمْ يَرْجِعْ فِيهَا) ؛ وَلِأَنَّ الْمَقْصُودَ فِيهَا صِلَةَ الرَّحِمِ وَقَدْ حَصَلَ (وَكَذَلِكَ مَا وَهَبَ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ لِلآخِرِ) ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ فِيهَا الصِّلَةَ كَمَا فِي الْقَرَابَةِ ، وَإِنَّمَا يُنْظَرُ إِلَى هَذَا الْمَقْصُودِ وَقَتَّ الْعَقْدِ ، حَتَّى لَوْ تَزَوَّجَهَا بَعْدَمَا وَهَبَ لَهَا فَلَهُ الرَّجُوعُ ، وَلَوْ أَبَانَهَا بَعْدَمَا وَهَبَ فَلَا رُجُوعَ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی نے دوسرے کو خالی زمین ہبہ کی اور موہوب لہ نے اس کی ایک جانب درخت لگایا یا کمرہ بنایا یا دکان بنائی یا جانور کو چارہ ڈالنے کے لئے جگہ بنائی اور ان تمام چیزوں سے زمین میں اضافہ ہو گیا تو وہاب کو زمین کے کسی بھی حصے میں رجوع کا

حق نہیں ہے اس لئے کہ یہ زیادتی ملی ہوئی ہے اور ماتن کا یہ قول و کمان ذلك زیادة فیہا میں اس بار کی جانب اشارہ ہے کہ بعض دفعہ دکان اتنی چھوٹی ہوتی ہیں کہ اس کو زیادتی شمار ہی نہیں کیا جاتا لہذا اس کے علاوہ میں رجوع ممتنع نہیں ہوگا۔

فرمایا کہ جب موہوب لہ نے موہوبہ چیز کے نصف حصے کو تقسیم کئے بغیر ہی بیچ دیا تو واہب باقی میں رجوع کر سکتا ہے اس لئے کہ امتناع بقدر روکنے والا ہوتا ہے اور جب موہوب لہ نے کچھ بھی نہ بیچا ہو تو واہب نصف میں رجوع کر سکتا ہے اس لئے کہ جب اس کو پورے میں رجوع کا حق حاصل ہے تو آدھے میں بدرجہ اولیٰ اس کو رجوع حق حاصل ہوگا۔

جب کسی آدمی نے اپنے ذی رحم محرم کو کوئی چیز ہبہ کی تو وہ رجوع نہیں کر سکتا اس لئے کہ ذی محرم کو ہبہ کرنے سے صلہ رحمی مقصود ہوتی ہے اور وہ حاصل ہوگئی ہے اسی جرح جب زوجین میں سے ایک نے دوسرے کو ہبہ کیا تو اس میں بھی رجوع نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس سے بھی صلہ رحمی مقصود ہوتی ہے جس طرح کہ قرابت میں ہوتی ہے اور عقد کے وقت اس مقصود پر نظر رکھی جاتی ہے حتیٰ کہ جب کسی عورت کو ہبہ کرنے کے بعد اس سے نکاح کر لیا تو اس میں رجوع کر سکتا ہے اور جب ہبہ کرنے کے بعد اس کو بانٹ کر دیا تو رجوع نہیں کر سکتا ہے۔

ہبہ کی زمین میں موہوب لہ کے مکان بنانے کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے زمین ہبہ کی اور موہوب لہ نے اس میں مکان بنایا یا درخت لگائے یہ زیادت متصلہ ہے یا پانی نکالنے کا چرخ نصب کیا اس طرح کہ توابع زمین میں شمار ہو اور بیع میں بغیر ذکر کیے تبعا داخل ہو جائے یہ بھی زیادت متصلہ ہے۔ اسی طرح حمام ہبہ کیا تھا موہوب لہ نے اُسے رہنے کا مکان بنایا یا مکان ہبہ کیا تھا اُسے حمام بنایا اگر عمارت میں تغیر نہیں کی ہے رجوع کر سکتا ہے اور اگر تغیر کی ہے مثلاً دروازہ لگایا یا گچ کرائی یا لہ گل کرائی تو رجوع نہیں کر سکتا اور اگر عمارت منہدم کر دی صرف زمین باقی ہے تو رجوع کر سکتا ہے۔ (عالمگیری، کتاب ہبہ، بیروت)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ موہوب میں کچھ نقصان پیدا ہو گیا یہ رجوع کو منع نہیں کرتا خواہ وہ نقصان موہوب لہ کے فعل سے ہو یا اس کے فعل سے نہ ہو مثلاً کپڑا ہبہ کیا تھا اُس کو قطع کر لیا۔ (بحر)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ زیادت منفصلہ رجوع سے مانع نہیں مثلاً بکری ہبہ کی تھی اُس کے بچہ پیدا ہو یا یہ زیادت منفصلہ ہے واہب اپنی ہبہ کی ہوئی چیز واپس لے سکتا ہے اور وہ زیادت موہوب لہ کی ہوگی اُس کو واپس نہیں لے سکتا مگر جانور کو اُس وقت واپس لے سکتا ہے جب بچہ اس قابل ہو جائے کہ اُسے اپنی ماں کی حاجت نہ رہے۔ (در مختار)

موہوب زیادت کا فقہی مفہوم

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ زیادت سے یہ مراد ہے کہ موہوب میں کوئی ایسی بات پیدا ہو جائے جس سے قیمت میں اضافہ ہو جائے لہذا اُس چیز کا پہلے سے زیادہ فرہ ہو جانا یا خوبصورت ہو جانا بھی زیادت ہے۔ کپڑا تھا سی دیا یا رنگ دیا یہ

بھی زیادت ہے۔ چیز کو ایک جگہ سے منتقل کر کے دوسری جگہ لے گیا جبکہ اس انتقال مکانی سے قیمت میں اضافہ ہو جائے یہ بھی زیادت میں داخل ہے غلام کا فر تھا مسلمان ہو گیا یا اُس نے کوئی جنایت کی تھی ولی جنایت نے معاف کر دی۔ بہر ا تھا سننے لگا۔ اندھا تھا دیکھنے لگا یہ سب زیادت متصلہ میں داخل ہیں۔ اور اگر قیمت کی زیادتی نرخ تیز ہو جانے کے سبب سے ہے تو زیادت میں اس کا شمار نہیں۔

تعلیم و کتابت اور کوئی صنعت سکھا دینا بھی زیادت میں داخل ہے۔ کپڑا ہبہ کیا تھا اُسے موہوب لہ نے دھلوایا۔ جانور یا غلام جب ہبہ کیا تھا بیمار تھا موہوب لہ نے اُس کا علاج کرایا اب اچھا ہو گیا یہ بھی زیادت میں داخل ہے اور اگر موہوب لہ کے یہاں بیمار ہو اور اُس نے علاج کرایا اور اچھا ہو گیا یہ رجوع سے مانع نہیں ہے۔

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب زمین میں مکان بنوایا یا درخت لگائے اگر یہ زیادتی اُس پوری زمین میں شمار ہو تو پوری کار جوع ممتنع ہو جائے گا اور اگر فقط اُس قطعہ میں زیادت شمار ہو باقی میں نہیں تو اس قطعہ کی واپسی ممتنع ہو جائے گی باقی کی نہیں یعنی اگر بہت زیادہ زمین ہے کہ ایک دو مکان کے بننے سے پوری زمین میں اضافہ نہیں متصور ہوتا تو فقط اس حصہ کی واپسی ممتنع ہو جائے گی جس میں مکان بنا۔ (در مختار)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ زمین میں بے موقع روٹی پکانے کا تنور گڑوا یا یہ زیادت میں داخل نہیں ہے بلکہ نقصان ہے۔ درخت کاٹ ڈالنا یا اُسے چیر پھاڑ کر جلانے کا ایندھن بنالینا مانع رجوع نہیں اور اُس کو کاٹ کر چوکھٹ، بازو، کیوار، کڑیاں، وغیرہ کوئی چیز بنائی تو رجوع نہیں کر سکتا۔ جانور کو قربانی کر ڈالنا یا اور طرح ذبح کرنا بھی واپس کرنے کو منع نہیں کرتا۔ (بحر)

قربت کا مانع رجوع ہونے کا بیان

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قربت سے مراد اس مقام پر ذی رحم محرم ہے یعنی یہ دونوں باتیں ہوں اور حرمت بھی نسب کی وجہ سے ہو تو واپس نہیں لے سکتا اگرچہ وہ ذی رحم محرم ذمی یا مستامن ہو کہ اس سے بھی واپس نہیں لے سکتا۔ مثلاً باپ، دادا، ماں، دادی اصول اور بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی فرود اور بھائی، بہن اور چچا، پھوپھی کہ یہ سب ذی رحم محرم ہیں۔ اگر موہوب لہ محرم ہے یعنی نکاح حرام ہے مگر ذی رحم نہ ہو جیسے رضاعی بھائی یا مصاہرت کی وجہ سے حرمت ہو جیسے ماں اور بیٹی کی دوسرے خاوند سے اولادیں اور داماد اور بیٹی کی بی بی یا موہوب لہ ذی رحم ہے مگر محرم نہیں جیسے چچا زاد بھائی اگرچہ یہ رضاعی بھائی ہو کہ یہاں نسب کی وجہ سے حرمت نہیں ان سب کو چیز ہبہ کر کے واپس لے سکتا ہے۔

اور جب ایک شے غیر منقسم اپنے بھائی اور اجنبی دونوں کو ہبہ کی اور دونوں نے قبضہ کر لیا اجنبی کا حصہ واپس لے سکتا ہے کہ اس میں رجوع سے مانع نہیں ہے اور بھائی کا حصہ واپس نہیں لے سکتا کہ یہاں مانع پایا جاتا ہے۔ (بحر الرائق، کتاب ہبہ، بیروت)

ہبہ کا عوض یا بدل واہب کو دینے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا قَالَ الْمَوْهُوبُ لَهُ لِلْوَاهِبِ خُذْ هَذَا عِوَضًا عَنْ هَيْتِكَ أَوْ بَدَلًا عَنْهَا أَوْ فِي مُقَابَلَتِهَا فَقَبْضُهُ الْوَاهِبُ سَقَطَ الرَّجُوعُ) لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ ، وَهَذِهِ الْعِبَارَاتُ تُؤَدِّي مَعْنَى وَاحِدًا (وَإِنْ عَوَّضَهُ أَجْنَبِيٌّ عَنِ الْمَوْهُوبِ لَهُ مُتَبَرِّعًا فَقَبْضُ الْوَاهِبِ الْعِوَضَ بَطَلَ الرَّجُوعُ) ؛ لِأَنَّ الْعِوَضَ لِإِسْقَاطِ الْحَقِّ فَيَصِحُّ مِنَ الْأَجْنَبِيِّ كَبَدْلِ الْخُلْعِ وَالصُّلْحِ : قَالَ: (وَإِذَا اسْتَحَقَّ نِصْفَ الْهَبَةِ رَجَعَ نِصْفُ الْعِوَضِ) ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يُسَلِّمْ لَهُ مَا يُقَابِلُ نِصْفَهُ (وَإِنْ اسْتَحَقَّ نِصْفَ الْعِوَضِ لَمْ يَرْجِعْ فِي الْهَبَةِ إِلَّا أَنْ يَرُدَّ مَا بَقِيَ ثُمَّ يَرْجِعُ) وَقَالَ زُفَرٌ: يَرْجِعُ بِالنِّصْفِ اعْتِبَارًا بِالْعِوَضِ الْآخِرِ .

وَلَنَا أَنَّهُ يَصْلُحُ عِوَضًا لِلْكَلِّ مِنَ الْإِبْتِدَاءِ ، وَبِالِاسْتِحْقَاقِ ظَهَرَ أَنَّهُ لَا عِوَضَ إِلَّا هُوَ ، إِلَّا أَنَّهُ يَتَخَيَّرُ ؛ لِأَنَّهُ مَا أَسْقَطَ حَقَّهُ فِي الرَّجُوعِ إِلَّا لِيَسَلِّمَ لَهُ كُلَّ الْعِوَضِ وَلَمْ يُسَلِّمْ فَلَهُ أَنْ يَرُدَّهُ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب موہوب نے واہب سے فرمایا کہ یہ لو تمہاری ہبہ کا عوض اس کا بدل یا اس کے مقابلے میں ہے اور واہب نے اس پر قبضہ کر لیا تو رجوع ساقط ہو جائے گا کیونکہ واہب کا مقصود حاصل ہو چکا ہے اور ان سب جملوں کا ایک ہی معنی مراد لیا جاتا ہے اور جب کسی اجنبی نے تبرع کرتے ہوئے موہوب لہ کی جانب سے واہب کو عوض دے دیا اور واہب نے عوض پر قبضہ کر لیا تو بھی رجوع باطل ہو جائے گا اس لئے کہ عوض حق کو ساقط کرنے کے لئے ہے لہذا اجنبی کی جانب سے بھی عوض دینا درست ہے جس طرح کہ خلع اور صلح کا بدل درست ہوتا ہے جب نصف ہبہ مستحق نکل گیا تو موہوب لہ اس سے نصف عوض کو واپس لے گا اس لئے کہ نصف مستحق کے مقابلے میں موہوب کے لئے کوئی چیز سالم نہیں رہی اور جب نصف عوض مستحق نکل گیا تو واہب ہبہ میں رجوع نہیں کر سکتا مگر یہ کہ جو عوض باقی ہے اس کو بھی واپس لے لے امام زفر فرماتے ہیں کہ واہب نصف ہبہ واپس لے گا اس کو عوض آخر پر قیاس کیا جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ جو عوض باقی ہے وہ پورے ہبہ کے لئے ابتداء عوض بن سکتا ہے لیکن استحقاق سے یہ واضح ہو گیا کہ عوض صرف باقی ہے اس لئے واہب کو اختیار ملے گا اس لئے کہ رجوع کے بارے میں اس نے اسی لئے اپنا حق ساقط کیا ہے تاکہ پورا عوض اسکے لئے سلامت رہے لیکن پورا عوض اس کے لئے سلامت نہیں رہا لہذا اس کو پورا ہبہ واپس لینے کا حق حاصل ہوگا۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عوض دینے کا یہ مطلب ہے کہ موہوب کے سوا دوسری چیز واہب کو دے اگر موہوب کا ایک حصہ باقی کے عوض میں دیدیا یہ صحیح نہیں واہب رجوع کر سکتا ہے۔ دو چیزیں ہبہ کی ہیں اگر دو عقد کے ذریعہ سے ہبہ ہوئی ہیں تو ایک کو دوسرے کے عوض میں دے سکتا ہے اور اگر ایک ہی عقد میں دونوں چیزیں واہب نے دی تھیں تو ایک کو دوسری کا عوض نہیں کہہ سکتے۔ (در مختار)

موہوب لہ نے عوض دیا تو واہب کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ہبہ کا عوض ہے موہوب لہ نے کہا اپنے ہبہ کا عوض لو یا اس کا بدلہ لو یا اس کے مقابلہ میں یہ چیز لو واہب نے لے لیا رجوع کرنے کا حق ساقط ہو گیا اور اگر عوض ہونا لفظوں سے ظاہر نہیں کیا تو ہر ایک اپنے اپنے ہبہ کو واپس لے سکتا ہے یعنی واہب ہبہ کو اور موہوب لہ عوض کو ہے۔

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہبہ کا عوض بھی ہبہ ہے اس میں وہ تمام باتیں لحاظ رکھی جائیں گی جو ہبہ کے لئے ضروری ہیں جن کا ذکر ہو چکا مثلاً اس کا جدا کر دینا، مشاع نہ ہونا، اس پر قبضہ دلا دینا۔

اور صرف اتنا فرق ہے کہ ہبہ میں حق رجوع ہوتا ہے جب تک موانع نہ پائے جائیں اور اس میں یہ حق نہیں۔ ہبہ کا عوض اتنا ہی ہونا ضروری نہیں اس سے کم اور زیادہ بھی ہو سکتا ہے اس جنس کا بھی ہو سکتا ہے اور دوسری جنس کا بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً اکثر ایسا ہوتا ہے کہ تھوڑے سے پھل وغیرہ کی ڈالی لگاتے ہیں اور جتنے کی چیزیں ہوتی ہیں اس سے بہت زیادہ پاتے ہیں۔ بچہ کو کوئی چیز ہبہ کی گئی اس کے باپ کو یہ اختیار نہیں کہ اس کے مال سے اس ہبہ کا معاوضہ دے اگر عوض دیدیا جب بھی واہب ہبہ کو واپس لے سکتا ہے کہ وہ عوض دینا صحیح ہی نہیں ہوا۔ (بحر الرائق، کتاب ہبہ، بیروت)

نصف پر گھر ہبہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ وَهَبَ دَارًا فَعَوَّضَهُ مِنْ نِصْفِهَا) رَجَعَ الْوَاهِبُ فِي النِّصْفِ الَّذِي لَمْ يُعَوِّضْ ؛

لِأَنَّ الْمَانِعَ خَصَّ النِّصْفَ .

قَالَ (وَلَا يَصِحُّ الرَّجُوعُ إِلَّا بِتَرَاضِيهِمَا أَوْ بِحُكْمِ الْحَاكِمِ) ؛ لِأَنَّهُ مُخْتَلَفٌ بَيْنَ

الْعُلَمَاءِ ، وَفِي أَصْلِهِ وَهَاءٌ وَفِي حُصُولِ الْمَقْصُودِ وَعَدَمِهِ خَفَاءٌ ، فَلَا بُدَّ مِنَ الْفَصْلِ

بِالرِّضَا أَوْ بِالْقَضَاءِ ، حَتَّى لَوْ كَانَتْ الْهَبَةُ عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ قَبْلَ الْقَضَاءِ نَفَذَ ، وَلَوْ مَنَعَهُ

فَهَلَكَ لَمْ يَضْمَنْ ؛ لِإِقْيَامِ مِلْكِهِ فِيهِ ، وَكَذَا إِذَا هَلَكَ فِي يَدِهِ بَعْدَ الْقَضَاءِ ؛ لِأَنَّ أَوَّلَ

الْقَبْضِ غَيْرُ مَضْمُونٍ ، وَهَذَا دَوَامٌ عَلَيْهِ إِلَّا أَنْ يَمْنَعَهُ بَعْدَ طَلْبِهِ ؛ لِأَنَّهُ تَعَدَّى ، وَإِذَا رَجَعَ

بِالْقَضَاءِ أَوْ بِالتَّرَاضِي يَكُونُ فَسْخًا مِنَ الْأَصْلِ حَتَّى لَا يَشْتَرِطُ قَبْضَ الْوَاهِبِ وَيَصِحُّ

فِي الشَّائِعِ ؛ لِأَنَّ الْعُقْدَ وَقَعَ جَائِزًا مُوجِبًا حَقَّ
الْفَسْخِ ، فَكَانَ بِالْفَسْخِ مُسْتَوْفِيًا حَقًّا ثَابِتًا لَهُ فَيُظْهِرُ عَلَى الْإِطْلَاقِ ، بِخِلَافِ الرَّدِّ
بِالْعَيْبِ بَعْدَ الْقَبْضِ ؛ لِأَنَّ الْحَقَّ هُنَاكَ فِي وَصْفِ السَّلَامَةِ لَا فِي الْفَسْخِ فَافْتَرَقَا .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی کو کوئی گھر بہہ کیا گیا اور اس نے نصف گھر کا عوض دے دیا تو واہب اسی نصف میں رجوع کرے گا جس کا
عوض نہ دیا گیا ہو اس لئے کہ روکنے والا نے نصف کی تخصیص کر دی ہے۔

واہب اور موہوب کی رضا مندی یا قضائے قاضی کے بغیر بہہ میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ رجوع کے مسئلہ میں
علماء کا اختلاف ہے اور اس کی اصل میں ضعف ہے اور مقصود کا حاصل ہونا اور حاصل نہ ہونا پوشیدہ ہے لہذا عاقدین کی رضا یا قضائے
قاضی کے ذریعے اس میں فصل کیا جائے حتیٰ کہ جب کوئی غلام بہہ ہو اور موہوب لہ نے اس کو قضائے قاضی سے پہلے ہی آزاد کر دیا ہو
تو عتق نافذ ہو جائے گا اور جب موہوب لہ نے اس کو روک لیا ہو پھر وہ ہلاک ہو گیا تو موہوب لہ اس کا ضامن نہیں ہوگا اس لئے کہ
اس میں موہوب لہ کی ملکیت موجود ہے اسی طرح جب قضائے قاضی کے بعد موہوب لہ کے قبضہ میں موہوب ہلاک ہو جائے تو بھی
موہوب لہ ضامن نہیں ہوگا اس لئے کہ پہلا قبضہ مضمون نہیں ہے اور رجوع کے بارے میں قضائے قاضی کے بعد جو قبضہ ہے وہ قبضہ
اول پر دوام اور استمرار ہے مگر یہ کہ واہب کے مطالبے کے بعد موہوب لہ اس کو دینے سے انکار کر دے اس لئے کہ منع کرنے کے
سبب وہ متعدی ہو گیا ہے اور جب قضائے قاضی یا رضا مندی کے ساتھ واہب نے رجوع کر لیا تو یہ اصل عقد سے فسخ ہوگا حتیٰ کہ فسخ
کے لئے واہب کا قبضہ کرنا شرط نہیں ہے۔

اور مشترک بہہ میں بھی رجوع درست ہوگا اس لئے کہ اس میں عقد جائز بن کر اور اصل سے فسخ کا موجب بن کر واقع ہوتا ہے
لہذا فسخ کے سبب واہب اپنا ثابت شدہ حق کو وصول کرنے والا ہوگا لہذا علی الاطلاق فسخ ظاہر ہوگا قبضہ کرنے کے بعد عیب کے ظاہر
ہونے پر واپس کرنے کے خلاف اس لئے کہ وہاں مشتری کا حق وصف سلامتی میں تھا نہ کہ فسخ میں اس لئے بہہ اور بیع کے مسائل میں
فرق ہو گیا۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بہہ میں رجوع کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ دونوں کی رضا مندی سے چیز
واپس ہو یا حاکم نے واپسی کا حکم دیدیا ہو لہذا قاضی کے حکم کرنے کے بعد اگر واہب نے چیز کو طلب کیا اور موہوب لہ نے انکار کر دیا
اور اس کے بعد وہ شے ضائع ہو گئی تو موہوب لہ کو تاوان دینا ہوگا کہ اب اسے روکنے کا حق نہ تھا اور اگر قاضی کے حکم سے قبل یہ بات
ہوئی تو اس پر تاوان واجب نہیں کہ اسے روکنے کا حق تھا۔ اسی طرح اگر موہوب لہ نے بعد حکم قاضی اسے روکا نہیں بلکہ ابھی تک

واہب نے مانگا نہیں اور موہوب لہ کے پاس ہلاک ہوگی تو تاوان واجب نہیں۔ قضائے قاضی یا طرفین کی رضامندی سے جب اُس نے رجوع کر لیا تو عقد ہبہ بالکل فسخ ہو گیا اور واہب کی پہلی ملک عود کر آئی یہ نہیں کہا جائے گا کہ جدید ملک حاصل ہوئی لہذا مالک ہونے کے لیے واہب کے قبضہ کی ضرورت نہیں اور مشاع میں بھی رجوع صحیح ہے مثلاً موہوب لہ نے نصف کو بیع کر دیا ہے نصف باقی ہے اس نصف کو واہب نے واپس لیا اگرچہ یہ شائع ہے مگر رجوع صحیح ہے۔ (بحر الرائق، کتاب ہبہ، بیروت)

موہوب لہ جب تندرست تھا اُس وقت اُسے کسی نے کوئی چیز ہبہ کی اور جب وہ بیمار ہوا واہب نے چیز واپس کر لی اگر یہ واپسی حکم قاضی سے ہے تو صحیح ہے ورثہ یا قرض خواہ کو موہوب لہ کے مرنے کے بعد اُس چیز کے مطالبہ کا حق نہیں اور اگر بغیر حکم قاضی محض واہب کے مانگنے پر موہوب لہ نے چیز دیدی تو اس واپسی کو ہبہ جدید قرار دیا جائے گا کہ ایک ثلث میں واپسی صحیح ہوگی وہ بھی جب کہ اُس پر دین مستغرق نہ ہو اور اگر اُس پر دین مستغرق ہو تو واہب سے چیز واپس لے کر قرض والوں کو دی جائے۔ (عالمگیری)

ہبہ کردہ چیز کے ہلاک ہو جانے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا تَلَفَتْ الْعَيْنُ الْمَوْهُوبَةُ وَاسْتَحَقَّتْهَا مُسْتَحِقٌّ وَضَمِنَ الْمَوْهُوبُ لَهُ لَمْ يَرْجِعْ عَلَى الْوَاهِبِ بِشَيْءٍ)؛ لِأَنَّهُ عَقْدٌ تَبَرُّعٌ فَلَا يَسْتَحِقُّ فِيهِ السَّلَامَةُ، وَهُوَ غَيْرُ عَامِلٍ لَهُ، وَالْغُرُورُ فِي ضَمَنِ عَقْدِ الْمَعَاوَضَةِ سَبَبُ الرَّجُوعِ لَا فِي غَيْرِهِ.

ترجمہ

فرمایا کہ جب ہبہ کردہ چیز ہلاک ہوگی اور پھر کوئی آدمی اس کا مستحق نکلا اور اس نے موہوب لہ سے ضمان لے لیا تو موہوب لہ واہب سے کچھ نہیں واپس لے سکتا اس لئے کہ ہبہ عقد تبرع ہے لہذا اس میں موہوبی سلامتی مشروط نہیں ہوگی اور پھر موہوب لہ واہب کا عامل بھی نہیں ہوتا اور عقد معاوضہ کا دھوکہ ہو تو رجوع کا سبب ہے لیکن عقد غیر معاوضہ رجوع کو واجب کرنے کا سبب نہیں ہے۔

عین موہوب کا ہلاک ہو جانا مانع رجوع ہے

علامہ ابن کجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ موہوب لہ کہتا ہے کہ چیز ہلاک ہوگی اور واہب کہتا ہے کہ نہیں ہلاک ہوئی موہوب لہ کی بات بغیر حلف مان لی جائے گی کہ وہی منکر ہے کیونکہ وجوب رد کا وہ منکر ہے اور اگر واہب کہتا ہے کہ جو چیز میں نے ہبہ کی تھی وہ یہ ہے اور موہوب لہ منکر ہے تو موہوب لہ کی بات حلف کے ساتھ معتبر ہوگی اور اگر موہوب لہ کہتا ہے میں واہب کا بھائی ہوں اور واہب منکر ہے تو واہب کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے۔ (بحر الرائق، کتاب ہبہ، بیروت)

موہوب چیز میں تغیر پیدا ہو گیا یعنی اب دوسری چیز ہوگی یہ بھی مانع رجوع ہے مثلاً گیہوں کا آٹا پسوا لیا یا آٹا تھا اس کی روٹی پکالی دودھ تھا اسکو پیئر بنا لیا یا گھی کر لیا۔ اور جب کڑیاں ہبہ کی تھیں اُس نے چیر پھاڑ کر ایندھن بنا لیا یا کچی اینٹیں ہبہ کی تھیں توڑ کر مٹی

بنالی رجوع کر سکتا ہے اور اس مٹی کی پھرائیٹیں بنا لیں تو رجوع نہیں کر سکتا۔ اور جب اس نے روپیہ ہبہ کیا تھا پھر موہوب لہ سے وہی روپیہ قرض لے لیا اب اس کو کسی طرح رجوع نہیں کر سکتا اور اگر موہوب لہ نے اُس روپیہ کو صدقہ کر دیا مگر ابھی فقیر نے قبضہ نہیں کیا ہے تو واہب واپس لے سکتا ہے۔ (عالمگیری)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ گندم ہبہ کیے تھے موہوب لہ نے انھیں میں سے تھوڑا آٹا پسوا کر باقی کے عوض میں واہب کو دے دیا یہ عوض دینا صحیح ہے یعنی اب واہب بقیہ گیہوں کو واپس نہیں لے سکتا کہ عوض لے چکا ہے۔ اسی طرح کپڑا ہبہ کیا تھا اُس میں کا ایک حصہ رنگ کر یا سی کر باقی کے عوض میں دیا یا ستو ہبہ کیا تھا تھوڑا سا اسی میں سے گھی میں ملا کر واہب کو دیدیا یہ تعویض صحیح ہے۔ ایک شخص نے دو کینریں ہبہ کی تھیں موہوب لہ کے پاس ان میں سے ایک کے بچہ پیدا ہوا یہ بچہ عوض میں دیدیا یہ صحیح ہے اور واپس لینا ممتنع ہو گیا۔ جانور کے ہبہ کا بھی یہی حکم ہے۔ (در مختار، کتاب ہبہ، بیروت)

اجنبی شخص نے موہوب لہ کی طرف سے بطور تبرع و احسان واہب کو عوض دیا یہ بھی صحیح ہے اگر واہب نے قبول کر لیا رجوع ممتنع ہو گیا اجنبی کا عوض دینا موہوب لہ کے حکم سے ہو یا بغیر حکم دونوں کا ایک حکم ہے۔

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ موہوب لہ کی طرف سے دوسرے نے عوض دیدیا یہ موہوب لہ سے رجوع نہیں کر سکتا اگرچہ یہ موہوب لہ کا شریک ہی ہوا اگرچہ اس نے اُس کے حکم سے عوض دیا ہو کیونکہ موہوب لہ کے ذمہ عوض دینا واجب نہ تھا لہذا اُس کا حکم کرنا ایسا ہی ہے جس طرح تبرع کرنے کا حکم ہوتا کہ اس میں رجوع نہیں کر سکتا ہاں اگر اس نے یہ کہہ دیا ہے کہ تم عوض دے دو میں اس کا ضامن ہوں تو اس صورت میں وہ اجنبی موہوب لہ سے لے سکتا ہے۔ (بحر الرائق، کتاب ہبہ، بیروت)

ہبہ کا عوض دے دیا اب دیکھتا ہے کہ موہوب میں عیب ہے تو اسے یہ اختیار نہیں کہ موہوب کو واپس دے کر عوض واپس لے۔ اسی طرح واہب نے عوض پر قبضہ کر لیا تو اُسے بھی یہ اختیار نہیں کہ عوض واپس دے کر موہوب کو واپس لے۔ اور جب مریض نے ہبہ کیا موہوب لہ نے ہبہ کا عوض دیا اور مریض نے اُس پر قبضہ کر لیا پھر مر گیا اور اُس مریض کے پاس اس کے سوا کوئی مال نہ تھا جسے ہبہ کر دیا تو اگر وہ عوض اُس مال کی دو تہائی قیمت کی قدر ہو یا زیادہ ہو تو ہبہ نافذ ہے اور اگر نصف قیمت کی قدر ہو تو ایک سدس اُس کے ورثہ موہوب لہ سے واپس لے سکتے ہیں۔ (عالمگیری)

عوض دینے کے بعد ہبہ میں کسی نے اپنا حق ثابت کیا اور نصف موہوب کو لے لیا تو موہوب لہ واہب سے نصف عوض واپس لے سکتا ہے اور اگر اس کا عکس ہو یعنی نصف عوض میں مستحق نے حق ثابت کر کے لے لیا تو واہب کو یہ حق نہیں کہ نصف ہبہ کو واپس لے لے ہاں اگر اس باقی کو یعنی جو کچھ عوض اس کے پاس رہ گیا ہے اس کو واپس کر کے ہبہ کا کل یا جز لینا چاہتا ہے تو لے سکتا ہے۔

شرط بدلہ کے ساتھ کسی چیز کو ہبہ کرنے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا وَهَبَ بِشَرَطِ الْعَوَضِ أُعْتَبِرَ التَّقَابُضُ فِي الْعَوَاضِ، وَتَبَطَّلَ بِالشُّيُوعِ) ؛
لِأَنَّهُ هِبَةٌ ابْتِدَاءً (فَإِنْ تَقَابَضَا صَحَّ الْعَقْدُ وَصَارَ فِي حُكْمِ الْبَيْعِ يَرُدُّ بِالْعَيْبِ وَخِيَارِ

الرُّؤْيِيَّةُ وَتُسْتَحَقُّ فِيهِ الشُّفْعَةُ) ؛ لِأَنَّهُ بَيْعٌ اِنْتِهَاءً .

وَقَالَ زُفْرٌ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ : هُوَ بَيْعٌ اِبْتِدَاءً وَانْتِهَاءً ؛ لِأَنَّ فِيهِ مَعْنَى الْبَيْعِ وَهُوَ التَّمْلِيكُ بِعَوْضٍ ، وَالْعِبْرَةُ فِي الْعُقُودِ لِلْمَعَانِي ، وَلِهَذَا كَانَ بَيْعُ الْعَبْدِ مِنْ نَفْسِهِ اِعْتَاقًا وَلَنَا أَنَّهُ اشْتَمَلَ عَلَى جِهَتَيْنِ فَيُجْمَعُ بَيْنَهُمَا مَا أَمَكَّنَ عَمَلًا بِالشَّبَهَيْنِ ، وَقَدْ أَمَكَّنَ ؛ لِأَنَّ الْهَبَةَ مِنْ حُكْمِهَا تَأَخَّرُ الْمَلِكُ إِلَى الْقَبْضِ ، وَقَدْ يَتَرَاخَى عَنِ الْبَيْعِ الْفَاسِدِ وَالْبَيْعُ مِنْ حُكْمِهِ اللَّزُومُ ، وَقَدْ تَنَقَّلَتْ الْهَبَةُ لِأَزْمَةِ بِالتَّعْوِيضِ فَجَمَعْنَا بَيْنَهُمَا ، بِخِلَافِ بَيْعِ نَفْسِ الْعَبْدِ مِنْ نَفْسِهِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يُمَكِّنُ اِعْتِبَارُ الْبَيْعِ فِيهِ ، إِذْ هُوَ لَا يُصْلِحُ مَالًا لِنَفْسِهِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے بدلہ کی شرط کے ساتھ کوئی چیز ہبہ کی تو عقد کی مجلس میں دونوں کے عوض میں قبضہ کرنے کا اعتبار کیا جائے گا اور اشتراک سے ہبہ باطل ہو جائے گا اس لئے کہ یہ ہبہ کی ابتداء کے طور پر ہے پس جب دونوں نے قبضہ کر لیا تو عقد درست ہو جائے گا اور بیع کے حکم میں ہوگا یعنی عیب اور خیار رویت کے سبب اس کو واپس یا جائے گا اور اس میں شفیعہ کا استحقاق ثابت ہوگا اس لئے کہ یہ بیع کی انتہاء کے طور پر ہے۔

حضرت امام زفر اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ ابتداء بھی بیع ہے اور انتہاء بھی بیع ہے اس لئے کہ اس میں بیع کا معنی یعنی تملیک بالعوض موجود ہے۔ معانی کا ہی اعتبار کیا جاتا ہے اس لئے اپنے غلام کو اسی کے ہاتھ آقا کا بیچنا اعتاق ہوگا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ عقد دو جہتوں پر مشتمل ہے لہذا دونوں مشابہتوں پر عمل کرتے ہوئے جس قدر ممکن ہو ان کو جمع کیا جائے گا اور جمع کرنا ممکن بھی ہے اس لئے کہ ہبہ کے حکم میں سے یہ بھی ہے قبضہ تک ملکیت موخر ہو جاتی ہے اور بیع فاسد میں بھی کبھی ملکیت موخر ہو جاتی ہے جبکہ بیع کا ایک حکم یہ ہے کہ عقد کے بعد و ہلازم ہو جاتی ہے اور بدلہ دینے سے ہبہ بھی لازم ہو جاتا ہے لہذا ہم نے مذکورہ ہبہ میں دونوں چیزوں کو جمع کر دیا ہے آقا کا اپنے غلام کو اسی غلام کے ہاتھ بیچنے کے خلاف اس لئے کہ اس میں بیع کا اعتبار کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ غلام اپنی ذات کا مالک نہیں ہو سکتا ہے۔

لفظ عوض کے سبب ابتداء و انتہاء سے بیع ہو جانے کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب ہبہ بشرط العوض کہ میں یہ چیز تم کو ہبہ کرتا ہوں اس شرط پر کہ فلاں چیز تم مجھ کو دو یہ ابتداء کے لحاظ سے ہبہ ہے لہذا دونوں عوض پر قبضہ ضروری ہے اگر دونوں نے یا ایک نے قبضہ نہیں کیا تو ہر ایک رجوع کر سکتا ہے اور دونوں میں سے کسی میں شیوع ہو تو باطل ہوگا مگر انتہاء کے لحاظ سے یہ بیع ہے لہذا اس میں بیع کے احکام بھی ثابت ہو گئے کہ اگر اس میں عیب ہے تو واپس کر سکتا ہے خیار رویت بھی حاصل ہوگا اس میں شفیعہ بھی جاری ہوگا۔ اگر ہبہ کے یہ الفاظ ہوں کہ میں نے یہ چیز

فلاں چیز کے مقابل میں تم کو ہبہ کی یعنی عوض کا لفظ نہیں کہا تو یہ ابتدا و انتہا دونوں کے لحاظ سے بیع ہی ہے ہبہ نہیں ہے اور اگر عوض کو معین نہ کیا ہو بلکہ مجہول رکھا مثلاً یہ چیز تم کو ہبہ کرتا ہوں بشرطیکہ تم اس کے بدلے میں مجھے کوئی چیز دو تو یہ ابتدا و انتہا دونوں کے لحاظ سے ہبہ ہی ہے۔ (درمختار، کتاب ہبہ، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب موہوب لہ نے موہوب پر قبضہ کر لیا اس کے بعد واہب نے بلا اجازت موہوب لہ اس چیز کو لیکر ہلاک کر ڈالا تو بقدر قیمت تاوان دے اور اگر بکری ہبہ کی تھی واہب نے بغیر اجازت موہوب لہ اسے ذبح کر ڈالا تو ذبح کی ہوئی بکری موہوب لہ لے لے گا اور تاوان نہیں اور کپڑا ہبہ کیا تھا واہب نے اسے قطع کر ڈالا تو یہ کپڑا دینا ہوگا اور قطع کرنے سے جو کمی ہوئی وہ دے۔ (عالمگیری)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب نصرانی یا کسی کافر نے مسلمان کو کوئی چیز ہبہ کی مسلمان اس کے عوض میں اسے سوڑا یا شراب دے یہ عوض دینا صحیح نہیں کیونکہ مسلمان اپنی طرف سے کسی کو بھی ان چیزوں کا مالک نہیں کر سکتا اور جب یہ دینا صحیح نہ ہوا تو واہب اب بھی رجوع کر سکتا ہے۔ (درمختار، کتاب ہبہ، بیروت)

فصل

﴿یہ فصل ہبہ کے مسائل شتی کے بیان میں ہے﴾

ہبہ کے مسائل شتی کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ یہ مسائل منثورہ ہیں یا شتی ہیں یا متفرقہ ہیں۔ علامہ کا کی نے کہا ہے کہ ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ علامہ اکمل نے کہا ہے مصنفین کی یہ عادت ہے کہ وہ ایسے مسائل کو کتابوں کے آخر میں ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ شاذ و نادر ہونے کی وجہ سے یہ مسائل ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ جبکہ ان کے فوائد کثیر ہوتے ہیں۔ اور ان مسائل کو منثورہ، متفرقہ یا شتی کہا جاتا ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، ص ۵، ۴۲۸، حقانیہ ملتان)

باندی کے حمل کا ہبہ میں استثناء کرنے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ وَهَبَ جَارِيَةً إِلَّا حَمَلَهَا صَحَّتْ الْهَبَةُ وَبَطَلَ الْإِسْتِثْنَاءُ) ؛ لِأَنَّ الْإِسْتِثْنَاءَ لَا يَعْمَلُ إِلَّا فِي مَحَلٍّ يَعْمَلُ فِيهِ الْعَقْدُ، وَالْهَبَةُ لَا تَعْمَلُ فِي الْحَمْلِ لِكُونِهِ وَصْفًا عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ فِي الْبَيَّوْحِ فَانْقَلَبَ شَرْطًا فَاسِدًا، وَالْهَبَةُ لَا تَبْطُلُ بِالشَّرْطِ الْفَاسِدَةِ، وَهَذَا هُوَ الْحُكْمُ فِي النِّكَاحِ وَالْخُلْعِ وَالصُّلْحِ عَنِ دَمِ الْعَمْدِ ؛ لِأَنَّهَا لَا تَبْطُلُ بِالشَّرْطِ الْفَاسِدَةِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ وَالْإِجَارَةِ وَالرَّهْنِ ؛ لِأَنَّهَا تَبْطُلُ بِهَا.

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے لونڈی کے حمل کو لونڈی کے بغیر ہبہ کیا تو ہبہ درست ہوگا اور استثناء باطل ہو جائے گا کیونکہ استثناء اس جگہ موثر ہوتا ہے جہاں عقد موثر ہوتا ہو اور ہبہ حمل میں اثر نہیں کرتا اس لئے کہ حمل ایک وصف ہے جس کو ہم نے بیوہ میں بیان کر دیا ہے اور یہ استثناء شرط فاسد میں تبدیل ہو جائے گا اور ہبہ شرط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا نکاح، خلع اور صلح عن دم العمد کا بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ یہ عقود بھی شرط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتے بیع، اجارہ اور رهن کے خلاف اس لئے کہ یہ عقود شرط سادہ سے باطل ہو جاتے ہیں۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کنیز کو ہبہ کیا اور اس کے حمل کا استثناء کیا یا یہ شرط کی کہ تم اسے واپس کر دینا یا آزاد کر دینا یا مدبر کر دینا یا ام ولد بنانا یا مکان ہبہ کیا اور یہ شرط کی کہ اس میں سے کچھ جزو معین مثلاً یہ کمرہ یا غیر معین مثلاً اس کی تہائی

چوتھائی واپس کر دینا یا ہبہ میں یہ شرط کی کہ اس کے عوض میں کوئی شے (غیر معین) مجھے دینا ان سب صورتوں میں ہبہ صحیح ہے اور استثنایا شرط باطل ہے۔ کنیز کے شکم میں جو بچہ ہے اُسے آزاد کر کے کنیز کو ہبہ کیا صحیح ہے اور اگر حمل کو مدبر کر کے جاریہ کو ہبہ کیا صحیح نہیں۔
(در مختار، کتاب ہبہ، بیروت)

بطن میں آزاد کردہ کے ہبہ کے جواز کا بیان

وَلَوْ أَعْتَقَ مَا فِي بَطْنِهَا ثُمَّ وَهَبَهَا جَازٍ ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَبْقَ الْجَنِينُ عَلَىٰ مِلْكِهِ فَاشْتَبَهَ الْإِسْتِثْنَاءُ ،
وَلَوْ دَبَّرَ مَا فِي بَطْنِهَا ثُمَّ وَهَبَهَا لَمْ يَجُزْ ؛ لِأَنَّ الْحَمْلَ بَقِيَ عَلَىٰ مِلْكِهِ فَلَمْ يَكُنْ شَبِيهَ
الْإِسْتِثْنَاءِ ، وَلَا يُمَكِّنُ تَنْفِيذُ الْهَبَةِ فِيهِ لِمَكَانِ التَّدْبِيرِ فَبَقِيَ هَبَةُ الْمُشَاعِ أَوْ هَبَةُ شَيْءٍ
هُوَ مَشْغُولٌ بِمِلْكِ الْمَالِكِ .

ترجمہ

جب لونڈی کا حمل آزاد کر کے لونڈی کو ہبہ کر دیا تو جائز ہے اس لئے کہ واہب کی ملکیت پر باقی نہیں رہا تو یہ استثناء کے مشابہ ہو گیا جب لونڈی کے حمل کو مدبر بنا کر آزاد کیا ہو تو یہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ حمل واہب کی ملکیت پر باقی ہے لہذا یہ استثناء کے مشابہ نہیں ہوگا اور اس میں ہبہ نافذ کرنا بھی ممکن نہیں ہے اس لئے کہ تدبیر موجود ہے لہذا یہ مشاع کا ہبہ ہوگا یا ایسی چیز کا ہبہ ہوگا جو مالک کی ملکیت سے مشغول ہے۔

مشاع کے ہبہ کے عدم جواز کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب ایک شریک نے دوسرے سے کہا کہ جو کچھ نفع میں میرا حصہ ہے میں نے تم کو ہبہ کیا اگر مال موجود ہے یہ ہبہ صحیح نہیں کہ مشاع کا ہبہ ہے اور ہلاک ہو چکا ہے تو صحیح ہے کہ یہ اسقاط ہے۔

(عالمگیری، کتاب ہبہ، بیروت)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ غیر منقسم چیز میں مشاع کا ہبہ کیا ہو بولہ اُس جز کا مالک ہو گیا مگر تقسیم کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ دونوں اُس چیز سے نوبت بنوبت نفع حاصل کریں مثلاً ایک مہینہ ایک اُس سے کام لے اور دوسرے مہینہ میں دوسرا یہ ہو سکتا ہے مگر اس پر بھی جبر نہیں ہو سکتا کہ یہ ایک قسم کی عاریت ہے اور عاریت پر جبر نہیں۔ (بحر الرائق، کتاب ہبہ، بیروت)

ہبہ کیلئے عوض کی شرط فاسد لگانے کا بیان

قَالَ : (فَإِنْ وَهَبَهَا لَهُ عَلَىٰ أَنْ يَرُدَّهَا عَلَيْهِ أَوْ عَلَىٰ أَنْ يَعْتَقَهَا أَوْ أَنْ يَتَّخِذَهَا أُمَّمًا وَوَلَدًا أَوْ وَهَبَ دَارًا أَوْ تَصَدَّقَ عَلَيْهِ بِدَارٍ عَلَىٰ أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا مِنْهَا أَوْ يُعَوِّضَهُ شَيْئًا مِنْهَا فَالْهَبَةُ

جَائِزَةٌ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ).

لَآنَ هَذِهِ الشُّرُوطُ تُخَالِفُ مُقْتَضَى الْعَقْدِ فَكَانَتْ فَاسِدَةً ، وَالْهَبَةُ لَا تَبْطُلُ بِهَا ، أَلَا تَرَى
(أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَجَازَ الْعُمَرَى وَأَبْطَلَ شَرْطَ الْمُعْمِرِ) بِخِلَافِ الْبَيْعِ
(؛ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنِ بَيْعٍ وَشَرْطٍ) وَلَآنَ الشَّرْطُ الْفَاسِدُ فِي مَعْنَى
الرَّبَا ، وَهُوَ يَعْمَلُ فِي الْمَعَاوَضَاتِ دُونَ التَّبَرُّعَاتِ .

ترجمہ

جب کسی آدمی نے اس شرط پر لونڈی کو ہبہ کیا کہ موہوب لہ اس کو واہب کو واپس کر دے یا اس شرط پر ہبہ کیا کہ موہوب لہ اس کو آزاد کر دے یا ام ولد بنا لے یا کسی کو کسی نے اس شرط پر گھر ہبہ کیا یا صدقہ کیا کہ اس کے بدلے موہوب لہ واہب کو کچھ دے دے یا اس کا کچھ عوض دے تو ہبہ جائز ہوگا اور شرط باطل ہو جائے گی اس لئے کہ اس طرح کی شرطیں عقد کے تقاضہ کے خلاف ہیں لہذا یہ شرطیں فاسد ہو جائیں گی اور ہبہ شرط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا ہے۔

کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ نبی کریم ﷺ نے عمری کو جائز قرار دیا ہے اور معمر کی شرط کو باطل قرار دیا ہے بیع کے خلاف اس لئے کہ آپ ﷺ نے بیع کے ساتھ شرط رکھنے سے منع فرمایا ہے اور اس لئے کہ شرط فاسد ربوا کے معنی میں ہے اور ربوا معاوضات میں موثر ہوتا ہے احسانات میں نہیں ہوتا ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر ہبہ کے یہ الفاظ ہوں کہ میں نے یہ چیز فلاں چیز کے مقابل میں تم کو ہبہ کی یعنی عوض کا لفظ نہیں کہا تو یہ ابتدا و انتہا دونوں کے لحاظ سے بیع ہی ہے ہبہ نہیں ہے اور اگر عوض کو معین نہ کیا ہو بلکہ مجہول رکھا مثلاً یہ چیز تم کو ہبہ کرتا ہوں بشرطیکہ تم اس کے بدلے میں مجھے کوئی چیز دو تو یہ ابتدا و انتہا دونوں کے لحاظ سے ہبہ ہی ہے۔ (در مختار)

قرض خواہ کا مقروض کو دراہم سے بری کہنے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ لَهُ عَلَى آخَرَ أَلْفٌ دِرْهَمٍ فَقَالَ إِذَا جَاءَ الْغَدُ فَهِيَ لَكَ أَوْ أَنْتَ مِنْهَا بَرِيءٌ)

أَوْ قَالَ : إِذَا أَذَيْتَ إِلَيَّ النِّصْفَ فَلَكَ نِصْفُهُ أَوْ أَنْتَ بَرِيءٌ مِنْ النِّصْفِ الْبَاقِي فَهُوَ بَاطِلٌ

(؛ لِأَنَّ الْإِبْرَاءَ تَمْلِيكٌ مِنْ وَجْهِ إِسْقَاطٍ مِنْ وَجْهِ ، وَهَبَةُ الدَّيْنِ مِمَّنْ عَلَيْهِ إِبْرَاءٌ ، وَهَذَا

؛ لِأَنَّ الدَّيْنَ مَالٌ مِنْ وَجْهِ وَمِنْ هَذَا الْوَجْهِ كَانَ تَمْلِيكًا ، وَوَصْفٌ مِنْ وَجْهِ وَمِنْ هَذَا

الْوَجْهِ كَانَ إِسْقَاطًا ، وَلِهَذَا قُلْنَا : إِنَّهُ يَرْتَدُّ بِالرَّدِّ ، وَلَا يَتَوَقَّفُ عَلَى الْغُبْرِ .

وَالْتَعْلِيقُ بِالشَّرْوَطِ يَخْتَصُّ بِالِاسْقَاطِ الْمَحْضَةِ الَّتِي يُحْلَفُ بِهَا كَالطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ
فَلَا يَتَعَدَّاهَا .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کے دوسرے پر ایک ہزار درہم باقی ہوں اور قرض خواہ مقروض سے کہے کہ یا کل آجائے تو وہ درہم تیرے ہیں یا تو ان درہم سے بری ہے یا یہ کہا کہ تو مجھے آدھے درہم دے دے تو آدھے تیرے ہیں یا جو باقی ہیں ان سے تو بری ہے تو یہ باطل ہے اس لئے کہ ابراء من وجہ تملیک ہے اور من وجہ اسقاط جبکہ مدیون کو دین کا بہہ کرنا ابراء ہے یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ دین من وجہ مال ہے اس اعتبار سے ابراء تملیک ہوگا اور ایک اعتبار سے دین وصف ہے اور اس حوالے سے ابراء اسقاط ہوگا اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ مدیون کے رد کرنے سے ابراء رد ہو جاتا ہے اور اس کے قبول کرنے پر ابراء موقوف نہیں ہے جبکہ تعلق بالشرط کا عمل ان کے ساتھ خاص ہے جو خالص اسقاط ہیں اور جن کے ذریعے قسم کھائی جاتی ہے جس طرح کہ طلاق ہے اور عتاق ہے لہذا تعلق ان سے تجاوز نہیں کرے گی۔

دین کی معافی کو شرط پر معلق کرنے کا بیان

علامہ ابن کیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ دین کی معافی کو شرط محض پر معلق کرنا مثلاً مدیون سے کہا جب کل آئے گا تو دین سے بری ہے یا وہ دین تیرے لیے ہے یا اگر تو نے نصف دین ادا کر دیا تو باقی نصف تیرا ہے یا وہ معاف ہے یا اگر تو مر جائے تو دین معاف ہے یا اگر تو اس مرض سے مر جائے تو دین معاف ہے یا میں اس مرض سے مر جاؤں تو دین مہر سے تو معافی میں ہے، یہ سب صورتیں باطل ہیں دین معاف نہیں ہوگا اور اگر وہ شرط ایسی ہے کہ ہو چکی ہے تو ابرا صحیح ہے مثلاً اگر تیرے ذمہ میرا دین ہے تو میں نے معاف کیا معاف ہو گیا۔ اسی طرح اگر یہ کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو دین سے تو بری ہے یہ جائز ہے اور وصیت ہے۔

اور جب مدیون کو دین بہہ کر دینا ایک وجہ سے تملیک ہے اور ایک وجہ سے اسقاط لہذا رد کرنے سے رد ہو جائے گا اور چونکہ اسقاط بھی ہے لہذا قبول پر موقوف نہ ہوگا۔ کفیل کو دین بہہ کر دینا یہ بالکل تملیک ہے یہاں تک کہ مکفول عنہ سے دین وصول کر سکتا ہے اور بغیر قبول کے تمام نہیں ہوگا اور کفیل سے دین معاف کر دینا بالکل اسقاط ہے کہ رد کرنے سے رد نہیں ہوگا۔ اور اسی طرح ابرا یعنی معاف کرنے میں قبول کی ضرورت نہیں ہوتی مگر بدل صرف و بدل سلم سے بری کر دیا یا بہہ کر دیا اس میں قبول کی ضرورت ہے۔ (بحر الرائق، کتاب بہہ، بیروت)

ایک شخص پر دین تھا وہ بغیر ادا کیے مر گیا دائن نے وارث کو وہ دین بہہ کر دیا یہ بہہ صحیح ہے یہ دین پورے ترکہ کو مستغرق ہو یا نہ ہو دونوں کا ایک حکم ہے، اور اگر وارث نے بہہ کو رد کر دیا تو رد ہو گیا اور بعض ورثہ کو بہہ کیا جب بھی کل ورثہ کے لیے بہہ ہے۔ اسی طرح وارث سے ابرا کیا یعنی معاف کر دیا یہ بھی صحیح ہے۔ دائن کے ایک وارث نے مدیون کو تقسیم سے قبل اپنے حصہ کا دین بہہ کر دیا یہ صحیح

ہے۔ دائن نے مدیون کو دین ہبہ کر دیا اور اُس وقت نہ اُس نے قبول کیا نہ رد کیا دو تین دن کے بعد آ کر اُسے رد کرتا ہے صحیح یہ ہے کہ اب رد نہیں کر سکتا۔ (عالمگیری)

کسی سے یہ کہا کہ جو کچھ میری چیز کھا لو تمہارے لیے معافی ہے یہ کھا سکتا ہے جبکہ قرینہ سے یہ نہ معلوم ہوتا ہو کہ اس نے نفاق سے کہا ہے یعنی محض ظاہری طور پر کہہ دیا ہے دل سے نہیں چاہتا۔ اور اگر دائن کو خبر ملی کہ مدیون مر گیا اس نے کہا میں نے اپنا دین معاف کر دیا ہبہ کر دیا بعد میں پھر پتا چلا کہ وہ زندہ ہے اُس سے دین کا مطالبہ نہیں کر سکتا کہ معافی بلا شرط تھی۔

اور جب اس نے کسی سے یہ کہا کہ جو کچھ تمہارے حقوق میرے ذمہ ہیں معاف کر دو اُس نے معاف کر دیا صاحب حق کو اپنے جتنے حقوق کا علم ہے وہ تو معاف ہو ہی گئے اور جن کا علم نہیں قضاۃ وہ بھی معاف ہو گئے اور فتویٰ اس پر ہے کہ دینا بھی معاف ہو گئے۔ اور اس نے جب کسی سے یہ کہا کہ جو کچھ میرے مال میں سے کھا لیا لے لو یا دے دو تمہارے لیے حلال ہے اُس کو کھانا حلال ہے مگر لینا یا کسی کو دینا حلال نہیں۔

یہ کہا میں نے تمہیں اس وقت معاف کر دیا یا دنیا میں معاف کر دیا تو ہر وقت کے لیے معافی ہو گئی اور دنیا و آخرت دونوں میں معافی ہو گئی کہیں بھی اس کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ اور جب کسی کی چیز غصب کر لی ہے مالک سے معاف کرائی تو ضمان سے بری ہو گیا مگر چیز اب بھی مالک ہی کی ہے غاصب کو اس میں تصرف کرنا جائز نہیں یعنی جو چیز ذمہ میں واجب ہے اُس کی معافی ہوتی ہے عین کی معافی نہیں ہوتی۔ اور جب مدیون سے دین وصول ہونے کی امید نہ ہو تو اُس پر دعویٰ کرنے سے یہ بہتر ہے کہ معاف کر دے کہ وہ عذاب سے بچ جائے گا اور اس کو ثواب ملے گا۔ (عالمگیری)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر جانور بیمار تھا اُس نے چھوڑ دیا کسی نے اُسے پکڑا اور علاج کیا وہ اچھا ہو گیا اگر مالک نے چھوڑتے وقت یہ کہہ دیا ہے کہ فلاں قوم میں سے جو اسے لے لے اسی کا ہے تو اگر وہ پکڑنے والا اسی قوم سے ہے تو اُس کا ہو گیا اور اگر کچھ نہ کہا یا یہ کہا کہ جو لے لے اُس کا ہے اور قوم یا جماعت کو معین نہیں کیا ہے تو وہ جانور مالک ہی کا ہے اُس شخص سے لے سکتا ہے پرند چھوڑ دیا اس کا بھی یہی حکم ہے اور جنگلی پرند کو پکڑنے کے بعد چھوڑنا نہ چاہیے جب تک یہ نہ کہے کہ جو پکڑ لے اُس کا ہے۔ کیونکہ پکڑنے سے اُس کی ملک ہو گیا اور جب چھوڑ دیا تو شکار کرنے والوں کو کسی کی ملک ہونا معلوم نہ ہوگا لہذا اجازت کی ضرورت ہے تاکہ شکار کرنے والوں کو اُس کا لینا ناجائز نہ ہو مگر ظاہر یہ ہے کہ اس میں قوم یا جماعت کی تخصیص کی جائے۔

دین کا اُسے مالک کر دینا جس پر دین نہیں ہے یعنی مدیون کے سوا کسی دوسرے کو مالک کر دینا باطل ہے مگر تین صورتوں میں اول حوالہ کہ اپنے دائن کو اپنے مدیون پر حوالہ کر دے دوسری وصیت کہ کسی کو وصیت کر دی کہ فلاں کے ذمہ جو میرا دین ہے میرے مرنے کے بعد وہ دین فلاں کے لیے ہے تیسری صورت یہ ہے کہ جس کو مالک بنائے اُسے قبضہ پر مسلط کر دے۔ اسی طرح عورت کا شوہر کے ذمہ جو دین تھا اُسے اپنے بیٹے کو جو اسی شوہر سے ہے ہبہ کر دیا یہ بھی صحیح ہے جبکہ اسے قبضہ پر مسلط کر دیا ہو۔

دائن نے یہ اقرار کیا کہ یہ دین فلاں کا ہے میرا نہیں ہے میرا نام فرضی طور پر کاغذ میں لکھ دیا گیا ہے اس کا اقرار صحیح ہے لہذا

مقررہ اس دین پر قبضہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر یوں کہا کہ فلاں پر جو میرا دین ہے وہ فلاں کا ہے۔ (در مختار)

عمری کا معمرہ کیلئے جائز ہونے کا بیان

قَالَ: (وَالْعُمْرَى جَائِزَةٌ لِلْمُعَمَّرِ لَهُ حَالٌ حَيَاتِهِ وَلَوْرَثْتِهِ مِنْ بَعْدِهِ) لِمَا رَوَيْنَا . وَمَعْنَاهُ أَنْ يَجْعَلَ دَارَهُ لَهُ عُمْرَهُ . وَإِذَا مَاتَ تَرَدُّ عَلَيْهِ فَيَصِحُّ التَّمْلِيكُ ، وَيَبْطُلُ الشَّرْطُ لِمَا رَوَيْنَا وَقَدْ بَيَّنَّا أَنَّ الْهَبَةَ لَا تَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ (وَالرُّقْبَى بَاطِلَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ . وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : جَائِزَةٌ) ؛ لِأَنَّ قَوْلَهُ دَارِي لَكَ تَمْلِيكُ . وَقَوْلُهُ رُقْبَى شَرْطٌ فَاسِدٌ كَالْعُمْرَى . وَلَهُمَا (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَجَازَ الْعُمْرَى وَرَدَّ الرُّقْبَى) وَلِأَنَّ مَعْنَى الرُّقْبَى عِنْدَهُمَا إِنْ مِتُّ قَبْلَكَ فَهُوَ لَكَ ، وَاللَّفْظُ مِنَ الْمُرَاقِبَةِ كَأَنَّهُ يُرَاقِبُ مَوْتَهُ ، وَهَذَا تَعْلِيْقُ التَّمْلِيكِ بِالْخَطَرِ فَبَطَلَ . وَإِذَا لَمْ تَصِحَّ تَكُونُ عَارِيَّةً عِنْدَهُمَا ؛ لِأَنَّهُ يَتَضَمَّنُ إِطْلَاقَ الْإِنْتِفَاعِ بِهِ .

ترجمہ

فرمایا کہ عمری جائز ہے اور معمرہ کی زندگی میں وہ چیز اس کی ہوگی اور اس کے فوت ہونے کے بعد اس کے وارثوں کی ہوگی اس حدیث کے سبب جو ہم بیان کر چکے ہیں اور عمری اس کو کہتے ہیں کہ کوئی آدمی زندگی بھر کے لئے اس شرط پر دے کہ جب معمرہ مر جائے تو وہ گھر اس کو واپس کر دیا جائے تو اس طرح تملیک درست ہوگی اور شرط باطل ہو جائے گی اس حدیث کے سبب جو ہم نے روایت کی ہے اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ ہبہ شرط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا طرفین فرماتے ہیں کہ رقبی باطل ہے امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جائز ہے اس لئے کہ داری لک رقبی تملیک ہے اور داری لک میں جو رقبہ جوڑ دیا گیا ہے وہ شرط فاسدہ ہے جس طرح کہ عمری شرط فاسدہ ہے۔

طرفین کہ دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عمری کو جائز قرار دیا ہے اور رقبی کو مسترد فرما دیا ہے اور اس لئے کہ ان کے نزدیک رقبی کا معنی یہ ہے کہ جب میں تجھ سے پہلے مر گیا تو میرا گھر تیرا ہے اور لفظ رقبی مراقبہ سے مشتق ہے گویا کہ ایک دوسرے کے مرنے کا انتظار کرتا ہے اور اس میں موت پر تملیک کو معلق کرنا ہے اس لئے یہ باطل ہے اور جب طرفین کے نزدیک رقبی درست نہیں ہے تو ان کے نزدیک وہ معاملہ عاریت ہو اس لئے کہ یہ تمام مطلق نفع اٹھانے کو لازم کرنے والا ہے۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمری جائز ہے (بخاری و مسلم)

آپ کا لین دین معاشرہ انسانی کے باہمی ربط و تعلق کے استحکام کا ذریعہ ہے آپس کے تعلقات ایک دوسرے سے محبت اور باہمی ارتباط کی خوشگوااری و پائیداری آپس کے ہدایا و تحائف پر بھی منحصر ہوتی ہے کیونکہ اس ذریعہ فطرت انسانی ایک خاص قسم کی محبت و مسرت اور جذبہ ممنونیت سے سرشار ہوتی ہے۔ یہ آپس کا لین دین کئی طریقوں سے ہوتا ہے ہدیہ و تحفہ اور ہبہ کے ساتھ ساتھ ایک صورت عمری بھی ہے جو بظاہر ہبہ کی ایک شاخ ہے چنانچہ حدیث بالا اسی کے جواز کو ظاہر کر رہی ہے۔

عمری کے فقہی مفہوم کا بیان

جان لیجیے کہ عمری کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً کوئی شخص کسی سے یہ کہے کہ میں نے اپنا یہ مکان تمہیں تمہاری زندگی تک کے لئے دیا یہ جائز ہے اس صورت میں جب تک وہ شخص جس کو مکان دیا گیا ہے زندہ ہے اس سے وہ مکان واپس نہیں لیا جاسکتا۔ لیکن اس کے مرنے کے بعد وہ مکان واپس لیا جاسکتا ہے یا نہیں اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ عمری کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔

اول یہ کہ کوئی شخص مثلاً اپنا مکان کسی کو دے اور یہ کہے کہ میں نے اپنا یہ مکان تمہیں دے دیا جب تک تم زندہ رہو گے یہ تمہاری ملکیت میں رہے گا تمہارے مرنے کے بعد تمہارے وارثوں اور اولاد کا ہو جائے گا اس صورت کے بارے میں تمام علماء کا بالاتفاق یہ مسلک ہے کہ یہ ہبہ ہے اس صورت میں مکان مالک کی ملکیت سے نکل جاتا ہے اور جس شخص کو دیا گیا ہے اس کی ملکیت میں آ جاتا ہے اس شخص کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء اس مکان کے مالک ہو جاتے ہیں اگر ورثاء نہ ہوں تو بیت المال میں داخل ہو جاتا ہے۔

عمری کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ دینے والا بلا کسی قید و شرط کے یعنی مطلقاً یہ کہے کہ یہ مکان تمہاری زندگی تک تمہارا ہے اس صورت کے بارے میں علماء کی اکثریت یہ کہتی ہے کہ اس کا بھی حکم وہی ہے جو پہلی صورت کا حکم ہے چنانچہ حنفیہ کا مسلک بھی یہی ہے اور بعد اس کے وارثوں کا حق نہیں ہوتا بلکہ اصل مالک یعنی جس نے اس شخص کو دیا تھا کی ملکیت میں واپس آ جاتا ہے۔

موت کے بعد عمری کو واپس لوٹانے میں مذاہب اربعہ

تیسری صورت یہ ہے کہ دینے والوں کہے کہ یہ مکان تمہاری زندگی تک تمہارا ہے تمہارے مرنے کے بعد میری اور میرے وارثوں کی ملکیت میں آ جائے گا اس صورت کے بارے میں بھی زیادہ صحیح یہی بات ہے کہ اس کا حکم بھی وہی ہے جو پہلی صورت ہے حنفیہ کے نزدیک یہ شرط کہ تمہارے مرنے کے بعد میری اور میرے وارثوں کی ملکیت میں آ جائے گا فاسد ہے اور مسئلہ یہ ہے کہ کسی فاسد شرط کی وجہ سے فاسد نہیں ہوتا۔

حضرت امام شافعی کا بھی زیادہ صحیح قول یہی ہے لیکن حضرت امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ عمری کی یہ صورت ایک فاسد شرط کی وجہ سے فاسد ہے۔ عمری کے بارے میں حضرت امام مالک کا یہ قول ہے کہ اس کی تمام صورتوں میں بنیادی مقصد دی جانے والی چیز کی

منفعت کا مالک کرنا ہوتا ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب ہبہ، بیروت)

عمری معمر لہ کے ورثاء کی ملکیت بن جاتا ہے

حضرت جابر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمری اپنے مالک یعنی معمر لہ کے ورثاء کی میراث ہو جاتا ہے (مسلم)

معمر لہ اس شخص کو کہتے ہیں جسے بطور عمری کوئی چیز دی جاتی ہے چنانچہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو مثلاً کوئی مکان بطور عمری دیا جاتا ہے وہ مکان اس کی زندگی تک تو اس کی ملکیت رہتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء کی ملکیت بن جاتا ہے گویا یہ حدیث اپنے ظاہری مفہوم کے اعتبار سے جمہور علماء کے مسلک کی دلیل ہے۔

عمری ورقعی سے انتقال ملکیت کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی شخص اور اس کے ورثاء کو کوئی چیز بطور عمری دی جاتی ہے تو وہ عمری اسی شخص کا ہو جاتا ہے جسے وہ دیا گیا ہے (یعنی وہ چیز اس کی ملکیت ہو جاتی ہے) عمری دینے والے کی ملکیت میں واپس نہیں آتا کیونکہ دینے والے نے اس طرح دیا ہے کہ اس میں میراث جاری ہو جاتی ہے (بخاری و مسلم)

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو چیز کسی شخص کو بطور عمری دی جاتی ہے وہ اس شخص کی ہو جاتی ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کی ملکیت میں چلی جاتی ہے دینے والے کی ملکیت میں واپس نہیں آتی۔ حضرت ابو ہریرہ : کی جو روایت (۲) اوپر گزری ہے اس کی تشریح کے ضمن میں عمری کی تین صورتیں بیان کی گئی تھیں اس حدیث میں انہیں سے پہلی صورت کا بیان ہے اس بارے میں جو فقہی اختلاف ہے اس کی تفصیل وہاں ذکر کی جا چکی ہے

حضرت جابر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قعی کرو اور نہ عمری کرو کیونکہ جو چیز یعنی مثلاً مکان یا زمین) بطور قعی یا بطور عمری دی جاتی ہے وہ اس کے ورثاء کی ملکیت میں چلی جاتی ہے (سنن ابوداؤد)

عمری کی طرح قعی بھی ہبہ ہی کی ایک شاخ ہے اس کی وضاحت بھی ابتداء باب کے حاشیہ میں کی جا چکی ہے چنانچہ قعی کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے یہ کہے کہ میں اپنا مکان تمہیں اس شرط کے ساتھ دیتا ہوں کہ اگر میں تم سے پہلے مر گیا تو یہ مکان تمہاری ملکیت میں رہے گا اور اگر تم مجھ سے پہلے مر گئے تو پھر یہ میری ملکیت میں آ جائے گا قعی مشتق ہے ارقاب سے جو مراقبہ کے معنی میں ہے گویا قعی میں ہر ایک دوسرے کی موت کا منتظر رہتا ہے۔

اس حدیث میں عمری اور قعی سے منع کیا گیا ہے اور اس کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ تم جو چیز بطور عمری یا قعی کسی کو دیتے ہو وہ اس شخص کی ملکیت میں چلی جاتی ہے اور تمہاری ملکیت چونکہ کلیۃً ختم ہو جاتی ہے اس لئے اس شخص کے مرنے کے بعد وہ چیز اس کے ورثاء کی ملکیت میں منتقل ہو جاتی ہے لہذا تم اپنے مال کو بطور عمری یا قعی اپنی ملکیت سے نکال کر اپنا نقصان نہ کرو۔

اب رہی یہ بات کہ جب پہلے ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ عمری اور رقی جائز ہیں تو پھر اس ممانعت کا محمول کیا ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو یہ ممانعت اس وقت فرمائی گئی ہوگی جب یہ دونوں جائز نہیں تھے اس صورت میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے یا پھر اس ارشاد گرامی کی مراد یہ ظاہر کرنا ہے کہ عمری اور رقی اگرچہ مصلحت کے خلاف ہیں لیکن جب یہ وقوع پذیر ہو جاتے ہیں (یعنی کسی کو کوئی چیز بطور عمری یا رقی دے دی جاتی ہے) تو شرعی طور پر یہ صحیح ہو جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ چیز نہ صرف اس کی ملکیت میں آ جاتی ہے کہ جس کو دی گئی ہے بلکہ اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء کی ملکیت میں پہنچ جاتی ہے اس صورت میں اس حدیث کو منسوخ قرار دینے کی کوئی ضرورت نہیں رہے گی۔

عمری کے بارے میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ یہ حنفیہ کے ہاں جائز ہے لیکن رقی کے بارے میں ملا علی قاری یہ لکھتے ہیں کہ یہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد کے نزدیک تو جائز نہیں ہے لیکن حضرت امام ابو یوسف کے قول کے مطابق جائز ہے۔ حنفی علماء میں سے بعض شارحین حدیث نے اس حدیث کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ یہ نبی (ممانعت) ارشادی ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنا مال کسی مدت متعینہ تک کے لئے ہبہ نہ کرو کہ جب وہ مدت پوری ہو جائے تو اپنا مال واپس لے لو کیونکہ جب تم اپنی کوئی چیز کسی کو دے دو تو وہ تمہاری ملکیت سے نکل گئی اب وہ تمہاری ملکیت میں نہیں آئے گی خواہ تم وہ چیز ہبہ کی صراحت کر کے دو یا عمری اور رقی کے طور پر دو۔

رقی کے صحیح ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام اعظم، امام محمد اور ایک قول کے مطابق امام مالک علیہم الرحمہ کے نزدیک رقی درست نہیں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف، امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ کے نزدیک رقی درست ہے کیونکہ یہ ایسی شرط پر مشتمل ہے جس کے سبب موت کے بعد اس کو لوٹا دیا جاتا ہے۔ پس یہ عمری کے حکم میں ہو جائے گا۔ جبکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایسی تعلیق کے معلق ہے جو خود خطرناک یعنی موت ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب ہبہ، بیروت)

فصل فی الصدقۃ

﴿ یہ فصل صدقہ کے بیان میں ہے ﴾

فصل صدقہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ صدقہ اور ہبہ یہ دونوں شرائط کے اعتبار سے ایک جیسے ہیں۔ اسی سبب کے پیش نظر مصنف علیہ الرحمہ نے اس صدقہ کی فصل کو ہبہ میں بیان کیا ہے اور اس کو الگ فصل کے طور پر ذکر کرنے کا سبب یہ ہے کہ ہبہ اور صدقہ ان دونوں کا حکم الگ الگ ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، کتاب ہبہ، ملتان)

صدقہ کا ہبہ کی طرح ہونے کا بیان

قَالَ: (وَالصَّدَقَةُ كَالْهَبَةِ لَا تَصِحُّ إِلَّا بِالْقَبْضِ) ؛ لِأَنَّهُ تَبَرُّعٌ كَالْهَبَةِ (فَلَا تَجُوزُ فِي مُشَاعٍ يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ) لِمَا بَيَّنَّا فِي الْهَبَةِ (وَلَا رُجُوعَ فِي الصَّدَقَةِ) ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ هُوَ الثَّوَابُ وَقَدْ حَصَلَ .

وَكَذَا إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى غَنِيٍّ اسْتِحْسَانًا ؛ لِأَنَّهُ قَدْ يَقْصِدُ بِالصَّدَقَةِ عَلَى الْغَنِيِّ الثَّوَابَ .
وَكَذَا إِذَا وَهَبَ الْفَقِيرَ ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ الثَّوَابُ ؛ قَدْ حَصَلَ .

ترجمہ

فرمایا کہ ہبہ کی مثل صدقہ بھی قبضہ کے بغیر درست نہیں ہوتا اس لئے کہ ہبہ کی مثل صدقہ بھی تبرع ہے اور ایسی مشترک چیز میں جائز نہیں ہے جو تقسیم کا احتمال رکھتی ہو اس دلیل کے سبب جس کو ہم نے ہبہ میں بیان کیا ہے صدقہ میں رجوع نہیں ہو سکتا اس لئے کہ صدقہ کرنے سے ثواب مقصود ہوتا ہے اور صدقہ کرتے ہی ثواب حاصل ہو جاتا ہے اسی طرح جب کسی غنی پر صدقہ کیا تو بطور استحسان یہ بھی جائز ہے اس لئے کہ کبھی غنی پر صدقہ کرنے سے ثواب مقصود ہوتا ہے اور ثواب اسی وقت حاصل ہو جاتا ہے اسی طرح جب کسی فقیر کو صدقہ کیا تو پھر بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ مقصود یعنی ثواب حاصل ہو چکا ہے۔

صدقہ دے کر اسے واپس لینے یا خریدنے کی ممانعت

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے کہا ایک مرتبہ میں نے ایک شخص کو خدا کی راہ میں سواری کے لیے گھوڑا دیا (یعنی ایک مجاہد کے پاس گھوڑا نہیں تھا اس لیے میں نے اسے گھوڑا دے دیا) اس شخص نے اس گھوڑے کو جو اس کے پاس تھا ضائع کر دیا (یعنی اس نے گھوڑے کی دیکھ بھال نہیں کی جس کی وجہ سے گھوڑا دبلا ہو گیا) میں نے

سوچا کہ میں وہ گھوڑا اس سے خرید لوں اور خیال تھا کہ وہ اس گھوڑے کو ستے داموں بیچ دے گا، مگر (خریدنے سے پہلے) میں نے اس بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اسے نہ خریدو اور نہ اپنا دیا ہو صدقہ واپس لو اگرچہ وہ تمہیں ایک درہم ہی میں کیوں نہ دے (گویا یہ حقیقت نہیں بلکہ صورتاً اپنا صدقہ واپس لینا ہے) کیونکہ اپنا دیا ہو صدقہ واپس لینے والا شخص اسے کتے کی مانند ہے جو اپنی قے چاٹتا ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اپنا دیا ہو صدقہ واپس نہ لو (خواہ واپس لینا صورتاً ہی کیوں نہ ہو) کیونکہ اپنا دیا ہو صدقہ واپس لینے والا اس شخص کی مانند ہے جو قے کرے اور اسے چاٹ لے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں گھوڑے کے ستے داموں حاصل ہو جانے کا خیال اس لیے پیدا ہوا کہ گھوڑا چونکہ دبلا ہو گیا تھا اس صورت میں ظاہر ہے کہ اس کی اصلی قیمت نہیں لگتی یا پھر انہوں نے ایسا خیال اس لیے قائم کیا کہ میں نے چونکہ اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا تھا اس لیے ہو سکتا ہے کہ وہ بھی اس وقت میرے ساتھ رعایت و مروت کا معاملہ کرے۔

ابن ملک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث کے ظاہری الفاظ و مفہوم کے پیش نظر بعض حضرات کا مسلک یہ ہے کہ اپنا دیا ہوا صدقہ خریدنا حرام ہے لیکن اکثر علماء کہتے ہیں کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اس طرح صرف فتح لغیرہ لازم آتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس شخص کو صدقہ کا مال دیا جاتا ہے وہ اس مال کو جب صدقہ دینے والے ہی کے ہاتھوں بیچتا ہے تو اس بناء پر کہ اس نے اس کو صدقہ دے کر اس کے ساتھ احسان کیا ہے وہ اسے ستے داموں ہی بیچ دیتا ہے لہذا صدقہ دینے والا اس صورت میں بقدر رعایت مال جو اس صدقہ ہی کا حصہ تھا، واپس لینے والوں میں شمار ہوتا ہے۔

بہر حال صحیح اور قابل اعتماد قول یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد لا تشتر یہ (اسے نہ خریدو) نہی تنزیہی کے طور پر ہے۔

صدقہ میں دیا ہوا مال واپس ہو جانے کی ایک صورت

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ دن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ یا رسول اللہ! میں نے ایک لونڈی اپنی ماں کو بطور صدقہ دی تھی اب میری ماں مر گئی ہے (کیا میں اسے واپس لے لوں اور اس طرح وہ لونڈی دوبارہ میری ملکیت میں آجائے گی یا نہیں؟) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (صدقہ دینے کی وجہ سے) تمہارا ثواب تو ثابت ہو گیا (یعنی اس کا ثواب تمہیں یقیناً مل گیا) اور اب میراث نے اس لونڈی کو تمہیں واپس کر دیا۔ اس عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری ماں کے ذمہ مہینہ بھر کے روزے تھے تو میں اس کی طرف حقیقتاً یا حکماً روزے رکھ سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کی طرف سے روزے رکھ لو۔ پھر اس عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میری ماں نے کبھی حج نہیں کیا تو کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کر لو۔ (صحیح مسلم)

وردھا علیک المیراث (میراث نے تمہیں اس لونڈی کو واپس کر دیا) میں میراث کی طرف واپس کرنے کی نسبت مجازی ہے چنانچہ اس جملے کے حقیقی معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اس لونڈی کو میراث کے ذریعے تمہیں واپس کر دیا اور وہ لونڈی بسبب ارث کے تمہاری ملکیت ہو گئی گو یا وہ تمہارے پاس حلال ذریعے اور حلال طریقے سے آئی۔

اس مفہوم کا حاصل یہ ہے کہ صدقہ میں دیا ہوا مال واپس لینے کی جو ممانعت کی گئی ہے صورت مذکورہ کا تعلق اس ممانعت سے نہیں ہے کیونکہ یہ امر اختیاری نہیں ہے۔ بلکہ یہ وہ صورت ہے کہ صدقہ میں دیا ہوا مال بطور میراث ملکیت میں آیا ہے جو ظاہر ہے کہ بالکل جائز ہے۔

سائل کو روزے رکھنے کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کا مطلب یہ تھا کہ حقیقہ روزہ نہ رکھو بلکہ حکماً رکھو اور فدیہ کی ادائیگی ہے چنانچہ جمہور علماء کا مسلک یہی ہے کہ اگر کسی شخص کا انتقال اس حالت میں ہو جائے کہ اس کے ذمہ فرض روزے ہوں تو یہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ مرنے والے کی طرف سے روزے نہ رکھے بلکہ اس صورت میں حکم یہ ہے کہ اس کے ورثاء اس کی طرف سے فدیہ ادا کریں۔

اس مسئلے کو تفصیل کے ساتھ اختلاف مذاہب ان شاء اللہ روزہ کی قضا کے بیان کے ضمن میں بیان کیا جائے گا تاہم اس موقع پر اصولی طور پر یہ جان لیجئے یہ عبادت کی کئی قسمیں ہیں اول عبادت مالی جس کا تعلق صرف مال کی ادائیگی سے ہوگا جیسے زکوٰۃ دوم عبادت بدنی کہ جس کا تعلق صرف نفس و بدن کی مشقت و محنت سے ہو جیسے نماز اور سوم مرکب یعنی وہ عبادت جس کا تعلق مال اور نفس و بدن دونوں سے ہو جیسے حج۔

لہذا عبادت مالی میں تو نیابت جائز ہے خواہ حالت اختیار ہو یا حالت اضطرار و ضرورت کیونکہ اس کا مقصود فقیر و مفلس کی حاجت روائی ہے سو وہ نائب کے ادا کرنے سے بھی ادا ہو جاتا ہے۔ عبادت بدنی میں نیابت کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے کیونکہ عبادت بدنی کا مقصود اپنے نفس کو محنت و مشقت میں مبتلا کرنا ہوتا ہے جو نائب کے کرنے سے حاصل نہیں ہوتا۔ مرکب میں نیابت کسی مجبوری و ضرورت کے وقت تو جائز ہے لیکن حالت قدرت و اختیار میں جائز نہیں ہے البتہ نقلی حج کی صورت میں حالت قدرت و اختیار میں بھی نیابت جائز ہے کیونکہ نفل کا دائرہ وسیع تر ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ نعم حجی عنہا (ہاں اس کی طرف سے حج کرو۔ کا مفہوم دونوں صورتوں سے متعلق ہے کہ خواہ اس پر حج واجب تھا یا نہیں، اسی طرح اس نے حج کی وصیت کی تھی یا نہیں؟ چنانچہ وارث کے لیے جائز ہے کہ وہ مورث کی طرف سے چاہے تو کسی دوسرے کو حج کرادے اور چاہے تو خود ہی حج کر لے، خود حج کرنے کی صورت میں مورث کی اجازت شرط نہیں ہے جب کہ اگر کسی دوسرے سے حج کرائے تو اس کے لیے مورث کی اجازت شرط ہوگی۔

مال کو صدقہ کرنے کی نذر ماننے کا بیان

(وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِمَالِهِ يَتَصَدَّقُ بِجِنْسِ مَا يَجِبُ فِيهِ الزَّكَاةُ ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ

يَتَصَدَّقُ بِمِلْكِهِ لَزِمَهُ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِالْجَمِيعِ (وَيُرَوَى أَنَّهُ وَالْأَوَّلَ سَوَاءٌ ، وَقَدْ ذَكَرْنَا
الْفَرْقَ . وَوَجْهُ الرُّوَايَتَيْنِ فِي مَسَائِلِ الْقَضَاءِ) وَيُقَالُ لَهُ أَمْسِكْ مَا تُنْفِقُهُ عَلَى نَفْسِكَ
وَعَيْالِكَ إِلَى أَنْ تَكْتَسِبَ ، فَإِذَا اكْتَسَبَ مَالًا يَتَصَدَّقُ بِمِثْلِ مَا أَنْفَقَ) وَقَدْ ذَكَرْنَا مِنْ
قَبْلُ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی نے یہ نذر مانی کہ اپنا مال صدقہ کرے گا تو وہ آدمی اس جنس کا مال صدقہ کرے جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور جب کسی نے اپنی ملکیت صدقہ کرنے کی نذر مانی تو اس پر پوری ملکیت صدقہ کرنا لازم ہے ایک روایت یہ ہے کہ مال اور ملکیت کی نذر ماننے کا ایک ہی حکم ہے اور ہم نے ان کا فرق دونوں روایات کی دلیل قضاء کے مسائل میں بیان کیا ہے اور منت ماننے والے سے یہ کہا جائے گا کہ تم اتنا مال روک لو جس کو اپنی ذات پر اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرو حتیٰ کہ دوسرا مال کما لو پس جب وہ دوسرا مال کمالے تو جتنا خرچ کیا ہو اس کی مقدار صدقہ کر دے اور اس کو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کی پیدائش کے وقت شیطان اسے چھوتا ہے تو وہ چلا کر رونے لگتا ہے۔ صرف مریم اور اس کے بیٹے (حضرت عیسیٰ) کو شیطان نے نہیں چھوا۔ (بخاری، کتاب التفسیر، زیر آیت مذکورہ) اس حدیث سے حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ دونوں کی فضیلت ثابت ہوئی۔ نیز یہ کہ حضرت مریم کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ (تفسیر تیسیر القرآن)

قاضی شوکانی کہتے ہیں: یہاں امر وجوب کے لیے ہے۔ اور کئی ایک احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نذر ماننے کی کراہت کا بیان ملتا ہے: ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم نذر میں نہ مانا کرو، کیونکہ نذر تقدیر سے کچھ فائدہ نہیں دیتی، بلکہ یہ تو بخیل سے نکالنے کا ایک بہانہ ہے" صحیح مسلم حدیث نمبر (3096)

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نذر سے منع کیا اور فرمانے لگے: "یہ کسی چیز کو دور نہیں ہٹاتی، بلکہ اس سے تو بخیل اور کنجوس سے نکالا جاتا ہے" (صحیح بخاری صحیح مسلم)

علامہ محمد امین آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ خانیہ میں مذکور ہے کہ جب کسی نے کہا کہ اگر میں اس مرض سے تندرست ہو جاؤں تو بکری ذبح کروں گا، تو تندرست ہونے پر اس پر ذبح کرنا لازم نہیں ہوگا مگر جب یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ پر لازم ہے کہ میں بکری ذبح کروں گا (تو پھر نذر ہوگی اور پورا کرنا لازم ہوگا) یہ درمختار کے متن کی عبارت ہے اور اس کی شرح میں اسکی علت یہ بیان کی ہے کہ اس لئے کہ پورا کرنا نذر کی وجہ سے لازم ہوتا ہے، اس پر دوسری عبارت دلالت کرتی ہے، پہلی عبارت اس پر دال

نہیں ہے۔ اور اس کی تائید بزاز یہ میں ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ اگر میرا بیٹا سالم بچے تو میں تازندگی روزہ رکھوں گا، تو وعدہ ہوگا، لیکن اس کے ساتھ بزاز یہ میں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی کہے "اگر مجھے صحت ہوئی تو اتنے روزے رکھوں گا" تو پورا کرنا واجب نہ ہوگا، جب تک اس میں "اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ پر روزہ لازم ہے" نہ کہے۔ لیکن استحسان یہ ہے کہ اس پر روزہ لازم ہو جائے گا، اور اگر کوئی کہے "اگر میں ایسا کروں تو میں حج کروں گا" اس کے بعد اس نے وہ کام کیا تو حج لازم ہوگا۔ (رد مختار، ج ۳، ص ۷۰، پشاور)

وہ نذر جسے پورا کرنے یا قسم کا کفارہ دینے میں اختیار ہے

کچھ نذریں ایسی ہیں جن میں نذر ماننے والے کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی نذر پوری کرے یا پھر نذر کے کفارہ میں قسم کا کفارہ ادا کر دے، اس قسم میں مندرجہ ذیل نذریں آتی ہیں۔

جھگڑا اور غصہ کی نذر: یہ ہر وہ نذر ہے جو قسم کی جگہ ہو اور اس سے کسی فعل کو سرانجام دینے یا کسی فعل کو ترک کرنے پر ابھارنا مراد ہو، یا پھر کسی کی تصدیق یا تکذیب مراد ہو، نذر ماننے والے کا مقصد نذر نہ ہو اور نہ ہی اللہ کا قرب حاصل کرنا ہو۔

مثلاً کوئی شخص غصہ کی حالت میں یہ کہے: (اگر میں نے ایسا کیا تو مجھ پر حجت یا میرے ذمہ ایک ماہ کے روزے یا ایک ہزار دینا صدقہ کرونگا) یا یہ کہے: (اگر میں نے فلاں شخص سے کلام کی تو یہ غلام آزاد کرونگا، یا میری بیوی کو طلاق) وغیرہ اور پھر وہ یہ کام کر بھی لے، اور وہ اس ساری کلام سے اس کی تاکید چاہتا تھا کہ وہ اس کام وغیرہ کو نہیں کرے گا، تو اس کے مقصود کی حقیقت میں نہ تو شرط پر عمل کرے اور نہ ہی اس پر سزا لگا ہوگی، بلکہ اسے اس طرح کی نذر میں اختیار دیا جائے گا۔

اس شخص کی حالت کسی کی حکایت بیان کرنا ہو، یا کسی چیز کے فعل یا عدم فعل پر ابھارنے کا اظہار ہو، اسے بھی اختیار ہے کہ یا تو وہ اپنی نذر پوری کرے یا پھر قسم کا کفارہ ادا کر دے، جو ہر کے اعتبار سے اسے قسم شمار کیا جائیگا۔

نام نہاد آزاد محقق ابن تیمیہ کہتے ہیں: "اگر اس نے قسم کے اعتبار سے نذر کو معلق کیا اور یہ کہا: اگر میں تمہارے ساتھ سفر کروں تو مجھ پر حج ہے، یا میرا مال صدقہ، یا میرے ذمہ غلام آزاد کرنا، تو صحابہ کرام اور جمہور علماء کے ہاں یہ حلف نذر ہے، نہ کہ وہ نذر ماننے والا ہے، لہذا اگر وہ اپنے اوپر لازم کردہ کو پورا نہیں کرتا تو اسے قسم کا کفارہ ادا کرنا ہی کافی ہے۔

اور ایک دوسری جگہ پر کہتے ہیں۔ جھگڑے اور غضب کی حالت میں نذر سے واجب کردہ میں ہمارے ہاں مشہور قول پر دو چیزوں میں سے ایک ہے۔ یا تو کفارہ یا پھر معلق کردہ فعل کو سرانجام دینا، اور اگر وہ معلق کردہ چیز کا التزام نہیں کرتا تو پھر کفارے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

مباح نذر کا بیان

یہ ہر وہ نذر ہے جو مباح امور میں سے کسی پر بھی مانی گئی ہو، مثلاً کوئی شخص کسی معین لباس کے پہننے کی نذر مانے، یا کوئی مخصوص کھانا کھانے کی نذر مانے، یا کسی بذاتہ جانور پر سوار ہونے کی نذر مانے، یا کسی محدود گھر میں داخل ہونے کی نذر مانے، وغیرہ ثابت

بن ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک شخص نے بوانہ نامی جگہ میں اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا بیٹا پیدا ہوا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی: میں نے بوانہ میں اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا جس کی عبادت کی جاتی تھی؟ تو صحابہ نے جواب دیا: نہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہاں اس کا کوئی بیٹا پیدا ہوا تھا؟ تو صحابہ کرام نے جواب دیا: نہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اپنی نذر پوری کرو؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی کی نذر پوری کرنا جائز نہیں، اور نہ ہی اس میں جس کا ابن آدم مالک ہی نہیں۔ (سنن ابوداؤد حدیث نمبر (2881))

نذر سے ممانعت کے سبب کا بیان

علامہ خطابی نے فرمایا کہ نذر سے منع کا معنی یہ ہے کہ یہ نذر کے متعلق اہتمام کا اظہار ہے اور نذر کو اپنے ذمہ لازم کرنے کے بعد اس میں لاپرواہی پر ڈرانا مقصود ہے، اور اگر نذر سے یہ منع برائے سزا ہوتا اس سے لازم آئے گا کہ نذر کو پورا کرنے کا حکم ختم ہو جائے کیونکہ یوں نذر گناہ قرار پائے گی، لہذا بلاشبہ حدیث کی وجہ یہ ہے کہ نذر اس اعتقاد سے نہ مانو کہ نذر کی وجہ سے تقدیر بدل جائے گی کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر نہیں فرمایا نذر کی وجہ سے تم اس کو حاصل کر لو گے اور تقدیر میں جو چیز تم پر وارد ہونے والی ہے تم اس کو نذر کے ذریعے نادر اور جب نذر مانو تو اس سے بری الذمہ ہونے کے لئے اسے پورا کرو، کیونکہ جو نذر مانی ہے وہ تم پر لازم ہو چکی ہے۔ (صحیح مسلم کتاب النذر، باب النذر، مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح)

علامہ طیبی شافعی نے فرمایا اس حدیث کی وضاحت یہ ہے کہ اس میں نہی کا تعلق اور اس کی علت، تقدیر سے نذر مستغنی نہیں کرتی، والا جملہ ہے۔ اور اس میں تشبیہ ہے کہ اس عقیدہ سے نذر ماننا کہ یہ تقدیر کو تبدیل کر دے گی اور اس سے مستغنی کر دے گی، یہ منع ہے، لیکن نذر مان کر یہ عقیدہ رکھنا اللہ تعالیٰ ہی معاملات کو آسان فرماتا ہے اور وہی ذاتی طور پر نافع اور ضار ہے اور نذر محض ایک وسیلہ ہے۔ تو اس عقیدہ سے نذر اور اس کو پورا کرنا عبادت ہے، اور یہ صورت ممنوع نہیں ہے یہ کیسے ممنوع ہو سکتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے نیک بندوں کی مدح میں خود فرمایا کہ وہ نذروں کو پورا کرتے ہیں۔ اور فرمایا: جو بچہ میرے پیٹ میں ہے اس کو میں وقف کرتی ہوں۔ اور میں کہتا ہوں یونہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، میں نے اللہ تعالیٰ رحمٰن کیلئے روزہ کی نذر مانی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حدیث میں نہی کا تعلق اس نذر سے ہے جس میں یہ عقیدہ شامل ہو کہ یہ نذر تقدیر سے مستغنی کر دے گی۔

(مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب النذر)

کتاب الاجارات

﴿یہ کتاب اجارات کے بیان میں ہے﴾

کتاب الاجارات کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بارتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مصنف علیہ الرحمہ بغیر عوض والی اعیان کی ملکیت کے احکام سے فارغ ہوئے ہیں۔ جس طرح ہبہ ہے تو اب اس کے بعد تملیک منافع بہ عوض کے احکام کو شروع کر رہے ہیں اور وہ اجارہ ہے۔ اور اس سے پہلی کتابوں کو مقدم کرنے کا سبب یہ ہے کہ اعیان منافع پر مقدم ہوتی ہیں۔ (عناویہ شرح الہدایہ، کتاب اجارات، بیروت)

اجارہ کا لغوی مفہوم

اجارہ کے لغوی معنی: کرایہ پر دینا۔ اجارہ کی اصطلاحی معنی: ہر اس معاملہ کو کہتے ہیں کہ جس میں مال (پیسے وغیرہ) کے بدلے کسی چیز سے فائدہ اٹھانے کا مالک بنایا گیا ہو، مثلاً ایک آدمی کا مکان ہو جس میں وہ کسی آدمی کو رہنے کی اجازت دی ہو اور اس میں رہنے والا اس کا کرایہ ادا کرتا ہو تو یہ اجارہ ہے۔

کسی شے کے نفع کا عوض کے مقابل کسی شخص کو مالک کر دینا اجارہ ہے۔ مزدوری پر کام کرنا اور ٹھیکہ اور کرایہ اور نوکری یہ سب اجارہ ہی کے اقسام ہیں۔ مالک کو آجر، موجد اور موجد اور کرایہ دار کو مستأجر اور اجرت پر کام کرنے والے کو اجیر کہتے ہیں۔ اجارہ کے معنی ہیں کسی چیز کو کرایہ پر دینا اور اصطلاح شریعت میں اجارہ کا مفہوم ہے اپنی کسی چیز کی منفعت کا کسی کو مالک بنا۔ فقہی طور پر قیاس تو یہ کہتا ہے کہ اجارہ میں چونکہ منفعت معدوم ہوتی ہے اس لئے اجارہ جائز ہونا چاہئے لیکن شریعت نے لوگوں کی احتیاج و ضرورت کے پیش نظر اس کو جائز قرار دیا ہے چنانچہ اجارہ حدیث و آثار سے ثابت ہے۔

کسی شے کے نفع کا عوض کے مقابل کسی شخص کو مالک کر دینا اجارہ ہے۔ مزدوری پر کام کرنا اور ٹھیکہ اور کرایہ اور نوکری یہ سب اجارہ ہی کے اقسام ہیں۔ مالک کو آجر، موجد اور موجد اور کرایہ دار کو مستأجر اور اجرت پر کام کرنے والے کو اجیر کہتے ہیں۔

کسی سے کوئی چیز مقررہ کرائے پر لینا یا مقررہ اجرت پر کسی سے مزدوری کروانا اجارہ کہلاتا ہے۔ اس کے چند شرائط یاد رکھ کر اس پر عمل کرنا ہوتا ہے ورنہ اجارہ فاسد ہو جائے گا۔ اس طرح اگر کوئی اپنا اجارہ توڑنا چاہے تو اس کا شریعت نے طریقہ بتایا ہے۔ اس بارے میں تفصیل درج ذیل ہے۔

جب کسی نے مہینہ بھر کے لیے گھر کرایہ پر لیا اور اپنے قبضہ میں کر لیا تو مہینے کے بعد کرایہ دینا پڑے گا چاہے اس میں رہنے کا اتفاق ہوا ہو یا خالی پڑا رہا ہو۔ کرایہ بہر حال واجب ہے۔

درزی کپڑا سی کر یا رنگریز رنگ کر یا دھو بی کپڑا دھو کر لایا تو اس کو اختیار ہے کہ جب تک وہ اس کی مزدوری نہ لے لیوے تب

صحیح بخاری میں اجارہ کے عنوان کے تحت دونوں قسموں کا بیان ہے، اجارہ کی اس قسم میں چوں کہ اصل مالک کی ملکیت ہی ہوتی ہے، مستأجر کرایہ کے عوض صرف اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس لیے ملکیتی اخراجات مستأجر کے ذمے ہوں گے۔ مثلاً مکان کرائے پر دیا گیا ہے تو اس کی پراپرٹی ٹیکس مالک ادا کرے گا لیکن بجلی، گیس اور پانی کا بل مستأجر کے ذمہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کرایہ پردی گئی چیز کا ایسا نقصان ہو جائے جس میں مستأجر کی غلطی، غفلت یا کوتاہی کا عمل دخل نہ ہو تو وہ نقصان بھی مالک ہی برداشت کرے گا۔

لیزنگ کا جدید مفہوم

اس کے برعکس انیسویں صدی عیسوی سے لیزنگ کی ایک نئی قسم متعارف ہوئی جس کو عربی میں البیع الایجاری یعنی وہ اجارہ داری جس کی انتہا بیع پر ہوتی ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بینک کسی کو کچھ سالوں کے لئے گاڑی خرید کر لیز پر دیتا ہے اس کا کرایہ اقساط میں وصول کیا جاتا ہے۔ بینک کرایہ طے کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھتا ہے کہ اس عرصے میں گاڑی کی قیمت مع اتنے نفع کے جو اس عرصے میں بینک کو اس رقم پر سود کی شکل میں حاصل ہونا تھا، وصول ہو جاتے ہیں جب گاڑی مکمل اقساط ادا کر دیتا ہے تو گاڑی اس کی ملکیت ہو جاتی ہے اس طرح ابتدا میں یہ اجارہ ہوتا ہے جو آخر میں بیع میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس عرصے میں گاڑی کے ہر طرح کے نقصانات کی ذمہ داری گاڑی کا ہیک کی ہوتی ہے۔

بعض اہل علم کی رائے میں یہ ایک جدید صورت ہے۔ دین میں اس کے متعلق کوئی ممانعت نہیں ہے اس لیے جائز ہے۔ جب کہ بعض حضرات کے نزدیک یہ ایک عقد میں دو عقد جمع ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ ہمارا خیال میں اس میں زیادہ قابل اعتراض پہلو سود کی آمیزش کا ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ گاڑی جب بینک کے پاس گاڑی لینے جاتا ہے تو وہ اس کی قیمت کا کچھ حصہ ڈاؤن پے منٹ (Down Payment) کے نام سے پہلے ادا کرتا ہے جو زیادہ بھی ہو سکتا ہے اور کم بھی، لیکن ایک خاص شرح (گاڑی کی قیمت کا دس فیصد) سے کم نہیں ہوتا، اب بینک نے کرائے کے نام پر جو اضافی رقم وصول کرنا ہوتی ہے اس کا انحصار اس پر ہوتا ہے کہ ڈاؤن پے منٹ کی رقم کتنی ہے؟ اگر وہ زیادہ ہے تو اضافی رقم زیادہ وصول کی جائے گی۔ اس بارے میں ہم نے مسلم کمرشل بینک کے ایک ذمہ دار سے جو معلومات حاصل کی ہیں ان کے مطابق اگر آپ بینک سے Baleno گاڑی لیتے ہیں اور ڈاؤن پے منٹ پانچ لاکھ ادا کرتے ہیں تو آپ کے پانچ سال کے لئے 9738 روپے ماہانہ قسط جمع کروانا ہوگی جو 584280 روپے بنتے ہیں۔ اس میں پانچ لاکھ ڈاؤن پے منٹ جمع کر لیں تو مکمل 1084260 روپے کی ماہانہ قسط جمع کروائیں گے جو 984480 روپے بنتے ہیں۔ دو لاکھ ڈاؤن پے منٹ کے نام سے پہلے ادا کیا جا چکا ہے اس طرح کل رقم 1184480 روپے ہو گی۔ پہلی صورت میں ایک لاکھ دو سو روپے کم اور دوسری صورت میں زیادہ کیوں؟

سیدھی سی بات ہے کہ یہ سودی معاملہ ہے پہلی صورت میں بینک کو چونکہ کم پیسے دینے پڑے اس لیے اس کا سود کم اور دوسری صورت میں زیادہ رقم دینا پڑی اس لیے سود بھی زیادہ بنا۔ اگر یہ حقیقی اجارہ ہوتا تو یہ فرق اتنا نہ ہوتا !! کیونکہ اجارہ میں کرائے کا تعلق

حق استعمال سے ہوتا ہے جو دونوں صورتوں میں برابر ہے نہ کہ اس بات سے کہ اس میں بینک کے کتنے پیسے استعمال ہوتے ہیں نیز اگر یہ حقیقی اجارہ ہوتا تو بینک اس کے نقصان کا بھی ذمہ دار ہوتا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اصل میں یہ سودی معاملہ ہے جسے اجارہ کا نام دیا گیا ہے۔ حقیقی اجارہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ:

بظاہر یہ بیع قسط کے مشابہ ہے اس لیے بعض حضرات اسے بیع قسط قرار دے کر اس کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن درج ذیل وجوہ کے باعث یہ درست نہیں:

سطور بالا میں ہم نے اس کی جو تفصیل بیان کی ہے اس کے مطابق اسے بیع قسط قرار دینے کی قطعاً گنجائش نہیں۔ یہ دراصل دو عقد پر مشتمل ہے۔ 1- عقد اجارہ 2- عقد بیع

جب کہ بیع قسط میں صرف ایک عقد ہوتا ہے بیع اور اجارہ الگ الگ اصطلاحات ہیں اور ہر ایک کے احکام بھی مختلف ہیں۔ بیع قسط میں قیمت تو ادھار ہوتی ہے مگر ملکیت فوراً خریدار کے نام منتقل ہو جاتی ہے لیکن یہاں ملکیت تمام اقساط کی ادائیگی کیساتھ مشروط ہے یہ عقد بیع کے منافی ہے کیونکہ بیع اصل مقصد ہی یہی ہے کہ چیز کی مکمل طور پر فروخت کنندہ کی ملکیت سے نکل کر خریدار کی ملکیت میں آجائے۔

لیزنگ کا متبادل:

اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ نے اپنے اجلاس جو 10 تا 15 دسمبر 1988 کو کویت میں منعقد ہوا اس میں مروجہ لیزنگ کے درج ذیل دو متبادل تجویز کیے تھے۔ مدت ختم ہونے کے بعد مستأجر کے پاس تین اختیار ہوں۔

1- گاڑی مالک کے حوالے کر کے عقد اجارہ ختم کر دے۔ 2- نئے سرے سے عقد اجارہ کر لے۔

3- گاڑی خرید لے۔ (بحوالہ بحوث فی الاقتصاد الاسلامی للدكتور علی القراء الداعی)

اگرچہ اس پر بھی بعض علماء کے تحفظات ہیں مثلاً مدت اجارہ پوری ہونے پر مستأجر تو آزاد ہے مگر مؤجر سے مستأجر کا پابند ہے لیکن یہ اعتراض کوئی زیادہ وزنی نہیں اس لیے یہ صورت شرعی طور پر جائز ہے۔ بشرطیکہ اس کی عملی تطبیق میں کوئی گڑبڑ نہ ہو۔

مروجہ لیزنگ کا دوسرا متبادل:

اسلامی فقہ اکیڈمی نے اس کی جگہ دوسرا متبادل بیع قسط تجویز کیا ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس میں انتقال ملکیت، آخری قسط کی ادائیگی کیساتھ معلق نہ ہو بلکہ دوسری ضمانتیں ہوں۔

اجارہ کا عوض پر عقد نفع ہونے کا بیان

(الْإِجَارَةُ: عَقْدٌ عَلَى الْمَنَافِعِ بِعَوَضٍ) لِأَنَّ الْإِجَارَةَ فِي اللُّغَةِ بَيْعُ الْمَنَافِعِ، وَالْقِيَاسُ

يَأْبَى جَوَازَهُ ؛ لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ الْمَنْفَعَةَ وَهِيَ مَعْدُومَةٌ ، وَإِضَافَةُ التَّمْلِيكِ إِلَى مَا سَيُوجَدُ لَا يَصِحُّ إِلَّا أَنَا جَوَّزْنَا لَهُ لِحَاجَةِ النَّاسِ إِلَيْهِ ، وَقَدْ شَهِدَتْ بِصِحَّتِهَا الْآثَارُ وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ) وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَلْيُعَلِّمَهُ أَجْرَهُ) وَتَنْعِقِدُ سَاعَةً فَسَاعَةً عَلَى حَسَبِ حُدُوثِ الْمَنْفَعَةِ ، وَالذَّارُ أُقِيمَتْ مَقَامَ الْمَنْفَعَةِ فِي حَقِّ إِضَافَةِ الْعَقْدِ إِلَيْهَا لِإِرْتِبَاطِ الْإِجَابِ بِالْقَبُولِ ، ثُمَّ عَمَلُهُ يَظْهَرُ فِي حَقِّ الْمَنْفَعَةِ مِلْكًَا وَاسْتِحْقَاقًا حَالًا وَجُودِ الْمَنْفَعَةِ .

ترجمہ

اجارہ وہ عقد ہے جو بدلے کے ساتھ نفع پر واقع ہو کیونکہ لغوی طور پر منافع کی بیع کو اجارہ کہتے ہیں۔ جبکہ اس کے جواز کا قیاس انکار کرنے والا ہے کیونکہ اس میں معقود علیہ نفع ہے جبکہ وہ عقد کے وقت معدوم ہوتا ہے اور جو چیز پائی جائے اس کی جانب اضافت ملکیت درست نہیں ہے۔ جبکہ لوگوں کی ضرورت کے سبب ہم نے اجارہ کو جائز قرار دیا ہے اور اس کے صحیح ہونے پر احادیث کی دلالت بھی موجود ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے قبل اس کی مزدوری ادا کر دو۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ جو شخص مزدور رکھے تو اس کو چاہے کہ مزدور کو اس کی مزدوری بیان کر دے۔ اور نفع حاصل کرنے کے اعتبار سے بھی تھوڑا تھوڑا اجارہ منعقد ہوتا ہے جبکہ جانب گھر عقد کی اضافت کرنے کے حوالے سے اس کو نفع کے قائم مقام کیا گیا ہے۔ تاکہ یہ ایجاب و قبول پر فٹ آتا رہے۔ اس کے بعد اجارے کے عقد کا کام منافع کے حق میں مالک ہونے اور حقدار ہونے کے بارے میں نفع کے پائے جانے کے وقت جائز ہے۔

اور اجارے کا عقد تب درست ہوگا جب اس کا منافع معلوم ہو اور مزدوری بھی معلوم ہو اسی حدیث کے سبب جس کو ہم روایت کر چکے ہیں۔ کیونکہ معقود علیہ اور اس کے بدل کی جہالت یہ جھگڑے کی جانب لے جانے والی ہے۔ جس طرح بیع میں قیمت اور بیع میں جہالت یہ جھگڑے میں لے جانے والی ہیں۔

شرح

اور جس نفع پر عقد اجارہ ہو وہ ایسا ہونا چاہیے کہ اس چیز سے وہ نفع مقصود ہو اور اگر چیز سے یہ منفعت مقصود نہ ہو جس کے لیے اجارہ ہوا تو یہ اجارہ فاسد ہے مثلاً کسی نے کپڑے اور ظروف کرایہ پر لیے مگر اس لیے نہیں کہ کپڑے پہنے جائیں گے ظروف استعمال کیے جائیں گے بلکہ اپنا مکان سجانا مقصود ہے یا گھوڑا کرایہ پر لیا مگر اس لیے نہیں کہ اس پر سوار ہوگا بلکہ کوتل چلنے کے لیے یا مکان کرایہ پر لیا اس لیے نہیں کہ اس میں رہے گا بلکہ لوگوں کے کہنے کو ہوگا کہ یہ مکان فلاں کا ہے ان سب صورتوں میں اجارہ فاسد ہے اور مالک

کو اجرت بھی نہیں ملے گی اگرچہ مستأجر نے چیز سے وہ کام لیے جس کے لیے اجارہ کیا تھا۔ (درمختار، کتاب اجارہ، بیروت)

مزدور کو مزدوری میں اہم شرعی حکم کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دید یعنی جب مزدور اپنا کام پورا کر چکے۔ تو اس کی مزدوری فوراً دیدو اس میں تاخیر نہ کرو (ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 207)

اور حضرت حسین بن علی کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے بارے میں فرمایا کہ وہ بہر صورت دیئے جانے کا مستحق ہے اگرچہ گھوڑے پر آئے (احمد ابوداؤد) اور مصابیح میں کہا گیا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اس ارشاد گرامی کا مقصد یہ تعلیم دینا ہے کہ سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ کرنا چاہئے اگرچہ وہ گھوڑے پر چڑھ کر بھی مانگنے آئے تو اس کا سوال پورا کیا جائے۔ چنانچہ قاضی نے کہا ہے کہ سائل کو خالی نہ پھیرو اگرچہ ایسی حالت میں تمہارے پاس مانگنے آئے جو اس کے مستغنی ہونے پر دلالت کرے کیونکہ تمہیں یہ سوچنا چاہئے کہ اگر اسے سوال کرنے کی حاجت نہ ہوتی تو وہ اپنا دست سوال دراز کر کے تمہارے آگے اپنے آپ کو ذلیل و خوار کیوں کرتا۔ یہ حدیث بظاہر اس باب سے کوئی مناسب نہیں رکھتی سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ سائل کو جو کچھ دیا جاتا ہے وہ گویا اس کے سوالی کی اجرت ہے لہذا اس مناسبت سے اس حدیث کو باب الاجرہ میں نقل کیا گیا ہے۔ اس حدیث کی اسناد میں علماء نے نقل کیا ہے چنانچہ حضرت امام احمد نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے اور کہا ہے کہ یہ بازار میں گشت کرتی ہے۔ امام ابوداؤد نے البتہ اس بارے میں سکوت اختیار کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث قابل استدلال ہے مصابیح میں اس حدیث کو مرسل کہا گیا ہے لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ یہ مسند ہے چنانچہ مصابیح کے بعض نسخوں میں لفظ مرسل مذکور بھی نہیں ہے۔

اجیر کو اجرت نہ دینے پر وعید کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین شخص ایسے ہیں جن سے میں قیامت کے دن جھگڑوں گا، ایک تو وہ شخص جس نے میرے نام اور میری سوگند کے ذریعے کوئی عہد کیا اور پھر اسکو توڑ ڈالا دوسرا وہ شخص ہے جس نے ایک آزاد شخص کو فروخت کیا اور اس کا مول کھایا اور تیسرا شخص وہ ہے جس نے کسی مزدور کو مزدوری پر لگایا اور اس سے کام لیا (یعنی جس کام کے لئے لگایا تھا وہ پورا کام اس سے کرایا) لیکن اس کو اس کی مزدوری نہیں دی (بخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 204)

اس حدیث میں ایسے تین اشخاص کی نشان دہی کی گئی ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا خاص طور سے نشانہ ہوں گے ان میں سے پہلا شخص تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نام پر یعنی اس کی قسم کھا کر کوئی عہد و معاہدہ کرتا ہے اور پھر اس کو توڑ ڈالتا ہے

یوں تو عہد معاہدہ کی پاسداری بہر صورت ایک ضروری چیز ہے کیونکہ انسان کی شرافت و انسانیت کا تقاضہ یہی ہے کہ وہ جو عہد و معاہدہ کے نام پر کیا جاتا ہے تو پھر اس کی تکمیل کہیں زیادہ ضروری ہو جاتی ہے اس لیے جو شخص اللہ کے نام پر کئے ہوئے عہد و معاہدہ کو توڑتا ہے وہ بجا طور پر غضب خداوندی کا مستحق ہے۔

دوسرا شخص وہ ہے جو کسی آزاد انسان کو بیچ ڈالے شرف انسانی کی توہین اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک انسان اپنے ہی جیسے ایک دوسرے آزاد انسان کو ایک بازاری مال بنا دے اور اسکی کی خرید و فروخت کرے چنانچہ ایسے شخص کو بھی قیامت کے دن عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا۔

اس بارے میں یہ نکتہ ذہن نشین رہنا چاہئے کہ مذکورہ بالا ارشاد گرامی میں اس کا مول کھانے کی قید محض زیادتی تشبیہ کے لئے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی آزاد انسان کو فروخت کرنا ہی ایک بڑے گناہ کی بات ہے خواہ اس کا مول کھائے یا نہ کھائے۔ اگر اس کا مول نہیں کھائے گا تب بھی گنہگار ہوگا اور اس وعید میں داخل ہوگا۔

تیسرا شخص وہ ہے جو کسی مزدور کو اپنے کسی کام کی تکمیل کے لئے مزدوری پر لگائے اور اپنا وہ کام پورا کرانے کے بعد اس کی مزدوری نہ دے یہ ایک انتہائی قابل نفرت فعل ہے کسی شخص کی محنت اس کی زندگی کا ایک قیمتی اثاثہ ہوتا ہے جسے حاصل کر کے اس کی اجرت نہ دینا شیوہ انسانیت کے خلاف ہے یہ کتنے ظلم کی بات ہے کہ کوئی غریب اپنا پیٹ بھرنے کے لئے اپنا خون پسینہ ایک کر کے کسی کے یہاں محنت کرائی مگر اس کی محنت کی اجرت اسے نہ دی جائے چنانچہ ایسے شخص کے بارے میں بھی کہ جو مزدور کی نہ دے اللہ تعالیٰ نے یہ آگاہی دی ہے کہ ایسا شخص قیامت کے دن اپنے اس انسانی ظلم کی ضرور سزا پائے گا۔

اجارہ کے عقد کا محل منافع ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک عقد اجارہ کا محل نفع ہے اور امام مالک، امام احمد اور کثیر فقہاء شوافع کا قول بھی اسی طرح ہے جبکہ بعض فقہاء شوافع نے کہا ہے کہ عقد اجارہ کا محل نفع نہیں بلکہ عین ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے معقود علیہ عقد کو گھیرنے والا ہے اور وہ نفع ہے نہ کہ عین ہے کیونکہ اعیان میں ایسا نہیں ہوتا۔ (شرح الوقایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

ہر ثمنی چیز کا اجارہ میں اجرت بننے کا بیان

(وَمَا جَازَ أَنْ يَكُونَ ثَمَنًا فِي الْبَيْعِ جَازًا أَنْ يَكُونَ أُجْرَةً فِي الْإِجَارَةِ) ؛ لِأَنَّ الْأُجْرَةَ ثَمَنُ الْمَنْفَعَةِ ، فَتُعْتَبَرُ بِثَمَنِ الْمَبِيعِ . وَمَا لَا يَصْلُحُ ثَمَنًا يَصْلُحُ أُجْرَةً أَيْضًا كَالْأَعْيَانِ . فَهَذَا اللَّفْظُ لَا يَنْفِي صِلَاحِيَّةَ غَيْرِهِ ؛ لِأَنَّهُ عِوَضٌ مَالِيٌّ (وَالْمَنَافِعُ تَارَةً تَصِيرُ مَعْلُومَةً بِالْمُدَّةِ كَاسْتِجَارِ الدُّورِ ، لِلسُّكْنَى وَالْأَرْضِ صِينَ لِلزَّرَاعَةِ فَيَصِحُّ الْعَقْدُ عَلَى مُدَّةٍ مَعْلُومَةٍ أَيْ مُدَّةٍ كَانَتْ) ؛ لِأَنَّ الْمُدَّةَ إِذَا كَانَتْ مَعْلُومَةً كَانَ قَدْرُ الْمَنْفَعَةِ فِيهَا مَعْلُومًا إِذَا كَانَتْ

الْمَنْفَعَةُ لَا تَتَفَاوَتْ .

وَقَوْلُهُ أَيُّ مُدَّةٍ كَانَتْ إِشَارَةً إِلَى أَنَّهُ يَجُوزُ طَالَتْ الْمُدَّةُ أَوْ قَصُرَتْ لِكَوْنِهَا مَعْلُومَةً
وَلِتَحَقُّقِ الْحَاجَةِ إِلَيْهَا عَسَى ، إِلَّا أَنَّ فِي الْأَوْقَافِ لَا تَجُوزُ الْبِجَارَةُ الطَّوِيلَةَ كَمَا لَا
يَدْعَى الْمُسْتَأْجِرُ مِلْكَهَا وَهِيَ مَا زَادَ عَلَى ثَلَاثِ سِنِينَ هُوَ الْمُنْخْتَارُ .

ترجمہ

اور ہر وہ چیز جو بیع میں ثمن بن سکتی ہے وہ اجارہ میں اجرت بن سکتی ہے کیونکہ اجرت منفعت کا ثمن ہوتی ہے لہذا اس کو بیع کے ثمن پر قیاس کیا جائے گا اور جو چیز ثمن نہیں بن سکتی وہ اجرت بھی نہیں بن سکتی جس طرح کہ اعیان اور ماجاز کا لفظ دوسرے کے ثمن بننے کی صلاحیت کی نفی نہیں کرتا کیونکہ اجرت مالی عوض ہے اور منافع کبھی مدت بتانے سے معلوم ہوتا ہے جس طرح کہ گھروں کو رہائش کیلئے دینا اور زمین کو کھیتی کے لئے دینا لہذا عقد معلوم مدت پر درست ہوگا چاہے وہ کوئی بھی مدت ہو کیا نکہ جب مدت معلوم ہوگی تو اس میں منفعت کی مقدار بھی معلوم ہوگی اس شرط کے ساتھ کہ منفعت میں فرق نہ پایا جائے۔

امام قدوری کا یہ قول ای مدت یہ اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ اجارہ ہر صورت میں جائز ہے چاہے مدت لمبی ہو یا مختصر ہو اس لئے کہ مدت معلوم ہے اور لمبی مدت کی ضرورت مسلم ہے مگر اوقاف میں اجارہ طویلہ جائز نہیں ہے تاکہ مستأجر وقف مستأجر کی ملکیت کا دعویٰ نہ کر لے اور لمبی مدت سے وہ مدت مراد ہے جو تین سال سے زیادہ ہو اسی مذہب کو ترجیح حاصل ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اجارہ کے ارکان ایجاب و قبول ہیں خواہ لفظ اجارہ ہی سے ہوں یا دوسرے لفظ سے۔ لفظ عاریت سے بھی اجارہ منعقد ہو سکتا ہے مثلاً یہ کہا میں نے یہ مکان ایک مہینے کو دس روپے کے عوض میں عاریت پر دیا دوسرے نے قبول کر لیا اجارہ ہو گیا۔ یوں اگر یہ کہا کہ میں نے اس مکان کے نفع اتنے کے بدلے میں تم کو بھہ کیے اجارہ ہو جائے گا۔ اور جو چیز بیع کا ثمن ہو سکتی ہے وہ اجرت بھی ہو سکتی ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ جو اجرت ہو سکے وہ ثمن بھی ہو جائے مثلاً ایک منفعت دوسری منفعت کی اجرت ہو سکتی ہے جبکہ دونوں دو جنس کی ہوں اور منفعت ثمن نہیں ہو سکتی۔ (در مختار، کتاب اجارہ، بیروت)

اجارہ کی شرائط کا بیان

اجارہ کے شرائط حسب ذیل ہیں (۱) عاقل ہونا یعنی مجنون اور ناشیخ نے اجارہ کیا وہ منعقد ہی نہ ہوگا۔ بلوغ اس کے لیے شرط نہیں یعنی نابالغ عاقل نے اپنے نفس کے متعلق اجارہ کیا یا مال کے متعلق کیا اگر وہ ماذون ہے یعنی اس کے ولی نے اسے اجازت دیدی ہے تو اجارہ منعقد ہے اور اگر ماذون نہیں ہے تو ولی کی اجازت پر موقوف ہے جائز کر دے گا جائز ہو جائے گا۔ اور اگر نابالغ نے بغیر اجازت ولی کام کرنے پر اجارہ کیا اور اس کام کو کر لیا مثلاً کسی کی مزدوری چار آنے روز پر کی تو اب ولی کی اجازت درکار نہیں بلکہ

اجرت کا یہ مستحق ہو گیا۔ (۲) ملک و ولایت یعنی اجارہ کرنے والا مالک یا ولی ہو اجارہ کرنے کا اسے اختیار حاصل ہو فضولی نے جو اجارہ کیا وہ مالک یا ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اور وکیل نے عقد اجارہ کیا یہ جائز ہے۔ (۳) مستأجر کو وہ چیز سپرد کر دینا جبکہ اُس چیز کے منافع پر اجارہ ہوا ہو۔ (۴) اجرت کا معلوم ہونا۔ (۵) منفعت کا معلوم ہونا اور ان دونوں کو اس طرح بیان کر دیا ہو کہ نزاع کا احتمال نہ رہے، اگر یہ کہہ دیا کہ ان دو مکانوں میں سے ایک کو کرایہ پر دیا یا دو غلاموں میں سے ایک کو مزدوری پر دیا یہ اجارہ صحیح نہیں۔ (۶) جہاں اجارہ کا تعلق وقت سے ہو وہاں مدت بیان کرنا مثلاً مکان کرایہ پر لیا تو یہ بتانا ضرور ہے کہ اتنے دنوں کے لیے لیا یہ بیان کرنا ضروری نہیں ہے کہ اس میں کیا کام کریگا۔ (۷) جانور کرایہ پر لیا اس میں وقت بیان کرنا ہوگا یا جگہ مثلاً گھنٹہ بھر سواری لے گا یا فلاں جگہ تک جائے گا اور کام بھی بیان کرنا ہوگا کہ اس سے کون سا کام لیا جائے گا مثلاً بوجھ لادنے کے لیے یا سواری کے لیے۔ (۸) وہ کام ایسا ہو کہ اُس کا استیفاء قدرت میں ہو اگر حقیقتہً مقدور نہ ہو مثلاً غلام کو اجارہ پر دیا اور وہ بھاگا ہوا ہے یا شرعاً غیر مقدور ہو مثلاً گناہ کی باتوں پر اجارہ یہ دونوں باتوں پر اجارہ صحیح نہیں۔ (۹) وہ عمل جس کے لیے اجارہ ہوا اُس شخص پر فرض و واجب نہ ہو۔ (۱۰) منفعت مقصود ہو اُس شخص کی منفعت اجرت نہ ہو۔ (۱۱) اجارہ میں ایسی شرط نہ ہو جو مقتضائے عقد کے خلاف ہو۔

اجارہ میں نفس عقد سے منافع کے معلوم ہونے کا بیان

قَالَ: (وَتَارَةً تَصِيرُ مَعْلُومَةً بِنَفْسِهِ كَمَنْ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا عَلَى صَبْغِ ثَوْبِهِ أَوْ خِيَاطَتِهِ أَوْ اسْتَأْجَرَ دَابَّةً ؛ لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا مِقْدَارًا مَعْلُومًا أَوْ يَرْكَبَهَا مَسَافَةً سَمَاهَا) ؛ لِأَنَّهُ إِذَا بَيَّنَّ الشُّرْبَ وَكَوْنَ الصَّبْغِ وَقَدْرَهُ وَجِنْسَ الْخِيَاطَةِ وَاقْدَرَ الْمَحْمُولَ وَجِنْسَهُ وَالْمَسَافَةَ صَارَتْ الْمَنْفَعَةُ مَعْلُومَةً فَيَصِحُّ الْعَقْدُ ، وَرُبَّمَا يُقَالُ : الْإِجَارَةُ قَدْ تَكُونُ عَقْدًا عَلَى الْعَمَلِ كَاسْتِئْجَارِ الْقَصَّارِ وَالْخِيَاطِ ، وَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ الْعَمَلُ مَعْلُومًا وَذَلِكَ فِي الْأَجِيرِ الْمُشْتَرِكِ ، وَقَدْ تَكُونُ عَقْدًا عَلَى الْمَنْفَعَةِ كَمَا فِي أَجِيرِ الْوَحْدِ ، وَلَا بُدَّ مِنْ بَيَانِ الْوَقْتِ .

قَالَ: (وَتَارَةً تَصِيرُ الْمَنْفَعَةُ مَعْلُومَةً بِالتَّعْيِينِ وَالْإِشَارَةِ كَمَنْ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا ، لِيَنْقُلَ لَهُ هَذَا الطَّعَامَ إِلَى مَوْضِعٍ مَعْلُومٍ) ؛ لِأَنَّهُ إِذَا آرَأَهُ مَا يَنْقُلُهُ وَالْمَوْضِعَ الَّذِي يَحْمِلُ إِلَيْهِ كَانَتْ الْمَنْفَعَةُ مَعْلُومَةً فَيَصِحُّ الْعَقْدُ .

ترجمہ

فرمایا کہ کبھی نفس عقد سے ہی منافع معلوم ہو جاتا ہے جس طرح کہ جب کسی کو اپنا کپڑا رنگنے کے لئے کسی آدمی نے اجرت پر

رکھایا سنانے کے لئے رکھا ہو یا سواری کرایہ پر لی ہوتا کہ اس پر ایک معلوم مدت تک سامان لادے گا یا معین کی ہوئی مسافت تک اس پر سواری کرے گا کیونکہ جب مستأجر کپڑے کو، رنگنے کے رنگ اور مقدار کو، سلائی کی جنس اور لادنے کی مقدار اور اس کی جنس اور مسافت کو بیان کر دے گا تو اس کی منفعت بھی معلوم ہو جائے گی اور عقد درست ہو جائے گا اور کبھی کبھی کہا جاتا ہے کہ اجارہ عمل پر بھی واقع ہوتا ہے جس طرح کہ دھوبی اور درزی کو اجارہ پر لینا مگر اس صورت میں عمل کا معلوم ہونا لازم ہے اور عمل پر عقد کرنا اجیر مشترک میں ہوتا ہے اور کبھی منفعت میں بھی اجارہ ہوتا ہے جس طرح کہ خاص نوکر میں ہے اور اس میں وقت کی صراحت لازم ہے۔

فرمایا کہ کبھی اشارہ کرنے اور معین کرنے سے بھی منافعت معلوم ہو جاتی ہے جس طرح کہ کسی آدمی نے کسی کو اس کام پر رکھا کہ وہ یہ غلہ فلاں معین جگہ تک پہنچادے اس لئے کہ جب مستأجر نے مزدور کو غلہ اور منتقل کرنے کی جگہ دکھلا تو اس کے ساتھ منافعت بھی معلوم ہو گئی اس لئے عقد درست ہو جائے گا۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ منفعت کی مقدار کا علم مدت بیان کرنے سے ہوتا ہے مثلاً پانچ روپے میں ایک مہینہ کے لیے مکان کرایہ لیا یا ایک سال کے لیے کھیت اجارہ پر لیا۔ یہ اختیار ہے کہ جس مدت کے لیے اجارہ ہو وہ قلیل مدت ہو مثلاً ایک گھنٹہ یا ایک دن یا طویل دس برس، بیس برس، پچاس برس۔ اگر اتنی مدت کے لیے اجارہ ہو کہ عادتاً اتنے دنوں تک زندگی متوقع نہ ہو جب بھی اجارہ درست ہے۔ وقف کے اجارہ کی مدت تین سال سے زیادہ نہ ہونی چاہیے مگر جبکہ اتنے دنوں کے لیے کوئی کرایہ دار نہ ملتا ہو یا مدت بڑھانے میں زیادہ فائدہ ہے تو بڑھا سکتے ہیں۔ (بحر الرائق، کتاب اجارہ، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کبھی عمل کا بیان خود اس کا نام لینے سے ہوتا ہے مثلاً اس کپڑے کی رنگائی یا اس کی سلائی یا اس زیور کی بنوائی مگر کام کو اس طرح بیان کرنا ہوگا کہ جہالت باقی نہ رہے کہ جھگڑا ہو لہذا جانور کو سواری کے لیے لیا اس میں فقط فعل بیان کرنا کافی نہیں جب تک جگہ یا وقت کا بیان نہ ہو۔ کبھی اشارہ کرنے سے منافعت کا پتہ چلتا ہے مثلاً کہہ دیا یہ غلہ فلاں جگہ لیجانا ہے۔ (در مختار، کتاب اجارہ، بیروت)

نفس عقد کے سبب اجرت کے لازم نہ ہونے کا بیان

قَالَ: (الْأَجْرَةُ لَا تَجِبُ بِالْعَقْدِ وَتُسْتَحَقُّ بِأَحَدٍ مَعَانٍ ثَلَاثَةً: إِمَّا بِشَرْطِ التَّعْجِيلِ، أَوْ بِالتَّعْجِيلِ مِنْ غَيْرِ شَرْطٍ، أَوْ بِاسْتِيفَاءِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: تُمْلِكُ بِنَفْسِ الْعَقْدِ؛ لِأَنَّ الْمَنَافِعَ الْمَعْدُومَةَ صَارَتْ مَوْجُودَةً حُكْمًا ضَرُورَةً تَصْحِيحِ الْعَقْدِ فَيَثْبُتُ الْحُكْمُ فِيمَا يُقَابِلُهُ مِنَ الْبَدَلِ.

وَلَنَا أَنَّ الْعَقْدَ يَنْعَقِدُ شَيْئًا فَشَيْئًا عَلَى حَسَبِ حَدُوثِ الْمَنَافِعِ عَلَى مَا بَيْنَنَا، وَالْعَقْدُ

مُعَاوَضَةٌ ، وَمِنْ قَضِيَّتِهَا الْمَسَاوَاةُ ، فَمِنْ ضَرُورَةِ التَّرَاخِي فِي جَانِبِ الْمَنْفَعَةِ التَّرَاخِي فِي الْبَدَلِ الْآخِرِ . وَإِذَا اسْتَوْفَى الْمَنْفَعَةَ يَثْبُتُ الْمَلِكُ فِي الْأَجْرِ لِتَحَقُّقِ التَّسْوِيَةِ . وَكَذَا إِذَا شَرَطَ التَّعْجِيلَ أَوْ عَجَّلَ ؛ لِأَنَّ الْمَسَاوَاةَ تَثْبُتُ حَقًّا لَهُ وَقَدْ أَبْطَلَهُ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب نفس عقد سے اجرت واجب نہیں ہوتی بلکہ تین باتوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے سے اس کا حقدار ہوتا ہے چاہے اجرت کی ایڈوانس لینے کی شرط لگادی گئی ہو یا بغیر شرط کے مستأجر ایڈوانس دے دے یا مستأجر پورا معقود علیہ حاصل کر لے۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ نفس عقد کے ساتھ ہی اجرت موجر کی مملوک ہو جائے گی کیونکہ عقد کی درستگی کے پیش نظر اجارہ کے معدوم منافع کو حکمی طور پر موجود مان لیا جاتا ہے لہذا اس کے مقابل جو بدل ہے اس میں اسی وقت حکم ثابت ہو جائے گا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ منافع کے آہستہ آہستہ معرض وجود میں آنے کے اعتبار سے عقد اجارہ بھی آہستہ آہستہ منعقد ہوتا ہے جس طرح کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور جس طرح کہ یہ عقد معاوضہ ہے اور معاوضہ مساوات کا تقاضہ کرتا ہے لہذا منفعت میں تاخیر ہونے کے سبب قطعی طور پر دوسرے بدل یعنی اجرت میں بھی تاخیر ہو جائے گی پس جب مستأجر منفعت وصول کر لے گا تو اجرت میں موجر کی ملکیت بھی ثابت ہو جائے گی تاکہ برابری ثابت ہو جائے اسی طرح جب ایڈوانس اجرت کی شرط لگادی گئی یا شرط کے بغیر ہی مستأجر نے پہلے ہی اجرت دے دی تو اس صورت میں بھی اسی وقت اجرت میں موجر کی ملکیت ثابت ہو جائے گی اس لئے کہ مساوات مستأجر کا حق بن کر ثابت تھی جبکہ اس نے خود اس کو باطل کر دیا ہے۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اجارہ میں اجرت محض عقد سے ملک میں داخل نہیں ہوتی یعنی عقد کرتے ہی اجرت کا مطالبہ درست نہیں یعنی فوراً اجرت دینا واجب نہیں اجرت ملک میں آنے کی چند صورتیں ہیں۔ اُس نے پہلے ہی سے عقد کرتے ہی اجرت دیدی دوسرا اس کا مالک ہو گیا یعنی واپس لینے کا اُس کو حق نہیں ہے، یا پیشگی لینا شرط کر لیا ہو اب اجرت کا مطالبہ پہلے ہی سے درست ہے، یا منفعت کو حاصل کر لیا مثلاً مکان تھا اُس میں مدت مقررہ تک رہ لیا یا کپڑا درزی کو سینے کے لیے دیا تھا اُس نے سی دیا، وہ چیز مستأجر کو سپرد کردی کہ اگر وہ منفعت حاصل کرنا چاہے کر سکتا ہے نہ کرے یہ اُس کا فعل ہے مثلاً مکان پر قبضہ دے دیا یا اجیر نے اپنے نفس کو تسلیم کر دیا کہ میں حاضر ہوں کام کے لیے طیار ہوں کام نہ لیا جائے جب بھی اجرت کا مستحق ہے۔ (بحر الرائق، کتاب اجارہ، بیروت)

مستأجر کے قبضہ کے سبب لزوم اجرت کا بیان

(وَإِذَا قَبِضَ الْمُسْتَأْجِرُ الدَّارَ فَعَلَيْهِ الْأَجْرُ وَإِنْ لَمْ يَسْكُنْهَا) ؛ لِأَنَّ تَسْلِيمَ عَيْنِ الْمَنْفَعَةِ

لَا يُتَصَوَّرُ فَأَقْمَنَا تَسْلِيمَ الْمَحَلِّ مَقَامَهُ إِذُ التَّمَكُّنُ مِنَ الْإِنْتِفَاعِ يَثْبُتُ بِهِ .
 قَالَ : (فَإِنْ غَضِبَهَا غَاصِبٌ مِنْ يَدِهِ سَقَطَتْ الْأَجْرَةُ) ؛ لِأَنَّ تَسْلِيمَ الْمَحَلِّ إِنَّمَا أُقِيمَ
 مَقَامَ تَسْلِيمِ الْمَنْفَعَةِ لِلتَّمَكُّنِ مِنَ الْإِنْتِفَاعِ ، فَإِذَا فَاتَ التَّمَكُّنُ فَاتَ التَّسْلِيمُ ، وَانْفَسَخَ
 الْعَقْدُ فَسَقَطَ الْأَجْرُ ، وَإِنْ وَجَدَ الْغَضِبَ فِي بَعْضِ الْمُدَّةِ سَقَطَ الْأَجْرُ بِقَدْرِهِ . إِذُ
 الْإِنْفِسَاخُ فِي بَعْضِهَا .

قَالَ : (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ دَارًا فَلِلْمُؤَجَّرِ أَنْ يُطَالِبَهُ بِأَجْرَةِ كُلِّ يَوْمٍ) ؛ لِأَنَّهُ اسْتَوْفَى مَنفَعَةَ
 مَقْصُودَةً (إِلَّا أَنْ يُبَيِّنَ وَقْتًا لِاسْتِحْقَاقِ بِالْعَقْدِ) ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ التَّاجِيلِ (وَكَذَلِكَ
 إِجَارَةُ الْأَرْضِ) لِمَا بَيَّنَّا .

ترجمہ

جب متاثر مکان پر قبضہ کر لے تو اس پر اجرت واجب ہو جائے گی چاہے ابھی تک اس نے اس میں رہنا نہ شروع کیا ہو اس لئے کہ منفعت کے عین کو حوالے کرنا ممکن نہیں ہے لہذا ہم نے محل کی تسلیم کی عین منفعت کی تسلیم کے قائم مقام کر دیا اس لئے کہ محل کی تسلیم سے نفع حاصل کرنے کی قدرت ثابت ہو جاتی ہے۔

جب متاثر جر کے قبضہ سے غاصب نے عین متاثرہ کو غصب کر لیا تو اجرت ساقط ہو جائے گی اس لئے کہا انتفاع پر اجرت کی غرض کے سبب تسلیم محل کو تسلیم منفعت کے قائم مقام کر دیا جاتا ہے لیکن جب تمکین فوت ہو گیا تو تسلیم بھی فوت ہو گئی اور عقد ختم ہو گیا لہذا اجرت بھی ساقط ہو جائے گی۔

جب غصب بعض مدت میں پایا گیا تو اسی کی مقدار اجرت ساقط ہو جائے گی اس لئے کہ بعض مدت تک ہی عقد منسوخ ہوا ہے جس آدمی نے گھر اجرت پر لیا تو موجر کو یہ حق ہے کہ وہ ہر دن کی اجرت متاثرہ جر سے طلب کرے کیونکہ متاثرہ جر نے منفعت منقصودہ کو حاصل کر لیا ہے مگر یہ کہ متاثرہ جر عقد میں حقدار کی کوئی مدت بیان کر دے اس لئے کہ یہ تا جیل کے درجہ میں ہے زمین کیا جا رہا کا بھی یہی حکم ہے اس دلیل کے سبب جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔

شرح

اور جب منفعت حاصل کرنے پر قادر ہونے سے اجرت واجب ہو جاتی ہے اگرچہ منفعت حاصل نہ کی ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً مکان کرایہ دار کو سپرد کر دیا جائے اس طرح کہ مالک مکان کے متاع و سامان سے خالی ہو اور اس میں رہنے سے کوئی مانع نہ ہونے اس کی جانب سے نہ اجنبی کی جانب سے اس صورت میں اگر وہ نہ رہے اور بیکار مکان کو خالی چھوڑ دے تو اجرت واجب ہوگی لہذا اگر مکان سپرد ہی نہ کیا یا سپرد کیا مگر اس میں خود مالک مکان کا سامان و اسباب ہے یا مدت کے گزر جانے کے بعد سپرد کیا یا مدت

ہی میں سپرد کیا مگر اُسے کوئی عذر ہے یا اُس کو عذر بھی نہیں مگر حکومت کی جانب سے رہنے سے ممانعت ہے یا غاصب نے اُسے غصب کر لیا یا وہ اجارہ ہی فاسد ہے ان سب صورتوں میں مالک مکان اجرت کا مستحق نہیں۔ جانور کو کرایہ پر لیا اس میں بھی یہ صورتیں ہیں بلکہ اس میں ایک صورت یہ زائد ہے کہ مالک نے اسے جانور دیدیا مگر جہاں سوار ہونے کے لیے لیا تھا وہاں نہیں گیا بلکہ کسی دوسری جگہ جانور کو باندھ رکھا مثلاً لیا تھا اس لیے کہ شہر سے باہر فلاں جگہ سوار ہو کر جائے گا اور جانور کو مکان ہی میں باندھ رکھا وہاں گیا ہی نہیں کہ سوار ہوتا اس صورت میں بھی اجرت واجب نہیں اور اگر شہر میں سوار ہونے کے لیے لیا تھا اور مکان میں باندھ رکھا سوار نہیں ہوا تو اجرت واجب ہے۔ (حاشیہ طحطاوی علی رد مختار، ج ۴، ص ۷، کتاب اجارہ)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ غصب سے مراد اس جگہ یہ ہے کہ اُس سے منفعت حاصل کرنے سے روک دے حقیقہً غصب ہو یا نہ ہو غصب عام ہے کہ پوری مدت میں ہو یا بعض مدت میں اگر پوری مدت میں ہو تو پورا کرایہ جاتا رہا اور بعض مدت میں ہو تو حساب سے اتنے دنوں کا جو کرایہ ہوتا ہے وہ نہیں ملے گا۔ (بحر الرائق، کتاب اجارہ، بیروت)

اسی طرح اگر کوئی دوسرا مانع اندرون مدت پیدا ہو گیا کہ اُس چیز سے انتفاع نہ ہو سکے تو بقیہ مدت کی اجرت ساقط ہے مثلاً زمین کاشت کے لیے لی تھی وہ پانی سے ڈوب گئی یا پانی نہ ہونے کی وجہ سے کاشت نہ ہو سکی یا جانور سواری کے لیے کرایہ پر لیا تھا وہ بیمار ہو گیا یا بھاگ گیا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب اجارہ، بیروت)

مکہ مکرمہ جانے کیلئے اونٹ کرائے پر لینے کا بیان

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ بَعِيرًا إِلَى مَكَّةَ فَلِلْجَمَّالِ أَنْ يُطَالِبَهُ بِأُجْرَةٍ كُلِّ مَرْحَلَةٍ) ؛ لِأَنَّ سَيْرَ كُلِّ مَرْحَلَةٍ مَقْصُودٌ . وَكَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يَقُولُ أَوْلًا : لَا يَجِبُ الْأَجْرُ إِلَّا بَعْدَ انْقِضَاءِ الْمُدَّةِ وَانْتِهَاءِ السَّفَرِ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ ؛ لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ جُمْلَةُ الْمَنَافِعِ فِي الْمُدَّةِ فَلَا يَتَوَزَّعُ الْأَجْرُ عَلَى أَجْزَائِهَا ، كَمَا إِذَا كَانَ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ الْعَمَلُ .

وَوَجْهُ الْقَوْلِ الْمَرْجُوعِ إِلَيْهِ أَنَّ الْقِيَاسَ يَقْتَضِي اسْتِحْقَاقَ الْأَجْرِ سَاعَةً فَسَاعَةً لِتَحَقُّقِ الْمُسَاوَاةِ ، إِلَّا أَنَّ الْمَطَالِبَةَ فِي كُلِّ سَاعَةٍ تُفْضِي إِلَى أَنْ لَا يَتَفَرَّغَ لِغَيْرِهِ فَيَتَضَرَّرُ بِهِ ، فَقَدَرْنَا بِمَا ذَكَرْنَا .

ترجمہ

جب کسی نے مکہ مکرمہ تک جانے کے لئے اونٹ کرایہ پر لیا تو جس کا یہ اونٹ ہے اس کو یہ حق حاصل ہے کہ مستأجر سے ہر ہر مرحلے کی اجرت مانگ لیا کرے اس لئے کہ ہر مرحلہ کی سیر مقصود ہے۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ پہلے اس بات کے قائل تھے کہ مدت پوری ہونے اور سفر ختم ہونے کے بعد ہی اس

اجرت واجب ہوگی حضرت امام زفر علیہ الرحمہ بھی اس کے ہی قائل ہیں اس لئے کہ معقود علیہ اس پوری مدت کا منافع ہے لہذا اجرت کو منافع کے اجزاء پر تقسیم نہیں کیا جائے گا اسی طرح کہ جب معقود علیہ کام ہے ہو قول مرجوع کی دلیل یہ ہے کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ لمحہ بہ لمحہ اجرت کا حقدار ہوتا ہے کہ مساوات ثابت ہو جائے لیکن ہر لمحہ اجرت کا مطالبہ کرنے سے مستأجر دوسرے کام کے لئے فارغ نہیں ہو سکے گا اور اس چیز سے اس کو نقصان ہوگا لہذا ہم نے جو بیان کیا ہے اس سے ہی اندازہ لگایا جائے گا۔

شرح

اجارہ اگر مطلق ہے اُس میں یہ نہیں بیان کیا گیا ہے کہ اجرت کب دی جائے گی تو مکان اور زمین کا کرایہ روزانہ وصول کر سکتا ہے اور سواری کا ہر منزل پر مثلاً یہ ٹھہرا ہے کہ ہم کو یہاں سے فلاں جگہ جانا ہے اُس کا یہ کرایہ ہے مگر یہ نہیں طے ہوا ہے کہ کرایہ پہنچ کر دیا جائے گا یا کب تو ہر منزل پر حساب سے جو کرایہ ہوتا ہے وصول کر سکتا ہے مگر سواری والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں آگے نہیں جاؤں گا جہاں تک ٹھہرا ہے وہاں تک پہنچانا اُس پر لازم ہے اور اگر بیان کر دیا گیا ہے کہ اتنے دنوں میں کرایہ لیا جائے گا مثلاً عموماً مکان کے کرایہ میں یہ ہوتا ہے کہ طے ہو جاتا ہے کہ ماہ ب ماہ کرایہ دینا ہوگا تو ہر روز یا ہر ہفتہ میں مطالبہ نہیں کر سکتا۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب اجارہ، بیروت)

اور جب کپڑا کرایہ پر پہننے کے لیے لیا کہ ہر روز ایک پیسہ کرایہ دے گا اور زمانہ دراز تک اپنے مکان پر رکھ چھوڑا پہنا ہی نہیں تو دیکھا جائے گا کہ روزانہ پہنتا تو کتنے روز میں پھٹ جاتا اتنے زمانہ تک کا کرایہ ایک پیسہ یومیہ اس کے ذمہ واجب ہے اُس کے بعد کا کرایہ واجب نہیں مثلاً سال بھر تک اس کے یہاں رہ گیا اور پہنتا تو تین ماہ میں پھٹ جاتا صرف تین ماہ کا کرایہ دینا ہوگا۔ (طحطاوی)

اور اسی طرح یومیہ یا ماہوار پر بہت سی چیزیں کرایہ پر دی جاتی ہیں مثلاً شامیانہ کا کرایہ یومیہ ہوتا ہے کہ فیوم اتنا کرایہ جتنے دنوں اس کے یہاں رہے گا کرایہ دینا ہوگا یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے یہاں تو ایک ہی دن کا کام تھا اُسکے بعد بیکار پڑا رہا۔ ایسا ہی گیس کے ہنڈے کرایہ پر لایا اس کا کرایہ ہر رات اتنا ہوگا جتنی راتیں اس کے یہاں ہنڈے رہے اُن کا کرایہ دے یعنی جبکہ بارہ کی کوئی مدت مقرر نہ ہوئی ہو۔

اور جب کسی شخص نے جانور کو کرایہ پر لیا کہ فلاں روز مجھے سوار ہو کر فلاں جگہ جانا ہے مالک نے اسے جانور دیدیا مگر جو دن جانے کا مقرر کیا تھا اُس روز نہیں گیا دوسرے روز گیا اجرت واجب نہیں مگر اگر جانور اسکے مکان پر ہلاک ہو گیا تو ان دینا ہوگا کہ اس نے ناحق اُس کو روک رکھا ہے۔ (طحطاوی)

درزی یا دھوبی کا کام سے پہلے اجرت طلب کرنے کا بیان

قَالَ: (وَلَيْسَ لِلْقَصَّارِ وَالْخَيَّاطِ أَنْ يُطَالِبَ بِأَجْرِهِ حَتَّى يَفْرُغَ مِنَ الْعَمَلِ) ؛ لِأَنَّ الْعَمَلَ فِي الْبَعْضِ غَيْرُ مُنْتَفِعٍ بِهِ فَلَا يَسْتَوْجِبُ بِهِ الْأَجْرَ ، وَكَذَا إِذَا عَمِلَ فِي بَيْتِ الْمُسْتَأْجِرِ

لَا يَسْتَوْجِبُ الْأَجْرَ قَبْلَ الْفَرَاغِ لِمَا بَيَّنَّا . قَالَ : (إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ التَّعْجِيلَ) لِمَا مَرَّ أَنَّ الشَّرْطَ فِيهِ لَا زِمَّ .

ترجمہ

فرمایا کہ دھوبی اور درزی کے لئے کام سے فارغ ہونے سے پہلے اجرت کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ بعض کام کرنا ناقابل نفع ہوتا ہے لہذا اس سے مستأجر اجرت کا حقدار نہیں ہوگا اسی طرح جب کسی کے گھر میں دھوبی وغیرہ نے کام کیا تو وہ فارغ ہونے سے پہلے اجرت کا حقدار نہیں ہوگا اس دلیل کے سبب جو ہم نے بیان کی ہے مگر یہ کہ موجر نے تعجیل کی شرط لگادی ہو اس دلیل کے سبب جو گذر چکی ہے کہ عقد اجارہ میں شرط لازم ہوتی ہے۔

شرح

درزی نے مستأجر کے گھر پر کپڑا سیا تو کام کرنے پر اجرت واجب ہو جائے گی مالک کو سپرد کرنے کی ضرورت نہیں کہ جب اُس کے مکان پر ہی کام کر رہا ہے تو تسلیم کرنے کی ضرورت نہیں یہ خود ہی تسلیم کے حکم میں ہے لہذا کپڑا اسی رہا تھا چوری ہو گیا اجرت کا مستحق ہے بلکہ اگر کچھ سیا تھا کچھ باقی تھا یعنی مثلاً پورا کرتے سیا بھی نہیں تھا کہ جاتا رہا جتنا سیا لیا تھا اُس کی اجرت واجب ہے۔ (طحطاوی)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مزدور دیوار بنا رہا ہے کچھ بنانے کے بعد گرگئی تو جتنی بنا چکا ہے اُس کی اجرت واجب ہوگئی۔ درزی نے کپڑا سیا تھا مگر کسی نے یہ سلائی توڑ دی سلائی نہیں ملے گی ہاں جس نے توڑی ہے اُس سے تاوان لے سکتا ہے اور اب دوبارہ سینا بھی درزی پر واجب نہیں کہ کام کر چکا اور اگر خود درزی ہی نے سلائی توڑ دی تو دوبارہ سینا واجب ہے گویا اُس نے کام کیا ہی نہیں۔ (بحر الرائق، کتاب اجارہ، بیروت)

درزی نے کپڑا قطع کیا اور سیا نہیں بغیر سے مرگیا قطع کرنے کی کچھ اجرت نہیں دی جائے گی کہ عادت سلائی کی اجرت دیتے ہیں قطع کرنے کی اجرت نہیں دی جاتی ہاں اگر اصل مقصود درزی سے کپڑا قطع کرانا ہی ہے سلوانا نہیں ہے تو اس کی اجرت بھی ہو سکتی ہے۔ (طحطاوی، بحر الرائق، کتاب اجارہ، بیروت)

روٹی لگانے والے کو اجرت پر لگانے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ خَبَّازًا لِيُخْبِزَ لَهُ فِي بَيْتِهِ قَفِيزًا مِنْ دَقِيقٍ بِدَرْهِمٍ لَمْ يَسْتَحِقَّ الْأَجْرَ حَتَّى يُخْرِجَ الْخُبْزَ مِنَ التَّنُورِ) ؛ لِأَنَّ تَمَامَ الْعَمَلِ بِالْإِخْرَاجِ .
فَلَوْ احْتَرَقَ أَوْ سَقَطَ مِنْ يَدِهِ قَبْلَ الْإِخْرَاجِ فَلَا أَجْرَ لَهُ لِلْهَلَاكِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ ، (فَإِنْ أَخْرَجَهُ ثُمَّ احْتَرَقَ مِنْ غَيْرِ فِعْلِهِ فَلَهُ الْأَجْرُ) ؛ لِأَنَّهُ صَارَ مُسَلِّمًا إِلَيْهِ بِالْوَضْعِ فِي بَيْتِهِ ،

وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ ؛ لِأَنَّهُ لَمْ تُوَجَدْ مِنْهُ الْجَنَایَةُ .
 قَالَ : وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِیْفَةَ ؛ لِأَنَّهُ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ ، وَعِنْدَهُمَا يَضْمَنُ مِثْلَ دَقِيقِهِ وَلَا أُجْرَ
 لَهُ ؛ لِأَنَّهُ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ فَلَا يَبْرَأُ إِلَّا بَعْدَ حَقِیقَةِ التَّسْلِيمِ ، وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ الْخُبْزَ ،
 وَأَعْطَاهُ الْأَجْرَ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے روٹی لگانے والے کو اجرت پر لیا کہ وہ مستأجر کے گھر ایک درہم کے بدلے ایک بوری آٹے کی روٹی لگا دے تو تندور سے روٹی کو وہ نکالے بغیر اجرت کا حقدار نہیں ہوگا اس لئے کہ روتی نکالنے سے ہی کام پورا ہوتا ہے پس جب نکالنے سے پہلے روٹی جل جائے یا اس کے ہاتھ سے گر جائے تو اس کو اجرت نہیں دی جائے گی اس لئے کہ منفعت حوالے کرنے سے پہلے ہی ہلاک ہو گئی ہے مگر جب روٹی لگانے والے کے نکالنے کے بعد اس کے عمل کے بغیر وہ روٹی جل گئی تو اس کو اجرت دی جائے گی اس لئے کہ مستأجر کے گھر میں رکھنے سے وہ تسلیم کرنے والا ہو گیا ہے اور اس پر ضمان نہیں ہوگا اس لئے کہ اس کی طرف سے جنایت نہیں پائی گئی صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے اس لئے کہ خباز کے قبضہ میں روتی امانت ہوتی ہے صاحبین کے نزدیک مستأجر اپنے آتے کی مقدار اس سے ضمان لے گا اور اس کو اجرت بھی نہیں دی جائے گی اس لئے کہ مذکورہ چیز اس پر مضمون ہے لہذا حقیقی تسلیم کے بغیر خباز ضمان سے بری نہیں ہوگا اور اگر مستأجر چاہے تو خباز سے روٹیوں کا ضمان لے لے اور روتی کو اجرت دے دے۔

روٹی کے جل جانے . وجود عدم تاوان کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب نانباتی اس وقت اجرت لینے کا حقدار ہوگا جب روٹی تنور سے نکال لے کہ اب اس کا کام ختم ہو اور اگر کچھ روٹیاں پکائی ہیں کچھ باقی ہیں تو جتنی پکا چکا ہے حساب کر کے انکی پکوائی لے سکتا ہے یہ اس صورت میں ہے کہ مستأجر یعنی پکوانے والے کے مکان پر اس نے روٹی پکائی اور اگر پکنے کے بعد یعنی تنور سے نکالنے کے بعد بغیر اس کے فعل کے کوئی روٹی تنور میں گر گئی اور جل گئی تو اس کی اجرت منہا نہیں کی جاسکتی کہ تنور سے نکال کر رکھنے کے بعد اجرت کا حقدار ہو چکا ہے اور اس روٹی کا اس سے تاوان بھی نہیں لیا جاسکتا کہ اس نے خود نقصان نہیں کیا ہے اور اگر تنور سے نکالنے کے پہلے ہی جل گئی تو اس کی اجرت نہیں ملے گی بلکہ تاوان دینا ہوگا یعنی اس روٹی کا جتنا آٹا تھا وہ تاوان دے اور اگر روٹی پکوانے والے کے یہاں نہیں پکائی ہے خواہ نانباتی نے اپنے گھر پکائی یا دوسرے کے مکان پر اور روٹی جل جائے یا چوری ہو جائے بہر حال اجرت کا مستحق نہیں ہے کہ اس کے لیے تسلیم یعنی مستأجر کے قبضہ میں دینے کی ضرورت ہے پھر اگر چوری ہو گئی تو نانباتی پر تاوان نہیں کیوں کہ آٹا اس کے پاس امانت تھا جس میں تاوان نہیں ہوتا اور اگر جل گئی ہے تو تاوان دینا ہوگا کہ اس کے فعل سے نقصان ہو اور مالک کو اختیار ہے کہ

روٹی کا تاوان لے یا آٹے کا اگر روٹی کا تاوان لے گا تو پکوائی دینی ہوگی اور آٹا لے تو نہیں۔ لکڑی، نمک، پانی ان میں سے کسی کا تاوان نہیں۔ (بحر الرائق، کتاب اجارہ، بیروت، درمختار، کتاب اجارہ، بیروت، طحاوی)

اجرت پر لائے گئے باورچی کیلئے عرف کا اعتبار کرنے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ طَبَّاخًا لِيَطْبُخَ لَهُ طَعَامًا لِلْوَلِيمَةِ فَالْعُرْفُ عَلَيْهِ) اِعْتِبَارًا لِلْعُرْفِ
قَالَ: (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ إِنْسَانًا لِيَضْرِبَ لَهُ لَبْنًا اسْتَحَقَّ الْأَجْرَ إِذَا أَقَامَهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ،
وَقَالَا : لَا يَسْتَحِقُّهَا حَتَّى يُشْرِجَهَا) ؛ لِأَنَّ التَّشْرِيجَ بَيْنَ تَمَامِ عَمَلِهِ ، إِذْ لَا يُؤْمَنُ مِنَ
الْفَسَادِ قَبْلَهُ فَصَارَ كِإِخْرَاجِ الْخُبْزِ مِنَ التَّنُورِ ؛ وَلِأَنَّ الْأَجِيرَ هُوَ الَّذِي يَتَوَلَّاهُ عُرْفًا وَهُوَ
الْمُعْتَبَرُ فِيمَا لَمْ يَنْصَ عَلَيْهِ .

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ الْعَمَلَ قَدْ تَمَّ بِالْإِقَامَةِ ، وَالتَّشْرِيجُ عَمَلٌ زَائِدٌ كَالنَّقْلِ ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ
يَنْتَفِعُ بِهِ قَبْلَ التَّشْرِيجِ بِالنَّقْلِ إِلَى مَوْضِعِ الْعَمَلِ ، بِخِلَافِ مَا قَبْلَ الْإِقَامَةِ ؛ لِأَنَّهُ طِينٌ
مُنْتَشِرٌ ، وَبِخِلَافِ الْخُبْزِ ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُنْتَفِعٍ بِهِ قَبْلَ الْإِخْرَاجِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے ولیمہ کا کھانا پکانے کے لئے کوئی باورچی اجرت پر لیا تو عرف کا اعتبار کرتے ہوئے کھانے کو پیالوں میں نکالنا بھی اسی باورچی پر لازم ہوگا۔

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کسی کوچی اینٹیں بنانے کے لئے اجرت پر رکھا تو جب مزدور اینٹوں کو کھڑا کر دے گا تو وہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اجرت کا حقدار ہوگا۔

جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ جب تک وہ اینٹوں کو تہہ بہ تہہ کھڑا نہیں کرے گا وہ مزدوری کا حقدار نہیں ہوگا کیونکہ ان کو ترتیب سے رکھنا اس مزدور کی مزدوری میں سے ہے اس لئے کہ اس سے پہلے خراب ہونے سے اطمینان نہیں ہوتا تو یہ تنور سے نکالنے کی مثل ہو گیا اور عرف میں بھی مزدور ہی ترتیب سے رکھنے کا ذمہ دار ہوتا ہے اور جس چیز میں صراحت نہ ہو اس میں عرف کا ہی اعتبار کیا جاتا ہے۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ اینٹوں کو کھڑا کرنے سے کمہار کا کام مکمل ہو جاتا ہے اور ترتیب سے رکھنا ایک زائد کام ہے جس طرح کہ تالاب سے اینٹوں کو منتقل کرنا کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اینٹوں کو خشک کرنے کے لئے کھڑا کرنے سے پہلے کام والی جگہ تک اینٹ کو منتقل کرنے سے بھی ان اینٹوں سے نفع اٹھایا جاتا ہے برخلاف اٹھانے سے پہلے کے اس لئے کہ اقامت سے پہلے وہ پھیلی ہوئی مٹی رہتی ہے روٹی کے خلاف اس لئے کہ تنور سے نکالنے سے پہلے اس سے نفع نہیں اٹھایا جاسکتا

ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب باورچی گوشت یا پلاؤ وغیرہ پکاتا ہے اگر یہ کھانا اُس نے دعوت کے موقع پر پکایا ہے ولیمہ کی دعوت ہو یا ختنہ کی یا چھٹی کی یا عقیقہ کی یا قرآن مجید ختم کرنے کی، غرض کسی قسم کی دعوت ہو اس میں اجرت کا اُس وقت مستحق ہوگا جب سالن وغیرہ برتنوں میں نکال دے اور گھر کے لوگوں کے لیے پکایا ہے تو کھانا طیار کرنے پر اجرت کا حقدار ہو گیا۔ مگر یہ وہاں کا عرف ہے کہ باورچی ہی کھانا نکالتے ہیں ہندوستان میں عموماً یہ طریقہ ہے کہ باورچی طیار کر دیتے ہیں جس نے دعوت کی اُس کے عزیز واقارب دوست احباب کھانا نکالتے ہیں کھلاتے ہیں باورچی سے اس کام کا کوئی تعلق نہیں رہتا لہذا یہاں کے عرف کے لحاظ سے کھانا طیار کرنے پر مزدوری کا مستحق ہو جائے گا نکالنے کی ضرورت نہیں۔

اور جب باورچی نے کھانا خراب کر دیا یا جلادیا یا کچا ہی اوتا دیا اُسے کھانے کا ضمان دینا ہوگا۔ اور اگر آگ لے کر چلا کہ چولہا جلانے یا تنور روشن کرے چنگاری اوڑی اور مکان میں آگ لگ گئی مکان جل گیا اس کا تاوان دینا نہیں ہوگا کہ اس میں اُس کے فعل کو دخل نہیں اسی طرح کرایہ دار سے اگر مکان جل جائے تو تاوان نہیں کہ اُس نے قصداً ایسا نہیں کیا ہے۔

(درمختار، کتاب اجارہ، بیروت)

کام کا اثر عین میں موجود ہونے کا بیان

قَالَ: (وَكُلُّ صَانِعٍ لِعَمَلِهِ أَثَرٌ فِي الْعَيْنِ كَالْقَصَّارِ وَالصَّبَّاحِ فَلَهُ أَنْ يَحْبِسَ الْعَيْنَ حَتَّى يَسْتَوْفِيَ الْأَجْرَ ، لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ وَصَفٌ قَائِمٌ فِي الثَّوْبِ فَلَهُ حَقُّ الْحَبْسِ ؛ لِاسْتِيفَاءِ الْبَدَلِ كَمَا فِي الْمَبِيعِ ، وَلَوْ حَبَسَهُ فَضَاعَ لَا ضَمَانَ عَلَيْهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَدِّ فِي الْحَبْسِ فَبَقِيَ أَمَانَةٌ كَمَا كَانَ عِنْدَهُ ، وَلَا أَجْرَ لَهُ لِهَلَاكِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ .

وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ : الْعَيْنُ كَانَتْ مَضْمُونَةً قَبْلَ الْحَبْسِ فَكَذَا بَعْدَهُ ، لَكِنَّهُ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيمَتَهُ غَيْرَ مَعْمُولٍ وَلَا أَجْرَ لَهُ ، وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ مَعْمُولًا وَلَهُ الْأَجْرُ ، وَسَيَبِينُ مِنْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

ترجمہ

فرمایا کہ ہر وہ کاری گرجس کے کام کا اثر عین میں موجود ہو جس طرح کہ دھوبی اور رنگ ریز تو کام سے فارغ ہونے کے بعد وہ

عین کو اپنے پاس روک سکتا ہے جب تک کہ وہ پوری اجرت وصول نہ کر لے اس لئے کہ معقود علیہ ایسا وصف ہے جو کپڑے میں موجود ہے لہذا بدل کو وصول کرنے کے لئے اس کو عین کو روکنے کا حق ہوگا جس طرح کہ بیع میں ہوتا ہے اور جب مانع نے اس کو روک لیا اور اس کے قبضہ میں وہ چیز ہلاک ہوگئی تو امام صاحب کے نزدیک صانع پر ضمان نہیں ہوگا اس لئے کہ جس میں وہ متعدی نہیں ہے لہذا حسب سابق وہ چیز اس کے پاس امانت رہ گئی اور اس کو اجرت بھی نہیں دی جائے گی اس لئے کہ معقود علیہ حوالے کرنے سے پہلے ہی ہلاک ہو گیا ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ وہ چیز جس سے پہلے مضمون تھی لہذا جس کے بعد بھی مضمون ہی رہے گی لیکن مالک کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو صانع کو بغیر کام کئے ہوئے کپڑے کی قیمت کا ضامن بنائے اور اس کو اجرت نہ دے اور اگر چاہے تو استری کردہ اور رنگے ہوئے کپڑے کی قیمت کا ضامن بنائے اور صانع کو اس کے کام کی اجرت دے دے اور ہم اس کو بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس کاریگر کے عمل کا اثر چیز میں پیدا ہوتا ہے جیسے رنگ ریز، دھوبی یہ اپنی اجرت وصول کرنے کے لیے چیز کو روک سکتے ہیں اگر انہوں نے چیز کو روکا اور ضائع ہوگئی تو چیز کا تاوان نہیں دینا ہوگا مگر اجرت بھی نہیں ملے گی۔ یہ روکنے کا حق اُس صورت میں ہے کہ اجرت ادا کرنے کے لیے کوئی میعاد مقرر نہ کی ہو اور اگر کہہ دیا ہے کہ ایک ماہ بعد میں اجرت دوں گا اور کاریگر نے منظور کر لیا تو اب چیز کے روکنے کا حق جاتا رہا اور روکنے کا حق اُس وقت ہے کہ کاریگر نے اپنے مکان یا دکان میں کام کیا ہو اور اگر خود مستأجر کے یہاں کام کیا تو کام سے فارغ ہونا ہی مستأجر کو تسلیم کر دینا ہے اس میں روکنے کی صورت نہیں۔ درزی وغیرہ نے تعدی کی جس سے چیز میں نقصان ہو تو مطلقاً ضامن ہیں اپنے مکان پر کام کیا ہو یا مستأجر کے مکان پر یا اور کہیں اور اگر کشتی میں سامان لدا ہے مالک بھی کشتی میں ہے ملاح کشتی کو کھینچے لیجا رہا ہے اور کشتی ڈوب گئی ملاح ضمان نہیں دے گا۔ (بحر الرائق، کتاب اجارہ، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اثر ہونے کا کیا مطلب ہے بعض فقہا فرماتے ہیں اس کا یہ مطلب ہے کہ کام کرنے والے کی کوئی چیز اُس میں شامل ہو جائے جیسے رنگ ریز نے کپڑے میں اپنا رنگ شامل کر دیا اور بعض فقہا یہ کہتے ہیں کہ اس سے یہ مراد ہے کہ کوئی چیز جو نظر نہیں آتی تھی نظر آئے اس ثانی کی بنا پر دھوبی بھی داخل ہے کیونکہ پہلے کپڑے کی سپیدی نظر نہیں آتی تھی اب آنے لگی اور اگر دھوبی نے کلپ لگایا ہے جب تو پہلی صورت میں بھی داخل ہے۔ پستہ بادام کی گری نکالنے والا، لکڑیاں چیرنے والا، آٹا پیسنے والا، درزی اور موزہ سینے والا جبکہ یہ دونوں ڈورا اپنے پاس سے نہ لگائیں غلام کا سر مونڈنے والا یہ سب اس میں داخل ہیں دونوں قولوں میں اصح قول ثانی ہے۔ (در مختار، کتاب اجارہ، بیروت)

عین میں اثر نہ ہونے والے کاریگروں کا بیان

قَالَ: (وَ كُلُّ صَانِعٍ لَيْسَ لِعَمَلِهِ أَثَرٌ فِي الْعَيْنِ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَحْبِسَ الْعَيْنَ لِلْأَجْرِ

كَالْحَمَّالِ وَالْمَلَّاحِ) ؛ لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ نَفْسُ الْعَمَلِ وَهُوَ غَيْرُ قَائِمٍ فِي الْعَيْنِ فَلَا يُتَصَوَّرُ حَبْسُهُ فَلَيْسَ لَهُ وِلَايَةُ الْحَبْسِ وَغَسْلُ الثُّوبِ نَظِيرُ الْحَمْلِ ، وَهَذَا بِخِلَافِ الْآبِقِ حَيْثُ يَكُونُ لِلدَّادِ حَقُّ حَبْسِهِ لِاسْتِيفَاءِ الْجُعْلِ ، وَلَا أَثَرَ لِعَمَلِهِ ؛ لِأَنَّهُ كَانَ عَلَى شَرَفِ الْهَلَاكِ وَقَدْ أَحْيَاهُ فَكَأَنَّهُ بَاعَهُ مِنْهُ فَلَهُ حَقُّ الْحَبْسِ ، وَهَذَا الَّذِي ذَكَرْنَا مَذْهَبُ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ .

وَقَالَ زُفَرٌ : لَيْسَ لَهُ حَقُّ الْحَبْسِ فِي الْوَجْهَيْنِ ؛ لِأَنَّهُ وَقَعَ التَّسْلِيمُ بِاتِّصَالِ الْمَبِيعِ بِمِلْكِهِ فَيَسْقُطُ حَقُّ الْحَبْسِ .

وَلَنَا أَنَّ الْإِتِّصَالَ بِالْمَحَلِّ ضَرُورَةٌ إِقَامَةٌ تَسْلِيمِ الْعَمَلِ فَلَمْ يَكُنْ هُوَ رَاضِيًا بِهِ مِنْ حَيْثُ أَنَّهُ تَسْلِيمٌ فَلَا يَسْقُطُ حَقُّ الْحَبْسِ كَمَا إِذَا قَبِضَ الْمُشْتَرِي بِغَيْرِ رِضَا الْبَائِعِ .

قَالَ : (وَإِذَا شَرَطَ عَلَى الصَّانِعِ أَنْ يَعْمَلَ بِنَفْسِهِ لَيْسَ لَهُ أَنْ يَسْتَعْمَلَ غَيْرَهُ) ؛ لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ الْعَمَلُ فِي مَحَلِّ بَعِيْنِهِ فَيَسْتَحَقُّ عَيْنَهُ كَالْمَنْفَعَةِ فِي مَحَلِّ بَعِيْنِهِ (وَإِنْ أَطْلَقَ لَهُ الْعَمَلَ فَلَهُ أَنْ يَسْتَأْجِرَ مَنْ يَعْمَلُهُ) ؛ لِأَنَّ الْمُسْتَحَقَّ عَمَلٌ فِي ذِمَّتِهِ ، وَيُمْكِنُ إِيفَاؤُهُ بِنَفْسِهِ وَبِالِاسْتِعَانَةِ بِغَيْرِهِ بِمَنْزِلَةِ إِيفَاءِ الدَّيْنِ .

ترجمہ

فرمایا کہ ہر وہ کاری گر جس کے کام کا اثر عین میں نہ ہو اس کو اجرت وصول کرنے کے لئے عین کو روکنے کا حق نہیں ہے جس طرح کہ قلی اور ملاح اس لئے کہ معقود علیہ نفس عمل ہے اور وہ عین میں موجود نہیں ہے لہذا اس کو روکنے کا تصور بھی نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ اس کو ولایت جس ہی حاصل نہیں ہے اور کپڑا دھلانا بوجھ اٹھانے کی مثال ہے یہ حکم آبق کے برخلاف ہے پس واپس لانے والے کو محتنانہ وصول کرنے کے لئے جس کا حق حاصل ہوگا جبکہ راد کے عمل کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا اس لئے کہ آبق ہلاکت کے قریب تھا اور راد نے اس کو بچا لیا تو یہ ایسا ہو گیا جیسے راد نے وہ آبق آقا کو بچا اس لئے کہ اس کو جس کا حق حاصل ہوگا یہ جو ہم نے بیان کیا ہے ہمارے علمائے ثلاثہ کو مذہب ہے۔ جبکہ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں صانع کو جس کرنے کا حاصل نہیں ہوگا اس لئے کہ بیع کے مستاجر کی ملکیت سے متصل ہونے کے سبب تسلیم ثابت ہوگئی لہذا جس کا حق ساقط ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ محل یعنی مستاجر کی ملکیت سے صانع کے کام کا متصل ہونا کام درسہ کرنے کی ضرورت کے تحت تھا لہذا صانع اس کے تسلیم ہونے پر راضی نہیں ہوگا اور اس کا حق جس ساقط نہیں ہوگا جس طرح کہ جب بائع کی رضا مندی کے بغیر مستاجر

بیع پر قبضہ کر لے تو بائع کو جس کا حق حاصل ہوگا۔

فرمایا کہ جب مستاجر نے یہ شرط لگا دی کہ صنیع بذات خود کام کرے گا تو اس کو یہ حق نہیں ہے کہ دوسرے سے کام کرائے اس لئے کہ معقود علیہ یہ ہے کہ کام معین محل سے ملا ہوا ہو لہذا اس کے عین سے فعل حقدار ہوگا جس طرح کہ معین محل سے منفعت متعلق ہوتی ہے اور جب مستاجر نے اجیر کے لئے کام کو مطلق کر دیا تو مستاجر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی کام کرنے والے کو اجرت پر لے کر کام کرا دے اس لئے کہ صنایع پر کام پورا کرنا لازم کیا گیا ہے اور صنایع کے لئے خود بھی اس کو پورا کرنا ممکن ہے اور دوسرے سے مدد لے کر بھی اس کو پورا کرنا ممکن ہے جس طرح کہ دین کی ادائیگی ہوتی ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس کے کام کا اثر اُس چیز میں نہ رہے جیسے جمال کہ غلہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتا ہے یا ملاح کہ کسی چیز کو کشتی پر لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیتا ہے یا جس نے کپڑے کو پاک کرنے کے لیے دھویا اُس کو سپید نہیں کیا یہ لوگ اجرت وصول کرنے کے لیے چیز کو روک نہیں سکتے اگر روکیں گے غاصب قرار پائیں گے اور ضمان دینا ہوگا اور مالک کو اختیار ہے عمل کرنے کے بعد جو قیمت ہوئی اُس کا تاوان لے اور اس صورت میں اجرت دینی ہوگی اور چاہے تو وہ قیمت تاوان میں لے جو عمل کے بغیر ہے اور اس وقت اجرت نہیں ملے گی۔ (درمختار، کتاب اجارہ، بیروت)

اجیر کے پاس چیز ہلاک ہوگئی مگر نہ تو اُس کے فعل سے ہلاک ہوئی اور نہ اجرت لینے کے لیے اُس نے چیز روکی تھی اور اجیر وہ ہے جس کے عمل کا اثر پیدا ہوتا ہے جیسے خیاط و رنگریز تو ان کی اجرت نہیں ملے گی اور اگر عمل کا اثر نہیں پیدا ہوتا جیسے جمال تو اسے اجرت ملے گی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب اجارہ، بیروت)

ڈاکیا کے طور پر کسی کو اجرت پر لگانے کا بیان

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا لِيَذْهَبَ إِلَى الْبَصْرَةِ فَيَجِيءَ بِعِيَالِهِ فَذَهَبَ فَوَجَدَ بَعْضُهُمْ قَدْ مَاتَ فَجَاءَ بِمَنْ بَقِيَ فَلَهُ الْأَجْرُ بِحَسَابِهِ) ؛ لِأَنَّهُ أَوْفَى بَعْضِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ فَيَسْتَحِقُّ الْعِوَاضَ بِقَدْرِهِ ، وَمُرَادُهُ إِذَا كَانُوا مَعْلُومِينَ (وَإِنْ اسْتَأْجَرَهُ لِيَذْهَبَ بِكِتَابِهِ إِلَى فَلَانٍ بِالْبَصْرَةِ وَيَجِيءَ بِجَوَابِهِ فَذَهَبَ فَوَجَدَ فَلَانًا مَيِّتًا فَرَدَّهُ فَلَا أَجْرَ لَهُ) هَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ : لَهُ الْأَجْرُ فِي الذَّهَابِ ؛ لِأَنَّهُ أَوْفَى بَعْضِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ ، وَهُوَ قَطْعُ الْمَسَافَةِ ، وَهَذَا لِأَنَّ الْأَجْرَ مُقَابِلٌ بِهِ لِمَا فِيهِ مِنَ الْمَشَقَّةِ دُونَ حَمْلِ الْكِتَابِ لِخَفَةِ مُؤَنَتِهِ . وَلَهُمَا أَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ نَقْلُ الْكِتَابِ ؛ لِأَنَّهُ هُوَ الْمَقْصُودُ أَوْ وَسِيلَةٌ إِلَيْهِ وَهُوَ

الْعِلْمُ بِمَا فِي الْكِتَابِ وَلَكِنَّ الْحُكْمَ مُعَلَّقٌ بِهِ وَقَدْ نَقَضَهُ فَيَسْقُطُ الْأَجْرُ كَمَا فِي الطَّعَامِ وَهِيَ الْمَسْأَلَةُ الَّتِي تَلِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةَ (وَإِنْ تَرَكَ الْكِتَابَ فِي ذَلِكَ الْمَكَانِ وَعَادَ يَسْتَحِقُّ الْأَجْرَ بِالذَّهَابِ بِالْإِجْمَاعِ) ؛ لِأَنَّ الْحَمْلَ لَمْ يُنْتَقِضْ . (وَإِنْ اسْتَأْجَرَهُ لِيَذْهَبَ بِطَعَامٍ إِلَى فَلَانٍ بِالْبَصْرَةِ فَذَهَبَ فَوَجَدَ فَلَانًا مَيِّتًا فَرَدَّهُ فَلَا أَجْرَ لَهُ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) ؛ لِأَنَّهُ نَقَضَ تَسْلِيمَ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ ، وَمَوْحَمِلُ الطَّعَامِ ، بِخِلَافِ مَسْأَلَةِ الْكِتَابِ عَلَى قَوْلِ مُحَمَّدٍ ؛ لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ هُنَاكَ قَطَعَ الْمَسَافَةَ عَلَى مَا مَرَّ .

ترجمہ

جب کسی نے کسی کو بصرہ میں کسی آدمی کے پاس خط لے جانے اور لانے کے لئے اجرت پر رکھا اور مزدور ہو گیا لیکن مکتوب الیہ مرچکا تھا اور اجیر اس خط کو واپس واپس لے آیا تو اس کو اجرت نہیں دی جائے گی یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے جبکہ امام محمد فرماتے ہیں کہ اجیر کو جانے کی اجرت ملے گی اس لئے کہ اس نے بعض معقود علیہ کو پورا کر دیا ہے یعنی جانے کی مسافت طے کر لی ہے یہ حکم اس لئے ہے کہ اجرت قطع مسافت ہی کے مقابل ہے اس لئے کہ سفر کرنے میں ہی مشقت ہے اور خط اٹھا کر لے جانے میں تو کوئی مشقت نہیں ہے اس لئے کہ اس کا وزن ہلکا ہوتا ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ معقود علیہ خط کو لانا اور لے جانا ہے اس لئے کہ اجارہ کا مقصد یہی ہے یا مقصود کا وسیلہ ہے اور وہ خط میں لکھی ہوئی باتوں کا علم ہے اور اجرت کے واجب ہونے کا حکم خط لانے اور لے جانے کے متعلق ہے حالانکہ اجیر نے نقل کو ختم کر دیا ہے لہذا اس کی اجرت ساقط ہو جائے گی جس طرح کہ غلہ پہنچانے کے مسئلہ میں ہے اور وہ مسئلہ اس مسئلے کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔ اور جب اجیر اس جگہ خط چھوڑ کر واپس آیا تو وہ بالاتفاق جانے کی اجرت کا حقدار ہوگا اس لئے کہ خط کو لیجانا ختم نہیں ہوا ہے جب کسی آدمی نے کسی کو اجرت پر لیا تا کہ وہ بصرہ میں غلہ پہنچادے لیکن جب اجیر وہاں گیا تو فلاں مرچکا تھا اور وہ غلہ واپس لے آیا تو اس کو بالاتفاق اجرت نہیں دی جائے گی اس لئے کہ معقود علیہ یعنی غلہ کو اٹھا کر مقام مقصود تک پہنچانا ختم ہو چکا ہے بخلاف امام محمد کے قول پر کتاب کے مسئلہ میں اس لئے کہ وہاں مسافت طے کرنا معقود علیہ ہے جس طرح کہ گذر چکا ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص کو اجیر مقرر کیا کہ میری عیال کو فلاں جگہ سے لے آؤ وہ لینے گیا مگر ان میں سے بعض کا انتقال ہو گیا جو باقی تھے انھیں لے آیا اگر دونوں کو تعداد معلوم تھی تو اجرت اسی حساب سے ملے گی یعنی مثلاً چار بچے تھے اور اجرت چار روپے تھی تین کو لایا تو تین روپے پائے گا اور اگر تعداد معلوم نہیں تھی تو پوری اجرت پائے گا اور اگر گیا اور وہاں سے کسی کو نہیں لایا تو کچھ بھی اجرت نہیں ملے گی کہ کام کیا ہی نہیں پہلی صورت میں حساب سے اجرت ملنا اس صورت میں ہے کہ اُنکے کم،

زیادہ ہونے سے محنت میں کمی بیشی ہو مثلاً چھوٹے چھوٹے بچے ہیں کہ گود میں لانا ہو گا زیادہ ہوں گے تکلیف زیادہ ہوگی کم ہوں گے تکلیف کم ہوگی اور اگر کم زیادہ ہونے سے اس کی محنت میں کمی بیشی نہیں ہوگی مثلاً کشتی کرایہ پر لی ہے کہ اُس میں سب کو سوار کر کے لاؤ اگر سب آئیں گے یا بعض آئیں گے دونوں صورتوں میں محنت یکساں ہے اس صورت میں پوری اجرت ملے گی اور اگر بچوں کے لانے کا مطلب یہ ہے کہ اجیر اُن کے ساتھ ساتھ آئے گا سواری کا خرچ مستأجر کے ذمہ ہے مثلاً کہہ دیا ریل پر یا تاکہ گاڑی پر سوار کر کے لاؤ یا وہ جگہ قریب ہے سب پیدل چلے آئیں گے اس کو صرف ساتھ رہنا ہو گا یا جگہ دور ہے مگر وہ سب بڑے ہیں پیدل چلے آئیں گے اس کی محنت میں اُن کے کم و بیش ہونے سے کوئی فرق نہیں تو پوری اجرت پائے گا۔

(در مختار، کتاب اجارہ، بیروت، طحاوی)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص کو اجیر کیا کہ فلاں جگہ فلاں شخص کے پاس میرا خط لے جاؤ اور وہاں سے جواب لاؤ اگر یہ خط لے کر نہیں گیا اجرت کا مستحق نہیں ہے کہ صرف جانے آنے کے لیے اُس نے اجیر نہیں کیا تھا جب اُس نے کام نہیں کیا اجرت کس چیز کی لے گا اور اگر وہاں خط لیکر گیا مگر مکتوب الیہ کا انتقال ہو گیا تھا خط واپس لایا اس صورت میں بھی اجرت کا مستحق نہیں اور اگر خط واپس نہیں لایا بلکہ وہیں چھوڑ آیا تو جانے کی اجرت پائے گا آنے کی نہیں۔ اور اگر مکتوب الیہ وہاں سے کہیں چلا گیا ہے جب بھی یہی صورتیں ہیں۔ اسی طرح اگر مٹھائی وغیرہ کوئی کھانے کی چیز بھیجی تھی جس کے پاس بھیجی تھی وہ مر گیا یا کہیں چلا گیا یہ واپس لایا جب بھی مزدوری کا مستحق نہیں۔ (در مختار، کتاب اجارہ، بیروت، طحاوی)

بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الْإِجَارَةِ وَمَا يَكُونُ خِلَافًا فِيهَا

﴿یہ باب جائز اور مختلف فیہ اجاروں کے بیان میں ہے﴾

جائز اور مختلف فیہ اجارہ کے باب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بارتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب اجارہ، اس کی شرائط اور اجرت کا حقدار بننے کے احکام سے فارغ ہوئے ہیں تو اب یہاں سے انہوں نے ان چیزوں کا ذکر شروع کیا ہے جن میں مطلق طور یا مقید طور اجارہ جائز ہے۔ اور اسی طرح ان کاموں کا ذکر کریں گے۔ جن میں مؤجر اور اجیر کے درمیان اختلاف ہوتا ہے اور جن میں اختلاف نہیں ہوتا۔

(عنایہ شرح الہدایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

گھروں اور دکانوں کو کرائے پر لینے کا بیان

قَالَ: (وَيَجُوزُ اسْتِئْجَارُ الدُّورِ وَالْحَوَانِيتِ لِلسُّكْنَى وَإِنْ لَمْ يُبَيَّنْ مَا يَعْمَلُ فِيهَا) ؛
لِأَنَّ الْعَمَلَ الْمُتَعَارَفَ فِيهَا السُّكْنَى فَيُنْصَرَفُ إِلَيْهِ ، وَأَنَّهُ لَا يَتَفَاوَتْ فَصَحَّ الْعَقْدُ (وَلَهُ
أَنْ يَعْمَلَ كُلَّ شَيْءٍ) لِلِإِطْلَاقِ (إِلَّا أَنَّهُ لَا يُسْكِنُ حَدَادًا وَلَا قَصَارًا وَلَا طَحَانًا ؛ لِأَنَّ
فِيهِ ضَرَرًا ظَاهِرًا) ؛ لِأَنَّهُ يُوهِنُ الْبِنَاءَ فَيَتَقَيَّدُ الْعَقْدُ بِمَا وَرَاءَ هَاذَا دَلَالَةً .

ترجمہ

فرمایا کہ گھروں اور دکانوں کو کرایہ پر لینا جائز ہے اگرچہ اس میں کئے جانے والے کام کی وضاحت نہ کرے اس لئے کہ ان میں رہائش ہی متعارف عمل ہے اس لئے عقد اجارہ کو اسی طرف پھیرا جائے گا اور جس طرح کہ رہائش میں تفاوت نہیں ہوتا اس لئے عقد دسرت ہوگا اور اطلاق عقد کے سبب مستأجر کو اس میں ہر کام کرنے کی اجازت ہوگی لیکن مستأجر اس میں اوباد نہ رہے اور آنا پینے والے کو اس میں نہیں بسا سکتا اس لئے کہ اس میں واضح نقصان ہے اس لئے کہ یہ چیزیں عمارت کو کمزور کر دیتی ہیں لہذا دلالت عقد ان کے علاوہ سے مقید ہوگا۔

شرح

اور جب ایک مکان خریدنا کچھ دنوں اس میں رہنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ مکان وقف ہے یا کسی یتیم کا ہے مکان تو واپس کرنا ہی ہوگا جتنے دنوں اس میں رہا ہے اس کا کرایہ بھی دینا ہوگا۔

اور جب مکان کرایہ پر لیا تھا اور اس کی اجرت پیشگی دیدی تھی مگر مالک مکان مر گیا لہذا اجارہ فسخ ہو گیا کرایہ جو پیشگی دے چکا

ہے اُس کے وصول کرنے کے لیے کرایہ دار کو مکان روک لینے کا حق نہیں اور اگر مالک مکان پر دین تھا اور مرگیا دین ادا کرنے کے لیے مکان فروخت کیا گیا تو، بہ نسبت دوسرے قرض خواہوں کے یہ اپنا زر پیشگی وصول کرنے میں زیادہ حقدار ہے یعنی یہ اپنا پورا روپیہ ٹمن سے وصول کر لے اس کے بعد کچھ بچے تو دوسرے قرض خواہ اپنے اپنے حصہ کے موافق اُس سے لے سکتے ہیں اور کچھ نہیں بچا تو اس ٹمن سے لینے کے حقدار نہیں۔

اور جب مستأجر نے اجرت زیادہ کر دی مثلاً پانچ روپیہ ماہوار کرایہ کا مکان تھا کرایہ دار نے چھ روپے کر دیے اگر اندرون مدت یہ اضافہ ہے تو اصل عقد کے ساتھ لاحق ہو جائے گا جیسے بیع میں ٹمن کا اضافہ اور اگر مدت پوری ہونے کے بعد اضافہ کیا جب بھی زیادہ دینا جائز ہے یعنی یہ ایک احسان ہے عقد باقی نہیں رہا اُس کے ساتھ کیوں کر لاحق ہوگا۔ اور آجر یعنی مثلاً مالک مکان نے اُس شے میں اضافہ کر دیا جو کرایہ پر تھی مثلاً پہلے ایک مکان تھا اب اسی کرایہ میں دوسرا مکان بھی دیدیا یہ بھی جائز ہے اور اگر یتیم یا وقف کا مکان ہے تو اس کی اجرت مثل لی جائے گی۔ (طحاوی)

مکان کا کرایہ جائز جبکہ نقدی میں کرایہ سود ہے

مکان کا کرایہ لینا حرام نہیں ہے، جبکہ روپے کا کرایہ، یعنی سود لینا حرام ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ ان اشیاء پر کرایہ لینا جائز ہوتا ہے جو استعمال کی جاتی ہیں، صرف نہیں کی جاتیں۔ مثلاً جب آپ گھر کرایے پر لیتے ہیں تو آپ اسے بیچ کر اس کے عوض کوئی اور مال نہیں لیتے، بلکہ مکان جیسے ہوتا ہے ویسے کا ویسا پڑا رہتا ہے، بس آپ اس میں رہائش اختیار کرتے ہیں اور جب آپ روپیہ قرض پر لیتے ہیں تو آپ اسے مکان کی طرح ایک جگہ پر پڑا نہیں رہتے، بلکہ اسے مارکیٹ میں صرف کر کے اس کے بدلے میں کوئی اور شے لیتے ہیں، پھر اسے کہیں لے جا کر بیچتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کے کاروبار میں ہو سکتا ہے کہ جو چیز آپ نے روپے کے عوض خریدی ہے، وہ کہیں ضائع ہو جائے، اس میں کوئی کمی واقع ہو جائے، اسے کوئی آفت لاحق ہو جائے یا وہ مطلوبہ قیمت پر نہ بکے۔ بہر حال اب آپ کو قرض خواہ کی رقم یہ شے بیچ کر اس کی قیمت میں سے ادا کرنی ہے۔ اس صورت میں معاملہ مکان کے کرایے والا نہیں رہتا، بلکہ اس میں کئی طرح کے خطرات شامل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس پر متعین مدت میں متعین اضافہ بالکل ناجائز ہے۔

زراعت کیلئے زمین ٹھیکے پر لینے کا بیان

قَالَ: (وَيَجُوزُ اسْتِئْجَارُ الْأَرْضِ لِلزَّرَاعَةِ) ؛ لِأَنَّهَا مَنفَعَةٌ مَّقْصُودَةٌ مَعَهُودَةٌ فِيهَا)
وَلِلْمُسْتَأْجِرِ الشَّرْبِ وَالطَّرِيقِ ، وَإِنْ لَمْ يَشْتَرِطْ) لِأَنَّ الْبِجَارَةَ تُعْقَدُ لِلانْتِفَاعِ ، وَلَا
انْتِفَاعَ فِي الْحَالِ إِلَّا بِهِمَا فَيَدْخُلَانِ فِي مُطْلَقِ الْعَقْدِ ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ
مِنْهُ مِلْكُ الرَّقَبَةِ لَا الْانْتِفَاعَ فِي الْحَالِ ، حَتَّى يَجُوزَ بَيْعُ الْجَحْشِ وَالْأَرْضِ السَّبْحَةِ

دُونَ الْبِجَارَةِ فَلَا يَدْخُلَانِ فِيهِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرِ الْحُقُوقِ وَقَدْ مَرَّ فِي الْبُيُوعِ (وَلَا يَصِحُّ الْعَقْدُ حَتَّى يُسَمَّى مَا يُزْرَعُ فِيهَا) ؛ لِأَنَّهَا قَدْ تَسْتَأْجِرُ لِلزَّرَاعَةِ وَلِغَيْرِهَا وَمَا يُزْرَعُ فِيهَا مُتَفَاوِتٌ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّعْيِينِ كَمَا لَا تَقَعُ الْمُنَازَعَةُ (أَوْ يَقُولَ عَلَى أَنْ يُزْرَعَ فِيهَا مَا شَاءَ) ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا فَوَّضَ الْخَيْرَةَ إِلَيْهِ ارْتَفَعَتْ الْجَهَالَةُ الْمُفْضِيَةُ إِلَى الْمُنَازَعَةِ .

ترجمہ

فرمایا کہ کھیتی کے لئے زمینوں کو اجرت پر لینا جائز ہے اس لئے کہ اس میں بھی منفعت مقصود ہے اور زمین میں معبود بھی ہے اور مستأجر کو پانی اور راستہ ملے گا اگرچہ اس کی شرط نہ لگائی گئی ہو اس لئے کہ اجارہ نفع کے لئے منعقد کیا جاتا ہے اور پانی اور راستے کے بغیر نفع نہیں ہو سکتا لہذا یہ دونوں مطلق عقد کے تحت داخل ہوں گے بیع کے خلاف اس لئے کہ بیع میں بیع کا مالک بننا مقصود ہوتا ہے نہ کہ اسی وقت نفع کرنا اسی لئے گھوڑے کے چھوٹے بچے اور کھاری زمین کی بیع جائز ہے لیکن ان کا اجارہ جائز نہیں ہے لہذا حقوق بیان کئے بغیر پانی اور راستہ بیع میں شامل نہیں ہوگا اور یہ مسئلہ کتاب البیوع میں گزر چکا ہے۔

اور جب تک زمین میں بوئی جانے والی چیز کو معین نہ کر دیا جائے اس وقت تک عقد درست نہیں ہوگا اس لئے کہ زمین زراعت اور غیر زراعت دونوں چیزوں کے لئے لی جاتی ہے اور اس میں جن چیزوں کی کھیتی کی جاتی ہے وہ متفاوت ہوتی ہیں لہذا بوئی جانے والی چیز کو معین کرنا لازم ہے تاکہ جھگڑانہ ہو یا مالک یہ کہہ دے کہ میں اس زمین کو مطلق دے رہا ہوں اور مستأجر جو چاہے اس میں کھیتی کرے اس لئے کہ جب مالک نے اس کو اختیار دیا ہے تو جو چیز جھگڑے کی طرف لے جانے والی تھی وہ ختم ہو گئی ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ زمین کو زراعت کے لئے اجرت پر دینا جائز ہے جبکہ یہ بیان ہو جائے کہ اُس میں کیا چیز بوئی جائے گی یا مزارع سے یہ کہہ دے کہ جو تو چاہے بولیا کر، اگر ان چیزوں کا بیان نہیں ہوگا تو منازعت ہوگی کیونکہ زمین کبھی زراعت کے لئے اجارہ پر دی جاتی ہے کبھی دوسرے کام کے لئے اور زراعت سب چیزوں کی ایک قسم نہیں کہ بیان کرنے کی حاجت نہ ہو بعض چیزوں کی زراعت زمین کے لئے مفید ہوتی ہے اور بعض کی مضر ہوتی ہے اگر ان چیزوں کو بیان نہیں کیا گیا تو اجارہ فاسد ہے مگر جبکہ اُس نے زراعت بودی تو اب صحیح ہو گیا کہ کام کر لینے سے وہ جہالت جو پیدا ہو گئی تھی جاتی رہی اور مستأجر پر اجرت واجب ہو گئی۔

اور جب اس نے زراعت کے لئے کھیت لیا تو آمد و رفت کا راستہ اور پانی جہاں سے آتا ہے اور جس راستے سے آتا ہے یہ سب چیزیں مستأجر کو بغیر شرط بھی ملیں گی کیونکہ یہ نہ ہوں تو زراعت ہی ناممکن ہے اور کھیت بیع لیا تو یہ چیزیں بغیر شرط داخل نہیں۔

(در مختار، کتاب اجارہ، بیروت)

خالی زمین کو کرائے پر لینے کا بیان

قَالَ: (وَيَجُوزُ أَنْ يَسْتَأْجِرَ السَّاحَةَ؛ لِيَبْنِيَ فِيهَا أَوْ؛ لِيَغْرِسَ فِيهَا نَخْلًا أَوْ شَجَرًا)؛
لِأَنَّهَا مَنْفَعَةٌ تُقْصَدُ بِالْأَرْضِ (ثُمَّ إِذَا انْقَضَتْ مُدَّةُ الْإِجَارَةِ لَزِمَهُ أَنْ يَقْلَعَ الْبِنَاءَ
وَالْغَرْسَ وَيُسَلِّمَهَا إِلَيْهِ فَارِغَةً)؛ لِأَنَّهُ لَا نِهَآيَةَ لَهُمَا وَفِي إِبْقَائِهِمَا إِضْرَارًا بِصَاحِبِ
الْأَرْضِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا انْقَضَتْ الْمُدَّةُ وَالزَّرْعُ بَقْلٌ حَيْثُ يُتْرَكُ بِأَجْرِ الْمِثْلِ إِلَى زَمَانِ
الْإِدْرَاكِ؛ لِأَنَّ لَهُ نِهَآيَةَ مَعْلُومَةً فَأَمَّا كَنْ رِعَايَةَ الْجَانِبِينَ.

ترجمہ

فرمایا اور یہ بھی جائز ہے کہ کوئی آدمی اس خالی زمین کو کرایہ پر لے تاکہ اس میں عمارت بنائے یا اس میں کھجور کے درخت لگائے یا کوئی اور درخت لگائے اس لئے کہ یہ منفعت بھی زمین میں مقصود ہے پس جب مدت ختم ہو جائے تو مستأجر کے لئے عمارت کو توڑنا اور درختوں کو اکھاڑ کر زمین کو خالی کر کے مالک کے حوالے کرنا لازم ہے اس لئے کہ درخت اور عمارت کی کوئی حد نہیں ہوتی لہذا اس کو باقی رکھنے سے زمین کے مالک کو تکلیف پہنچانا لازم آئے گا۔

اس کے خلاف کہ جب اجارہ کی مدت ختم ہو جائے اور کھیتی سرسبز ہو تو اس کو اجرت مثلی پر کھیتی کے پکنے تک چھوڑ دیا جائے گا اس لئے کہ کھیتی پکنے کی ایک معین مدت ہے اور اس طرح کرنے میں موجر اور مستأجر دونوں کے حق میں رعایت امکان ہے۔

کرائے کی زمین کی مدت پوری ہونے پر ملبہ اٹھانے کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ زمین مکان بنانے کے لیے یا درخت لگانے کے لیے اجرت پر لی اور مدت پوری ہوگئی اپنی عمارت کا ملبہ اٹھالے اور درخت کاٹ کر خالی زمین مالک کو سپرد کر دے کیونکہ ان دونوں چیزوں کی کوئی انتہا نہیں کہ مدت میں کچھ اضافہ کیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُس عمارت کو توڑنے کے بعد ملبہ کی جو قیمت ہو یا درخت کاٹنے کے بعد اس کی جو کچھ قیمت ہو مالک زمین اس شخص کو دیدے اور یہ اپنا مکان اور درخت مالک زمین کے لیے چھوڑ دے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عمارت اور درخت جس کے ہیں اسی کی ملک پر باقی رہیں یعنی مالک زمین اُس کو اجازت دیدے کہ تم اپنی عمارت و درخت رکھو زمین کا میں مالک اور ان چیزوں کے تم مالک اس کی دو صورتیں ہیں اگر ان چیزوں کے چھوڑنے کی کوئی اجرت ہے تو اجارہ ہے ورنہ اجارہ ہے مکان والا اور مالک زمین تیسرے کو اجارہ پر دے سکتے ہیں اور اس تیسرے سے جو کچھ کرایہ ملے گا وہ زمین و مکان پر تقسیم ہوگا یعنی زمین بغیر مکان کی قیمت کیا ہے اور صرف مکان کی بغیر زمین کیا قیمت ہے ان دونوں میں جو نسبت ہو، اسی نسبت سے دونوں اجرت کو تقسیم کر لیں۔ (در مختار، کتاب اجارہ، بیروت)

صاحب زمین کا عوض میں تاوان دینے کا بیان

قَالَ: (إِلَّا أَنْ يَخْتَارَ صَاحِبُ الْأَرْضِ أَنْ يَغْرَمَ لَهُ قِيمَةَ ذَلِكَ مَقْلُوعًا وَيَتَمَلَّكَهُ فَلَهُ ذَلِكَ وَهَذَا بِرِضَا صَاحِبِ الْغَرْسِ وَالشَّجَرِ، إِلَّا أَنْ تَنْقُصَ الْأَرْضُ بِقَلْعِهِمَا فَعَيْنُئِدِ يَتَمَلَّكُهُمَا بِغَيْرِ رِضَاهُ. قَالَ: (أَوْ يَرْضَى بِتَرْكِهِ عَلَى حَالِهِ فَيَكُونُ الْبِنَاءُ لِهَذَا وَالْأَرْضُ لِهَذَا)؛ لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُ فَلَهُ أَنْ لَا يَسْتَوْفِيَهُ.

قَالَ: (وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: إِذَا انْقَضَتْ مُدَّةُ الْبِجَارَةِ، وَفِي الْأَرْضِ رُطْبَةٌ فَإِنَّهَا تُقْلَعُ)؛ لِأَنَّ الرُّطَابَ لَا نِهَايَةَ لَهَا فَأَشْبَهَ الشَّجَرَ.

ترجمہ

فرمایا کہ جب زمین کا مالک یہ چاہے کہ جس کے درخت ہیں اس کو اکھاڑے ہوئے درخت کی قیمت کا تاوان دے دے اور درخت کا مالک ہو جائے تو اس کو یہ حق ہوگا لیکن درخت اور پودے والے کی رضا مندی سے ہوگا پس جب درخت اکھاڑنے سے زمین کو نقصان پہنچتا ہو تو درخت والے کی مرضی کے بغیر بھی وہ اس کا مالک ہو جائے گا فرمایا کہ یا تو مالک اسی حالت پر عمارت اور درخت کو چھوڑنے پر راضی ہو جائے تو عمارت والی کی عمارت ہوگی اور زمین والے کو زمین ملے گی اس لئے کہ قلع کا حق اسکو حاصل ہے لہذا اس کو یہ حق ہوگا کہ اپنا حق وصول نہ کرے جامع صغیر میں ہے کہ جب اجارہ کی مدت ختم ہو جائے اور زمین میں درخت وغیرہ کی جڑ ہو تو اس کو اکھاڑ دیا جائے اس لئے کہ جڑوں کی کوئی مدت نہیں ہوتی اور یہ درخت کی طرح ہوگی۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ زمین وقف کو اجرت پر لیا اور اس میں درخت لگائے یا مکان بنایا اور مدت اجارہ ختم ہوگئی مستأجر اجرت مثل کے ساتھ زمین کو رکھ سکتا ہے جبکہ اس میں وقف کا ضرر نہ ہو۔ جن لوگوں پر وہ جائداد وقف ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ مکان کا ملکہ اٹھالیا جائے اس کے سوا دوسری بات پر راضی نہیں ہوتے ان کی ناراضی کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔

(در مختار، کتاب اجارہ، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ سبزی کے چھوٹے چھوٹے درخت جو اسی لیے لگائے جاتے ہیں کہ ان کے پتے یا پھول سے انتفاع حاصل کیا جائے گا اور درخت باقی رہے گا جیسے گلاب، بیلا، چمیلی اور طرح طرح کے پھول کے درخت ان تمام سبزیوں کا وہی حکم ہے جو درخت کا ہے اور اگر درخت کی کچھ مدت ہے، جیسے موسمی پھول کہ بوئے جاتے ہیں اور کچھ زمانہ کے بعد پھول کر ختم ہو جاتے ہیں یا وہ سبزیاں جو جڑ ہی سے اکھاڑ لی جاتی ہیں جیسے گاجر، مولی، شلجم، گوبھی یا پھول پھل سے نفع اٹھاتے ہیں مگر اس کا زمانہ محدود ہے جیسے بیگن، مرچیں یہ سب چیزیں زراعت کے حکم میں ہیں کہ اگر اجارہ کی مدت پوری ہوگئی اور ان کی فصل نہیں

ختم ہوئی تو زمین اُس وقت تک کے لیے اجرت مثل پرکرایہ پر لے لی جائے۔ (درمختار، کتاب اجارہ، بیروت)

سواری کو اجرت پر لینے کا بیان

قَالَ: (وَيَجُوزُ اسْتِئْجَارُ الدَّوَابِّ لِلرُّكُوبِ وَالْحَمَلِ) ؛ لِأَنَّهُ مَنفَعَةٌ مَعْلُومَةٌ مَعَهُودَةٌ (فَإِنْ أَطْلَقَ الرُّكُوبَ جَازَ لَهُ أَنْ يُرَكَبَ مَنْ شَاءَ) عَمَلًا بِالِاطْلَاقِ .
وَلَكِنْ إِذَا رَكَبَ بِنَفْسِهِ أَوْ أَرَكَبَ وَاحِدًا لَيْسَ لَهُ أَنْ يُرَكَبَ غَيْرَهُ ؛ لِأَنَّهُ تَعَيَّنَ مُرَادًا مِنَ الْأَصْلِ ، وَالنَّاسُ يَتَفَاوَتُونَ فِي الرُّكُوبِ فَصَارَ كَأَنَّهُ نَصَّ عَلَى رُكُوبِهِ (وَكَذَلِكَ إِذَا اسْتَأْجَرَ ثَوْبًا لِلْبَسِ وَأَطْلَقَ جَازَ فِيمَا ذَكَرْنَا) لِإِطْلَاقِ اللَّفْظِ وَتَفَاوُتِ النَّاسِ فِي اللَّبْسِ (وَإِنْ قَالَ : عَلَى أَنْ يُرَكَبَهَا فَلَانٌ أَوْ يَلْبَسَ الثَّوْبَ فَلَانٌ فَأَرَكَبَهَا غَيْرَهُ أَوْ الْبَسَهُ غَيْرَهُ فَعَطِبَ كَانَ ضَامِنًا) ؛ لِأَنَّ النَّاسَ يَتَفَاوَتُونَ فِي الرُّكُوبِ وَاللَّبْسِ فَصَحَّ التَّعْيِينُ ، وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَتَعَدَّاهُ ، وَكَذَلِكَ كُلُّ مَا يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمُسْتَعْمِلِ لِمَا ذَكَرْنَا .
فَأَمَّا الْعَقَارُ وَمَا لَا يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمُسْتَعْمِلِ إِذَا شَرَطَ سُكْنِي وَاحِدٍ فَلَهُ أَنْ يُسْكِنَ غَيْرَهُ ؛ لِأَنَّ التَّقْيِيدَ غَيْرَ مُفِيدٍ لِعَدَمِ التَّفَاوُتِ الَّذِي يَضُرُّ بِالْبِنَاءِ ، وَالَّذِي يَضُرُّ بِالْبِنَاءِ خَارِجٌ عَلَى مَا ذَكَرْنَا .

ترجمہ

فرمایا کہ سوار ہونے اور بوجھ لادنے کے لئے سواری کو اجرت پر لینا جائز ہے اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک چیز معلوم اور معہود منفعت ہے اور جب مالک مطلق رکوب کے لئے اجازت دے دے تو مستأجر کیلئے جائز ہے کہ اطلاق پر عمل کرتے ہوئے جس کو چاہے سوار کرائے لیکن جب وہ خود سوار ہو گیا یا کسی دوسرے کو سوار کر دیا تو اس کو یہ حق نہیں ہے کہ دوسرے کو سوار کرائے اس لئے کہ اس کا خود سوار ہونا یا کسی دوسرے کو سوار کرانا اصل سے مقصود بن کر معین ہو گیا اور سوار ہونے میں لوگوں کی حالت مختلف ہے تو مستأجر کا یہ فعل اس طرح ہو گیا جیسے اس نے ابتداء ہی سے اپنے سوار ہونے کی صراحت کر دی اسی طرح جب کسی آدمی نے کپڑا پہننے کے لئے اجرت پر لیا اور اس کو مطلق رکھا تو اس صورت میں بھی اس کو خود پہننے اور دوسرے کو پہنانے کا حق حاصل ہوگا اس لئے کہ لفظ مطلق ہے اور پہننے میں لوگ مختلف ہیں۔

اور جب اس شرط پر سواری لی کہ اس پر فلاں آدمی سوار ہوگا یا فلاں آدمی کپڑا پہنے گا لیکن اس نے کسی دوسرے آدمی کو اس پر سوار کر دیا یا وہ کپڑا کسی دوسرے آدمی کو پہنا دیا اور وہ دابہ یا کپڑا ہلاک ہو گیا تو مستأجر اس کا ضامن ہوگا اس لئے کہ سوار ہونے اور پہننے

میں لوگوں کی حالتیں مختلف ہوتی ہیں لہذا راکب اور لابس کی تعیین درست ہے لیکن تعیین کے بعد مستأجر کو اس سے تجاوز کرنے کا حق نہیں ہوگا یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جو استعمال کرنے والے کے استعمال سے بدل جائے اس دلیل کے سبب جو ہم نے بیان کی ہے۔ پس زمین اور ہر وہ چیز جو استعمال کرنے والے کے استعمال سے نہ بدلے اس میں جب کسی خاص آدمی کی رہائش کو شرط کر دے تو مستأجر کو یہ حق ہوگا کہ دوسرے کو اس میں رہائش کی اجازت دے دے اس لئے کہ یہاں پر تقیید بے فائدہ ہے اس لئے کہ رہائش میں فرق نہیں ہوتا اور جو چیز عمارت کے لئے نقصان دے ہو وہ اس حکم سے خارج ہے جس طرح ہم اس کو بیان کر آئے ہیں۔

جانوروں کو بطور سواری اجرت پر لینے کا بیان

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ چوپایہ، اونٹ، گھوڑا، گدھا، خچر، بیل، بھینسا ان جانوروں کو کرایہ پر لے سکتے ہیں خواہ سواری کے لیے کرایہ پر لیں یا بوجھ لادنے کے لیے۔ اس لیے گھوڑے کو کرایہ پر نہیں لے سکتا کہ انھیں کوتل رکھے یا ان جانوروں کو اپنے دروازہ پر باندھ رکھے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اس کے یہاں اتنے جانور ہیں۔ کپڑے کو پہننے کے لیے کرایہ پر لے سکتا ہے، اپنی دکان یا مکان سجانے کے لیے نہیں لے سکتا۔ مکان کو اس لیے کرایہ پر نہیں لے سکتا کہ اُس میں نماز پڑھنے کا۔ خوشبو کو اس لیے کرایہ پر لیا کہ اُسے سونگھے گا۔ قرآن مجید یا کتاب کو پڑھنے کے لیے کرایہ پر لیا یہ ناجائز ہے۔ یوہیں شعرا کے دواوین اور قصے کی کتابیں پڑھنے کے لیے اجرت پر لینا ناجائز ہے۔ (بحر الرائق، کتاب اجارہ، بیروت)

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ سواری کے لیے جانور کرایہ پر لیا اور مالک نے کہہ دیا کہ جس کو چاہو سوار کرو تو مستأجر کو اختیار ہے کہ خود سوار ہو یا دوسرے کو سوار کرائے جو سوار ہو اوہی متعین ہو گیا اب دوسرا نہیں سوار ہو سکتا اور اگر فقط اتنا ہی کہا ہے کہ سواری کے لیے جانور کرایہ پر لیا نہ سوار ہونے والے کی تعیین ہے نہ تعین تو اجارہ فاسد ہے یعنی سواری اور کپڑے میں یہ ضرور ہے کہ سوار اور پہننے والے کو معین کر دیا جائے یا تعین کر دی جائے کہ جس کو چاہو سوار کرو جس کو چاہو کپڑا پہنا دو اور یہ نہ ہو تو اجارہ فاسد اگر کوئی سوار ہو گیا یعنی خود وہ سوار ہو یا دوسرے کو سوار کر دیا یا خود کپڑے کو پہنا یا دوسرے کو پہنا دیا تو اب وہ اجارہ صحیح ہو گیا۔ (در مختار، کتاب اجارہ، بیروت)

خاص قسم کی سواری پر بوجھ لادنے کا بیان

قَالَ: (وَإِنْ سَمِيَ نَوْعًا وَقَدْرًا مَعْلُومًا يَحْمِلُهُ عَلَى الدَّابَّةِ مِثْلَ أَنْ يَقُولَ خَمْسَةٌ أَقْفِزَةٌ حِنْطَةٌ فَلَهُ أَنْ يَحْمِلَ مَا هُوَ مِثْلُ الحِنْطَةِ فِي الضَّرْرِ أَوْ أَقْلُ كَالشَّعِيرِ وَالسَّمْسِمِ) ؛ لِأَنَّهُ دَخَلَ تَحْتَ الْإِذْنِ لِعَدَمِ التَّفَاوُتِ ، أَوْ لِكَوْنِهِ خَيْرًا مِنَ الْأَوَّلِ (وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَحْمِلَ مَا هُوَ أَضْرُّ مِنَ الحِنْطَةِ كَالْمِلْحِ وَالْحَدِيدِ) لِانْعِدَامِ الرِّضَا فِيهِ (وَإِنْ اسْتَأْجَرَهَا لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا قُطْنًا سَمَاهُ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَحْمِلَ عَلَيْهَا مِثْلَ وَزْنِهِ حَدِيدًا) ؛ لِأَنَّهُ رُبَّمَا يَكُونُ أَضْرُّ

بِالدَّابَّةِ فَإِنَّ الْحَدِيدَ يَجْتَمِعُ فِي مَوْضِعٍ مِنْ ظَهْرِهَا وَالْقُطْنُ يَنْبَسِطُ عَلَى ظَهْرِهَا .

ترجمہ

فرمایا کہ جب مستاً جرنے کسی خاص قسم کا اور معین مقدار میں دابہ پر سامان لادنے کی تعیین کر دی مثلاً یہ کہا کہ میں اس پر پانچ بوری گندم لادوں گا تو اس کو اس پر ہر وہ چیز لادنے کا حق ہوگا جو بوجھ اور وزن میں گندم کی مثل ہو یا اس سے کم وزن کی ہو جیسا کہ جو اور تل اس لئے کہ تفاوت نہ ہونے کے سبب یہ چیزیں اجازت میں داخل ہیں یا اس وجہ سے داخل ہیں کہ یہ خطہ سے بہتر ہیں اور مستاً جر کو یہ حق نہیں ہے کہ اس پر گندم سے زیادہ وزنی چیز لادے جیسا کہ لوہا اس لئے کہ موجر اس سے راضی نہیں ہو گا۔

جب کسی آدمی نے محدود اور معین کردہ روئی لادنے کے لئے کوئی سواری اجرت پر لی تو اس کو یہ حق نہیں ہے کہ اتنے وزن کا اس پر لوہا لادے اس لئے کہ کبھی لوہا جانور کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے اس لئے کہ لوہا جانور کی پشت پر ایک ہی جگہ جمع رہتا ہے جب کہ روئی اس کی پشت پر پھیل جاتی ہے۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ سواری میں معین کر دیا تھا کہ فلاں شخص سوار ہوگا اور کپڑے میں معین کر دیا تھا کہ فلاں پہنے گا مگر ان کے سوا کوئی دوسرا شخص سوار ہو یا دوسرے نے کپڑا پہنا اگر جانور ہلاک ہو گیا یا کپڑا پھٹ گیا تو مستاً جر کو تاوان دینا ہوگا اور اس صورت میں اجرت کچھ نہیں ہے اور اگر جانور اور کپڑا ضائع و ہلاک نہ ہوں تو نہ اجرت ملے گی نہ تاوان۔ اور اگر دکان کو کرایہ پر دیا تھا کرایہ دار نے اس میں لوہا کو بٹھا دیا اگر دکان گر جائے تاوان دینا ہوگا اور دکان سالم رہی تو کرایہ واجب ہوگا۔

(بحر الرائق، کتاب اجارہ، بیروت)

اور تمام وہ چیزیں جو استعمال کرنے والوں کے اختلاف سے مختلف ہوں سب کا یہی حکم ہے کہ بیان کرنا ضروری ہے کہ کون استعمال کریگا جیسے خیمہ کہ اسے کون نصب کریگا اور کس جگہ نصب کیا جائے گا اور اس کی میخیں کون گاڑے گا ان باتوں میں حالات مختلف ہیں۔ (طحطاوی)

سواری کرائے دار کا ردیف بنانے کا بیان

قَالَ: (وَإِنْ اسْتَأْجَرَهَا لِيَرْكَبَهَا فَأَرْدَفَ مَعَهُ رَجُلًا فَعَطِبَتْ ضَمِنَ نِصْفَ قِيمَتِهَا وَلَا مُعْتَبَرٍ بِالثَّقَلِ) ؛ لِأَنَّ الدَّابَّةَ قَدْ يَعْقِرُهَا جَهْلُ الرَّكَّابِ الْخَفِيفِ وَيَخْفُ عَلَيْهَا رُكُوبُ الثَّقِيلِ لِعِلْمِهِ بِالْفُرُوسِيَّةِ ، وَلِأَنَّ الْآدَمِيَّ غَيْرَ مَوْزُونٍ فَلَا يُمَكِّنُ مَعْرِفَةَ الْوِزْنِ فَاعْتَبِرَ عَدْدُ الرَّكَّابِ كَعَدَدِ الْجُنَاةِ فِي الْجَنَائِيَاتِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے سوار ہونے کے لئے کرایہ پر جانور لیا اور اپنے ساتھ کسی کو ردیف بنا لیا پس وہ دابہ ہلاک ہو گیا تو مستأجر آدمی قیمت کا ضامن ہوگا اور وزن کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ کبھی کم وزن والے سوار کی نادانی بھی دابہ کو گھائل کر دیتی ہے جبکہ سوار ہونے کے طریقہ سے بھاری وزن والے آدمی کے سوار ہونے سے بھی جانور کو آرام پہنچتا ہے اور اس لئے کہ آدمی سے اس کے وزن کا معاملہ نہیں کیا جاتا۔ اس کے وزن کو جاننا ممکن نہیں ہوتا لہذا راکب کی تعداد کا اعتبار کیا جائے گا جس طرح کہ جنایت میں مجرموں کی تعداد کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب جانور سواری کے لیے کرایہ پر لیا ہے اُس پر خود سوار ہو اور ایک دوسرے شخص کو اپنے پیچھے بٹھالیا اگر دوسرا ایسا ہے کہ اپنے آپ سواری پر رک سکتا ہے اور جانور ہلاک ہو گیا تو نصف قیمت تاوان دے اس میں یہ نہیں لحاظ کیا جائے گا کہ اس کے سوار ہونے سے کتنا بوجھ زیادہ ہو اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ قیمت کو دونوں کے وزن پر تقسیم کر کے دوسرے کے وزن کے مقابل میں قیمت کا جو حصہ آئے وہ تاوان میں واجب ہو بلکہ نصف قیمت تاوان میں مطلقاً واجب ہوگی اور اگر اُس شخص نے اپنے پیچھے کسی بچہ کو بٹھالیا ہے جو خود اُس پر رک نہیں سکتا اور جانور ہلاک ہو گیا تو تاوان صرف اتنا ہوگا جتنا اس کے سوار کرنے سے وزن میں اضافہ ہوا۔ یہ تفصیل اُس صورت میں ہے کہ جانور دونوں کو اٹھا سکتا ہو اور اگر جانور میں اتنی طاقت نہ ہو کہ دونوں کو اٹھا سکے تو ہر صورت میں پوری قیمت کا تاوان دینا ہوگا۔ (درمختار، کتاب اجارہ، بیروت)

علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس صورت میں کہ اپنے پیچھے دوسرے کو سوار کیا اگر وہ جانور منزل مقصود تک پہنچ کر ہلاک ہو پوری قیمت دینی ہوگی اور تاوان بھی دینا پڑے گا اور اگر جانور سلامت رہا ہلاک نہ ہو تو صرف اجرت ہی دینی ہوگی۔ پھر ضمان کی سب صورتوں میں مالک کو اختیار ہے کہ مستأجر سے ضمان لے یا اُس سے جو اُسکے ساتھ سوار ہوا ہے اگر مستأجر سے لیا تو وہ اپنے ساتھی سے رجوع نہیں کر سکتا اور دوسرے سے لیا تو دو صورتیں ہیں اگر مستأجر نے اُس کو کرایہ پر سوار کیا ہے تو یہ مستأجر سے رجوع کر سکتا ہے اور مفت بٹھایا ہے تو نہیں۔ (بحر الرائق، کتاب اجارہ، بیروت)

سواری پر معین مقدار کے مطابق بوجھ لادنے کا بیان

قَالَ: (وَإِنْ اسْتَأْجَرَهَا لِحِمْلِ عَلَيْهَا مِقْدَارًا مِنَ الْحِنْطَةِ فَحَمَلَ عَلَيْهَا أَكْثَرَ مِنْهُ فَعَطِبَتْ ضَمِنَ مَا زَادَ الثَّقُلُ) ؛ لِأَنَّهَا عَطِبَتْ بِمَا هُوَ مَأْذُونٌ فِيهِ وَمَا هُوَ غَيْرُ مَأْذُونٍ فِيهِ وَالسَّبَبُ الثَّقُلُ فَانْقَسَمَ عَلَيْهِمَا (إِلَّا إِذَا كَانَ حَمْلًا لَا يُطِيقُهُ مِثْلُ تِلْكَ الدَّابَّةِ فَحِينَئِذٍ يَضْمَنُ كُلَّ قِيَمَتِهَا) لِعَدَمِ الْإِذْنِ فِيهَا أَصْلًا لِخُرُوجِهِ عَنِ الْعَادَةِ.

ترجمہ

جب سواری اس لئے کرایہ پر لی کہ اس پر اتنی مقدار میں گندم لادے گا لیکن مستأجر نے معین کردہ مقدار سے زیادہ گندم لادی اور جانور ہلاک ہو گیا تو مستأجر زیادہ لادے ہوئے کا ضامن ہوگا اس لئے کہ دابہ ماذون اور غیر ماذون دونوں بوجھوں سے ہلاک ہلاک ہوا ہے اور ہلاکت کا سبب ثقل ہے لہذا ضمان دونوں پر تقسیم ہوگا لیکن جب دابہ بوجھ لاد دیا کہ جس کو دابہ اٹھا ہی نہیں سکتا تو اس صورت میں مستأجر دابہ کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا اس لئے کہ اس میں اجازت معدوم ہے اس لئے کہ یہ حمل عرف اور عادت سے خارج ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کوئی شخص گھوڑے کی گردن پر دوسرا آدمی بیٹھ گیا اور جانور ہلاک ہو گیا تو پوری قیمت کا تاوان دے اور اگر جانور پر خود سوار ہوا اور کوئی چیز بھی لادی اگرچہ یہ چیز مالک ہی کی ہو جبکہ اس کی اجازت سے نہ لادی ہو اور جانور ہلاک ہو گیا تو وزن میں جتنا اضافہ ہوا اس کا تاوان دے۔ (درمختار، کتاب اجارہ، بیروت)

مستأجر کا زور سے سواری کی لگام کھینچنے کا بیان

قَالَ: (وَإِنْ كَبَحَ الدَّابَّةَ بِلِجَامِهَا أَوْ ضَرَبَهَا فَعَطِبَتْ ضَمِنَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ. وَقَالَ: لَا يَضْمَنُ إِذَا فَعَلَ فِعْلاً مُتَعَارَفًا)؛ لِأَنَّ الْمُتَعَارَفَ مِمَّا يَدْخُلُ تَحْتَ مُطْلَقِ الْعَقْدِ فَكَانَ حَاصِلًا بِإِذْنِهِ فَلَا يَضْمَنُهُ. وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْإِذْنَ مُقَيَّدٌ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ إِذْ يَتَحَقَّقُ السُّوقُ بِدُونِهِ، وَإِنَّمَا هُمَا لِلْمُبَالَغَةِ فَيَتَقَيَّدُ بِوَصْفِ السَّلَامَةِ كَالْمُرُورِ فِي الطَّرِيقِ.

ترجمہ

جب مستأجر نے زور سے دابہ کی لگام کھینچی یا اس کو مارا اور وہ ہلاک ہو گیا تو حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مستأجر اس کا ضامن ہوگا صاحبین فرماتے ہیں کہ جب اس نے عام دستور کے مطابق ایسا کیا ہو تو وہ ضامن نہیں ہوگا اس لئے کہ متعارف کام مطلق عقد کے تحت داخل ہوتا ہے لہذا وہ کام مالک کی اجازت سے ہوا ہوگا اس لئے مستأجر ضامن نہیں ہوگا۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اجازت وصف سلامتی کے ساتھ مقید ہوتی ہے اس لئے کہ کج اور ضرب کے بغیر بھی سواری کو چلانا ممکن ہے اور یہ دونوں کام تو تیز چلانے کے لئے ہوتے ہیں لہذا یہ وصف سلامتی کے ساتھ مقید ہوں گے جس طرح کہ راستہ میں چلنا وصف سلامتی کے ساتھ مقید ہوتا ہے۔

شرح

اور جب سواری کے جانور کو مارنے اور زور زور سے لگام کھینچنے کی اجازت نہیں ہے ایسا کریگا تو ضمان دینا پڑے گا خصوصاً جانور کے چہرہ پر مارنے سے بہت زیادہ بچنے کی ضرورت ہے کہ چہرہ پر مارنے کی ممانعت ہے۔ جب جانور کا یہ حکم ہے کہ اُس کے چہرہ پر نہ مارا جائے تو انسان کے چہرہ پر مارنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا۔ گھوڑا کرایہ پر لیا کہ زین گس کر سوار ہوگا تو تنگی پیٹھ پر سوار نہیں ہو سکتا اور نہ اُس پر کوئی سامان لاد سکتا ہے اور اُس کی پیٹھ پر لیٹ نہیں سکتا بلکہ اُس طرح سوار ہونا ہوگا، جو عادت سوار ہونے کا قاعدہ ہے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب اجارہ، بیروت)

حیرہ کیلئے سواری لیکر قادیسیہ جانے کا بیان

قَالَ: (وَإِنْ اسْتَأْجَرَهَا إِلَى الْحِيرَةِ فَجَاوَزَ بِهَا إِلَى الْقَادِيسِيَّةِ ثُمَّ رَدَّهَا إِلَى الْحِيرَةِ ثُمَّ نَفَقَتْ فَهُوَ ضَامِنٌ، وَكَذَلِكَ الْعَارِيَّةُ) وَقِيلَ تَأْوِيلُ هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ إِذَا اسْتَأْجَرَهَا ذَاهِبًا لَا جَائِيًا؛ لِيَنْتَهِيَ الْعَقْدُ بِالْوُضُوعِ إِلَى الْحِيرَةِ فَلَا يَصِيرُ بِالْعَوْدِ مَرْدُودًا إِلَى يَدِ الْمَالِكِ مَعْنَى.

وَأَمَّا إِذَا اسْتَأْجَرَهَا ذَاهِبًا وَجَائِيًا فَيَكُونُ بِمَنْزِلَةِ الْمَوْدَعِ إِذَا خَالَفَ ثُمَّ عَادَ إِلَى الْوِفَاقِ. وَقِيلَ لَا، بَلُ الْجَوَابُ مُجَرَّى عَلَى الْإِطْلَاقِ.

وَالْفَرْقُ أَنَّ الْمَوْدَعِ بِأُمُورٍ بِالْحِفْظِ مَقْصُودًا فَبَقِيَ الْأَمْرُ بِالْحِفْظِ بَعْدَ الْعَوْدِ إِلَى الْوِفَاقِ فَحَصَلَ الرَّدُّ إِلَى نَائِبِ الْمَالِكِ، وَفِي الْإِجَارَةِ وَالْعَارِيَّةِ يَصِيرُ الْحِفْظُ مَأْمُورًا بِهِ تَبَعًا لِلِاسْتِعْمَالِ لَا مَقْصُودًا، فَإِذَا انْقَطَعَ الْإِسْتِعْمَالُ لَمْ يَبْقَ هُوَ نَائِبًا فَلَا يَبْرَأُ بِالْعَوْدِ وَهَذَا أَصَحُّ.

ترجمہ

اور جب کسی نے حیرہ جانے کے لئے سواری اجرت پر لی ہو لیکن وہ اس کو لے کر قادیسیہ تک چلا گیا پھر حیرہ واپس لایا اور وہ سواری ہلاک ہو گئی تو مستأجر ضامن ہوگا یہی حکم عاریت کا بھی ہے ایک قول یہ ہے کہ اس مسئلے میں تاویل یہ ہے کہ جب مستأجر نے جانے کے لئے سواری لی ہو اور آنے کے لئے نہ لی ہوتا کہ مقام حیرہ تک پہنچتے ہی عقد ختم ہو جائے لہذا وہ حیرہ واپس آنے سے وہ بطور معنی مالک کو سواری واپس کرنے والا نہیں ہوگا اور جب اس نے جانے اور آنے دونوں کاموں کے لئے سواری لی ہو تو وہ اس مودع کے حکم میں ہوگا جو مودع کے حکم کی مخالفت کر کے موافقت کر لے ایک تیسرا قول یہ ہے کہ یہ حکم مطلق ہے۔

اور ودیت اور اجارہ میں فرق یہ ہے کہ مودع بالقصد حفاظت پر مامور ہوتا ہے لہذا مودع کی موافقت کر لینے کے بعد امر بہ حفاظت اسی حال پر باقی رہے گا اور مالک کے نائب کو واپس کرنا حاصل ہو گیا اس کے برخلاف اجارہ اور عاریت میں حفاظت کا مامور بہ ہونا استعمال کے تابع ہے مقصود بالذات نہیں ہے اور استعمال کے ختم ہونے کے بعد مستأجر مالک کا نائب نہیں رہتا اس لئے واپس ہونے سے وہ ضمان سے بری نہیں ہوگا یہی زیادہ درست ہے۔

شرح

ایک شخص نے کسی جگہ غلہ پہنچانے کے لیے اجیر کیا ہے اور راستہ معین کر دیا کہ اس راستہ سے لیجانا، اجیر دہرے راستہ سے لے گیا اگر دونوں راستے یکساں ہیں یعنی دونوں کی مسافت میں بھی تفاوت نہیں ہے اور دونوں پر امن ہیں تو جس راستے سے چاہے لیجائے اور اگر دوسرا پر خطر ہے یا اس کی مسافت زیادہ ہے تو لے جانے والا ضامن ہے۔ یوں اگر جانور کرایہ پر لیا اور مالک جانور نے راستہ معین کر دیا ہے اس میں بھی دونوں صورتیں ہیں۔ اور اگر مالک غلہ نے اجیر کے نکلنے کے راستے سے لیجانے کو کہہ دیا تھا وہ دریائی راستہ سے لے گیا تو ضامن ہے اور اگر خشکی کا راستہ معین نہیں کیا اور دریائی راستہ سے لے گیا تو ضامن نہیں اور منزل مقصود تک اجیر نے سامان پہنچا دیا تو اجرت کا مستحق ہے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب اجارہ، بیروت)

زین کے ساتھ ہمار کو کرائے پر لینے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ أَكْتَرَى حِمَارًا بِسَرْجٍ فَنَزَعَ السَّرْجَ وَأَسْرَجَهُ بِسَرْجٍ بِمِثْلِهِ الْحُمْرُ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ) ؛ لِأَنَّهُ إِذَا كَانَ يُمَاتِلُ الْأَوَّلَ تَنَاوَلَهُ إِذْنُ الْمَالِكِ ، إِذْ لَا فَائِدَةَ فِي التَّقْيِيدِ بغيرِهِ إِلَّا إِذَا كَانَ زَائِدًا عَلَيْهِ فِي الْوِزْنِ فَحِينَئِذٍ يَضْمَنُ الزِّيَادَةَ (وَإِنْ كَانَ لَا يُسَرْجُ بِمِثْلِهِ الْحُمْرُ ضَمِنَ) ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَتَنَاوَلَهُ الْإِذْنَ مِنْ جِهَتِهِ فَصَارَ مُخَالَفًا (وَإِنْ أَوْكَفَهُ بِإِكْفٍ لَا يُوكَفُ بِمِثْلِهِ الْحُمْرُ يَضْمَنُ) لِمَا قُلْنَا فِي السَّرْجِ ، وَهَذَا أَوْلَى (وَإِنْ أَوْكَفَهُ بِإِكْفٍ يُوكَفُ بِمِثْلِهِ الْحُمْرُ يَضْمَنُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَقَالَ : يَضْمَنُ بِحِسَابِهِ) ؛ لِأَنَّهُ إِذَا كَانَ يُوكَفُ بِمِثْلِهِ الْحُمْرُ كَانَ هُوَ وَالسَّرْجُ سَوَاءً فَيَكُونُ الْمَالِكُ رَاضِيًا بِهِ ، إِلَّا إِذَا كَانَ زَائِدًا عَلَى السَّرْجِ فِي الْوِزْنِ فَيَضْمَنُ الزِّيَادَةَ ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَرْضَ بِالزِّيَادَةِ فَصَارَ كَالزِّيَادَةِ فِي الْحَمْلِ الْمُسَمَّى إِذَا كَانَ مِنْ جِنْسِهِ . وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْإِكْفَ نَيْسَ مِنْ جِنْسِ السَّرْجِ ؛ لِأَنَّهُ لِلْحَمْلِ ، وَالسَّرْجُ لِلرُّكُوبِ ، وَكَذَا يَنْبَسِطُ أَحَدُهُمَا عَلَى ظَهْرِ الدَّابَّةِ مَا لَا يَنْبَسِطُ عَلَيْهِ الْآخَرُ فَكَانَ مُخَالَفًا كَمَا إِذَا حَمَلَ الْحَدِيدَ وَقَدْ

شَرَطَ لَهُ الْحِنْطَةَ .

ترجمہ

جب کسی آدمی نے زین کے ساتھ ہی کوئی گدھا کرایہ پر لیا اور اس زین کو اتار کر ایسی زین لگا دی جو گدھوں پر لگائی جاتی ہے تو مستأجر پر رمضان نہیں ہوگا اس لئے کہ جب دوسری زین بھی پہلی کی طرح ہے تو اس کو بھی مالک کی اجازت شامل ہوگی اس لئے کہ اس زین کے علاوہ کو مقید کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے لیکن جب دوسرے زین پہلی زین سے زیادہ وزنی ہو تو مستأجر اس کا ضامن ہوگا اور جب اس دوسری جیسی گدھوں کو نہ پہنائی جاتی ہو تو مستأجر ضامن ہوگا اس لئے کہ اس کو مالک کی اجازت شامل نہیں ہے لہذا مستأجر مالک کے حکم کی مخالفت کرنے والا ہو گیا جب مستأجر نے گدھے پر ایسا پالان باندھ دیا کہ جس طرح گدھوں پر نہیں باندھا جاتا تو مستأجر اس کا ضامن ہوگا اس دلیل کے سبب جو ہم نے زین کے سلسلہ میں بیان کی ہے اور یہ افضل ہے۔

اور جب مستأجر نے گدھے پر ایسا پالان باندھ دیا کہ جس طرح گدھوں پر باندھا جاتا ہے تو حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مستأجر ضامن ہوگا صاحبین فرماتے ہیں کہ زیادتی کے حساب سے ضامن ہوگا اس لئے کہ جب اس طرح کا پالان گدھوں پر باندھا جاتا ہے تو وہ اور زین برابر ہوں گے

اور مالک اس سے راضی ہوگا مگر یہ کہ پالان زین سے زیادہ وزنی ہو تو مستأجر زیادتی کا ضامن ہوگا اس لئے کہ مالک راضی نہیں ہے ہمعین کردہ بوجھ میں زیادتی کی طرح ہو گیا جب وہ زیادتی اس جنس سے ہو۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ پالان زین کی جنس سے نہیں ہے اس لئے کہ اس کو بوجھ لادنے کے لئے لایا جاتا ہے اور زین کو سوار ہونے کے لئے لگایا جاتا ہے نیز پالان داہ کی پشت پر اتنا پھیلاتا ہے جتنا زین نہیں پھیلتی لہذا مستأجر موجد کا مخالف ہوگا جس طرح کہ جب کوئی آدمی گندم لادنے کی شرط لگانے کے بعد اس پر لوہا لاد دیتا ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے گھوڑا کرایہ پر لیا کہ زین گس کر سوار ہوگا تو کئی پیچھ پر سوار نہیں ہو سکتا اور نہ اس پر کوئی سامان لاد سکتا ہے اور اس کی پیٹھ پر لیٹ نہیں سکتا بلکہ اس طرح سوار ہونا ہوگا، جو عادت سوار ہونے کا قاعدہ ہے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب اجارہ، بیروت)

سامان کیلئے کرائے پر گاڑی لینے کا بیان

قَالَ: (وَإِنْ اسْتَأْجَرَ حَمَّالًا لِيَحْمِلَ لَهُ طَعَامًا فِي طَرِيقٍ كَذَا فَأَخَذَ فِي طَرِيقٍ غَيْرِهِ يَسْلُكُهُ النَّاسُ فَهَلَكَ الْمَتَاعُ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ، وَإِنْ بَلَغَ فَلَهُ الْأَجْرُ) وَهَذَا إِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الطَّرِيقَيْنِ تَفَاوُتٌ؛ لِأَنَّ عِنْدَ ذَلِكَ التَّقْيِيدَ غَيْرَ مُفِيدٍ، أَمَّا إِذَا كَانَ تَفَاوُتٌ يَضْمَنُ

لِصِحَّةِ التَّقْيِيدِ فَإِنَّ التَّقْيِيدَ مُفِيدٌ إِلَّا أَنَّ الظَّاهِرَ عَدَمَ التَّفَاوُتِ إِذَا كَانَ طَرِيقًا يَسْلُكُهُ
النَّاسُ فَلَمْ يُفْصَلْ (وَإِنْ كَانَ طَرِيقًا لَا يَسْلُكُهُ النَّاسُ فَهَلْكَ ضَمِنَ) ؛ لِأَنَّهُ صَحَّ التَّقْيِيدُ
فَصَارَ مُخَالَفًا (وَإِنْ بَلَغَ فَلَهُ الْأَجْرُ) ؛ لِأَنَّهُ ارْتَفَعَ الْخِلَافُ مَعْنَى ، وَإِنْ بَقِيَ صُورَةً .
قَالَ : (وَإِنْ حَمَلَهُ فِي الْبَحْرِ فِيمَا يَحْمِلُهُ النَّاسُ فِي الْبَرِّ ضَمِنَ) لِفُحْشِ التَّفَاوُتِ بَيْنَ
الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (وَإِنْ بَلَغَ فَلَهُ الْأَجْرُ) لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ وَارْتِفَاعِ الْخِلَافِ مَعْنَى .

ترجمہ

جب کسی آدمی نے حمال کرایہ پر لیا تا کہ وہ فلاں راستے سے اس کا سامان پہنچا دے گا لیکن حمال اس راستے کے علاوہ دوسرے راستے سے سامان لے گیا اور لوگ اس راستے پر چلتے ہوں پھر وہ سامان ہلاک ہو گیا تو حمال پر ضامن واجب نہیں ہوگا اور جب سامان اس جگہ پہنچ گیا تو حمال کو اجرت دی جائے گی یہ حکم اس صورت میں ہے جب دونوں راستوں میں فرق نہ ہو اس لئے کہ اس صورت میں کسی راستے کو مقید کرنا فائدہ مند نہیں ہوتا اور جب دونوں راستوں میں فرق ہو تو راستہ بدلنے کے سبب حمال اس کا ضامن ہوگا اس لئے کہ اب تقیید درست اور فائدہ مند ہے۔

لیکن جب اس راستے سے لوگ آمدورفت کرتے ہوں تو ظاہر قول یہی ہے کہ دونوں راستوں میں کوئی فرق نہیں ہوگا اسی لئے ماتن نے اس کی کوئی وضاحت نہیں کی ہے اور جب اس راستے میں لوگوں کی آمدورفت منقطع ہو اور سامان ہلاک ہو جائے تو اس صورت میں حمال ضامن ہوگا اس لئے کہ راستے کی تقیید درست ہے اور تبدیلی کے سبب حمال نے مالک کی مخالفت کی ہے اور جب سامان دوسرے راستے سے منزل تک پہنچ گیا تو حمال کو اجرت دی جائے گی اس لئے کہ معنوی طور پر اختلاف ختم ہو گیا ہے اگرچہ صورت باقی ہے۔

اور جب حمال سامان کو دریائی راستے سے لے گیا جب کہ لوگ اس کو خشکی کے راستے سے لے جاتے ہیں تو حمال اس کا ضامن ہوگا اس لئے کہ خشکی اور تری میں بہت زیادہ تفاوت ہے پھر بھی جب وہ سامان اپنی منزل تک پہنچ جائے تو حمال کو مزدوری دی جائے گی اس لئے کہ مستأجر کا مقصد حاصل ہو گیا ہے اور معنوی طور پر اختلاف ختم ہو گیا ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین حنفی شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب ایک شخص نے کسی جگہ غلہ پہنچانے کے لیے اجیر کیا اور راستہ معین کر دیا کہ اس راستے سے لیجانا، اجیر دوسرے راستے سے لے گیا اگر دونوں راستے یکساں ہیں یعنی دونوں کی مسافت میں بھی تفاوت نہیں ہے اور دونوں پر امن ہیں تو جس راستے سے چاہے لیجائے اور اگر دوسرا پر خطر ہے یا اس کی مسافت زیادہ ہے تو لے جانے والا ضامن ہے۔

اگر جانور کرایہ پر لیا اور مالک جانور نے راستہ معین کر دیا ہے اس میں بھی دونوں صورتیں ہیں۔ اور اگر مالک غلہ نے اجیر سے خشکی کے راستہ سے لیجانے کو کہہ دیا تھا وہ دریائی راستہ سے لے گیا تو ضامن ہے اور اگر خشکی کا راستہ معین نہیں کیا اور دریائی راستہ سے لے گیا تو ضامن نہیں اور منزل مقصود تک اجیر نے سامان پہنچا دیا تو اجرت کا مستحق ہے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب اجارہ، بیروت)

گندم کیلئے زمین اجرت پر لینے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ أَرْضًا ؛ لِيَزْرَعَهَا حِنْطَةً فَزَرَعَهَا رُطْبَةً ضَمِنَ مَا نَقَصَهَا) لِأَنَّ الرُّطْبَ أَضْرَبُ بِالْأَرْضِ مِنَ الْحِنْطَةِ لِانْتِشَارِ عُرُوقِهَا فِيهَا وَكَثْرَةِ الْحَاجَةِ إِلَى سَقِيهَا فَكَانَ خِلَافًا إِلَى شَرِّ فَيُضْمَنُ مَا نَقَصَهَا (وَلَا أُجْرَ لَهُ) ؛ لِأَنَّهُ غَاصِبٌ لِلْأَرْضِ عَلَى مَا قَرَّرْنَاهُ .

ترجمہ

جب کسی آدمی نے گندم کی فصل کے لئے زمین کرایہ پر لی اور اس نے اس زمین میں کھیرے یا ککڑی یا سبزیاں بیج دی تو اس زمین کا جو نقصان ہوگا مستأجر اس کا ضامن ہوگا اس لئے کہ گندم کی نسبت رطاب زمین کو زیادہ نقصان دہ ہے اس لئے کہ ان کی جڑیں زیادہ پھیل جاتی ہیں اور ان کو سینچنے کی زیادہ حاجت پڑتی ہے اس لئے یہ نقصان دہ چیز سے مخالفت کی گئی ہے لہذا مستأجر نقصان کا ضامن ہوگا اور نہ ہی اس کے لئے اجرت ہوگی کیونکہ مستأجر زمین کا غاصب ہو گیا ہے جس طرح کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

شرح

علامہ ابن عابدین حنفی شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب گیہوں بونے کے لیے زمین اجارہ پر لی اُس میں ترکاریاں بودیں جس سے زمین خراب ہوگئی اس کے متعلق متقدمین نے یہ حکم دیا ہے کہ یہ شخص غاصب ہے اس کے فعل سے زمین میں جو کچھ نقصان پیدا ہوا اُس کا تاوان دے اور زمین کی جو کچھ اجرت قرار پائی تھی نہیں لی جائے گی مگر متاخرین یہ فرماتے ہیں کہ زمین وقف اور زمین یتیم میں اور وہ زمین جو منافع حاصل کرنے کے لیے ہے جیسے زمینداروں کے یہاں کی عموماً زمین اسی لیے ہوتی ہے کہ کاشتکاروں کو لگان پردی جائے ان میں اجرت مثل لی جائے۔ اور اگر کاشتکار نے وہ بویا جس میں ضرر کم ہے مثلاً ترکاری بونے کے لیے زمین لی تھی اور گیہوں بوئے تو اس صورت میں جو لگان قرار پایا ہے وہ دے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب اجارہ، بیروت)

درزی کو سینے کیلئے کپڑا دینے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ دَفَعَ إِلَى خِيَّاطٍ ثَوْبًا لِيَخِيطَهُ قَمِيصًا بِدِرْهَمٍ فَنَخِطَهُ قَبَاءً ، فَإِنْ شَاءَ ضَمِنَهُ قِيمَةَ الثَّوْبِ ، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ الْقَبَاءَ وَأَعْطَاهُ أَجْرَ مِثْلِهِ لَا يُجَاوِزُ بِهِ دِرْهَمًا) قِيلَ : مَعْنَاهُ الْقَرُطْفُ الَّذِي هُوَ ذُو طَاقٍ وَاحِدٍ ؛ لِأَنَّهُ يُسْتَعْمَلُ اسْتِعْمَالَ الْقَمِيصِ ، وَقِيلَ هُوَ مُجْرَى

عَلَىٰ إِطْلَاقِهِ ؛ لِأَنَّهَا يَتَقَارَبَانِ فِي الْمَنْفَعَةِ . وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ يُضْمَنُهُ مِنْ غَيْرِ خِيَارٍ ؛ لِأَنَّ الْقَبَاءَ خِلَافٌ جِنْسِ الْقَمِيصِ . وَوَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّهُ قَمِيصٌ مِنْ وَجْهِ ؛ لِأَنَّهُ يُشَدُّ وَسَطُهُ ، فَمِنْ هَذَا الْوَجْهِ يَكُونُ مُخَالَفًا ؛ لِأَنَّ الْقَمِيصَ لَا يُشَدُّ وَيَنْتَفِعُ بِهِ انْتِفَاعُ الْقَمِيصِ فَجَاءَتْ الْمُوَافَقَةُ وَالْمُخَالَفَةُ فَيَمِيلُ إِلَىٰ أَىِّ الْجِهَتَيْنِ شَاءَ ، إِلَّا أَنَّهُ يَجِبُ أَجْرُ الْمِثْلِ لِقُصُورِ جِهَةِ الْمُوَافَقَةِ ، وَلَا يُجَاوِزُ بِهِ الدَّرَهَمَ الْمُسَمَّى كَمَا هُوَ الْحُكْمُ فِي سَائِرِ الْبِجَارَاتِ الْفَاسِدَةِ عَلَىٰ مَا نَبَّيْنَهُ فِي بَابِهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَىٰ .

ترجمہ

جب کسی آدمی نے درزی کو کپڑا دیا کہ وہ اس کپڑے سے ایک درہم کے بدلے اس کی قمیص بنا دے اور درزی نے اس کپڑے کا قبائلا بنا دیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اگر وہ چاہے تو اس درزی سے اتنے کپڑے کی ضمان لے لے یا اس سے قبائلا لے اور اس کو مثلی اجرت دے دے لیکن ایک درہم سے زیادہ نہ دے ایک قول یہ ہے کہ قبائلا سے وہ کرتہ مراد ہوتا ہے جس کی ایک تہہ ہوتی ہے اس لئے کہ اس کی قبائلا کی طرح استعمال کیا جاتا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ قبائلا اپنے اطلاق پر باقی رہتا ہے اس لئے کہ قبائلا اور کرتہ دونوں منفعت میں قریب ہیں۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مالک کو ضمان لینے کے علاوہ دوسرا اختیار نہیں ہوگا اور اس لئے کہ قبائلا قمیص کی جنس کے مخالف ہے ظاہر روایت کی دلیل یہ ہے کہ قبائلا بھی من وجہ قمیص ہی ہے اس لئے کہ اس کو درمیان میں باندھا جاتا ہے اور اس سے بھی قمیص کی طرح فائدہ اٹھایا جاتا ہے تو موافقت اور مخالفت دونوں چیزیں پائی گئی ہیں لہذا مالک کو دونوں طرف میں سے ایک جانب کی طرف مائل ہونے کا اختیار ہوگا لیکن اس پر اجرت مثلی ہی واجب ہوگی اس لئے کہ موافقت کی جانب میں کمی ہے اور یہ اجرت معین کردہ مقدار سے تجاوز نہیں کرے گی جس طرح کہ اجارات فاسدہ کا حکم ہے جس کو ہم انشاء اللہ اس کے باب میں بیان کریں گے۔

شرح

اور جب کسی شخص نے درزی سے کہہ دیا کہ اتنا لمبا اور اتنا چوڑا ہوگا اور اتنی آستین ہوگی مگر سی کر لایا تو اس سے کم ہے جتنا بتایا اگر ایک آدھ اونگل کم ہے معاف ہے اور زیادہ کم ہے تو اسے تاوان دینا پڑے گا۔ اور جب اس نے درزی سے کہا اس کپڑے میں میری قمیص ہو جائے تو اسے قطع کر کے اتنے میں سی دو اس نے کپڑا کاٹ دیا اب کہتا ہے کہ اس میں تمہاری قمیص نہیں ہوگی درزی کو تاوان دینا ہوگا۔ (در مختار، کتاب اجارہ، بیروت)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کسی شخص نے درزی سے پوچھا اس کپڑے میں میری قمیص ہو جائے گی

اُس نے کہا ہاں اس نے کہا اسے قطع کر دو قطع کرنے کے بعد درزی کہتا ہے قمیص نہیں ہوگی اس صورت میں درزی پرتاوان نہیں کہ مالک کی اجازت سے اس نے کاٹا اور اُس کی اجازت میں شرط بھی نہیں ہے کہ قمیص ہو سکے تب قطع کرو۔ اور اگر صورت مذکورہ میں درزی کے ہاں کہنے کے بعد مالک نے یوں کہا ہوتا کہ تو کاٹ دو یا تو اب قطع کر دو تو بیشک درزی کے ذمہ تاوان ہے کہ اس لفظ (تو) کے زیادہ کرنے سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ قطع کرنے کی اجازت اس شرط سے ہے کہ قمیص ہو جائے۔ (بحر الرائق، کتاب اجارہ، بیروت)

درزی سے قبائ سلوانے کا بیان

وَلَوْ خَاطَهُ سَرَاوِيلَ وَقَدْ أَمَرَ بِالْقَبَاءِ قِيلَ يَضْمَنُ مِنْ غَيْرِ خِيَارٍ لِلتَّفَاوُتِ فِي الْمَنْفَعَةِ ،
وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ يُخَيَّرُ لِلاتِّحَادِ فِي أَصْلِ الْمَنْفَعَةِ ، وَصَارَ كَمَا إِذَا أُمِرَ بِضَرْبِ طَسْتٍ مِنْ
شِبَّةٍ فَضْرَبَ مِنْهُ كُوزًا ، فَإِنَّهُ يُخَيَّرُ كَذَا هَذَا ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

ترجمہ

اور جب مالک نے درزی کو قبائ سینے کا حکم دیا اور اس نے پاجامہ سی دیا تو اس میں ایک قول یہ ہے کہ مالک اس کو اختیار کے بغیر ہی اس کا ضامن بنائے گا اس لئے کہ منفعت میں تفاوت ہے لیکن زیادہ درست یہ ہے کہ اس کو اختیار دیا جائے گا اس لئے کہ اصل منفعت میں اتحاد ہے یہ اس طرح ہو گیا کہ جب کسی آدمی نے کاری گر کو تانبے کی طشت بنانے کا حکم دیا اور اس نے اس کا پیالہ بنا دیا تو اس صورت میں بھی مالک کو اختیار دیا جائے گا۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب درزی کو شیروانی سینے کے لیے کپڑا دیا اُس نے کرتہ سی دیا درزی سے اپنے کپڑے کی قیمت لے لے اور وہ سلا ہوا کپڑا اُس کے پاس چھوڑ دے اور کپڑے والے کو یہ بھی اختیار ہے کہ کرتہ لے لے اور اُس کی واجبی سلائی دیدے مگر یہ اجرت مثل اگر اُس سے زیادہ ہے جو مقرر ہوئی تو وہی دے گا جو مقرر ہوئی یہی حکم اس صورت میں ہے کہ کرتہ سینے کو کہا تھا اُس نے پاجامہ سی دیا۔ (بحر الرائق، کتاب اجارہ، بیروت)

بَابُ الْإِجَارَةِ الْفَاسِدَةِ

﴿ یہ باب اجارہ فاسدہ کے بیان میں ہے ﴾

باب اجارہ فاسدہ کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے اجارہ کی صحیح اقسام اور ان کے احکام کو بیان کیا ہے احکام شریعت میں یہ فقہی اصول ہے کہ کسی چیز کے فساد کا حکم اس کی صحت کے بعد کسی عارض کے سبب واقع ہوتا ہے۔ کیونکہ فساد صحیح کے بعد آتا ہے اس لئے مصنف علیہ الرحمہ نے اجارہ فاسد کے احکام کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ اور اسی طرح نماز و روزہ و حج وغیرہ دیگر احکام شرعیہ میں بھی حکم فساد عبادت کو مشروع طریقے سے جاری کرنے کے بعد آتا ہے۔ لہذا فساد کا مؤخر ہونا یہ اس کا اصلی مقام ہے۔ جبکہ صحت تقدم یہ اس کا اصلی مقام و مرتبہ ہے۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کسی بھی حکم کی صحت اس کے مقصود تک پہنچانے والی ہے جبکہ فساد مقصود سے محروم کرنے کا سبب بننے والا ہے۔ (فتح القدر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۱۱، بیروت)

اجارہ فاسد کے حکم کا بیان

اجارہ فاسدہ کا حکم یہ ہے کہ اس استعمال کرنے پر اجرت مثل لازم ہوگی اور اس میں تین صورتیں ہیں اگر اجرت مقرر ہی نہیں ہوئی یا جو مقرر ہوئی معلوم نہیں ان دونوں صورتوں میں جو کچھ اجرت مثل ہو دینی ہوگی اور اگر اجرت مقرر ہوئی اور وہ معلوم بھی ہے تو اجرت مثل اسی وقت دی جائے گی جب وہ مقرر سے زیادہ نہ ہو اور اگر مقرر سے اجرت مثل زائد ہے تو جو مقرر ہے وہی دی جائے گی اس سے زیادہ نہیں دی جائے گی۔ (بحر الرائق، کتاب اجارہ، بیروت)

اجارہ فاسدہ کی شرائط بیع فاسدہ کی شرائط کی طرح ہیں

قَالَ: (الْإِجَارَةُ تُفْسِدُهَا الشُّرُوطُ كَمَا تُفْسِدُ الْبَيْعَ) ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَتِهِ ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ عَقْدٌ يُقَالُ وَيُفْسَخُ (وَالْوَاجِبُ فِي الْإِجَارَةِ الْفَاسِدَةِ أَجْرُ الْمِثْلِ لَا يُجَاوِزُ بِهِ الْمُسَمَّى) وَقَالَ زُفَرٌ وَالشَّافِعِيُّ : يَجِبُ بِالْغَا مَا بَلَغَ اعْتِبَارًا بَيْعَ الْأَعْيَانِ .
وَلَنَا أَنَّ الْمَنَافِعَ لَا تَتَقَوَّمُ بِنَفْسِهَا بَلْ بِالْعَقْدِ لِحَاجَةِ النَّاسِ فَيُكْتَفَى بِالضَّرُورَةِ فِي الصَّحِيحِ مِنْهَا ، إِلَّا أَنَّ الْفَاسِدَ تَبِعَ لَهُ ، وَيُعْتَبَرُ مَا يُجْعَلُ بَدَلًا فِي الصَّحِيحِ عَادَةً ، لِكِنَّهُمَا إِذَا اتَّفَقَا عَلَى مِقْدَارٍ فِي الْفَاسِدِ فَقَدْ أَسْقَطَا الزِّيَادَةَ ، وَإِذَا نَقَصَ أَجْرُ الْمِثْلِ لَمْ يَجِبْ زِيَادَةُ الْمُسَمَّى لِفَسَادِ التَّسْمِيَةِ ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ ؛ لِأَنَّ الْعَيْنَ مُتَقَوِّمَةٌ فِي نَفْسِهَا

وَهِيَ الْمَوْجِبُ الْأَصْلِيُّ ، فَإِنْ صَحَّتِ التَّسْمِيَةُ انْتَقَلَ عَنْهُ وَإِلَّا فَلَا .

ترجمہ

فرمایا تقاضہ عقد کی مخالف شرائط اجارہ کو فاسد کر دیتی ہیں جس طرح بیع کو فاسد کر دیتی ہیں اس لئے کہ اجارہ بیع کے حکم میں ہوتا ہے کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اجارہ کا بھی اقالہ ہوتا ہے اور اس کو بھی فسخ کیا جاتا ہے اور اجارہ فاسدہ میں مثلی اجرت ہوتی ہے لیکن اس کو معین کردہ اجرت سے زیادہ نہیں کیا جاتا۔

حضرت امام شافعی اور حضرت امام زفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کو بھی اعیان کی بیع پر قیاس کرتے ہوئے اس کی ہر امکانی اجرت واجب ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ منافع بذات خود متقوم نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کی حاجت کے پیش نظر عقد کے سبب متقوم ہوتا ہے لہذا ضرورت کے تحت اجارہ کے عقد کے درست ہونے پر قیاس کر لیا جائے گا لیکن اجارہ فاسدہ صحیحہ کے تابع ہے لہذا اجارہ صحیحہ میں جس چیز کو عادت اور عموم کے طور پر بدل قرار دیا جاتا ہے اس کو اجارہ فاسدہ میں بدل مان لیا جاتا ہے لیکن جب اجارہ فاسدہ میں عاقدین کسی مقدار پر متفق ہو گئے تو انہوں نے زیادتی کو ساقط کر دیا اور جب اجرت مثلی مقدار معین سے کم ہو تو مقدار معین سے زیادہ اجرت واجب نہیں ہوگی اس لئے کہ طے کرنا فاسد ہو چکا ہے بیع کے خلاف اس لئے کہ عین بذات خود متقوم ہے اور اس کا متقوم ہونا ہی موجب اصلی ہے اب اگر بیع میں تسمیہ درست ہو تو موجب اصلی سے تسمیہ کی طرف منتقل ہو سکتا ہے ورنہ نہیں ہو سکتا۔

شرح

جو شرطیں مقتضائے عقد کے خلاف ہیں ان سے عقد اجارہ فاسد ہو جاتا ہے لہذا جو شرطیں بیع کو فاسد کرتی ہیں اجارہ کو بھی فاسد کرتی ہیں کیونکہ اجارہ بھی ایک قسم کی بیع ہے فرق یہ ہے کہ بیع میں چیز بیچی جاتی ہے اور اجارہ میں چیز کی منفعت بیچی جاتی ہے۔ (بحر الرائق، کتاب اجارہ، بیروت)

جہالت سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے اس کی چند صورتیں ہیں جو چیز اجرت پر دی جائے وہ مجہول ہو یا منفعت کی مقدار مجہول ہو یعنی مدت بیان میں نہیں آئی مثلاً مکان کتنے دنوں کے لیے کرایہ پر دیا یا اجرت مجہول ہو یعنی یہ نہیں بیان کیا کہ کرایہ کیا ہو گا یا کام مجہول ہو یہ نہیں بیان کیا کہ کام لیا جائے گا مثلاً جانور میں یہ نہیں بیان کیا کہ بار برداری کے لیے ہے یا سواری کے لیے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب اجارہ، بیروت)

عقد فاسدہ کا فقہی مفہوم

عقد فاسدہ ہے جو اپنی اصل کے لحاظ سے موافق شرع ہے مگر اس میں کوئی وصف ایسا ہے جس کی وجہ سے نامشروع (7) ہے اور اگر اصل ہی کے اعتبار سے خلاف شرع ہے تو وہ باطل ہے مثلاً مردار یا خون کو اجرت قرار دیا یا خوشبو کو سونگھنے کے لیے اجرت پر لیا

یابٹ بنانے کے لیے کسی کو اجیر رکھا کہ ان سب صورتوں میں اجارہ باطل ہے۔ اجارہ فاسدہ کی مثال یہ ہے کہ اجارہ میں کوئی ایسی شرط ذکر کی جس کو عقد اجارہ مقتضی نہ ہو اسی کی صورتیں یہاں ذکر کی جائیں گی۔ (در مختار، کتاب اجارہ، بیروت)

عقد کو محض ایک ماہ کے ساتھ مقید کر دینے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ دَارًا كُلَّ شَهْرٍ بِدَرَاهِمٍ فَالْعَقْدُ صَحِيحٌ فِي شَهْرٍ وَاحِدٍ فَاسِدٌ فِي بَقِيَّةِ الشُّهُورِ ، إِلَّا أَنْ يُسَمَّى جُمْلَةً شُهُورٍ مَعْلُومَةٍ) ؛ لِأَنَّ الْأَصْلَ أَنَّ كَلِمَةَ كُلِّ إِذَا دَخَلَتْ فِي مَا لَا نِهَآيَةَ لَهُ تَنْصَرِفُ إِلَى الْوَاحِدِ لِتَعَذُّرِ الْعَمَلِ بِالْعُمُومِ فَكَانَ الشَّهْرُ الْوَاحِدُ مَعْلُومًا فَصَحَّ الْعَقْدُ فِيهِ ، وَإِذَا تَمَّ كَانَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْ يَنْقُضَ الْإِجَارَةَ لِانْتِهَاءِ الْعَقْدِ الصَّحِيحِ (وَلَوْ سَمِيَ جُمْلَةً شُهُورٍ مَعْلُومَةٍ جَازَ) ؛ لِأَنَّ الْمُدَّةَ صَارَتْ مَعْلُومَةً .

ترجمہ

جب کسی ایک آدمی نے گھر کرایہ پر لیا اس طرح کہ ہر ماہ کا ایک درہم کرایہ ہوگا تو عقد صرف ایک ماہ میں درست ہوگا اور باقی مہینوں میں فاسد ہوگا مگر یہ کہ تمام مہینوں کو معلوم طریقہ سے معین کر دیا ہو اس لئے کہ اصل یہ ہے کہ کلمہ کل جب ایسی چیز پر داخل ہو جس کی انتہاء نہ ہو تو اس کو ایک کی جانب پھیرا جائے گا اس لئے کہ عموم پر عمل کرنا معتذر ہے اور جس طرح کہ شہر واحد معلوم ہوتا ہے اس لئے ایک ماہ میں عقد درست ہوگا اور ایک ماہ کے بعد عاقدین میں سے ہر ایک کو اجارہ ختم کرنے کا حق ہوگا اس لئے کہ اس مدت پر عقد صحیح مکمل ہو چکا ہے پس جب تمام مہینوں کو واضح کر کے بیان کر دیا جائے تو عقد جائز ہوگا اس لئے کہ مدت معلوم ہو چکی ہے۔

شرح

جو چیز اجارہ پردی ہے وہ شائع ہے اس سے بھی اجارہ فاسد ہو جاتا ہے مثلاً اس مکان کا نصف حصہ کرایہ پر دیا کہ نصف مکان جزو شائع ہے یا ایک مکان مشترک ہے اس نے اپنا حصہ غیر شریک کو کرایہ پر دیا یا مکان میں تین شخص شریک ہیں اس نے اپنا حصہ ایک شریک کو کرایہ پر دیا سب صورتیں ناجائز ہیں اور اجارہ فاسد ہے۔

اگر اجارہ کے وقت شیوع نہ تھا بعد میں آ گیا تو اس سے اجارہ فاسد نہیں ہوگا مثلاً پورا مکان اجارہ پر دیا تھا پھر اس کے ایک جزو شائع میں فنخ کر دیا اس شیوع سے اجارہ فاسد نہیں ہوا۔

جو چیز اجرت میں ذکر کی گئی وہ مجہول ہے مثلاً اس کام کی اجرت ایک کپڑا ہے یا اس میں بعض مجہول ہے مثلاً اتنا کرایہ اور مکان کی مرمت تمہارے ذمہ کہ اس صورت میں مرمت بھی کرایہ میں داخل ہے اور چونکہ معلوم نہیں مرمت میں کیا صرف ہوگا لہذا پورا

کرایہ مجہول ہو گیا۔ (در مختار، کتاب اجارہ، بیروت)

لحہ بھر سے ماہ کے عقد کا درست ہونا

قَالَ (وَإِنْ سَكَنَ سَاعَةً مِنَ الشَّهْرِ الثَّانِي صَحَّ الْعَقْدُ فِيهِ وَلَمْ يَكُنْ لِلْمُؤَجَّرِ أَنْ يُخْرِجَهُ إِلَى أَنْ يَنْقُضِيَ ، وَكَذَلِكَ كُلُّ شَهْرٍ سَكَنَ فِي أَوَّلِهِ سَاعَةً) ؛ لِأَنَّهُ تَمَّ الْعَقْدُ بِتَرَاضِيهِمَا بِالسُّكْنَى فِي الشَّهْرِ الثَّانِي ، إِلَّا أَنَّ الَّذِي ذَكَرَهُ فِي الْكِتَابِ هُوَ الْقِيَاسُ ، وَقَدْ مَالَ إِلَيْهِ بَعْضُ الْمَشَايخِ ، وَظَاهِرُ الرَّوَايَةِ أَنَّ يَبْقَى الْخِيَارُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي اللَّيْلَةِ الْأُولَى مِنَ الشَّهْرِ الثَّانِي وَيَوْمِهَا ؛ لِأَنَّ فِي اعْتِبَارِ الْأَوَّلِ بَعْضَ الْحَرَجِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب دوسرے مہینہ کا ایک لحہ بھی مستأجر اس میں رہا تو دوسرے ماہ کا عقد درست ہو جائے گا اور دوسرا مہینہ پورا ہونے سے پہلے موجر کو یہ حق نہیں ہوگا کہ مستأجر کو اس مکان سے نکال دے یہی حکم ہر اس ماہ کا ہوگا جس کے شروع میں مستأجر سکونت اختیار کر لے اس لئے کہ وہ دوسرے مہینے میں سکونت کر لینے سے عاقدین کی رضامندی سے عقد مکمل ہو چکا ہے۔

لیکن امام قدوری نے جو بیان کیا ہے وہ قیاس ہے اور اسی طرف بعض فقہاء کا رجحان ہے ظاہر روایت یہ ہے کہ دوسرے ماہ کے پہلے دن اور پہلی رات عاقدین کو اجارہ فسخ کرنے کا حق ہوگا اس لئے کہ ساعت کا اعتبار کرنے میں بعض حرج ہے۔

شرح

اور اسی طرح جب اجارہ پر لیا کہ ہر ماہ ایک روپیہ کرایہ اور یہ نہیں ٹھہرا کہ کتنے مہینوں کے لیے کرایہ پر لینا دینا ہو تو صرف پہلے مہینہ کا اجارہ صحیح ہے اور باقی مہینوں کا فاسد پہلا مہینہ ختم ہوتے ہی پہلی ہی تاریخ میں ہر ایک اجارہ کو فسخ کر سکتا ہے اور پہلی تاریخ میں فسخ نہیں کیا تو اب اس مہینہ میں خالی نہیں کر سکتا اور اگر مہینوں کی تعداد ذکر کر دی ہے مثلاً چھ ماہ کے لیے اجارہ ہو تو اجارہ صحیح ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب اجارہ، بیروت)

ماہانہ کرائے میں بیان مدت پر مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب دوسرے مہینہ کا ایک لحہ بھی مستأجر اس میں رہا تو دوسرے ماہ کا عقد درست ہو جائے گا اور دوسرا مہینہ پورا ہونے سے پہلے موجر کو یہ حق نہیں ہوگا۔ ائمہ احناف اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے الاملاء میں اور امام احمد علیہ الرحمہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ جبکہ صحیح قول میں امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ اجارہ باطل ہے جبکہ امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ اجارہ درست ہے۔ لہذا جب بھی مہینہ گزرے گا اس سے کرایہ وصول کیا جائے گا۔

(شرح الوقایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

سال کیلئے مکان کرائے پر لینے کا بیان

قَالَ: (وَإِنْ اسْتَأْجَرَ دَارًا سَنَةً بَعَشْرَةَ دَرَاهِمَ جَازٍ وَإِنْ لَمْ يُبَيِّنْ قِسْطَ كُلِّ شَهْرٍ مِنَ الْأَجْرَةِ) ؛ لِأَنَّ الْمُدَّةَ مَعْلُومَةً بِدُونِ التَّقْسِيمِ فَصَارَ كِاجَارَةَ شَهْرٍ وَاحِدٍ فَإِنَّهُ جَائِزٌ وَإِنْ لَمْ يُبَيِّنْ قِسْطَ كُلِّ يَوْمٍ ، ثُمَّ يُعْتَبَرُ ابْتِدَاءُ الْمُدَّةِ مِمَّا سَمِيَ وَإِنْ لَمْ يُسَمِّ شَيْئًا فَهُوَ مِنَ الْوَقْتِ الَّذِي اسْتَأْجَرَهُ ؛ لِأَنَّ الْأَوْقَاتِ كُلَّهَا فِي حَقِّ الْإِجَارَةِ عَلَى السَّوَاءِ فَاشْبَهَ الْيَمِينِ ، بِخِلَافِ الصَّوْمِ ؛ لِأَنَّ اللَّيَالِيَ لَيْسَتْ بِمَحَلٍّ لَهُ (ثُمَّ إِنْ كَانَ الْعَقْدُ حِينَ يَهْلُ الْهَلَالُ فَشُهُورُ السَّنَةِ كُلَّهَا بِالْأَهْلَةِ) ؛ لِأَنَّهَا هِيَ الْأَصْلُ (وَإِنْ كَانَ فِي أَثْنَاءِ الشَّهْرِ فَالْكُلُّ بِالْأَيَّامِ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ .

وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ الْأَوَّلِ بِالْأَيَّامِ وَالْبَاقِي بِالْأَهْلَةِ ؛ لِأَنَّ الْأَيَّامَ يُصَارُ إِلَيْهَا ضَرُورَةً ، وَالضَّرُورَةُ فِي الْأَوَّلِ مِنْهَا .

وَلَهُ أَنَّهُ مَتَى تَمَّ الْأَوَّلُ بِالْأَيَّامِ ابْتِدَاءً الثَّانِي بِالْأَيَّامِ ضَرُورَةً وَهَكَذَا إِلَى آخِرِ السَّنَةِ ، وَنَظِيرُهُ الْعِدَّةُ وَقَدْ مَرَّ فِي الطَّلَاقِ .

ترجمہ

جب کسی آدمی نے دس دراہم کے عوض سال کے لئے ایک مکان کرایہ پر لیا تو جائز ہے اگرچہ وہ ماہانہ اجرت کی قسط نہ بیان کرے اس لئے کہ تقسیم کے بغیر بھی مدت معلوم ہے تو یہ ایک ماہ کے اجارہ کی طرح ہو گیا اور ایک ماہ کا اجارہ جائز ہے اگرچہ ہر دن کی قسط نہ بیان کی جائے پھر مدت کی ابتدا اس وقت سے شمار کی جائے گی جو وقت معین کیا گیا ہو اور جب کوئی وقت نہ معین کیا گیا ہو تو اس وقت سے مدت کو شمار کیا جائے گا جس وقت مستأجر نے اجرت پر لیا ہو اس لئے کہ اجارہ کے حق میں تمام اوقات برابر ہیں لہذا یہ قسم کے مشابہ ہو گیا روزے کے خلاف اس لئے کہ راتیں روزے کا محل نہیں ہیں پس جب چاند رات کو اجارہ منعقد ہوا ہو تو سال کے تمام مہینوں کا حساب چاند سے لگایا جائے گا اور جب درمیان میں معاملہ ہو تو حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دنوں کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی ایک روایت یہی ہے حضرت امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ پہلے ماہ کا حساب دنوں سے لگایا جائے گا اور باقی مہینوں کا حساب چاند سے ہوگا اس لئے کہ حساب و کتاب میں ضرورت کی بنا پر دنوں کا سہارا لیا جاتا ہے اور یہ ضرورت صرف مہینہ میں ہے۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ جب پہلے مہینہ کا معاملہ دنوں کے اعتبار سے ہوا ہے تو دوسرے مہینوں میں بھی لازماً دنوں کا ہی اعتبار کیا جائے گا اور سال کے آخر تک یہی معاملہ ہوگا اس کی مثال عدت ہے اور عدت کا مسئلہ کتاب طلاق میں گذر چکا ہے۔

شرح

اجارہ کی میعاد اگر یکم تاریخ سے شروع ہوتی ہو تو مہینہ میں چاند کا اعتبار ہوگا یعنی دوسرا چاند ہو گیا مہینہ پورا ہو گیا اور اگر درمیان ماہ سے مدت شروع ہوتی ہے تو تیس دن کا مہینہ لیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کئی ماہ کے لیے مکان یا کوئی چیز کرایہ پر لی تو پہلی صورت میں چاند سے چاند تک اور دوسری صورت میں ہر مہینہ تیس دن کا لیا جائے گا بلکہ ایک سال کے لیے یا کئی سال کے لیے کرایہ پر لیا تو پہلی صورت میں ہلال (چاند) کے بارہ ماہ اور دوسری صورت میں تین سو ساٹھ دن کا سال شمار ہوگا۔

ایک سال کے لیے مکان کرایہ پر لیا اور یہ ٹھہرا کہ ہر ماہ کا ایک روپیہ کرایہ ہے یہ جائز ہے اور اگر مہینہ کا کرایہ نہیں بیان کیا صرف یہ ٹھہرا کہ ایک سال کا کرایہ دس روپے یہ بھی جائز ہے دونوں صورتوں میں اندرون سال بلا عذر کوئی بھی اجارہ کو فسخ نہیں کر سکتا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب اجارہ، بیروت)

مہینوں کے آغاز کی مدت کے معتبر ہونے میں فقہی مذاہب

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مدت سے مراد کیا مہینوں کے آغاز والے دن ہوں گے یا ان کے انتہائی ایام ہوں گے۔ حضرت امام اعظم اور ایک روایت کے امام ابو یوسف اور ایک روایت میں امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ کے مطابق تمام دنوں کو ایام میں شمار کیا جائے گا۔

حضرت امام محمد، امام ابو یوسف اور ایک روایت کے مطابق امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد علیہم الرحمہ کے نزدیک ماہ کے شروع والے ایام کو آغاز اعتبار کیا جائے گا جبکہ آخری ایام کو تکمیل شمار کیا جائے گا۔

(شرح الوقایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

حمام و حمام کی اجرت کے جواز کا بیان

قَالَ: (وَيَجُوزُ اخْذُ أُجْرَةِ الْحَمَّامِ وَالْحَجَّامِ) أَمَّا الْحَمَّامُ فَلِتَعَارُفِ النَّاسِ وَلَمْ تَعْتَبَرْ الْجِهَالَةَ لِاجْتِمَاعِ الْمُسْلِمِينَ.

قَالَ: عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَا رَأَاهُ الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ) وَأَمَّا الْحَجَّامُ فَلِمَا رَوَى (أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَأَعْطِيَ الْحَجَّامَ الْأُجْرَةَ) وَلِأَنَّهُ اسْتَنْجَارٌ عَلَى عَمَلٍ مَعْلُومٍ بِأَجْرٍ مَعْلُومٍ فَيَقَعُ جَائِزًا.

قَالَ: (وَلَا يَجُوزُ أَخْذُ أُجْرَةِ عَسْبِ التَّيْسِ) وَهُوَ أَنْ يُوجَّرَ فَحَلًا لِيَنْزُوَ عَلَى الْبَنَاتِ
لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِنَّ مِنَ السُّحْتِ عَسْبَ التَّيْسِ) وَالْمُرَادُ أَخْذُ الْأُجْرَةِ
عَلَيْهِ .

ترجمہ

فرمایا کہ حمام کی اجرت لینا اور پچھنے لگانے کی اجرت لینا جائز ہے پس بہر حال حمام کی اجرت تو لوگوں کے درمیان وہ متعارف ہے اور اس میں جہالت کا اعتبار نہیں کیا جاتا اس لئے کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور حجامت کی اجرت کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے پچھنے لگوا کر حجام کو اجرت دی اور اس لئے کہ یہ معین اجرت کے عوض معلوم ہے اور معین کام کا اجارہ ہے لہذا یہ جائز ہو گا۔

فرمایا کہ نر کو مادہ پر چڑھانے کی اجرت لینا جائز نہیں ہے اس کی شکل یہ ہے کہ نر جانور کو اجرت پر لے کر اس کو مادہ جانوروں پر چڑھایا جائے۔

اس لئے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ نر کو مادہ پر چڑھانے کی اجرت لینا حرام ہے اور اس سے مراد نر کو مادہ پر چڑھانے کی اجرت ہے۔

شرح

اور حمام کی اجرت جائز ہے اگرچہ یہاں یہ متعین نہیں ہوتا کہ کتنا پانی صرف کریگا اور کتنی دیر تک حمام میں ٹھہرے گا۔ ہاں اگر حمام میں دوسروں کے سامنے اپنے ستر کو کھولے جیسا کہ عموماً حمام میں ایسا ہوتا ہے یا خود اپنا ستر نہیں کھولا تو دوسروں کے ستر پر نظر پڑتی ہے اس وجہ سے حمام میں جانا منع ہے خصوصاً عورتوں کو اس میں جانے سے بہت زیادہ احتیاط چاہیے اور اگر نہ اپنا ستر کھولے نہ دوسرے کے ستر کی طرف نظر کرے تو حمام میں جانے کی ممانعت نہیں۔

حجامت یعنی پچھنے لگوانا جائز ہے اور پچھنے کی اجرت دینا لینا بھی جائز ہے پچھنے لگانے والے کے لیے وہ اجرت حلال ہے اگرچہ اس کو خون نکالنا پڑتا ہے اور کبھی خون سے آلودہ بھی ہو جاتا ہے مگر چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود پچھنے لگوائے اور لگانے والے کو اجرت بھی دی معلوم ہوا کہ اس اجرت میں خباثت ہے اور اسی طرح نر جانور کو جفتی کرنے کے لیے اجرت پر دینا ناجائز ہے اور اجرت بھی لینا ناجائز ہے۔ (در مختار، کتاب اجارہ، بیروت)

اذان و امامت کی اجرت لینے کا بیان

قَالَ: (وَلَا إِسْتِئْجَارُ عَلَى الْأَذَانِ وَالْحَجِّ ، وَكَذَا الْإِمَامَةُ وَتَعْلِيمُ الْقُرْآنِ وَالْفِقْهِ)

شرح

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک شخص نے مجھے بطور تحفہ ایک کمان بھیجی ہے اور وہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جنہیں میں کتاب و قرآن کی تعلیم دیا کرتا تھا اور میں سمجھتا ہوں (اس کمان کو قبول کر لینے میں اس لئے کوئی مضائقہ نہیں ہے) کہ کمان کوئی مال نہیں ہے۔ چنانچہ اس کمان کے ذریعے راہ خدا (یعنی جہاد) میں تیر اندازی کروں گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں یہ پسند ہو کہ تمہارے گلے کو آگ کا طوق پہنایا جائے تو اسے قبول کر لو (ابوداؤد ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 210)

کمان کوئی مال نہیں ہے " سے حضرت عبادہ کی یہ مراد تھی کہ کمان ایسی چیز نہیں ہے جسے مال یا اجرت شمار کیا جائے بلکہ یہ تو لڑائی کا ایک سامان ہے جسے میں خدا کی راہ میں استعمال کروں گا بایں طور کہ جہاد میں اس کے ذریعے تیر اندازی کروں گا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں متنبہ فرمایا کہ یہ کمان اگرچہ تمہیں کلام اللہ کی تعلیم کی اجرت کے طور پر نہیں ملی ہے اور نہ یہ کوئی ایسی چیز ہے جسے اجرت شمار کیا جاسکے لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ یہ تمہارے اس اخلاص کو ختم کر دیگی جو تمہاری خدمت تعلیم کا محور تھا جس سے سرشار ہو کر تم نے ان لوگوں کو قرآن و دین کی تعلیم دی تھی لہذا تمہارے لیے مناسب یہی ہے کہ تم اسے قبول نہ کرو جو علماء قرآن و دین کی تعلیم دینے کی اجرت لینے کو حرام کہتے ہیں وہ اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے استدلال کرتے ہیں۔

امامت و دینی تعلیم پر اجرت لینے کے جواز میں فتویٰ

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ متاخرین نے تعلیم امامت پر اخذ اجرت کے جواز پر فتویٰ دیا ہے۔ کتب الحنفیہ طافحة بذلك ومن لا یعلم فحسبه جواب من یعلم، واللہ تعالیٰ اعلم۔ حنفی کتب اس سے لبریز ہیں اور جو نہیں جانتا اس کو جاننے والے کا جواب کافی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۹، کتاب اجارہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دوسری دلیل نکاح میں خاوند پر بیوی کے لئے حق مہر دینا ضروری ہے، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا نکاح قرآن مجید کی تعلیم کو حق مہر ٹھہرا کر کر دیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اذہب فقد انکحتکھا بما معک من القران) بخاری کتاب النکاح باب التزویج علی القرآن

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قرآن مجید کی تعلیم کی اجرت دلوائی ہے۔ اگر اجرت درست نہ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی قرآن کی تعلیم کو حق مہر مقرر نہ کرتے۔ امام مالک نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے: "کہ اس سے قرآن کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہو گیا۔" (فتح الباری، کتاب نکاح)

اس کے علاوہ محمد بن سیرین کبار تابعین سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں ایک تعلیم دینے والا تھا، اس کے پاس بڑے بڑے لوگوں کے بیٹے پڑھتے تھے اور وہ اس معلم کا حق ادا کرتے تھے۔ (محلّی ابن حزم)

محمد بن سیرین نے ابی بن کعب اور ابو قتادہ جیسے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا ہے اور ان سے روایات بھی لی ہیں۔ اگر قرآن کی تعلیم پر اجرت جائز نہ ہوتی تو صحابہ رضی اللہ عنہم کرام ضرور ایسے شخص کو روک دیتے۔

ان حالات میں یہ بات ناگزیر ہوگئی کہ بڑی مصلحتوں کے تحفظ کے لئے دینی خدمات پر اجرت لینے کی اجازت دی جاتی، چنانچہ فقیہ ابو الیث کا مشہور قول ہے کہ میں تین چیزوں کو ناجائز سمجھتا تھا اور اسی کا فتویٰ دیتا تھا جن میں سے ایک تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا مسئلہ بھی تھا مگر پھر تعلیم قرآن کے ضائع ہونے کے اندیشہ سے اس کی اجازت دے دی۔ (رسائل ابن عابدین)

مگر اس وقت تک یہ اجازت صرف تعلیم قرآن کی حد تک تھی، جیسا کہ صاحب کنز جو ساتویں صدی کے ہیں اور صاحب بدایہ جو چھٹی صدی کے ہیں کی آراء سے معلوم ہوتا ہے، پھر مختصر وقایہ کے مصنف نے جن کی وفات ۷ھ میں ہے تعلیم فقہ پر اجرت کو جائز قرار دیا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ امامت، اذان اور ہر قسم کی دینی تعلیم کے لئے اجرت لینا درست اور جائز قرار پایا۔ علامہ شامی (رح) کے رسائل جو رسائل ابن عابدین سے معروف ہیں اس میں اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے، وہ فرماتے ہیں۔

ائمہ ثلاثہ ابو حنیفہ، ابو یوسف، و محمد علیہم الرحمہ کی تمام منقول روایتیں اس پر متفق ہیں کہ طاعات پر اجیر رکھنا باطل ہے، لیکن ان حضرات کے بعد جو اہل تخریج و ترجیح گزرے ہیں انہوں نے تعلیم قرآن پر اجرت کے جائز ہونے کا فتویٰ ضرور دے دیا اس لئے کہ پہلے معلموں کو بیت المال سے عطیات ملتے تھے جو کہ ختم ہو گئے پس اگر اجرت کے دینے اور لینے کو ناجائز کہا جائے تو قرآن کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے جس میں دین کا ضیاع ہے اس لئے کہ معلمین بھی تو کھانے کمانے کے محتاج ہیں، اصحاب تخریج و ترجیح ان حضرات کے بعد گزرے انہوں نے اذان و اقامت کے بارے میں بھی جوازاً اجرت کا فتویٰ دے دیا اس لئے کہ یہ دونوں شعائر میں سے ہیں ضرور ان دونوں کے بارے میں بھی اجرت لینا جائز قرار دیا۔ یہ ان لوگوں کے فتاویٰ ہیں جو امام ابو حنیفہ (رح) اور ان کے اصحاب کے بعد گزرے ہیں اور انہوں نے اس یقین کے ساتھ دیا کہ اگر وہ حضرات بھی ان کے دور میں ہوتے تو وہ بھی یہی کہتے اور اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیتے، تمام متون و شروح و فتاویٰ بالاتفاق اس بات کو نقل کرتے ہیں کہ مندرجہ بالا چیزوں کے علاوہ اور چیزوں پر اجرت لینا جائز نہیں اور اس کی علت، ضرورت بیان کرتے ہیں یعنی دین کے ضیاع کا خطرہ اور اس علت کی ان حضرات نے تصریح کر دی ہے۔

امور دینیہ پر اجرت لینے پر فقہی بحث و نظر کا بیان

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر اجرت لے لی جائے گی تو اس کا اجر اور ثواب ختم ہو جائے گا۔ اس کے بارے میں وہ کچھ دلائل بھی رکھتے ہیں، ان شاء اللہ ان کے وہ دلائل جو انہوں نے کتابچوں اور مضامین کی شکل میں لوگوں کے اندر پھیلانے ہوئے ہیں، ان کا محاکمہ آپ کے سامنے پیش کریں گے۔ لیکن مختصراً اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا جو ارشاد گرامی ہے پہلے اس کو سمجھ لیں۔ صحیح بخاری کے اندر مشہور واقعہ ہے۔ ایک صحابی نے ایک شخص کو دم کیا، چالیس بکریاں اس کو اجرت کے طور پر دی گئیں۔ اور وہ کچھ لوگ تھے جو کہنے لگے کہ ابھی یہ اجرت ملی ہے، چلو اس کو آپس میں تقسیم کرتے ہیں۔

وہ کہنے لگا کہ نہیں! پہلے ہم اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھیں گے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ایک اصول، قاعدہ اور قانون بیان فرمایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **إِنْ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ اجْرًا كِتَابَ اللَّهِ**۔ وہ تمام تر پٹھے، تمام تر کام، تمام تر امور، جن پر اجرت لی جاتی ہے، ان سارے امور میں سے کتاب اللہ یہ حق رکھتی ہے کہ اس پر اجرت لی جائے۔

(صحیح بخاری کتاب الطب باب الشرط فی الرقية بقطیعة من الغنم)

اگر کوئی معمار ہے، مکان تعمیر کرتا ہے۔ کوئی ملکینک ہے، انجینئر ہے، ڈاکٹر ہے، کسی بھی پیشے میں وہ اجرت لیتا ہے تو ان تمام تر پیشوں میں، ان تمام تر امور میں سے اجرت کا سب سے زیادہ حق دار کتاب اللہ ہے۔ اور پھر! نبی کریم ﷺ نے انہیں اس چیز کے درست ہونے کا فتویٰ دیا تو ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا: **وَأَضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا تَمَّهَارَے لِي بِهٖ جَالِيسُ بَكْرِيَاں جَو تَمَّهِيں دِي گئیں ہیں، انہیں لینا جائز اور درست ہے۔**

یہ مختصر اور جامع بات ہے کہ کتاب اللہ کی تعلیم پر، دم کرنے پر یا دینی امور پر اجرت لینا نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے اور آپ نے اسے جائز اور درست قرار دیا ہے۔ اور فتویٰ دینے کی فیس اور حصہ بھی طلب کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس میں میرا حصہ بھی رکھو، مجھے بھی حصہ دو۔ صحیح بخاری کے اندر یہ حدیث موجود ہے اور بہت ہی مشہور و معروف حدیث ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الإجارة باب ما يعطى فى الرقية على أحياء العرب بفاتحة)

اس موقف پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں، وہ پانچ چھ اعتراض ہیں۔ ان کو ہم ان شاء اللہ بالترتیب دیکھتے ہیں۔ سب سے پہلا اعتراض یہ ہے کہ اجرت لینا خلاص کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے: **وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (البينة 5)** انہیں حکم دیا گیا تھا کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کیلئے اپنے دین کو خالص کر کے اللہ کی عبادت کریں۔ عبادت کے اندر خلاص ہونا چاہیے اور دینی امور جتنے بھی ہیں چاہے وہ خلافت ہے، نظامت و امارت ہے، مسلمانوں کے اندر قضاء و فیصلے کا کام ہے، چاہے وہ دین اسلام کی تعلیم ہے، قرآن مجید فرقان حمید کی تعلیم ہے، امامت ہے، خطابت ہے، درس و تدریس، جو بھی اسلام سے ریلینڈ (Related) اور متعلقہ کام ہیں، یہ سارے کے سارے عبادت کے اندر آتے ہیں، تو ان میں خلاص شرط ہے۔ تو اگر اجرت لے لی جائے تو خلاص ختم ہو جاتا ہے۔ اور پھر اسی طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اسی اصول کو رسول اللہ ﷺ نے یوں بیان کیا ہے: **إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ** اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ **وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى** بندے کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔ (صحیح بخاری)

اگر درس و تدریس، امامت و خطابت، قضاء و نظامت وغیرہ جو اسلام کے شعبے کسی کو دیئے جائیں، کام پر اس کو ما مور کیا جائے، اور وہ اس کی اجرت لے لے تو اس کا اجر ختم ہو جائے گا۔ یہ ان کا پہلا اعتراض ہے۔

لیکن یہ اعتراض بالکل باطل اور فضول سا ہے۔ کیونکہ خلاص اور نیت کی تعریف یہ ہے: **الإرادة المتوجهة نحو الفعل** لا بتسغاء مرضات الله و امتثال حكمه کہ کسی فعل کی طرف اپنے ارادے کو بندہ متوجہ کرے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے، اور

اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری کیلیے۔ تو پھر اگر اس کے اندر کوئی غرض جو شرعاً جائز ہو، وہ شامل ہو جائے تو اخلاص ختم نہیں ہوتا ہے۔ دیکھئے! اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حاجیوں سے کہا، حج کرنے میں اخلاص شرط لگائی ہے۔ جتنی بھی عبادات ہیں، سب کے اندر اخلاص شرط ہے لیکن ہر عبادت میں اخلاص کا ذکر اللہ نے بعد میں کیا ہے اور عبادت کے واجب اور فرض ہونے کا ذکر اللہ نے پہلے کیا ہے۔ لیکن حج ایسی عبادت ہے کہ اس میں ریاکاری کا شائبہ زیادہ پایا جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اخلاص کو مقدم رکھا ہے۔ فرمایا:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران 97):

اللہ تعالیٰ کیلئے لوگوں پر فرض ہے بیت اللہ کا حج کرنا، ان لوگوں کیلئے فرض ہے مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا جو راستے کی طاقت اور استطاعت رکھتا ہے۔ اخلاص کو اللہ تعالیٰ نے سب سے مقدم ذکر کیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَبِّكُمْ (البقرة 198):

اگر تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ یعنی اگر کوئی آدمی پاکستان سے حج کرنے کیلئے سعودیہ جاتا ہے اور وہ ساتھ حج کے دوران، حج کے ایام میں تجارت بھی کر لیتا ہے، خرید و فروخت بھی کر لیتا ہے، اللہ کا فضل، رزق وہ کمالیتا ہے لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَللّٰهُ تَعَالٰی فرماتے ہیں: تم پر کوئی حرج اور گناہ نہیں ہے۔ اب حج کرنا عبادت ہے، اور اگر حج کے ساتھ ساتھ وہ مال بھی کمالے، تجارت کر لے، کاروبار کر لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بڑے واضح لفظوں میں بتا دیا۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دینی امور پر اجرت لے لی جائے تو اس سے اخلاص ختم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی نیت، وہ بھی موجود ہو، اور اگر اس کے ساتھ ساتھ اجرت بھی لے لی جائے، اخلاص پھر بھی ختم نہیں ہوتا۔ پھر اسی طرح جو لوگ اجرت لینے کے قائل نہیں ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی خود ہی ہدیہ دے تو جائز ہے۔ امام صاحب امامت کروائیں، خطبہ دیں مسجد میں آ کر، درس قرآن و حدیث دیں، مسلمانوں کے قاضی اور حج بنیں، لیکن وظیفہ ان کیلئے مقرر نہیں ہونا چاہیے۔ ہاں اگر لوگ اس کو کوئی ہدیہ اور تحفہ اپنی خوشی سے دے دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ یعنی ہدیے اور تحفے کو وہ لوگ جائز سمجھتے ہیں، حالانکہ اس کو ہدیہ یا تحفہ کہہ دینے سے اس کی حیثیت نہیں بدلتی۔ ابن تیبہ کو رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کا مال اکٹھا کرنے کیلئے عامل بنا کر بھیجا، صحیح بخاری کے اندر حدیث موجود ہے۔ آ کر کہنے لگے کہ یہ آپ کی زکوٰۃ ہے جو لوگوں نے دی ہے اپنے مالوں کی، اور یہ چند ایک تحفے تحائف ہیں جو لوگوں نے مجھے دیئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو تحائف وصول نہیں کرنے دیئے۔ فرمایا: ہاں! یہ اپنی ماں کے گھر بیٹھا رہتا، پھر میں دیکھتا کہ کون اس کو تحفے دیتا۔ اس کو جو تحفے تحائف ملے ہیں، وہ کیوں دیئے گئے ہیں کہ یہ عامل بن کر گیا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الحیل باب احتیال العامل لیہدی إلیہ ح) نیز فرمایا ہدایا العمال غلول اگر ہمارا کوئی عامل جائے اور لوگ اس کو ہدیہ دیں، تحفہ دیں تو وہ غلول ہے، دھوکا ہے اور خیانت ہے۔ (مسند احمد بن حنبل ج 23090) رشوت کو تحفہ کہہ دینے سے اس کی حیثیت تبدیل نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے سارا کچھ واپس لے لیا۔ اگر اجرت لینا ناجائز ہو تو پھر ہدیہ لینا بھی ناجائز ہی

ہوگا۔ کیونکہ ہدیہ لوگ اس کو کیوں دیں گے؟ کسی کام کی وجہ سے ہی دیں گے ناں! دینی امر کی وجہ سے ہی دیا جائے گا ناں! دینی امر کی وجہ سے اجرت ناجائز اور ہدیہ جائز فرق صرف اتنا ہے کہ اجرت کا نام ہدیہ رکھ دیا ہے۔

جو چاہے تیرا حسن کرشمہ ساز کرے

پھر! اگر ذرا غور کیا جائے تو نتیجہ کیا نکلے گا کہ یہ لوگ جو اجرت لینا منع کرتے ہیں، اندر کھاتے یہ بھی اجرت لینے کے قائل ہیں۔ لیکن نام بدل کر، نام ہدیہ رکھ دو تو پھر جائز ہے۔ یعنی اندر کھاتے یہ بھی اجرت لینے کے قائل ہیں۔ اور ظالموں نے بڑی بڑی مسجدیں اجاڑ کے رکھ دی ہیں یہ فتنہ کھڑا کر کے، کہ بوجی! ہم ایسے امام کے پیچھے نماز ہی نہیں پڑھتے جو تنخواہ لیتا ہو، پراپیگنڈہ کر کے امام، خطیب اور مؤذن کی چھٹی کروادی۔ پھر نہ ادھر کوئی جماعت کروانے والا ملتا ہے، نہ خطبہ دینے والا ملتا ہے، نہ ٹائم پراذان دینے والا مؤذن ملتا ہے۔ نتیجہ کیا نکلتا ہے کہ مسجدیں ویران ہو جاتی ہیں۔ مقصد دین اسلام کو نقصان پہنچانا ہے۔

پھر اجر کے دو معنی ہوتے ہیں 1: اجرت و مزدوری 2: اجر و ثواب

تو جو اجر و ثواب ہے وہ تو لوگوں سے لیا جا ہی نہیں سکتا۔ وہ تو صرف اللہ رب العالمین ہی دے سکتے ہیں۔ اور جو اجرت ہے وہ لوگوں سے لی جاسکتی ہے۔ لوگ دے بھی سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ اس کو یوں سمجھیں کہ تجارت، اس کو خالصتاً دنیاوی کام سمجھا جاتا ہے ناں! رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جامع ترمذی کے اندر حدیث آتی ہے: التاجر الصدوق الأمين مع الکرام السفر البرة سچا، امانت دار جو تاجر ہے وہ اللہ کے سفیر نیک مقرب فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ (جامع الترمذی أبواب البیوع باب ماجاء فی التجار و تسمیة النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

کرت تجارت رہا ہے، دینا کما رہا ہے، لیکن اس کے صادق و امین ہونے کی وجہ سے اس کو اجر بھی مل رہا ہے۔ یعنی اجر و اجرت دونوں اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ اگر کوئی اجرت لیتا ہے تو وہ اجر سے محروم نہیں ہوتا۔ اجر علیحدہ چیز ہے اور اجرت علیحدہ چیز ہے۔

دوسرا اعتراض یہ وارد کرتے ہیں کہ اللہ رب العالمین نے مختلف رسولوں کا تذکرہ کیا اور فرمایا ہے: وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ مِّنْ تَمٍّ لِّمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ اگرمیں تم سے کوئی اجر مانگتا ہوں تو وہ تمہارے لیے ہی ہے۔ اِنْ أَجْرِي إِلَّا عَلَى اللَّهِ مِيرًا اَجْرٌ تَوْصِفٌ اور صرف اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ تو لہذا معلوم ہوا کہ اجرت لینا جائز نہیں۔

لیکن یہ اعتراض پہلے اعتراض سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ کیونکہ پیغمبر کہتے ہیں کہ ہم تم سے مطالبہ نہیں کرتے۔ بات کو غور سے سمجھیں، پیغمبر کہہ رہے ہیں کہ ہم تم سے مطالبہ نہیں کرتے، اور اگر تم دے دو تو پھر؟ یہ تو نہیں کہا کہ پھر بھی نہیں لیں گے۔ مطالبہ کرنے کی نفی کی ہے۔ اجرت لینے کی نفی نہیں کی۔ اور اگر یہ بھی کہہ دیا جائے کہ ہم نہیں لیتے، تو بھی معنی بنے گا کہ کوئی اور لیتا ہے تو لے۔ اب مثال کے طور پر ایک ڈاکٹر ہے، اس کی چیکنگ فیس پانچ سو روپے ہے۔ اس کے پاس کوئی بندہ دوائی لینے کچلا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں آپ سے فیس نہیں لیتا، ٹھیک ہے، مرضی ہے اس کی۔ وہ نہیں لیتا تو نہ لے۔ نہ لینے کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ اس کا کھاتہ

بالکل ہی گول ہو گیا ہے۔

تم سے نہیں لیتا، ٹھیک ہے، اوروں سے لے لے گا۔ پھر مطالبہ کی نفی ہے، قبول کرنے اور لینے کی نفی نہیں ہے۔ اور پھر، اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفرقان میں فرمایا ہے: **قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ** میں تم سے اجرت کا مطالبہ نہیں کرتا، ہاں **إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا** (الفرقان 57) تم میں سے جو چاہتا ہے کہ مجھے کچھ دے دے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کر لے، یہ اس کی مرضی ہے۔ بات تو بڑی واضح ہو گئی ہے کہ انبیاء نے کیا کہا ہے کہ ہم مطالبہ نہیں کرتے، اور اگر کوئی دینا چاہے تو دے دے۔

مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا (الفرقان 57) کوئی حرج نہیں اس میں۔ اور پھر مطالبہ نبی کریم ﷺ نے کیا ہے۔ مطالبہ بھی کیا ہے، ایک تو آپ ﷺ نے شروع میں حدیث سنی ہے، فرمایا: **وَأَضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا** مجھے بھی حصہ دو اس میں سے۔ یہ مطالبہ نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر، مال غنیمت میں سے خمس اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے لیے مخصوص کیا ہے۔ آپ ﷺ جہاد میں جائیں، چاہے نہ جائیں۔

اصول یہ ہے کہ غنیمت کے مال میں سے حصہ سے ملتا ہے جو جہاد میں شریک ہوتا ہے۔ جو شریک نہیں ہوتا اس کو حصہ نہیں ملتا، لیکن رسول اللہ ﷺ کا حصہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہوا تھا، وہ چاہے جائیں، چاہے نہ جائیں۔ پانچواں حصہ، خمس، وہ نبی ﷺ کو دیا جائے گا۔ باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کیے جائیں گے۔ **وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ جَانٍ لَوْ جُوبِهُي مَالٍ غَنِيمَتٍ تَمَّ حَاصِلٌ كَرْتَهُ هُوَ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ** اللہ ورسول کیلئے پانچواں حصہ ہے۔

(الأنفال 41) وفد عبد القیس بحر الرائق، کتاب اجارہ، بیروت)

جب وہ واپس جانے لگے تو نبی کریم ﷺ نے انہیں چار کام کرنے کا حکم دیا۔ اور چار کاموں سے منع کیا۔ جن چار کاموں کے کرنے کا حکم دیا ان میں سے سب سے پہلا کام اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان لانا ہے۔ پوچھا: تمہیں پتہ ہے کہ مال الایمان باللہ وحدہ؟ اکیلے اللہ پر ایمان لانے کا کیا معنی ہے؟ وہ کہنے لگے: اللہ ورسولہ اعظم آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانے کا معنی ہے اللہ کی توحید اور میری نبوت و رسالت کی گواہی دو، نماز قائم کرو، زکاۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، و **أَنْ تَعْطُوا مِنَ الْمَغْضَمِ الْخُمْسَ** اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرو۔

(صحیح بخاری کتاب الایمان باب اداء الخمس من الایمان) (بحر الرائق، کتاب اجارہ، بیروت)

کہ وہ جنگ کریں، جہاد کریں، غزوہ کریں، اگر ان کو مال غنیمت ملتا ہے تو پانچواں حصہ مدینہ میں نبی کریم ﷺ کو دیا جائیگا۔ حالانکہ بیچاروں کو پتہ ہی نہیں، امام کون ہوتا تھا؟ امیر المؤمنین۔ مرکزی امام، امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین، علاقے کا گورنر، علاقے کا ناظم، مسجد کا امام اور مسجد کا خطیب ہوتا تھا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ تجارت کیا کرتے تھے۔ جب خلافت کے منصب پر فائز ہوئے اور کاروبار کرنے لگے تو لوگوں نے کہا: خلافت کو کون سنبھالے گا، رہنے دو کام کو۔ روزینہ انہیں دیا جاتا، بیت المال سے تنخواہ مقرر تھی ابو بکر کی۔ کس کام کیلئے؟ مسلمانوں کے خلیفہ ہیں، یہ امور دین نہیں۔ ہے؟ اور یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے نائب

ہونے کی بناء پر، امام بھی ہیں، خطیب بھی ہیں، اور حاکم وقت بھی ہیں، تنخواہ لے رہے ہیں، امور دین پر اجرت لے رہے ہیں، ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، عثمان رضی اللہ عنہ بنے، حیدر رضی اللہ عنہ بنے۔ سب کو بیت المال میں سے تنخواہ دی جاتی تھی، عامل مقرر ہوتا، اس کو بیت المال میں سے تنخواہ دی جاتی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو عامل بنایا، جب وہ اپنا کام مکمل کر کے آیا تو سیدنا امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کچھ وظیفہ دیا، کچھ تنخواہ دی۔

وہ کہنے لگے کہ میں نے یہ کام اللہ کیلئے کیا ہے۔ تنخواہ لینے کیلئے نہیں کیا۔ سیدنا عمر کہنے لگے: ہاں! جو تو مجھے کہہ رہا ہے، میں نے نبی کریم ﷺ کو یہی کہا تھا۔ لیکن آپ ﷺ نے مجھے سمجھایا تھا کہ ایسا کام نہیں کرنا۔ ما اعطیک من غیر اسراف فخذہ جو تجھے اپنے آپ دیا جا رہا ہو، اسے لیا کر۔ فتمولہ اس کو اپنا مال بنا۔ (صحیح بخاری کتاب الأحکام باب رزق الحکام والعالمین علیہا)

یہ مسلمانوں کا کام تھا ناں! دینی امر تھا، وظیفہ دیا جا رہا ہے۔ تو، وہ سارے کے سارے لوگ، جو مسجد کے امام و خطیب ہوتے تھے۔ وہ صرف مسجد کے امام و خطیب نہیں ہوتے تھے، وہ حکومت کی طرف سے مقرر شدہ عامل ہوتے تھے۔ گورنر ہوا کرتے تھے، ان کو بیت المال سے تنخواہیں دی جاتی تھیں، اجرتیں دی جاتی تھیں۔ تو اپنی جہالت اور لاعلمی کی بناء پر انہوں نے خواہ مخواہ کا اعتراض کیا ہوا ہے۔

پھر چوتھا اعتراض صحیح بخاری کی اسی حدیث پر کرتے ہیں جو میں نے سب سے پہلے آپ کو سنائی ہے کہ ان أحق ما أخذتم علیہ أجرا کتاب اللہ یہ حکم آپ ﷺ نے ایک مخصوص کام پر، یعنی دم کرنے پر دیا تھا، سبب ورود اس کا کیا ہے؟ کہ آپ ﷺ نے ان لوگوں کو یہ بات فرمائی دم کرنے پر، تو اس سے معلوم ہوا کہ دم کرنے کی اجرت لینا جائز ہے، باقی چیزیں تو یہاں تھی ہی نہیں۔ تو اسے سبب ورود پر ہی محمول رکھا جائے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ انداز ہی غلط ہے۔ اصول ہے کہ العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب اعتبار لفظوں کا ہوتا ہے، سببوں کا نہیں۔ اگر سببوں کا اعتبار کرنے لگ جائیں ناں! تو قرآن کی جتنی بھی آیتیں ہیں یہ ساری مکہ کے مشرکوں کیلئے ہی ہیں ناں! یا صحابہ کرام کیلئے ہیں یا مدینہ کے یہودیوں عیسائیوں کیلئے ہیں، ہمارے لیے تو کچھ بھی نہیں، اگر اسباب نزول و ورود کا اعتبار کرنا ہے پھر تو ہم سارے آزاد ہو گئے۔ اعتبار کیا جاتا ہے الفاظ کا کہ الفاظ کیا ہیں۔ الفاظ رسول اللہ ﷺ نے دم کے بارے میں نہیں کہے۔ مطلقاً کہے ہیں، جن جن کاموں پر اجرت لینا جائز ہے، ان سب کاموں میں سے سب سے زیادہ حق دار کتاب اللہ ہے، تو لہذا یہ اعتراض بھی بالکل فضول ہے۔

پانچواں اعتراض یہ کرتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ الباری نے یہ باب باندھا ہے باب من راء القرآن أو تآکل به أو فجر به اس آدمی کے گناہ کا بیان، جس نے قرآن مجید کے ساتھ ریا کاری کی، یا اس کو کمائی کا ذریعہ بنایا یا اس کے ذریعے کوئی گناہ والا کام کیا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری بھی قرآن پر اجرت لینے کے قائل نہیں تھے۔ حالانکہ بیچاروں کو بات سمجھ ہی نہیں آئی کہ امام بخاری نے کتاب البیوع کے اندر باب باندھا کہ باب ما يعطى فى الرقبة على احياء العرب بفتح الكتاب،

وقال ابن عباس عن النبي ﷺ إن أحق ما أخذتم عليه اجرا كتاب الله

امام بخاری نے یہ باب بھی باندھا ہے جس میں بیان کیا ہے کہ دم کرنے کی فیس اور تنخواہ لی جاسکتی ہے۔ اور ابن عباس کی نبی کریم ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ کتاب اللہ پر اجرت لینا جائز ہے۔ تو اس بات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید پر اجرت لینے کے قائل تھے امام بخاری رحمہ اللہ الباری۔ اور وہ باب جو انہوں نے اعتراض میں پیش کیا ہے اس کا معنی کیا ہے؟ اس میں امام صاحب فرماتے ہیں: من راء جس آدمی نے ریا کاری کی بقراءة القرآن قرآن پڑھا لوگوں کو دکھانے کیلئے۔ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ ریا کاری کیلئے قرآن پڑھنا ناجائز ہے، غلط ہے۔

کوئی بھی کام ہو ریا کاری کر کے ضائع ہو جاتا ہے۔ پھر ریا کاری کر کے لوگوں سے واہ واہ کروا کے داد لینا اور پیسے وصول کرنا، یہ بھی غلط ہے۔ ہم نے کب اس کو جائز کہا ہے؟ او فجر بہ یا قرآن کے ساتھ گناہ والا کام کرتا ہے، ہاں! قرآن کے ذریعے گناہ والا کام کرنا بالکل ناجائز اور غلط ہے۔ تو بات کا مفہوم ہی بیچاروں کو سمجھ نہیں آیا۔

چھٹا اور آخری اعتراض جو ان کی طرف سے کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا مِثْرًا مِثْرًا تَتَرَدُّونَ عَلَيْهِ عُنَفَىٰ يَوْمًا بَدَلْتُمْ بِهِ حُدُودَ اللَّهِ حَسْرَةً لِّمَن يَدْرِكُهُ لَا يَكْفُلُهَا حَسْرَتُهُ وَلَا يُخَلِّصُ لَهُ شِركًا لَهُ لِيَتَذَكَّرَ اللَّهُ يَوْمًا تَتَبَّرُونَ

تراویح کی اجرت پر ممانعت میں دیوبندی مولویوں کا موقف

(۱) مولانا رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں: تراویح میں جو کلام اللہ پڑھے یا سنے اس کی اجرت دینا حرام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

(۲) حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں: اجرت دے کر قرآن سننا شرعاً ناجائز نہیں، لینے والا دینے والا دونوں

گنہگار ہیں اور اگر بغیر تعیین اجرت سنایا جائے اور ختم قرآن کے بعد بطور تبرع دیا جائے تو اصح قول کی بنا پر یہ صورت بھی ناجائز ہے۔ (فتاویٰ مطاہر علوم)

(۳) مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: حاصل جواب یہ ہوا کہ رواج مذکورہ فی السؤال محض باطل اور مخالف شرع ہے اور ایسا

ختم ہرگز موجب ثواب نہیں، بلکہ موجب معصیت ہے (امداد الفتاویٰ)

مفتی کفایت اللہ لکھتے ہیں کہ قرآن مجید تراویح میں سنانے کی اجرت لینا ناجائز نہیں ہے (کفایت المفتی)

(۴) مولانا عزیز الرحمن لکھتے ہیں: اجرت پر قرآن شریف پڑھنا درست نہیں ہے اور اس میں ثواب نہیں ہے اور بحکم

المعروف کا مشروط جن کی نیت لینے دینے کی ہے وہ بھی اجرت کے حکم میں ہے اور ناجائز ہے۔ اس حالت میں صرف تراویح پڑھنا

اور اجرت کا قرآن شریف نہ سننا بہتر ہے اور صرف تراویح ادا کر لینے سے قیام رمضان کی فضیلت حاصل ہو جائیگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم)

(۵) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں: چھوٹی سورتوں سے نماز تراویح ادا کریں، اجرت دے کر قرآن نہ سنیں

کیونکہ قرآن سنانے پر اجرت لینا اور دینا حرام ہے۔ (جواہر افقہ)

اور امداد المفتیین میں فرماتے ہیں: اجرت لے کر قرآن پڑھنا اور پڑھوانا گناہ ہے اس لئے تراویح میں چند مختصر سورتوں سے

بیس رکعت پڑھ لینا بلاشبہ اس سے بہتر ہے کہ اجرت دے کر پورا قرآن پڑھوائیں۔ (امداد المفتیین)

(۶) حضرت مفت محمد حسن گنگوہی لکھتے ہیں: محض تراویح میں قرآن سنانے پر اجرت لینا اور دینا جائز نہیں، دینے والے اور لینے والے دونوں گنہگار ہوں گے۔ اور ثواب سے محروم رہیں گے۔ اگر بلا اجرت سنانے والا نہ ملے تو الم ترکیف سے تراویح پڑھیں۔ (فتاویٰ محمودیہ)

حضرت مفتی رشید احمد صاحب لکھتے ہیں: خدمت کے نام سے نقد یا کپڑے وغیرہ دینا بھی معاوضہ ہی ہے اور اجرت طے کرنے کی بہ نسبت زیادہ فتنج ہے اس لئے کہ اس میں دو گناہ ہیں۔ ایک قرآن سنانے پر اجرت کا گناہ اور دوسرا جہالتِ اجرت کا گناہ (احسن الفتاویٰ)

(۷) حضرت مفتی محمد سلیم صاحب لکھتے ہیں: تراویح میں ختم قرآن پر اجرت مقرر کرنا خواہ صراحتاً ہو جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں یا بطور عرف و عادت ہو جیسا کہ عموماً آجکل رائج ہے، دونوں صورتوں میں جائز نہیں۔ (فتاویٰ احیاء العلوم)

(۸) حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لکھتے ہیں: بیشک تراویح میں اجرت لینا دینا ناجائز ہے۔ لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں۔ اس سے اچھا یہ ہے کہ الم ترکیف سے تراویح پڑھی جائے، (فتاویٰ رحیمیہ)

مشروط کا معروف کی طرح ہونے کا قاعدہ فقہیہ

مولانا مفتی امجد علی صاحب قادری اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ آجکل اکثر رواج ہو گیا ہے کہ حافظ قرآن کو اجرت دے کر تراویح پڑھواتے ہیں یہ ناجائز ہے دینے والا اور لینے والا دونوں گنہگار ہیں۔ اجرت صرف یہی نہیں کہ پیشتر مقرر کر لیں کہ یہ لیں گے، یہ دیں گے، بلکہ اگر معلوم ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے۔ اگرچہ اس سے طے نہ ہوا، یہ بھی ناجائز ہے۔ کیونکہ المعروف کا المشروط، ہاں اگر کہہ دیں کہ کچھ نہیں دوں گا یا نہیں لوں گا پھر پڑھے اور حافظ صاحب کی خدمت کریں تو اس میں حرج نہیں ہے کہ الصریح یفوق الدلالة۔ (بہار شریعت)

گانا و نوحہ کی اجرت لینے کے عدم جواز کا بیان

قَالَ: (وَلَا يَجُوزُ الْاِسْتِئْجَارُ عَلَى الْغِنَاءِ وَالنُّوحِ، وَكَذَا سَائِرُ الْمَلَاهِي)؛ لِأَنَّهُ اسْتِئْجَارٌ عَلَى الْمَعْصِيَةِ وَالْمَعْصِيَةُ لَا تُسْتَحَقُّ بِالْعَقْدِ.

قَالَ: (وَلَا يَجُوزُ إِجَارَةُ الْمُشَاعِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ إِلَّا مِنَ الشَّرِيكِ، وَقَالَ: إِجَارَةُ الْمُشَاعِ جَائِزَةٌ) وَصُورَتُهُ أَنْ يُؤَاجِرَ نَصِيبًا مِنْ دَارِهِ أَوْ نَصِيبَهُ مِنْ دَارِ مُشْرَكَةٍ مِنْ غَيْرِ الشَّرِيكِ.

لَهُمَا أَنَّ لِلْمُشَاعِ مَنْفَعَةً وَلِهَذَا يَجِبُ أَجْرُ الْمِثْلِ، وَالتَّسْلِيمُ مُمَكِّنٌ بِالتَّخْلِيَةِ أَوْ بِالتَّهَائُؤِ

فَصَارَ كَمَا إِذَا آجَرَ مِنْ شَرِيكِهِ أَوْ مِنْ رَجُلَيْنِ وَصَارَ كَالْبَيْعِ .
 وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ آجَرَ مَا لَا يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ فَلَا يَجُوزُ ، وَهَذَا ؛ لِأَنَّ تَسْلِيمَ الْمُشَاعِ
 وَحْدَهُ لَا يَتَصَوَّرُ ، وَالتَّخْلِيَةَ أُعْتِبَرَتْ تَسْلِيمًا لَوْ قُرِعَ تَمَكِينًا وَهُوَ الْفِعْلُ الَّذِي يَحْصُلُ
 بِهِ التَّمَكُّنُ وَلَا تَمَكُّنٌ فِي الْمُشَاعِ ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِحُصُولِ التَّمَكُّنِ فِيهِ ، وَأَمَّا التَّهَائُزُ
 فَإِنَّمَا يَسْتَحِقُّ حُكْمًا لِلْعَقْدِ بِوَأَسْطَةِ الْمَلِكِ ، وَحُكْمُ الْعَقْدِ يَعْقُبُهُ وَالْقُدْرَةُ عَلَى التَّسْلِيمِ
 شَرْطُ الْعَقْدِ وَشَرْطُ الشَّيْءِ يَسْبِقُهُ ، وَلَا يُعْتَبَرُ الْمُتَرَاخِي سَابِقًا ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا آجَرَ
 مِنْ شَرِيكِهِ فَالْكُلُّ يَحْدُثُ عَلَى مَلِكِهِ فَلَا شُيُوعَ ، وَالِاخْتِلَافُ فِي النِّسْبَةِ لَا يَضُرُّهُ ،
 عَلَى أَنَّهُ لَا يَصِحُّ فِي رِوَايَةِ الْحَسَنِ عَنْهُ ، وَبِخِلَافِ الشُّيُوعِ الطَّارِئِ ؛ لِأَنَّ الْقُدْرَةَ عَلَى
 التَّسْلِيمِ لَيْسَتْ بِشَرْطٍ لِلْبَقَاءِ ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا آجَرَ مِنْ رَجُلَيْنِ ؛ لِأَنَّ التَّسْلِيمَ يَقَعُ
 جُمْلَةً ثُمَّ الشُّيُوعُ بِتَفَرُّقِ الْمَلِكِ فِيمَا بَيْنَهُمَا طَارِئًا .

ترجمہ

فرمایا کہ گاناگانے اور نوحہ کرنے کی اجرت لینا جائز نہیں ہے اور بیعت کے تمام معاملات میں تاہم یہ حکم ہے کہ اگر بیعت میں اجارہ ہے اور معصیت کو عقد سے ثابت نہیں کیا جاتا ہے۔

فرمایا کہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک تقسیم نہ ہونے والی چیز کا اجارہ جائز نہیں ہے مگر اگر اجارہ پر بیعت جائز ہے جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ تقسیم ہونے والی چیز کا اجارہ جائز ہے اس کی صورت یہ ہے کہ موجد اپنے حصہ یا مشترکہ گھر کا ایک حصہ غیر شریک کو اجارہ پر دے ان کی دلیل یہ ہے کہ مشترک چیز سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اور اس کی اجرت مثالی واجب ہوتی ہے اور خالی کرنے یا باری مقرر کرنے سے چیز مستاجر کی تسلیم بھی ممکن ہے یہ ایسا ہے کہ اگر جس طرح ایک شریک نے دوسرے شریک کو اجارہ پر دیا یا دو آدمیوں کو دیا اور یہ بیعت کی طرح ہو گیا۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ موجد نے ایسی چیز کو اجارہ پر دیا ہے جس کو حوالے سے بیعت نہیں ہے لہذا یہ اجارہ جائز نہیں ہوگا یہ حکم اس لئے ہے کہ مشترک چیز کو تنہا حوالے کرنا ممکن نہیں ہے اور خالی کرنے کو اس لئے تسلیم اور حوالے کرنا مان لیا جاتا ہے کہ وہ تمکین واقع ہوتی ہے یعنی خالی کرنے سے نفع حاصل کرنا ممکن ہوتا ہے جبکہ مشاع اور مشترک چیز میں تخلیہ سے بھی نفع ممکن نہیں ہے بیعت کے خلاف اس لئے کہ بیعت میں تخلیہ سے نفع ممکن ہو جاتا ہے اور باری مقرر کرنا ملکیت کے واسطے سے عقد کا حکم بنتا ہے اور عقد کا حکم عقد کے منعقد ہونیکے بعد ثابت ہوتا ہے اور حوالے کرنے پر قدرت کا ہونا عقد کی شرط ہے اور ہر چیز کی

شرط اس سے مقدم ہوتی ہے لہذا بعد میں ثابت ہونے والی چیز اول کا حکم نہیں لے سکتی ہے۔

اور جب اپنے شریک کو اجارہ دے گا تو پورا اس نفع اسی شریک کی ملکیت پر حاصل ہوگا اس لئے شیوع نہیں ہوگا اور نسبت کی تبدیلی اجارہ کے لئے نقصان دہ نہیں ہے اس لئے حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ سے حسن بن زیاد کی روایت میں شریک کو بھی اجارہ پر دینا جائز نہیں ہے اور برخلاف اس صورت کے کہ جب دو آدمیوں کو اجارہ پر دیا ہو اس لئے کہ اس میں یک بارگی تسلیم ہوتی ہے پھر ملکیت کے متفرق ہونے سے ان میں شیوع طاری ہوتا ہے۔

گناہوں کے کاموں کی اجرت لینے کی ممانعت کا بیان

اور گناہ کے کام پر اجارہ ناجائز ہے مثلاً نوحہ کرنے والی کو اجرت پر رکھا کہ وہ نوحہ کرے گی جس کی یہ مزدوری دی جائے گی۔ گانے بجانے کے لیے اجیر کیا کہ وہ اتنی دیر تک گائے گا اور اس کو یہ اجرت دی جائے گی۔ ملاہی یعنی لہو و لعب پر اجارہ بھی ناجائز ہے۔ گانا یا باجا سکھانے کے لیے نوکر رکھتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے۔ (در مختار، کتاب اجارہ، بیروت)

ان صورتوں میں اجرت لینا بھی حرام ہے اور لے لی ہو تو واپس کرے اور معلوم نہ رہا کہ کس سے اجرت لی تھی تو اسے صدقہ کر دے کہ خبیث مال کا یہی حکم ہے۔ (بحر الرائق، کتاب اجارہ، بیروت)

طبل غازی کہ اس سے لہو مقصود نہیں ہوتا جائز ہے اور اس کا اجارہ بھی جائز اسی طرح شادیوں میں دف بجانے کی اجازت ہے جس میں جھانج نہ ہوں اس کا اجارہ بھی ناجائز نہیں۔

اس زمانہ میں ملاہی کے اجارات بکثرت پائے جاتے ہیں جیسے سینما، بائیسکوپ تھیٹر میں ملازمین گانے اور تماشے کرنے کے لیے نوکر رکھے جاتے ہیں یہ اجارے ناجائز ہیں بلکہ تماشا دیکھنے والے اپنے تماشا دیکھنے کی اجرت دیتے ہیں یعنی اجرت دے کر تماشا کراتے ہیں یہ بھی ناجائز یعنی تماشا دیکھنا یا تماشا کرنا تو گناہ کا کام ہے ہی پیسے دے کر تماشے کرانا یہ ایک دوسرا گناہ ہے اور حرام کام میں پیسہ صرف کرنا ہے۔

معین اجرت کے بدلے میں دودھ پلانے کا بیان

قَالَ: (وَيَجُوزُ اسْتِئْجَارُ الظَّرِّ بِأَجْرَةٍ مَعْلُومَةٍ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى: (فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاتُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ) وَلِأَنَّ التَّعَامُلَ بِهِ كَانَ جَارِيًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَبْلَهُ وَأَقْرَهُمْ عَلَيْهِ. ثُمَّ قِيلَ: إِنَّ الْعَقْدَ يَقَعُ عَلَى الْمَنَافِعِ وَهِيَ خِدْمَتُهَا لِلصَّبِيِّ وَالْقِيَامُ بِهِ وَاللَّبَنُ يُسْتَحَقُّ عَلَى طَرِيقِ التَّبَعِ بِمَنْزِلَةِ الصَّبْعِ فِي الثَّوْبِ.

وَقِيلَ إِنَّ الْعَقْدَ يَقَعُ عَلَى اللَّبَنِ، وَالْخِدْمَةُ تَابِعَةٌ، وَلِهَذَا لَوْ أَرْضَعْتَهُ بِلَبَنِ شَاةٍ لَا تَسْتَحَقُّ الْأَجْرَ. وَالْأَوَّلُ أَقْرَبُ إِلَى الْفِقْهِ؛ لِأَنَّ عَقْدَ الْإِجَارَةِ لَا يَنْعَقِدُ عَلَى إِتْلَافِ الْأَعْيَانِ

مَقْصُودًا ، كَمَا إِذَا اسْتَأْجَرَ بَقْرَةً ؛ لِيَشْرَبَ لَبَنَهَا . وَسَنَبَّيْنُ الْعُذْرَ عَنِ الْإِرْضَاعِ بِلَبَنِ
الشَّاةِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى . وَإِذَا ثَبَتَ مَا ذَكَرْنَا يَصِحُّ إِذَا كَانَتْ الْأَجْرَةُ مَعْلُومَةً اِعْتِبَارًا
بِالِاسْتِئْجَارِ عَلَى الْخِدْمَةِ .

ترجمہ

فرمایا کہ معلوم اور معین اجرت کے عوض دودھ پلانے والی عورت کو اجرت پر لینا جائز ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب مطلقہ عورتیں تمہارے بچوں کو دودھ پلائیں تو تم ان کو ان کی اجرت دو اور اس لئے کہ عہد رسالت میں اور اس سے پہلے بھی اسی طرح کا تعامل جاری رہا تھا اور نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو اس تعامل پر برقرار رکھا پس کہا گیا ہے کہ یہ عقد منافع پر واقع ہوتا ہے اور وہ بچے کی خدمت اور اس کی دیکھ بھال کرنا ہے اور دودھ تبھی طور پر اس میں شامل ہوتا ہے جس طرح کہ کپڑا میں رنگائی ہوتی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عقد دودھ پلانے پر منعقد ہوتا ہے اور خدمت اس میں تبھی طور پر ہوتی ہے اس لئے جب دایہ نے بچے کو بکری کا دودھ پلایا تو وہ اجرت کی حقدار نہیں ہوگی اور پہلا قول فقہ کے زیادہ قریب ہے اس لئے عقد اجارہ بالذات اعیان کے تلف ہونے پر منعقد نہیں ہوتا جس طرح کہ کسی نے دودھ پینے کے لئے کوئی گائے کرایہ پر لی اور بکری کا دودھ پلانے میں جو عذر ہے اس کو ہم انشاء اللہ عنقریب بیان کریں گے اور جب ہماری بیان کردہ تفصیلات ثابت ہوگئی تو جان لو کہ جب اجرت معین ہو تو اجارہ درست ہوگا جس طرح کہ خدمت کے لئے اجارہ درست ہوتا ہے۔

شرح

اور جب دایہ یعنی دودھ پلانے والی کو اجرت پر رکھنا جائز ہے اور اس کے لیے وقت مقرر کرنا بھی ضروری ہوگا یعنی اتنے دنوں کے لیے یہ اجارہ ہے اور دایہ سے کھانے کپڑے پر اجارہ کیا جاسکتا ہے یعنی اُس سے کہا کہ کھانا کپڑا لیا کر اور بچہ کو دودھ پلا اور اس صورت میں متوسط درجہ کا کھانا دینا ہوگا اور کپڑے کی مقدار و جنس و صفت بیان کرنی ہوگی اور اُس کی مدت بھی بیان کرنی ہوگی کہ کب دیا جائے گا اس صورت میں اگرچہ جہالت ہے مگر یہ جہالت باعث نزاع نہیں ہے کیونکہ بچہ پر شفقت والدین کو مجبور کرتی ہے کہ دایہ کے کھانے کپڑے میں کمی نہ کی جائے۔

اور جب کسی جانور کو دودھ پینے کے لیے اجرت پر لیا یہ ناجائز ہے۔ یوہیں درخت کو پھل کھانے کے لیے اجرت پر لیا یہ بھی ناجائز ہے اس صورت میں جتنا دودھ دوہا ہے یا جتنے پھل کھائے ہیں اُن کی قیمت دینی ہوگی۔

اگر دایہ سے یہ شرط طے پاگئی ہے کہ بچہ کے والدین کے گھر میں وہ دودھ پلائے تو یہیں اُس کو پلانا ہوگا اپنے گھر نہیں لے جاسکتی مگر جبکہ کوئی عذر ہو مثلاً وہ بیمار ہوگئی کہ یہاں نہیں آسکتی اور اگر یہاں پلانے کی شرط نہیں ہے تو وہ بچہ کو اپنے گھر لے جاسکتی ہے ان کو یہ حق نہیں کہ یہاں رہنے پر اُسے مجبور کریں ہاں اگر وہاں کا یہی عرف ہے کہ دایہ بچہ کے باپ کے گھر آ کر دودھ پلاتی ہے یا

یہیں رہتی ہے تو بغیر شرط بھی دایہ کو اس رواج کی پابندی کرنی ہوگی۔ دایہ کا کھانا بچہ کے باپ کے ذمہ نہیں ہے جبکہ اجارہ میں مشروط نہ ہو اور مشروط ہو تو دینا ہوگا کپڑے کا بھی یہی حکم ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب اجارہ، بیروت)

غلہ و کپڑے کی اجرت پردائی کو رکھنے کا بیان

قَالَ: (وَيَجُوزُ بِطَعَامِهَا وَكِسْوَتِهَا اسْتِحْسَانًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ لَا يَجُوزُ) ؛ لِأَنَّ الْأَجْرَةَ مَجْهُولَةٌ فَصَارَ كَمَا إِذَا اسْتَأْجَرَهَا لِلْخَبْزِ وَالطَّبْخِ .
وَلَهُ أَنَّ الْجَهَالََةَ لَا تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ ؛ لِأَنَّ فِي الْعَادَةِ التَّوَسُّعَةَ عَلَى الْأَطَارِ شَفَقَةٌ عَلَى الْأَوْلَادِ فَصَارَ كَبَيْعِ قَفِيزٍ مِنْ صُبْرَةٍ ، بِخِلَافِ الْخَبْزِ وَالطَّبْخِ ؛ لِأَنَّ الْجَهَالََةَ فِيهِ تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ (وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : فَإِنْ سَمِيَ الطَّعَامُ دَرَاهِمَ وَوَصَفَ جِنْسَ الْكِسْوَةِ وَأَجْلَهَا وَذَرَعَهَا فَهُوَ جَائِزٌ) يَعْنِي بِالْإِجْمَاعِ .
وَمَعْنَى تَسْمِيَةِ الطَّعَامِ دَرَاهِمَ أَنْ يَجْعَلَ الْأَجْرَةَ دَرَاهِمَ ثُمَّ يَدْفَعُ الطَّعَامَ مَكَانَهُ ، وَهَذَا لَا جَهَالََةَ فِيهِ (وَلَوْ سَمِيَ الطَّعَامُ وَبَيَّنَّ قَدْرَهُ جَازٍ أَيْضًا) لِمَا قُلْنَا ، وَلَا يُشْتَرَطُ تَأْجِيلُهُ ؛ لِأَنَّ أَوْصَافَهَا أَثْمَانٌ .

(وَيُشْتَرَطُ بَيَانُ مَكَانِ الْإِيْفَاءِ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ خِلَافًا لِهَمَا ، وَقَدْ ذَكَرْنَا فِي الْبُيُوعِ (وَفِي الْكِسْوَةِ يُشْتَرَطُ بَيَانُ الْأَجْلِ أَيْضًا مَعَ بَيَانِ الْقَدْرِ وَالْجِنْسِ) ؛ لِأَنَّهُ إِنَّمَا يَصِيرُ دَيْنًا فِي الدَّيْمَةِ إِذَا صَارَ مَبِيعًا ، وَإِنَّمَا يَصِيرُ مَبِيعًا عِنْدَ الْأَجْلِ كَمَا فِي السَّلْمِ .

ترجمہ

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک غلہ اور کپڑے پردائی رکھنا بطور استحسان اجازت ہے جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ اجازت نہیں ہے اس لئے کہ اجرت مجہول ہے تو یہ اس طرح ہو جائے گا کہ جس طرح روٹی بنانے یا کھانا پکانے کے لئے اسی کو اجرت پر لیا حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی نہیں ہے اس لئے کہ بچوں پر شفقت کے پیش نظر عام طور پر دودھ پلانے والی عورتوں کے متعلق کشادہ دلی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے تو یہ ایسا ہو گیا جس طرح کہ ایک ڈھیر گندم میں سے ایک بوری کوچ دیا روٹی اور کھانا پکانے کے خلاف اس لئے کہ ان کی جہالت جھگڑے کی طرف لے جانی والی ہوتی

ہے۔

جامع صغیر میں ہے کہ جب کھانے کی جنس بیان کر دی اور کپڑے کی جنس بھی بیان کر دی اور اس کی ادائیگی کا وقت اور اس کے

گزیان کردے تو یہ بالاتفاق جائز ہے اور طعام کے تسمیہ کا مطلب یہ ہے کہ درہم کو اجرت مقرر کر کے ان کی جگہ غلہ دے دے اس میں کوئی جہالت نہیں ہے اور جب غلہ معین کر کے اس کی مقدار بیان کر دی تو بھی جائز ہے اس دلیل کے سبب جو ہم نے بیان کی ہے۔

اور غلہ اداء کرنے کے لئے کسی مدت کا بیان کرنا شرط نہیں ہے اس لئے کہ طعام کے اوصاف ثمن ہیں حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ادائیگی کے مکان کو بیان کرنا شرط ہے صاحبین کا اس میں اختلاف ہے جس کو ہم نے کتاب البیوع میں بیان کر دیا ہے اور کپڑا دینے میں مقدار اور جنس کی وضاحت کے ساتھ ساتھ ادائیگی کی مدت کو بھی بیان کرنا شرط ہے اس لئے کہ کپڑا اسی وقت ذمہ میں دین ہوتا ہے جب وہ بیع بنتا ہے اور وہ میعاد بیان کرنے کی صورت میں ہی بیع بنتا ہے جس طرح کہ سلم میں ہوتا ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ دایہ کو سو روپے پر ایک سال دودھ پلانے کے لیے مقرر کیا اور یہ شرط کر لی کہ بچہ اثناء سال میں مرجائے گا جب بھی اُس کو سو ہی دیے جائیں گے اس شرط کی وجہ سے اجارہ فاسد ہو گیا لہذا اگر بچہ مر گیا تو جتنے دنوں اُس نے دودھ پلایا ہے اُس کی اجرت مثل ملے گی اور اگر سال بھر کے لیے اس شرط کے ساتھ مقرر کیا کہ صرف پہلے مہینہ کے مقابل میں یہ سو روپے ہیں اور اس کے بعد سے سال کی بقیہ مدت میں مفت پلائے گی یہ اجارہ بھی فاسد ہے اگر دو ڈھائی مہینہ دودھ پلانے کے بعد بچہ مر گیا تو اجرت مثل دی جائے گی جو اس مقرر شدہ سے زائد نہ ہو۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب اجارہ، بیروت)

دایہ کو طعام ولباس اجرت میں دینے پر مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ دایہ کو دودھ پلانے کی اجرت کے طور پر کھانا دینا اور کپڑے دینا یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد علیہم الرحمہ کے نزدیک جائز ہے جبکہ امام ابو یوسف، امام شافعی اور امام محمد علیہم الرحمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ اس طرح اجرت میں جہالت پائی جا رہی ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

مستاجر کا دایہ کو شوہر سے حق وطی سے نہ روکنے کا بیان

قَالَ (وَلَيْسَ لِلْمُسْتَأْجِرِ أَنْ يَمْنَعَ زَوْجَهَا مِنْ وَطئِهَا) ؛ لِأَنَّ الْوَطْءَ حَقُّ الزَّوْجِ فَلَا يَتِمُّكَ مِنْ إِبْطَالِ حَقِّهِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ لَهُ أَنْ يَفْسَخَ الْإِجَارَةَ إِذَا لَمْ يَعْلَمْ بِهِ صِيَانَةَ لِحَقِّهِ ، إِلَّا أَنَّ الْمُسْتَأْجِرَ يَمْنَعُهُ عَنْ غَشْيَانِهَا فِي مَنْزِلِهِ ؛ لِأَنَّ الْمَنْزِلَ حَقُّهُ (فَإِنْ حَبِلَتْ كَانَ لَهُمْ أَنْ يَفْسَخُوا الْإِجَارَةَ إِذَا خَافُوا عَلَى الصَّبِيِّ مِنْ لَبْنِهَا) ؛ لِأَنَّ لَبْنَ الْحَامِلِ يُفْسِدُ الصَّبِيَّ وَلِهَذَا كَانَ لَهُمْ الْفَسْخُ إِذَا مَرِضَتْ أَيْضًا (وَعَلَيْهَا أَنْ تُصْلِحَ طَعَامَ الصَّبِيِّ) ؛

لَاِنَّ الْعَمَلَ عَلَيْهَا .

وَالْحَاصِلُ اَنَّهُ يُعْتَبَرُ فِيمَا لَا نَصَّ عَلَيْهِ الْعُرْفُ فِي مِثْلِ هَذَا الْبَابِ ، فَمَا جَرَى بِهِ الْعُرْفُ مِنْ غَسْلِ ثِيَابِ الصَّبِيِّ وَإِصْلَاحِ الطَّعَامِ وَغَيْرِ ذَلِكَ فَهُوَ عَلَى الظُّرِّ أَمَّا الطَّعَامُ فَعَلَى وَالِدِ الْوَالِدِ ، وَمَا ذَكَرَ مُحَمَّدٌ أَنَّ الدُّهْنَ وَالرَّيْحَانَ عَلَى الظُّرِّ فَذَلِكَ مِنْ عَادَةِ أَهْلِ الْكُوفَةِ .

(وَإِنْ أَرْضَعْتَهُ فِي الْمُدَّةِ بِلَبَنِ شَاةٍ فَلَا أَجْرَ لَهَا) ؛ لِأَنَّهَا لَمْ تَأْتِ بِعَمَلٍ مُسْتَحَقٍّ عَلَيْهَا ، وَهُوَ الْإِرْضَاعُ ، فَإِنَّ هَذَا إِيْجَارٌ وَلَيْسَ بِإِرْضَاعٍ ، وَإِنَّمَا لَمْ يَجِبْ الْأَجْرُ لِهَذَا الْمَعْنَى أَنَّهُ اخْتَلَفَ الْعَمَلُ .

ترجمہ

فرمایا کہ مستأجر کو یہ حق نہیں ہے کہ دایہ کے شوہر کو اس سے وطی کرنے سے روکے اس لئے کہ وطی شوہر کا حق ہے لہذا مستأجر کو شوہر کا حق باطل کرنے کا اختیار نہیں ہے کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ جب شوہر کو بیوے کے اجارہ کا علم نہ ہو تو اپنے حق کی حفاظت کے لئے شوہر کو اجارہ فسخ کرنے کا بھی حق ہے اس لئے مستأجر کو یہ حق ہوگا کہ وہ اپنے گھر میں آکر ہم بستری کرنے سے روک دے اس لئے کہ گھر تو مستأجر کا ہے اور جب مرضعہ حاملہ ہو جائے اور یہ خوف ہو کہ اس کا دودھ بچے کے لئے نقصان دے ہوگا تو اس صورت میں اجارہ کو فسخ کرنے کا حق ہوگا اس لئے کہ حاملہ عورت کا دودھ بچے کے لئے نقصان دہ ہے اسی طرح جب مرضعہ بیمار ہو جائے تو اس صورت میں بھی بچہ والوں کو یہ حق ہوگا کہ وہ اجارہ کو فسخ کر دیں اور دایہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچے کے کھانے پینے کا خیال رکھے اس لئے کہ یہ کام اس کا ہی ہے خلاصہ یہ ہے کہ اس باب میں جہاں نص نہیں ہے وہاں عرف کا اعتبار کیا جائے گا لہذا جن چیزوں میں عرف جاری ہے یعنی بچے کا کپڑا دھونا اور کھانے کا انتظام اور اس کا پیشاب اور پاخانہ دھونا مرضعہ پر ہی ہوگا رہا طعام کا صرفہ تو وہ بچے کے باپ پر ہوگا اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے جو یہ بیان کیا ہے کہ بچے کی خوشبو اور تیل کا صرفہ بھی دایہ پر ہی ہوگا یہ اہل کوفہ کی عادت کے مطابق ہے۔

اور جب رضاعت کی مدت میں مرضعہ نے بچے کو بکری کا دودھ پلایا تو اس کو اجرت نہیں دی جائے گی اس لئے کہ جو کام اس پر لازم تھا وہ اس نے نہیں کیا یعنی دودھ پلانا اور بکری کا دودھ پلانا تو دو اڈا الٹا ہے دودھ پلانا نہیں ہے اور یہاں اس لئے اجرت واجب نہیں ہوئی کیونکہ عمل بدل گیا ہے۔

شرح

اور دایہ کا شوہر اس سے وطی کر سکتا ہے مستأجر اس سے اس اندیشہ سے منع نہیں کر سکتا کہ وطی سے حمل رہ جائے گا تو دودھ کیوں

کر پلائے گی مگر مستأجر کے گھر میں نہیں کر سکتا بلکہ اُس کے مکان میں بغیر اجازت داخل بھی نہیں ہو سکتا۔

اور جب دایہ کے شوہر کو مطلقاً یہ حق حاصل ہے کہ اس اجارہ کو فسخ کر دے خواہ اس اجارہ سے اُسکے شوہر کی بدنامی ہو مثلاً وہ شخص ذی عزت ہے اور اُس کی عورت کا اجارہ پر دودھ پلانا باعثِ ذلت ہے یا اس اجارہ میں اُس کی بدنامی نہ ہو کیونکہ اس صورت میں بھی شوہر کے بعض حقوق تلف ہوتے ہیں مگر یہ ضرور ہے کہ اُس شخص کا اس عورت کا شوہر ہونا معلوم و مشہور ہو اور اگر شخص دونوں کے اقرار سے ہی یہ معلوم ہوا کہ یہ میاں بی بی ہیں اُن کا نکاح ظاہر نہ ہو تو اس شوہر کو فسخِ اجارہ کا اختیار نہیں۔ (در مختار، کتاب اجارہ، بیروت)

اور جب دایہ بیمار ہوگی کہ اُس کا دودھ بچہ کو مضر ہوگا یا وہ حاملہ ہوگی کہ اس کا بھی دودھ مضر ہے تو مستأجر اجارہ کو فسخ کر سکتا ہے بلکہ یہ خود بھی اجارہ کو فسخ کر سکتی ہے کہ دودھ پلانا اسے بھی مضر ہے۔ یوہیں اگر بچہ کے گھر والے اسے ایذا دیتے ہوں یا اس کی عادت دوسرے کے بچہ کو دودھ پلانے کی نہیں ہے یا لوگ اسے عار دلاتے ہوں تو اجارہ کو فسخ کر سکتی ہے مگر جبکہ وہ بچہ نہ دوسری عورت کا دودھ پیتا ہو نہ غذا کھا سکتا ہو تو اسے اجارہ فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اور اگر دایہ اگر بدکار عورت ہے یا بد زبان ہے یا چوری کرتی ہے یا بچہ اس کا دودھ ڈال دیتا ہے یا اس کی چھاتی مونہ میں نہیں لیتا یا وہ لوگ سفر میں جانا چاہتے ہیں اور یہ اُن کے ساتھ جانے سے انکار کرتی ہے یا بہت دیر دیر تک غائب رہتی ہے ان سب وجوہ سے اجارہ کو فسخ کر سکتے ہیں۔

(در مختار، کتاب اجارہ، بیروت، فتاویٰ شامی، کتاب اجارہ، بیروت)

شوہر دایہ کو ممانعت ج ۱۰ میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ مستأجر کیلئے یہ حق نہ ہوگا کہ وہ دایہ کے شوہر کو اس کے ساتھ جماع کرنے منع کرے۔ اور یہی مذہب امام شافعی اور امام احمد علیہما الرحمہ کا ہے جبکہ امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ جماع صرف مستأجر کی اجازت سے کر سکتا ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

جو لا ہے کیلئے دھاگہ بننے کی اجرت مثلی ہونے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ دَفَعَ إِلَى حَائِكٍ غَزْلًا لِيَنْسِجَهُ بِالنِّصْفِ فَلَهُ أَجْرٌ مِثْلِهِ. وَكَذَا إِذَا اسْتَأْجَرَ حِمَارًا يَحْمِلُ طَعَامًا بِقَفِيرٍ مِنْهُ فَالْإِجَارَةُ فَاسِدَةٌ) ؛ لِأَنَّهُ جَعَلَ الْأَجْرَ بَعْضَ مَا يَخْرُجُ مِنْ عَمَلِهِ فَيَصِيرُ فِي مَعْنَى قَفِيرِ الطَّحَّانِ ، وَقَدْ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ ، وَهُوَ أَنْ يَسْتَأْجَرَ ثَوْرًا لِيَطْحَنَ لَهُ حِنْطَةً بِقَفِيرٍ مِنْ دَقِيقِهِ. وَهَذَا أَصْلٌ كَبِيرٌ يُعْرَفُ بِهِ فَسَادُ كَثِيرٍ مِنَ الْإِجَارَاتِ ، لَا سِوَمَا فِي دِيَارِنَا ، وَالْمَعْنَى فِيهِ أَنَّ الْمُسْتَأْجَرَ عَاجِزٌ عَنْ تَسْلِيمِ الْأَجْرِ وَهُوَ بَعْضُ الْمَنْسُوجِ أَوْ الْمَحْمُولِ .

إِذْ حُصُولُهُ بِفِعْلِ الْأَجِيرِ فَلَا يُعَدُّ هُوَ قَادِرًا بِقُدْرَةِ غَيْرِهِ ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا اسْتَأْجَرَ

لِيَحْمِلَ نِصْفَ طَعَامِهِ بِالنِّصْفِ الْآخِرِ حَيْثُ لَا يَجِبُ لَهُ الْأَجْرُ؛ لِأَنَّ الْمُسْتَأْجِرَ مَلَكَ
الْأَجِيرَ فِي الْحَالِ بِالتَّعْجِيلِ فَصَارَ مُشْتَرَكًا بَيْنَهُمَا.

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کسی جو لہے کو دھاگہ دیا تاکہ نصف قیمت پر اس کا کپڑا بن دے تو اس کو اجرت مثلی دی جائے گی اسی طرح جب کسی آدمی نے گدھا لیا تاکہ اس پر بعض غلہ لادے اور اسی غلہ میں سے ایک بوری اس کو اجرت دے دے تو یہ اجارہ فاسد ہوگا اس لئے کہ مستأجر نے اجیر کے کام کی بعض پیداوار کو اجرت مقرر کر دیا تو یہ آٹا پیسنے والے کو اسی میں سے مزدوری دینے کے معنی میں ہو گیا جبکہ نبی کریم ﷺ نے بوری طحان سے منع فرمایا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی ایک نیل کراہے پر دے تاکہ ایک بوری آٹے کے عوض وہ اس کے لئے گندم پیس دے یہ ایک بڑی اصل ہے جس سے اجارات کا بہت فساد واضح ہوتا ہے خاص کر ہمارے علاقہ میں اور اس کا سبب یہ ہے کہ مستأجر اجرت کی تسلیم سے عاجز ہے اور اجرت منسوج یا محمول یا اجیر کے فعل سے حاصل شدہ کام کا بعض حصہ ہے اور جس طرح کہ یہ امور دوسرے فعل پر موقوف ہوتے ہیں لہذا دوسرے کی قدرت سے مستأجر کو قادر نہیں شمار کیا جائے گا یہ حکم اس صورت کے برخلاف ہے کہ جب کسی آدمی نے کسی کو نصف غلہ کے عوض نصف غلہ رکھنے کے لئے اجرت پر رکھا تو اجیر کو اجرت نہیں دی جائے گی اس لئے کہ مستأجر نے اس کو نقد مزدوری دے دی ہے لہذا وہ غلہ ان دونوں میں مشترک ہوگا۔

شرح

اور جب کسی شخص سے اجارہ پر کام کرایا گیا اور یہ قرار پایا کہ اسی میں سے اتنا تم اجرت میں لے لینا یہ اجارہ فاسد ہے مثلاً کپڑا بننے کے لیے سوت دیا اور یہ کہہ دیا کہ آدھا کپڑا اجرت میں لے لینا یا غلہ اٹھا کر لاؤ اس میں سے دوسرے مزدوری لے لینا یا چکی چلانے کے لیے نیل لیے اور جو آٹا پیسا جائے گا اس میں سے اتنا اجرت میں دیا جائے گا یوں ہیں بھاڑ میں چنے وغیرہ بھنواتے ہیں اور یہ ٹھہرا کہ ان میں سے اتنے بھنائی میں دیے جائیں گے یہ سب صورتیں ناجائز ہیں۔ ان سب میں جائز ہونے کی صورت یہ ہے کہ جو کچھ اجرت میں دینا ہے اس کو پہلے سے علیحدہ کر دے کہ یہ تمہاری اجرت ہے مثلاً سوت کو دو حصہ کر کے ایک حصہ کی نسبت کہا کہ اس کا کپڑا بن دو اور دوسرا دیا کہ یہ تمہاری مزدوری ہے یا غلہ اٹھانے والے کو اسی غلہ میں سے نکال کر دیا کہ یہ مزدوری ہے اور یہ غلہ فلاں جگہ پہنچا دے۔ بھاڑ والے پہلے ہی اپنی بھنائی نکال کر باقی کو بھونتے ہیں اسی طرح سب صورتوں میں کیا جاسکتا ہے دوسری صورت جواز کی یہ ہے کہ مثلاً کہہ دے کہ دوسرے غلہ مزدوری دیں گے یہ نہ کہے کہ اس میں سے دیں گے پھر اگر اسی میں سے دیدے جب بھی حرج نہیں۔ (در مختار، کتاب اجارہ، بیروت)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مبسوط کی بحث اجارہ میں ہے کہ کسی غلہ اٹھانے کی مزدوری میں اس غلہ میں سے

قفیز دینا ٹھہرایا تو اجارہ فاسد ہوگا۔ اور ایسے ہی جو لایے کو بنائی کیلئے دئے ہوئے سوت کا تہائی حصہ بنائی سے دینا، اونچ اور خوارزم کے مشائخ نے جو لایے کی مذکورہ اجرت کے جواز کا فتویٰ دیا ہے کہ یہ عرف ہے اور ابوعلی نسفی نے بھی یہ فتویٰ دیا، جبکہ صحیح فتویٰ وہی ہے جو کتاب میں ہے کیونکہ ایسی اجرت کا عدم جواز منصوص ہے تو اس کے جواز سے نص کا ابطال لازم آئے گا۔

(الاشباہ والنظائر، فن اول کراچی)

مشترکہ غلہ اٹھانے میں اجیر کیلئے اجرت نہ ہونے کا بیان

وَمَنْ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا لِحَمَلِ طَعَامٍ مُشْتَرِكٍ بَيْنَهُمَا لَا يَجِبُ الْأَجْرُ لِأَنَّ مَا مِنْ جُزْءٍ يَحْمِلُهُ إِلَّا وَهُوَ عَامِلٌ لِنَفْسِهِ فِيهِ فَلَا يَتَحَقَّقُ تَسْلِيمُ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ .

قَالَ (وَلَا يُجَاوِزُ بِالْأَجْرِ قَفِيزًا) ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا فَسَدَتْ الْإِجَارَةُ فَالْوَجِبُ الْأَقْلُ مَا سَمِيَ وَمِنْ أَجْرِ الْمِثْلِ ؛ لِأَنَّهُ رَضِيَ بِحَطِّ الزِّيَادَةِ ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا اشْتَرَكَ فِي الْأَحْتِطَابِ حَيْثُ يَجِبُ الْأَجْرُ بِالْغَا مَا بَلَغَ عِنْدَ مُحَمَّدٍ ؛ لِأَنَّ الْمُسَمَّى هُنَاكَ غَيْرُ مَعْلُومٍ فَلَمْ يَصِحَّ الْحَطُّ .

ترجمہ

جب کسی نے اپنے شریک کو مشترکہ غلہ اٹھانے کے لئے اجرت پر رکھا تو اجیر کو اجرت نہیں دی جائے گی اس لئے کہ اجیر جو مقدار بھی اٹھائے گا وہ اس کا اپنا کام کرنے والا ہوگا اور معقود علیہ کی تسلیم ثابت نہیں ہوگی اور ایک بوری سے زیادہ اس کو اجرت نہیں دی جائے گی اس لئے کہ جب اجارہ فاسد ہو گیا تو اجرت مثلی اور اجرت مسمیٰ میں سے جو کم ہوگا وہ واجب ہوگا اس لئے کہ مالک خود ہی زیادتی کو ختم کرنے پر راضی ہو گیا ہے یہ حکم اس صورت کے برخلاف ہے کہ جب دو آدمیوں نے مل کر لکڑیاں جمع کی اور ان میں سے باندھنے والے کو اجرت مثلی ملے گی چاہے یہ کتنی بھی کم ہو یہ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ہے اس لئے کہ اس صورت میں اجرت مسمیٰ معلوم نہیں ہے لہذا کم کرنا بھی درست نہیں ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب دو شخصوں میں غلہ مشترک ہے اس مشترکہ غلہ کے اٹھانے کے لیے ایک نے دوسرے کو اجیر کیا دوسرے نے اٹھایا اس کو کچھ مزدوری نہیں ملے گی کہ جو کچھ یہ اٹھا رہا ہے اس میں خود اس کا بھی ہے لہذا اس کا کام خود اپنے لیے ہو مزدوری کا مستحق نہیں ہوا۔ اسی طرح ایک شریک نے دوسرے کے جانور یا گاڑی کو غلہ لادنے کے لیے کرایہ پر لیا اور وہ مشترکہ غلہ اس پر لادا کسی اجرت کا مستحق نہیں اور اگر اس کی کشتی کرایہ پر لی کہ آدھی میں تمھارے حصہ کا غلہ لادا جائے گا اور آدھی میں میرا، یہ جائز ہے۔ اور اگر غلہ یا مال مشترک کو تقسیم کرنے کے بعد ایک نے دوسرے سے کہا میرا حصہ میرے مکان پر پہنچا دو

تم کو اتنی مزدوری دی جائے گی اب یہ اجارہ جائز ہے کہ دونوں کی چیزیں جدا جدا ہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب اجارہ، بیروت)
روٹی پکوانے کیلئے اجرت پر آدمی کو رکھنے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا لِيَخْبِزَ لَهُ هَذِهِ الْعَشْرَةَ الْمَخَاتِيمَ مِنَ الدَّقِيقِ الْيَوْمَ بِدِرْهَمٍ فَهُوَ فَاسِدٌ ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ فِي الْإِجَارَاتِ : هُوَ جَائِزٌ) ؛ لِأَنَّهُ يَجْعَلُ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ عَمَلًا وَيَجْعَلُ ذِكْرَ الْوَقْتِ لِلِاسْتِعْجَالِ تَصْحِيحًا لِلْعَقْدِ فَتَرْتَفِعُ الْجِهَالَةُ . وَلَهُ أَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ مَجْهُولٌ لِأَنَّ ذِكْرَ الْوَقْتِ يُوجِبُ كَوْنَ الْمَنْفَعَةِ مَعْقُودًا عَلَيْهَا وَذِكْرَ الْعَمَلِ يُوجِبُ كَوْنَهُ مَعْقُودًا عَلَيْهِ وَلَا تَرْجِيحَ ، وَنَفْعُ الْمُسْتَأْجِرِ فِي الثَّانِي وَنَفْعُ الْأَجِيرِ فِي الْأَوَّلِ فَيُفْضَى إِلَى الْمُنَازَعَةِ .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ يَصِحُّ الْإِجَارَةُ إِذَا قَالَ : فِي الْيَوْمِ ، وَقَدْ سَمِيَ عَمَلًا ؛ لِأَنَّهُ لِلظَّرْفِ فَكَانَ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ الْعَمَلُ ، بِخِلَافِ قَوْلِهِ الْيَوْمَ وَقَدْ مَرَّ مِثْلُهُ فِي الطَّلَاقِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کوئی روٹی لگانے والا اجرت پر رکھا تا کہ وہ ایک درہم کے عوض آج ہی اس کو دس سیر کی روٹیاں پکا دے تو یہ اجارہ فاسد ہو جائے گا یہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے صاحبین فرماتے ہیں کہ اجارات میں یہ جائز ہے اس لئے کہ عقد کے درست ہونے کے لئے عمل کو معقود علیہ قرار دیا جائے گا اور وقت کے بیان کو جلدی کرنے پر محمول کیا جائے گا اور جہالت ختم ہو جائے گی۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ صورت مسئلہ میں معقود علیہ مجہول ہے اس لئے کہ وقت بیان کرنے سے منفعت کا معقود علیہ ہونا لازم آتا ہے اور عمل کے تذکرے سے اس کا معقود علیہ ہونا لازم آتا ہے اور یہاں کسی کے لئے ترجیح کی کوئی وجہ نہیں ہے دوسرے میں مستأجر کا فائدہ ہے جبکہ پہلے میں مزدور کا فائدہ ہے لہذا یہ صورت جھگڑے کی طرف لے جانے والی ہے حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مستأجر نے فی الیوم کہا ہو اور عمل کی تعیین کر دی ہو اس لئے کہ فی ظرف کے لئے ہے لہذا معقود علیہ عمل ہوگا اس کے الیوم کہنے کے خلاف اور کتاب الطلاق میں اس کی مثال گزر چکی ہے۔

عمل اجارہ میں کام اور وقت دونوں کو ذکر کرنے کا بیان

اجارہ میں کام اور وقت دونوں چیزیں مذکور ہوں تو اجارہ فاسد ہے یعنی دونوں کو معقود علیہ نہیں بنایا جاسکتا بلکہ صرف ایک پر عقد

کیا جائے یعنی اجارہ یا کام پر ہونا چاہیے وہ جتنے وقت میں ہو یا وقت پر ہونا چاہیے کہ اتنے وقت میں کام کرنا ہے جتنا کام اس وقت میں انجام پائے مثلاً نانباتی سے کہا من بھر آٹا ایک روپیہ میں آج پکا دے یہ ناجائز ہے ہاں اگر وقت پر اجارہ نہ ہو یعنی وقت معقول علیہ نہ ہو بلکہ وقت کو محض اس لیے ذکر کر دیا گیا ہوتا کہ جلدی سے وہ پکا دے یا اس لیے وقت کو ذکر کیا تا کہ معلوم ہو کہ کام فلاں وقت میں کیا جائے گا تو اجارہ صحیح ہے۔ (در مختار، کتاب اجارہ، بیروت)

مستأجر کے ہل چلانے کی شرط زمین لینے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ أَرْضًا عَلَى أَنْ يَكْرُبَهَا وَيَزْرَعَهَا أَوْ يَسْقِيَهَا وَيَزْرَعَهَا فَهُوَ جَائِزٌ) ؛
لِأَنَّ الزَّرَاعَةَ مُسْتَحَقَّةٌ بِالْعَقْدِ ، وَلَا تَتَأْتِي الزَّرَاعَةُ إِلَّا بِالسَّقْيِ وَالْكَرَابِ . فَكَانَ كُلُّ
وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُسْتَحَقًّا . وَكُلُّ شَرْطٍ هَذِهِ صِفَتُهُ يَكُونُ مِنْ مُقْتَضِيَاتِ الْعَقْدِ فَذِكْرُهُ لَا
يُوجِبُ الْفَسَادَ (فَإِنْ اشْتَرَطَ أَنْ يُشْيِيَهَا أَوْ يُكْرِيَ أَنْهَارَهَا أَوْ يُسْرِقِنَهَا فَهُوَ فَاسِدٌ) ؛ لِأَنَّهُ
يَبْقَى أَثَرُهُ بَعْدَ انْقِضَاءِ الْمُدَّةِ ، وَأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ مُقْتَضِيَاتِ الْعَقْدِ ، وَفِيهِ مَنَفَعَةٌ لِأَحَدٍ
الْمُتَعَاقِدَيْنِ .

وَمَا هَذَا حَالُهُ يُوجِبُ الْفَسَادَ ؛ لِأَنَّ مُؤَجَّرَ الْأَرْضِ يَصِيرُ مُسْتَأْجِرًا مَنَافِعَ الْأَجِيرِ عَلَى
وَجْهِ بَقْيِ بَعْدَ الْمُدَّةِ فَيَصِيرُ صَفْقَتَانِ فِي صَفْقَةٍ وَاحِدَةٍ وَهِيَ مِنْهُيٌّ عَنْهُ . ثُمَّ قِيلَ :
الْمُرَادُ بِالتَّشْبِيهِ أَنْ يَرُدَّهَا مَكْرُوبَةً وَلَا شُبْهَةَ فِي فِسَادِهِ . وَقِيلَ أَنْ يُكْرِيَهَا مَرَّتَيْنِ ، وَهَذَا
فِي مَوْضِعٍ تَخْرُجُ الْأَرْضُ الرَّيْعَ بِالْكَرَابِ مَرَّةً وَاحِدَةً وَالْمُدَّةُ سَنَةٌ وَاحِدَةٌ ، وَإِنْ كَانَتْ
ثَلَاثَ سِنِينَ لَا تَبْقَى مَنَفَعَتُهُ ، وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِكُرْيِ الْأَنْهَارِ الْجَدَاوِلَ بَلْ الْمُرَادُ مِنْهَا
الْأَنْهَارُ الْعِظَامُ هُوَ الصَّحِيحُ ؛ لِأَنَّهُ تَبْقَى مَنَفَعَتُهُ فِي الْعَامِ الْقَابِلِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے اس شرط پر زمین کرایہ پر لی کہ اس میں مستأجر ہی ہل چلا کر بوئے گا اور پانی ڈالے گا تو یہ اجارہ جائز ہے اس لئے کہ عقد اجارہ سے کھیتی کرنا ثابت ہو چکا ہے اور جوتے اور پانی ڈالے بغیر کھیتی ممکن نہیں ہے لہذا یہ دونوں چیزیں عقد سے حقدار اور ثابت ہوں گی اور ہر وہ شرط جس کی یہ صفت ہو وہ عقد کے تقاضہ میں سے ہوگی اور اس کا تذکرہ فساد عقد کا موجب نہیں ہوگا اور جب مستأجر نے یہ شرط لگا دی کہ میں دوبارہ کھیتی کروں گا یا اس کی نہر کو گہرا کرے گا یا اس میں کھاد اور گوبر ڈالے گا اجارہ فاسد ہوگا اس لئے کہ مدت پوری ہونے کے بعد بھی اس کا اثر باقی رہتا ہے اور یہ شرائط تقاضہ عقد میں سے نہیں ہیں اور ان میں عاقدین

میں سے ایک کا فائدہ ہوتا ہے اور جو شرط اس حالت میں ہو وہ فساد عقد کا موجب ہوتی ہے اور اس لئے کہ ان شرطوں کے سبب موجر اجیر سے ایسا منافع اجارہ پر لینے والا ہوگا کہ مدت اجارہ ختم ہونے کے بعد بھی وہ منافع باقی رہتا ہے اور صفت واحدہ میں دو صفت جمع ہو جائیں گے حالانکہ اس سے منع کیا گیا ہے پس کہا گیا ہے کہ دو بورہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کرایہ دار زمین جو تکر مالک کو واپس کر دے اور اس شرط کے فاسد ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مستأجر دو بار اس کو جو تکر اس میں اناج بوئے اور یہ شرط اس صورت میں فاسد ہوگی جہاں ایک ہی مرتبہ جو تنے سے زمین غلہ پیدا کرتی ہو اور مدت اجارہ بھی ایک سال ہی ہو اور جب اجارہ کی مدت تین سال ہو تو اس میں دو بار جو تنے سے بھی اس کو منفعت باقی نہیں رہے گی۔ اور نہریں کھودنے سے چھوٹی چھوٹی نالیاں مراد ہیں یہی درست ہے اس لئے کہ آئندہ سال بھی اسکی منفعت باقی رہے گی۔

شرح

اور جب کسی شخص نے زمین زراعت کے لیے دی اور یہ شرط کی کہ کاشتکار اس میں کھات ڈالے یہ اجارہ فاسد ہے جبکہ یہ اجارہ ایک سال کے لیے ہو کہ کھات کا اثر ایک سال سے زائد رہتا ہے اور اس شرط میں مالک زمین کا نفع ہے اور اگر کئی سال کے لیے اجارہ ہو تو فاسد نہیں کہ اب یہ شرط مقتضائے عقد کے منافی نہیں۔ اور جب کاشتکار سے یہ شرط کر دی کہ زمین کو جو تکر واپس کرے اس سے بھی اجارہ فاسد ہو جاتا ہے۔

زراعت کے بدلے زراعت کرنے کیلئے زمین کرائے پر لینے کا بیان

قَالَ: (وَإِنْ اسْتَأْجَرَهَا لِيَزْرَعَهَا بِزِرَاعَةِ أَرْضٍ أُخْرَى فَلَا خَيْرَ فِيهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: هُوَ جَائِزٌ، وَعَلَى هَذَا إِجَارَةُ السُّكْنَى بِالسُّكْنَى وَاللُّبْسِ بِاللُّبْسِ وَالرُّكُوبِ بِالرُّكُوبِ. أَنَّ الْمَنَافِعَ بِمَنْزِلَةِ الْأَعْيَانِ حَتَّى جَازَتْ الْإِجَارَةُ بِأَجْرَةِ دَيْنٍ وَلَا يَصِيرُ دَيْنًا بَدِيلًا، وَلَنَا أَنَّ الْجِنْسَ بِانْفِرَادِهِ يُحْرَمُ النَّسَاءَ عِنْدَنَا فَصَارَ كَبَيْعِ الْقُوهِىِّ بِالْقُوهِىِّ نَسِيئَةً وَإِلَى هَذَا أَشَارَ مُحَمَّدٌ، وَلِأَنَّ الْإِجَارَةَ جُوزَتْ بِخِلَافِ الْقِيَاسِ لِلْحَاجَةِ وَلَا حَاجَةَ عِنْدَ اتِّحَادِ الْجِنْسِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا اخْتَلَفَ جِنْسُ الْمَنْفَعَةِ.

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے دوسرے کی زمین کی کھیتی کے بدلے کھیتی کرنے کے لئے کسی کی زمین کرایہ پر لی تو یہ بے فائدہ ہے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ جائز ہے اسی حکم پر رہائش کے بدلے رہائش اور سواری کے بدلے سواری اور کپڑے کے بدلے کپڑا ایسا ہی حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے منافع اعیان کے درجہ میں ہے حتیٰ کہ دین کی اجرت مقرر کر کے اجارہ جائز ہے اور دین کے بدلے دین کا اجارہ درست نہیں ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ جنس کے بدلے جنس کا ادھار حرام ہے تو یہ ایسا ہو گیا

جس طرح کہ کوہستانی کپڑے کو کوہستانی کپڑے کے عوض بیچا ہو۔ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے اور اس لئے کہ حاجت کی بناء پر خلاف قیاس اجارہ کو جائز قرار دیا گیا ہے اور جنس کے ایک ہونے کی صورت میں ضرورت نہیں پائی جاتی اس صورت کے خلاف کہ جب جنس کی منفعت میں اختلاف ہو۔

شرح

اور جب اس نے زمین زراعت کے لیے دی اور اس کے بدلے میں اس کی زمین زراعت کے لیے لی یہ اجارہ فاسد ہے کہ دونوں کی منفعت ایک ہی قسم کی ہیں۔

اجارہ میں اجرت ذکر نہ کرنے پر مثلی اجرت میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے اجارہ میں اجرت کو ذکر نہ کیا تو اس پر مثلی اجرت واجب ہو جائے گی۔ اور حضرت امام مالک، امام شافعی، امام زفر اور امام احمد علیہم الرحمہ نے اجارہ فاسدہ میں اسی طرح کہا ہے کہ اس کیلئے مثلی اجرت دینا لازم ہوگا۔ جب اس نے اجرت کو ذکر نہ کیا یا وہ کل اجرت سے لاعلم رہا ہو۔ (شرح الوقایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

مشترکہ اجیر کیلئے اجرت نہ ہونے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا كَانَ الطَّعَامُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَاسْتَأْجَرَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ أَوْ حِمَارَ صَاحِبِهِ عَلَى أَنْ يَحْمِلَ نَصِيبَهُ فَحَمَلَ الطَّعَامَ كُلَّهُ فَلَا أَجْرَ لَهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَهُ الْمُسَمَّى؛ لِأَنَّ الْمَنْفَعَةَ عَيْنٌ عِنْدَهُ وَبِيعَ الْعَيْنُ شَائِعًا جَائِزٌ، وَصَارَ كَمَا إِذَا اسْتَأْجَرَ دَارًا مُشْتَرَكَةً بَيْنَهُ وَبَيْنَ غَيْرِهِ لِيَضَعَ فِيهَا الطَّعَامَ أَوْ عَبْدًا مُشْتَرَكًا لِيَحِيطَ لَهُ الثِّيَابُ وَلَنَا أَنَّهُ اسْتَأْجَرَهُ لِعَمَلٍ لَا وَجُودَ لَهُ؛ لِأَنَّ الْحَمْلَ فِعْلٌ حَسْبِي لَا يَتَصَوَّرُ فِي الشَّائِعِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ؛ لِأَنَّهُ تَصَرُّفٌ حُكْمِيٌّ، وَإِذَا لَمْ يَتَصَوَّرْ تَسْلِيمُ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ لَا يَجِبُ الْأَجْرُ، وَلِأَنَّ عَائِدِنَ جُزْءٍ يَحْمِلُهُ إِلَّا وَهُوَ شَرِيكٌ فِيهِ فَيَكُونُ عَامِلًا لِنَفْسِهِ فَلَا يَتَحَقَّقُ التَّسْلِيمُ، بِخِلَافِ الدَّارِ الْمُشْتَرَكَةِ؛ لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ هُنَالِكَ الْمَنَافِعُ وَيَتَحَقَّقُ تَسْلِيمُهَا بِدُونِ وَضْعِ الطَّعَامِ، وَبِخِلَافِ الْعَبْدِ؛ لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ إِنَّمَا هُوَ مَلِكٌ نَصِيبِ صَاحِبِهِ وَأَنَّهُ أَمْرٌ حُكْمِيٌّ يُمَكِّنُ إِيقَاعَهُ فِي الشَّائِعِ.

ترجمہ

فرمایا کہ جب غلہ دو آدمیوں میں مشترک ہو اور دونوں میں سے ایک شریک نے دوسرے شریک کو یا ایک کے گدھے کو اس کام

کے لئے کرائے پر لیا کہ اجیر مستأجر کے حصے کا غلہ اٹھا کر کہیں پہنچا دے اور اس نے پورا غلہ اٹھا کر منتقل کر دیا تو اس کو اجرت نہیں ملے گی حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اجیر کو اجرت مسمیٰ دی جائے گی اس لئے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک منفعت عین ہوتی ہے اور عین مشترک کو بیچنا جائز ہے تو یہ ایسا ہو گیا جیسے کسی نے غلہ رکھنے کے لئے ایسا گھر کرایہ پر لیا جو اس کے اور دوسرے آدمی کے درمیان مشترک ہو یا کپڑے سلانے کے لئے عبد مشترک کو اجارہ پر لیا ہو۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ شریک نے دوسرے شریک واس کام پر اجارہ کے لئے رکھا ہے جس کام میں ان کے درمیان کوئی تمیز نہیں ہے اس لئے کہ بابر اداری ایک حسی فعل ہے اور یہ مشترک چیز میں ممکن نہیں ہے بیچ کے خلاف اس لئے کہ وہ حکمی تصرف ہی اور جب معقود علیہ کی تسلیم ممکن نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ اجرت بھی واجب نہیں ہوگی اور اس لئے کہ اجیر جو بھی حصہ اٹھائے گا اس میں وہ مستأجر کا شریک ہوگا اور وہ اپنی ذات کے لئے کام کرنے والا ہوگا اور تسلیم معقود علیہ ثابت نہیں ہے مشترک گھر کے خلاف اس لئے کہ وہاں معقود علیہ منافع ہوتے ہیں اور اس میں غلہ رکھے گئے بھی اس کی تسلیم ممکن ہے اور غلام کی خلاف اس لئے کہ اس میں معقود علیہ ساتھی کے حصہ کی ملکیت ہے اور یہ حکمی فعل ہے جسکو غیر مقسوم میں ثابت کیا جاتا ہے۔

شرح

اور جب دو شخصوں میں غلہ مشترک ہے اس مشترک غلہ کے اٹھانے کے لیے ایک نے دوسرے کو اجیر کیا۔ دوسرے نے اٹھایا اس کو کچھ مزدوری نہیں ملے گی کہ جو کچھ یہ اٹھا رہا ہے اس میں خود اس کا بھی ہے لہذا اس کا کام خود اپنے لیے ہو اور مزدوری کا مستحق نہیں ہوا۔ اسی طرح ایک شریک نے دوسرے کے جانور یا گاڑی کو غلہ لادنے کے لیے کرایہ پر لیا اور وہ مشترک غلہ اس پر لاد کسی اجرت کا مستحق نہیں اور اگر اس کی کشتی کرایہ پر لی کہ آدھی میں تمہارے حصہ کا غلہ لادا جائے گا اور آدھی میں میرا، یہ جائز ہے۔ اور اگر غلہ یا مال مشترک کو تقسیم کرنے کے بعد ایک نے دوسرے سے کہا میرا حصہ میرے مکان پر پہنچا دو تم کو اتنی مزدوری دی جائے گی اب یہ اجارہ جائز ہے کہ دونوں کی چیزیں جدا جدا ہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب اجارہ، بیروت)

کرائے پر لی گئی زمین میں وضاحت نہ کرنے کا بیان

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ اَرْضًا وَلَمْ يَذْكُرْ اَنَّهٗ بَزَرَ عَهَا اَوْ اَيَّ شَيْءٍ يَزْرَعُهَا فَاَلِجَارَةُ فَاْسِدَةٌ) ؛
لَاَنَّ الْاَرْضَ تُسْتَأْجَرُ لِلزَّرَاعَةِ وَلِغَيْرِهَا ، وَكَذَا مَا يَزْرَعُ فِيهَا مُخْتَلِفٌ ، فَمِنْهُ مَا يَضُرُّ
بِالْاَرْضِ مَا لَا يَضُرُّ بِهَا غَيْرُهُ ، فَلَمْ يَكُنْ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ مَعْلُومًا . (فَاِنْ زَرَعَهَا وَمَضَى
الْاَجَلُ فَلَهُ الْمُسَمَّى) وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ .

وَفِي الْقِيَاسِ : لَا يَجُوزُ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ ؛ لِاَنَّهٗ وَقَعَ فَاْسِدًا فَلَا يَنْقَلِبُ جَائِزًا . وَجْهٌ
الاسْتِحْسَانِ اَنَّ الْجَهَالََةَ ارْتَفَعَتْ قَبْلَ تَمَامِ الْعَقْدِ فَيَنْقَلِبُ جَائِزًا ، كَمَا اِذَا ارْتَفَعَتْ فِي

حَالَةَ الْعُقْدِ ، وَصَارَ كَمَا إِذَا أَسْقَطَ الْأَجَلَ الْمَجْهُولَ قَبْلَ مُضِيِّهِ وَالْخِيَارَ الزَّائِدَ فِي الْمُدَّةِ .

ترجمہ

جب کسی آدمی نے زمین کو کرایہ پر لیا اور یہ وضاحت نہ کی کہ وہ اس میں کھیتی کرے گا یا یہ کہ کس چیز کی کھیتی کرے گا بیان نہ کیا تو اجارہ فاسد ہو جائے گا اس لئے کہ زمین کھیتی اور غیر کھیتی دونوں کے لئے کی لی جاتی ہے پس اسی طرح جو چیز اس میں بوئی جاتی ہے وہ بھی کئی طرح کی بوئی جاتی ہے ان میں سے بعض چیزیں زمین کے لئے نقصان دہ ہوتی ہیں جبکہ بعض دوسری چیزیں زمین کے لئے نقصان دہ نہیں ہوتی لہذا معقود علیہ معلوم نہیں ہوگا پس جب مستأجر نے اس زمین میں کھیتی کر لی اور اجارہ کی مدت ختم ہو گئی تو مالک کو اجرت مسمیٰ دی جائے گی یہ حکم بطور استحسان ہے جبکہ قیاس کے مطابق یہ اجارہ جائز نہیں ہے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کا بھی یہی قول ہے اس لئے کہ اجارہ فاسد واقع ہوا ہے لہذا وہ جائز نہیں ہو سکتا استحسان کی دلیل یہ ہے کہ عقد کے منتہی ہونے سے پہلے ہی جہالت ختم ہو گئی ہے اس لئے عقد جائز ہو جائے گا جس طرح کہ جب عقد کی حالت میں جہالت ختم ہو جائے اور جس طرح کہ مجہول مدت کے گزرنے سے پہلے اس کو واضح کر دیا ہے جائے اور مدت کے اندر اختیار زائد کو ساقط کر دیا جائے۔

شرح

اور جب زمین کو اجارہ پر دیا اور یہ نہیں بیان کیا کہ اس میں زراعت کریگا یا یہ کہ کس چیز کی کاشت کریگا تو اجارہ فاسد ہے کیونکہ زمین سے مختلف منافع حاصل کیے جاسکتے ہیں لہذا تعیین ضروری ہے یا یہ کہ تعمیر کر دے کہ تیرا جو جی چاہے کر اور جب یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو فاسد ہے پھر مزارع نے کاشت کی اور مدت پوری ہو گئی تو یہ اجارہ صحیح ہو گیا اور جو اجرت مقرر ہوئی تھی دینی ہوگی اور اگر مدت پوری نہ ہوئی تو اجرت مثل واجب ہوگا اور کاشت کرنے سے پہلے دونوں میں نزاع پیدا ہو جائے تو اجارہ فسخ کر دیا جائے۔

(فتاویٰ شامی، کتابہ اجارہ، بیروت)

بغداد جانے کیلئے سواری کرائے پر لینے کا بیان

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ حِمَارًا إِلَى بَغْدَادَ بِدِرْهَمٍ وَلَمْ يُسَمِّ مَا يَحْمِلُ عَلَيْهِ فَحَمَلَ مَا يَحْمِلُ النَّاسُ فَفَنَفَقَ فِي نِصْفِ الطَّرِيقِ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ) ؛ لِأَنَّ الْعَيْنَ الْمُسْتَأْجَرَ أَمَانَةٌ فِي يَدِ الْمُسْتَأْجِرِ ، وَإِنْ كَانَتْ الْأَجْرَةُ فَاسِدَةً (فَإِنْ بَلَغَ بَغْدَادَ فَلَهُ الْأَجْرُ الْمُسَمَّى اسْتِحْسَانًا) عَلَى مَا ذَكَرْنَا فِي الْمَسْأَلَةِ الْأُولَى (وَإِنْ اخْتَصَمَا قَبْلَ أَنْ يَحْمِلَ عَلَيْهِ) وَفِي الْمَسْأَلَةِ الْأُولَى قَبْلَ أَنْ يَزْرَعَ (نَقِضَتْ الْإِجَارَةُ) دَفْعًا لِلْفَسَادِ إِذَا الْفَسَادُ قَائِمٌ بَعْدَ .

ترجمہ

جب کسی نے بغداد جانے کے لئے ایک درہم کے بدلے گدھا کرایہ پر لیا لیکن جو چیز اس پر لادے گا اس کو معین نہ کیا اور پھر مستأجر نے گدھے پر وہی چیز لادی جو لوگ لادتے ہیں اور گدھا راستے میں مر گیا تو مستأجر پر ضمان نہیں ہوگا اس لئے کہ مستأجر کے پاس مستأجر چیز امانت ہوتی ہے اگرچہ اجارہ فاسد ہی کیوں نہ ہو اب اگر سامان بغداد تک پہنچ گیا تو بطور استحسان مالک اور موجر کو اجرت مسمی دی جائے گی جس طرح کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے اور جب گدھے پر سامان لادنے سے پہلے ہی موجر اور مستأجر میں جھگڑا ہو گیا اور پہلے مسئلے میں کھیتی کرنے سے پہلے دونوں میں جھگڑا ہو گیا تو فساد کو دور کرنے کے لئے اجارہ کو ختم کر دیا جائے گا کیونکہ فساد بھی بھی پایا جا رہا ہے۔

شرح

اور جب کوئی شخص مکہ معظمہ یا مدینہ طیبہ یا کسی دوسری جگہ کرایہ کے جانور پر جا رہا ہے اور سواری کا مالک مر گیا اگر اجارہ کے فتح کا حکم دیا جائے تو یہ شخص بیابان اور جنگل میں کیوں کر سفر قطع کرے گا اور وہاں قاضی یا حاکم بھی نہیں کہ وہ میت کا قائم مقام ہو کر اجارہ کا حکم دے تو جب تک ایسے مقام پر نہ پہنچ جائے جہاں قاضی وغیرہ ہوں اس وقت تک اجارہ باقی رہے گا۔

(در مختار، کتاب اجارہ، بیروت)

بَابُ ضَمَانِ الْأَجِيرِ

﴿یہ باب ضمانت اجیر کے بیان میں ہے﴾

باب ضمانت اجیر کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابر ترقی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مصنف علیہ الرحمہ اجارہ اور اس کے احکام سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے اجارہ کے بعد والے احکام کو شروع کیا ہے اور اس میں سے ضمان بھی ہے۔ اور ضمان کے مؤخر ہونے کا سبب عام ہے کیونکہ اصل عدم ضمان ہے۔ جبکہ ضمان اصل عمل کے فوت ہونے یا کسی نقص کے سبب پائی جاتی ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۱۲، ۲۲۸، بیروت)

اجیر مشترک اور اجیر خاص ہونے کا بیان

قَالَ : (الْأَجْرَاءُ عَلَى ضَرْبَيْنِ : أَجِيرٌ مُشْتَرِكٌ ، وَأَجِيرٌ خَاصٌّ . فَالْمُشْتَرِكُ مَنْ لَا يَسْتَحِقُّ الْأَجْرَةَ حَتَّى يَعْمَلَ كَالصَّبَاغِ وَالْقَصَارِ) ؛ لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ إِذَا كَانَ هُوَ الْعَمَلُ أَوْ أَثَرُهُ كَانَ لَهُ أَنْ يَعْمَلَ لِلْعَامَّةِ ؛ لِأَنَّ مَنَافِعَهُ لَمْ تَصِرْ مُسْتَحَقَّةً لِوَاحِدٍ ، فَمِنْ هَذَا الْوَجْهِ يُسَمَّى مُشْتَرِكًا .

قَالَ (وَالْمَتَاعُ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ إِنْ هَلَكَ لَمْ يَضْمَنْ شَيْئًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ ، وَيَضْمَنُهُ عِنْدَهُمَا إِلَّا مِنْ شَيْءٍ غَالِبٍ كَالْحَرِيقِ الْغَالِبِ وَالْعُدُوِّ الْمُكَابِرِ) لَهُمَا مَا رَوَى عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُمَا كَانَا يُضْمِنَانِ الْأَجِيرَ الْمُشْتَرِكَ ؛ وَلِأَنَّ الْحِفْظَ مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهِ إِذَا لَا يُمَكِّنُهُ الْعَمَلُ إِلَّا بِهِ ، فَإِذَا هَلَكَ بِسَبَبٍ يُمْكِنُ الْإِحْتِرَازُ عَنْهُ كَالْغَضَبِ وَالسَّرِقَةِ كَانَ التَّقْصِيرُ مِنْ جِهَتِهِ فَيَضْمَنُهُ كَالْوَدِيْعَةِ إِذَا كَانَتْ بِأَجْرٍ ، بِخِلَافِ مَا لَا يُمْكِنُ الْإِحْتِرَازُ عَنْهُ كَالْمَوْتِ حَتْفِ أَنْفِهِ وَالْحَرِيقِ الْغَالِبِ وَغَيْرِهِ ؛ لِأَنَّهُ لَا تَقْصِيرَ مِنْ جِهَتِهِ .

وَأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْعَيْنَ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ ؛ لِأَنَّ الْقَبْضَ حَصَلَ بِإِذْنِهِ ، وَلِهَذَا لَوْ هَلَكَ بِسَبَبٍ لَا يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ لَمْ يَضْمَنُهُ ، وَلَوْ كَانَ مَضْمُونًا لَضْمَنَهُ كَمَا فِي

الْمَغْضُوبِ ، وَالْحِفْظُ مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهِ تَبَعًا لَا مَقْصُودًا وَلِهَذَا لَا يُقَابِلُهُ الْأَجْرُ ، بِخِلَافِ
الْمُودَعِ بِأَجْرٍ ؛ لِأَنَّ الْحِفْظَ مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهِ مَقْصُودًا حَتَّى يُقَابِلَهُ الْأَجْرُ .

ترجمہ

فرمایا کہ اجیروں کی دو اقسام ہیں۔ (۱) اجیر مشترک (۲) اجیر خاص۔ اجیر مشترک اس مزدور کو کہا جاتا ہے جو کام کرنے سے پہلے مزدوری کا حقدار نہیں بن سکتا۔ جس طرح رنگ کرنے والا اور دھوبی ہے کیونکہ اس میں کام یا اس کا اثر معقود علیہ ہے اور ایسے اجیر کو لوگوں میں کام کرنے کا حق حاصل ہے کیونکہ اس کا نفع کسی ایک کیلئے خاص نہیں ہوتا اسی دلیل کے سبب اس کو اجیر مشترک کہتے ہیں۔

اور مشترک اجیر کے پاس ہونے والا سامان یہ بطور امانت ہوتا ہے اور اگر وہ سامان ہلاک ہو گیا ہے تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس مزدور پر کچھ ضمان نہ ہوگا حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔

صاحبین نے کہا ہے اجیر ضامن ہوگا ہاں البتہ جب وہ سامان کی اچانک آنے والی آفت کے سبب ہلاک ہوا ہے تو اب وہ ضامن نہ ہوگا جس طرح تیز آگ لگنے سے یاد شمنوں کے اچانک حملہ کرنے سے وہ سامان ہلاک ہوا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مشترک اجیر کو ضامن بناتے تھے صاحبین کی دلیل یہی ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ سامان کی حفاظت کرنا یہ اس پر واجب ہے۔ کیونکہ حفاظت کے سوا اس کیلئے کام کرنا ممکن نہ ہوگا۔ پس جب وہ مال ایسے سبب سے ہلاک ہوا ہے جس سے بچنا ممکن ہے تو جس طرح غصب اور چوری ہے تو یہ اجیر کی جانب سے سستی ہوگی لہذا اجیر اس کے سامان کا ضامن ہوگا۔ جس طرح اجرت پر رکھی ہوئی چیز ودیعت میں ہلاک ہو جائے مودع ضامن ہوا کرتا ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب وہ مال کسی ایسے سبب ہلاک ہوا ہے جس سے بچنا ممکن نہیں ہے جس طرح بطور رکھی گئی بکری جب خود ہی مر جائے یا تیز آگ لگنے کے سبب ہلاک ہو جائے تو اجیر ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس کی موت آنے میں اس کی جانب سے کوئی سستی نہیں پائی گئی۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ مشترک اجیر کے پاس جو چیز ہوتی ہے، وہ بطور امانت ہوا کرتی ہے کیونکہ اجیر اس پر مستأجر کے اذن سے قبضہ کرنے والا ہے لہذا اگر یہ سامان کسی ایسے سبب سے ہلاک ہو جائے کہ جس سے بچنا ممکن نہ تو وہ ضامن نہ ہوگا۔ ہاں البتہ جب وہ سامان اس کے پاس بطور ضمانت ہوتا تو ہلاکت کی صورت میں تب وہ ضامن ہوتا جس طرح غصب کردہ مال کا حکم ہے۔ جبکہ اس سامان کی حفاظت یہ بطور تبع اس پر واجب ہوتا ہے بطور قصد نہیں ہے۔ لہذا حفاظت کے مقابلے میں اجرت نہیں ہوا کرتی۔ بہ خلاف مودع بہ اجرت کے کیونکہ اس پر بطور قصد حفاظت واجب ہوا کرتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کے مقابلے میں اس کو اجرت ملا کرتی ہے۔

شرح

اجیر دو قسم کے ہیں: اجیر مشترک و اجیر خاص۔ اجیر مشترک وہ ہے جس کے لیے کسی وقت خاص میں ایک ہی شخص کا کام کرنا ضروری نہ ہو اس وقت میں دوسرے کا بھی کام کر سکتا ہو، جیسے دھوبی، درزی، حجام، حمال وغیرہم جو ایک شخص کے کام کے پابند نہیں ہیں اور اجیر خاص ایک ہی شخص کا پابند ہوتا ہے۔

اجیر خاص سے ہلاکت کے سبب ضمان نہ ہونے کا بیان

اجیر خاص کے پاس جو چیز ہے وہ امانت ہے اگر تلف ہو جائے تو ضمان واجب نہیں اگرچہ اُس کے فعل کی وجہ سے تلف ہوئی مثلاً اجیر خاص نے کپڑا دھویا اور اُس کے پکنے یا نچوڑنے سے پھٹ گیا اُس پر ضمان واجب نہیں اور اجیر مشترک سے ایسا ہوتا واجب ہے جس کا ذکر مفصل گزرا ہاں اگر اجیر خاص نے قصداً اُس چیز کو فاسد و خراب کر دیا تو اُس پر تاوان واجب ہوگا۔ (درمختار، کتاب اجارہ، بیروت)

اُس کے فعل سے کچھ نقصان ہو تو ضامن نہیں اس سے مراد وہ فعل ہے جس کی اُسے اجازت دی ہو اور اگر اُس نے کوئی ایسا کام کیا جس کی اُس کو اجازت نہیں دی تھی اور اُس کے فعل سے نقصان ہو تو تاوان اُسکے ذمہ واجب ہے مثلاً ایک کام پر وہ ملازم ہے اور دوسرا کام کیا جس کی مالک سے اجازت نہیں لی تھی اور اس کام میں چیز کا نقصان ہوا۔ (فتاویٰ شامی، کتاب اجارہ، بیروت)

اجیر مشترک کی امانت کے ضائع ہونے کا بیان

اجیر مشترک کے پاس چیز امانت ہوتی ہے اگر ضائع ہو جائے ضمان واجب نہیں اگرچہ چیز دیتے وقت یہ شرط نہ دی ہو کہ ضائع ہوگی تو ضمان لوں گا کہ یہ شرط باطل ہے۔ (درمختار، کتاب اجارہ، بیروت)

اجیر مشترک کے فعل سے اگر چیز ضائع ہوئی تو تاوان واجب ہے مثلاً دھوبی نے کپڑا پھاڑ دیا اگرچہ قصداً نہ پھاڑا ہو چاہے اُس نے خود پھاڑا یا اُس نے دوسرے سے دھلویا اُس نے پھاڑا بہر حال تاوان واجب ہے اور اس صورت میں دھلوانی کا بھی مستحق نہیں۔ (فتاویٰ شامی، کتاب اجارہ، بیروت)

اجیر کے عمل کے سبب سے چیز ہلاک ہو جانے کا بیان

قَالَ: (وَمَا تَلَفَ بِعَمَلِهِ ، فَتَخْرِيقُ الثَّوْبِ مِنْ دَقِّهِ وَزَلْقُ الْحَمَالِ وَانْقِطَاعُ الْحَبْلِ الَّذِي يَشُدُّ بِهِ الْمُكَارِي الْحِمْلَ وَغَرَقُ السَّفِينَةِ مِنْ مَدِّهِ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ) .

وَقَالَ زُفَرٌ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ : لَا ضَمَانَ عَلَيْهِ ؛ لِأَنَّهُ أَمَرَهُ بِالْفِعْلِ مُطْلَقًا فَيَنْتَظِمُهُ بِنَوْعِيهِ الْمَعِيبِ وَالسَّلِيمِ وَصَارَ كَأَجِيرِ الْوَحْدِ وَمُعِينِ الْقَصَارِ .

وَلَنَا أَنَّ الدَّاحِلَ تَحْتَ الْإِذْنِ مَا هُوَ الدَّاحِلُ تَحْتَ الْعَقْدِ وَهُوَ الْعَمَلُ الْمُصْلِحُ ؛ لِأَنَّهُ هُوَ

الْوَسِيلَةُ إِلَى الْاَثَرِ وَهُوَ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ حَقِيقَةً ، حَتَّى لَوْ حَصَلَ بِفِعْلِ الْغَيْرِ يَجِبُ الْاَجْرُ فَلَمْ يَكُنْ الْمُفْسِدُ مَاذُونًا فِيهِ ، بِخِلَافِ الْمُعِينِ ؛ لِأَنَّهُ مُتَبَرِّعٌ فَلَا يُمَكِّنُ تَقْيِيدُهُ بِالْمُصْلِحِ ؛ لِأَنَّهُ يَمْتَنِعُ عَنِ التَّبَرُّعِ ، وَفِيمَا نَحْنُ فِيهِ يَعْمَلُ بِالْاَجْرِ فَأَمَكِّنُ تَقْيِيدُهُ .
وَبِخِلَافِ أَجِيرِ الْوَحْدِ عَلَى مَا نَذَرَهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى وَانْقِطَاعِ الْحَبْلِ مِنْ قَلَّةِ اهْتِمَامِهِ فَكَانَ مِنْ صَنِيعِهِ قَالَ : (إِلَّا أَنَّهُ لَا يُضْمَنُ بِهِ بِنِي آدَمَ مِمَّنْ غَرِقَ فِي السَّفِينَةِ أَوْ سَقَطَ مِنَ الدَّابَّةِ وَإِنْ كَانَ بِسَوْقِهِ وَقُودِهِ) ؛ لِأَنَّ الْوَاجِبَ ضَمَانَ الْآدَمِيِّ . وَأَنَّهُ لَا يَجِبُ بِالْعَقْدِ . وَإِنَّمَا يَجِبُ بِالْجَنَائَةِ وَلِهَذَا يَجِبُ عَلَى الْعَاقِلَةِ ، وَضَمَانَ الْعُقُودِ لَا تَتَحَمَّلُهُ الْعَاقِلَةُ .

ترجمہ

اور جو چیز اجیر کے کام کے سبب ہلاک ہو جائے جس طرح اس کے پھٹنے سے کپڑا پھٹ جائے یا بوجھ اٹھانے والے کا پھسل جانا ہے۔ یا کرائے والے نے جس رسی کو لیا ہے اس کا ٹوٹ جانا ہے یا ملاح کے کھینچنے کے سبب کشتی کا ڈوب جانا ہے ان تمام چیزوں کی ضمانت اجیر پر ہوگی۔

حضرت امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے کہا ہے اجیر پر ضمانت نہ ہوگی کیونکہ ان چیزوں کے مالکوں نے مطلق طور پر ان کو کام کرنے کا حکم دیا ہوا ہے پس ان کا حکم دینا یہ درست عیب دونوں طرح کی اقسام کو شامل ہوگا پس یہ اجیر خاص اور دھوبی کی مدد کرنے والے کی طرح ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اجازت کے تحت اسی چیز کو شامل سمجھا جائے گا جو چیز عقد کے تحت داخل ہوگی۔ جبکہ وہ ٹھیک کام کا ہونا ہے کیونکہ درست طریقے سے کام کرنا یہی حقیقت میں مقعود علیہ کا سبب ہے یہاں تک کہ جب دوسرے عمل سے مقعود علیہ حاصل ہو تب بھی مستاجر پر اجرت لازم ہوگی پس اس میں ناقص کام کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ بہ خلاف مدد کرنے والے کے کیونکہ وہ احسان کرنے والا ہے جبکہ احسان کو درستگی کے ساتھ مقید کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ قید احسان کرنے سے روکنے والی ہے۔ اور جس مسئلہ میں ہماری بحث ہے اس میں تو اجیر جارت لیکر کام کرنے والا ہے پس اس کو صحیح سے مقید کرنا ممکن ہے بہ خلاف اجیر خاص کے۔ اور اس کو ہم ان شاء اللہ بیان کر دیں گے۔

اور باندھنے والی رسی عدم التفات کے سبب ٹوٹی ہے اور یہ اجیر کے عمل سے ہوا ہے۔ اور جب کوئی آدمی کشتی میں ڈوب کر فوت ہو جائے یا سواری گر جائے تو ملاح اور کشتی کو چلانے والا یہ ضامن نہ ہوں گے اگرچہ سواری یا کشتی کو چلانے والے عمل کے سبب موت واقع ہوئی ہو کیونکہ ضمان تو اس وقت واجب ہوتا ہے۔ (جب یہ عقد ہو) حالانکہ یہاں ضمان کا عقد کے سبب واجب نہیں ہوا کرتا بلکہ

جنایت کے سبب واجب ہوتا ہے اسی دلیل کے سبب یہ ضمان معاونت کرنے والے پر واجب ہوگا حالانکہ معاونت کرنے والا عقد کی ضمانت نہیں دیتا۔

شرح

اور جب اجیر مشترک کے پاس چیز امانت ہوتی ہے اگر ضائع ہو جائے ضمان واجب نہیں اگرچہ چیز دیتے وقت یہ شرط کر دی ہو کہ ضائع ہوگی تو ضمان لوں گا کہ یہ شرط باطل ہے۔

اور جب اجیر مشترک کے فعل سے اگر چیز ضائع ہوئی تو تاوان واجب ہے مثلاً دھوبی نے کپڑا پھاڑ دیا اگرچہ قصدانہ پھاڑا ہو چاہے اسی نے خود پھاڑا یا اس نے دوسرے سے دھلویا اس نے پھاڑا بہر حال تاوان واجب ہے اور اس صورت میں دھلائی کا بھی مستحق نہیں۔ (در مختار، کتاب اجارہ، بیروت)

اور جب کشتی پر سامان لدا ہوا ہے ملاح کشتی کھینچ کر لارہا تھا کشتی اس کے کھینچنے سے ڈوب گئی ضمان واجب ہے اور اگر مخالف ہوا یا موج دریا سے یا پہاڑی سے ٹکرا کر ڈوبی تو ضمان واجب نہیں۔

فرات سے پانی کا مٹکا اٹھانے پر اجیر لگانے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا اسْتَأْجَرَ مَنْ يَحْمِلُ لَهُ دَنًّا مِنَ الْفُرَاتِ فَوَقَعَ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ فَانْكَسَرَ، فَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيَمَتَهُ فِي الْمَكَانِ الَّذِي حَمَلَهُ وَلَا أُجْرَ لَهُ، وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيَمَتَهُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي انْكَسَرَ وَأَعْطَاهُ الْأَجْرَ بِحَسَابِهِ) أَمَّا الضَّمَانُ فَلِمَّا قُلْنَا، وَالسَّقُوطُ بِالْعِثَارِ أَوْ بِانْقِطَاعِ الْحَبْلِ وَكُلِّ ذَلِكَ مِنْ صَنِيعِهِ، وَأَمَّا الْخِيَارُ فَلِأَنَّهُ إِذَا انْكَسَرَ فِي الطَّرِيقِ، وَالْحِمْلُ شَيْءٌ وَاحِدٌ تَبَيَّنَ أَنَّهُ وَقَعَ تَعَدِّيًّا مِنْ الْإِبْتِدَاءِ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، وَلَهُ وَجْهٌ آخَرٌ وَهُوَ أَنَّ ابْتِدَاءَ الْحِمْلِ حَصَلَ بِإِذْنِهِ فَلَمْ يَكُنْ تَعَدِّيًّا، وَإِنَّمَا صَارَ تَعَدِّيًّا عِنْدَ الْكَسْرِ فَيَمِيلُ إِلَى أَيِّ الْوَجْهَيْنِ شَاءَ، وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي لَهُ الْأَجْرُ بِقَدْرِ مَا اسْتَوْفَى، وَفِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ لَا أُجْرَ لَهُ؛ لِأَنَّهُ مَا اسْتَوْفَى أَصْلًا.

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کسی آدمی کو اس لئے اجرت پر لیا ہے وہ فرات سے پانی کا گھڑا بھر کر اس کی جگہ پر پہنچا دے اور وہ گھڑا راستے میں گر کر ٹوٹ گیا ہے تو مستأجر کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو اجیر کو اس جگہ کی قیمت کا ضامن بنائے جہاں سے اس نے وہ گھڑا اٹھایا ہے اور اس کو اجرت نہ دے اور اگر وہ چاہے تو جہاں گھڑا ٹوٹا ہے وہاں کی قیمت کا ضامن بنائے اور اسی حساب سے اس کو

اجرت دیدے۔ ہاں البتہ ضمان ہونے کے وجوب کی دلیل وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور وہ گھڑا اگرچہ اس کے پھسلنے سے گرا ہے یا پھر وہ رسی کے ٹوٹ جانے کے سبب گر گیا ہے دونوں صورتوں میں اس کے عمل سے گرنے والا ہے۔ اور مستأجر کو اختیار اس لئے دیا گیا ہے کہ جب گھڑا راستے میں ٹوٹا ہے اور اس کو اٹھانے والا بھی ایک ہے تو یہ واضح ہو چکا ہے کہ اس نے یہ زیادتی شروع سے کی ہے اور اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اٹھانے کی ابتداء مستأجر کی اجازت سے ہوئی ہے۔ پس زیادتی شروع میں نہ ہوگی۔ بلکہ ٹوٹنے کے وقت سے زیادتی شمار کی جائے گی۔ پس مستأجر کو اختیار ہوگا جس کو چاہے اختیار کر لے۔ جبکہ دوسری صورت میں کام کرنے کے حساب سے اجیر کو اجرت مل جائے گی اور اس کو پہلی صورت میں اجرت نہ ملے گی کیونکہ اس مستأجر نے اجیر سے کوئی کام بھی حاصل نہیں کیا ہے۔

شرح

اور جب حمال برتن میں کوئی چیز لیے جا رہا تھا اور راستہ میں برتن ٹوٹا اور چیز ضائع ہوئی تو مالک کو اختیار ہے کہ جہاں سے لا رہا تھا وہاں اس چیز کی جو قیمت تھی وہ تاوان لے اور اس صورت میں مزدوری کچھ نہیں یا جہاں ٹوٹا وہاں کی قیمت تاوان لے اور اس صورت میں یہاں تک کی مزدوری حساب کر کے دیدے۔ (درمختار، کتاب اجارہ، بیروت)

اور جب حمال سامان لا کر لا رہا ہے پاؤں پھسلا اور سامان ٹوٹ پھوٹ گیا اس پر بھی ضمان واجب ہے یا جانور پر سامان لا کر لا رہا تھا جانور پھسلا اور سامان برباد ہو اس میں بھی ضمان واجب ہے اور اگر رسی کے ٹوٹ جانے سے سامان گر کر ضائع ہوا اس میں بھی ضمان واجب مگر جبکہ رسی خود سامان والے کی ہو تو تاوان نہیں۔ (فتاویٰ شامی، کتاب اجارہ، بیروت)

سرجن وڈاکٹر سے فصد لگوانے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا فَصَدَ الْفَصَادُ أَوْ بَزَعُ الْبَزَاغِ وَلَمْ يَتَجَاوَزْ الْمَوْضِعَ الْمُعْتَادَ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ فِيمَا عَطَبَ مِنْ ذَلِكَ .

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: بِيَطَارٍ بَزَعٌ دَابَّةٌ بِدَانِقٍ فَنَفَقَتْ أَوْ حَجَامٌ حَجَمَ عَبْدًا بِأَمْرِ مَوْلَاهُ فَمَاتَ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ) وَفِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْعِبَارَتَيْنِ نَوْعٌ بَيَانٌ .

وَوَجْهُهُ أَنَّهُ لَا يُمَكِّنُهُ التَّحَرُّزُ عَنِ السَّرَايَةِ لِأَنَّهُ يُبْتَنَى عَلَى قُوَّةِ الطَّبَاعِ وَضَعْفِهَا فِي تَحْمَلِ الْأَلَمِ فَلَا يُمَكِّنُ التَّقْيِيدُ بِالْمُصْلِحِ مِنَ الْعَمَلِ، وَلَا كَذَلِكَ دَقُّ الثَّوْبِ وَنَحْوُهُ مِمَّا قَدَّمْنَاهُ؛ لِأَنَّ قُوَّةَ الثَّوْبِ وَرِقَّتَهُ تُعْرَفُ بِالِاجْتِهَادِ فَأَمَّا كُنَّ الْقَوْلُ بِالتَّقْيِيدِ .

ترجمہ

اور جب کسی حکیم نے کسی کا زخم کاٹ دیا ہے یا کسی ڈاکٹر نے جانور کی رگ میں نشتر لگا دیا ہے اور وہ معین حد سے بڑھا نہیں ہے

اور اگر وہ جانور اس ہلاک ہو جائے تو حکیم اور ڈاکٹر پر کوئی ضمان نہ ہوگا۔

جامع صغیر میں ہے جب جانوروں کے ڈاکٹر نے ایک چھوٹے درہم کے بدلے میں کسی جانور کو نشتر لگا دیا ہے اور وہ جانور مر گیا ہے یا کسی حجام نے کسی غلام کے مالک کے حکم سے اس غلام کو کچھنہ لگایا اور اس سے غلام مر گیا ہے تو اس پر ضمان نہ ہوگا اور دونوں عبارات میں مسئلہ ایک ہی طرح بیان کیا گیا ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ زخم کے سرایت کر جانے کے عمل سے بچنا یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ تکالیف برداشت کرنے میں مریضوں کی طباع میں قوت و کمزوری پر مبنی ہوتا ہے پس اس کام کا اچھائی کے ساتھ کرنے کے مقید کرنا ممکن نہ ہوگا جبکہ کپڑا پٹخ دینا یہ دوسرے کام اس طرح نہیں ہیں کیونکہ کپڑے کی قوت و کمزوری کا علم کوشش سے کیا جاسکتا ہے۔ پس اس کو مقید کرنا ممکن ہے۔

شرح

اور جب فساد نے فصد کھولی یا پچھنا لگانے والے نے پچھنا لگایا جراح نے پھوڑا چیرا اور ان سب میں موضع معقاد سے تجاوز نہیں کیا تو ضمان واجب نہیں اور اگر جتنی جگہ پر ہونا چاہیے اس سے تجاوز کیا اور ہلاک نہیں ہوا تو جتنی زیادتی کی ہے اس کا تاوان دے اور ہلاک ہو گیا تو نصف دیت نفس واجب ہے۔ (درمختار، کتاب اجارہ، بیروت)

اجیر خاص کا مدت اجرت میں سپرد ہو جانے کا بیان

قَالَ: (وَالْأَجِيرُ الْخَاصُّ الَّذِي يَسْتَحِقُّ الْأَجْرَ بِتَسْلِيمِ نَفْسِهِ فِي الْمُدَّةِ وَإِنْ لَمْ يَعْمَلْ كَمَنْ أُسْتُوجِرَ شَهْرًا لِلْخِدْمَةِ أَوْ لِرَعْيِ الْغَنَمِ) وَإِنَّمَا سُمِّيَ أَجِيرًا وَحْدًا؛ لِأَنَّهُ لَا يُمَكِّنُهُ أَنْ يَعْمَلَ بغيرِهِ؛ لِأَنَّ مَنَافِعَهُ فِي الْمُدَّةِ صَارَتْ مُسْتَحَقَّةً لَهُ وَالْأَجْرُ مُقَابِلُ الْمَنَافِعِ، وَلِهَذَا يَبْقَى الْأَجْرُ مُسْتَحَقًّا، وَإِنْ نُقِضَ الْعَمَلُ.

ترجمہ

اور اجیر خاص وہ مزدور ہے جو مزدوری کی مدت میں اپنے آپ کو حوالے کر کے مزدوری کا حقدار بن جاتا ہے خواہ وہ کام نہ بھی کرے۔ جس طرح وہ بندہ جس کو ایک مہینے تک کام کرنے یا بکری کو چرانے کیلئے مزدوری پر لیا جائے اور اس کو اجیر خاص اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ اس کیلئے دوسرے کام کرنا ممکن نہیں ہوتا کیونکہ مدت اجارہ میں اجیر کے منافع مستاجر کیلئے خاص ہوتے ہیں اور مزدوری منافع ہی کا بدل ہے کیونکہ ثابت رہتی ہے خواہ عمل کو ختم کر دیا جائے۔

شرح

اور جب اجیر خاص اس مدت مقررہ میں اپنا ذاتی کام بھی نہیں کر سکتا اور اوقات نماز میں فرض اور سنت مؤکدہ پڑھ سکتا ہے نفل نماز پڑھنا اس کے لیے اوقات اجارہ میں جائز نہیں اور جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھنے کے لیے جانے گا مگر جامع مسجد اگر دور ہے۔

وقت زیادہ صرف ہوگا تو اتنے وقت کی اجرت کم کر دی جائے گی اور اگر نزدیک ہے تو کچھ کمی نہیں کی جائے گی اپنی اجرت پوری پائے گا۔

اور جب چرواہا اگر اجیر خاص ہے اور جتنی بکریاں چرانے کے لیے اُسے سپرد کیں اُن میں سے کچھ کم ہو گئیں جب بھی وہ پوری اجرت کا مستحق ہے بلکہ اگر ایک بکری بھی باقی نہ رہے جب بھی پوری اجرت کا مستحق ہے اور اگر بکریوں میں اضافہ ہو گیا اور اتنی زیادہ ہوئیں جن کے چرانے کی اُسے طاقت ہے تو چرانی ہوں گی اس سے انکار نہیں کر سکتا اور اجرت وہی ملے گی جو مقرر ہوئی تھی۔ (فتاویٰ شامی، کتاب اجارہ، بیروت)

اجیر خاص پر ضمان نہ ہونے کا بیان

قَالَ: (وَلَا ضَمَانَ عَلَى الْأَجِيرِ الْخَاصِّ فِيمَا تَلَفَ فِي يَدِهِ وَلَا مَا تَلَفَ مِنْ عَمَلِهِ) أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّ الْعَيْنَ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ؛ لِأَنَّهُ قَبْضُ يَدِهِ، وَهَذَا ظَاهِرٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَكَذَا عِنْدَهُمَا؛ لِأَنَّ تَضْمِينَ الْأَجِيرِ الْمُشْتَرِكِ نَوْعٌ اسْتِحْسَانٍ عِنْدَهُمَا لِصِيَانَةِ أَمْوَالِ النَّاسِ، وَالْأَجِيرُ الْوَحْدُ لَا يَتَقَبَّلُ الْأَعْمَالَ فَتَكُونُ السَّلَامَةُ غَالِبَةً فَيُؤْخَذُ فِيهِ الْقِيَاسُ، وَأَمَّا الثَّانِي فَلِأَنَّ الْمَنَافِعَ مَتَى صَارَتْ مَمْلُوكَةً لِلْمُسْتَأْجِرِ فَإِذَا أَمَرَهُ بِالتَّصَرُّفِ فِي مَلِكِهِ صَحَّ وَيَصِيرُ نَائِبًا مَنَابَهُ فَيَصِيرُ فِعْلُهُ مَنقُوعًا لَا إِلَيْهِ كَأَنَّهُ فَعَلَ بِنَفْسِهِ فَلِهَذَا لَا يَضْمَنُهُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

ترجمہ

اور جب کوئی چیز اجیر خاص کے قبضہ سے ہلاک ہو یا جو چیز اس کے عمل سے ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان نہ ہوگا اس کی پہلی صورت میں ضمان نہ ہونا اس دلیل کے سبب سے ہے کہ عین اس کے پاس امانت ہے کیونکہ اجیر اس پر قبضہ مستاجر کی اجازت سے کرنے والا ہے اور یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بالکل ظاہر ہے اور صاحبین کے نزدیک بھی اسی طرح ہے کیونکہ ان کے نزدیک اجیر خاص سے ضمان لینا ایک طرح احسان ہے تاکہ عوام کے اموال کی حفاظت ہو اور اجیر خاص دوسرے کام نہیں کرتا پس عمومی طور پر اس کا مال محفوظ رہتا ہے پس اس کے بارے میں قیاس پر عمل کیا جائے گا۔

اور دوسری صورت میں ضمان نہ ہونا اس دلیل کے سبب سے ہے کہ جب منافع مستاجر کے ہیں تو اس کا اپنی ملکیت میں تصرف کا حکم دینا درست ہے اور اجیر مستاجر کے قائم مقام ہوگا اور اس کا عمل مستاجر کی جانب منتقل کر دیا جائے گا اور یہ اسی طرح ہو جائے گا۔ کہ وہ کام خود مستاجر نے کیا ہے پس اسی سبب سے اجیر پر ضمان نہ ہوگا۔

اجیر خاص کے ہاتھ ہلاکت پر ضامن نہ ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ جب کوئی چیز اجیر خاص کے ہاتھ سے ہلاک ہوگئی تو اس بات پر اجماع کیا گیا ہے کہ وہ ضامن نہ ہوگا۔ اور یہ ہلاکت اس کے عمل معتاد سے ہوئی ہے تو اس میں امام مالک، امام احمد اور امام شافعی علیہم الرحمہ کا ظاہری مذہب یہی ہے۔ جو احناف کا مذہب ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

تلف شدہ پر ضامن ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ جب کسی شخص سے کوئی چیز مثال کے طور پر کپڑے کا جل جانا وغیرہ کی صورت میں تلف ہو جائے تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔ یہی مذہب امام شافعی، امام احمد، امام مالک، حسن اور دیگر فقہاء کا ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

بَابُ الْإِجَارَةِ عَلَى أَحَدِ الشَّرْطَيْنِ

﴿ یہ باب شرائط میں ایک شرط پر اجارہ کرنے کے بیان میں ہے ﴾

باب شرطین سے ایک شرط کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے ایک شرط پر ہونے والے اجارہ کو بیان کیا ہے۔ اور اب یہاں سے دو شرائط والے اجارہ کو بیان کر رہے ہیں۔ اور شرط واحد کا تقدم علی شرط اثین کی بحث عام ہے۔ لہذا یہاں بھی اسی تقدم و تاخر کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ (البنائے شرح الہدایہ، کتاب اجارہ، ملتان)

مختلف ڈیزائن و ورائٹی کی شرط پر سلوائی کا بیان

(وَإِذَا قَالَ لِلْخِيَاطِ إِنْ خِطْتَ هَذَا الثَّوْبَ فَارِسِيًّا فَبَدْرَهُمْ ، وَإِنْ خِطَّته رُومِيًّا فَبَدْرَهُمْ جَازًا ، وَأَيَّ عَمَلٍ مِنْ هَذَيْنِ الْعَمَلَيْنِ عَمِلَ اسْتَحَقَّ الْأَجْرَ بِهِ) وَكَذَا إِذَا قَالَ لِلصَّبَاغِ إِنْ صَبَّغْتَهُ بِعُصْفَرٍ فَبَدْرَهُمْ ، وَإِنْ صَبَّغْتَهُ بِزَعْفَرَانٍ فَبَدْرَهُمْ ، وَكَذَا إِذَا خَيْرَهُ بَيْنَ شَيْئَيْنِ بَأَنَّ قَالَ : آجَرْتُكَ هَذِهِ الدَّارَ شَهْرًا بِخَمْسَةِ أَوْ هَذِهِ الدَّارَ الْأُخْرَى بِعَشْرَةٍ ، وَكَذَا إِذَا خَيْرَهُ بَيْنَ مَسَافَتَيْنِ مُخْتَلِفَتَيْنِ بَأَنَّ قَالَ : آجَرْتُكَ هَذِهِ الدَّابَّةَ إِلَى الْكُوفَةِ بِكَذَا أَوْ إِلَى وَاسِطٍ بِكَذَا ، وَكَذَا إِذَا خَيْرَهُ بَيْنَ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ ، وَإِنْ خَيْرَهُ بَيْنَ أَرْبَعَةِ أَشْيَاءَ لَمْ يَجُزْ ، وَالْمُعْتَبَرُ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ الْبَيْعُ وَالْجَامِعُ دَفْعُ الْحَاجَةِ ، غَيْرَ أَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ اشْتِرَاطِ الْخِيَارِ فِي الْبَيْعِ ، وَفِي الْإِجَارَةِ لَا يُشْتَرَطُ ذَلِكَ ؛ لِأَنَّ الْأَجْرَ إِنَّمَا يَجِبُ بِالْعَمَلِ ، وَعِنْدَ ذَلِكَ يَصِيرُ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ مَعْلُومًا ، وَفِي الْبَيْعِ يَجِبُ الثَّمَنُ بِنَفْسِ الْعَقْدِ فَتَحَقُّقُ الْجَهَالَةِ عَلَى وَجْهِ لَا تَرْتَفَعُ الْمُنَازَعَةُ إِلَّا بِإِثْبَاتِ الْخِيَارِ

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے درزی سے کہا کہ اگر تم مجھے فارسی ڈیزائن میں یہ کپڑا سی کر دو تو تجھے ایک درہم ملے گا اور اگر رومی ڈیزائن میں سی کر دیا تو تجھے دو درہم ملیں گے تو اس طرح اجارہ کرنا جائز ہے اور درزی ان دونوں کاموں میں سے جس کام کو بھی اختیار کرے گا اسی حساب سے مزدوری ملے گی۔

اور اسی طرح جب کسی شخص نے رنگ کرنے والے سے کہا کہ اگر تم یہ کپڑا کسم کے رنگ سے رنگ کر دو تو تمہیں ایک درہم ملے گا اور اگر زعفران سے رنگ کر دو گے تو تم کو دو درہم ملیں گے۔

اسی طرح جب اس نے مستاجر کو اختیار دیتے ہوئے کہا کہ میں نے یہ گھراہانہ پانچ درہم میں دیا ہے اور یہ دوسرا گھراہانہ دس درہم میں دیا ہے اور یہ حکم اس وقت بھی ہوگا جب موجر مستاجر کو دو مسافتوں کے درمیان اختیار دیتے ہوئے کہے کہ میں نے کوئی تک لے جانے کیلئے تم کو یہ سواری دی ہے اور اس کے اتنے درہم ہیں جبکہ واسطہ جگہ کیلئے اس کے اتنے درہم ہیں۔

اور اسی طرح جب موجر کو تین تین اشیاء میں اختیار دے، البتہ جب اس نے چار چیزوں میں اختیار دیا تو یہ جائز نہ ہوگا اور ان تمام صورتوں کو بیع پر قیاس کیا جائے گا۔ اور قیاس کی جامع علت ضرورت کو دور کرنے والی ہے ہاں البتہ خیاری میں تعین کی شرط لگانا لازم ہے جبکہ اجارہ میں یہ چیز بطور شرط نہیں ہے کیونکہ اجرت کام کرنے کے بعد واجب ہوتی ہے اور معقود علیہ کو بھی کام کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے جبکہ بیع میں نفس عقد کے سبب سے ہی قیمت واجب ہو جاتی ہے پس خیاری کی شرط نہ لگانے کے سبب ایسی جہالت ثابت ہو جائے گی۔ کہ بغیر خیاری کے جھگڑا ہی ختم نہ ہوگا۔

شرح

اور جب درزی سے کہا اگر اس کپڑے کی اچکن سیو گے تو ایک روپیہ سیلائی اور شیروانی سی تو دو روپے یہ صورت جائز ہے جو سی کر لائے گا اُس کی سیلائی پائے گا۔ یوہیں رنگریز سے کہا کہ اس کپڑے کو کسم سے رنگو گے تو ایک روپیہ اور زعفران سے رنگو تو دو روپے۔ اسی طرح اگر یہ کہا کہ اس مکان میں رہو گے تو پانچ روپے کرایہ کے ہیں اور اُس میں رہو گے تو دس روپے یہ بھی جائز ہے۔ اگر تانگہ والے سے کہا کہ فلاں جگہ تک لے جاؤ گے تو ایک روپیہ کرایہ اور فلاں جگہ تو دو روپے یہ بھی جائز ہے ان سب میں جو صورت پائی گئی اسی کی اجرت دی جائے گی۔

درزی سے کہا اگر آج سی کر دیا تو ایک روپیہ اور کل دیا تو آٹھ آنے۔ اُس نے آج ہی سی کر دے دیا تو ایک روپیہ دینا ہوگا دوسرے دن دے گا تو اجرت مثل واجب ہوگی جو آٹھ آنے سے زیادہ نہ ہوگی۔

کام کو وقت کے تقدم و تاخر کے سبب اجرت میں کمی بیشی کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ : إِنْ خِطْتَهُ الْيَوْمَ فَبِذِرْهِمٍ ، وَإِنْ خِطْتَهُ غَدًا فَبِنِصْفِ دِرْهِمٍ ، فَإِنْ خَاطَهُ الْيَوْمَ

فَلَهُ دِرْهِمٌ ، وَإِنْ خَاطَهُ غَدًا فَلَهُ أَجْرٌ مِثْلِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لَا يُجَاوِزُ بِهِ نِصْفَ دِرْهِمٍ .

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : لَا يُنْقِصُ مِنْ نِصْفِ دِرْهِمٍ وَلَا يُزَادُ عَلَى دِرْهِمٍ . وَقَالَ أَبُو

يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ : الشَّرْطَانِ جَائِزَانِ) قَالَ : زُفَرٌ : الشَّرْطَانِ فَاسِدَانِ ؛ لِأَنَّ الْخِيَاطَةَ

شَيْءٌ وَاحِدٌ ، وَقَدْ ذُكِرَ بِمُقَابَلَتِهِ بَدَلَانِ عَلَى الْبَدَلِ فَيَكُونُ مَجْهُولًا ، وَهَذَا ؛ لِأَنَّ ذِكْرَ

الْيَوْمِ لِلتَّعْجِيلِ ، وَذَكَرَ الْغَدَ لِلتَّرْفِيهِ فَيَجْتَمِعُ فِي كُلِّ يَوْمٍ تَسْمِيَتَانِ . وَلَهُمَا أَنْ ذَكَرَ
الْيَوْمَ لِلتَّاقِيَتِ .

وَذَكَرَ الْغَدَ لِلتَّعْلِيْقِ فَلَا يَجْتَمِعُ فِي كُلِّ يَوْمٍ تَسْمِيَتَانِ ؛ وَلِأَنَّ التَّعْجِيلَ وَالتَّأْخِيرَ مَقْصُودٌ
فَنَزَلَ مَنْزِلَةَ اخْتِلَافِ النُّوعَيْنِ . وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ ذَكَرَ الْغَدَ لِلتَّعْلِيْقِ حَقِيْقَةً .
وَلَا يُمَكِّنُ حَمْلُ الْيَوْمِ عَلَى التَّاقِيَتِ ؛ لِأَنَّ فِيهِ فَسَادَ الْعَقْدِ لِاجْتِمَاعِ الْوَقْتِ وَالْعَمَلِ ،
وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ يَجْتَمِعُ فِي الْغَدِ تَسْمِيَتَانِ دُونَ الْيَوْمِ ، فَيَصِحُّ الْيَوْمُ الْأَوَّلُ وَيَجِبُ
الْمُسَمَّى ، وَيَفْسُدُ الثَّانِي وَيَجِبُ أَجْرُ الْمِثْلِ لَا يُجَاوِزُ بِهِ نِصْفَ دِرْهَمٍ ؛ لِأَنَّهُ هُوَ
الْمُسَمَّى فِي الْيَوْمِ الثَّانِي .

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ لَا يُزَادُ عَلَى دِرْهَمٍ وَلَا يُنْقَصُ مِنْ نِصْفِ دِرْهَمٍ ؛ لِأَنَّ التَّسْمِيَةَ
الْأُولَى لَا تَنْعَدُ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي فَتُعْتَبَرُ لِمَنْعِ الزِّيَادَةِ وَتُعْتَبَرُ التَّسْمِيَةُ الثَّانِيَةُ لِمَنْعِ
النَّقْصَانِ ، فَإِنْ خَاطَهُ فِي الْيَوْمِ الثَّلَاثِ لَا يُجَاوِزُ بِهِ نِصْفَ دِرْهَمٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ
اللَّهُ هُوَ الصَّحِيْحُ ؛ لِأَنَّهُ إِذَا لَمْ يَرْضَ بِالتَّأْخِيرِ إِلَى الْغَدِ فَبِالزِّيَادَةِ عَلَيْهِ إِلَى مَا بَعْدَ الْغَدِ
أَوْلَى

ترجمہ

اور جب مستاجر نے درزی سے کہا ہے کہ اگر تم مجھ کو کپڑے آج سی کر دو گے تو تم کو ایک درہم سلوائی کا ملے گا اور اگر تم نے کل
سی کر دیے تو تم کو نصف درہم سلوائی کا ملے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کو اجرت مثلی ملے گی جو نصف درہم سے زائد نہ ہوگی جبکہ جامع صغیر میں ہے کہ
اجرت مثلی یہ نصف سے کم نہ ہوگی۔ اور ایک درہم سے زائد نہ ہوگی۔

صاحبین نے کہا ہے کہ دونوں شرائط جائز ہیں جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دونوں شرائط فاسد ہیں۔ کیونکہ سلوائی کا کام
ایک طرح کا ہی ہے جس کے مقابلے میں ترتیب وار بدل دو بدل بیان ہوئے ہیں۔ لہذا حقیق بدل مجہول ہو جائے گا اور یہ حکم اس
دلیل کے سبب سے ہے کہ دن کا ذکر جلدی کے سبب سے ہے جبکہ کل کے دن کا ذکر کرنا یہ آسانی کے لئے ہے۔ اور مسمی میں تو ہردن
ہی شامل ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے دن کا ذکر کرنا یہ مدت کو بیان کرنے کیلئے ہے جبکہ غدا کا ذکر یہ تعلق کیلئے ہے پس ہردن میں دو مسمی نہیں

ہو سکتے۔ لہذا عجلت و لیٹ دونوں چیزیں مقصد میں سے ہیں۔ پس اس کو دو انواع کے اختلاف کے حکم میں شمار کر لیا جائے گا۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ غد کا ذکر تو یقیناً تعلق کیلئے ہے جبکہ یوم کو تاقیت پر محمول کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے اس طرح کرنے سے وقت اور عمل دونوں اکٹھے ہو جائیں گے۔ اور عقد فاسد ہو جائے گا۔ اور اس صورت میں غد میں دو مسمیٰ جمع ہو جائیں گے۔ جبکہ یوم میں نہ ہوں گے لہذا یوم کہنا درست ہو جائے گا یوم کی اجرت مسمیٰ واجب ہو جائے گی۔ اور غد کا ذکر فاسد ہو جائے گا۔ اور غد میں اجرت مثلی واجب ہو جائے گی۔ جو نصف درہم سے زائد نہ ہوگی کیونکہ غد میں نصف درہم ہی اجرت مسمیٰ ہے۔ جامع صغیر میں ہے۔ اجرت مثلی ایک درہم سے زائد اور نصف درہم سے کم نہ ہوگی۔ لہذا یوم ثانی میں پہلا تسمیہ معدوم نہیں ہے پس زیادتی کو روکنے کیلئے اسکا اعتبار کر لیا جائے گا اور کمی کو روکنے کیلئے دوسرے تسمیہ کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور جب درزی نے وہ کپڑا تیسرے دن میں سی کر دیا ہے۔

تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی اجرت نصف درہم سے کم نہ ہوگی۔ صحیح روایت اسی طرح ہے کیونکہ نصف درہم کے بارے میں مستاجر جب کل تک کی دیر کرنے پر رضا مند نہیں ہے تو کل کے بعد نصف درہم کے اضافے پر وہ کسی طرح رضا مند ہو سکے گا؟

شرح

اور اگر درزی سے یہ کہا ہے کہ آج سی دے گا تو ایک روپیہ اور کل سیا تو کچھ اجرت نہیں اگر آج سیا تو ایک روپیہ ملے گا اور دوسرے دن سیا تو اجرت مثل ملے گی جو ایک روپیہ سے زائد نہ ہوگی۔ اور جب درزی سے کہا اگر تم نے خود سیا تو ایک روپیہ اور شاگرد سے سلوایا تو آٹھ آنے یہ بھی جائز ہے جس نے سیا اس کے لیے جو مزدوری مقرر ہے وہ ملے گی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب اجارہ، بیروت)

جس طرح دو چیزوں میں اختیار دیا جاسکتا ہے تین چیزوں میں بھی ہو سکتا ہے چار چیزوں میں اختیار دیا یہ ناجائز ہے۔

دکان میں عطار کیلئے ایک درہم کرایہ معین کرنے کا بیان

(وَ لَوْ قَالَ : إِنْ سَكَنْتَ فِي هَذَا الدُّكَّانِ عَطَّارًا فَبِدْرْهِمٍ فِي الشَّهْرِ ، وَإِنْ سَكَنْتَهُ حَدَّادًا فَبِدْرْهِمَيْنِ جَازٍ ، وَأَيُّ الْأُمْرَيْنِ فَعَلَ اسْتَحَقَّ الْأَجْرَ الْمُسَمَّى فِيهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .
 وَقَالَ : الْبِجَارَةُ فَاسِدَةٌ ، وَكَذَا إِذَا اسْتَأْجَرَ بَيْتًا عَلَى أَنَّهُ إِنْ سَكَنَ فِيهِ عَطَّارًا فَبِدْرْهِمٍ ، وَإِنْ سَكَنَ فِيهِ حَدَّادًا فَبِدْرْهِمَيْنِ فَهُوَ جَائِزٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ : لَا يَجُوزُ

(

ترجمہ

اور جب مالک مستاجر سے کہہ دیا ہے کہ تم اس دکان میں کسی عطاری کو لا کر بٹھا دو تو ایک درہم ماہانہ کرایہ ہوگا اور کسی لوہار کو لائے گا تو دو درہم کرایہ ماہانہ ہوگا تو عقد جائز ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مستاجر جو کام بھی کرے گا وہ اجرت مستمی کا حقدار بن جائے گا۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ ایسا اجارہ فاسد ہے۔ اور اسی طرح جب کسی شخص نے اس شرط کے ساتھ مکان کرائے پر لیا ہے کہ اگر مستاجر خود اس میں رہائش پذیر ہوگا تو اس کا کرایہ ایک درہم ہوگا اور اس نے کسی لوہار کو اس میں رکھا تو کرایہ دو درہم ہوگا تو یہ عقد امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

شرح

اور اگر اس دکان یا مکان میں اگر تم نے عطار کو رکھا تو ایک روپیہ کرایہ اور لوہار کو رکھا تو دو روپے یہ بھی جائز ہے۔

مقام حیرہ تک جانے کیلئے سواری کرائے پر لینے کا بیان

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ دَابَّةً إِلَى الْحِيرَةِ بِدِرْهَمٍ وَإِنْ جَاوَزَ بِهَا إِلَى الْقَادِسِيَّةِ فَبِدِرْهَمَيْنِ فَهُوَ جَائِزٌ ، وَيُحْتَمَلُ الْخِلَافُ وَإِنْ اسْتَأْجَرَهَا إِلَى الْحِيرَةِ عَلَى أَنَّهُ إِنْ حَمَلَ عَلَيْهَا كَرَّ شَعِيرٍ فَبِنِصْفِ دِرْهَمٍ ، وَإِنْ حَمَلَ عَلَيْهَا كَرَّ حِنْطَةٍ فَبِدِرْهَمٍ فَهُوَ جَائِزٌ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ .

وَقَالَ (لَا يَجُوزُ) وَجْهٌ قَوْلُهُمَا أَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ مَجْهُولٌ ، وَكَذَا الْأَجْرُ أَحَدُ الشَّيْئَيْنِ ، وَهُوَ مَجْهُولٌ وَالْجَهَالَةُ تُوجِبُ الْفُسَادَ ، بِخِلَافِ الْخِيَاطَةِ الرُّومِيَّةِ وَالْفَارِسِيَّةِ ؛ لِأَنَّ الْأَجْرَ يَجِبُ بِالْعَمَلِ وَعِنْدَهُ تَرْتِفُ الْجَهَالَةُ .

أَمَّا فِي هَذِهِ الْمَسَائِلِ يَجِبُ الْأَجْرُ بِالتَّخْلِيَةِ وَالتَّسْلِيمِ فَتَبْقَى الْجَهَالَةُ ، وَهَذَا الْحَرْفُ هُوَ الْأَصْلُ عِنْدَهُمَا . وَأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ خَيْرَهُ بَيْنَ عَقْدَيْنِ صَحِيحَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ فَيَصِحُّ كَمَا فِي مَسْأَلَةِ الرُّومِيَّةِ وَالْفَارِسِيَّةِ ، وَهَذَا ؛ لِأَنَّ سُكْنَاهُ بِنَفْسِهِ يُخَالِفُ إِسْكَانَهُ الْحَدَّادِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ ذَلِكَ فِي مُطْلَقِ الْعَقْدِ وَكَذَا فِي أَخْوَاتِهَا ، وَالْإِجَارَةُ تُعَقَّدُ لِلانْتِفَاعِ وَعِنْدَهُ تَرْتِفُ الْجَهَالَةُ ، وَلَوْ أُحْتِجَّ إِلَى الْإِجَابِ بِمُجَرَّدِ التَّسْلِيمِ يَجِبُ أَقْلُ الْأَجْرَيْنِ لِلتَّيَقُّنِ بِهِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے مقام حیرہ تک جانے کیلئے ایک درہم میں سواری کرائے پر لے لی ہے اور جب وہ حیرہ سے بڑھ قادیہ تک جا پہنچا ہے تو کرایہ دو درہم ہوگا اور یہ عقد بھی جائز ہوگا مگر اس میں اختلاف کی وسعت موجود ہے۔
اور جب کسی شخص نے حیرہ تک جانے کیلئے سواری اس شرط کے ساتھ کرائے پر لی ہے کہ اگر وہ ایک من جو اس پر لادے گا تو نصف درہم کرایہ ہوگا اور اگر وہ ایک من گندم لادے گا تو کرایہ ایک درہم ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ عقد جائز ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے اور ان کے قول کی دلیل یہ ہے کہ معقود علیہ مجہول ہے جبکہ اجرت دو چیزوں میں سے ایک کی ہے اور وہ بھی مجہول ہے لہذا جہالت فساد کو واجب کرنے والی ہے بہ خلاف رومی و فارسی سلوائی کے کیونکہ اجرت ہمیشہ کام کرنے کے بعد واجب ہوا کرتی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور اس وقت جہالت دور ہو جاتی ہے لہذا ان مسائل میں خالی کرنے اور سپرد کرنے کے سبب اجرت واجب ہو جائے گی جبکہ جہالت باقی رہتی ہے اور صاحبین کی بنیادی دلیل بھی یہی ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ موجرنے مستاجر کو دو مختلف اور صحیح عقد کے درمیان اختیار دیا ہے پس اس کا یہ اختیار دینا درست ہوگا جس طرح رومی و فارسی والے مسئلہ میں درست ہے۔ اور یہ حکم اس دلیل سے بھی ہے کہ مستاجر کا خود اس مکان میں رہنا یہ لوہار کو رکھنے سے مختلف ہے کیا آپ غور نہیں کرتے کہ مطلق عقد کے تحت دوسرے کو رکھنا درست نہیں ہے اور اجارہ کی دوسری صورتوں کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ اجارہ حاصل کرنے کیلئے منعقد کیا جاتا ہے جبکہ نفع کے حصول کے وقت جہالت ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور جب صرف سپرد کرنے سے مزدوری کی ضروری ہو جائے تو دونوں مزدوریوں میں سے جو تھوڑی ہوگی وہ لازم ہو جائے گی۔

شرح

اور جب جانور کے مالک کو یہ حق نہیں ہے کہ جانور کو کرایہ پر دینے کے بعد مستاجر کے ساتھ کچھ اپنا سامان بھی لادے مگر اس نے اپنا سامان رکھ دیا اور جانور منزل مقصود تک پہنچ گیا تو مستاجر کو پورا کرایہ دینا ہوگا یہ نہ ہوگا کہ چونکہ اس نے اپنا سامان بھی رکھ دیا ہے لہذا کرایہ سے اس کی مقدار کم کی جائے۔ اور مکان میں یہ صورت ہو کہ مالک مکان نے ایک حصہ مکان میں اپنا سامان رکھا تو پورے کرایہ سے اس حصہ کے کرایہ کی کمی کر دی جائے گی۔ (درمختار، کتاب اجارہ، بیروت)

ہل جوتے سے لیے بیل کرایہ پر لیا ایک بیگہ جو تھرا تھا اس نے ڈیڑھ بیگہ جوت لیا اور بیل ہلاک ہو گیا پوری قیمت ہ تاوان دینا ہوگا۔ یوہیں چکی چلانے کے لیے بیل کرایہ پر لیا جتنے من پینا قرار پایا اس سے زیادہ پینا اور بیل ہلاک ہو پوری قیمت کا تاوان دینا ہوگا ان دونوں صورتوں میں صرف زیادتی کے مقابل میں تاوان نہیں بلکہ پورا تاوان ہے۔

(فتاویٰ شامی، کتاب اجارہ، بیروت)

کتابُ اِجَارَةِ الْعَبْدِ

﴿یہ باب غلام کے اجارہ کے بیان میں ہے﴾

باب اجارہ غلام کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس طرح چیزوں کا عین اور دیگر کئی اشیاء کو اجارہ پر لیا جاتا ہے اسی طرح غلام بھی کرایہ پر لیا جاتا ہے۔ مگر غلام رقیقیت کے اعتبار سے اعیان سے کم درجے میں ہیں پس ان کے احکام و مسائل کو اعیان کے اجارہ کے احکام کے بعد ذکر کیا ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، کتاب اجارہ، ملتان)

خدمت کیلئے غلام کو اجارہ پر لینے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ عَبْدًا لِلْخِدْمَةِ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُسَافِرَ بِهِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ ذَلِكَ) ؛ لِأَنَّ خِدْمَةَ السَّفَرِ اشْتَمَلَتْ عَلَى زِيَادَةٍ مَشَقَّةٍ فَلَا يَنْتَظِمُهَا الْإِطْلَاقُ ، وَلِهَذَا جُعِلَ السَّفَرُ عُذْرًا فَلَا بُدَّ مِنْ اسْتِئْذَانِهِ كِاسْكَانِ الْحَدَادِ وَالْقَصَارِ فِي الدَّارِ ، وَلِأَنَّ التَّفَاوُتَ بَيْنَ الْخِدْمَتَيْنِ ظَاهِرٌ ، فَإِذَا تَعَيَّنَ الْخِدْمَةُ فِي الْحَضَرِ لَا يَبْتَدِئُ غَيْرُهُ دَاخِلًا كَمَا فِي الرُّكُوبِ

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے خدمت کیلئے غلام کو اجرت پر لیا ہے تو مستاجر کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ غلام کو سفر پر ساتھ لے کر جائے ہاں البتہ جب وہ عقد کے وقت شرط لگا دے کیونکہ سفری خدمت میں مشقت زیادہ ہوتی ہے۔ پس مطلق عقد میں یہ خدمت شامل نہ ہوگی اسی دلیل کے سبب سے فسخ اجارہ کیلئے سفر کو عذر قرار دیا گیا ہے پس اس کو مشروط کرنا لازم ہوگا۔ جس طرح مستاجر ہ مکان میں جب لوہار اور دھوبی کو رکھنے کیلئے شرط لگانا لازم ہے کیونکہ سفر و شہر کی سہولیات میں فرق واضح ہے۔ پس جب شہر کی خدمت معین ہوگئی ہے تو اس کے سوا دوسری کوئی خدمت اس عقد میں داخل نہ ہوگی جس طرح سوار یوں میں ہوا کرتا ہے۔

مستاجر کا غلام کو سفر پر لے جانے کی ممانعت میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے خدمت کیلئے اجرت پر کوئی غلام لیا ہے تو وہ شخص اس غلام کو سفر پر نہیں لے کر جاسکتا۔ اور اگر وہ سفر پر لے گیا اور غلام ہلاک ہو گیا تو وہ ضامن ہوگا کیونکہ وہ غاصب ہے

اور اگر صحیح و سلامت واپس لے آیا تو اس کیلئے کوئی اجرت نہ ہوگی یہ ائمہ احناف کے نزدیک ہے کیونکہ ہمارے نزدیک اس اجرت اور ضمان یہ دونوں جمع نہیں ہوتیں۔ جبکہ حضرت امام مالک، امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

عبد مجبور کو اجارہ پر لے جانے کا بیان

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ عَبْدًا مَحْجُورًا عَلَيْهِ شَهْرًا وَأَعْطَاهُ الْأَجْرَ فَلَيْسَ لِلْمُسْتَأْجِرِ أَنْ يَأْخُذَ مِنْهُ الْأَجْرَ) وَأَصْلُهُ أَنَّ الْإِجَارَةَ صَحِيحَةٌ اسْتِحْسَانًا إِذَا فَرَغَ مِنَ الْعَمَلِ . وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا يَجُوزُ لِانْعِدَامِ إِذْنِ الْمَوْلَى وَقِيَامِ الْحَجْرِ فَصَارَ كَمَا إِذَا هَلَكَ الْعَبْدُ . وَجَهٌ لِاسْتِحْسَانِ أَنْ التَّصَرُّفَ نَافِعٌ عَلَى اعْتِبَارِ الْفَرَاغِ سَالِمًا ضَارٌّ عَلَى اعْتِبَارِ هَلَاكِ الْعَبْدِ ، وَالنَّافِعُ مَأْذُونٌ فِيهِ كَقَبُولِ الْهَبَةِ ، وَإِذَا جَازَ ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ لِلْمُسْتَأْجِرِ أَنْ يَأْخُذَ مِنْهُ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے ایک ماہ کیلئے کوئی مجبور غلام کرائے پر لیا اور اس کو اجرت بھی دے دی تو مستاجر کو اس سے وہ اجرت واپس لینے کا حق نہ ہوگا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ کام کرنے سے فارغ ہو جائے تو بطور استحسان یہ اجارہ صحیح ہے جبکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ اجارہ جائز نہ ہو۔ کیونکہ آقا کی اجازت نہیں ہے اور اس پر پابندی بھی لگائی گئی ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح وہ غلام فوت ہو چکا ہے۔ اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ غلام درست طریقے سے کام کر کے فارغ ہو جائے تو آقا کے حق میں یہ تصرف فائدے مند ہوگا مگر جب غلام فوت ہو جائے تو یہ تصرف آقا کے حق میں نقصان ثابت ہوگا۔ جبکہ اس کو فائدے والے تصرف کی اجازت ہوتی ہے جس طرح ہبہ قبول کرنا ہے اور جب یہ جائز ہے تو مستاجر کیلئے یہ حق نہ ہوگا کہ وہ اجرت واپس لے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب نابالغ کو اس کے باپ نے کھانے کپڑے پر ایک سال کے لیے نوکر رکھوا دیا جب مدت پوری ہوئی تو اجرت مثل کا مطالبہ کر سکتا ہے کیونکہ جو اجارہ منعقد کیا تھا وہ بوجہ اجرت مجہول ہونے کے فاسد ہے اور سال بھر تک جو مستاجر نے لڑکے کو کھلایا ہے یہ تبرع ہے اس کو منہا نہیں کیا جاسکتا البتہ جو کپڑے اسکے پاس اس کے دیے ہوئے ہوں ان کو واپس لے سکتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب اجارہ، بیروت)

اور جب نابالغ لڑکا جس کو ولی نے منع کر دیا ہے اس نے اجرت پر کام کرنے کے لیے عقد کیا یہ اجارہ ناجائز ہے مگر کام کرنے کے بعد پوری اجرت کا مستحق ہوگا اور اگر اس کام میں ہلاک ہو گیا تو دیت واجب ہوگی۔

(فتاویٰ شامی، کتاب اجارہ، بیروت)

غصب شدہ غلام کا مزدوری کرنے کا بیان

(وَمَنْ غَصَبَ عَبْدًا فَاجَرَ الْعَبْدُ نَفْسَهُ فَأَخَذَ الْغَاصِبُ الْأَجْرَ فَأَكَلَهُ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَقَالَ : هُوَ ضَامِنٌ) ؛ لِأَنَّهُ أَكَلَ مَالَ الْمَالِكِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ ، إِذِ الْبِجَارَةُ قَدْ صَحَّتْ عَلَى مَا مَرَّ .

وَلَهُ أَنَّ الضَّمَانَ إِنَّمَا يَجِبُ بِاتِّلَافِ مَالٍ مُحْرَزٍ ؛ لِأَنَّ التَّقْوَمَ بِهِ ، وَهَذَا غَيْرُ مُحْرَزٍ فِي حَقِّ الْغَاصِبِ ؛ لِأَنَّ الْعَبْدَ لَا يُحْرَزُ نَفْسُهُ عَنْهُ فَكَيْفَ يُحْرَزُ مَا فِي يَدِهِ .

(وَإِنْ وَجَدَ الْمَوْلَى الْأَجْرَ قَائِمًا بَعِيْنِهِ أَخَذَهُ) ؛ لِأَنَّهُ وَجَدَ عَيْنَ مَالِهِ (وَيَجُوزُ قَبْضُ الْعَبْدِ الْأَجْرَ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) ؛ لِأَنَّهُ مَأْذُونٌ لَهُ فِي التَّصَرُّفِ عَلَى اعْتِبَارِ الْفَرَاعِ عَلَى مَا مَرَّ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے غلام کو غصب کر لیا اور اس غلام نے اپنے آپ کو مزدوری پر لگایا ہے مگر غاصب نے اس کی مزدوری لے کر استعمال بھی کر ڈالی ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک غاصب پر ضمان ۱۰۰ نہ ہوگا۔ صاحبین نے کہا ہے کہ غاصب پر ضمان ہوگا کیونکہ اس نے مالک کی اجازت بغیر اس کا مال کھایا ہے کیونکہ اس طرح اجارہ صحیح ہو چکا تھا جس طرح اس کا مسئلہ گزر چکا ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے محفوظ مال کو ہلاک کرنے کے سبب ضمان واجب ہوتا ہے کیونکہ احراز سے تقوم ثابت ہوتا ہے جبکہ اس صورت میں جو مال ہے اور غاصب کے حق میں محرز نہیں ہے کیونکہ جب غلام خود کو غاصب سے محفوظ نہیں رکھ سکا ہے تو وہ اپنے پاس موجود مال کو کس طرح محفوظ رکھ سکے گا۔

اور جب آقا مزدوری کو اس کی اصلی صورت میں پالے۔ کیونکہ آقا اپنا ہی مال لینے والا ہے جبکہ غلام کی مزدوری پر قبضہ کرنا بہ اتفاق جائز ہے کیونکہ غلام کو درنگی کے ساتھ کام سے فراغت کے اعتبار سے اس غلام کو تصرف کے حق میں عبد ماذون قرار دیا جائے گا

شرح

اور جب ایک چیز اجرت پر لی ہے اور ابھی اس میں تصرف بھی نہیں کیا ہے کہ مالک اور مستاجر میں اختلاف ہو گیا مستاجر کہتا ہے اجرت پانچ روپے ہے اور مالک دس روپے بتاتا ہے جو گواہ پیش کرے اس کے موافق حکم ہوگا اور دونوں نے گواہ پیش کیے تو مالک کے گواہ پر فیصلہ ہوگا اور اگر کسی کے پاس گواہ نہیں تو دونوں پر حلف ہے اور مستاجر سے پہلے قسم کھلائی جائے اگر دونوں قسم

کھا جائیں اجارہ کو فسخ کر دیا جائے۔ (خانہ)

دو ماہ کیلئے غلام کو کرائے پر لینے کا بیان

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ عَبْدًا هَذَيْنِ الشَّهْرَيْنِ شَهْرًا بِأَرْبَعَةٍ وَشَهْرًا بِخَمْسَةٍ فَهُوَ جَائِزٌ ، وَالْأَوَّلُ مِنْهُمَا بِأَرْبَعَةٍ) ؛ لِأَنَّ الشَّهْرَ الْمَذْكُورَ أَوَّلًا يَنْصَرِفُ إِلَى مَا يَلِي الْعَقْدَ تَحْرِيًّا لِلْجَوَازِ أَوْ نَظْرًا إِلَى تَنْجِزِ الْحَاجَةِ فَيَنْصَرِفُ الثَّانِي إِلَى مَا يَلِي الْأَوَّلَ ضَرُورَةً .

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ عَبْدًا شَهْرًا بِدِرْهَمٍ فَقَبْضُهُ فِي أَوَّلِ الشَّهْرِ ثُمَّ جَاءَ آخِرُ الشَّهْرِ ، وَهُوَ أَبَقٌ أَوْ مَرِيضٌ فَقَالَ الْمُسْتَأْجِرُ أَبَقَ أَوْ مَرِيضٌ حِينَ أَخَذْتَهُ وَقَالَ الْمَوْلَى لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ إِلَّا قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَنِي بِسَاعَةِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُسْتَأْجِرِ ، وَإِنْ جَاءَ بِهِ ، وَهُوَ صَحِيحٌ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُؤَجَّرِ) ؛ لِأَنَّهُمَا اخْتَلَفَا فِي أَمْرٍ مُحْتَمَلٍ فَيَتَرَجَّحُ بِحُكْمِ الْحَالِ ، إِذْ هُوَ دَلِيلٌ عَلَى قِيَامِهِ مِنْ قَبْلُ وَهُوَ يَصْلُحُ مُرَجَّحًا إِنْ لَمْ يَصْلُحْ حُجَّةً فِي نَفْسِهِ . أَصْلُهُ الْإِخْتِلَافُ فِي جَرِيَانِ مَاءِ الطَّاحُونَةِ وَانْقِطَاعِهِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے اس طرح دو ماہ کیلئے غلام کو کرائے پر لیا کہ وہ پہلے ماہ اس کا چار درہم مزدوری دے گا جبکہ دوسرے مہینے اس کو پانچ درہم مزدوری دے تو یہ عقد جائز ہے اور ان میں سے پہلے ماہ کی اجر چار جبکہ دوسرے ماہ کی اجرت پانچ درہم ہوگی۔ اور وہ عقد اتصال کے سبب مہینے کی جانب راجع ہوگا تا کہ عقد کو جائز قرار دیا جائے اور مستاجر کی ضرورت کو فوری طور پر نافذ کر دیا جائے گا اور اس کے بعد دوسرا پہلے شہر کی جانب اتصال عقد کے سبب یقیناً راجع ہوگا۔

اور جب کسی شخص نے ایک درہم کے بدلے میں غلام کو کرائے پر حاصل کیا اور ماہ کے شروع ہی میں اس پر قبضہ بھی کر لیا اور اس کے بعد جب مہینے کے آخری دن آئے تو وہ غلام بھگوڑا تھا یا وہ بیمار تھا اور مستاجر کہنے لگا کہ جس وقت سے میں نے اس کو لیا تھا یہ تو تب کافراری یا بیمار تھا جبکہ آقا نے کہا کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ تمہارے پاس آنے سے کچھ دیر پہلے وہ بھاگا ہے یا بیمار ہوا ہے تو مستاجر کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور جب مستاجر اسی حالت میں غلام کو آقا کے پاس لے گیا کہ وہ تندرست ہے تو اب آقا کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ ان دونوں کے درمیان اختلاف ایسی چیز میں ہوا ہے جس کا واقع ہونا ممکن ہے پس جو قول موجودہ حالت کے مطابق ہوگا اسی ترجیح دی جائے گی۔ کیونکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہی حال پہلے سے موجود ہے اور اس کی ترجیح بھی درست ہے اگرچہ ترجیح بہ ذات خود

دلیل نہیں بنتی۔ اور اس اختلاف کی اصل وہی اختلاف ہے جو پن چکی سے پانی کے جاری ہونے یا نہ ہونے کے بیان گزر چکا ہے۔

ایک اختلاف کو دوسرے اختلاف پر قیاس کرنے کا بیان

اور جب کسی شخص نے پن چکی کرایہ پردی ہے مستاجر کہتا ہے نہر میں پانی تھا ہی نہیں اس وجہ سے پن چکی چل نہ سکی لہذا کرایہ دینا مجھ پر لازم نہیں اور چکی کا مالک کہتا ہے پانی تھا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر گواہ نہ ہوں تو اس وقت جو حالت ہو اسی کے موافق زمانہ گزشتہ کے متعلق حکم دیا جائے گا اگر پانی اس وقت ہے تو مالک کی بات مانی جائے گی اور نہیں ہے تو مستاجر کی بات معتبر ہے اور جس کی بات بھی معتبر ہوگی قسم کے ساتھ معتبر ہوگی۔ اور پن چکی کا پانی کچھ دنوں بند رہا مگر کتنے دنوں بند رہا اس میں موجر اور مستاجر دونوں کا اختلاف ہے مستاجر کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی۔ (درمختار، کتاب اجارہ، بیروت)

اور جب کسی شخص نے پن چکی کرایہ پردی اور یہ شرط کر دی کہ پانی رہے یا نہ رہے ہر صورت میں کرایہ دینا ہوگا اس شرط کی وجہ سے اجارہ فاسد ہوگا اور جن دنوں میں پانی نہ تھا ان کا کرایہ واجب نہ ہوگا پانی جاری رہنے کے زمانے کی اجرت مثل واجب ہوگی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب اجارہ، بیروت)

بَابُ الْاِخْتِلَافِ فِي الْاِحَارَةِ

﴿ یہ باب مؤجر و مستاجر کے درمیان اختلاف میں ہے ﴾

باب مؤجر و مستاجر کے اختلاف کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابر ترقی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب متعاقدین کے متفقہ مسائل سے فارغ ہوئے ہیں کیونکہ اصل وہی مسائل ہیں۔ تو اب انہوں نے متعاقدین کے درمیان اختلافی مسائل کو بیان کرنا شروع کیا ہے اور یہ فرٹا ہے۔ کیونکہ اختلاف یقیناً کسی عارض کے سبب لاحق ہونے والا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

درزی اور کپڑے سلوانے والے کے درمیان اختلاف کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا اخْتَلَفَ الْخِيَّاطُ وَرَبُّ الثَّوْبِ فَقَالَ رَبُّ الثَّوْبِ أَمَرْتُكَ أَنْ تَعْمَلَهُ قَبَاءً وَقَالَ الْخِيَّاطُ بَلْ قَمِيصًا أَوْ قَالَ: صَاحِبُ الثَّوْبِ لِلصَّبَاغِ أَمَرْتُكَ أَنْ تَصْبُغَهُ أَحْمَرَ فَصَبَّغْتَهُ أَصْفَرَ وَقَالَ الصَّبَاغُ لَا بَلْ أَمَرْتَنِي أَصْفَرَ فَالْقَوْلُ لِصَاحِبِ الثَّوْبِ)؛ لِأَنَّ الْبِإِذْنَ يُسْتَفَادُ مِنْ جِهَتِهِ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ أَنْكَرَ أَصْلَ الْبِإِذَنِ كَانَ الْقَوْلُ قَوْلَهُ فَكَذَا إِذَا أَنْكَرَ صِفَتَهُ، لَكِنْ يَحْلِفُ؛ لِأَنَّهُ أَنْكَرَ شَيْئًا لَوْ أَقْرَبَهُ لَرِمَهُ.

قَالَ: (وَإِذَا حَلَفَ فَالْخِيَّاطُ ضَامِنٌ) وَمَعْنَاهُ مَا مَرَّ مِنْ قَبْلُ أَنَّهُ بِالْخِيَّارِ إِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَهُ، وَأَعْطَاهُ أَجْرَ مِثْلِهِ، وَكَذَا يُخَيَّرُ فِي مَسْأَلَةِ الصَّبْغِ إِذَا حَلَفَ إِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيَمَةَ الثَّوْبِ أبيض، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ الثَّوْبَ وَأَعْطَاهُ أَجْرَ مِثْلِهِ لَا يُتَجَاوَزُ بِهِ الْمُسَمَّى. وَذَكَرَ فِي بَعْضِ النُّسخِ: يُضَمَّنُهُ مَا زَادَ الصَّبْغُ فِيهِ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ النَّصَبِ.

ترجمہ

اور جب درزی اور کپڑے کے مالک کے درمیان اختلاف ہو گیا مالک کہتا ہے کہ میں نے تجھ کو قباء سینے کیلئے کہا تھا جبکہ درزی کہتا ہے کہ تم نے مجھے قمیض سینے کا کہہ گئے تھے۔ یا کپڑے والے نے رنگنے والے سے کہا کہ میں نے تجھ کو سرخ رنگ میں رنگنے کیلئے کہا تھا۔ جبکہ تو نے پیلے کلمر میں رنگ دیا اور رنگنے والے نے کہا کہ نہیں تم مجھے پیلے رنگ میں کپڑا رنگنے کیلئے کہا تھا تو اس میں کپڑے کے مالک کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ اجازت اسی کی جانب سے حاصل کی گئی ہے۔ کیا آپ غور نہیں کرتے کہ جب مالک اصل اجازت سے انکار کر دے تب بھی اسی کے قول کا اعتبار کیا جائے گا لہذا صفت کا انکار کرنے میں بھی اسی کے قول کا اعتبار کیا

جائے گا۔ مگر اس سے قسم لی جائے گی۔ کیونکہ اس نے ایسی چیز کا انکار کیا ہے اور اگر وہ اس کا اقرار کر لے تو وہ چیز اس پر لازم ہو جائے گی۔ اور اگر مالک قسم اٹھالیتا ہے تو درزی ضامن ہوگا اور اس کا حکم وہی ہے جو اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ کہ مالک کو اختیار ہوگا وہ چاہے تو اس کو کپڑے کا ضامن بنائے اور اگر وہ چاہے تو سلا ہوا کپڑا لے کر اس کو اجرت دیدے۔ اور اسی طرح رنگنے والا مسئلہ ہے۔ یعنی جب مالک قسم اٹھالیتا ہے تو اس کو اختیار ہوگا وہ چاہے تو رنگنے والے کو سفید کپڑے کا ضامن بنائے اور اگر وہ چاہے تو کپڑا واپس کر لے۔ اور اس کو اجرت مثلی دیدے۔ جو معین کی گئی اجرت سے زائد نہ ہوگی۔ اور قدوری کے بعض نسخہ جات میں ہے کہ مالک رنگنے والے کو اس چیز کا ضامن بنائے جس کے سبب قیمت میں اضافہ ہوا ہے کیونکہ رنگنے والا غاصب کے حکم میں جا چکا ہے۔

شرح

اور جب کپڑا سینے کو دیا تھا یہ کہتا ہے میں نے قمیص سینے کو کہا تھا درزی کہتا ہے اچکن سینے کو کہا تھا یا رنگنے کو دیا یہ کہتا ہے میں نے سُرخ رنگنے کو کہا تھا رنگریز کہتا ہے زرد رنگنے کے لیے کہا تھا تو کپڑے والے کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اور جب اُس نے قسم کھائی تو اختیار ہے کہ اپنے کپڑے کا تاوان لے یا اسی کو لے اور اجرت مثل دیدے۔

اور اگر مالک کہتا ہے میں نے مفت سینے یا رنگنے کے لیے دیا تھا اور سینے والا یا رنگنے والا کہتا ہے اجرت پر دیا تھا تو اس میں بھی کپڑے والے کا قول معتبر ہے مگر جبکہ اُس شخص کا یہ پیشہ ہے اور اجرت پر کام کرنا معروف و مشہور ہے اور اُس کا حال یہی بتاتا ہے کہ اجرت پر کام کرتا ہے کہ دکان اُس نے اسی کام کے لیے کھول رکھی ہے تو ظاہر حال یہی ہے کہ اجرت پر اس نے کام کیا ہے لہذا قسم کے ساتھ اسی کا قول معتبر ہے۔ (در مختار، کتاب اجارہ، بیروت)

ابھی کام کیا ہی نہیں ہے اور یہی اختلافات ہوئے تو دونوں پر حلف ہے اور پہلے متاجر پر قسم دی جائے گی۔ قسم کھانے سے جو انکار کریگا اُس کے خلاف فیصلہ ہوگا اور دونوں نے قسمیں کھالیں تو عقد فسخ کر دیا جائے گا۔ (فتاویٰ شامی، کتاب اجارہ، بیروت)

کپڑے کی سلوائی میں فری یا اجرت میں اختلاف کا بیان

(وَإِنْ قَالَ :صَاحِبُ الثَّوْبِ عَمِلْتَهُ لِي بِغَيْرِ أَجْرٍ وَقَالَ الصَّانِعُ بِأَجْرٍ فَالْقَوْلُ قَوْلُ صَاحِبِ الثَّوْبِ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ؛ لِأَنَّهُ يُنْكِرُ تَقْوَمَ عَمَلِهِ إِذْ هُوَ يَتَقَوَّمُ بِالْعَقْدِ وَيُنْكِرُ الضَّمَانَ وَالصَّانِعُ يَدَّعِيهِ وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُنْكَرِ (وَقَالَ أَبُو يُونُسَ : إِنْ كَانَ الرَّجُلُ حَرِيْفًا لَهُ) أَى خَلِيْفًا لَهُ (فَلَهُ الْأَجْرُ وَإِلَّا فَلَا) ؛ لِأَنَّ سَبْقَ مَا بَيْنَهُمَا يُعَيِّنُ جِهَةَ الطَّلَبِ بِأَجْرٍ جَرِيًّا عَلَى مُعْتَادِهِمَا (وَقَالَ مُحَمَّدٌ : إِنْ كَانَ الصَّانِعُ مَعْرُوفًا بِهَذِهِ الصَّنْعَةِ بِالْأَجْرِ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ) ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا فَتَحَ الْحَانُوتَ لِأَجْلِهِ جَرَى ذَلِكَ مَجْرَى التَّنْصِيصِ عَلَى الْأَجْرِ اعْتِبَارًا لِلظَّاهِرِ ، وَالْقِيَاسُ مَا قَالَهُ أَبُو حَنِيفَةَ ؛ لِأَنَّهُ مُنْكَرٌ . وَالْجَوَابُ عَنْ

اسْتَحْسَانِهِمَا أَنَّ الظَّاهِرَ لِلدَّفْعِ ، وَالْحَاجَةُ هَاهُنَا إِلَى الْإِسْتِحْقَاقِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

ترجمہ

اور جب کپڑے کے مالک نے درزی سے کہا ہے کہ تم نے یہ کپڑا میرے مفت میں سی کر دیا ہے جبکہ درزی کہتا ہے کہ میں نے اجرت پر سی کر دیا ہے تو کپڑے والے کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ مالک اس کام کے قیمتی ہونے کا انکاری ہے کیونکہ کا عقد سے قیمتی ہوا کرتا ہے اور مالک ضمان کا بھی انکاری ہے۔ جبکہ درزی مدعی ہے اور انکاری کے قول کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔ اور جب کپڑے کا مالک اس کا شریک ہے تو اس کو اجرت مل جائے گی ورنہ نہیں مل سکتی۔ کیونکہ ان کے درمیان جو طریقہ پہلے سے جاری ہے اسی کے سبب اجرت کی جانب معین ہوگی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جب یہ معروف ہو کہ درزی اس طرح کا کام اجرت پر کرتا ہے تو اسی کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور جب اس نے دکان ہی اسی کام کیلئے بنائی ہے تو ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے وہی اجرت کی تصریح کے قائم مقام ہوگا۔ جبکہ قیاس وہی ہے جس کو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کیونکہ مالک انکاری ہے اور صاحبین کے استحسان کا جواب یہ ہے کہ ظاہر دور کرنے کیلئے ہوا کرتا ہے جبکہ یہاں حق کو ثابت کرنے کی ضرورت ہے۔

درزی کی موت کے سبب اجرت قطع کے نہ ہونے کا بیان

اور جب درزی نے کپڑا قطع کیا اور سیا نہیں بغیر سے مرگیا قطع کرنے کی کچھ اجرت نہیں دی جائے گی کہ عادت سلائی کی اجرت دیتے ہیں قطع کرنے کی اجرت نہیں دی جاتی ہاں اگر اصل مقصود درزی سے کپڑا قطع کرانا ہی ہے سلوانا نہیں ہے تو اس کی اجرت بھی ہو سکتی ہے۔ اور جب بی بی کو دھونے کے لیے کپڑے دیے اور ڈھلائی کا تذکرہ نہیں ہوا کہ کیا ہوگی اجرت مثل واجب ہوگی کیونکہ اس کا کام ہی یہ ہے کہ اجرت پر کپڑا دھوتا ہے۔ (بحر الرائق، کتاب اجارہ، بیروت)

اور جب ایک چیز اجرت پر لی ہے اور ابھی اس میں تصرف بھی نہیں کیا ہے کہ مالک اور مستاجر میں اختلاف ہو گیا مستاجر کہتا ہے اجرت پانچ روپے ہے اور مالک دس روپے بتاتا ہے جو گواہ پیش کرے اس کے موافق حکم ہوگا اور دونوں نے گواہ پیش کیے تو مالک کے گواہ پر فیصلہ ہوگا اور اگر کسی کے پاس گواہ نہیں تو دونوں پر حلف ہے اور مستاجر سے پہلے قسم کھلائی جائے اگر دونوں قسم کھا جائیں اجارہ کو فسخ کر دیا جائے۔ اور جب مدت اجارہ یا مسافت کے متعلق اختلاف ہے اس کا بھی وہی حکم ہے مگر اس صورت میں مالک کو پہلے قسم دی جائے اور دونوں گواہ پیش کریں تو مستاجر کے گواہ معتبر ہوں گے۔ مدت اور اجرت دونوں باتوں میں اختلاف ہے مستاجر کہتا ہے دو مہینے کے لیے میں نے دس روپے کرایہ پر مکان لیا ہے اور مالک کہتا ہے ایک ماہ کے لیے بیس روپے پر اگر دونوں گواہ پیش کریں تو جس کے گواہ زیادہ بتاتے ہیں اس کی بات معتبر ہے یعنی دو ماہ کے لیے بیس روپے پر اجارہ قرار دیا جائے اور اگر کچھ مدت تک انتفاع کے بعد اختلاف ہو یا کچھ مسافت طے کر لینے کے بعد اختلاف ہو تو دونوں پر حلف دیکر آئندہ کے متعلق اجارہ فسخ کر دیا جائے اور گزشتہ کے متعلق مستاجر کا قول مانا جائے۔ (خانہ)

کتابُ فسخِ الاجارۃ

﴿یہ باب فسخِ اجارہ کے بیان میں ہے﴾

باب فسخِ اجارہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابر ترقی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس باب کی مطابقت واضح ہے۔ کیونکہ اس سے ما قبل اجارہ کا بیان ہے اور یہاں سے فسخِ اجارہ کا بیان ہے اور فسخِ اجارہ یہ ہمیشہ موخر ہوا کرتا ہے۔ (عناویہ شرح الہدایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

کرائے پر مکان لینے کے بعد عیب ظاہر ہونے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ دَارًا فَوَجَدَ بِهَا عَيْبًا يَضُرُّ بِالسُّكْنَى فَلَهُ الْفَسْخُ) ؛ لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ الْمَنَافِعُ ، وَأَنَّهَا تُوْجَدُ شَيْئًا فَشَيْئًا فَكَانَ هَذَا عَيْبًا حَادِثًا قَبْلَ الْقَبْضِ فَيُوجِبُ الْخِيَارَ كَمَا فِي الْبَيْعِ ، ثُمَّ الْمُسْتَأْجِرُ إِذَا اسْتَوْفَى الْمَنْفَعَةَ فَقَدْ رَضِيَ بِالْعَيْبِ فَيَلْزَمُهُ جَمِيعُ الْبَدْلِ كَمَا فِي الْبَيْعِ ، وَإِنْ فَعَلَ الْمُؤَجَّرُ مَا أزالَ بِهِ الْعَيْبَ فَلَا خِيَارَ لِلْمُسْتَأْجِرِ لِزَوَالِ سَبَبِهِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے مکان کرائے پر لیا اور اس کے بعد اس میں ایسا عیب پایا گیا ہے جو رہنے کیلئے نقصان دہ ہے تو مستاجر کیلئے حق ہے کہ وہ اس کو فسخ کر دے۔ اس لئے کہ معقود علیہ منافع کا نام ہے اور منافع تھوڑے تھوڑے کر کے حاصل ہوا کرتے ہیں پس یہ قبضہ سے پہلے پیدا ہونے والا عیب شمار کیا جائے گا کیونکہ یہ اختیار کو واجب کرنے والا ہے جس طرح بیع میں ہوتا ہے۔ اس کے بعد جب مستاجر نے نفع حاصل کر لیا ہے تو وہ عیب پر راضی ہونے والا ہوگا پس اس پر مکمل بدل لازم آئے گا۔ جس طرح بیع میں ہوتا ہے مگر جب مستاجر کسی طرح اس عیب کو ختم کر دے تو مستاجر کو اختیار نہ ہوگا کیونکہ اختیار کا سبب ختم ہو چکا ہے۔

شرح

اجارہ میں مستاجر کو اختیار عیب بھی ہوتا ہے جس طرح بیع میں مشتری کو اختیار عیب ہوتا ہے مگر بیع میں اگر قبضہ کے بعد عیب ظاہر ہوا تو جب تک بائع راضی نہ ہو یا قاضی حکم نہ دیدے مشتری واپس نہیں کر سکتا اور قبضہ سے قبل تنہا مشتری واپس کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور اجارہ میں قبل قبضہ اور بعد قبضہ دونوں صورتوں میں مستاجر واپس کرنے کا اختیار رکھتا ہے نہ مالک کی رضامندی کی ضرورت ہے نہ قاضی کے حکم کی ضرورت۔

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مکان کرایہ پر لیا اور اس میں کوئی عیب ہے جو سکونت کے لیے ضرر رساں ہے مثلاً اس کی کوئی کڑی ٹوٹی ہوئی ہے یا عمارت کمزور ہے تو واپس کر سکتا ہے۔ یوں اگر قبضہ کرنے کے بعد اس قسم کا عیب پیدا ہو گیا تو اجارہ فسخ کر سکتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب اجارہ، بیروت)

کرائے کے مکان کے خراب ہونے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا خَرِبَتْ الدَّارُ أَوْ انْقَطَعَ شُرْبُ الضَّيْعَةِ أَوْ انْقَطَعَ الْمَاءُ عَنِ الرَّحَى انْفَسَخَتْ الْإِجَارَةُ) ؛ لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ قَدْ فَاتَ ، وَهِيَ الْمَنَافِعُ الْمَخْصُوصَةُ قَبْلَ الْقَبْضِ فَشَابَهُ فَوْتُ الْمَبِيعِ قَبْلَ الْقَبْضِ وَمَوْتِ الْعَبْدِ الْمُسْتَأْجِرِ .

وَمِنْ أَصْحَابِنَا مَنْ قَالَ : إِنَّ الْعَقْدَ لَا يَنْفَسِخُ ؛ لِأَنَّ الْمَنَافِعَ قَدْ فَاتَتْ عَلَى وَجْهِ يُتَصَوَّرُ عَوْدُهَا فَاشْبَهَ الْبَاقِ فِي الْبَيْعِ قَبْلَ الْقَبْضِ .

وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّ الْآجِرَ لَوْ بَنَاهَا لَيْسَ لِلْمُسْتَأْجِرِ أَنْ يَمْتَنِعَ وَلَا لِلْآجِرِ ، وَهَذَا تَنْصِيصٌ مِنْهُ عَلَى أَنَّهُ لَمْ يَنْفَسِخْ لَكِنَّهُ يُفْسَخُ .

(وَلَوْ انْقَطَعَ مَاءُ الرَّحَى ، وَالْبَيْتُ مِمَّا يُنْتَفَعُ بِهِ لِغَيْرِ الطَّحْنِ فَعَلَيْهِ عَنِ الْآجِرِ بِحَصَّتِهِ) ؛ لِأَنَّهُ جُزْءٌ مِنَ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کرائے کا مکان خراب ہو گیا ہے یا کھیت کو سیراب کرنے والا پانی ختم ہو جائے یا پن چکی کا پانی بند ہو جائے تو اجارہ فسخ ہو جائے گا کیونکہ معقود علیہ ختم ہو چکا ہے یعنی قبضہ سے پہلے خاص منافع ختم ہو چکے ہیں پس یہ قبضہ سے قبل ہونے والا بیع اور اجارہ پر لیے گئے غلام کے فوت ہونے کے مشابہ ہو جائے گا۔

بعض احناف کے مشائخ فقہاء نے کہا ہے عقد اجارہ فسخ نہ ہوگا کیونکہ منافع اس طرح ختم ہوئے ہیں کہ وہ دوبارہ بحال ہو سکتے ہیں۔ پس یہ بیع میں عبد بیع کے بھاگنے کی طرح ہو جائے گا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب موجر مکان کی مرمت کروائے تو مستاجر کو لینے سے اور آجر کو دینے سے منع کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور یہ روایت امام محمد علیہ الرحمہ کی جانب سے اب مسئلہ کی دلیل ہے کہ اجارہ خود بہ خود فسخ ہونے والا نہیں ہے مگر اس کو فسخ کیا جاتا ہے۔

اور جب پن چکی سے پانی ختم ہو جائے اور گھر کا حال یہ ہو کہ اس میں پینے کے سوار ہائش کے بارے میں نفع کے قابل ہو تو

مستاجر پر اسی لحاظ سے اجرت واجب ہوگی کیونکہ دار بھی معقود علیہ کا ایک حصہ ہے۔

شرح

اور جب اس نے مکان کرایہ پر لیا تھا اُس میں سے کچھ حصہ گر گیا اگر اب بھی قابل سکونت ہے اجارہ کو فسخ نہیں کر سکتا اور اگر قابل سکونت نہ رہا فسخ کر سکتا ہے مگر فسخ نہیں کیا تو کرایہ دینا ہوگا اور اجارہ فسخ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مالک مکان کے مانع فسخ کرے اور اگر مکان بالکل گر گیا تو اُس کی عدم موجودگی میں بھی فسخ کر سکتا ہے مگر بغیر فسخ کیے اپنے آپ فسخ نہیں ہوگا۔

اور جب مکان گر گیا تھا اور فسخ کرنے سے پہلے مالک مکان نے ویسا ہی بنا دیا تو مستاجر کو فسخ کرنے کا اختیار باقی نہیں رہا اور اگر ویسا نہیں بنایا بلکہ کم درجہ کا بنایا تو اب بھی فسخ کرنے کا اختیار باقی ہے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب اجارہ، بیروت)

اور جب مکان کی مرمت، اُس کی چھت پر مٹی ڈلوانا، کچھریل چھوانا، پر نالہ درست کرانا، زینہ درست کرانا، روشن دان میں شیشہ لگانا اور مکان کے متعلق ہر وہ چیز جو سکونت کے لیے مُخَل ہو ٹھیک کرنا مالک مکان کے ذمہ ہے اگر مالک مکان ٹھیک نہ کرائے تو کرایہ دار مکان چھوڑ سکتا ہے ہاں اگر بوقت اجارہ مکان اسی حالت میں تھا اور دیکھ بھال کر کرایہ پر لیا تو فسخ نہیں کر سکتا کہ کرایہ دار ان نیو ب پر راضی ہو گیا۔ (در مختار، کتاب اجارہ، بیروت)

اور جب کرایہ کے مکان میں کو آں ہے اُس میں سے مٹی نکلوانے کی ضرورت ہے مٹی پٹ جانے کی وجہ سے پانی نہیں دیتا یا مرمت کرانے کی ضرورت ہے یہ بھی مالک کے ذمہ ہے مگر مالک کو ان کاموں پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اور اگر کرایہ دار نے ان کاموں کو خود کر لیا تو مُتَبَرِّع ہے مالک سے معاوضہ نہیں لے سکتا نہ کرایہ سے نہ مصارف وضع کر سکتا ہے یہ البتہ ہے کہ اگر مکان والا ان کاموں کو نہ کرے تو یہ مکان چھوڑ سکتا ہے۔ چہ بچہ یا نالیوں کو صاف کرانا کرایہ دار کے ذمہ ہے۔

اور جب کرایہ دار نے مکان خالی کر دیا دیکھا گیا تو مکان میں مٹی، خاک، دھول، راکھ، پڑی ہوئی ہے ان کو اٹھوانا اور صاف کرانا کرایہ دار کے ذمہ ہے اور چہ بچہ پٹا پڑا ہے تو اس کو خالی کرانا کرایہ دار کے ذمہ نہیں۔ (فتاویٰ شامی، کتاب اجارہ، بیروت)

محض گھر کی خرابی پر فسخ اجارہ میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ صرف گھر کے خراب ہونے کے سبب ہی اجارہ فسخ ہو جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ معقود علیہ جو ایک خاص منفع کے ساتھ مقید تھا اور وہ مرتفع ہو چکا ہے۔ لہذا اجارہ باقی نہ رہے گا اور مذاہب فقہاء میں امام مالک، امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

فریقین میں سے کسی ایک کی موت کے سبب فسخ اجارہ کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا مَاتَ أَحَدُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ وَقَدْ عَقَدَ الْإِجَارَةَ لِنَفْسِهِ انْفَسَخَتْ) ؛ لِأَنَّهُ لَوْ بَقِيَ الْعَقْدُ تَصِيرُ الْمَنْفَعَةُ الْمَمْلُوكَةَ بِهِ أَوْ الْأَجْرَةُ الْمَمْلُوكَةَ لِغَيْرِ الْعَاقِدِ مُسْتَحَقَّةً بِالْعَقْدِ ؛

لَأَنَّهُ يَنْتَقِلُ بِالْمَوْتِ إِلَى الْوَارِثِ وَذَلِكَ لَا يَجُوزُ (وَإِنْ عَقَدَهَا لِغَيْرِهِ لَمْ تَنْفَسِحْ) مِثْلُ الْوَكِيلِ وَالْوَصِيِّ وَالْمُتَوَلَّى فِي الْوَقْفِ لِانْعِدَامِ مَا أَشْرْنَا إِلَيْهِ مِنَ الْمَعْنَى .

ترجمہ

فرمایا اور جب مؤجر اور مستاجر میں سے کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس نے بہ ذات اپنے اجارہ کیا ہے تو وہ فنسح ہو جائے گا۔ کیونکہ اگر عقد باقی رہے تو مؤجر کی ملکیت والا نفع یا مستاجر کی ملکیت والی اجرت ایک غیر عاقد کی ہوگی۔ جبکہ یہی چیز عقد کے سبب سے ثابت ہوئی تھی۔ کیونکہ عاقد کے فوت ہونے کے سبب سے اس کی تمام املاک وارث کی جانب منتقل ہو جاتی ہیں اور غیر عاقد کو بطور حقدار عقد لینا یہ درست نہیں ہے۔ ہاں البتہ جب فوت ہونے والے نے دوسرے کیلئے عقد کیا ہے تو اجارہ فنسح نہ ہوگا۔ جس طرح وکیل، وصی اور اوقات کا مہتمم ہوتا ہے کیونکہ اس طرح غیر عاقد کا حقدار بہ عقد ہونا معدوم ہے۔

شرح

اور جب مالک کے مرنے کے بعد کرایہ دار مکان میں رہتا رہتا تو جب تک وارث مکان خالی کرنے کے لیے نہ کہے گا یا دوسری اجرت کا مطالبہ نہ کریگا اجارہ کا فنسح ہونا ظاہر نہ ہوگا اگر وارث نے خالی کرنے کو کہا معلوم ہوا کہ اس عقد پر راضی نہیں ہے اور اگر دوسری اجرت طلب کی جب بھی معلوم ہوا کہ عقد سابق کے حکم کو توڑنا چاہتا ہے اور جدید عقد کرنا چاہتا ہے۔ لہذا وارث کے کہنے سے پہلے یا خالی کرنے کو جو کہا ہے اس سے پہلے جتنے دن رہا اسی حساب سے اجرت دے گا جو مورث سے طے ہوئی اور اس کہنے کے بعد جتنے دن رہے گا اُس کی اجرت مثل واجب ہوگی۔

اور جب مالک زمین مر گیا اور کھیت ابھی تیار نہیں ہے تو وہی اجرت دی جائے گی جو طے پا چکی ہے اور اگر مدت اجارہ ختم ہو چکی اور فصل تیار نہیں ہوئی تو جب تک کھیت نہ کٹے گا اُس وقت تک کی اجرت مثل دلائی جائے گی۔

اور جب مالک کے مرنے کے بعد وارث اور مستاجر اجارہ سابقہ کے باقی رہنے پر راضی ہو جائیں یہ جائز ہے یعنی تعاطی کے طور پر ان کے مابین اسی اجرت سابقہ پر جدید اجارہ قرار پائے گا یہ نہیں کہ وہی پہلا اجارہ باقی رہے کیونکہ وہ تو مالک کے مرنے سے ختم ہو گیا۔

اور جب دو مؤجر ہیں یا دو مستاجر، ان میں سے ایک مر گیا تو جو مر گیا اُس کے حصہ کا اجارہ فنسح ہے اور جو زندہ ہے اُس کے حصہ میں اجارہ باقی ہے اور اگرچہ یہاں شیوع پیدا ہو گیا مگر چونکہ طاری ہے اجارہ کے لیے مضر نہیں۔ (در مختار، کتاب اجارہ، بیروت)

عاقدین کے موت کے سبب فنسح اجارہ میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن محمد سلطان حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عاقدین میں کسی ایک کی موت کے سبب اجارہ فنسح ہو جائے جبکہ فوت ہونے والے نے خود اجارہ کیا ہو۔ اسی طرح امام ثوری اور امام لیث نے کہا ہے جبکہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق اور امام

ابو ثور نے کہا ہے کہ اجارہ فسخ نہ ہوگا بلکہ فوت ہونے والے کے ورثاء اس کے قائم مقام موجود ہیں۔ جبکہ احناف کی دلیل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک ساعت بہ ساعت منعقد ہونے والا ہے۔ لہذا موت کے سبب فسخ ہو جائے گا۔

(شرح الوقایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

اجارہ میں خیار کی شرط لگانے کا بیان

قَالَ: (وَيَصِحُّ شَرْطُ الْخِيَارِ فِي الْإِجَارَةِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَصِحُّ؛ لِأَنَّ الْمُسْتَأْجِرَ لَا يُمَكِّنُهُ رَدُّ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ بِكَمَالِهِ لَوْ كَانَ الْخِيَارُ لَهُ لِفَوَاتِ بَعْضِهِ، وَلَوْ كَانَ لِلْمُؤَجَّرِ فَلَا يُمَكِّنُهُ التَّسْلِيمُ أَيْضًا عَلَى الْكَمَالِ، وَكُلُّ ذَلِكَ يَمْنَعُ الْخِيَارَ. وَلِنَا أَنَّهُ عَقْدٌ مُعَامَلَةٌ لَا يُسْتَحَقُّ الْقَبْضُ فِيهِ فِي الْمَجْلِسِ فَجَازَ اشْتِرَاؤُ الْخِيَارِ فِيهِ كَالْبَيْعِ وَالْجَامِعُ بَيْنَهُمَا دَفْعُ الْحَاجَةِ، وَفَوَاتُ بَعْضِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ فِي الْإِجَارَةِ لَا يَمْنَعُ الرَّدَّ بِخِيَارِ الْعَيْبِ، فَكَذَا بِخِيَارِ الشَّرْطِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ، وَهَذَا؛ لِأَنَّ رَدَّ الْكُلِّ مُمَكِّنٌ فِي الْبَيْعِ دُونَ الْإِجَارَةِ فَيُشْتَرَطُ فِيهِ دُونَهَا وَلِهَذَا يُجْبَرُ الْمُسْتَأْجِرُ عَلَى الْقَبْضِ إِذَا سَلَّمَ الْمُوَجَّرَ بَعْدَ مَضَى بَعْضِ الْمُدَّةِ.

ترجمہ

اور احناف کے نزدیک اجارہ میں خیار کی شرط لگانا صحیح ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے کیونکہ جب خیار مستاجر کیلئے ہوگا تو اس کیلئے مکمل طور پر معقود علیہ کو واپس کرنا ممکن نہ ہوگا پس معقود علیہ کا بعض حصہ فوت ہو جائے گا اور جب مؤجر کیلئے اختیار ہو تو اس کیلئے بھی مکمل طور پر معقود علیہ کو تسلیم کرنا ممکن ہوگا لہذا یہ دونوں اشیاء خیار سے روکنے والی ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے اجارے کا عقد یہ معاوضہ ہے اور اس میں مجلس کے اندر قبضہ شرط نہیں ہے پس اس میں خیار کی شرط لگانا اس طرح ہوگا جس طرح بیع میں خیار کی شرط لگانا ہے۔ اور اجارہ اور بیع میں جامع علت یہ ہے کہ دونوں ضرورت کو دور کرنے کیلئے ہیں۔ پس اجارہ میں بعض معقود علیہ کے فوت ہونے کے سبب خیار عیب کی وجہ سے واپس کرنے سے مانع نہ ہوگا پس خیار شرط کے سبب یہ رد بھی ممنوع نہ ہوگا۔ خلاف بیع کے، اور اسی دلیل سے فرق واضح ہو چکا ہے کہ بیع میں مکمل بیع کو واپس کرنا ممکن ہے جبکہ اجارہ میں یہ معدوم ہے اسی سبب سے بیع میں ساری بیع کو واپس کرنا بطور شرط ہے جبکہ اجارہ میں یہ شرط نہیں ہے اور اسی دلیل کے سبب سے کچھ مدت گزر جانے کے بعد مؤجر مستاجر کے حوالے کرے تو مستاجر کو اس پر قبضہ کرنے کیلئے مجبور کیا جائے گا۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اجارہ میں خیار شرط ہو سکتا ہے لہذا مستاجر نے اجارہ میں تین دن کا خیار اپنے لیے رکھا تو اندرون مدت اجارہ کو فسخ کر سکتا ہے۔ مکان کرایہ پر لیا تھا اور مدت کے اندر اُس میں سکونت کی خیار جاتا رہا اب فسخ نہیں کر سکتا۔ اور مالک مکان نے اپنے لیے خیار شرط رکھا تھا اور اندرون مدت مستاجر اُس مکان میں رہا اس کا کرایہ اُس کے ذمہ لازم نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب اجارہ، بیروت)

مستاجر کو تین دن کا خیار تھا اُس نے تیسرے دن اجارہ کو فسخ کر دیا تو دو دن کا کرایہ اُس کے ذمہ لازم نہیں ہوا۔ اجارہ میں خیار رویت بھی ہو سکتا ہے جس مکان کو کرایہ پر لیا اُس کو کرایہ دار نے دیکھا نہیں ہے تو دیکھنے کے بعد اجارہ فسخ کرنے کا اُسے خیار حاصل ہے اور اگر پہلے کسی وقت میں اس مکان کو دیکھ چکا ہے تو خیار رویت نہیں مگر جبکہ اُس میں کوئی حصہ منہدم ہو گیا ہے جو سکونت کے لیے مضر ہے تو اب دیکھنے کے بعد اجارہ کو فسخ کر سکتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب اجارہ، بیروت)

علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جن کاموں میں محل کے اختلاف سے اختلاف ہوتا ہے اُن میں چیز کو دیکھنے کے بعد اجیر کو اختیار ہوتا ہے جیسے کپڑے کا دھونا یا سینا ہے۔ (بہار شریعت، کتاب اجارہ)

اعذار کے سبب سے فسخ اجارہ کا بیان

قَالَ: (وَتُفْسَخُ الْإِجَارَةُ بِالْأَعْدَارِ) عِنْدَنَا . وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا تُفْسَخُ إِلَّا بِالْعَيْبِ ؛ لِأَنَّ الْمَنَافِعَ عِنْدَهُ بِمَنْزِلَةِ الْأَعْيَانِ حَتَّى يَجُوزَ الْعَقْدُ عَلَيْهَا فَأُشْبِهَ الْبَيْعَ . وَلِنَا أَنَّ الْمَنَافِعَ غَيْرُ مَقْبُوضَةٍ وَهِيَ الْمَعْقُودُ عَلَيْهَا فَصَارَ الْعُذْرُ فِي الْإِجَارَةِ كَالْعَيْبِ قَبْلَ الْقَبْضِ فِي الْبَيْعِ فَتُفْسَخُ بِهِ ، إِذِ الْمَعْنَى يَجْمَعُهُمَا وَهُوَ عَجْزُ الْعَاقِدِ عَنِ الْمَضِيِّ فِي مُوجِبِهِ إِلَّا بِتَحْمُلِ ضَرَرٍ زَائِدٍ لَمْ يَسْتَحِقَّ بِهِ ، وَهَذَا هُوَ مَعْنَى الْعُذْرِ عِنْدَنَا (وَهُوَ كَمَنْ اسْتَأْجَرَ حَدَادًا لِيَقْلَعَ ضَرْسَهُ لَوْ جَعِ بِهِ فَسَكَنَ الْوَجْعَ أَوْ اسْتَأْجَرَ طَبَاخًا لِيَطْبَخَ لَهُ طَعَامَ الْوَلِيمَةِ فَاخْتَلَعَتْ مِنْهُ تُفْسَخُ الْإِجَارَةُ) ؛ لِأَنَّ فِي الْمَضِيِّ عَلَيْهِ الْإِجَارَةَ ضَرَرٌ زَائِدٌ لَمْ يُسْتَحَقَّ بِالْعَقْدِ

ترجمہ

ہمارے نزدیک اعذار کے سبب سے اجارہ فسخ ہو جاتا ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ صرف عیب کے سبب سے اجارہ کو فسخ کیا جاسکتا ہے کیونکہ ان کے مطابق منافع اعیان کے حکم میں ہیں۔ حتیٰ کہ منافع پر عقد ناجائز ہے پس یہ بیع کے مشابہ ہو

جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ منافع پر قبضہ نہیں ہوتا جبکہ معقود علیہ وہی ہوتا ہے لہذا اجارہ کا عذر اسی طرح ہو جائے گا جس طرح قبضہ سے پہلے بیع میں عیب ہوتا ہے۔ پس اس عذر کے سبب اجارہ فسخ ہو جائے گا۔ کیونکہ سبب ان دونوں کو شامل ہے اور وہ سبب یہ ہے کہ عقد کرنے والا تقاضہ عقد کو نافذ کرتے ہوئے مزید نقصان اٹھائے گا پس یہ نقصان عقد کے سبب سے نہیں ہونا چاہیے۔ ہمارے نزدیک عذر کا یہی حکم ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب کسی شخص نے دانتوں کے ڈاکٹر کو کرائے پر لیا تاکہ وہ درد کے سبب سے اس کی داڑھ نکال دے اس کے بعد درد ختم ہو گیا یا ولیمہ کا کھانا پکانے کے بعد کسی باورچی کو کرائے پر لیا مگر اس سے پہلے ہی اس کی بیوی نے خاوند سے خلع کر لیا ہے تو اجارہ فسخ ہو جائے گا کیونکہ اجارہ نافذ کرنے کے سبب عقد کرنے والے کو ایسا نقصان اٹھانا پڑے گا جو عقد سے ثابت نہیں ہے۔

شرح

جس غرض کے لیے اجارہ ہوا اگر وہ غرض ہی باقی نہ رہی یا شرعاً ایسا عذر پیدا ہو گیا کہ عقد اجارہ پر عمل نہ ہو سکے تو ان صورتوں میں اجارہ بغیر فسخ کیے خود ہی فسخ ہو جائے گا مثلاً کسی عضو میں زخم ہے جو سمرایت کر رہا ہے اندیشہ ہے کہ اگر اس عضو کو نہ کاٹا گیا تو زیادہ خرابی پیدا ہو جائے گی یا دانت، میں درد تھا اور جراح یا ڈاکٹر سے عضو کاٹنے یا دانت اوکھاڑنے کے لیے بارہ کیا مگر اس کے عمل سے قبل زخم اچھا ہو گیا اور دانت کا درد جاتا رہا اجارہ فسخ ہو گیا کہ یہاں شرعاً عمل ناجائز ہے کیونکہ بلا وجہ عضو نہ یا دانت اوکھاڑنا درست نہیں۔ یا کسی نے اپنے مدیون کی تلاش کرنے کے لیے جانور کرایہ پر لیا اس کو خبر ملی تھی کہ وہ فلاں جگہ ہے یا کوئی لڑکا یا جانور بھاگ گیا ہے اس کو تلاش کرنے کے لیے سواری کرایہ کی اور جانے سے پہلے مدیون یا وہ بھاگا ہوا خود ہی آ گیا اجارہ فسخ ہو گیا کہ اب وہاں جانے کا سبب ہی باقی نہ رہا۔ یا اس کو گمان ہوا کہ مکان کی عمارت کمزور ہو گئی ہے کہیں گرنہ پڑے کسی شخص کو گرانے کے لیے اجیر کیا پھر معلوم ہوا کہ عمارت میں کوئی خرابی نہیں ہے اجارہ فسخ ہو گیا۔ یا دعوت ولیمہ کے لیے باورچی کو کھانا پکانے کے لیے مقرر کیا اور دوہن کا انتقال ہو گیا اجارہ فسخ ہو گیا کہ ان صورتوں میں وہ غرض ہی باقی نہ رہی جس کے لیے اجارہ کیا تھا۔ (خانہ)

عذر کے سبب فسخ اجارہ میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک عذر کے سبب اجارہ فسخ ہو جائے گا جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک اجارہ عذر کے سبب فسخ نہ ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک منافع اعیان کے حکم میں ہے لہذا اجارہ بیع کے حکم میں ہوگا جو عیب کے ذریعے فسخ ہوگا عذر کے سبب نہ ہوگا۔ اور امام مالک، امام احمد اور امام ابو ثور علیہم الرحمہ کا مذہب بھی یہی ہے۔

جبکہ ہمارے نزدیک اجارہ میں عذر کے عیب کے حکم میں ہے لہذا جس طرح عیب بیع میں ہونے کے سبب بیع کا حکم رکھتا ہے اسی طرح عذر اجارہ میں ہونے کے سبب فسخ کا حکم رکھنے والا ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

کرائے کی دکان سے مال ختم ہو جانے کا بیان

(وَكَذًا مَنْ اسْتَأْجَرَ دُكَّانًا فِي السُّوقِ لِيَتَّجَرَ فِيهِ فَذَهَبَ مَالُهُ ، وَكَذًا مَنْ أَجَرَ دُكَّانًا أَوْ دَارًا ثُمَّ أَفْلَسَ ، وَلَزِمَتْهُ دُيُونٌ لَا يَقْدِرُ عَلَى قَضَائِهَا إِلَّا بِثَمَنِ مَا أَجَرَ فَسَخَّ الْقَاضِي الْعُقْدَ وَبَاعَهَا فِي الدُّيُونِ) ؛ لِأَنَّ فِي الْجَرِيِّ عَلَى مُوجِبِ الْعُقْدِ الزَّامِ ضَرَرَ زَائِدٍ لَمْ يُسْتَحَقَّ بِالْعُقْدِ وَهُوَ الْحَبْسُ ؛ لِأَنَّهُ قَدْ لَا يُصَدَّقُ عَلَى عَدَمِ مَالٍ آخَرَ .

ثُمَّ قَوْلُهُ فَسَخَّ الْقَاضِي الْعُقْدَ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّهُ يَفْتَقِرُ إِلَى قَضَاءِ الْقَاضِي فِي النِّقْضِ ، وَهَكَذَا ذَكَرَ فِي الزِّيَادَاتِ فِي عُذْرِ الدَّيْنِ ، وَقَالَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : وَكُلُّ مَا ذَكَرْنَا أَنَّهُ عُذْرٌ فَإِنَّ الْإِجَارَةَ فِيهِ تُنْقَضُ ، وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَا يَحْتَاجُ فِيهِ إِلَى قَضَاءِ الْقَاضِي

وَوَجْهُهُ أَنَّ هَذَا بِمَنْزِلَةِ الْعَيْبِ قَبْلَ الْقَبْضِ فِي الْمَبِيعِ عَلَى مَا مَرَّ فَيَنْفَرِدُ الْعَاقِدُ بِالْفَسْخِ . وَوَجْهُ الْأَوَّلِ أَنَّهُ فَصْلٌ مُجْتَهَدٌ فِيهِ فَلَا بُدَّ مِنَ الزَّامِ الْقَاضِي ، وَمِنْهُمْ مَنْ وَقَّفَ فَقَالَ : إِذَا كَانَ الْعُذْرُ ظَاهِرًا لَا يَحْتَاجُ إِلَى الْقَضَاءِ لظُهُورِ الْعُذْرِ ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ظَاهِرٍ كَالدَّيْنِ يَحْتَاجُ إِلَى الْقَضَاءِ لظُهُورِ الْعُذْرِ .

ترجمہ

اور اسی طرح جب کسی شخص نے تجارت کیلئے بازار میں دکان کرائے پر لی مگر اس کا سارا مال ختم ہو گیا ہے اور ایسے ہی جب کسی نے دکان یا مکان کرائے پر لیا اس کے بعد وہ غریب ہو گیا اور اس پر قرض چڑھ گئے کہ اجرت پردی ہوئی چیز کو بیچ کر اس کی قیمت دیئے بغیر وہ قرضوں کی ادائیگی پر قدرت نہیں رکھتا۔ تو قاضی عقد کو فسخ کرتے ہوئے اجارہ پردی ہوئی چیز کو قرض کے بدلے میں بیچ ڈالے گا۔ کیونکہ تقاضہ عقد پر عمل کرنے کی حالت میں اس کو اس طرح زائد نقصان اٹھانا پڑے گا۔ جو عقد سے ثابت نہیں ہے اور وہ زائد نقصان قید ہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ دوسرے کے مال کی عدم موجودگی پر اس کی تصدیق نہ ہو سکے۔

اس کے بعد امام قدوری علیہ الرحمہ کا یہ قول ”قاضی عقد کو فسخ کرنے“ اس حکم کی جانب اشارہ ہے کہ فسخ اجارہ کیلئے قاضی کی قضاء درکار ہے۔ اور زیادات میں قرض کے عذر کو اسی طرح ذکر کیا گیا ہے۔

جامع صغیر میں ہے کہ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے اس طرح کہا ہے کہ جن احوال میں ہم نے عذر قرار دیا ہے ان میں اجارہ فسخ ہو جائے گا اور ان کا یہ قول اس بات کی ترجمانی کرتا ہے کہ فسخ اجارہ کیلئے قاضی کی قضاء کی ضرورت نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ بھی

ہے۔ کہ یہ عذر بیع پر قبضہ کرنے سے پہلے اس میں عیب کے حکم میں ہے جس طرح اس کا بیان گزرا ہے۔ پس عاقد خود ہی اس کو فسخ کرے گا۔ اور پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ یہ اختلافی مسئلہ ہے پس اس میں قاضی کی دخل اندازی ہوگی بعض مشائخ فقہاء نے دونوں اقوال میں مطابقت اس طرح کی ہے کہ جب عذر ظاہر ہو جائے تو قاضی کی قضاء کی ضرورت نہیں ہے اور جب عذر ظاہر نہ ہو جس طرح قرض میں قاضی کی ضرورت پڑ جاتی ہے تاکہ عذر ظاہر ہو جائے۔

شرح

اور جس بازار میں دکان ہے وہ بازار بند ہو گیا کہ وہاں اب تجارت ہی نہیں ہو سکتی یہ بھی دکان چھوڑنے کے لیے عذر ہے اور اگر بازار چالو ہے مگر یہ دکان دوسری دکان میں منتقل ہونا چاہتا ہے جو اس سے زیادہ کُشادہ ہے یا اس کا کرایہ کم ہے اور اس دکان میں بھی یہی کام کریگا جو یہاں کر رہا ہے تو دکان نہیں چھوڑ سکتا اور اگر دوسرا کام کرنا چاہتا ہے اس لیے اس کو چھوڑ کر دوسری دکان میں جانا چاہتا ہے اور یہ کام پہلی دکان میں نہیں ہو سکتا تو عذر ہے اور پہلی میں بھی ہو سکتا ہے تو عذر نہیں۔ (فتاویٰ شامی، کتاب اجارہ، بیروت) اور جب نہ دکاندار مفلس ہو نہ بازار بند ہو بلکہ وہ اب یہ کام کرنا ہی نہیں چاہتا کہ دکان کی ضرورت ہو یہ بھی دکان چھوڑنے کے لیے عذر ہے۔ (درمختار، کتاب اجارہ، بیروت)

کرائے پر سواری لینے کا بیان

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ دَابَّةً لِيَسَافِرَ عَلَيْهَا ثُمَّ بَدَا لَهُ مِنَ السَّفَرِ فَهُوَ عُذْرٌ) ؛ لِأَنَّهُ لَوْ مَضَى عَلَى مُوجِبِ الْعَقْدِ يَلْزَمُهُ ضَرَرٌ زَائِدٌ ؛ لِأَنَّهُ رُبَّمَا يَذْهَبُ لِلْحَجِّ فَذَهَبَ وَقْتُهُ أَوْ لَطَلَبِ غَرِيمِهِ فَحَضَرَ أَوْ لِلتَّجَارَةِ فَافْتَقَرَ (وَإِنْ بَدَا لِلْمُكَارَى فَلَيْسَ ذَلِكَ بِعُذْرٍ) ؛ لِأَنَّهُ يُمْكِنُهُ أَنْ يَقْعُدَ وَيَبْعَثَ الدَّوَابَّ عَلَى يَدِ تَلْمِيذِهِ أَوْ أَجِيرِهِ (وَلَوْ مَرِضَ الْمُؤَاجِرُ فَقَعَدَ فَكَذَا الْجَوَابُ) عَلَى رِوَايَةِ الْأَصْلِ .

وَرَوَى الْكَرْخِيُّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ عُذْرٌ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَعْرِى عَنْ ضَرَرٍ فَيَدْفَعُ عَنْهُ عِنْدَ الضَّرُورَةِ دُونَ الْإِخْتِيَارِ (وَمَنْ آجَرَ عَبْدَهُ ثُمَّ بَاعَهُ فَلَيْسَ بِعُذْرٍ) ؛ لِأَنَّهُ لَا يَلْزَمُهُ الضَّرَرُ بِالْمُضِيِّ عَلَى مُوجِبِ عَقْدٍ ، وَإِنَّمَا يَقُوتُهُ الْإِسْتِرْبَاحُ وَأَنَّهُ أَمْرٌ زَائِدٌ (وَإِذَا اسْتَأْجَرَ الْخَيْاطُ غَلَامًا فَأَفْلَسَ وَتَرَكَ الْعَمَلَ فَهُوَ الْعُذْرُ) ؛ لِأَنَّهُ يَلْزَمُهُ الضَّرَرُ بِالْمُضِيِّ عَلَى مُوجِبِ الْعَقْدِ لِقَوَاتِ مَقْصُودِهِ وَهُوَ رَأْسُ مَالِهِ ، وَتَأْوِيلُ الْمَسْأَلَةِ خَيْاطٌ يَعْمَلُ لِنَفْسِهِ ، أَمَّا الَّذِي يَخِيطُ بِأَجْرٍ فَرَأْسُ مَالِهِ الْخَيْطُ وَالْمَخِيطُ وَالْمَقْرَاضُ فَلَا يَتَحَقَّقُ الْإِفْلَاسُ فِيهِ

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کوئی سواری کرائے پر لی ہے اس کے بعد کسی سبب سے سفر ملتوی ہو گیا ہے تو یہ عذر ہے کیونکہ اگر وہ عقد کے موجب ادا کرتا ہے تو اس کو زائد نقصان اٹھانا پڑے گا کیونکہ ممکن ہے وہ حج کو جا رہا ہو اور اس کا وقت ختم ہو چکا ہو یا وہ اپنے مدیون کو تلاش کرنے چلا ہو اور وہ آپکا ہو یا تجارت کیلئے جانے والا ہو اور اس کا مال ختم ہو چکا ہے۔

اور جب مؤجر کا سفر ملتوی ہو چکا ہے تو یہ عذر نہ ہوگا کیونکہ ممکن ہے وہ خود نہ جانا چاہتا ہو اور وہ اپنے شاگرد یا مزدور کے ساتھ سواری بھیج دے۔ اور جب مؤجر بیمار ہو جائے اور سفر پر نہ جائے تو مبسوط کی روایت کے مطابق بھی یہی حکم ہے۔

حضرت امام کرخی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ یہ بھی عذر ہے کیونکہ یہ نقصان سے خالی نہیں ہے پس ضرورت کے وقت مؤجر یہ نقصان دور کیا جائے جبکہ ضرورت کے بغیر اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور جب کسی شخص نے اپنا غلام اجرت پر دیتے ہوئے بیچ دیا تو یہ عذر نہ ہوگا کیونکہ نفاذ عقد کے سبب مؤجر کا نقصان نہیں ہے۔ بلکہ اس سے تو فائدے کا حصول جا رہا ہے جبکہ نفع ایک زائد معاملہ ہے۔

اور جب درزی نے کسی لڑکے کو ملازمت پر رکھ لیا مگر اس کے بعد وہ مفلس ہو گیا اور سلائی کا کام چھوڑ دیا ہے تو یہ عذر ہے کیونکہ عقد نافذ کرنے کی حالت میں اس کو زائد نقصان اٹھانا پڑے گا۔ کیونکہ اس کا مقصود جو کہ رأس المال وہ فوت ہو جائے گا اور اس مسئلہ کی تاویل یہ ہے یہاں پر خیاط سے وہ درزی مراد ہے جو کپڑے کو خود خرید کر سینے والا ہو جبکہ وہ درزی جو اجرت لیکر سیتا ہو تو اس کی اصل کمائی سوئی دھاگہ اور فینچی ہے جبکہ اس میں افلاس ثابت نہ ہوگا۔

شرح

موچی کو جوتے بنانے کے لیے اپنے پاس سے چمڑا دیا اور اس کی پیمائش دیدی اور یہ بتا دیا کہ کیسا ہوگا اور کہہ دیا کہ استر اور تلا اپنے پاس سے لگا دینا اور اجرت بھی طے ہوگئی یہ جائز ہے۔ اور درزی کو ابرے کا کپڑا دیدیا اور کہہ دیا کہ اپنے پاس سے استر وغیرہ لگا دینا اس میں دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ جائز ہے دوسری یہ کہ ناجائز ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب اجارہ، بیروت)

کبھی بعض لوگ اجیر سے یوں کام کراتے ہیں کہ تم یہ کام کرو اس کی اجرت جو کچھ دوسرے لوگ بتادیں گے میں دیدوں گا یا فلاں کے یہاں جو اجرت ملی ہے میں دیدوں گا یہ اجارے فاسد ہیں کہ اجرت کا تعین نہیں ہوا پھر اگر کسی شخص نے دونوں کے اتفاق سے اسکی مزدوری جانچ کر بتائی جس پر اجیر راضی نہیں ہے تو اجرت مثل دی جائے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب اجارہ، بیروت)

درزی کا شعبہ ترک کر کے زرگری کرنے کا بیان

(وَإِنْ أَرَادَ تَرْكَ الْخِيَاطَةِ ، وَأَنْ يَعْمَلَ فِي الصَّرْفِ فَلَيْسَ بِعُذْرٍ) ؛ لِأَنَّهُ يُمَكِّنُهُ أَنْ يُقْعَدَ

الْغُلَامَ لِلْخِيَاطَةِ فِي نَاحِيَةٍ ، وَهُوَ يَعْمَلُ فِي الصَّرْفِ فِي نَاحِيَةٍ ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا

اسْتَأْجَرَ دُكَّانًا لِلْخِيَاطَةِ فَأَرَادَ أَنْ يَتْرُكَهَا وَيَشْتَغَلَ بِعَمَلٍ آخَرَ حَيْثُ جَعَلَهُ عُذْرًا ذَكَرَهُ فِي الْأَصْلِ ؛ لِأَنَّ الْوَاحِدَ لَا يُمَكِّنُهُ الْجَمْعُ بَيْنَ الْعَمَلَيْنِ ، أَمَا هَاهُنَا الْعَامِلُ شَخْصَانِ فَأَمَكَّنَهُمَا (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ غُلَامًا يَخْدُمُهُ فِي الْمَصْرِ ثُمَّ سَافَرَ فَهُوَ عُذْرٌ) ؛ لِأَنَّهُ لَا يَعْرِى عَنِ الْإِزَامِ ضَرَرٍ زَائِدٍ ؛ لِأَنَّ خِدْمَةَ السَّفَرِ أَشَقُّ ، وَفِي الْمَنْعِ مِنَ السَّفَرِ ضَرَرٌ ، وَكُلُّ ذَلِكَ لَمْ يُسْتَحَقَّ بِالْعَقْدِ فَيَكُونُ عُذْرًا (وَكَذَا إِذَا أُطْلِقَ) لِمَا مَرَّ أَنَّهُ يَتَّقِيْدُ بِالْحَضَرِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا آجَرَ عَقَارًا ثُمَّ سَافَرَ ؛ لِأَنَّهُ لَا ضَرَرَ إِذِ الْمُسْتَأْجِرُ يُمَكِّنُهُ اسْتِيفَاءُ الْمَنْفَعَةِ مِنَ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ بَعْدَ غَيْبَتِهِ ، حَتَّى لَوْ أَرَادَ الْمُسْتَأْجِرُ السَّفَرَ فَهُوَ عُذْرٌ لِمَا فِيهِ مِنَ الْمَنْعِ مِنَ السَّفَرِ أَوْ الْإِزَامِ الْأَجْرِ بِدُونِ السُّكْنَى وَذَلِكَ ضَرَرٌ .

ترجمہ

اور جب درزی اپنا سلوائی کا شعبہ ترک کرتے ہوئے زرگری کرنا چاہے تو اس کا یہ عذر نہ ہوگا کیونکہ اس طرح بھی ممکن ہے کہ وہ ایک جانب سے لڑکے کو سلوائی پر لگائے اور دوسری جانب اپنا زرگری کا کام کرے۔ اور یہ اس صورت کے خلاف ہے کہ جب اس نے سلوائی کیلئے دکان کرائے پر لی اور اس کے بعد اس کو چھوڑ کر اس نے کوئی دوسرا کام شروع کر دیا ہو۔ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مبسوط میں اس کو عذر قرار دیا ہے۔ کیونکہ ایک شخص کیلئے دو کام کرنے ممکن نہیں ہیں۔ جبکہ سابقہ مسئلہ میں دو بندے کام کرنے والے ہیں کیونکہ کوئی کاموں کو اکٹھا کرنا ممکن ہے۔ اور جب کسی شخص نے شہر میں کوئی غلام خدمت کیلئے کرائے پر لیا ہے اور اس کے بعد اس کو سفر درپیش آیا تو یہ عذر ہوگا کیونکہ بھی زائد نقصان اٹھانے سے خالی نہ ہوگا اور یہ بھی دلیل ہے کہ سفر میں خدمت میں زیادہ مشقت ہوتی ہے جبکہ سفر نہ کرنے کی صورت میں نقصان ہوگا اور ان میں سے کوئی چیز بھی عقد سے ثابت نہیں ہے۔ پس سفر عذر ہوگا اور یہ حکم اس صورت میں بھی ہے جب اجارے کا مطلق رکھا جائے اسی دلیل کے سبب جو گزر چکی ہے کیونکہ وہ شہر میں خدمت کے ساتھ مقید ہے بہ خلاف اس کے کہ جب کسی نے اپنا مکان اجارہ پر دیا ہے اور اس کے بعد اس کو سفر درپیش آیا ہے تو یہ سفر عذر نہ ہوگا کیونکہ اس میں نقصان نہیں ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ موجد کیلئے معقود علیہ سے نفع اٹھانا ممکن ہے یہاں تک کہ جب مستاجر سفر کرے گا تو یہ عذر ہوگا کیونکہ اجارہ کے باقی رہنے کی صورت میں سفر سے رکنا لازم آئے گا یا مکان میں رہائش کے بغیر بھی کرایہ لازم آئے گا اور یہی نقصان ہے۔

شرح

اور جب ایک شخص جو کام کرتا ہے اسی کام کے لیے کسی سے اجارہ کیا کہ میں تمہارا یہ کام کروں گا اب وہ شخص اس کام کو بالکل چھوڑ دینا چاہتا ہے اور دوسرا کام اختیار کرنا چاہتا ہے فتح اجارہ کے لیے یہ عذر نہیں ہاں اگر وہ کام ایسا ہو جو اس کے لیے معیوب سمجھا جاتا ہے مثلاً ایک عزت دار شخص نے خدمت گاری کی نوکری کی اور اب اس کام ہی کو چھوڑنا چاہتا ہے تو یہ عذر ہے۔

مسائل منثورہ

﴿ مسائل منثورہ کا بیان ﴾

کرائے پر زمین لینے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ أَرْضًا أَوْ اسْتَعَارَهَا فَأَحْرَقَ الْحَصَائِدَ فَأَحْتَرَقَ شَيْءٌ مِنْ أَرْضِ
 أُخْرَى فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ) ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَدِّ فِي هَذَا التَّسْبِيبِ فَأَشْبَهَ حَافِرَ الْبُئْرِ فِي دَارِ
 نَفْسِهِ . وَقِيلَ هَذَا إِذَا كَانَتْ الرِّيَّاحُ هَادِئَةً ثُمَّ تَغَيَّرَتْ ، أَمَا إِذَا كَانَتْ مُضْطَرِبَةً يَضْمَنُ ؛
 لِأَنَّ مُوقِدَ النَّارِ يَعْلَمُ أَنَّهَا لَا تَسْتَقِرُّ فِي أَرْضِهِ .
 قَالَ: (وَإِذَا أَقْعَدَ الْخَيَّاطُ أَوْ الصَّبَّاعُ فِي حَانُوتِهِ مَنْ يَطْرَحُ عَلَيْهِ الْعَمَلَ بِالنِّصْفِ فَهُوَ
 جَائِزٌ) لِأَنَّ هَذِهِ شَرِكَةُ الْوُجُوهِ فِي الْحَقِيقَةِ ، فَهَذَا بِوَجَاهَتِهِ يَقْبَلُ وَهَذَا بِحَدَاقَتِهِ يَعْمَلُ
 فَيَنْتَظِمُ بِذَلِكَ الْمَصْلَحَةَ فَلَا تَضُرُّهُ الْجَهَالَةُ فِيمَا يَحْصُلُ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے احارے یا کرائے پر زمین لی اور اس کے کوڑا کرکٹ کو جلا دیا جس کے سبب سے دوسری زمین سے کچھ
 کھیتی جل گئی تو اس پر ضمان نہ۔۔۔ کیونکہ جلانے میں سبب متعدی نہیں ہے لہذا یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح کسی شخص نے
 اپنے گھر میں کنواں کھودا اور اس میں کوئی گر کر فوت ہو جائے یا کوئی نقصان ہو۔ اور ایک قول یہ ہے یہ حکم اس وقت ہے جب آگ
 لگاتے وقت ہوا اڑ رہی ہو اس کے بعد تیز ہو گئی ہو مگر جب شروع سے ہوا تیز چل رہی ہے تو پھر جلانے والا ضامن ہوگا کیونکہ جلانے
 والے کو اب تو پورا علم ہے کہ آگ اس کی زمین میں رک نہ سکے گی۔

اور جب درزی یا رنگنے والے نے دکان میں ایسے شخص کو لا بٹھایا ہے جو ان کو اجرت پر کام دیتا ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ اصل
 میں شرکت وجوہ ہے۔ لہذا بیٹھنے والا اپنی سیلز مینی کے اثر سے کام لے گا اور کاری گرا اپنی مہارت سے کام کریں گے اور اس میں
 مصلحت وجود میں آئے گی اور آمدنی کی جہالت عقد کی درستگی کو ممانع نہ ہوگی۔

دکان میں مارکیٹنگ کرنے والے کو بٹھانے کا بیان

اور جب درزی یا اور کسی کام کرنے والے نے اپنی دکان پر دوسرے کو بٹھالیا کہ جو کچھ کام میرے پاس آئے وہ تم کرو اور
 اجرت کو دونوں نصف نصف لے لیں گے یہ جائز ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس کو بٹھایا ہے وہ ایک کام کرتا ہے اور خود یہ دوسرا کام کرتا

ہے مثلاً رنگریز نے اپنی دکان پر درزی کو بٹھالیا۔ (درمختار، کتاب اجارہ، بیروت)
 اور اثر ہونے کا کیا مطلب ہے بعض فقہا فرماتے ہیں اس کا یہ مطلب ہے کہ کام کرنے والے کی کوئی چیز اس میں شامل ہو جائے جیسے رنگریز نے کپڑے میں اپنا رنگ شامل کر دیا اور بعض فقہا یہ کہتے ہیں کہ اس سے یہ مراد ہے کہ کوئی چیز جو نظر نہیں آتی تھی نظر آئے اس ثانی کی بنا پر دھوبی بھی داخل ہے کیونکہ پہلے کپڑے کی سپیدی نظر نہیں آتی تھی اب آنے لگی اور اگر دھوبی نے کلپ لگایا ہے جب تو پہلی صورت میں بھی داخل ہے۔ پستہ بادام کی گری نکالنے والا، لکڑیاں چیرنے والا، آٹا پیسنے والا، درزی اور موزہ سینے والا جبکہ یہ دونوں ڈور اپنے پاس سے نہ لگائیں غلام کا سر مونڈنے والا یہ سب اس میں داخل ہیں دونوں قولوں میں اصح قول ثانی ہے۔ (درمختار، کتاب اجارہ، بیروت)

اونٹ کو اجارے پر لینے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ جَمَلًا لِيَحْمَلَ عَلَيْهِ مَحْمَلًا وَرَاكِبِينَ إِلَى مَكَّةَ جَازَ وَلَهُ الْمَحْمَلُ الْمُعْتَادُ) وَفِي الْقِيَاسِ لَا يَجُوزُ ؛ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ لِلْجَهَالَةِ وَقَدْ يُفْضَى ذَلِكَ إِلَى الْمُنَازَعَةِ .

وَجِبُّهُ الْإِسْتِحْسَانُ أَنَّ الْمَقْصُودَ هُوَ الرَّا كِبُ وَهُوَ مَعْلُومٌ وَالْمَحْمَلُ تَابِعٌ ، وَمَا فِيهِ مِنْ الْجَهَالَةِ يَرْتَفِعُ بِالصَّرْفِ إِلَى الْمُتَعَارَفِ فَلَا يُفْضَى ذَلِكَ إِلَى الْمُنَازَعَةِ وَكَذَا إِذَا لَمْ يَرِ الْوِطَاءُ وَالذُّثْرُ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے اونٹ بطور اجارہ لیا ہے تاکہ وہ اس پر کجاوہ رکھے اور لوگوں کو سوار کرتے ہوئے مکہ شریف تک لے جائے تو یہ جائز ہے لیکن مستاجر کو محدود کجاوہ رکھنے کا اختیار ہوگا جبکہ بطور قیاس یہ جائز نہیں ہے۔
 حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے کیونکہ اس میں جہالت ہے اور جہالت جھگڑے کی جانب لے جانے والی ہے اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ اصل مقصد سوار ہونا ہے اور وہ معلوم ہے جبکہ کجاوہ رکھنا یہ سواری کے تابع ہے اور اس میں جو جہالت معتاد ہے وہ عرف کے مطابق جاری ہونے والے کجاوے کے استعمال کے سبب ختم ہو جائے گی۔ لہذا یہ جھگڑے کی طرف لے جانے والا معاملہ نہ ہوگا اور اسی طرح کا حکم اس وقت بھی ہے جب بستر اور چادر کا ذکر نہ کیا جائے۔

اجارہ والے اونٹ پر محمل رکھنے کا عرف کا بیان

علامہ ابن عابدین حنفی شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حمال (شتر بان) سے مکہ معظمہ یا کہیں جانے کے لیے اونٹ کرایہ کیا کہ اس پر محمل رکھا جائے گا اور دو شخص بیٹھیں گے یہ اجارہ جائز ہے ایسا محمل اونٹ پر رکھا جائے گا جو وہاں کا عرف ہے اور اگر اجارہ کرتے

وقت ہی اُسے محمل دکھا دیا جائے تو بہتر ہے۔ یہ بات جمال کے ذمہ ہے کہ محمل کو اونٹ پر لادے اور اوتارے۔ اونٹ کو بانگے یا ٹیکیل پکڑ کر لے چلے۔ پاخانہ پیشاب یا وضو اور نماز فرض کے لیے سوار کو اوتاروائے۔ عورت اور مریض اور بوڑھے کے لیے اونٹ کو بٹھائے۔ (در مختار، کتاب اجارہ، بیروت، فتاویٰ شامی، کتاب اجارہ، بیروت)

پہلے سے کجاوے والا اونٹ اجارہ کیلئے بہتر ہوگا

قَالَ: (وَإِنْ شَاهَدَ الْجَمَّالُ الْحِمْلَ فَهُوَ أَجْوَدُ) ؛ لِأَنَّهُ أَنْفَى لِلْجَهَالَةِ وَأَقْرَبُ إِلَى تَحَقُّقِ الرِّضَا. قَالَ: (وَإِنْ اسْتَأْجَرَ بَعِيرًا لِيَحْمِلَ عَلَيْهِ مِقْدَارًا مِنَ الزَّادِ فَأَكَلَ مِنْهُ فِي الطَّرِيقِ جَازِلَهُ أَنْ يَرُدَّ عِوَضَ مَا أَكَلَ) ؛ لِأَنَّهُ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِ حِمْلًا مُسَمًّى فِي جَمِيعِ الطَّرِيقِ فَلَهُ أَنْ يَسْتَوْفِيَهُ (وَكَذَا غَيْرُ الزَّادِ مِنَ الْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ) وَرَدُّ الزَّادِ مُعْتَادٌ عِنْدَ الْبَعْضِ كَرَدِّ الْمَاءِ فَلَا مَانِعَ مِنَ الْعَمَلِ بِالْإِطْلَاقِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی شخص نے کجاوے والے اونٹ کو دیکھ لیا ہے تو وہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ وہ بالکل جہالت کو ختم کرنے والا ہے اور اس طرح اچھی طرح رضا مندی بھی ثابت ہو جائے گی۔ اور جب کسی شخص نے ایک معین مقدار میں زاد راہ لادنے کیلئے کوئی اونٹ کرائے پہ لیا ہے اور اس نے راستے میں اس میں کچھ کھا لیا ہے تو اس نے جتنی مقدار کھائی ہے تو اس کے بدلے میں اتنی مقدار والا سامان لادنا جائز ہے۔ کیونکہ وہ سارے راستے میں ایک معین مقدار کا بوجھ لادنے کا حقدار ہے اور دوبارہ پانی لادنے کی طرح زاد راہ کو لادنا یہ بھی معروف و معتاد ہے۔ پس جب عقد مطلق ہے تب بھی کوئی ممانعت والی چیز اس میں نہ ہوگی۔

مستأجر کو سواری میں اختیار دینے یا نہ دینے کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب توشہ وغیرہ سامان سفر کے لیے اونٹ کرایہ کیا اور راستے میں سامان خرچ کیا تو جتنا خرچ کیا ہے اتنا ہی دوسرا سامان اسی قسم کا اس پر رکھ سکتا ہے۔ (در مختار، کتاب اجارہ، بیروت)

اور جب جانور کو بوجھ لادنے کے لیے کرایہ پر لیا اور جتنا لادنا ٹھہرا تھا اُس سے زیادہ لاد دیا تو جتنا زیادہ لادے اُس کا تاوان دے مثلاً دو من ٹھہرا تھا اس نے تین من لاد دیا جانور کی ایک تہائی قیمت تاوان دے یہ اُس صورت میں ہے کہ اس نے خود لادنا ہو اور اگر جانور کے مالک نے زیادہ لادنا تو تاوان نہیں اور اگر دونوں نے مل کر لادنا تو نصف تاوان یہ دے اور نصف جو مالک کے فعل کے مقابل میں ہے ساقط ہو جائے گا۔

اور مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے لیے اونٹ کرایہ پر لیے جاتے ہیں اُن پر عموماً دو شخص راہ ہوتے ہیں اور اپنا سامان بھی لادتے ہیں اس کے متعلق حکم یہ ہے کہ اتنا ہی سامان لادیں جو متعارف ہے اُس سے زیادہ نہ لادیں اور اُس میں بھی بہتر یہ ہے کہ اپنا پورا

سامان جمال کو دکھادیں۔

اور جانور کے مالک کو یہ حق نہیں ہے کہ جانور کو کرایہ پر دینے کے بعد مستاجر کے ساتھ کچھ اپنا سامان بھی لا دے مگر اُس نے اپنا سامان رکھ دیا اور جانور منزل مقصود تک پہنچ گیا تو مستاجر کو پورا کرایہ دینا ہوگا یہ نہ ہوگا کہ چونکہ اُس نے اپنا سامان بھی رکھ دیا ہے لہذا کرایہ سے اُس کی مقدار کم کی جائے۔ اور مکان میں یہ صورت ہو کہ مالک مکان نے ایک حصہ مکان میں اپنا سامان رکھا تو پورے کرایہ سے اُس حصہ کے کرایہ کی کمی کر دی جائے گی۔ (در مختار، کتاب اجارہ، بیروت)

فقہاء احناف میں سے عظیم محقق فقہ حنفی کے ترجمان علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے سواری کے لیے جانور کرایہ پر لیا اور مالک نے کہہ دیا کہ جس کو چاہو سواری کرو تو مستاجر کو اختیار ہے کہ خود سواری ہو یا دوسرے کو سواری کرائے جو سواری ہو وہی متعین ہو گیا اب دوسرا نہیں سواری ہو سکتا اور اگر فقط اتنا ہی کہا ہے کہ سواری کے لیے جانور کرایہ پر لیا نہ سواری ہونے والے کی تعین ہے نہ تعین تو اجارہ فاسد ہے یعنی سواری اور کپڑے میں یہ ضرور ہے کہ سواری اور پہننے والے کو معین کر دیا جائے یا تعین کر دی جائے کہ جس کو چاہو سواری کرو جس کو چاہو کپڑا پہنا دو اور یہ نہ ہو تو اجارہ فاسد مگر اگر کوئی سواری ہو گیا یعنی خود وہ سواری ہو یا دوسرے کو سواری کر دیا یا خود کپڑے کو پہنا یا دوسرے کو پہنا دیا تو اب وہ اجارہ صحیح ہو گیا۔

اور جب سواری میں معین کر دیا تھا کہ فلاں شخص سواری ہوگا اور کپڑے میں معین کر دیا تھا کہ فلاں پہنے گا مگر ان کے سوا کوئی دوسرا شخص سواری ہو یا دوسرے نے کپڑا پہنا اگر جانور ہلاک ہو گیا یا کپڑا پھٹ گیا تو مستاجر کو تاوان دینا ہوگا اور اس صورت میں اجرت کچھ نہیں ہے اور اگر جانور اور کپڑا ضائع و ہلاک نہ ہوں تو نہ اجرت ملے گی نہ تاوان۔ اور اگر دکان کو کرایہ پر دیا تھا کرایہ دار نے اُس میں لوہار کو بٹھا دیا اگر دکان گر جائے تاوان دینا ہوگا اور دکان سالم رہی تو کرایہ واجب ہوگا۔ (بحر الرائق، کتاب اجارہ، بیروت)

شرح ہدایہ جلد دوازدہم کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد لله! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عام کے تصدق سے ہماری کتاب شرح ہدایہ کی بارہویں جلد جو کتاب دعویٰ سے شروع ہو کر کتاب اجارہ تک آج بروز جمعۃ المبارک ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ بمطابق ۸ مارچ ۲۰۱۳ء کو مکمل ہو گئی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فقہاء احناف کے جمیع ائمہ فقہ کی بخشش فرمائے اور متاخرین فقہاء میں سے امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ، علامہ امجد علی اعظمی صاحب بہار شریعت، علامہ نور اللہ نعیمی علیہ الرحمہ، علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ، علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ اور دیگر اہل سنت کے علماء جنہوں نے مسلک اہل سنت و جماعت کیلئے جمہور مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی، اللہ تعالیٰ ان کی بخشش فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ اور اس کے بعد میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت پر استقامت نصیب فرمائے۔ اور مجھے خاتمہ بہ ایمان کی توفیق رفیق سے سرفراز فرمائے کہ جب وقت نزع ہو تو لب جاری تو حید و رسالت ﷺ کا نعرہ ہو، امین،

محمد لیاقت علی رضوی

چک ستیرکا تحصیل ضلع بہاولنگر